حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات
حکیم الامت

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسلسلہ

ملفوظاتِ حکیم الامت

جلد 21

انفاسِ عیسیٰ (حصہ اول)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

کی مجالس اور اسفار، نشست و برخاست میں بیان فرمودہ انبیاء کرام، اولیاءعظام کے تذکروں، عاشقانِ الٰہی ذوالاحترام کی حکایات و روایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شرابِ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی و نقلی، معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے اور جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

جمع فرمودہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ الٰہ آبادی رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
اشرفیہ منزل۔ نزد لکی آرٹس، چوک فوارہ ملتان۔
بیرون بوہڑ گیٹ، پرانی غلہ منڈی ملتان۔

نام کتاب .... انفاسِ عیسیٰ

اشاعت اول (کمپیوٹر کتابت) .... محرم ۱۴۲۲ھ

باہتمام .... محمد اسحٰق عفی عنہ

مطبع .... سلامت اقبال پریس

الله جل جلاله

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

دارالاشاعت۔ اردو بازار۔ کراچی

ادارہ اسلامیات۔ انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید۔ اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ رشیدیہ۔ سرکی روڈ۔ کوئٹہ

مکتبہ رشیدیہ۔ راجہ بازار۔ راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

بتوفیقہ تعالیٰ کچھ عرصہ سے ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کو اپنے اکابرین کی خصوصی دعاؤں اور توجہ سے حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانویؒ اور دیگر اکابرین کی تالیفات وتصنیفات کی طباعت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

قارئین کرام سے دعاؤں کی التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کی دولت نصیب فرما کر ہماری اس حقیر سعی کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین!

مزید گذارش ہے کہ آج کل کمپیوٹر کتابت کا دور ہے اور اس میں بار بار تصحیح کے باوجود اغلاط پھر بھی رہ جاتی ہیں اس لئے قارئین سے درخواست ہے کہ دوران مطالعہ جہاں اغلاط سامنے آئیں زحمت فرما کر نوٹ فرما لیں اور بوقت فرصت اغلاط نامہ بھجوا دیں۔ یہ آپ کا ادارہ کے ساتھ خصوصی تعاون ہوگا۔ فجزاک اللہ خیرا

طالب دعا: احقر محمد اسحاق ملتانی

فہرست مضامین ''انفاسِ عیسیٰ''

حصہ اول

فہرست مضامین ''انفاسِ عیسیٰ''

حصہ دوم

صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مؤلف رحمۃ اللہ علیہ

بعد حمد وصلوٰۃ احقر محمد عیسیٰ عرض رسا ہے کہ یہ رسالہ حضرت سیدی ومرشدی حکیم الامۃ سلطان المشائخ سراج السالکین زبدۃ العارفین مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ دامت برکاتہم کے آخری پندرہ سال کے مطبوعہ مواعظ حسنہ وتربیت السالک کے بیش بہا جواہرات سے اختصاراً ماخوذ ہے، نیز کہیں کہیں زبانی ارشادات کا بھی خلاصہ ہے۔

جامع کی غایت اس سے یہ ہے کہ جو لوگ فن سلوک کو حاصل کرنا چاہیں وہ مبادی تصوف کو یعنی تصوف کے ضروری علوم ومسائل معلوم کرلیں جو بصیرت فی المقصود کے حاصل کرنے کے لئے ناگزیر ہیں اور جو سالکین امور غیر اختیاریہ کے حصول میں حیران وپریشان ہو کر مایوس ہو گئے ہوں اور ترک رذائل کی حقیقت وماہیت نہ جاننے کی وجہ سے اس راہ کو بہت ہی مشکل اور دشوار گزار سمجھنے لگے ہوں ان کے لئے یہ رسالہ مشعل راہ کا کام دے اور ان کے ادراک کو تقویت دے کر ان کے تعطل کا ازالہ کرے نیز اخلاق رذیلہ کا ازالہ وتعدیل کر کے اخلاق حمیدہ کی تحصیل وتکمیل کا رہبر ثابت ہو۔

تربیت السالک اور مواعظ حسنہ میں ان امور کے عجیب وغریب نسخے منتشر طور سے موجود تھے، مگر ان کے حجم کو دیکھ کر اس بات کا اندیشہ ہوا کہ جو طالبین فن زیادہ وقت نہیں صرف کر سکتے ان کو ان کی تلاش وجستجو میں دقت وپریشانی ہوگی، اس لئے بندہ احقر نے طالبین کی سہولت کے لئے ان بیش بہا نسخہ جات میں سے مجرب المجرب نسخوں کو یکجا کر دیا ہے تاکہ وہ اس طریق میں مقصود غیر مقصود، اختیاری وغیر اختیاری امور کو اچھی طرح جان لیں، جن کے جاننے اور مستحضر رکھنے سے سلوک کے اکثر وبیشتر عقبات طے ہو سکتے ہیں۔

احقر نے اس رسالہ کو چار باب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اول۔ تعلیمات

جس میں تصوف کے مبادی یعنی ضروری علوم و مسائل ہیں جو بصیرت فی المقصود میں بے حد مؤید ہیں۔

باب دوم۔ تحقیقات

جو مشتمل ہے امور غیر اختیاریہ کی تحقیقات اور ان کے عجیب و غریب معالجات پر۔

باب سوم۔ تهذیبات

جس کا حصہ اول متضمن ہے اخلاق رذیلہ کے ازالہ و تعدیل کے طریق کو اور حصہ دوم اخلاق حمیدہ کے تحصیل اور تکمیل کے طریق کو۔

باب چهارم۔ ارشادات

جس میں ان علوم و مسائل متفرقہ کا بیان ہے جو یک گونہ فن سلوک و تصوف میں بصیرت مزید پیدا کرتے ہیں۔

اس مجموعہ کو حضرت مولانا و مرشدنا تھانویؒ دامت برکاتہم نے پسند فرما کر اس کا نام ''انفاس عیسیٰ'' جو تجویز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو سالکین کے لئے نافع فرمادیں اور اس احقر کو اپنا قرب و رضا عطا فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

المرقوم یکم ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

باسمہ

مختصر سوانح جامع و مرتب ملفوظات

(از بندہ سراج الحق مچھلی شہری)

جامع ملفوظات یعنی حضرت مرشدی و مولائی حاجی حافظ قاری سید شاہ محمد عیسیٰ صاحب رحمہ اللہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے خلیفہ ارشد تھے۔ زہد و تقویٰ میں اپنے تمام پیر بھائیوں میں نہایت ممتاز اور مسلم درجہ رکھتے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اللہ کے ایک انعام خاص اور ایک آفتاب تھے ان کے سامنے یقیناً کوئی عالم یا درویش چمک نہیں سکتا تھا ورنہ میرا یقین ہے کہ اگر حضرت جامع رحمہ اللہ کسی دوسرے زمانے میں ہوتے تو ان کی نمود قابل دید ہوتی اور بالیقین ایک عالَم کے مقتدا ہوتے، حضرت حکیم الامتؒ نے سب سے زیادہ تعداد میں طالبین آپ ہی کے سپرد کئے تھے۔

حضرت کے والد ماجد کا نام مولوی سید خیرات علی صاحب تھا۔ الہ آباد تحصیل سورام میں قصبہ منڈارہ کے پاس موضع محی الدین پور آپ کا آبائی وطن تھا، حضرت کی ولادت ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے بھائی بہنوں میں سب سے بڑے تھے ۱۹۰۲ء میں حضرت بی، اے میں تھے کہ حسن اتفاق سے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ قدس سرہٗ الہ آباد تشریف لائے اور اسٹیشن کے قریب عبداللہ کی مسجد پر مقیم ہوئے آپ کے کئی وعظ شہر میں ہوئے۔ حضرتؒ کو حضرت تھانویؒ سے غائبانہ عقیدت تھی۔ اب جو مواعظ میں شرکت اور ملاقات و گفتگو کا موقع ملا تو توفیق الٰہی نے دامنِ دل کھینچا۔ بی۔ اے کے امتحان میں ناکام ہوئے تو پھر اس کی تکمیل کا ارادہ نہ کیا۔ البتہ ٹریننگ پاس کرلیا جس سے حضرت کو ضلع اسکول فتح پور ہنسوہ میں بمشاہرہ ۳۰ روپے اسسٹنٹ ماسٹری مل گئی۔ تھانہ بھون جا کر بیعت ہوئے اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ذکر و شغل میں لگ گئے فتحپور ہی میں خیال

ہوا کہ دینیات کی تکمیل کرنی چاہئے وہاں مدرسہ ظہور الاسلامیہ میں مولانا نور محمد صاحب ایک متجر عالم ہونے کے علاوہ صاحب نسبت بزرگ تھے ان سے عرض کیا انہوں نے حضرت کی رعایت سے اپنے یہاں کے اسباق کا وقت مؤخر کر کے ساڑھے چار بجے شام کو پڑھانا شروع کیا اس طرح حضرت نے فقہ، حدیث اور تفسیر کا باقاعدہ درس لیا۔ حضرت کے ایک ہم سبق مولوی صاحب فتح پوری ناقل تھے کہ مولانا عیسیٰ صاحب کا ریاض ان دنوں بھی اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب حضرت استاد کچھ تقریر فرمانے لگتے تو ہم پاس بیٹھنے والوں کو صاف محسوس اور مسموع ہوتا تھا کہ مولانا عیسیٰ صاحب کا قلب ذکر کر رہا ہے اس کے بعد آپ لکھنؤ جوبلی اسکول میں استاد عربی و فارسی ہو کر تبدیل ہوئے وہاں مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ہمراہ سفر حج کا شوق پیدا ہوا۔ آخر اپنے والد صاحب کو لے کر حرمین تشریف لے گئے لکھنؤ سے مرزاپور الہ آباد فیض آباد تبدیل ہوئے فیض آباد میں حضرت کو بعمر ۴۵ سال حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چنانچہ کچھ مدت میں حفظ فرمالیا۔

۱۹۲۳ء میں الہٰ آباد تبدیل ہو کر آئے اس وقت اس نالائق کاتب سطور کو حضرت کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا۔ یہاں حضرت ۱۹۳۷ء میں پنشن پائی اور بحکم مرشد اپنے وطن میں مقیم ہوئے تاکہ یکسوئی کے ساتھ طالبین کی تربیت و تعلیم فرمائیں۔ مبلغ مالف نمبر۱۲ مدۃ العمر پنشن ملتی رہی۔

۱۹۳۹ء میں رفیقۂ حیات قضا کر گئیں ان کے بعد حضرت نے بہ نیت اتباع سنت ایک بیوہ بی بی کے ساتھ اگرچہ دوسرا نکاح کیا۔ مگر مشیت الٰہی سے وہ بھی ایک سال بعد زچگی میں قضا کر گئیں۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت پر فالج گرا، علاج سے وقتی افاقہ ہوا، مگر دماغ پر آخر وقت تک اثر رہا۔ آخر حضرت جونپور بغرض علاج تشریف لے گئے اور وہیں فالج کا تیسرا حملہ ہوا اور اپنے مرشد کے وصال کے صرف ۸ ماہ بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ م ۲۱ مارچ ۱۹۴۴ء بروز شنبہ بعمر ۶۳ سال داعی اجل کو لبیک کہا اور مسجد اٹالہ کے قریب ایک چھوٹی مسجد کے زیر دیوار آرام فرما ہوئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت کو ذکر سے خاص شغف تھا اللہ تعالیٰ نے وہ سامان فرمایا کہ قیامت تک اذان

کے اذکار اور قرآن کی تلاوت کو سنتے رہیں گے حضرت کو مسجد سے عشق تھا چنانچہ آپ نے کئی مسجدوں کی مکمل مرمت تنہا کرائی اللہ تعالیٰ نے مسجد کا جوار عطا فرمایا۔ حضرت نے تین اولاد ذکور مولوی حاجی محمد ابراہیم صاحب، مولوی حافظ محمد یحییٰ صاحب، مولوی محمد لقمان صاحب، اور عدا اولاد اناث چھوڑیں، اللہ تعالیٰ ان کو تادیر قائم رکھے۔

حضرت کی حسب ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

خلاصۃ البیان (تفسیر)۔ ازالۃ الوسن (حدیث)۔ بہشتی ثمر دو حصہ (فقہ)۔ انفاس دو حصہ (کمالات اشرفیہ دو حصہ (تصوف)۔

حضرت کے خلفاء کے جتنے نام معلوم ہو سکے یہ ہیں۔

۱۔ مولوی مرتضیٰ حسین خاں صاحب ساکن محتشم گنج الہ آباد۔ (ان کا انتقال حضرت کے سامنے ہو گیا)

۲۔ مولوی حافظ محمد یٰسین صاحب مریاڈیہی۔

۳۔ مولوی حافظ محمد بشیر صاحب۔

۴۔ مولوی علیم اللہ صاحب ساکن پی پی گنج گورکھپور۔

۵۔ مولوی محمد شفیع صاحب انسپکٹر سندھ (مجاز صحبت)۔

۶۔ مولوی سید محمد عبد الرب صاحب صوفی اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ اسکول سیتا پور (جن کو حضرت نے خود تحریر فرمایا تھا کہ حصول نسبت کی بشارت دیتا ہوں)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تادیر ان حضرات کو تقویٰ و تدین، صحت و عافیت کے ساتھ برقرار رکھے اور اس نالائق خاکپائے صلحاء کی بھی اصلاح فرمائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین بجاہ الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

تعارف کتاب

از

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر **عبدالحئی** عارفی رحمہ اللہ

خلیفہ ارشد

حکیم الامت مجدد الملت مولانا **اشرف علی تھانوی** رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ''انفاس عیسیٰ'' حقیقتاً اسم با مسمّٰی ہے۔ اس میں ایسے احوال و کیفیات، خطرات، وساوس اور شکوک و اشکال باطنی پر روشنی ڈالی گئی ہے جو اکثر و بیشتر سالکین طریقت و طالبین تزکیہ نفس کو پیش آتے رہتے ہیں۔

اُن کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے معالجات روحانی و مجربات ایمانی اس کتاب میں درج ہیں۔ جو تائید الٰہی کے باعث اعجاز مسیحائی کے مصداق ہیں اور جن سے بے شمار مایوس الاحوال لوگوں کو حیاتِ نو نصیب ہوئی ہے۔

مجھے خود ذاتی تجربے سے اس کا یقین ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب خواص و عوام کے لئے بہت نافع اور عقدہ کشائے رموز باطنی ثابت ہوگی۔ واللہ المستعان

کراچی ۳ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ　　　　احقر محمد عبدالحئی عفی عنہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی **محمد تقی عثمانی** مدظلہ العالی

نے اپنی ایک مجلس میں اس کتاب کا یوں تعارف کرایا ہے:

کہ یہ کتاب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصلی ملفوظات، آپ کی تربیت ہدایات اور نفسانی امراض کے علاج کے لئے سفید اور مجرب نسخوں کا خلاصہ ہے جس کو حضرت والا کے خاص خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا ہے۔ حضرت تھانویؒ

رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء کی بڑی تعداد ہے، ان میں سے ہر ایک نے اپنی بساط اور صلاحیت کے مطابق حضرت والا سے کسب فیض کیا، اور ان میں سے ہر ایک ہمارے لئے آفتاب اور مہتاب کا درجہ رکھتا ہے، لیکن ہر خلیفہ میں کچھ خصوصیات ایسی ہیں جو اس کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت والا کے ابتدائی دور کے خلفاء میں سے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ بات معروف اور مشہور ہے کہ حضرت والا کے ساتھ مشابہت میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی، ظاہری شکل وصورت، لباس و پوشاک، چال ڈھال، رفتار و گفتار، ہر چیز میں حضرت والا کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت تھی، یہاں تک کہ آواز میں بھی مشابہت تھی۔ چنانچہ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو باہر سے سننے والے کو دھوکہ ہو جاتا کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ تلاوت کر رہے ہیں یا حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب تلاوت کر رہے ہیں، اتنی زیادہ مشابہت تھی۔ اور جب ظاہری مشابہت اتنی زیادہ تھی تو اندر اور باطن میں حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کیا کیا کسب فیض کیا ہوگا، اس کا اندازہ ہم اور آپ کر ہی نہیں سکتے۔

جب کسی کو اپنے شیخ کے ساتھ شدید محبت اور مناسبت کامل ہو اور پھر طویل صحبت اور رفاقت رہی ہو اور اکتساب فیض رسوخ کے ساتھ کیا ہو تو بسا اوقات ظاہری انداز و عادات میں بھی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں بھی اس کی مثال ملتی ہے، چنانچہ روایات میں آتا ہے (کان اشبه الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم دلا و سمتا وهديا) کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے انداز و ادا میں، اٹھنے بیٹھنے میں، چال ڈھال میں، لباس پوشاک میں جتنی مشابہت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، اتنی مشابہت کسی اور کو حاصل نہیں تھی۔ چنانچہ لوگ ان کو دیکھ کر اپنی آنکھیں اس طرح ٹھنڈی کیا کرتے تھے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ٹھنڈی کیا کرتے تھے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو بہر حال ایک

الگ حیثیت رکھتا ہے، تاہم اس سے ملتی جلتی کیفیت کے نمونے امت میں پائے گئے ہیں، اسی طرح کا ایک نمونہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب اور ان کے شیخ علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔ جس شخص میں ظاہری طور پر بھی ایسی مشابہت ہو جائے اس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہ اپنے شیخ کے مزاج و مذاق اور ان کے علوم و فیوض کو جذب کئے ہوئے اور پوری طرح ہضم کئے ہوئے ہیں۔

انفاسِ عیسیٰ

بہر حال حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانویؒ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور خدمت میں رہنے کے دوران حضرت والا سے جو باتیں سنیں اور جو تعلیمات حاصل کیں، ان کا خلاصہ ہمارے لئے اس کتاب ''انفاس عیسیٰ'' میں جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب حضرتؒ کے دیگر عام ملفوظات کے مجموعوں کی طرح ملفوظات کی کتاب نہیں ہے، چنانچہ عام ملفوظات اور مجالس کی کتابوں میں یہ نظر آئے گا کہ حضرت والا نے کسی موضوع سے متعلق ایک بات ارشاد فرمائی، پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسرے کسی اور موضوع سے متعلق دوسری بات ارشاد فرمائی۔ اور پھر تیسری بات تیسرے موضوع سے متعلق ارشاد فرمائی، اور ان باتوں کو لوگوں نے جمع کرنا شروع کر دیا۔

لیکن اس کتاب میں حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہنے کے دوران تصوف اور طریقت سے متعلق جو کچھ سنا اور جو تعلیم حاصل کی، پہلے اس کو ہضم کیا، پھر اس کی تلخیص اس طرح لکھی کہ اس میں اکثر الفاظ بھی حضرت والا ہی کے ہیں۔

اس طرح ان تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ ہمارے لئے اس کتاب کے اندر جمع کر دیا ہے، لہٰذا یہ کتاب ''انفاس عیسیٰ'' ہمارے لئے بڑی عجیب و غریب نعمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیمات

باب اول

اس باب میں وہ علوم و مسائل ہیں جن سے طریق میں معتد بہ بصیرت حاصل ہوتی ہے

حقیقت طریقت

ارشاد: اس طریق کے متعلق چند ضروری امور مثل اصول موضوعہ کے ہیں اگر تحقیقاً یا تقلیداً ان کا اعتقاد اور ان پر عمل رکھا جائے تو ہمیشہ کی پریشانی اور غلط فہمی و کج روی سے بچ جائے۔ اول: ہر مطلوب میں کچھ مبادی ہوتے ہیں، کچھ مقاصد، کچھ زوائد و توابع، اصل مقاصد ہوتے ہیں اور مبادی اس سے مقدم مگر مقصود بالعرض اور زوائد اس سے مؤخر مگر غیر مقصود، اسی طرح اس طریقہ میں بھی بعض مبادی ہیں اور وہ چند علوم و مسائل ہیں جو موقوف علیہ ہیں بصیرت فی المقصود کے اور بعض مقاصد ہیں کہ وہی مقصود بالتحصیل ہیں اور ان ہی پر مدار ہے۔ کامیابی اور ناکامی کا اور بعض زوائد ہیں کہ ان کا نہ وجود معیار کامیابی ہے نہ فقدان معیار ناکامی۔

ثانی: منجملہ مبادی کے امر اول مذکورہ بالا ہے۔ غالباً اعظم المبادی و اجمع المبادی ہے اور دوسرے مبادی پر اثنائے سلوک میں وقتاً فوقتاً تنبیہ و اطلاع کی جاتی رہتی ہے اور مقاصد اعمال خاصہ ہیں جو افعال اختیاریہ ہیں۔ جن میں ایک حصہ اعمال صالحہ متعلق بجوارح ہیں جن کو سب جانتے ہیں جیسے نماز، روزہ، حج زکوٰۃ و دیگر طاعات واجبہ و مندوبہ اور دوسرا حصہ اعمال صالحہ متعلق بقلب و نفس ہیں۔ مثل اخلاص و تواضع و حب حق و شکر و صبر و رضا و تفویض و توکل و خوف و رجاء و امثالہا اور ان کے اضداد کا ازالہ اور ان کے اعمال اختیاریہ کو مقامات کہتے ہیں اور یہی نصوص میں مامور بالتحصیل ہیں اور ان کے اضداد مامور بالازالہ والردع۔ اور ان اعمال کی غایت تعلق بحق (یعنی نسبت، و رضائے حق ہے کہ روح اعظم سلوک کی یہی ہے ار زوائد احوال خاصہ ہیں مثل ذوق و شوق و قبض و بسط و صحو و سکر و غیبت و وجد و استغراق و اشباہھا۔ اور یہ امور غیر اختیاریہ ہیں، اعمال مذکورہ پر ان کا اکثر ترتب ہوتا ہے اور گاہ نہیں ہوتا یہ احوال نہ مامور بہا ہیں اور نہ ان کے اضداد مامور بالازالہ۔ اگر ترتب ہو جائے محمود ہے اگر نہ ہو تو مقصود میں کچھ خلل نہیں اسی

لئے کہا گیا ہے القامات مکاسب والاحوال مواھب پس خلاصہ یہ ہوا کہ طریقہ میں تین امر مجوث عنہ ہیں۔ علوم جن سے مقصد میں بصیرت ہوتی ہے اور اعمال جو کہ مقصود ہیں اور ان ہی کا اہتمام ضروری ہے اور احوال جو کہ مقصود نہیں گو محمود ہیں ان کے درپے ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

ثالث: یہ قواعد کلیہ ہیں باقی جزئیات کا ان پر انطباق اس میں ابتداء میں شیخ کی ضرورت ہے کہ اس کا درجہ طبیب کا سا ہے اور طالب کا درجہ مریض کا سا۔ طبیب سے اپنا حال کہا جاتا ہے وہ نسخہ تجویز کرتا ہے اس کا استعمال کر کے اس کو اطلاع دی جاتی ہے وہ پھر جو رائے دیتا ہے اس پر عمل ہوتا ہے اسی طرح سلسلہ جاری رہتا ہے تا حصول صحت اسی طرح سلوک میں بھی دو امر ہیں اطلاع اور اتباع تا حصول مقصد یعنی رسوخ نسبت بحق۔

روح سلوک

مقصود طلب ہے وصول مقصود نہیں

ارشاد: اہل طریق کے یہاں یہ مقرر ہے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں۔ شرح اس کی یہ ہے کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضہ نہ رکھے کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس تقاضے سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی شرط وصول ہے اس کو خوب راسخ کر لیا جائے کہ روح سلوک ہے وھو من خصائص المواھب الامدادیہ قلما تنبہ لہ شیخ من مشائخ الوقت .

مجاہدہ کی حقیقت

ارشاد: مجاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ معاصی کو تو مطلقاً ترک کرے اور یہ نفس کی مخالفت واجب ہے اور مباحات میں تقلیلاً مخالفت کرے اور یہ مخالفت مستحب ہے مگر ایسا مستحب ہے کہ مخالفت واجبہ کا حصول کامل اس مخالفت مستحبہ پر موقوف ہے جیسے بہت سونا، بہت کھانا، بہت عمدہ کپڑے پہننا، بہت باتیں کرنا، لوگوں سے زیادہ ملنا ملانا، سو ان میں تقلیل کرے۔

مجاہدہ اختیاریہ واضطراریہ کا فرق اور دونوں کی ضرورت

ارشاد: مجاہدہ اختیاریہ میں تو فعل کا غلبہ ہے اس لئے اس میں انوار زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ انوار کا ترتب عمل پر ہوتا ہے اور مجاہدہ اضطراریہ میں فعل کم ہوتا ہے اس میں نورانیت کم ہوتی ہے۔ لیکن انفعال کا

غلبہ ہوتا ہے اس سے قابلیت میں قوت بڑھتی ہے اور اس انفعال وقابلیت کی خود اعمال اختیاریہ کے راسخ ہونے کے لئے سخت ضرورت ہے اسی لئے بزرگوں نے ایسے مجاہدات بہت زیادہ کرائے ہیں۔

مجاہدہ اضطراریہ کا نفع

تہذیب: مجاہدۂ اضطراریہ سے عمل میں قلت بھی ہو جائے اور محض فرائض وواجبات ہی پر اکتفا ہوتا رہے تب بھی مجاہدہ کاملہ کا ثواب ملتا ہے۔

مجاہدہ کی دو قسمیں

ارشاد: مجاہدہ کی دو قسمیں ہیں، مجاہدہ حقیقیہ یعنی ارتکاب اعمال واجتناب عن المعاصی مجاہدہ حکمیہ یعنی ان مباحات کو ترک کرنا جو معاصی کی طرف مفضی ہیں۔

طریق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق

ارشاد: طریقہ الوصولی الی اللہ بعدد انفاس الخلائق جس طرح وصول کی ایک صورت یہ ہے کہ حرم میں نماز پڑھو، یہ بھی ایک صورت ہے کہ کسی عذر سے گھر میں نماز پڑھو اور حرم کو ترستے رہو۔

عطر تصوف

ارشاد: (۱) اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے کچھ نہیں اسی پر مدار ہے تمام اصلاحات کا اور یہی ہے اصل علاج تمام کوتاہیوں کا سارے افعال شرعیہ اختیاری ہیں ورنہ نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے پس اختیار کا استعمال کرے گا تو کامیابی لازم ہے البتہ دشواری اور کلفت اول اول ضرور ہوگی لیکن اس کا علاج بھی یہی ہے کہ باوجود کلفت کے ہمت سے اور اختیار سے برابر بہ تکلف اور بجز کام لیتا رہے رفتہ رفتہ وہ کلفت مبدل بسہولت ہو جائے گی۔ سارے مجاہدے بس اسی لئے کئے جاتے ہیں کہ اختیار اوامر اور اجتناب نواہی میں سہولت پیدا ہو جائے۔ اور اول اول تو ہر کام مشکل ہوتا ہے مگر کرتے کرتے مشق ہو جاتی ہے اور پھر نہایت سہولت کے ساتھ ہونے لگتا ہے، جیسے حفظ کا سبق شروع میں دشوار ہوتا ہے مگر رٹتے رٹتے یاد ہو جاتا ہے اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھ کر ہمت ہار دی تو پھر کوئی صورت ہی کامیابی کی نہیں۔

مسئلہ اختیار

(۲) مسئلہ اختیار کا اس قدر ظاہر ہے ہر شخص اپنے اندر صفت اختیار کو وجداناً اور طبعاً محسوس

کرتا ہے چنانچہ جب وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے تو خجلت ہوتی ہے اگر وہ اپنے کو مجبور سمجھتا تو خجلت کیوں ہوتی۔ انسان تو انسان جانوروں تک کو اس کا اختیار کا ادراک ہوتا ہے۔ دیکھئے اگر کسی کتے کو لکڑی ماری جائے تو مارنے والے پر حملہ کرتا ہے نہ لکڑی پر۔ اس کو یہ بھی یہ امتیاز ہوتا ہے کہ کون مختار ہے اور کون مجبور۔ حضرت مولانا رومیؒ نے نہایت سادہ اور سہل عنوان سے اس مسئلہ جبر واختیار کو بیان فرمایا ہے۔

زاریٔ ماشد دلیل اضطرار　　　　خجلت ماشد دلیل اختیار

غرض نہ خالص جبر ہے نہ خالص اختیار ہے۔ اختیار خالص نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ماتحت ہے اختیار حق کے مستقل اختیار نہیں ہے۔ غرض کہ سالک جب تک صفت اختیار کو استعمال نہ کرے گا۔ اصلاح ممکن نہ ہوگی، مثلاً کسی میں بخل ہے تو نرے ذکر وشغل یا شیخ کی دعا وتوجہ وبرکت سے یہ رذیلہ ہرگز زائل نہ ہوگا۔ بلکہ نفس کی مقاومت ہی سے زائل ہوگا گو ذکر وشغل وغیرہ معین ضرور ہو جائیں گے مگر کافی ہرگز نہیں ہو سکتے اس طریقہ میں تو کام ہی سے کام چلتا ہے نری تمناؤں یا نری دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔

کار کن کار بگذر از گفتار　　　　کاندریں راہ کار باید کار

تصرف اور ہمت واعمال کے اثر کا فرق

(۳) اگر چہ خیال ہو کہ بعض بزرگ کی توجہ سے بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہوگئی ہے تو یہ ایک قسم کا تصرف ہے اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے نہ بزرگی کے لئے لازم ہے بہت سے بزرگوں میں تصرف مطلق نہیں ہوتا، نیز تصرف کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص تنور کے پاس بیٹھ گیا تو جب تک وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے۔ مگر جیسے ہی وہاں سے ہٹا پھر ٹھنڈا کا ٹھنڈا۔ بخلاف اس کے جو ہمت اور اعمال کے ذریعہ سے اثر ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کشتہ طلا کھلا کر اپنے اندر حرارت غریزی پیدا کر لی ہو تو اگر وہ شملہ پہاڑ بھی چلا جائے گا تب بھی وہ حرارت بدستور باقی رہے گی۔

صفات رذیلہ کا مادہ تو جبلی ہوتا ہے مگر فعل اختیار میں ہے

(۴) اگر یہ شبہ ہو کہ جبلت تو کسی کی بدل نہیں ہو سکتی پھر جبلی صفات رذیلہ کی اصلاح کیوں کر ہو سکتی ہے تو خوب سمجھ لو کہ مادہ جبلی ہوتا ہے مگر فعل اختیار میں ہے پس مادہ بیشک زائل نہیں ہوتا مگر اس کے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا اختیار میں ہے اور اسی کا انسان مکلّف ہے اور بار بار اس مقتضاء کی مخالفت کرنے

سے وہ مادہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔

شیخ کی دعا و برکت کا درجہ اعانت کا ہے نہ کہ کفایت کا

(۵) شیخ کی دعا اور برکت کو بھی بڑا دخل ہے اصلاح میں لیکن اس کا درجہ محض اعانت کا ہے نہ کہ کفایت کا۔ جیسے عرق سونف کا مرتبہ مسہل میں کہ محض عرق سونف بلا مسہل کے کارآمد نہیں یا طبیب اور مریض کی مثال لے لو اگر مریض دوا نہ پیئے تو محض طبیب کی شفقت و توجہ سے مریض ہرگز اچھا نہ ہوگا۔ یا استاد و شاگرد کی مثال لو کہ محض استاد کی توجہ سے سبق یاد نہیں ہوتا بلکہ شاگرد کے یاد کرنے سے ہی یاد ہوگا۔ شیخ کا اصل کام تو صرف راستہ بتانا ہے باقی راستہ کا قطع کرنا تو سالک ہی کا کام ہے جیسے اندھے کو سوانکھا راہ بتاتا ہے گود میں اٹھا کر اس کو نہیں لے جاتا راستہ تو خود اس کے چلنے ہی سے قطع ہوگا۔

استحضار و ہمت کا نسخہ اصلاح کے لئے اکسیر ہے

(٦) اخلاص و ہمت خلاصہ تصوف ہیں ان دونوں میں بھی اصل چیز ہمت ہے کیونکہ اخلاص پیدا کرنے کیلئے بھی ہمت کی ضرورت ہوگی اور ہمت کا معین استحضار ہے اور استحضار کی صورتیں مختلف ہیں جو صورت شیخ تجویز کر دے اس پر عمل کرے، مثلاً ہر کوتاہی پر دس رکعت یا کم و بیش نفل بطور جرمانہ ادا کرنا تاکہ جب دوسرا موقع کوتاہی کا پیش آئے تو جرمانہ کے خوف سے استحضار کی کیفیت پیدا ہو جائے اور جب استحضار ہو جائے فوراً ہمت سے کام لے اور تقاضائے نفس کو مغلوب کرے اگر استحضار اور ہمت سے کام لے گا تو انشاء اللہ کوتاہیوں سے محفوظ رہے گا اور رفتہ رفتہ اصلاح ہو جائے گی اور ہر روز مطالعہ نزہۃ البساتین سے بھی قوت استحضار و ہمت کو پہنچتی ہے۔

جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا ۔۔۔ سراسر اکسیر ہے اصلاح امت کا

حال کی دو قسمیں ہیں

(۷) تصوف میں رسوخ اعمال اختیاریہ مطلوب ہے نیز مامور بہ محبت عقلی ہے نہ کہ طبعی۔ حال کے دو معنی ہیں۔ ایک تو کیفیت غیر اختیاریہ، دوسرے رسوخ اعمال اختیاریہ۔ دوسرے معنی میں حال کا ترتب لازم ہے کیونکہ وہ موعود ہے **ففی الحدیث کذالک االایمان اذا خالطه بشاشة القلوب وفی کلام الله فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام** اور تصوف میں یہی حال مطلوب ہے۔ جب کوئی شخص اعمال صالح بہ تکلف اختیار کرتا ہے رفتہ رفتہ ان اعمال میں سہولت ہونے لگتی ہے اور کیفیت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے اور گویہ کیفیت صالحہ مثلاً محبت حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا کرنا

واجب ہے کیونکہ نصوص میں اس کی تحصیل کا اثر ہے بخلاف شوق وذوق کے اس کی تحصیل کا کہیں بھی امر نہیں۔ جس محبت کی تحصیل مامور بہ ہے وہ عقلی ہے اور محبت عقلی اختیاری ہے۔ بخلاف محبت طبعی کے کہ وہ غیر اختیاری ہے اس لئے مامور بہ بھی نہیں ہے۔

طریقہ حصول یقین

(۸) اول بہ تکلف عمل کرنا چاہئے۔ اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی طریقہ حصول یقین کا نہیں۔

عقل وایمان بڑی دولت ہے

(۹) کسی حال کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بڑی دولت ہے ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل وایمان ہے۔ باقی سب میں آمد ورفت رہتی ہے۔

حصول نسبت کی ترتیب وحقیقت

(۱۰) حصول نسبت کی ترتیب اور حقیقت یہ ہے کہ اول بہ تکلف اعمال ظاہرہ وباطنہ کی اصلاح کرے بالخصوص اعمال باطنہ کی اصلاح زیادہ اہم اور دشوار ہے جب اعمال صالحہ ظاہرہ وباطنہ پر ایک معتد بہ مدت تک مواظبت رہتی ہے تو رفتہ رفتہ ان اعمال میں سہولت پیدا ہونے لگتی ہے اور ایک کیفیت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے اس سہولت کے لیے عام مراقبات، ریاضات، مجاہدات اذکار واشغال مقرر کئے گئے ہیں۔ باقی اصل چیز اصلاح اعمال ظاہرہ وباطنہ ہی ہے۔ جس پر نسبت حقیقی مرتب ہوتی ہے جب بندہ اعمال صالحہ ظاہرہ وباطنہ پر مداومت کرتا ہے تو حق تعالیٰ کو صرف اس کے ساتھ رضائے دائمی کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور یہی حقیقت ہے نسبت مع اللہ کی۔ اور صرف ذکر دائم یا دوام حضور یا ملکۂ یادداشت جس کو کہتے ہیں وہ نسبت کی حقیقت نہیں۔ البتہ حصول نسبت میں معین بہا ہے۔ کیونکہ جس کو ہر وقت حق تعالیٰ کا دھیان رہتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونا مستعبد ہے۔ یہ تو نسبت کی حقیقت ہے حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ ایک خاص تعلق رضا کا ہو جانا جس کا خاصہ ایک خاص انجذاب ہے جس کے لوازم میں سہولت اطاعت اور حضور دائم ہے اور یہ محض موہوب ہے کیونکہ کسی عمل صالح میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کافی ہوگا گو عادۃ اللہ یہ ہے کہ محض اپنے فضل سے اپنی رضا کو اعمال صالحہ پر مرتب فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہ جائے گا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جائے گا۔ اور یہ نسبت مع اللہ عادۃ پھر کبھی زائل نہیں ہوتی۔ جیسے

بلوغ ہونے کے بعد صفت بلوغ کبھی زائل نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کو صوفیہ نے بعنوان فنا تعبیر کر کے فرمایا ہے کہ الفانی لا یرد یعنی فانی وواصل کبھی مردود نہیں ہوتا۔ اگر یہ شبہ ہو کہ بعد وصول وحصول نسبت کے بھی تو معاصی کا صدور ہوسکتا ہے بلکہ ہوتا ہے پھر رضائے دائمی کا تحقق کہاں رہا تو سمجھے کہ گہری دوستی کے بعد یہ ضروری نہیں کہ کبھی باہم شکر نجی بھی نہ ہوگا ہے گاہے شکر نجی بھی ہو جاتی ہے لیکن تدارک کے بعد پھر ویسا ہی تعلق ہو جاتا ہے بلکہ دراصل اس خفگی کے زمانہ میں بھی دوستی کا تعلق بدستور قائم رہتا ہے وہ زائل نہیں ہوتا۔ شکر نجی محض عارضی ہوتی ہے۔ مثلاً تکمیل صحت کیلئے ضروری نہیں کہ اس حالت میں کبھی زکام بھی نہ ہو یا کبھی اگر بد پرہیزی کرلے مثلاً گڑ کھالے تو اس سے نقصان نہ ہو بد پرہیزی سے نقصان ضرور ہوگا۔ لیکن محض عارضی تدارک کے بعد پھر وہی حالت غالبہ صحت کے عود کر آئے گی یا مثلاً درسیات کے فراغ کے بعد یہ ضروری نہیں کہ کبھی کسی مقام پر انکے ہی ہیں۔ کہیں کہیں بعد فراغ بھی اٹکتا ہے لیکن ذرا توجہ سے پھر چل نکلتا ہے۔

نسبت کے تحقق کے لئے رضائے تام شرط ہے۔

نسبت محقق ہوتی ہے کامل رضائے حق پر نہ کہ مطلق رضائے حق پر کیونکہ رضا تو ہر فعل حسن پر مرتب ہوتی ہے آنچہ اگر کوئی شخص زنا کرے اس کے بعد نماز بھی پڑھے تو گو زنا پر ناراضی مرتب ہوگی لیکن پُر رضا بھی مرتب ہوگی افعال قبیحہ وحسنہ پر اپنی اپنی جگہ برابر ناراضی اور رضا مرتب ہوگی لیکن نسبت کے تحقق کے لئے رضائے تام شرط ہے، رضائے ناتمام کی بالکل ایسی مثال ہے۔ جیسے مرض کی حالت میں عارضی افاقہ ہو جائے گو وہ بھی بسا غنیمت ہے۔

اتباع سنت کو خاص دخل ہے انجذ اب میں

(۱۱) ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بہت ہی جلد نفع شروع ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں بطریق جذب نفع پہنچتا ہے۔ نہ بطریق سلوک اور اس جذب کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں اتباع سنت کا بڑا اہتمام ہے جب حق تعالیٰ کے محبوب کا اتباع کیا جاتا ہے تو محبوب کا اتباع کرنے والا بھی محبوب ہو جاتا ہے اور جب محبوب ہو جاتا ہے تو محبوب کا خاصہ ہے انجذ اب حق تعالیٰ فوراً اس کو اپنی طرف منجذب فرما لیتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

امور اختیاریہ کے اختیاری ہونے کا مبنیٰ

ارشاد: امور اختیاریہ کے اختیاری ہونے کا مبنیٰ یہ ہے کہ اس کا سبب انسان کے اختیار میں ہے باقی یہ ہے کہ مسبب راہ راست اختیار میں ہو سو یہ کسی امر میں بھی نہیں۔ پس جنت ومغفرت اختیاری ہے کیونکہ اس کے اسباب اختیاری ہیں۔

نسبت کی حقیقت

ارشاد: نسبت کے لغوی معنی ہیں لگاؤ اور تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول ورضا جیسا عاشق مطیع ووفادار معشوق میں ہوتا ہے۔

صاحب نسبت ہونے کی علامت

ارشاد: صاحب نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرت اور نفرت عن الدنیا کا اثر ہو۔ اور اس کی طرف دینداروں کو زیادہ توجہ اور دنیاداروں کو کم مگر یہ پہنچان خصوص اور اس کا جزو اول عوام محجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریقہ کو زیادہ ہوتی ہے۔

سوال۔ فاسق اور کافر صاحب نسبت ہوتا ہے یا نہیں؟

فاسق یا کافر صاحب نسبت نہیں ہوسکتا

ارشاد: جب نسبت کے معنی اوپر معلوم ہو گئے تو ظاہر ہو گیا کہ فاسق وکافر صاحب نسبت نہیں ہوسکتا بعض لوگ غلطی سے نسبت کے معنی خاص کیفیات کو (جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت اور مجاہدہ کا) سمجھتے ہیں یہ کیفیت ہر مرتاض میں ہوسکتی ہے مگر یہ اصطلاح جہلاء کی ہے۔

تعلق مع اللہ کا نتیجہ

ارشاد: بس اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق رکھو اور کسی سے بالذات تعلق نہ رکھو۔ یہی خلاصہ ہے سارے سلوک کا اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شئے سے تعلق نہ ہوگا تو پھر کسی شئے کے فوت ہونے سے زیادہ قلق بھی نہ ہوگا۔

وصول کے معنی

ارشاد: وصول کا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس شخص پر شفقت اور عنایت فرماتے ہیں یہ معنی نہیں کہ وہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی گود میں جا بیٹھتا ہے یا قطرہ کی روح دریا میں مل جاتا ہے۔

طلب مطلوب ہے نہ کہ وصول

ارشاد: طلب مطلوب ہے، وصول مطلوب نہیں کیونکہ طلب تو اختیاری ہے اور وصول غیر اختیاری۔

تصوف کا خلاصہ صرف علم مع العمل ہے

ارشاد: تصوف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہی نماز روزہ تصوف ہے اور یہی اعمال مقصود ہیں مجاہدہ کی ضرورت صرف نماز روزہ کو نماز روزہ بنانے کے لئے ہے، تصوف کا خلاصہ صرف علم مع العمل ہے۔

سالک کے دو سفر ہیں ایک الی الاحوال دوسرا من الاحوال

ارشاد: سالک کا ایک سفر تو الی الاحوال ہے کہ اس پر احوال طاری ہوتے ہیں اور دوسرا من الاحوال ہے جس میں وہ سب احوال سلب ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد کو دوسرے نوع کے احوال عطا ہوتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے باغ میں درختوں پر دو قسم کے پھول ہوتے ہیں ایک جھوٹا پھول ہوتا ہے وہ چند روز کے بعد جھڑ جاتا ہے پھر سچا پھول آتا ہے وہ باقی رہتا ہے اب اس پر پھل لگنے شروع ہوتے ہیں یا جیسے صبح صادق ہوتی ہے ایک کاذب جس کا نور جلدی زائل ہو جاتا ہے دوسری صادق جس کا نور بڑھتا ہے اسی طرح سالک پر دو حالتیں گذرتی ہیں ایک میں احوال ناقصہ عطا ہوتے ہیں اور دوسری میں ناقصہ سلب ہو کر احوال کاملہ عطا ہوتے ہیں۔ اب یہ شخص پختہ ہو گیا اب اس کو حق ہے کہ لذائذ بھی کھائے اور عمدہ لباس بھی پہنے کیونکہ یہ ہر شئے میں تجلی حق کا مشاہدہ کرتا اور اس کا حق بھی ادا کرتا ہے۔

انسان کا کمال تحصیل عدالت ہے

ارشاد: حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ قوت عقلیہ اور قوت شہویہ و قوت غضبیہ میں اعتدال کا درجہ حاصل کرے اگر اس میں افراط کا درجہ ہو یا تفریط کا تو یہ کمال نہیں بلکہ نقص ہے قوت عقلیہ میں تفریط کا درجہ حماقت ہے اور افراط کا درجہ جزیرہ (بہت تیزی) اور درجۂ اعتدال کا نام حکمت ہے قوت شہویہ سے مراد وہ قوت ہے جو منافع کو حاصل کرنا چاہتی ہے اور قوت غضبیہ سے وہ قوت مراد ہے جو مضرتوں کو دفع کرنا چاہتی ہے، اسی طرح قوۃ غضبیہ میں درجہ افراط کا نام تہور ہے تفریط کا نام جبن ہے اعتدال کا نام شجاعت اور قوۃ شہویہ درجہ افراط کا نام فجور ہے اور تفریط کا نام خمود ہے اور درجہ اعتدال کا نام عفت ہے اور حکمت و شجاعت اور عفت تینوں کے مجموعہ کا نام عدالت ہے۔

انسان کا کام طلب وفکر وسعی ہے

ارشاد: کمال کسی کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ انسان اس کا مکلف ہے۔ انسان کا کام طلب و فکر اور سعی ہے اگر طلب کے ساتھ ساری عمر بھی ناقص رہے تو وہ انشاء اللہ کاملین ہی کے برابر ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے بعض باتوں میں ان سے بڑھ جائے یعنی مشقت کے ثواب میں کیونکہ کاملین کو نفس کی مخالفت گراں نہیں ہوتی اور دلیل اس کی یہ حدیث ہے۔

اس طریق میں فکر و دھن بڑی چیز ہے

ارشاد: اس طریق میں فکر و دھن بڑی چیز ہے اسی سے سب کام بن جاتے ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادھم کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال گزرا۔ فرمایا کہ مغفرت ہوگئی درجات ملے مگر ہمارا پڑوسی تھا جو ہم سے کم عمل کرتا تھا۔ وہ ہم سے بڑھا ہوا رہا کیونکہ صاحب عیال تھا، بال بچوں کی پرورش میں اس کو زیادہ عمل کا موقع نہ ملتا تھا مگر وہ ہمیشہ اس دھن میں رہتا تھا کہ اگر مجھے فراغت نصیب ہو تو یاد خدا میں مشغول ہو جاؤں وہ اپنی مشقت اور نیت کی وجہ سے ہم سے بڑھ گیا۔

الیم فی السم

طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہونے کا طریق۔ ارشاد: اعات اور معصیت دونوں اختیاری ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں۔ رہا طریقہ سو طریقہ امور اختیار یہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت یعنی مقارمت مفت، اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی ہے اس میں تمام فن آ گیا۔ آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں ایک بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص۔ دوسرے بعض طرق مجاہدہ کی تجویز جو ان امراض کا علاج ہے۔

الطم فی السم

ارشاد: غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا، اختیاری میں ہمت کرنا اس میں جو کوتاہی ہو جائے اس پر استغفار اور توفیق کی دعا کرنا بھی اصلاح ہے۔

آداب شیخ و مرید و متعلقات آں

ممانعت تعجیل فی اتخاذ الشیخ

ارشاد: (۱) اس طریق میں ہر صاحب طریق کا مذاق جدا ہے (۲) شرط انتفاع تناسب مذاقین ہے۔ (۳) جیل فی اتخاذ الشیخ ممنوعات طریق سے ہے (۴) بدون صحبت طویل کسی کے مذاق کا ادراک صحیح نہیں ہوتا اگر صحبت طویلہ میسر نہ ہو مکاتبت طویلہ کی جائے کہ ملاقات حکمی ہے اس کے بعد جو رائے قائم کی جائے گی وہ معتد بہ ہوگی ورنہ ممکن ہے کہ اپنی تجویز سے رجوع کا اظہار موجب بدنمگی ہو اور اس کا اخفاء موجب تنگی و تلبیس وکلاھما مضر۔

بعض جزئیات مذاق حضرت مولانا مدظلہ العالی

ارشاد: (۱) خوابات کا قابل التفات نہ ہونا (۲) تصرفات کو پسند نہ فرمایا (۳) بتکلف سنجیدگی ومتانت سے انقباض (۴) رسوم کا پابند نہ ہونا گو وہ رسوم مباحہ ہی ہو (۵) غیر طالب کے درپے نہ ہونا (۶) احوال کا اہتمام نہ ہونا، صرف اعمال کا مطمح نظر ہونا۔ (۷) مجاہدہ نام ہے ترک معاصی اور تقلیل مباحات نہ کہ ترک مباحات کا (۸) تعلیم کی ملازمت کا سب سے زیادہ پسند ہونا، بشرطیکہ تنخواہ میں تشویش نہ ہو۔ اور تحصیل چندہ کا سب سے زیادہ ناپسند ہونا۔ (۹) مشورہ دینے کا معمول نہ ہونا۔ (۱۰) دع مالا یعنیک پر عمل ہونا (۱۱) آزادی میں خلل نہ ڈالنا (۱۲) قلب پر فضول بار نہ دینا۔ (۱۳) خلوت کا زیادہ پسند کرنا جلوت کی پسندیدگی محض برائے افادہ خواص و عام ہونا۔ (۱۴) انضباط اوقات (۱۵) نفع رسانی عام مخلوق (۱۶) امراء کا قصداً ممنون نہ بننا (۱۷) اضرار سے سخت اجتناب رکھنا۔

اصلاح عمل مقدم ہے بیعت وذکر وشغل پر

تہذیب السالکین کا مطالعہ ضروری ہے اور بدون اس کے ذکر وشغل سب بے کار ہے کام ترتیب سے اچھا ہوتا ہے۔ ورنہ جس مکان کی بنیاد خام ہوگی۔ مکان جلد منہدم ہو جائے گا۔ اس پر نہ طالبوں کو نظر ہے نہ مشائخ کو اس لئے نفع نہیں ہوتا۔

طریق کار

ارشاد: کام کرنے کا طریق یہ ہے کہ کام شروع کردے کسی امر کا انتظام نہ کرے اگر بعض حالات میں انتظام سے کام نہ بھی ہو بلا سے بے انتظامی پھر بھی بیکاری سے اچھی ہے۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

غرضیکہ کسی طرح ہو کام کرتے رہیں۔ اور شیخ کو اطلاع کرتے رہیں۔ اس بے نظامی سے جب کہ دھن لگی رہے انشاء اللہ نظام پیدا ہو جائے گا اور ہمت میں قوت اور طبیعت میں تقاضا پیدا ہونے لگے گا۔

شرائط اجازت تلقین

ارشاد: حصول اجازت تلقین کے لئے جیسے حصول نسبت شرط ہے۔ ایک یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص طرق تربیت اور اصلاح سے واقف ہو جائے تا کہ طالبین کی خدمت کر سکے۔

اصلاح طالب کا طریق

ارشاد طلب کے عیوب معلوم کرنے میں نہ کاوش کرے نہ فرصت نکالے اگر خود معلوم ہو جائے کہدے۔

بعض آداب شیخ کی تحقیق

سوال: حقوق پیر کے متعلق جو النوز میں ہے دو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک تو یہ کہ پیر کو بذریعہ کسی کے سلام و پیام نہ پہنچائے حالانکہ حدیثوں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ پیر جس جگہ ہو اس طرف تھوک نہ پھینکے اگر چہ اس وقت پیر موجود نہ ہو حالانکہ حدیث **لاتطرونی** کے صریح معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد: حدیث سے جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ وجوب اور مشائخ اس کے جواز کے منکر نہیں کہ حدیث سے معارضہ ہو بلکہ اس کو خلاف ادب کہتے ہیں اور ادب کا مدار عرف پر ہے۔ اس لئے اختلاف ازمنہ سے وہ مختلف ہو سکتا ہے۔ حضرات صحابہ کا حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مزاح کرنا ثابت ہے اور اب بزرگوں کے ساتھ مزاح کرنا خلاف سمجھا جاتا ہے دوسرے کا جواب یہ ہے کہ اطراء کہتے ہیں حد شرعی سے تجاوز کرنے کو اگر کوئی شخص تادبا ایسا کرے مگر اعتقاد میں کچھ خلل نہ ہو تو وہ کس حد شرعی سے نکل گیا۔

شرائط ہدیہ

ارشاد: ہدیہ میں شرائط ہیں (۱) پابندی نہ ہو (۲) اتنی مقدار نہ ہو جو طبیعت پر گراں ہو۔ (۳) یہ غرض نہ ہو کہ شیخ کی توجہ بڑھے گی بلکہ منشاء اس کا محض محبت ہو۔

شیخ سے مناسبت نہ پیدا ہونے کی وجہ

ارشاد: شیخ سے مناسبت کی کمی اعمال کے تساہل سے نہیں ہوتی بلکہ بات کے نہ سمجھنے سے یا نہ ماننے سے ہوتی ہے۔

صحبت غیر شیخ کے شرائط

ارشاد: شیخ کے ماسوا دوسرے شیخ کی خدمت میں دو شرط سے جا سکتا ہے ایک تو یہ کہ اس کا مذاق اپنے شیخ کے خلاف نہ ہو دوسرے یہ کہ اس سے تعلیم و تربیت میں سوال نہ کرے۔

گناہ کبیرہ سے بیعت نہیں ٹوٹتی برکت جاتی رہتی ہے

ارشاد: اگر کسی شخص سے کوئی گناہ کبیرہ ہو جائے مثلاً زنا یا حرام کام تو اس سے بیعت نہیں ٹوٹتی مگر اسکی برکت جاتی رہتی ہے۔ جیسے کوئی سخت بد پرہیزی کرے تو اس کی حیات منقطع نہیں ہوتی مگر صحت اور قوت بعض اوقات ایسی برباد ہو جاتی ہے کہ موت سے بدتر حالت ہو جاتی ہے۔

ضرورت بیعت

ارشاد: یہ یقینی صحیح ہے کہ بیعت طریقت کی ضرورت عام نہیں لیکن باوجود اس کے پھر بھی نفس میں بعض امراض خفیہ ہوتے ہیں کہ وہ بدون تنبیہ شیخ محقق عارف کے سمجھ میں نہیں آتے اور اگر سمجھ میں آجاتے ہیں تو ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا اس لئے تعلق شیخ حق سے ضروری ہوتا ہے۔

رسوخ احوال کے اسباب

ارشاد: اعمال سے جو احوال حاصل ہوتے ہیں جیسے محبت خشیت وغیرہ کبھی غیر راسخ ہوتے ہیں کبھی راسخ اور راسخ ہونے کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی تعلیم کبھی دعا کبھی صحبت گو صاحب صحبت کا قصد بھی نہ ہو جیسے آگ کی مصاحبت سے پانی گرم ہو جاتا ہے، اور یہ صحبت احیاء کی نافع ہوتی ہے اسی طرح اموات کی بھی جب کہ دونوں کی روح میں مناسبت ہو جو کہ شرط فیض ہے

طریق تقویت نسبت از مزار صاحب نسبت

پس جب کہ صاحب مزار صاحب نسبت ہو اور زائر بھی صاحب نسبت ہو اور دونوں کی نسبت میں تناسب ہو اور اس سے زائر کے احوال حاصل ہیں رسوخ و استحکام ہو جائے تو اسی کو ترقی و قوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور نسبت کا رسوخ وجدانی ہونے کے سبب سے وجدان سے مدرک بھی ہو جاتا ہے طریقہ

استفاضہ یہ ہے کہ اول کچھ پڑھ کر بخشے پھر آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہوگئی ہے اور اس سے احوال خاصہ منتقل ہوکر پہنچ رہے ہیں۔

حقیقت سلب نسبت بہ تصرفات

ارشاد نسبت کو کوئی سلب نہیں کر سکتا وہ تو تعلق مع اللہ کا نام ہے۔ہاں کیفیات نفسانیہ کو صاحب تصرف ضعیف کر دیتا ہے۔جس سے ایک قسم کی غباوت ہو جاتی ہے بعض اوقات اس کا اثر ارادہ پر واقع ہو کر اعمال پر پہنچتا ہے یعنی اعمال میں سستی ہونے لگتی ہے لیکن اختیار سلب نہیں ہوتا، اپنے قصد و اختیار سے اس کی مقاومت کر سکتا ہے اکثر تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ معصیت ہوتی ہے ہاں احیاناً کسی کیفیت کے مفرط ہونے سے بعض واجبات میں خلل ہونے لگتا ہے۔ایسے وقت میں اس کو ضعیف کرنے میں مصلحت ہوتی ہے۔

حب خدا کی شناخت

ارشاد: حب الشیخ والرکون الیہ علامۃ لحب اللہ تعالیٰ لرکون الیہ.

ترجمہ: شیخ کی محبت اور اس کا احترام اللہ تعالیٰ کی محبت اور لگاؤ کا اظہار ہے۔

سماع موتیٰ و دعائے موتیٰ وتوسل بموتیٰ کا حکم

ارشاد: سماع (اہل قبور کا سننا) مین تو اختلاف ہے اکثر اہل کشف اس کے قائل ہیں مگر ان سے درخواست دعا کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں، کیونکہ ان کو دعا کا اختیار دیا جانا کہیں منقول نہیں البتہ ان کے توسل سے خود دعا کرنا ثابت ہے۔

توسل کی حقیقت

ارشاد: کسی شخص کا جو جاہ ہوتا ہے اللہ کے نزدیک اس جاہ کی قدر اس پر رحمت متوجہ ہوتی ہے توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ جتنی رحمت اس پر متوجہ ہے اور جتنا قرب اس کا آپ کے نزدیک ہے اس کی برکت سے مجھ کو فلاں چیز عطا فرما کیونکہ اس شخص سے تعلق ہے اسی طرح اعمال صالحہ کا توسل آیا ہے، حدیث میں اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس عمل کی جو قدر حق تعالیٰ کے نزدیک ہے اور ہم نے وہ عمل کیا ہے اے اللہ ببرکت اس عمل کے ہم پر رحمت ہو۔

فیض قبور مکفل تکمیل سلوک نہیں

ارشاد: قبروں سے جو فیض آتا ہے وہ ایسا نہیں جس سے تکمیل ہو سکے یا سلوک طے ہو سکے بلکہ اس کا درجہ صرف اتنا ہے کہ صرف نسبت کی نسبت کو اس سے کسی قدر قوت ہو جاتی ہے، غیر صاحب نسبت کو تو خاک بھی فیض نہیں ہوتا، صرف صاحب نسبت کو اتنا فیض ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے نسبت کو قوت اور حالت میں زیارت ہو جاتی، مگر وہ بھی دیر پا نہیں ہوتی، بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے تنور کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر کے لئے جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے، زندہ مشائخ سے جو فیض ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مقوی دوا کھا کر قوت وحرارت حاصل ہوتی ہے صاحب نسبت کو اول قبر سے فیض لینے کی ضرورت نہیں، زندہ شیخ اس کے لئے قبروں سے زیادہ نافع ہے اور ضرورت بھی ہو تو صاحب نسبت کے لئے قبر کا پختہ ہونا ضروری نہیں وہ تو آثار سے معلوم کرلے گا کہ یہاں کوئی صاحب کمال مدفون ہے۔

ادب واحترام شیخ کی وجہ

ارشاد: مقصد جتنا عظیم ہوگا اس کے وسائل کی بھی اسی قدر وقعت ہوگی۔ اسی سے شیخ کا ادب و احترام بہت چاہئے۔

نسبت وملکہ یادداشت کا فرق

ارشاد: نسبت ملزوم وملکہ یادداشت لازم ہے دونوں کی ماہیت الگ الگ ہے، نسبت نام ہے خاص تعلق کا جس جس پر دوام کا ترتب لازم ہے ایک کثرت ذکر جس کی دوسری تعبیر ملکہ یادداشت ہے دوسرے دوام طاعت جس طرح کوئی کسی پر عاشق ہو جائے تو اس تعلق عشقی میں دوامر لازم ہے ایک تو یہ کہ معشوق اکثر اوقات ذہن سے نہیں اترتا دوسرے عاشق عمداً اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔

نفع سالک کی تدبیر

ارشاد: سالک کو التزام معمولات وقلت مخالطت سے بے حد نفع ہوتا ہے۔

برکت کا دارمرید کے ارادت ومحبت پر ہے نہ کہ بیعت پر

سوال: زید کو کسی شیخ سے بے حد عقیدت تھی مگر بیعت یا تعلیم وتلقین کی ہنوز نوبت نہ آئی تھی کہ زید قریب المرگ ہو گیا تھا اور شیخ کو بذریعہ تار بلا بھیجا مگر شیخ کے آنے پر اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ البتہ زید نے ایک تحریر لکھ دی تھی۔ شیخ کے نام کہ میں آپ سے مرید ہوں تو گویا وہ شیخ داخل سلسلہ بذریعہ بیعت

کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: نہیں کیونکہ مقصود بیعت یعنی تعلیم و تلقین اب نہیں ہو سکتی، رہ گئی برکت سلسلہ کے بزرگوں کی وہ قبول شیخ پر موقوف نہیں، میت کی ارادت و محبت سے وہ حاصل ہو گئی۔

مضرت پیر نا اہل

ارشاد: ایک شخص مطب خلاف قواعد کرتا ہے اور مریضوں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے، کوئی خیر خواہ مریضوں کو اس ہلاکو سے بچانے کے لئے یہ ذریعہ اختیار کرے کہ خود مطب کھول دے اور کہے گو طب میں نہیں جانتا مگر میرے مطب میں یہ مصلحت ہے کہ لوگ اس ہلاکو سے بچیں گے اور گو علاج بھی نہ کروں گا جس میں خطرہ کا اندیشہ ہو مگر بے خطرہ چیزیں بتلاتا رہوں گا، تو آیا اس خیر خواہ کو اس کی اجازت دی جائے گی یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ صورت بہ نسبت مطب نہ کھولنے کے زیادہ ضرر رساں ہے کیونکہ مطب نہ کھولنے کی حالت میں اس ہلاکت کا سبب یہ خیر خواہ نہ ہوتا، اور اب جتنے علاج نہ ہونے سے ہلاک ہوں گے اس کا سبب یہ شخص بنے گا، یہی حال اس شخص کا ہے جو بیعت لینے کی اہلیت تو نہیں رکھتا، لیکن پیر محض اس لئے بنتا چاہتا ہے کہ لوگ گمراہ پیروں کے پھندے میں نہ پڑیں بلکہ اپنے عقائد حقہ کی تعلیم کر سکے حالانکہ عقائد حقہ کی تعلیم اور گمراہیوں سے بچانا تو زبان سے بلا پیر بنے ہوئے بھی ممکن ہو سکتا ہے، پھر کوئی نہ بچے، تو وہ جانے۔ اس سے اس شخص کو تو گناہ نہ ہوگا۔ اگر یہ خیال ہو کہ لوگوں کو بیعت کر کے کسی محقق کے پاس پہنچا دے تو بعد تامل اس میں بھی مفاسد نظر آتے ہیں، اول تو بعضے مریدین دوسری جگہ رجوع نہ کریں گے، دوسرے چند روز میں ایسے غیر کامل پیر ہیں ہجوم عوام سے خود بینی و عجب وریا وغیرہ پیدا ہو جائے گا اور تعلیم میں عار کے سبب کبھی جہل کا اقرار نہ کرے گا، ضلوا فاضلوا کا مصداق بنے گا۔

مرید شیخ میں تناسب نفع کی شرط ہے

ارشاد: میرے مزاج میں تنگی ہے اور دیگر حضرات کے مزاج میں وسعت پس اس تنگی کے سبب میرے اور آپ کے مذاق میں تناسب نہیں ہوتا، اور تناسب نفع کی شرط ہے اور جہاں توسع ہے وہاں چھوٹے چھوٹے واقعات سے اثر نہیں ہوتا، اس لئے مذاق میں تخالف نہیں ہوتا وہاں نفع کی امید ہے۔

شیخ کے سامنے مشغولیت ذکر کا حکم

ارشاد: میری مجلس میں ممکن تو ہے کہ اس ذات میں مشغول رہو۔ البتہ جس وقت میں کوئی بات

کروں تو اس وقت ساکت ہوکر اس کو سنو۔ کما قال اللہ تعالیٰ و اذا قری القرآن الخ۔

فوائد صحبت شیخ

ارشاد: شیخ کے سامنے رہنے کے منافع حسب ذیل ہیں۔

(۱) جو افادات زبانی سننے میں آتے ہیں وہ خلاصہ ہوتے ہیں تحقیقات و مسائل کے جس سے اپنی حالت بھی وضوح کے ساتھ منکشف ہوتی ہے۔ (۲) اور ان اہل صحبت میں جو بابرکت ہوتے ہیں وہاں ایک نفع صحبت کی برکت اور ان کے طرز عمل سے سبق لینا ہوتا ہے۔ (۳) عمل کا شوق بڑھتا ہے (۴) اپنے عیوب معلوم ہوتے ہیں (۵) اپنی استعداد معلوم ہوتی ہے لہٰذا اس زمانہ میں یہ صحبت کتابوں میں دیکھ کر عمل کرنے سے بدرجہا نفع ہے۔

بیعت توڑنے کا طریقہ

ارشاد: اگر کسی جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو تو بیعت توڑنے کی خبر اپنے فاسد العقیدہ پیر سے کرنا بہتر ہے ورنہ خود اپنا ارادہ ہی کافی ہے، بیعت توڑنے کا طریقہ یہی ہے کہ پکا ارادہ کر لے اس سے تعلق نہ رکھوں گا۔

حالت فنا شرط نہیں ہے۔

ارشاد: مرید کو چاہئے کہ شیخ کے سامنے اپنے کو مردہ بدست زندہ سمجھے کہ یہی حالت فنا شرط فیض ہے۔

شیخ سے مناسبت کے فوائد

ارشاد: شیخ سے مناسبت پیدا ہو جانے میں بے حد برکات ہیں لیکن شرط نفع کی یہ ہے کہ مرید ان کی برکات کا منتظر نہ رہے۔

فعل عبث سے احتراز سلوک میں ضروری ہے

ارشاد: فعل عبث کا ترک اول قدم ہے سلوک کا۔

شیخ کے علاوہ دوسری جگہ تعلیم و اصلاح کا تعلق رکھنا

ارشاد: اگر ایک جگہ بیعت ہو اور دوسری جگہ تعلیم و اصلاح کا تعلق رکھے تو کچھ حرج نہیں خصوص جب بیعت کی جگہ سے مناسبت کم ہو اور دوسری جگہ مناسبت زیادہ ہو، جس جگہ تعلیم و اصلاح کا

تعلق رکھا جائے۔ سب سے اول وہاں طرز و انداز معلوم کرے تاکہ بعد میں توحش نہ ہو اور چونکہ ہر مربی کا طرز علیحدہ ہے، اس لئے طرز معلوم کرنے کے بعد اس طرز کے قبول کرنے کے لئے پورے طور سے اپنے کو آمادہ کر لے اور آمادگی یہ ہے کہ اس کے اختیار کرنے میں خواہ کوئی تکلیف ہو یا کوئی ذلت یا کوئی ضرر جسمانی یا مالی یا نفسانی سب کو گوارا کرے۔

جلب توجہ شیخ کا طریقہ

ارشاد: طالب قلت اہتمام کو چھوڑے تو بے نیاز شیخ بھی اضطراراً اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا

نری بیعت دافع امراض باطنی نہیں

ارشاد: یہ گمان کرنا کہ صرف بیعت میں اثر دفع امراض باطنی کا ہے بالکل غلط ہے۔ بیعت صرف مجاہدہ اتباع کا نام ہے۔ آگے اتباع کی ضرورت ہے اور اتباع کا محل عمل ہے اور عمل میں البتہ خاصیت دفع امراض باطنی کی ہے۔

مشائخ کیلئے ایک کارآمد نصیحت

ارشاد: مشائخ کو چاہئے کہ وظیفہ وغیرہ بتلانے سے پہلے دو کام بتلائیں ایک اخلاق کی درستی دوسرے بقدر ضرورت علم کی تحصیل۔

شیخ سے مستغنی نہ ہونے کے معنی

ارشاد شیخ سے مستغنی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ تعلیم کی احتیاج رہتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تعلق کی احتیاج رہتی ہے، یعنی اس سے اعراض اور مماثلت یا افضلیت کا دعویٰ قاطع طریق ہے اور تعلیم میں بھی اتنی احتیاج رہتی ہے کہ اس کے اصول کا ترک جائز نہیں گو فروغ میں اجتہاداً اختلاف ہو جائے وہ بھی ادب کے ساتھ۔

معلم کی محبت کلید وصول ہے

ارشاد۔ معلم کی محبت کلید ہے وصول الی المقصود کی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے شیخ کی طرف رجوع کس وقت جائز ہے۔

ارشاد: دوسرے شیخ سے رجوع اس وقت کرے جب ایک معتد بہ مدت کے بعد بھی اپنے

اندر اصلاح محسوس نہ کرے اور اصلاح کے یہ معنی ہیں کہ دواعی معاصی کے مضمحل ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ شیخ اول کی مجوزہ تدابیر پر پوری طرح عمل کر چکا ہو اور پھر بھی کامیابی نہ ہوئی ہو ورنہ وہ تو اس طرح کا مصداق ہو جائے گا کہ نسخہ تو پیا نہیں اور حکیم صاحب کی شکایت کہ ان کے علاج سے نفع نہیں ہوا

شرط برکت تعلیم شیخ

ارشاد: جو شیخ خود بھی کام کرتا رہتا ہے اور اپنی اصلاح سے بھی غافل نہیں رہتا اس کی تعلیم میں برکت ہوتی ہے اور اگر محض فن دان ہے مگر خود عامل نہیں ہے اس کی تعلیم میں برکت نہیں ہوتی گو تدابیر صحیح کرے۔

مرید کو شیخ کی رائے سے مخالفت کا حق نہیں

ارشاد: مرید کو شیخ کی رائے سے مخالفت کا حق نہیں ہے اگر چہ دوسری شق بھی مباح ہو۔ کیونکہ مرید کا تعلق شیخ سے استاد شاگرد جیسا نہیں بلکہ اس طریقہ میں مرید و شیخ کا معاملہ ایسا ہے جیسے مریض اور طبیب کا معاملہ ہے کہ مریض کو طبیب کے فتویٰ کی مخالفت جائز نہیں جب تک شریعت کے خلاف شیخ کا قول نہ ہو۔

خلاف شرع امور میں مخالفت شیخ لازم ہے مگر ادب کے ساتھ

ارشاد: اگر مرید کے نزدیک شیخ کا قول خلاف شرع ہو تو مخالفت جائز بلکہ لازم ہے مگر ادب کے ساتھ گو واقع میں وہ قول خلاف شریعت نہ ہو مگر یہ تو اپنے علم کا مکلف ہے جیسے حضرت سید صاحبؒ بریلوی کو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصور شیخ تعلیم فرمایا۔ سید صاحب نے اس سے عذر کیا کہ مجھے اس سے معاف فرمایا جائے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید　　　سالک بے خبر نبود ز رسم و راہ منزلہا

سید صاحب نے عرض کیا کہ مے خواری تو ایک گناہ ہے آپ کے حکم سے میں اس کا ارتکاب کرلوں گا۔ پھر توبہ کرلوں گا مگر تصور شیخ میرے نزدیک شرک ہے اس کی کسی حال میں اجازت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے یہ جواب سن کر سید صاحب کو سینہ سے لگالیا کہ شاباش جزاک اللہ تم پر مذاق توحید واتباع سنت غالب ہے اب ہم تم کو دوسرے راستہ سے لے چلیں گے۔

شیخ کے صریح شرعی خلاف پر مرید کو کیا معاملہ کرنا چاہیئے

ارشاد: اہل طریق کی وصیت ہے کہ اول طلب شیخ میں پوری احتیاط لازم ہے پھر جب تفتیش و

تجربہ سے اس کا متبع شریعت و محقق ہونا ثابت ہوگیا تو اب اجتہادی مسائل میں بات بات پر اس سے بدظن نہ ہو البتہ اگر بیعت کے بعد اس سے کوئی بات ایسی دیکھی جائے جو کہ صریحاً خلاف شرع ہو جس میں اجتہاد کی بالکل مجال نہ ہو اس کے متعلق تین قسم کا معاملہ کرنے والے لوگ ہیں بعض تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ خلاف اصول طریقت ہے اور بعض اس کے فعل میں بھی تاویل کر لیتے ہیں اور اگر وہ ان کو بھی اس فعل کا امر کرے تو اس کو بھی کر لیتے ہیں۔ اور یہ خلاف طریقت بھی ہے اور خلاف شریعت بھی ہے اور سب سے اچھا تیسری قسم کا معاملہ کرنے والا ہے وہ یہ کہ اگر امر نہ کرے تو بدظن نہ ہو اور اس کے فعل میں یقیناً یا ابہاماً تاویل کر لے اور اگر تاویل پر قدرت نہ ہو تو سمجھ لے کہ شیخ کے لئے عصمت لازم نہیں آخر وہ بھی بشر ہے اور بشر سے کبھی غلطی ہو جانا ممکن ہے اور اگر اس کا بھی امر کرے تو اتباع نہ کرے بلکہ ادب سے عذر کر دے اگر وہ اس عذر کو قبول کر لے اور پھر اس کو مجبور نہ کرے تو اس شیخ کو نہ چھوڑے اور اگر وہ اس عذر پر مرید سے خفا ہو جائے تو سمجھ لے کہ یہ شیخ کامل نہیں، اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے اور اس دوسرے سے جا کر صاف کہہ دے کہ میں پہلے وہاں بیعت تھا اور اس وجہ سے الگ ہوا، اگر وہ سن کر ناخوش ہو تو اس کو چھوڑ دے، اگر ناخوش نہ ہو تو اس سے تعلق پیدا کرے، مگر اس حالت میں بھی پہلے شیخ کے ساتھ گستاخی نہ کرے کیونکہ اس طریق کا مدار ادب پر ہے۔

مشائخ کی تعظیم میں غلو کا حکم

ارشاد: مشائخ کی تعظیم و اطاعت میں ایسا غلو کرنا کہ وہ خلاف شرع بات کا حکم کریں جب بھی ان کی اطاعت کی جائے یہ بھی ارضائے خلق میں داخل ہے، جو ایک مرض ہے۔

مرید کی ترقی شیخ ہی کی برکت سے ہے

ارشاد: اگر کوئی مرید شیخ سے بھی بڑھ جائے تو وہ بھی شیخ ہی کی برکت سے ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک مرغی کے نیچے قاز اور بطخ کے انڈے رکھ دیئے جائیں تو گو بچہ نکلنے کے بعد یہ قاز اور بطخ مرغی سے بڑی اور قوی اور سیر لھو فی الماء پر قادر ہوگی مگر اس کی ترقی بھی مرغی ہی کی بدولت ہے۔

پیر کامل کی شناخت

ارشاد: پیر کامل وہ ہے جو محقق بھی ہو اور محقق ہونے کے تو معنیٰ یہ ہیں کہ اس کے عقائد صحیح ہوں متبع سنت ہو، اور محقق ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وساوس نفس پر اس کی گہری نظر ہو۔

تبدیل شیخ کی شرط

ارشاد: اگر کسی کو کسی شیخ سے نفع نہ ہوتا ہو تو اس کو دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنے کی اجازت ہے مگر یہ لازم ہے کہ پہلے شیخ کی شان میں گستاخی نہ کرے۔

بے ادب را اندریں رہ بار نیست ۔۔۔ جائے او بردار شد در دار نیست

شیوخ ابوالوقت کی حالت

ارشاد: بعض شیوخ اہل مقام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس وقت جو حالت چاہیں اپنے اوپر وارد کرلیں، ان کو ابوالوقت کہتے ہیں، وہ جس مرید کے لئے جس حالت کی تجلی نافع ہوتی ہے وہ اس کے سامنے اسی حالت کی تجلی اپنے اوپر وارد کرتا ہے، مثلاً شیخ پر تو خوف کی تجلی غالب ہے لیکن جب دیکھتا ہے کہ مرید کے لئے تجلی رجا یا تجلی شوق مفید ہے تو اس کی مصلحت سے اپنے اوپر تجلی رجا کی یا تجلی شوق کی غالب کرلیتا ہے۔

عارف کی تائید غیب سے ہوتی ہے

ارشاد: بعض دفعہ غیب سے ایسا ہوتا ہے کہ عارف پر ایک حال غالب ہے مگر اس کی مصلحت دوسرے حال میں ہے تو اس وقت اس کی مدد غیب سے کی جاتی ہے کیونکہ یہ شخص مراد ہوتا ہے اور مراد کی اصلاح حق تعالیٰ کی طرف سے بلا اس کے قصد کی جاتی ہے، مثلاً عارف پر انس کا غلبہ تھا اور انس کے بڑھنے سے خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں حدود سے نہ بڑھ جائے، تو دفعتاً کسی وقت ہیبت کا چرکہ لگا دیا جاتا ہے۔

طالب کو اطاعت وانقیاد کی سخت ضرورت ہے

ارشاد: پہلے یہ حالت تھی کہ طالبین مشائخ کی ایسی طاعت وانقیاد کرتے تھے کہ اگر کسی کو کہا جائے کہ تم کسی دوسرے سے تعلیم حاصل کرو تو اس پر راضی ہو جاتے اور سمجھتے تھے کہ ان کی اطاعت سے ہم کو نفع ہوگا اور خواہ ہم کسی سے رجوع کریں ہم کو انہی سے فیض ہوگا اور آج کل یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو دوسرے سے تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا جائے تو وہ اطاعت نہیں کرتا اور سمجھتا ہے کہ مجھے ٹال دیا اور غلط مشورہ دیا جب اطاعت وانقیاد کی یہ حالت ہے تو پھر نفع کیونکر ہو۔

محقق کی علامت

ارشاد: محقق کی علامت یہ ہے کہ وہ سبب ومنشاء کا علاج کرے محض آثار کا علاج نہ کرے۔

ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کرنا خلاف ادب ہے۔

ارشاد: ایک صاحب نے ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کی، حضرت نے روپے واپس کر دیئے کہ یہاں دعا کی دکان نہیں ہم بدون ہدیہ کے بھی سب مسلمانوں کی بھلائی کے لئے دعا کرتے ہیں۔

پیر سے اختلاط کا طریقہ

اپنے پیر کے پاس بھی کم جاؤ زیادہ نہ لپٹو، کیونکہ گاہے گاہے خاص اوقات میں اس کے پاس جاؤ گے تو اس کو ذکر میں مشغول دیکھو گے، اور اگر ہر وقت لپٹے رہو گے تو کبھی ہگتے دیکھو گے تو کبھی موتتے کبھی تھوکتے سنکتے دیکھو گے اس سے تمہیں اعتقاد کم ہوگا، ہاں عقلاء کو تو ان حالات کے مشاہدے سے اعتقاد بڑھے گا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ شیخ فرشتہ نہیں بشر ہے، مگر بشر ہو کر بے شر ہے تو بڑا کامل ہے۔ اور ناقص العمل کبھی شیخ میں اور اس کی بیوی میں لڑائی جھگڑا دیکھے گا، تو اس کا اس باتوں سے اعتقاد کم ہوگا، اگر اعتقاد بھی کم نہ ہو تو بھی ہر وقت نہ لپٹو، زیادہ لپٹنے سے اس کو کدورت ہوگی، اور شیخ کا تکدر طالب کے لئے مضر ہے، جس کے پاس جاؤ ایسے وقت میں جاؤ کہ اس وقت تمہارے جانے سے اس کو کدورت نہ ہو۔ فقہاء نے تو اس کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کسی دن میں عیادت کو منحوس سمجھتا ہے تو اس کی عیادت کو اس دن نہ جاؤ، بزرگوں کو زیادہ لپٹنے میں بھی یہ خرابی ہے کہ بعض دفعہ ایسی حرکات تم سے صادر ہوں گی جن سے ان کو انقباض ہوگا تھوڑی دیر پاس بیٹھنے میں تو تم اپنی حرکات کی نگہداشت کر سکتے ہو اور ہر وقت پاس رہنے میں اس کی رعایت دشوار ہے، اور اہل اللہ میں چونکہ لطافت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ان کو بعض ایسی حرکات سے انقباض ہو جاتا ہے جن کو تم معمولی بات سمجھتے ہو اور شیخ کے مکدر ہونے سے فیض بھی مکدر ہی ہو کر آئے گا۔

آداب شیخ کی رعایت کی تعلیم

ارشاد: جس طرح اپنے شیخ کے ہوتے ہوئے دوسرے شیوخ احیاء کی طرف التفات خلاف ادب ہے اسی طرح شیوخ اموات کی طرف التفات بھی مضر ہے اور اپنے شیخ کے حالات کو ان کے حالات سے موازنہ کرنا تو سخت حماقت ہے۔ بزرگوں میں چونکہ لطافت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی صحبت کے آداب سلاطین کی صحبت کے آداب سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

اگر شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو اٹھ جاؤ

ارشاد اگر شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو فوراً اٹھ جاؤ۔ جیسے بارش عمدہ چیز ہے اس

میں نہانا مفید ہے مگر اولے پڑنے لگیں تو بھاگنا ہی چاہئے۔

معاملہ بالشیخ کا خلاصہ پھر اس کا ثمرہ

ارشاد: میں نے دو لفظوں میں معاملہ بالشیخ کا خلاصہ نکالا ہے اس کے موافق عمل کرنا چاہئے، یعنی اطلاع واتباع۔ اپنے احوال کی اس کو اطلاع کرتے رہو اور جو وہ حکم دے اس کے موافق عمل کرتے رہو پھر کامیابی یقینی ہے۔ اگر اس کو اس تمام مشقت کے بعد صرف یہی معلوم ہوا کہ میں ناکام رہا تو یہی کامیابی ہے۔ کیونکہ اس نایافت سے عبدیت پیدا ہوگی اور یہی کمال مقصود ہے جو شخص شیخ کی تعلیم پر عمل کرتا رہے گا۔ اس کو اور کچھ نہ ملے تو رضا تو ملے گی کیونکہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا۔

تعلیم وتربیت میں کاوش کرکے کسی کے درپے نہ ہونا چاہئے

ارشاد: اصلی کوشش اپنے وصول کی کرنا چاہئے البتہ اگر بدون کاوش و بدون گھیر گھار کے کوئی طالب آجائے اور اس کی طلب محقق ہوجائے تو اس کی خدمت کر دینے کا بھی مضائقہ نہیں بلکہ طاعت ہے۔

جس کی خدمت کرو اس کی کامیابی کی فکر نہ کرو دعا کرتے رہو، ناکامی میں دوہرا اجر ہے

ارشاد: بس یہی مذاق رکھو کہ جو آجائے اس کی خدمت کردو۔ جو نہ آئے اس کی فکر میں نہ پڑو۔ اور جس کی خدمت کرو اس کی کامیابی کی فکر نہ کرو، ہاں دعا کرتے رہو، باقی اسی کا وظیفہ لے کر نہ بیٹھو اگر شاگرد کو جلالین اچھی آجائے تو آدھ سیر خوشی ہے اور بالکل نہ آئے تو سیر بھر خوشی ہے کیونکہ تم نے ایک خدمت کی تھی جس میں تم کو دنیا میں ناکامی ہوئی تو ان شاء اللہ اس کے حصے کا بھی سارا اجر آخرت میں ملے گا۔

محقق کی شان سالک کے حق میں

تعلیم۔ محققین کی یہ شان ہوتی ہے کہ چپکے چپکے اندر ہی اندر جو چاہتے دیدیتے ہیں سالک اس طرح لے جاتے ہیں کہ بعض اوقات اسے خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں کہاں تھا اور کہاں پہنچ گیا۔

عارف ہر وقت حق تعالیٰ کو مصلح حقیقی جانتا ہے اپنے اوپر نظر نہیں کرتا

ارشاد: عارف اپنی طرف سے کبھی نفع پہنچانے کا قصد نہیں کرتا نہ اصلاح خلق کا خیال دل میں لاتا ہے کیونکہ اس کو اپنی حقیقت معلوم ہے وہ جانتا ہے کہ بھلا میں اور کسی کو نفع پہنچاؤں یا میں کسی کی اصلاح کروں عظمت حق جب دل پر غالب آتی ہے تو یہ سب خیالات پاش پاش ہو جاتے ہیں

طریق تعلیم و تربیت سالکین فی زمانہ

ارشاد: نقشبندیہ کا مذاق یہ ہے کہ وہ پہلے ہی دن ذکر کی تلقین کر کے تخم ریزی شروع کر دیتے ہیں اور چشتیہ اول ازالہ رذائل کا کام شروع کر کے ناک چنے چبواتے ہیں بلکہ چبواتے تھے کیونکہ اب تو وہ طالب کی ضعف ہمت کی وجہ سے نقشبندیوں کے طریق پر عمل کرنے لگے اور وصل و فصل دونوں کو ساتھ ساتھ لے چلتے ہیں۔ آج کل یہی صورت مناسب ہے کہ سالک کو ذکر و شغل کی تعلیم کے ساتھ اصلاح رذائل کا بھی امر کیا جائے اور ہر رذیلہ کی اصلاح کا علاج بتلایا جائے گو زیادہ ضروری علاج رذائل ہی کا ہے مگر ذکر کے ساتھ رذائل کا علاج بہت سہل ہو جاتا ہے۔

اپنے امراض کو مشائخ سے چھپانا نہ چاہئے

ارشاد: اپنے امراض کو مشائخ سے چھپانا نہ چاہئے۔ اگر یہ خیال ہو کہ وہ بزرگ ہم کو ذلیل سمجھیں گے تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ تم کو ذلیل کیا سمجھتے جب کہ وہ کتے کو بھی اپنے سے افضل سمجھتے ہیں دوسرے وہ امین ہوتے ہیں کسی کا راز دوسروں پر کبھی ظاہر نہیں کرتے اگر اظہار مرض کو اظہار معصیت سمجھ کر طبیعت کہنے سے رکتی ہو تو معصیت تو فعل ہے اس عمل کا اظہار مت کرو بلکہ مواد کو بیان کرو اور مواد کا بیان کرنا معصیت نہیں۔ اگر کسی وقت علاج کے لئے شیخ افعال کے تحقیق کی ضرورت سمجھے تو اس وقت افعال کا بھی ظاہر کرنا شیخ پر جائز ہے اور اس کی بالکل وہی مثال ہے جیسے بدن مستور کا کھولنا ڈاکٹر اور جراح کے سامنے۔

کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں

ارشاد: مشائخ اعمال صالحہ کی وجہ سے بابرکت ہوتے ہیں اس لئے ان کی تعلیم میں بھی برکت ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد شفا ہو جاتی ہے خود کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں۔

اہل محبت کی صحبت کا طریقہ اور اہل دنیا کی تعریف

ارشاد: اہل محبت کی صحبت سے محبت پیدا ہوتی ہے لیکن ان کی صحبت پرہیز کیساتھ اختیار کی جائے پرہیز یہ ہے کہ اہل دنیا کی صحبت سے بچو اور اہل دنیا وہ ہیں جو غیر اللہ کا تذکرہ زیادہ کریں۔

صحابہ کے کمالات اصلیہ

ارشاد: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصلی کمالات یہ ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی غایت درجہ محبت تھی اخلاص اور توحید میں کامل تھے۔ خدا کے سوا کسی سے ان کو خوف وطمع نہ تھا کسی کام میں نفسانیت نہ تھی۔ عبادت میں کسی وقت غفلت نہ ہوتی تھی نہ زراعت اس سے مانع تھی نہ تجارت، حضرت غوث اعظمؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ میں اتنا فرق ہے کہ حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو گرد بیٹھ کر جم گئی ہو وہ ہزار عمر بن عبدالعزیزؒ جیسوں سے افضل ہے کیوں؟ اس واسطے کہ عمر بن عبدالعزیز وہ آنکھیں کہاں سے لائیں گے جن سے حضرت معاویہؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور زمانہ کہاں سے لائیں گے جس میں وہ حضور ﷺ کے ساتھ رہے اور حضور ﷺ کے پاس اٹھے بیٹھے۔

کبھی روانی کلام الشیخ کی وجہ سے مخاطبین کا فیض ہوتا ہے۔

ارشاد: جس مقدر علوم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر کلام کی روانی کم ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر کبھی روانی زیادہ ہوتی ہے تو وہ مخاطبین کا فیض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخاطب کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں ان کے افادہ کے لئے قلب میں مضامین مفیدہ کثرت سے وارد ہو جاتے ہیں۔ پس شیوخ ناز نہ کریں کہ ہم نے بڑے بڑے علوم واسرار بیان کئے ہیں کیونکہ کبھی سامعین کی برکت سے بھی مضامین کا ورود ہوتا ہے اور اس وقت اس کی مثال قیف جیسے ہوتی ہے کہ وہ محض واسطہ ہے بوتل میں تیل پہنچانے کا، اب اگر قیف ناز کرنے لگے کہ میں نے تیل پہنچایا یہ اس کی حماقت ہے بلکہ اس کو بوتل کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس کی برکت سے اس کو بھی تیل سے کسی قدر تلبیس ہوگیا۔

عمل کی مثال مبتدی اور منتہی کے حق میں

ارشاد: عمل کی مثال ابتداء میں مثل دوا کے اور انتہا میں مثل غذا کے ہے۔ منتہی کو عمل کی زیادہ لذت ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے۔ جعلت قرة عینی فی الصلوٰة.

شیخ کا فرض

ارشاد: شیخ کے ذمہ طالبین کا افادہ فرض ہے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ایک وقت افادہ کے لئے بھی مقرر کرے۔

شیوخ کی توجہ وعنایت کی تفسیر

تعلیم: شیوخ کی توجہ اور عنایت یہی ہے کہ اپنے مریدین کو مضرتوں سے بچنے کی ہدایت کریں منافع حاصل کرنے کی تدبیریں بتائیں ہر وقت ان کو اپنے زیر نظر رکھیں، اگر سامنے آکر بیٹھیں تو خاص تفقد رکھیں۔

مشائخ کو مریدوں سے فرمائش ہرگز نہ کرنا چاہئے

ارشاد: مشائخ کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ مریدوں کی دنیا پر نظر نہ کریں اور از خود کسی سے کچھ فرمائش نہ کریں ہاں کسی سے بہت ہی بے تکلفی ہو جہاں بار ہونے کا مطلق احتمال نہ ہو اس سے کوئی بہت ہلکی فرمائش کا مضائقہ نہیں۔ مگر ایسے مخلص ہزار میں ایک ہی دو ہوتے ہیں عام حالت میں یہی ہے کہ فرمائش سے گرانی ہوتی ہے۔

خلوص ومحبت کے معنی ہدیہ دینے میں

ارشاد: خلوص ومحبت کے معنی تو یہ ہیں کہ ہدیہ دینے والے کو دنیا کی تو غرض کیا آخرت کی بھی غرض مقصود نہ ہو یعنی ثواب کا بھی قصد نہ ہو کیونکہ ثواب کے لئے کچھ دینا صدقہ ہے ہدیہ نہیں ہے۔ ہدیہ وہ ہے جو محض تطییب قلب مہدی لہ کیلئے دیا جائے گو تطییب قلب مسلم بھی ثواب کا بھی موجب ہے اور اس ثواب کی نیت ہدیہ میں کرنا مذموم نہیں مگر ثواب اعطا کا قصد نہ ہونا چاہئے۔

قبول ہدیہ کا حکم

ارشاد: جب عدم خلوص کا علم نہ ہو تو ہدیہ کو قبول کر لینا اگرچہ حلال ہے مگر جب تھوڑی سی کوشش سے علم ہو سکے تو پھر سستی جائز نہیں۔

ہدیہ میں زیادہ ثواب کی صورت

ارشاد: اگر ہدیہ قلیل ہو اور خلوص زیادہ ہو وثواب زیادہ ملے گا۔

مشائخ کسی کو اپنا خادم خاص نہ بنائیں

ارشاد: مشائخ کو چاہئے کہ کسی کو اپنا خادم خاص نہ بنائیں جس کو ان کے کاموں میں زیادہ دخل ہو کہ کبھی کسی مرید کی تعریف کر کے بڑھا دیں یا شکایت کر کے گھٹا دیں۔

طرق امداد اہل طریق

ارشاد: حضرات مقبولان الٰہی سے جو وابستہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو محروم رکھنا نہیں چاہتے جس کی طرق مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک طریق یہ بھی ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان مشائخ کو کشف کے ذریعہ سے اطلاع دیتے ہیں اور ان کو حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی مدد کرو۔ اور کبھی شیخ کو اطلاع بھی نہیں ہوتی اور کوئی لطیفہ غیبی شیخ کی صورت میں آ کر مدد کر جاتا ہے۔

اس طریق میں قلب کی نگہداشت عمر بھر کا روگ ہے۔

ارشاد: جس طرح عام حالت کے اعتبار سے قرآن بدون دائمی مزادلت کے یاد نہیں رہتا اسی طرح اس طریق میں قلب کی نگہداشت عمر بھر کا روگ ہے کسی وقت غفلت کی اجازت نہیں۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

اہل اللہ کی عظیم الشان فکر سب دینوی فکر سے مستغنی کرنے والی ہے

ارشاد: لوگ سمجھتے ہیں کہ اہل اللہ بڑے چین میں ہیں۔ ان کو کچھ فکر نہیں، بیشک دنیا کی تو ان کو فکر نہیں مگر دنیا کی فکر نہ ہونے کا منشا بے فکری نہیں بلکہ ایسی عظیم الشان فکر ہے جس نے عصائے موسوی کی روح بن کر سب فکروں کو نگل لیا ہے

اے ترا خارے بپا نشکستہ کہ دانی چیست حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

ذکر و شغل میں اصلاح غیر کی نیت رہزن طریق ہے

ارشاد: بعض سالکین اس نیت سے ذکر و شغل کرتے ہیں۔ تاکہ اپنی تکمیل کے بعد مخلوق کی اصلاح کریں گے یاد رکھو یہ خیال طریق میں رہزن ہے اور نیت سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ابھی سے بڑے بننے کا شوق ہے ابھی پوری طرح بیٹے تو بنے نہیں اور باپ بننے کی فکر ہونے لگی۔

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی تا راہ بین نباشی کے راہبر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق ہاں اے پسر بکوش کے روزے پدر شوی

نفع متعدی کی اہلیت کی شناخت

ارشاد: تم کو کیسے معلوم ہوا کہ اس وقت ہمارے لئے نفع متعدی میں مشغول ہونا افضل ہے یا مضر اس کے لئے نظر صحیح کی ضرورت ہے۔ یا تو نظر صحیح پیدا کرو۔ ورنہ کسی صاحب نظر کا دامن پکڑو اور اس کے تابع ہو جاؤ اور اس سے ہر موقع پر استفتاء کرو واللہ اس کی سخت ضرورت ہے نظر صحیح بھی یوں پیدا ہوگی ، بدون اس کے بہت کم پیدا ہوتی ہے بلکہ شیخ صاحب نظر صحیح ہو وہ بھی اپنے واسطے کسی کو شیخ تجویز کرے، اپنے احوال خاصہ میں اس کی رائے سے عمل کیا کرے اپنی رائے سے عمل نہ کرے، کیونکہ اپنے حالات وواقعات میں اپنی نظر تو ایک ہی پہلو پر جاتی ہے۔ اور دوسرے کی نظر ہر پہلو پر جاتی ہے، اور جس شیخ کو دوسرا شیخ نہ ملے تو وہ اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ کیا کرے اس طرح بھی غلطی سے محفوظ رہے گا۔

نیت نفع خلق کی شناخت کا طریقہ

ارشاد: بعض مشائخ اپنا مجمع بڑھانے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہمارا مجمع زیادہ ہوگا تو مخلوق کو زیادہ نفع ہوگا۔ یہ تاویل بھی فاسد ہے اگر ان کو نفع خلق مطلوب ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص ان سے زیادہ کامل آجائے جس سے نفع خلق کی زیادہ امید ہے تو یہ حضرت شیخ اپنی مسند کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں اور لوگوں سے صاف کہدیں کہ اب میری ضرورت نہیں رہی فلاں بزرگ کے پاس جاؤ مجھ سے زیادہ کامل ہے۔

طریقہ ثانی

ارشاد: اب ہمارے اندر تحزب اور گروہ بندی کا مرض آگیا اگر ہم کو نفع خلق مقصود ہے تو دوسرے نفع رسانوں سے انقباض نہ ہوتا بلکہ خوشی ہوتی کہ اچھا ہوا کہ اس نے میرے اوپر سے بوجھ ہلکا کر دیا اب میں دین کا دوسرا کام کروں گا جس کو کوئی نہ کر رہا ہو، اب ہماری حالت یہ ہے کہ اگر ہمارے بزرگوں سے کسی عالم کو کسی مسئلہ میں بھی اختلاف ہو تو چاہے اس سے دین کا فیض ہمارے بزرگوں سے بھی زیادہ ہو رہا ہو۔ اس سے خوش نہ ہوں گے، اور نہ اس کے مرنے پر حسرت و رنج ہوتا ہے بلکہ کسی درجہ میں خوشی ہوتی ہے۔

بے تکلف اپنے جذبات پر عمل کرنا دلیل سچے ہونے کی ہے

ارشاد: سچے آدمی کی علامت یہی ہے کہ وہ اپنے جذبات فطرت کے موافق بلا تکلف عمل کرتا ہے اس کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کوئی میرے اس فعل پر اعتراض کرے گا یا کیا سمجھے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے سچے نبی ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ میں تصنع اور بناوٹ کا نام ونشان نہیں تھا۔ آپ بے تکلف اپنے جذبات پر عمل فرماتے تھے کبھی خطبہ کے درمیان بچوں کو اٹھا لیتے تھے کبھی بچہ کو کندھے پر سوار کر کے نماز پڑھتے تھے۔ کبھی صحابہ کے ساتھ مزاح فرما لیتے تھے کبھی اپنی بی بیوں کے ساتھ مسابقت کر لیا کرتے تھے۔

سادگی منشاء ہے کمال کا

ارشاد: کمال کی مستی خیال ہستی کو کم کر دیتی ہے۔ اس لئے واقع جو لوگ اہل کمال ہیں وہ سادگی سے رہتے ہیں۔ اس میں کچھ اہل باطن ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ علوم دنیا میں بھی جو کامل ہیں ان میں کمال کی وجہ سے سادگی آ جاتی ہے۔

شرائط سماع

ارشاد: حضرت سلطان جی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک سماع کی چار شرطیں ہیں۔ (۱) سامع از اہل ہوئی وشہوت نباشد (۲) سمع مرد تمام باشد زن وکودک نباشد (۳) مسموع ہزل وفحش نباشد (۴) آلہ سماع مثل چنگ ورباب درمیان نباشد

عارف حق تعالیٰ کے شیون وتجلیات کی پوری رعایت کرتا ہے

ارشاد: حق تعالیٰ تو مزاج سے پاک ہیں مگر وہاں تجلیات وشیون بے انتہا ہیں جن کے مقتضیات مختلف ہیں عارف ان شیون اور تجلیات کی مقتضیات کی پوری رعایت کرتا ہے جس وقت جو شان ظاہر ہوتی ہے اس کے موافق گفتگو کرتا ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے دیکھا کہ تجلی محبوبیت کا غلبہ ہے اور حق تعالیٰ یہی چاہتے ہیں کہ میں ان پر ناز کروں، تو کہنے لگے۔ **اللھم ان تھلک ھذاہ العصابة لم تعبد بعد الیوم.** حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ حق تعالیٰ میرا صبر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے پورا صبر کیا حتیٰ کہ دعا بھی نہ کی۔ حالانکہ دعا صبر کے منافی نہ تھی مگر صورتاً اس میں بیماری سے ناگواری اور زجر کا اظہار ہے اس لئے دعا بھی نہ کی۔ مگر جب منکشف ہوا کہ اب حق تعالیٰ عبدیت کا اظہار چاہتے ہیں تو فوراً دعا کرنے لگے، **رب انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب**

اہل اللہ کو اپنی جان سے محبت کا راز

ارشاد: اہل اللہ کو اپنی جان سے اس لئے محبت نہیں ہوتی کہ اپنی جان ہے بلکہ اس لئے محبت ہوتی ہے کہ یہ خدا کی چیز ہے جن کے ذریعہ سے ہمیں طاعات کی توفیق ہوتی ہے۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است | افتم بپائے خود کو بکویت رسیدہ است
ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را | کہ دامنم گرفتہ بسویت کشیدہ است

فن تسہیل کے استعمال کا طریقہ

ارشاد: مشائخ بنے اسی سے ہیں کہ وہ فن تسہیل سے واقف ہیں۔ وہ اس طریق کو اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں جو تحصیل میں ساعی ہو، اور جو شخص تحصیل اعمال میں کوتاہی کر کے تسہیل کا طالب ہو وہ اس کے ساتھ تسہیل کا معاملہ نہیں کرتے بلکہ تکلیف کا معاملہ کرتے ہیں۔

پیری مریدی کی حقیقت

ارشاد: پیری مریدی نام ہی ہے معاہدۂ اطاعت من جانب المرید و معاہدۂ تعلیم و اصلاح من جانب الشیخ بیعت یعنی ہاتھ میں ہاتھ دینا نہ مقصود ہے نہ کسی مقصود کا موقوف علیہ، صرف رسم مشائخ ہے اور حقیقت بیعت کی یہ ہے کہ مرید کی طرف سے اتباع کا التزام ہو اور شیخ کی طرف سے تعلیم کا۔ اگر ایسا معاہدہ خواہ قولاً ہو یا حالاً (کیونکہ معاہدہ کبھی حالیہ ہوتا ہے) تو بیعت کا تحقق ہو گیا، شیخ کا مرید کو تبلیغ نہ کرنا وعدہ خلافی اور خیانت ہے۔

پیروں کی افراط تعظیم

ارشاد: آج کل پیروں کے ساتھ وہی معاملہ ہو رہا ہے جو یہود و نصاری نے اپنے احبار و رہبانوں کے ساتھ کر رکھا تھا۔ اگر پیر صاحب ڈھنگ کی بات بولیں تو حقائق و معارف ہیں۔ اور بے ڈھنگی بے تکی ہانکیں تو رموز ہیں۔ اور خاموش رہیں تو مراقب اور چپ شاہ ان کی ہر حالت میں جیت ہے۔

اناڑی شیخ کی تعلیم کا نتیجہ

ارشاد: اناڑی شیخ اپنے مرید کو مجموعۃ الوظائف بتا دیتا ہے۔

کفار کو مرید کرنا ان کو اسلام سے دور کرنا ہے

ارشاد: کفار کر مرید کرنا اور ذکر و شغل بتلانا اسلام سے ان کو قریب کرنا نہیں ہے بلکہ بعید کرنا ہے کیونکہ ذکر و شغل میں خاصیت ہے کہ اس سے کیفیات طاری ہوتی ہیں اور کیفیات میں خاص لذت بھی ہوتی ہے۔ جس کو یہ شخص قرب حق کی لذت سمجھتا ہے اور اس کا خیال پختہ ہو جاتا ہے کہ قرب الٰہی میں اسلام کو کچھ دخل نہیں نہ اسلام کی ضرورت ہے بلکہ کافر رہ کر بھی قرب حق حاصل ہو سکتا ہے تو پھر کسی وقت

بھی اس کے اسلام لانے کی امید نہیں رہتی۔

بیعت کے بعد کن امور کی تعلیم مشائخ کو ضروری ہے۔

ارشاد: صاحب بیعت ہونے کے بعد جن چیزوں پر روک ٹوک زیادہ ضروری ہے وہ اس قسم کی ہیں کبر عجب، اضاعت، حقوق العباد، حسد و بغض، فساد ذات البین وغیرہ مگر آج کل ان امور میں مطلق روک ٹوک نہیں حالانکہ پہلے زمانے میں مشائخ کو اول اسی کام زیادہ اہتمام تھا وظائف تو سالہا سال کے بعد تعلیم کرتے تھے، اور یہی نہیں کہ محض زبان سے ان امور پر روک ٹوک کرتے تھے بلکہ تدبیروں سے ان امراض کو قلب سے نکالتے تھے۔ مثلاً کسی کو زینت پرستی میں مبتلا دیکھا تو اسے سڑکوں پر یا خانقاہ میں چھڑکاؤ کرنا، جھاڑو دینا بتلا دیا، اور جس میں تکبر دیکھا اس کو نمازیوں کے جوتے سیدھے کرنا تعلیم کر دیا، افعال تواضع میں خاصیت ہے کہ ان سے قلب میں تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔

افادہ واستفادہ کی شرط

ارشاد: افادہ اور استفادہ کی شرط یہ ہے کہ مستفیدین کا دل مربی سے کھلا ہوا ہوتا ہے کہ وہ بے تکلف اپنی حالت کو ظاہر کر کے اصلاح کر سکیں۔

اہل اللہ کی ہر فعل میں نیت صالحہ ہوتی ہے

ارشاد: اہل اللہ کی ہر فعل میں نیت صالحہ ہوتی ہے اگر کسی فعل میں کوئی خاص نیت نہ ہو۔ کیونکہ بعض دفعہ ہر فعل میں نیت تراشنا مشکل ہوتا ہے تو اس میں اظہار عبدیت کی حکمت ہوتی ہے۔ ہم ایسے عاجز ہیں کہ ہم سے نیت صالحہ نہیں ہو سکتی اور اظہار عبدیت شرعاً مطلوب ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے محض اظہار عبدیت کے لئے بھی بعض افعال کئے ہیں۔ چنانچہ کھانا کھا کر آپ اول خدا کی حمد فرماتے تھے۔ **الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين**۔ اس کے بعد فرماتے تھے **غير مودع ولا مكفوراً او لا مستغني عنه ربنا** کہ اے اللہ اس کھانے کو ہم ہمیشہ کے لئے رخصت نہیں کرتے (بلکہ دوسری وقت پھر اس کی طلب کریں گے، اور نہ اس کی بے قدری کی گئی ہے (بلکہ پیٹ بھرنے کے بعد بھی ہم اس کے ویسے ہی قدرداں ہیں۔ جیسے بھوک کی حالت میں تھے اور نہ ہم کو اس سے استغناء ہوا ہے (بلکہ ہم ہر حال میں اس کے محتاج ہیں مگر اس وقت اس لئے دسترخوان اٹھا دیا کہ اب گنجائش نہیں رہی)۔

سلوک میں ریاضت کی تعیین کیلئے شیخ کی اجازت لازم ہے

ارشاد: بزرگوں سے جو بعض اختیاری مشقتیں منقول ہیں وہ بطور قرب العبد کے نہیں محض بطور

معالجہ کے ہیں کسی کی تجویز کے لئے مجتہد کا اجتہاد یا شیخ کی اجازت ضروری ہے۔

شیخ سے مستغنی ہونا مضر ہے

ارشاد: اگر کوئی شخص شیخ سے مستغنی بن جائے تو وہ اس وقت سے چھوٹا ہونا شروع ہو جائے گا۔

مبتدی کو وعظ گوئی سے ممانعت کی وجہ

ارشاد: مشائخ نے مبتدی کو وعظ کہنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ وہ حظ نفس کے لئے وعظ کہے گا۔ اس کا نفس پابندی معمولات اور تنہائی سے بھاگتا ہے۔ مجمع میں باتیں بنانے کو دل چاہتا ہے، اس لئے وعظ کہنے میں اسے مزا آتا ہے، دوسری وجہ ممانعت کی یہ بھی ہے کہ ابتدا میں احوال کا طریان زیادہ ہوتا ہے اس وقت اگر یہ شخص وعظ کہے گا تو اپنے حالات ہی کا بیان کرے گا۔ کیونکہ ایسا ضبط مبتدی میں کہاں کہ دل پر آرہ چلے اور زبان پر نہ آئے یہ ظرف کاملین ہی کو عطا ہوتا ہے

خدمت خلق مذموم

ارشاد: ایسی خدمت خلق جس میں اپنے دین کا ضرر ہو مذموم ہے۔

اصلاح غیر کا طریقہ

ارشاد: جس کی اصلاح اپنے قبضہ میں ہو وہاں تو دعا بھی کرو اور تدبیر بھی کرو۔ جہاں اصلاح قبضہ میں نہ ہو وہاں دعا تو مطلقاً جائز ہے مگر تدبیر اس شرط سے جائز ہے کہ اپنا ضرر نہ ہو۔

ایثار کا ایک قاعدہ

ارشاد: اپنے ذاتی احتیاج پر دوسروں کے نفع کو مقدم کرنا محمود اس وقت ہے جب کہ اپنے دین کا ضرر نہ ہو۔

اپنی ظاہری و باطنی قوت کو دیکھ کر اصلاح غیر کی فکر میں پڑنا مناسب ہے

ارشاد: اپنی ظاہری و باطنی قوت کو دیکھ لو، اس کے بعد ایثار کرو اور دوسرے کاموں میں پڑو مگر اپنا نقصان کر کے اور دین برباد کر کے دوسرے کاموں میں لگنا اور اصلاح غیر کے درپے ہونا یہ حضرات صحابہ سے کہیں بھی ثابت نہیں۔ والذین تبوّؤ الدّار والایمان الخ۔ میں جو صحابہ کے ایثار کی تعریف کی گئی ہے تو تعریف اس پر کی گئی ہے کہ ان کے دل میں ایمان راسخ و ثابت ہو چکا تھا ان کے قلوب حرص سے پاک ہو چکے تھے اور محبت اسلام و مسلمین سے لبریز تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح نفس اصلاح

غیر سے مقدم ہے اور یہ کہ ایثار کی اسی کو اجازت ہے جو اپنی اصلاح سے فراغت کر چکا ہو۔

اہل اللہ کی صحبت کا نفع ایک ظاہری دوسرا باطنی

ارشاد: اہل اللہ کی صحبت کے مؤثر ہونے کا سبب یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں کان میں پڑیں گی تو کہاں تک اثر نہ ہوگا، ایک وقت چوکو گے دو وقت چوکو گے تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی اور ایک سبب باطنی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم ان کے پاس ہو گے اور تعلق بڑھاؤ گے تو ان کو تم سے محبت ہو جائے گی تو اس سے دو طرح اصلاح ہوگی، ایک تو یہ کہ وہ دعا کریں گے اور ان کی دعاء مقبول ہوئی تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرماویں گے اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا باذن حق ہوتی ہے تو ان کے منہ سے دعا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کے فضل ہونے کا وقت آ گیا، دوسری وجہ بڑی خفی ہے وہ یہ کہ تمہارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی، اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔

نفس پر جرمانہ کرنے کی اصل اور اس کا راز

ارشاد: نفس پر جرمانہ کرنے کی اصل نصوص سنت میں موجود ہے، حدیث میں ہے، من قال تعالیٰ اقامرک فلیتصدق۔ یعنی جس کی زبان سے یہ کلمہ نکل جاوے کہ آؤ جوا کھیلیں وہ صدقہ کرے، اسی طرح حیض کے زمانہ میں غلطی سے جماع ہو جائے تو وہاں بھی صدقہ کا حکم ہے۔ ابتدائے حیض میں ایک دینار اور آخر میں نصف دینار، اور راز جرمانہ کا یہ ہے کہ صدقہ کرنے سے نفس پر زیادہ مشقت ہوتی ہے اور اس سے بچنے کے لئے سالک تھوڑی مشقت برداشت کر لیتا ہے۔

مجاہدہ کا مقصود

ارشاد: مجاہدہ سے مقصود نفس کو پریشان کرنا نہیں بلکہ نفس کو مشقت کا خوگر بنانا اور راحت و تنعم کی عادت سے نکالنا ہے اور اس کے لئے اتنا مجاہدہ کافی ہے جس سے نفس پر کسی قدر مشقت پڑے۔ بہت زیادہ نفس کو پریشان کرنا اچھا نہیں۔ ورنہ وہ معطل ہو جائے گا۔

اعتدال فی المجاہدہ

ارشاد: محنت ہمیشہ مستحسن نہیں بلکہ جب اعتدال سے ہو اور اس پر اچھا نتیجہ مرتب ہو پس مجاہدہ میں اعتدال کی رعایت ضروری ہے شریعت کی ہر شی میں اعتدال ضروری ہے۔

تمام دینی و دنیوی تمدنی و سیاسی مصالح کی بنیاد نفس کو مشقت کا عادی بنانا ہے

ارشاد: اعمال صالحہ اور ترک معاصی کو رزق کی وسعت میں بڑا دخل ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ولو ان اهل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکاتٍ من السماء والارض. اسی طرح معاصی کو تنگی رزق و نزول بلا میں بڑا دخل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جس قوم میں سود کی کثرت ہوگی اللہ تعالیٰ اس پر قحط مسلط کر دیں گے اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہوگی اس پر طاعون وغیرہ ایسے امراض مسلط ہوں گے پس دنیوی و دینی، تمدنی و سیاسی تمام مصالح کی بنیاد اور جڑ یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کی مخالفت کا عادی بنے اور نفس کو مشقت کا عادی بنائے

اصلاح دین کی ترکیب

ارشاد: اگر دین کو سنبھالنا چاہتے ہو تو ہر شخص کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی عالم متقی کا اتباع کرے۔

وضوح حق کا طریقہ

ارشاد: طالب حق کو حق ضرور واضح ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ اس کو قاعدہ سے طلب کرے جس کے دو طریقے ہیں، ایک تدبیر کہ فکر سے کام لے۔ دوسرے دعاء کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ مجھ پر حق واضح کر دیجئے۔

تصوف میں جو چیز سینہ بسینہ ہے اس کی تعریف

ارشاد: تصوف میں سینہ بسینہ ایک چیز ہے یعنی نسبت اور مناسبت اور مہارت، جو استاد کے پاس رہنے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ محض کتاب پڑھ لینے یا زبانی طریقہ دریافت کر لینے سے حاصل نہیں ہوتی اور یہ وہ چیز ہے جو ہر علم میں سینہ بسینہ ہی ہے۔ حتیٰ کہ بڑھئی اور باورچی کے پیشہ میں بھی مناسبت اور مہارت ہے۔ جس کا نام سینہ بسینہ ہے مہارت میں ایک اور چیز ہے یعنی برکت جو مشاہدہ سے معلوم ہوگی بدون مشاہدہ کے اس کا علم نہیں ہو سکتا۔

حضرات صوفیہ کا فہم سب سے بڑھا ہوا ہے

ارشاد: حضرات صوفیہ صاحب تقویٰ بھی ہیں اور صاحب وہب بھی۔ اس لئے ان کا فہم دوسروں سے بڑھا ہوا ہے۔

عطائی اور طبیب حاذق کا فرق

ارشاد: طبیب حاذق کے ہاتھ سے اگر کسی کو شفا نہ ہو اور مر جائے تو اس سے قیامت میں باز پرس نہ ہوگی، کیونکہ وہ فن کو جان کر علاج کرتا ہے، بخلاف عطائی کے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو شفا ہوگی، جب بھی مواخذہ ہوگا اور کوئی مر گیا تو اچھی طرح گردن ناپی جائے گی، کیونکہ وہ فن سے واقف نہیں۔

اہل اللہ بے حد شفیق ہوتے ہیں

ارشاد: اہل اللہ کو مسلمانوں پر بے حد شفقت اور مصالح کی بے حد رعایت ہوتی ہے۔

شیخ کے سامنے اس طرح نہ کھڑا ہو کہ اس پر سایہ پڑے

ارشاد: شیخ کے سامنے اس طرح نہ کھڑا ہو کہ اس پر سایہ پڑے، بات یہ ہے کہ اس سے بھی الجھن ہوتی ہے پس اس کا منشاء اذیت ہونے کی وجہ سے منع کیا گیا ہے۔

شیخ کی جائے نماز پر نماز پڑھنا بے ادبی ہے

ارشاد: اجازت کے بعد شیخ کی جگہ یا مصلیٰ پر نماز پڑھنے اور ذکر کرنے کا مضائقہ نہیں۔ بغیر اجازت کے ایسا نہ کرنا چاہئے کیونکہ ظاہراً دعویٰ مساوات کا ظاہر ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو حضور ﷺ کی جگہ نماز پڑھتے تھے اس کا منشاء محض اتباع تھا نہ کہ دعویٰ مساوات، علاوہ اس کے ایک بات اور ہے کہ مبنی ادب کا عرف پر ہے اور تبدل عرفیات سے عرفیات کا حکم بدل جاتا ہے تو صحابہ کے زمانہ میں کسی کی جائے نماز پر نماز پڑھنا خلاف ادب نہ تھا اور اب ہے۔

ادب کی تحصیل کا طریقہ

ارشاد: ادب کا مدار اس پر ہے کہ ایذا نہ ہو اس کلیہ کو تو ملحوظ رکھو یہ مقصود ہے باقی سب اس کے فروع ہیں جو کہ امور انتظامیہ میں سے ہیں اور وہ تبدل زمانہ سے بدلتے رہتے ہیں، جیسے انتظام اوقات کا معیار پہلے گھڑی گھنٹہ پر نہ تھا اور اب گھڑی گھنٹہ پر ہے یا سفر کا مدار پہلے اونٹ، بیل، گھوڑے پر تھا۔ اور اب ریل اور موٹر پر۔ پس مشائخ میں اپنے ذوق سے کام لینا چاہئے کہ ان کو کس بات سے ایذا ہوتی ہے کس بات سے نہیں، یہ نہ کیا جائے کہ کتابوں سے آداب دیکھ کر عمل کرنے لگے کیونکہ ہر جگہ ہر زمانہ میں امور ایذا بدلتے رہتے ہیں، نیز ادب میں غلو بھی نہ کرے کیونکہ غلو سے بھی ایذا ہوتی ہے۔

شیخ طریق کی تقلید کی وجہ

ارشاد: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید تو احکام میں کی جاتی ہے اور شیخ طریق کی تقلید معالجات اور امور انتظامیہ میں کی جاتی ہے، اس لئے غیر مقلد شیخ حنفی کی تقلید سے مقلد نہ بن جائے گا۔

نفس پر جرمانہ کی سند

ارشاد: وطی حائض اور ترک جمعہ پر حضور ﷺ نے تصدیق دینار و نصف دینار کا امر فرمایا ہے جس سے جرمانہ مال کا بطور معالجہ کے ثبوت ہوتا ہے۔

توسل کی حقیقت

ارشاد: توسل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ رحمت ہے۔ المرا ء مع من احب میں، پس میں آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں، پس توسل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر کر کے اس محبت پر رحمت و ثواب مانگتا ہے اور اولیاء اللہ کا موجب رحمت وثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے۔ چنانچہ متحابین فی اللہ کے فضائل سے احادیث بھری ہوئی ہیں۔ اب یہ اشکال جاتا رہا کہ بزرگی اور برکت کو رحمت حق میں کیا دخل۔ دخل یہ ہوا کہ اس بزرگ سے محبت رکھنا حب فی اللہ کی فرد ہے اور حب فی اللہ پر ثواب کا وعدہ ہے۔

حقیقت توسل پر ایک شبہ کا جواب

ارشاد: توسل کی حقیقت جو اوپر بیان کی گئی ہے وہ تو کسی کو معلوم نہیں، پھر اس حقیقت کا قصد کر کے کون توسل کرتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جو بات جائز ہے وہ اس وقت تک جائز رہے گی جب تک ناجائز کا قصد نہ کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل حق جو توسل کرتے ہیں وہ ناجائز معنیٰ کا قصد نہیں کرتے گو جائز معنیٰ کا بھی قصد نہ ہو۔

ہدیہ کو اصل بنانا اور زیارت کو تابع، دلیل قلت محبت کی ہے

ارشاد: آج کل کا مذاق یہ ہے کہ تحفہ کا اہتمام پہلے کرتے ہیں، زیارت کا قصد بعد میں کرتے ہیں گویا زیارت تابع ہے اور تحفہ اصل ہے یہ قلت محبت کی دلیل ہے۔

خالی جائے بھرا آئے کی توجیہہ

ارشاد: خالی جاوے خالی آوے، یعنی جو عقیدت و محبت سے خالی جاوے وہ فیض سے خالی

آوے اس کے مقابلہ میں میں نے یہ تصنیف کیا ہے۔ کہ خالی جائے بھرا آئے۔ یعنی جو شخص دعویٰ، تصنع و ریاء سے خالی جاوے وہ نفع سے بھرا آوے۔

بڑا ادب ہدیہ کا خلوص و محبت ہے

ارشاد: حضور ﷺ نے فرمایا ہے اپنے ہمسایہ کو ہدیہ دیتے رہو چاہے جلی ہوئی کھری ہی ہو۔ ہدیہ میں خلوص محبت کی ضرورت ہے اور قیمتی و نفیس کی ضرورت نہیں۔

نجات اصل مقصود ہے

ارشاد: بڑی بات یہ ہے کہ آخرت میں جوتیوں سے نجات رہے۔ کیسی دوسروں کی تربیت اور کیسی دوسروں کی اصلاح۔

آج کل مجاہدہ کی کمی مضر نہیں

ارشاد: ریاضت و مجاہدہ سے تو بس یہ مقصود ہے کہ نفس کی سرکشی کم ہو جائے اور اطاعت میں آسانی سے لگ سکے۔ چونکہ اب نفوس میں پہلی سی قوت اور سرکشی نہیں رہی۔ نہ اب پہلے سے قویٰ رہے، اس لئے مجاہدہ کی کمی مضر نہیں۔

حضرت والا کے معمولات مبنی بر عقل و شریعت ہیں

ارشاد: حضرت والا حکیم الامت مدظلہ العالی، نے فرمایا کہ دو شخص میرے پاس رہ کر بدظن نہیں ہو سکتے ایک تو وہ جو پورا عاقل ہو کہ میرے ہر فعل کی حکمت اس کی سمجھ میں آجائے۔ یا وہ جو پورا عاشق ہو کہ میرا جو فعل بھی ہو اس کی نظر محبت میں بالکل مناسب اور بجا ہو۔

تعلیم استغنائے قلب

ارشاد قلب کا تعلق نہ دوستوں سے رکھے نہ دشمنوں سے مگر حقوق سب کے ادا کرے۔

مقامات کی تعریف نیز یہ کہ اصلاح میں اس کی کوئی ترتیب نہیں

ارشاد: مقام کہتے ہیں اخلاق باطنہ حمیدہ مکتسبہ کے اندر رسوخ و پختگی کو جیسے توکل، انس، محبت، تفویض اگر کسی کو ان اخلاق باطنہ کے اندر پورے طور پر رسوخ اور پختگی حاصل نہیں تو گویا اس کو مقامات حاصل نہیں تو بس اس کا طریقہ اصلاح یہی ہے کہ طالب کی حالت میں غور کرے اور دیکھے کہ فلاں خصلت اس شخص کے اندر کیسی ہے آیا پختہ ہے یا خام۔ پس اگر کسی خلق کے اندر خامی دیکھے اس کی اصلاح کر دے

اور ظاہر ہے کہ اس میں ہر شخص کی حالت جدا ہے تو پھر ایک ترتیب کیسے ہو سکتی ہے اور اصلی بات تو یہ ہے کہ اس کی فکر ہی میں نہ پڑے کہ کتنا راستہ قطع ہو چکا ہے اب کتنا باقی ہے۔ اس لئے کہ اس طریق کا تو یہ حال ہے۔

نہ ہرگز قطع گردد جادۂ عشق از دویدنہا   کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

حضرت تمام عمر کی دوڑ دھوپ کے بعد یہ سمجھ میں آئے گا کہ ہم کچھ نہیں سمجھے۔

نیست کس راز حقیقت آگہی   جملہ می میرند با دشت تہی

انکسار و افتقار کا حظ حصول مقامات کے حظ سے بڑھ کر ہے

حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کو ساری عمر کی محنت و کوشش کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ کو کچھ حاصل نہیں ہوا تو اس کو سب حاصل ہو گیا۔ اگر مقامات طے بھی ہو گئے تو ان کے طے ہونے میں وہ حظ نہیں جو اس سمجھنے میں ہے کہ ہم نے بھی کچھ بھی راستہ قطع نہیں کیا۔ گویا تیلی کے بیل کی طرح ہیں اور یہ حظ ہے انکسار اور افتقار اور عجز و عبدیت کا۔

بشاشت شیخ شرط تربیت ہے

ارشاد: باطن کا علاج اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب کہ معالج کے قلب میں مریض کی طرف سے بشاشت ہو۔ بلکہ طبیب ظاہری بھی بغیر بشاشت کے علاج نہیں کر سکتا۔

شیخ موافق سنت کا اتباع کرے

ارشاد جس کے اعمال ظاہرہ و باطنہ منہاج شریعت پر ہوں، اس کی صحبت سے استفادہ کرے اصل چیز اعمال ہی ہیں اور حدود و سنت کے اندر رہ کر جو کیفیت پیدا ہوتی ہے تو وہ بعض مرتبہ اتنی لطیف ہوتی ہے کہ خود صاحب کیفیت کو بھی اس کا ادارک نہیں ہوتا۔

سب کاملین کو اپنے نقص نظر آتے ہیں اور یہی مقتضا ہے عبدیت کا

ارشاد: پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے، سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں اور مغموم بھی ایسے اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جائے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ کمال کی تو توقع ہی چھوڑنا واجب ہے ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے، اس کی مثال وہ مریض ہے جس کی تندرستی سے تو مایوسی ہے مگر فکر صحت اور اس کی تدبیر کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقف نہیں فکر تکمیل پر موعود ہے۔

والله لا یخلف المیعاد۔ بس اسی طرح عمر ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ وھذا ھو معنی ما قال الرومی رحمتہ اللہ علیہ

اندریں رہ می تراش و می خراش تادم آخر دمے فارغ مباش

تادم آخر دمے آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سر بود

سب سے آخر میں خواہ اس کو اظہار حال کہئے یا آپ کی ہمدردی یا رفع التباس جو چاہے نام رکھئے یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں۔ مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس سے یہ اثر ہے کہ یہ سمجھ نہیں سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجا کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے۔ اللھم کن لی واجعلنی لک

چھوٹوں کو بڑوں کی تعظیم اور بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ شفقت چاہئے

ارشاد: اگر چھوٹے اپنے کو بڑوں کے برابر سمجھنے لگیں تو وہ اسی دن سے گھٹنا شروع ہو جائیں گے اور بڑے اگر شفقت کا برتاؤ نہ کریں بلکہ بڑائی کے غرور میں تکبر کرنے لگیں تو وہ بھی گھٹ جائیں گے ایسے ہی بے اثر بڑوں کے تابعین کے متعلق کسی نے کہا ہے سگ باش برادر خورد مباش اور جو چھوٹے چھوٹے بن کر نہ رہیں، ان کے متبوعین کے متعلق کسی نے کہا ہے خرد باش برادر بزرگ مباش، واقعی اگر چھوٹے بڑوں کا مقابلہ کرنے لگیں تو بڑا آدمی گدھے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے کہ سارا بوجھ اسی پر لادا جاتا ہے۔

عوام پر توجہ کا اثر ہونے کی وجہ

ارشاد: توجہ کا اثر اس پر ہوتا ہے جو اپنے آپ کو محتاج اثر سمجھتا ہو اور اپنے کمال کا مدعی نہ ہو، عوام پر توجہ کا اثر ہوتا ہے اور خواص پر نہیں، کیونکہ ان میں احتیاج وطلب ہی نہیں تو خود اس کے مدعی ہیں کہ دوسرے ہمارے محتاج ہیں۔

منتہی کے اس کہنے کی توجیہ کہ میں کچھ نہیں ہوں

ارشاد: منتہی کا یہ کہنا کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ آئندہ کے مراتب معرفت پر نظر کر کے کہنا صحیح ہے۔ کیونکہ منتہی جو ہے وہ تو کمالات موجودہ کے اعتبار سے ہے جس پر اس کی نظر نہیں اور سر مراتب غیر متناہی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کو باوجود اعلم الناس واعرف الخلق ہونے کے حکم ہے کہ آپ ترقی کی برابر درخواست کرتے رہئے۔ بقولہ تعالیٰ قل رب زدنی علما۔

ارشاد: الواصل لا یرد یعنی واصل فی الواقع کبھی مردود نہیں ہوتا۔

مشائخ کا نااہل کو مجاز بنانے کا راز

تعلیم۔مشائخ بعض دفعہ کسی نااہل میں شرم وحیاء کا مادہ دیکھ کر اس امید پر اسے مجاز کر دیتے ہیں کہ جب وہ دوسروں کو تربیت کرے گا تو اس کی لاج اور شرم سے اپنی بھی اصلاح کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک دن کامل ہو جائے گا۔

سالکین کی لغزش پر جلد تنبیہ ہوتی ہے

ارشاد: سالکین کو حق تعالیٰ ان کی لغزش پر جلدی سزا دے کر متنبہ فرما دیتے ہیں تا کہ غلطی کی اصلاح کرے۔اور دوسروں کے واسطے یہ قاعدہ ہے املی لهم ان کیدی متین .یعنی حق تعالیٰ ڈھیل دیتے رہتے ہیں تا کہ دفعتا پکڑ لیں، چنانچہ حضرت جنیدؒ کے ایک مرید نے ایک حسین نصرانی لڑکے کو دیکھ کر سوال کیا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ ایسی ایسی صورتوں کو بھی جہنم میں ڈالیں گے، چنانچہ اس بدنظری کی سزا میں قرآن بھول گئے تھے۔

بعض دفعہ غیر کامل کو مجاز کرنے کا سبب

ارشاد: بعض دفعہ غیر کامل کو مشائخ اجازت دیدیتے ہیں کہ شاید کسی طالب مخلص کی برکت سے اس کی بھی اصلاح ہو جائے کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی پیر نااہل ہے اور اس کا مرید کوئی مخلص ہے تو طالب صادق کو تو حق تعالیٰ اس کے صدق وخلوص کی برکت سے نواز ہی لیتے ہیں جب وہ کامل ہو جاتا ہے تو پھر حق تعالیٰ پیر کو بھی کامل کر دیتے ہیں کیونکہ یہ اس کی تکمیل کا ذریعہ بنا تھا۔

تربیت میں کیا مقصود ہے اور معرفت مقصودہ کیا ہے؟

ارشاد: مقصود تربیت میں محض حالات کی اطلاع اور معالجہ کا استفسار ہے معلم جس طریق سے چاہے معالجہ کرے،اور معرفت مقصودہ وہی ہے جس کا شارع نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کا عقیدہ رکھو اور ان کی تصرفات کا استحضار رکھو۔ یہ تصرفات تمام عالم میں ہیں جن میں انسان کے اندر تصرفات زیادہ عجیب ہیں۔

سوال: بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے۔

مقصود اور طریق کی تشریح

ارشاد: کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی، نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں۔ ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے۔ اور اعانت طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔

صحبت کے نتائج

ارشاد: امراض باطنیہ میں تعدیہ ضرور ہوتا ہے، صوفیہ نے اس کو مسارقہ سے تعبیر کیا ہے، صحبت صالحہ کا اثر تو یہ ہے کہ مسارقت کے بعد مشارقت ہوتی ہے کہ دونوں کے انوار سے منور ہو جاتے ہیں اور صحبت بد کا یہ اثر ہوتا ہے کہ مسارقت کے بعد مبارقت ہوتی ہے۔ کہ دونوں طرف سے بجلی چمکتی ہے اور سوختن و افروختن کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ دونوں کا دین جل کا خاک سیاہ ہو جاتا ہے۔

تعلیم و تعلم کا مقصد اصلی یہی ہے کہ آدمی خدا کا ہو جائے۔

ارشاد: تعلیم و تعلم کا مقصود یہی ہے کہ آدمی خدا کا ہو جائے۔ مگر آج کل اہل علم نے صرف تعلیم و تعلم کو ہی مقصود سمجھ لیا ہے عمل کا اہتمام نہیں کرتے محض الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان کو قلب تک نہیں پہنچاتے۔ غرض علماء کو تحصیل علم کے بعد طریق سلوک یا جذب کو حسب تجویز شیخ اختیار کر کے اصلاح نفس کرانا چاہئے۔

ایها القوم الذین فی المدرسه　　کل ما حصلتموه وسوسه

علم نبود غیر علم عاشقی　　ماقبی تلبیس ابلیس شقی

علم رسمی سر بسر قیل است وقال　　نے ازو کیفے حاصل نہ حال

علم چوں بود آنکہ رہ ننمایدت　　زنگ گمراہی ز دل بزدایدت

ایں ہوس راا از سرت بیروں کند　　خوف و خشیت در دلت افزوں کند

تو ندانی جز یجوز و لا یجوز　　خود ندانی کہ تو حوری یا عجوز

علم چوں بر دل زند یارے بود　　علم چوں بر تن زند مارے بود

شیخ کو اس حالت کی جذب میں بھی نہ چھوڑے

ارشاد: دوش　از　مسجد　سوئے　میخانہ　آمد　پیر　ما

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما
در خرابات مغاں ما نیز ہم منزل شویم
کیں چنیں رفت است در عہد ازل تقدیر ما

اول شعر میں ایک سوال ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے شیخ پر کچھ دنوں سے جذب کا غلبہ ہے تو اب ہم کو کیا کرنا چاہئے، کیونکہ اس حالت میں وہ ہم کو نفع نہیں پہنچا سکتا تو کیا ہم کو دوسرا شیخ تلاش کرنا چاہئے، دوسرے شعر میں جواب ہے کہ نہیں ہم کو اس حالت میں بھی شیخ کا ساتھ دینا چاہئے کیونکہ جس کو ایک دفعہ شیخ بنالیا ہے اور طبیعت کو اس سے کامل مناسبت ہوگئی ہے ازل سے وہی ہمارے واسطے شیخ مقدر ہو چکا ہے تو ہم کو دوسرے سے نفع نہیں ہوسکتا۔ اور اس حالت میں افادہ نہ کر سکنے کا جواب یہ ہے کہ کاملین پر جذب دیرپا نہیں ہوتا۔ بلکہ عارضی ہوتا ہے اس لئے مضر نہیں۔

اصلاح نفس کے لئے علم رسمی سے قطع تعلق ضروری ہے

ارشاد اصلاح نفس کے لئے رسمی علم سے قطع تعلق کرنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ سلوک و جذب کے لئے یکسوئی اور خلوت کی ضرورت ہے اشتغال علمی کے ساتھ اس کا جمع ہونا دشوار ہے۔

اصلاح نفس کا بہترین طریقہ

ارشاد: اصلاح نفس کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے کو کسی کے سپرد کردے جو وہ کہے اس پر عمل کرے مگر تجویز ایسے کو کرے جو شریعت و طریقت دونوں کا جامع ہو، بدوں کسی محقق کی اتباع کے اصلاح نفس نہیں ہوسکتی۔

ایصال کا قصد زمانہ طلب میں سد راہ ہے

ارشاد: جب کسی شیخ کی تعلیم وصحبت کی برکت سے تمہاری اصلاح ہو جائے تو اس کے بعد دوسروں کی اصلاح کرنا چاہئے، ربانی بھی بنو اور ربانی گر بھی بنو۔ مگر اس میں ایک بات قابل تنبیہ ہے وہ یہ ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے تو ربانی گر بننے کی نیت کرلو تاکہ نیت افادہ کا ثواب ملتا رہے مگر کام میں لگنے کے بعد اس کی نیت کی طرف التفات نہ کرنا چاہئے، کیونکہ ایک کام کے ساتھ دوسری باتوں کی طرف التفات کرنا موجب تشتت ہے، کام جبھی ہوتا ہے جب اس میں ایسا لگے کہ اس وقت اس کے سوا کسی پر نظر نہ ہو۔ ایسے ہی اصلاح نفس میں مشغول ہو کر یہ خیال کرنا کہ ہم ایک دن مصلح بنیں گے، سد راہ ہے

زمانہ طلب میں وصول کا قصد نہ کرنا چاہئے

ارشاد: طالب کو بندہ بن کر رہنا چاہئے، کاملیت نیاید الغسال ثمرات پر نظر نہ کرنا چاہئے کہ یوں ہوگا، یہی مطلب ہے حضرت استاد علیہ الرحمۃ کے اس قول کا مقصود طلب ہے وصول مطلوب نہیں، یعنی طلب کے وقت مقصود طلب ہے، طلب کے وقت وصول پر نظر نہ کرنا چاہئے، کہ مجھے وصول ہوگا یا نہیں۔ بلکہ اس وقت اس کا یہ مذہب ہونا چاہئے۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید | یا تن رسد بجانا یا جان زتن برآید
یا بم اورا یا نہ یابم جستجوئے می کنم | حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم
ہمیں بس کہ داند ماہ رویم | کہ من نیز از خریداران اویم

ظاہر ہے کہ یہ تھوڑی بات نہیں جب انہیں خبر ہو جائے گی تو وہ اپنے خریدار کو محروم نہ رکھیں گے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد | اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

مگر تم تفویض بھی اس نیت سے نہ کرو کہ تفویض کی وجہ سے ہمارا کام ہو جائے گا۔ بلکہ ان کا حق سمجھ کر تفویض کرو۔

شیخ کامل کی تعلیم تدریجی ہوتی ہے

ارشاد: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ربانی کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ الربانی الذی یعلم صغار العلومه قبل کبارها۔ ربانی یعنی شیخ کامل وہ ہے جو چھوٹے علوم اول تعلیم کرے۔ اور بڑے علوم بعد کو سکھلائے یعنی طالب کو بتدریج ترقی کی طرف لیتا جائے۔

تعلق بالخلق مقصود بالذات نہیں بلکہ بالغیر ہے

ارشاد: تعلق بالخلق مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالغیر ہے اور کبھی کبھی جو کسی عوض کی وجہ سے مقصود بالذات پر اس کی تقدیم کا امر ہوا ہے اسی سے بعض اہل علم کو مقصودیت ذاتیہ کا شبہ ہو گیا ہے، حالانکہ کسی عارض کی وجہ سے مقصود بالغیر کبھی مقصود بالذات سے مقدم ہو جاتا ہے مگر وہ مقصود بالذات نہیں بن جاتا۔ صرف تقدم زمانی ہو جاتا ہے جیسے وضو کا تقدم صلوٰۃ پر، چنانچہ ارشاد ہے فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب یعنی مخلوق کے کام سے فارغ ہو کر تعلق بالحق میں مشغول ہونے کی کوشش کی جاوے۔ اور اسی طرح مشغول ہو کہ ماسوا سے قطع نظر کی جائے یعنی توجہ الی الحق اصل و مقصود بالذات ہے

اور توجہ الی الخلق تابع یعنی مقصود بالغیر

تعلق مع الخلق کے محمود یا مذموم ہونے کا معیار

ارشاد: تعلق مع الخلق کو مطلوب کون سمجھتا ہے اور کون نہیں سمجھتا یہی تعلق مع الخلق کے محمود مذموم ہونے کا معیار ہے وہ یہ کہ اگر کسی کو دوستوں کے ساتھ باتوں میں مشغول ہونے سے دلچسپی نہ ہو بلکہ اس سے جی گھبراتا ہے اور نماز و ذکر میں مشغول ہونے کو جی چاہتا ہے اور باتوں میں مشغول ہوتے ہوئے یہ تقاضہ ہو کہ جلدی سے بات ختم ہو تو میں اللہ کی یاد میں لگوں تو یہ شخص واقعی تعلق مع الخلق کو مطلوب نہیں سمجھتا اور اس کے لئے اس تعلق کو مذموم نہ کہا جائے اور جس شخص کا نماز میں یہ جی چاہتا ہو کہ جلدی نماز سے فارغ ہو کر دوستوں سے باتیں کریں اور ان کی باتوں کی وجہ سے اپنے معمولات کا ناغہ کر دیتا ہو نہ اشراق ہے نہ تہجد نہ ذکر ہے نہ تلاوت، ان کی وجہ سے محض فرائض پر اکتفا کرتا ہو اور اس سے بھی جلد فارغ ہونے کا تقاضہ ہے تو یہ شخص تعلق مع الخلق کو مطلوب سمجھتا ہے اس کے لئے یہ تعلق مذموم ہے۔

محقق کامل کے لئے تمام عالم مرآۃ جمال حق ہے

ارشاد: محقق کامل کی نظر ہر چیز پر حضرت حق کے بعد ہی پڑتی ہے یعنی ہر چیز سے اول حضرت حق پر نظر پہنچتی ہے پھر اس چیز پر نظر پڑتی ہے۔ تمام عالم اس کے لئے مرآۃ جمال حق بن جاتا ہے۔

کاملین کے اقوال کی اقتدا کا مطلب

ارشاد: کاملین کے اقوال کی اقتداء کرنا چاہئے یعنی وہ تم کو جو امر کریں اس پر عمل کرو یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرح اسرار و دقائق بیان کرنے لگو کیونکہ اس کا نام تقلید و اطاعت نہیں بلکہ اس کو نقالی محض کہتے ہیں۔

خلق و مدارات سے معمولات میں ناغہ کرنا مضر باطن ہے

ارشاد: اگر تم خلق و ارتباط بالاحباب کی وجہ سے اپنے معمولات کا ناغہ کرو گے تو ایک دن بالکل کورے رہ جاؤ گے۔ من الاورد له لا وارد له.

شیخ کو زبان ہونا چاہئے مرید کو کان

ارشاد: ناقص کو بولنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس کو سکوت ہی میں محبوب کی طرف توجہ رہتی ہے۔ اور کامل کو نطق و سکوت دونوں میں محبوب کی طرف توجہ رہتی ہے۔ اسلئے اس کو بولنے کی ضرورت

ہے تا کہ طالبین کو فیض زیادہ ہو۔ غرض یہ کہ شیخ کو تو زبان ہونا چاہئے اور مرید کو کان، میں نے منثنی کے لئے اس مشورہ کا ایک شعر تجویز کیا ہے۔

جائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیراں　　　　بکشائے لب کہ فریاد از مرد وزن برآید

کاملین علاوہ احکام مشترکہ کے ہر وقت کے احکام خاصہ کو بھی پہنچانتے ہیں

ارشاد: محققین کاملین تکلم وسکوت ہر حالت میں محبوب کے شیون کو پہچانتے ہیں کہ اس وقت وہ کسی چیز میں خوش ہیں وہ بلا تشبیہہ ایسے ہیں جیسے ایاز تھا، کہ ایاز کے لئے کوئی قاعدہ اور قانون نہ تھا۔ وہ بادشاہ سے ایسے وقت میں بھی باتیں کرسکتا تھا۔ جس میں دوسروں کے لئے بات کرنے کی اجازت نہ تھی کیونکہ وہ مزاج شناس تھا موقع اور وقت کو پہنچانتا تھا۔ اب ہر شخص اگر ایاز کی ریس کرنے لگے تو یہ اس کی حماقت ہے بلکہ اور درباریوں کو تو قواعد وقوانین عامہ ہی کا اتباع لازم ہے۔

کمال کے حصول کا طریقہ

ارشاد: کمال تو اسی طرح حاصل ہوگا کہ کاملین کے سامنے اپنے کو پامال کردو، یعنی اپنی فکر و رائے کو فنا کردو۔ اور اس کے لئے تیار ہو کہ شیخ میری ذات میں جو کچھ بھی تصرف کرے گا، میں اس کو خوشی سے برداشت کروں گا اور اس کو اپنی فلاح وصلاح سمجھوں گا۔

فکر خود رائے خود در عالم رندی نیست　　　　کفر است دریں مذہب خود بینی وخود رائی

فہم کے درست ہونے کا طریقہ

ارشاد: اپنے بزرگوں کے ہاتھ سے جو ذلت ہو وہ ذلت نہیں بلکہ بڑی عزت ہے اس لئے اپنے بزرگوں کے سامنے ذلت سے ناگواری نہ ہونا چاہئے یہی کامیابی اور عزت کا پیش خیمہ ہے، فہم کی درستگی چاہتے ہو کاملین کے سامنے ہر ذلت کو گوارہ کرکے کچھ دنوں ان کے پاس رہے۔

خود رو سلیم الفہم میں صلاحیت فیض رسانی کی نہیں ہوتی

ارشاد: جیسے بعض دفعہ مرغی کے انڈے میں سے محض مشین کی گرمی پہنچانے سے بچہ نکل آتا ہے مگر سنا ہے کہ ایسے بچے زندہ نہیں رہتے جلد ختم ہوجاتے ہیں اسی طرح جو لوگ خود رو (بلا صحبت شیخ) سلیم الفہم ہوتے ہیں ان کو اصلاح خلق کی مناسبت تامہ نہیں ہوتی گو فہم کتنا ہی سلیم ہو مگر ان سے فیض نہیں چلتا۔ فیض رسانی کی شان اسی بچہ میں آئے گی، جس نے کچھ دنوں کسی مرغی کے نیچے رہ کر پر و بال نکالے ہوں۔ باقی حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے ادبنی ربی فاحسن تادیبی و علمنی ربی فاحسن

تعلیمی کے سبب تربیت خلق کی حاجت نہیں ہوتی۔

مطلوب کا حصول بقدر ہمت کام پر ہے

ارشاد: یاد رکھو حصول مطلوب کچھ زیادہ کام کرنے پر موقوف نہیں بلکہ بقدر ہمت طلب ہونا چاہئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مریض وضعیف کی چھ رکعتیں قوی کی چھ سو رکعتیں کے برابر ہے، کیونکہ اس کو چھ ہی رکعت کی ہمت ہے اور ثواب دینے والے اللہ تعالیٰ عز شانہٗ ہیں وہ ہر شخص کی حالت اور ہمت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

دل سے اور توجہ سے تھوڑا کام بھی وصول کے لئے کافی ہے

ارشاد: اگر دل سے اور توجہ سے تھوڑا کام بھی ہو تو وہ بے توجہی کے ساتھ زیادہ کام کرنے سے بڑھ کر ہے پس جو زیادہ کام نہ کر سکے وہ تھوڑا ہی کرے مگر وجہ سے کام کرے یہی وصول کے لئے کافی ہے۔

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے   بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

سارے طالبوں کو ایک ہی لکڑی سے مت ہانکو رسمی پیروں کی غلطی

ارشاد: یہ طریقہ غلط ہے کہ سارے طالبوں کو ایک لکڑی سے ہانکا جائے بلکہ اقویا کو ان کے مناسب کام بتلاؤ اور ضعفاء کو تھوڑا بتلاؤ اور اس کی تاکید کرو کہ وہ تھوڑا ہی کام توجہ کے ساتھ کریں انشاء اللہ وہ زیادہ ہی برابر ہو جائے گا۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے اپنے بعض مریدوں کو جو دینوی مشاغل میں زیادہ مشغول تھے صرف اتنا کام بتلایا ہے کہ نماز کے بعد تین دفعہ لا الہ الا اللہ جہراً کہہ لیا کرو۔ اب رسمی پیروں کے یہاں یہ رسم ہوگئی ہے کہ ہر نماز کے بعد یا فجر وعصر کے بعد سارے نمازی مل کر جہراً لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اور اس کا سختی کے ساتھ التزام کرتے ہیں۔ حالانکہ سب کے واسطے بزرگوں نے نہیں کہا تھا بلکہ خاص خاص لوگوں کو بتلایا تھا، مگر جاہلوں نے اس کو حکم عام ہی بنالیا اور التزام کرلیا، اسی واسطے علماء نے اس کو بدعت کہا ہے۔

نظام عالم علماء ہی کے اتباع سے قائم رہ سکتا ہے

ارشاد: عوام کو لازم ہے کہ علوم میں صوفیہ کا اتباع نہ کریں۔ بلکہ علماء اور جمہور کا اتباع کریں کیونکہ یہ لوگ منتظم ہیں۔ نظام شریعت بلکہ نظام عالم علماء ہی کے اتباع سے قائم رہ سکتا ہے۔ یہ علماء منتظم پولیس ہیں کہ مخلوق کے ایمان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنا کام چھوڑ دیں تو صوفی صاحب کو حجرہ سے نکل کر یہ کام کرنا پڑتا اور سارا حال وقال رکھا رہ جاتا کیونکہ اصلاح خلق کا کام فرض کفایہ ہے۔

خدمت کرنے اور لینے کے بعض اصول

ارشاد: خدمت وہی اچھی ہے جس سے بزرگوں کو گرانی نہ ہو، بزرگوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اپنے خدام کے ساتھ ایسی تواضع نہ کریں جس سے ان کو خجلت وکلفت ہو بلکہ بزرگوں کے لئے تو اس کی ضرورت ہے کہ کبھی کبھی خدام سے کہہ دیا کریں کہ جوتے وہاں سے اٹھا کر یہاں رکھ دو۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ مریدوں کو ذلیل کیا کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سے خدام خوش ہوں گے کہ ہم کو اپنا سمجھتے ہیں اور کبھی یہ خدمت بہ نیت اصلاح وتعلیم تواضع کے لینا چاہئے۔

شیخ کے سامنے اپنے کو مٹانا طریق کی شرط اول ہے

ارشاد: افسوس آج کل مبتدی عوام کے سامنے تو اپنے کو کیا مٹاتے یہ تو اپنے کو شیخ کے سامنے بھی نہیں مٹاتے جس کے سامنے اپنے کو پامال کر دینا طریق کی اول شرط ہے مگر یہ اس کے سامنے بھی اپنی فکر اور رائے کو فنا نہیں کرتے۔ خود رائی سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے کو کسی کامل کے ہاتھ میں کالمیت فی ید الغسال سپرد نہ کردو اور حقائق کا انکشاف بھی اسی پر موقوف ہے۔

کامل توجہ الی الخلق میں بھی توجہ الی الحق سے غافل نہیں

ارشاد: کامل توجہ الی الخلق میں بھی توجہ الی اللہ سے غافل نہیں ہوتا، کیونکہ توجہ الی الحق کے دو جز ہیں۔ ایک ذکر دوسرے طاعت۔ اور وہ توجہ الی الخلق میں ان دونوں سے غافل نہیں ہوتے ذکر سے تو اس لئے غافل نہیں ہوتے کہ کوئی کام ان کو یاد محبوب سے نہیں ہٹا سکتا، ہر کام اور ہر حالت میں ان کا دھیان اسی طرح لگا رہتا ہے۔ چنانچہ یہی حالات عارف کی جمعہ کے دن حجامت وغسل وتطییب میں ہوتی ہے۔ وہ یہ سب کام محض محبوب کے لئے کرتا ہے اور عین استغال بھذہ الاعمال کے وقت محبوب کی طرف اس کا دھیان ہوتا ہے، اس کا راز یہ ہے کہ جو چیز اول میں پیوستہ ہو جاتی ہے، اس سے کوئی چیز حاجب و مانع نہیں ہوتی تمہارے دل میں دنیا پیوست ہوگئی ہے اس لئے تم کو ذکر اللہ دنیا کی یاد سے اور اس کے دھیان سے مانع نہیں ہوتا اور اہل اللہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیوستہ ہوگئی ہے۔ ان کو کوئی چیز اور کوئی کام ذکر اللہ سے مانع نہیں ہوتا، یہ تو ذکر کی حالت ہے کہ توجہ الی الخلق میں بھی وہ ذاکر ہوتے ہیں، اور طاعت کی حالت میں یہ ہے کہ وہ ہر کام میں احکام شریعت کی رعایت کرتے ہیں، چنانچہ تبلیغ میں بھی جس میں ظاہراً تعلق مع الخلق ہے اس کی رعایت کرتے ہیں جس سے؛ وہ تعلق مع الحق ہو جاتا ہے، چنانچہ تبلیغ میں وہ

نرمی کرتے ہیں اور درشتی نہیں کرتے، مگر اسی وقت جب تک محبوب کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرے۔

خلوت وجلوت مفیدہ کی شناخت

ارشاد انی لا جھز جیشی و انا فی الصلوٰۃ منافی خشوع وخلوت نہ تھا۔ اور اس کا راز کیا ہے۔ اگر صورۃً خلوت ہو مگر قلب تعلقات میں گرفتار ہو تو اس خلوت کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور اگر مال زر اور کھیتی وتجارت میں بھی دل خدا تعالیٰ کے ساتھ لگا ہوا ہو تو تم جلوت میں خلوت نشیں ہو۔

گر باہمہ چو بامنی بے ہمہ ۔۔۔ ور بے ہمہ چو بے منی باہمہ

پس کم از کم خلوت میں تو ایسی توجہ ہونا چاہئے کہ اس وقت دل خیالات غیر سے پاک ہو ورنہ وہ خلوت خلوت نہ ہوگی بلکہ جلوت ہوگی، البتہ اگر ایسا خیال ہو جس کی اجازت محبوب کی طرف سے ہو یعنی دین کا خیال ہو اور ضرورت کا ہو تو وہ خلوت کے منافی نہیں اس خیال کی نظیر وہ ہے جس کو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ انی لا جھز جیش و انا فی الصلوٰۃ کہ میں نماز میں لشکر کشی کا انتظام کرتا ہوں۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ یہ بھی دین کا کام تھا اور ضروری تھا اور ذکر اللہ و ما والاہ میں داخل تھا اور کثرت مشاغل کی وجہ سے خارج نماز اوقات بعض دفعہ اس کے لئے کافی نہ ہوتے تھے۔ اور نماز میں یکسوئی ہوتی ہے اور تدبیر و انتظام کا کام محتاج یکسوئی تھا اس لئے حضرت عمرؓ نماز میں بضرورت باذن حق یہ کام کر لیتے تھے اور اس لئے منافی خلوت وخشوع نہ تھا۔

نفع متعدی کی شرط استعداد سیاست وتدبیر بھی ہے

ارشاد: نفع متعدی کی اجازت شیخ اس وقت دیتا ہے کہ جب سیاست وتدبیر کا ملکہ بھی مرید میں دیکھ لیتا ہے، کیونکہ امر بالمعروف کے کچھ آداب ہیں جن کے قابل ہر ایک نہیں ہوتا اور جن کے بغیر بالعروف بجائے مفید ہونے کے موجب فتنہ وفساد ہو جاتا ہے

تعلق مع اللہ اصل مقصود ہے اور مرجوعین خلائق کے لئے دستور العمل

ارشاد: تعلق مع اللہ اصل مقصود ہے تو ہم کو زیادہ اہتمام اس کا کرنا چاہئے اور جن کی طرف مخلوق کا رجوع ہو خواہ دین کی غرض سے یا دنیوی غرض سے ان کو تعلق مع الخلق کا وقت منضبط کرنا چاہئے اور باقی وقت خدا کی یاد میں صرف کریں خصوصاً وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے ملازمت وغیرہ سے مستغنی کیا ہے۔ جن کے گھر میں کھانے پینے کا سامان موجود ہے ان کو اس کا اہتمام زیادہ کرنا چاہئے کیونکہ ان کو دوسروں سے زیادہ ذکر حق کا موقع مل رہا ہے

خوشا روزگارے کہ دارد کسے | کہ بازار حرصش نباشد بسے
بقدر ضرورت یسارے بود | کند کارے از مرد کارے بود

مرید کو شیخ کے خانگی معاملات میں نہ پڑنا چاہئے

ارشاد: مشائخ کی وصیت ہے کہ مرید کو شیخ کے خانگی معاملات میں نہ گھسنا چاہئے کیونکہ جو شخص کسی کے خانگی معاملات سے واقف اور ان میں دخیل ہوتا ہے اس کے قلب سے دوسرے کی عظمت کم ہو جاتی ہے اور مشائخ کو یہی مناسب ہے کہ مریدوں کو اپنے خانگی معاملات پر مطلع یا ان میں دخیل نہ کرے کہ اس سے تمام طبائع کو بجائے نفع کے ضرر ہوتا ہے۔

معالجہ نفس میں تسہیل کا طریقہ بتلانا شیخ کے ذمہ نہیں

ارشاد: طریق تسہیل کا بتلانا مصلح کے ذمہ نہیں اگر بتلا دے تو محض تبرع ہے سو طالب کو اپنے مصلح سے اس کے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں اور طالبین کثرت سے اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معالجہ اختیاری میں مشقت سے گھبراتے ہیں اور شیخ سے ایسی تدبیر کی درخواست کرتے ہیں جس میں مشقت نہ ہو۔ مثلاً شیخ نے کہا کہ باوجود تقاضا کے اپنی نظر کو روکو مگر اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ایسی تدبیر بتلائی جائے کہ نفس میں تقاضا ہی نہ ہو حالانکہ تقاضائے شدید نہ ہونا یہ خود موقوف ہے عمل مدید پر تو عمل کو اس پر موقوف رکھنا دور کو جائز رکھنا ہے۔

تعلیم اقتصار بر ضروریات واقعیہ

ارشاد: سالک بلکہ ہر مکلف کو چاہئے کہ اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک مقتصر رکھے اور تزئین اور لذت کے درپے نہ ہو، کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں سو جو اس کے درپے ہوگا اس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہوگی اور جو شخص حاجت پر کفایت کرے گا جس وقت حاجت پوری ہو جائے گی اس کو سکون ہو جائے گا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب تم میں کوئی شخص کسی حسین عورت کو دیکھے گا اور وہ اس کو اچھی طرح معلوم ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی بی بی کے پاس چلا آوے یعنی اس سے ہمبستری کرے۔ اس لئے کہ شرم گاہ دونوں کی جگہ ایک ہی سی ہے اور بیوی کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اس اجنبی عورت کے پاس ہے۔ نیز اس حدیث میں معالجہ نفس کو سہل کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے جو دلیل ہے رسول مقبول ﷺ کے کمال شفقت کی۔ ورنہ اصل علاج تو کف نفس وغض بصر تھا۔

مبتدی کو اغیار سے اخفائے حال چاہئے

ارشاد: مبتدی سالک کو اپنی کوئی حالت یا خواب بجز شیخ کے کسی معتقد یا غیر معتقد سے ہرگز بیان نہ کرنا چاہئے۔

اطاعت شیخ زینہ کامیابی ہے

ارشاد: اگر شیخ سے طریق تربیت میں غلطی بھی ہو جائے جس پر خواہ اس کو محبوبانہ عتاب بھی ہو جائے لیکن پھر بھی مرید کو اس پر عمل کرنے سے نفع ہی ہوگا۔ کیونکہ نفع دینے والے تو حق تعالیٰ ہیں جب وہ طالب کی طلب صادق کو دیکھتے ہیں اور اس کو اپنے ولی کی اطاعت میں پختہ دیکھتے ہیں تو اس کے حال پر کرم فرمادیتے ہیں چاہے شیخ سے غلطی ہی ہو۔ اس راستہ میں اطاعت وانقیاد بڑی چیز ہے، اطاعت شیخ کے ساتھ کسی کو محروم ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور خودرائی کے ساتھ کسی کو کامیاب ہوتے ہوئے نہیں دیکھا

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

حصول نسبت کو اصطلاح میں تکمیل کہتے ہیں

ارشاد: حصول نسبت جس کو اصطلاح میں تکمیل کہتے ہیں۔ اسکو تکمیل کہنا ایسا ہے جیسے طلبہ کی دستار بندی کو تکمیل کہتے ہیں، کیا دستار بندی کے بعد سیر علمی ختم ہو جاتی ہے ہرگز نہیں بلکہ اب تو پہلے سے زیادہ سیر شروع ہوتی ہے۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ راستہ تو اب کھلا ہے اور صحیح سیر تو اب ہوگی۔

اصطلاح میں جذب کے معنیٰ اور اس کی علامت

ارشاد: اصطلاح میں جذب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس سے محبت ہو جائے جس کی علامت یہ ہے کہ سالک پر داعیہ اضطرار غالب ہو جائے اور اس سے کوئی واصل خالی نہیں ہوتا۔

شیخ صاحب تمکین کی علامت

ارشاد: شیخ ساحل رسیدہ اور گرداب طے کردہ وگرگ باراں دیدہ یعنی صاحب تمکین کو راہبر بنانا چاہئے اور جو شیخ خود صاحب تلوین ہو اس سے الگ ہونا چاہئے (مراد اس سے وہ تلوین ہے جو قبل از تمکین ہو اور تمکین کے بعد بھی تلوین پیش آتی ہے مگر وہ مشیخیت میں قادح نہیں) اور علامت ایسے شیخ کی یہ ہے کہ اس کی دو ہی باتوں سے سالک کی تسلی ہو جاتی ہے اور صاحب تلوین تو باتیں بہت بناتا ہے مگر سالک کی ان سے تسلی نہیں ہوتی۔

عدم رجعت واصل کی مثال

ارشاد: وصول بدون جذب کے نہیں ہوتا اور وصول کے بعد اندیشہ ارتداد و رجعت کا نہیں رہتا۔ مولانا رومی نے اس کی مثال یوں دی ہے کہ جیسے بالغ نابالغ نہیں ہوسکتا اور پکا ہوا پھل کچا نہیں ہو سکتا۔

بالغ کی شناخت

ارشاد: طبی بالغ وہ ہے جس سے منی نکلے اور حقیقی بالغ وہ ہے جو منی سے نکل جائے یعنی (خودی و کبر سے)

وصول کا طریق

ارشاد: دو چیزیں ہیں، ان ہی میں لگنے سے سالک کا کام بنتا ہے اور جو بھی پہنچا ہے ان ہی سے پہنچا ہے، وہ باتیں یہ ہیں، ذکر اور اطاعت مگر ان کا طریقہ کسی محقق سے دریافت کرو اپنی رائے سے تجویز نہ کرو، باقی کیفیات و احوال کے درپے نہ ہو، وہ سب ان ہی دو کی باندیاں ہیں۔

بجائے کتابوں کے مطالعہ کے شیخ کا مطالعہ کرنا چاہئے

ارشاد: جب تک محقق مل سکے اس وقت تک کتاب سے سلوک طے نہ کرو۔ کتابیں بھی مفید ہیں مگر وہ شیخ کے لئے ہیں، مرید کو ان کتابوں کا مطالعہ مفید نہیں، اور ان کو مطالعہ کر کے شیخ سے معارضہ کرنا سم قاتل ہے، تمہاری کتاب تو انسان کامل یعنی شیخ ہے، تم کو جو مشکل حل کرنا ہو اسی کے مطالعہ سے حل کرو، ہاں اگر کسی کو شیخ محقق نہ ملے تو پھر کتابوں کا مطالعہ کرو مگر ان کتابوں کا جن میں علوم معاملہ کا بیان و اصلاح نفس کے طریق مذکور ہوں۔ اور جن کتابوں میں علوم مکاشفہ اور اسرار ہوں۔ ان کو ہرگز نہ دیکھا جائے۔

تحصیل جذب کا طریق

ارشاد: طلب کے ساتھ ساتھ عجز و عبدیت کے اظہار سے جذب ہوتا ہے جیسے ہم کسی بچہ کو دور سے دیکھ کر ہاتھ پھیلا دیں کہ ہماری گود میں آجا اور وہ شوق میں دوڑے اور دو قدم دوڑ کر گر پڑے اس وقت ہم دوڑ کر اس کو اٹھا لیتے ہیں۔ اور اگر وہ چلے بھی نہیں تو ہم بھی نہیں لیتے بس یہاں اس کی ضرورت ہے کہ تم اس طویل راستے کے طے کرنے کا قصد کر کے چلو اور گر پڑو (یعنی عجز و عبدیت کا اظہار کرو) پھر حق تعالیٰ خود تم کو اٹھا کر منزل پر پہنچا دیں گے۔

وصول کی حقیقت اور اس کا طریقہ حصول

ارشاد: اپنے اوپر نظر کا نا چھوڑ دو اپنے کو نیست و نابود سمجھو، تکبر کو دماغ سے نکال دو، حق تعالیٰ کے احکام میں منازعت نہ کرو بس واصل ہو گئے۔ اور تجربہ و مشاہدہ ہے کہ خودی و خود بینی محبت ہی سے نکلی ہے اس کے بغیر بہت کم نکلتی ہے اسی لئے عراقی طریق محبت کی تمنا کرتے ہیں۔

صنمارہ قلندر سردار بمن نمائی   کہ دراز دور دیدم رہ ورسم پارسائی

نفس کو آرام کرنے اور سزا دینے کا طریقہ

ارشاد: نفس کے ساتھ بچوں سا معاملہ کرو کہ بچوں سے جب کوئی کام لینا ہوتا ہے تو اول اس کو مٹھائی وغیرہ دے کر بہلاتے ہیں، اگر اس سے بھی نہ مانے تو دھمکی سے کام لیتے ہیں اگر اس سے بھی نہ مانے تو بس دے چپت دے چپت اسی طرح تم بھی نفس کے حظوظ پورا نہ کرو۔ باقی حقوق ادا کرتے رہو، خوب کھلاؤ، پلاؤ، اچھی طرح کام لو، کہ مزدور خوش دل کند کار بیش، ہاں کسی طرح باز نہ آئے تو اب سزا دو مگر خود سزا نہ دو بلکہ کسی کے (یعنی شیخ کے) حوالہ کر دو۔ وہ مناسب سزا تجویز کرے گا۔ ورنہ جولڑکا اپنے ہاتھ پر اپنے چپت مارے گا وہ تو آہستہ مارے گا اور محقق سزا کافی دے گا مگر حقوق نہ تلف کرے گا۔

ذکر متعلقات آں

ذکر میں ضرب کا حکم

ارشاد: طریق خاص ضرب نہ مقصود ہے نہ موقوف علیہ مقصود۔ جس طرح بے تکلف بن جائے کافی ہے۔

فکر سے انس ہو جانا ذکر ہی کی برکت ہے

حال: دل چاہتا ہے کہ ذکر چھوڑ دوں اور بیٹھ کر سوچتا رہوں اور ذکر میں طبیعت کم لگتی ہے۔

ارشاد: یہ جو لکھا ہے کہ ذکر چھوڑ دوں اور بیٹھ کر سوچتا رہوں سو یہ برکت ذکر ہی کی ہے کہ فکر سے انس ہو گیا ہے، ذکر کرنا ہر گز نہ چھوڑنا ورنہ بنائے کے انعدام سے مبنی کا انعدام ہو جائے گا۔ خواہ دل لگے یا نہ لگے، معمولات پر استقامت رکھیں۔

ضعف خود مقتضی تقلیل قیود ہے

ارشاد: مبتدی کو اجازت ہے کہ خواہ آنکھ کھولے ہوئے نماز پڑھے یا بند کرکے، اکثر صراوی یا سوداوی قیود سے متوحش ہوتے ہیں، خصوص جبکہ اس کے ساتھ ضعف بھی منضم ہو جائے اور ضعف مقتضی تکثیر قیود کو نہیں بلکہ مقتضی تقلیل قیود کو ہے۔ قیود سے جو اصل مقصود ہے تاثر خود وہی کام ضعف دیتا ہے۔

معمول سے زائد ذکر کا حکم

ارشاد: اگر معمول سے زیادہ ذکر کو طبیعت چاہے تو کرے لیکن اس زائد کو لازم نہ سمجھے اور جب بعد چندے امید دوام ہو جائے التزام کرلے۔

ذکر میں بار و مشقت خود نافع ہے

حال: ذکر طبیعت پر بہت بار معلوم ہوتا ہے جب کرنے بیٹھے جی گھبرا اٹھتا ہے۔ ارشاد: بار ایک مشقت ہے مشقت میں اگر جی نہ لگے تو سمجھ لو کہ خود مشقت بھی نفع میں جی لگنے سے کم نہیں جس طرح سے بھی ہو حتی الوسع پورا کرلیا کیجئے شدہ شدہ سب دشواری مبدل بآسانی ہو جائے گی۔

ندامت مافات بھی مانع حرمان ہے

حال ایک مرض جو کہ سب سے بڑھ کر ہے وہ کم ہمتی ہے کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہوتا۔ ارشاد: جتنا بھی ہو جائے وہ بھی بے کئے ہوئے ندامت سے مل کر محروم نہ رہنے دے گا۔

فرحت خود رحمت کی لونڈی ہے

حال: کچھ ذکر و تلاوت تو کرنے لگا ہوں، تہجد بھی بعد عشاء جاری ہے لیکن ہنوز قلب میں فرحت پیدا نہیں ہوئی۔ ارشاد: رحمت تو پیدا ہوگئی ہے جو رہبری کر رہی ہے۔ فرحت خود اس کی لونڈی ہے، اپنی باری میں وہ بھی حاضر ہو جائے گی۔

ذکر میں وضو کا حکم

ارشاد: باوضو ذکر کرنے سے برکت زیادہ ضروری ہوتی ہے لیکن وضو رکھنا ضروری نہیں اس لئے اگر کسی کا وضو نہ ٹھہرتا ہو اور بار بار وضو کرنے سے تکلیف ہو تو تیمم کرلیا کرے مگر اس تیمم سے نماز و مس مصحف جائز نہیں۔

نماز سے جی چرانے کا علاج

حال: نماز پڑھنے میں جی بہت چراتا ہے۔ ارشاد: اس کا تو کچھ حرج نہیں مگر جی چرانے پر عمل نہ کیا جائے، نفس کی مخالفت کر کے نماز کو اہتمام سے پڑھا جائے اور کچھ نوافل بھی معمول کرلیا جائے جتنے میں کسی ضروری کام کا حرج نہ ہو۔

دفع تشتت کا طریقہ ذکر میں

ارشاد: کتابوں میں بوقت ذکر نفی و اثبات ملاحظہ مفہوم **لا معبود الا اللہ یا لا محبوب الا اللہ یا لاموجود الا اللہ** تحریر ہے لیکن میں اس لئے نہیں بتلایا کرتا کہ اس سے اکثر تشتت ہوتا ہے اور جو اس میں مصلحت رکھی گئی تھی وہ اس تشتت کے مقابلے میں ضعیف ہے۔

تصور بوقت ذکر

ارشاد: تسبیح کے وقت اولیٰ تو تصور کا مذکور کا ہے یعنی حق تعالیٰ کا لیکن اگر یہ خیال نہ جمے تو پھر ذکر کا اس طرح سے کہ یہ قلب سے ادا ہو رہا ہے۔

ذکر بروقت اذان

ارشاد: اذان ہوتے ہوئے ذکر سے رک جانا اولیٰ ہے۔

نماز سے بے رغبتی کا علاج

حال: آج کل عبادات خصوصاً نماز سے بے رغبتی ہو جاتی ہے اور سخت آ سکت گھیرتی ہے۔ ایک آدھی بار قضا بھی ہو جاتی ہے۔ ارشاد: یہی صورت ہے کہ اولاً تکلف سے اس کام کو کیا جائے بعد چندے سہولت ہو جاتی ہے نیز اس کی اعانت کے لئے اپنے نفس پر کوئی جرمانہ نقد جو نہ بہت سہل ہو نہ گراں مقرر کیا جائے یا کچھ نوافل ایسی تعداد میں کہ نہ بہت سہل ہوں نہ بہت گراں اپنے ذمہ لازم کی جائیں۔

ذکر نزد مصلی کا حکم

ارشاد: کوئی اگر پاس نماز پڑھتا ہو تو اتنا جہر نہ کرے کہ مصلی کو تشویش ہو یا دوسری جگہ چلا جائے۔

طریقہ ترتیل حافظ کے لئے۔

حال ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتا ہوں تو ازبر پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور میں حافظ ہوں۔

ارشاد: معمول تو حسب عادت پڑھتے رہئے کیونکہ اس قدر جلد تغیر مشکل ہے اور تغیر تک ناغہ نامناسب ہے البتہ روزانہ ایک پارہ یا کم خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے اگر از بر نہ پڑھا جائے تو قرآن پاس رکھ لیا اور از بر شروع کیا اور جہاں شبہ ہوا دیکھ لیا امید ہے کہ پندرہ روز میں اصلاح ہو جائے گی۔

ذکر میں عدم لذت انفع ہے

ارشاد: ذکر میں لطف ولذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے جس کا نام مجاہدہ ہے یہ اول انفع ہے گو الذ نہ ہو

موقوف علیہ آثار ذکر

ارشاد: ذکر کا اثر موقوف ہے تقلیل کلام تقلیل اختلاط مع الانام وقلت التفات الی التعلقات پر ان چیزوں کے حصول کے لئے مواعظ کا مطالعہ اور مثنوی کا (گو سمجھ میں نہ آئے) کرنا چاہئے۔

طریقہ حصول جمعیت

ارشاد: اعمال کا انضباط اور ان پر مداومت چاہئے خواہ کچھ کیفیت ہو یا نہ ہو اس لئے ضروری ہے کہ بیٹھ کر بھی کچھ معمول زیادہ مقدر میں رکھا جائے یہی طریقہ جمعیت حاصل ہونے کا ہے۔

ذکر وشغل میں تصور الی السماء کا حکم

ارشاد: ذکر وشغل، تلاوت میں تصور حق تعالیٰ کی جانب بلا تکلف آسمان کی جانب بند ہے تو اس کے دفع کرنے کا قصد بالکل نہ کریں، یہ تصور فطری ہے دفع نہیں ہو سکتا اور کوئی اس سے خالی نہیں۔ لیکن بالقصد ایسا نہ کریں۔

ذکر ونماز میں گدگدی قلب کی علامت بسط کی ہے

ارشاد: ذکر ونماز میں اگر قلب میں گدگدی معلوم ہو تو یہ حالت بسط ہے۔ ذکر میں تو اگر ضبط نہ ہو سکے تو ضبط نہ کرے لیکن نماز میں ضبط رکھے۔

نماز کے اندر نہ ذکر لسانی چاہئے نہ قلبی

ارشاد: نماز میں نہ ذکر لسانی کرے نہ قلبی، خود توجہ الی الصلوٰۃ اس میں مطلوب ہے قلب جاری ہونا کوئی اصطلاح فن کی نہیں مطلوب ذکر میں ملکہ یادداشت ہے خواہ اس کا کچھ ہی نام ہو۔

معمولات کی زیادتی رمضان میں خلاف دوام نہیں

ارشاد: اگر کوئی رمضان شریف تک کے لئے اپنے معمولات بڑھا لے اور آئندہ دوام کی امید نہ ہو تو یہ خلاف دوام نہیں۔ کیونکہ اول ہی سے دوام کا قصد نہیں، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال رمضان میں زیادہ ہو جاتے تھے۔

ضعیف کا عمل قلیل بھی وصول مقصود کے لئے کافی ہے

ارشاد: قوی کے عمل کثیر میں جو اثر ہے ضعیف کے عمل قلیل میں وہی اثر ہے۔ ضعیف کو اسی عمل قلیل سے بھی انشاء اللہ مقصود کے لئے کافی ہے۔

جی لگنے کا قصد وانتظار نہ کرنا۔

توجہ مداومت اختیاری میں کوتاہی نہ کرنا حصول مقصود کے لئے کافی ہے۔

ارشاد: کسی خاص وظیفہ میں یہ کوئی خاص اثر نہیں کہ اس سے عبادت میں جی لگنے لگے اس طرح اس کی اور کوئی تدبیر بھی نہیں اس واسطے محققین کی تعلیم ہے کہ اسکا (یعنی جی لگنے کا) نہ قصد کرے نہ انتظار کرے کام میں لگا رہے اور جتنی توجہ اور مداومت اختیار میں ہے اس میں کوتاہی نہ کرے بس اسی پر تمام برکات مرتب ہو جاتے ہیں۔ جو اس وقت سمجھ میں بھی نہیں آسکتے بعد ترتب نظر آ جائیں گے۔

اضافہ معمول بقدر تحمل ونشاط چاہئے

ارشاد: اگر ذاکر کا دل کسی روز معمول سے زیادہ ذکر کرنے کو چاہے تو التزام تو اتنا ہی رکھیں جتنا معمول ہے لیکن حسب نشاط بقدر تحمل اضافہ کر لینا مضائقہ نہیں۔

بال بچوں کے ساتھ گھر رہ کر ذکر نہ ہوتا ہو تو اس کا علاج

ارشاد: اگر بال بچوں کے ساتھ گھر رہ کر ذکر نہ ہوتا ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ بالقصد ایسا اہتمام کرے کہ اگر گھر کے علاوہ دوسری جگہ میسر ہو تب بھی گھر ہی میں ذکر کرے، رائضین کا معمول ہے کہ گھوڑا جس چیز سے چمکتا ہو اس سے دور کرنے کا اہتمام نہیں کرتے کہ ہمیشہ کی مصیبت ہے بلکہ اسی چیز کے سامنے آنے اور دیکھنے کا خوگر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ چمک نکل جاتی ہے۔ البتہ جس جگہ امر مانع ایسا ہو کہ اس سے ملابست کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہاں اسلم یہی ہے کہ اس مانع سے مباعدت اختیار کی جائے خوب سمجھ لو۔

مفید ترین ذکر

ارشاد: زیادہ قرب لا الہ اللہ میں ہے کہ یہ ماثور ہے۔ اور دوسرے اذکار الا اللہ یا اللہ اللہ مصلحت یکسوئی کے لئے تجویز ہوتے ہیں۔ واقعی تجربہ سے ذکر ماثور ادفق بالطبائع ہے اور اس لئے انفع بھی ہے۔

شغل کی حد

ارشاد: اگر ذکر میں دل لگ جائے تو شغل کی غرض حاصل ہو گئی شغل کی حاجت نہیں۔ اسی لئے ذکر توجہ کے ساتھ صاحب نسبت کے لئے شغل سے مغنی ہے۔

مبتدی کو ذکر اور منتہی کو تلاوت

ارشاد: مبتدی کے لئے ذکر سے زیادہ شغف مناسب ہے منتہی کے لئے تلاوت ہے

ثبوت جواز تہجد در اول شب

ارشاد: فی الدر المختار وصلوٰۃ اللیل الی قولہ ولو جعلہ ثلاثاً فالا وسط افضل واَوْ نصافاً فالاخر افضل فی رد المختار. وروی الطبرانی مرفوعاً لا بد من صلوٰۃ بلیل ولو حلب شاۃ وما کان بعد صلوٰۃ العشاء فھو من اللیل و ھذا یفیدان ھذہ السنۃ تحصل بالتنفل بعد صلوٰۃ العشاء قبل النوم ج نبراص ۱۵ے اوسط و اخیر کے افضل ہونے سے بھی اول شب میں جواز مفہوم ہوا اور طبرانی کی روایت میں اس کی صاف تصریح ہے اگر کسی کو افضل کی ہمت نہ ہو محض ترک سے جائز ہی پر عمل کر لینا احسن ہے اسی طرح بیداری کا اگر تیقن نہ ہو بعد عشاء سب معمولات کو ادا کر لینا احسن ہے

استغفار و ندامت کی ضرورت

ارشاد: اگر بوجہ کثرت کاروبار کے معمولات و اوراد پورا نہ کر سکے تو جتنا ہو سکے کرتا رہے جو کمی رہ جائے استغفارؔ و ندامت سے اس کی تلافی کرے کام بنانے کے لئے کافی ہے

تمکین کی تعریف اور اس کے حصول کا طریقہ

ارشاد: ذاکر کو انقلابات احوال و کیفیات سے بالکل قطع کرنا چاہئے، مقصود دو امر کو رکھنا چاہئے، دوام اطاعت و کثرت ذکر استقامت کے ساتھ اس طرح مشغول رہنے سے حسب استعداد اخیر

میں مناسب حالت محمود پر قرار ہوجاتا ہے۔ جس کو اصطلاح تصوف میں تمکین کہتے ہیں۔

ورد کا اصلی مقصود عبدیت ہے

ارشاد: ورد سے جو اصلی مقصود ہے وہ خود مرض میں بھی حاصل ہے یعنی عبدیت ہے۔

نفع کے لئے قصد کی ضرورت ہے

ارشاد: صرف دل سے ذکر کرنا بھی نافع ہے جب بقصد ہو، ورنہ بلا قصد نفع مقصود حاصل نہیں ہوتا قلب اور زبان دونوں کو جمع کرنا زیادہ نافع ہے۔

پریشانی کے وجوہ اور اس کے دفعیہ کا طریقہ

ارشاد: دل نہ لگنے کی بہت سی صورتیں ہیں کبھی تو کسی کام کے تعلق کی وجہ سے پریشانی ہوجاتی ہے کبھی کسی عضو میں کچھ مرض ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے دل کی بھی پریشانی ہوجاتی ہے کبھی بھوک کبھی گناہ کا ارتکاب۔ ان اسباب میں جس کا دفعیہ اختیار میں ہو۔ اسے تو دفع کر کے ذکر میں مشغول ہو، بھوک ہو کھانا میسر ہو کھالے، تعلق اگر ناجائز ہے تو چھوڑ دے پھر ذکر میں مشغول ہو اگر اس پر بھی دل نہ لگے تو کچھ پرواہ نہ کرے ذکر کو مقصود سمجھ کر پورا کرلے۔ انشاء اللہ ذکر کی برکت سے حالت کی اصلاح ہوجائے گی۔

طبیعت کا گھبرانا بھی عذر ہے تخفیف تلاوت کے لئے

ارشاد: ذکر و تلاوت میں جب طبیعت زیادہ گھبرانے لگے جلدی ختم کر دیا جائے یہ عذر ہے اور عذر میں احکام کی تخفیف ہوجاتی ہے۔

اذان کا جواب مخل ذکر نہیں

ارشاد: ذکر کی حالت میں اگر اذان ہونے لگے تو ذکر کو موقوف کر کے جواب ہی دینا زیادہ مناسب ہے اور اس کو مخل ذکر نہ سمجھا جائے سنن کی برکت سے ذکر کا معدن منور ہوتا ہے اور اس سے ذکر میں زیادہ اعانت ہوتی ہے۔

کثرت ذکر و اصلاح اعمال رکن طریق ہیں۔

ارشاد: اس طریق میں دو چیزیں ہیں کثرت ذکر اور اصلاح اعمال سو کثرت ذکر تو حالت طالب علمی میں مناسب نہیں اور جو مقصود ہے کثرت ذکر سے وہ ان کو مشغولی علم سے حاصل ہوجاتا ہے بشرط تقویٰ باقی رہا اصلاح اعمال وہ ہر حال میں فرض ہے اور طالب علمی کی حالت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں سو اس

کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے اس کی ترتیب یہ ہے کہ اول قصد السبیل کو دو بار بغور مطالعہ کر کے اس سے جو حاصل طریق کا ذہن میں آوے اس سے اطلاع دے، پھر طریقہ اصلاح کا پوچھے۔

تبدیل معمولات میں تعجیل مناسب نہیں

مدت کے بعد معمول میں دوام کی برکت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے تبدیل تعجیل نہ کی جائے۔

درود کا حکم

ارشاد: حضور کا نام سن کر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ایک مجلس میں ایک ہی بار فرض ہے اس کے بعد پچاس دفعہ بھی آپ ﷺ کا نام مبارک زبان پر آئے یا کان میں پڑے تو بار بار درود فرض نہیں۔ ہاں محبت کا مقتضا یہ ہے کہ ہر بار صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔

درود اپنے جذبات کے مطابق ہے

ارشاد: حضور محسن ہیں، اور سب سے بڑے محسن ہیں یہ جان کر خود بخود تقاضا ہوگا کہ حضورؐ کے احسان کا بدلہ کریں جس کا اقل درجہ یہ ہے کہ کم از کم آپ کو دعا دیں پس حضور ﷺ پر درود بھیجنے میں ہم حضور ﷺ پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ اپنے جذبہ شکر کو پورا کرتے ہیں مگر اس پر ثواب کا بھی وعدہ ہے۔ تاکہ ثواب کو سن کر اور زیادہ سہولت ہو جائے۔

درود حق اللہ اور حق العبد دونوں ہے

ارشاد: درود جیسا حق اللہ ہے ویسا ہی حق العبد بھی ہے۔ اسی واسطے اس میں کوتاہی کرنے کا گناہ صرف توبہ کرنے سے معاف نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی تلافی توبہ کے ساتھ حضور کو خوش کرنے سے ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ کوتاہی ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرے اور آئندہ درود کی خوب کثرت کرے یہاں تک کہ دل گواہی دے کہ حضور ﷺ خوش ہو گئے ہوں گے۔

درود ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی

ارشاد: درود ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی کیونکہ یہ حضور ﷺ کے لئے درخواست رحمت ہے۔ اور حضور حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے جو درخواست کی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم بادشاہ سے شاہزادہ کے متعلق ایسی بات کی سفارش کریں جو بادشاہ خود اس کے لئے کرنے والا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی سفارش کیوں رد ہوگی۔

علامت مقبولیت ذکر

ارشاد: ذکر اللہ سے اگر شوق میں ترقی اور حب الٰہی میں زیادتی ہو تو سمجھ لو کہ ذکر مقبول ہے۔

ذکر کا مقصود اصلی

ارشاد: ذکر اس واسطے مقصود نہیں کہ اس پر کیفیات و حالات کا ترتب ہو بلکہ محض اس لئے مقصود ہے کہ بندہ کے ذکر سے حق تعالیٰ اس کو یاد کرتے ہیں، عاشق کے لئے کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ محبوب اس کو یاد کرے۔

ذکر اللہ مقلل غذا ہے

ارشاد: صوفیہ کے واقعات اس پر شاہد عدل ہیں کہ ذکر اللہ ان کی غذا بن جاتا ہے۔ اور غذائے جسمانی کا کام دیتا ہے۔ اور مشاہدہ ہے کہ ذکر اللہ کرنے والے کی غذائے جسمانی کم ہو جاتی ہے یعنی ذکر اللہ میں مشغول ہونے سے پہلے جس قدر اس کی غذا تھی اس سے کم ہو جائے گی۔

ابتدائے میں توجہ الی اللہ کا طریقہ

ارشاد: توجہ الی اللہ کا طریقہ ابتداء یہی ہے کہ توجہ الی الاسم کی جائے۔

زبان کا ذکر سے بند ہو جانا کبھی غایت قرب کی وجہ سے ہوتا ہے

ارشاد: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غایت قرب کی وجہ سے زبان ذکر سے بند ہو جاتی ہے اس لئے نزع کی حالت میں کوئی مسلمان اگر کلمہ نہ پڑھے تو اس سے بدگمان نہ ہونا چاہئے ممکن ہے کہ اس کی وجہ غایت قرب ہو۔

عشاق ہر وقت نماز میں ہیں

ارشاد: عشاق نماز کے بعد دوسری نماز کی فکر و انتظار میں بیتاب رہتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ نماز کے انتظار میں لگا رہنے والا نماز ہی میں ہے اس لئے عشاق ہر وقت نماز میں ہی ہیں۔

عمل شوق باقی رکھ کر کرو

ارشاد: ان اللہ لا یمل حتی تملوا یعنی عمل شوق باقی رکھ کر کرو۔ اتنا عمل نہ کرو کہ سارا شوق ایک دم ہی سے پورا کر لو۔ عبادت تحمل کے موافق کرو، تحمل سے زیادہ نہ کرو۔

نماز سے عبدیت اور ذکر اللہ سے محبت حق پیدا کرنے کا طریقہ

ارشاد: نماز پڑھتے ہوئے یہ ارادہ ہو کہ ہم نماز اس واسطے پڑھتے ہیں تا کہ عبدیت پیدا ہو، ذکر اللہ اس واسطے کرتے ہیں کہ محبت حق پیدا ہو، تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ قصد اثر سے جو عمل کیا جائے گا، وہ ضرور موثر و نافع ہوگا خواہ اس میں یکسوئی حاصل ہو یا نہ ہو۔ دل لگے یا نہ لگے وساوس آئیں یا نہ آئیں۔

مداومت ومواظبت کے معنیٰ

ارشاد: مداومت ومواظبت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہر وقت اس میں لگا رہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو وقت جس وقت عمل کا مقرر ہے اس وقت وہ عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہی بڑی دولت ہے

ارشاد: اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہی بڑی دولت ہے یہ دولت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی، ایک صورت قہر نازل ہونے کی یہ ہے کہ خدا کا نام لینے کی توفیق سلب ہو جائے۔

دوبارہ توفیق طاعت دلیل قبول طاعت سابق کی ہے

ارشاد: جس طاعت کے ایک دفعہ کرنے کے بعد دوبارہ اس کی توفیق ہو جائے تو سمجھو کہ پہلی طاعت قبول ہو چکی ہے، یہ علامت قبول ہے اور گو یہ استنباط قطعی نہیں۔ مگر ظاہر عادۃ اللہ اور وسعت رحمت اسی کو مقتضی ہے پس تغلیب رجاء میں یہ بہت نافع ہے جو کہ شرعاً مامور بہ ہے لا یموت احدکم الا وھو یحسن الظن بہ۔ ترجمہ: تم میں سے کسی کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ سے حسن ظن رکھتا ہو۔

اللہ کی یاد کو اپنا مقصود اصلی بنالو۔

ارشاد: اللہ ورسول کا مقصود ہے کہ تم اللہ کی یاد کو اپنا اصلی کام بنالو اور سب کاموں کو تابع بناؤ، حدیث میں ہے لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ اگر زبان سے ہر وقت اللہ اللہ یاد کرنا یاد نہ رہے تو تسبیح یاد میں رکھو اور ریا کا خوف نہ کرو۔ کیونکہ ریا وہ ہے جو قصد وارادہ سے ہو، اور بلا قصد وسوسہ ریا ہے اور وسوسہ ریا نہیں۔

ذکر ریائی ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے جو پل صراط سے پار کردے گا

ارشاد: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص ریا سے ذکر کرتا ہے، فرمایا وہ تجھ سے اچھا ہے۔ اس کا بھی ذکر ریائی ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ بن کر اسے پل صراط سے پار کردے گا۔ اور تیرے پاس تو ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی نہیں۔

مبتدی کو تکثیر ذکر اولیٰ ہے تکثیر نوافل وکثرت تلاوت سے

ارشاد: آج کل مبتدی کو تکثیر نوافل سے یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ نماز میں متفرق افعال ہیں جن سے مبتدی کو تشتت ہوتا ہے اور ذکر میں ایک ہی چیز ہے اس میں مبتدی کو جلدی یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے۔ پس صوفیہ تکثیر ذکر کی تعلیم کر کے مبتدی کو تکثیر صلوٰۃ کے قابل بناتے ہیں چنانچہ انتہا میں بجائے ذکر وشغل کے تکثیر نوافل اور کثرت تلاوت رہ جاتا ہے۔

ذکر حقیقی کا معیار

ارشاد: ذکر حقیقی اور ہے اور صورت ذکر اور ہے ذکر حقیقی سارے معاصی سے بچنے اور تمام اوامر کے بجالانے کو مستلزم ہے۔

ذکر قلبی کی تحقیق

ارشاد: متاخرین صوفیہ نے محض ذکر قلبی تجویز کیا ہے وہ بہت اچھی چیز ہے مگر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتا۔ بلکہ کچھ دیر کے بعد دل ادھر ادھر چلا جاتا ہے۔ اور ذاکر یہ سمجھتا ہے کہ میں ذکر میں مشغول ہوں اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ذکر لسان سے بھی کرنا چاہئے اور اسی میں توجہ قلبی رکھنا چاہئے اگر کچھ دیر میں ذکر قلبی نہ رہے گا، تو ذکر لسانی تو باقی رہے گا اور وقت ضائع نہ ہوگا۔ خصوصاً میری اس تحقیق کے بعد کہ جو عمل خالص نیت سے شروع ہو اس کی برکت وانوار مستمر رہتے ہیں گو وہ بہت مستحضر نہ رہے اور گو توجہ باقی نہ رہے۔

ذکر کے درجات

ارشاد: ذکر کا ایک درجہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کو یاد کرو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ بواسطہ نام کے ذات کو یاد کرو۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نام کا واسطہ بھی نہ رہے محض ذات کے ذکر پر قادر ہو جائے۔

ذکر کی حقیقت

ارشاد: معاصی سے جو چیز روکے وہ ذکر اللہ ہی ہے چنانچہ جنت اور دوزخ کی یاد اگر معاصی سے روکے وہ بھی ذکر اللہ ہے اسی طرح مراقبہ اگر ذات معاصی سے روکے ذکر اللہ ہے۔

قلب ذاکر مثل تعویذ ملفوف کے ہے اس لئے پاخانہ میں ذکر قلبی جائز ہے۔

ارشاد: پاخانہ میں دل سے خدا تعالیٰ کی یاد کرنا ہی ذکر حقیقی ہے ممنوع نہیں کیونکہ قلب پاخانہ نہیں ہے چنانچہ صوفیہ کا قول ہے کہ لطیفہ قلب جسم سے باہر ہے۔ وہ دوسرے عالم میں ہے اور اگر کوئی اس تحقیق کو نہ مانے تو وہ کیوں کہہ لے کہ قلب ذاکر مثل تعویذ ملفوف کے ہے، اور تعویذ ملفوف کو پاخانہ میں لے جانا جائز ہے اور گو زبان بھی ملفوظ ہے۔ مگر زبان سے ذکر جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ لبوں اور دانتوں کو حرکت ہو اور جب دندان کی حرکت ہوگی تو زبان مستور نہ رہے گی

ذکر نا جائز کب ہو جاتا ہے

ارشاد: اگر ذکر سے کسی کو تکلیف ہونے لگے کہ نہ زبان سے ذکر کر سکے نہ دھیان سے جیسا کہ امراض جسمانیہ میں ایسا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ضعف دماغ کی وجہ سے دھیان سے تکلیف ہو جاتی ہے تو اس شخص کو اس حالت میں ذکر جائز نہیں تا کہ ذکر سے نفرت نہ ہو جائے۔

ذکر میں قیود وزوائد کا اہتمام عمل سے زیادہ نہ چاہئے

ارشاد: ایک صاحب نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو مجھ سے فرمایا کہ ذکر نفی و اثبات کر کے دکھلاؤ تو میں نے لا الہ الا اللہ میں مد اور رتی عنق الیمین کر کے باقاعدہ ادا کیا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اتنی دیر میں تو تم کئی دفعہ ذکر کر سکتے تھے جس سے ترقی زیادہ ہوتی ہے، ایک بار میں اتنی دیر کر کے کیوں نقصان کیا، اس کے جواب میں حضرت مولانا مدظلہ العالی نے فرمایا کہ یہ بالکل وہی مذاق ہے جس کو میں اکثر ظاہر کیا کرتا ہوں کہ عمل مقصود ہے اور یہ سب قیود وزوائد ہیں جن کا اہتمام عمل سے زیادہ نہ چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کی وجہ

ارشاد: طاعات کے یاد کرنے سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، تا کہ شکر سے تعلق منعم قوی ہو، جب یہ مقصود حاصل ہو گیا تو اب قصداً طاعات کو بھی یاد نہ کرے ورنہ عجب و کبر پیدا ہو

جائے گا۔انبیاء علیہم السلام کا کمال یہ ہی تھا کہ وہ اللہ کی یاد کو مقصود و بالذات بناتے تھے۔ذکر طاعات کو مقصود نہ بناتے تھے اور یہی حکمت ہے آپ کے سہو کی کہ حضور ﷺ کو جو سہو ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے توجہ کامل کرنے سے ہوا کہ اس وقت آپ کی توجہ نماز کی طرف نہ تھی بلکہ نماز سے اعلیٰ کی طرف تھی یعنی حق تعالیٰ کی طرف۔

ذکر میں کسل کی وجہ سے نیند کا علاج

ارشاد: جو شخص رات بھر سوتا رہے پھر بھی اس کو ذکر میں نیند آئے تو اس نیند کا منشاء کسل ہے اس کو چاہئے کہ جب نیند کا غلبہ ہو ایک سیاہ مرچ چبالے یہ مقوی دماغ بھی ہے اس لئے مضر نہ ہوگا۔

تنگ وقت میں نماز کا طریقہ

ارشاد: نماز کا وقت تنگ ہو گیا تو لازم ہے کہ فرائض و واجبات پر اکتفا کیا جائے اور سنن کو حذف کیا جائے، اس وقت اختصار ہی مطلوب ہے بہت لوگ طلوع آفتاب سے پہلے اٹھ جاتے ہیں۔ مگر علم نہ ہونے کی وجہ سے نماز قضا کر دیتے ہیں۔ان کی تو نیت ہی دیر میں بندھتی ہے کہ جاننے والا اس میں ایک رکعت پڑھ لے۔

دوستوں کی دل جوئی بھی عبادت ہے

ارشاد: عبادت صرف نفلیں ہی پڑھنے کا نام نہیں ہے دوستوں کی دلجوئی اور ان کے ساتھ باتیں کرنا بھی عبادت ہے

جمعہ وعید میں عطر لگانے کی نیت

ارشاد: جمعہ وعید کے دن عطر اس نیت سے لگانا کہ ہم اللہ میاں کو اچھے لگیں، عین عبادت ہے۔ من تطیب للہ فلہ اجرہ.

مقدار عبادت میں افراط اور تفریط دونوں معیوب ہیں

ارشاد: عبادت اتنی کرنی چاہئے جس میں کچھ مشقت بھی ہو گو اس قدر زیادہ نہ ہو جو تحمل سے زیادہ ہو جس سے دل اکتا جائے بلکہ امامت میں تو مقتدیوں کے لحاظ سے اختصار کریں اور تنہا ذرا کسی قدر تطویل کیا کریں ہاں اتنی تطویل نہ کریں جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔جس کو نباہ نہ سکیں۔غرض نہ انقد ہو نہ احمد ہو (انقد اختصار ہے الحمد اور قل ہو اللہ کا جس میں الحمد کا تو الف لے لیا گیا اور الضالین کا نون اور قل ہوا

اللہ کا قاف اور احد کی دال اور انحد میں ان نفی کا کلمہ ہے یعنی بے حد، غرضیکہ افراط وتفریط دونوں معیوب ہیں۔

رسوخ وپختگی کے حصول کا طریقہ

ارشاد: رسوخ وپختگی کے لئے ضرورت ہے کہ ہر گز کسی وقت بے فکر نہ ہو، اوقات اور نفس کی نگرانی رکھیں۔

ذکر وصلوٰۃ کو رضا وقرب میں زیادہ دخل ہے

ارشاد: جو مقصود اصلی ہے یعنی رضا وقرب اس کے حصول میں ذکر وصلوٰۃ کو زیادہ دخل ہے بہ نسبت مطالعہ کتب کے۔ مطالعہ کتب مقصود بالغیر ہے گولذت مطالعہ ہی میں زیادہ ہو۔ اور ذکر صلوٰۃ مقصود ہے، مقصود بالغیر بقدر ضرورت ہونا چاہئے اور مقصود بالذات مستقلاً یہ ساری خرابی شوق اور ذوق کے مقصود کو سمجھنے کی ہے اور یہی غلطی ہے ظاہر ہے کہ چٹنی میں جتنا لطف ہے غذا میں نہیں، مگر جزو بدن و بدل ما یتحلل غذا ہی بنتی ہے۔

فکر اور ذکر استغراق سے افضل ہیں۔

ارشاد: فکر مقصود بالغیر ہے اور ذکر مقصود بالذات ہے، یہ دونوں استغراق سے افضل ہیں، اس لئے استغراق میں ترقی نہیں اور ان میں ترقی ہے۔

ذکر بالجہر کی اجازت تہجد میں کب ہے

ارشاد: جو جاگنا نہ چاہے تہجد کے لئے اس کے پاس ذکر بالجہر نہ کریں اور جو جاگنا چاہتے ہوں ان کے پاس ذکر بالجہر کی اجازت ہے۔

درود نہ پڑھنے پر حضور ﷺ کی خفگی کی وجہ

ارشاد: جو حضور ﷺ کا نام مبارک سن کا درود نہ پڑھے آپ نے اس شخص کو بد دعا دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے نام پر درود نہ پڑھنے سے چونکہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اس شخص پر ہوتا ہے اس لئے آپ نے امت کو خدا تعالیٰ کے غضب سے بچایا ہے۔ پس وجہ اس بد دعا کی شفقت ہے نہ کہ خود غرضی

مقاصد میں تو مشقت موجب اجر ہے اور طریق میں نہیں

ارشاد: مقاصد میں تو مشقت موجب اجر ہے اور طریق میں نہیں۔ مثلاً ذکر مقصود ہے تو نفس

ذکر میں جو مشقت ہو جیسے دو ہزار کی جگہ چار ہزار دفعہ ذکر کیا جائے یہ مشقت موجب اجر ہے اور ایک مشقت یہ ہے کہ خاص آواز اور خاص ہیئت سے ذکر کیا جائے، سو یہ محض طریق ہے اس میں مشقت باعث اجر نہیں۔

ذکر میں جہر کا ثبوت اور مصالح

ارشاد: اگر مقصود نفس ذکر ہو اور جہر اعتدال سے ہو اور یہ مصلحت دفع خواطر و حصول جمعیت و سکون قلب ہو تو وہ بدعت نہیں بلکہ ایسا جہر شریعت سے ماذون فیہ بلکہ حدیث میں وارد ہے چنانچہ حدیث **تعجرون الی بالدعاء** سے جہر کا ثبوت ہو رہا ہے۔

اسم ذات کا مقصود مدلول کا رسوخ فی القلب ہے اس لئے بحکم ذکر ہے

ارشاد: محققین صوفیہ نے اس راز کو سمجھا کہ اللہ اللہ کرنا گو ذکر نہیں مگر مقصود کے لئے تیار ہوتا ہے اس واسطے بحکم ذکر ضرور ہے اور اصلی مقصود اس ذکر سے اس کے مدلول کا رسوخ فی القلب ہے اور قاعدہ ہے کہ رسوخ کے لئے تکرار موثر ہوتا ہے اور اس کیلئے تجربہ کافی ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ رسوخ کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ طریقہ سنت سے ثابت ہو۔

ذکر میں صدق و خلوص کا طریقہ

ارشاد: محققین کا قول ہے کہ حق تعالیٰ کے صفات و کمالات خود ایسے ہیں کہ اس کا کمال اس کو مقتضی ہے کہ ان کی طرف توجہ کی جائے اور ان کی یاد دل میں بسائی جائے کسی وقت ان سے غافل نہ ہو، اگر چہ وہ ہماری طرف توجہ بھی نہ فرمائیں، اگر چہ ہمارے ذکر پر کوئی ثمرہ عاجلہ مرتب نہ ہو چہ جائیکہ ایک دوسرا مقتضی بھی موجود ہے، یعنی ان کا بندہ کی طرف توجہ فرمانا چنانچہ ارشاد ہے **فاذکرو نی اذکرکم من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الخ** بلکہ بغیر تمہاری توجہ کے توجہ فرماتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے **ان لربکم فی دھرکم نفحات (توجہات) الا فتعرضولھا**۔ یعنی تمہارے رب وقتاً فوقتاً تمہاری طرف توجہ فرماتے رہتے ہیں، اس لئے تم کو ان کی طرف دائمی توجہ رکھنا چاہئے۔

رسوخ ذکر کا اعلیٰ درجہ اس کے تحصیل کا طریقہ

ارشاد: رسوخ ذکر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ذات بحث کا تصور راسخ ہو جائے اور یہ پیدا ہوتا ہے کثرت ذکر سے مع تصور ذات بحت کے، اور اگر ذکر میں بھی صرف اسم ذات کا اختیار کیا جائے تو اہل طریق کے تجربہ سے اس تصور کا زیادہ معین ہوتا ہے۔

مشاہدہ اور معائنہ کا مطلب

ارشاد: صفات کی طرف توجہ کرنے کو اصطلاح میں مشاہدہ کہتے ہیں اور ذات بحت کے تصور کرنے کو معائنہ کہتے ہیں۔

دعاء و متعلقات دعاء

حال: اب پروردگار عالم ساتھ ایمان کے بلالیں، بلا بصارت زندگی بے کار ہے، تلاوت و مواعظ وغیرہ سے محرومی کا سخت رنج ہے۔

صحت کی دعا سنت اور علامت عبدیت ہے

صبر کا اجر عمل کے اجر سے بڑھ جاتا ہے۔

ارشاد: صحت کی دعاء تو سنت ہے اور علامت عبدیت کی ہے مگر یہ کہنا کہ اب پروردگار عالم کے ساتھ ایمان کے بلالیں بلا بصارت زندگی بے کار ہے، یہ نہایت بے ادبی ہے اور بعید از عبدیت ہے۔ ہم کو رائیں لگانے کا کیا حق ہے۔ حضرت حق سے جو پیش آئے خیر ہے تلاوت و کتب بینی میں ثواب اور رضا منحصر نہیں، اول تو صحت کی حالت میں تطوع پر مداومت کرنے والے کو مرض میں بدون عمل کئے بھی ثواب عمل سابق کا ملتا ہے۔ دوسرے بعض اوقات صبر کا اجر عمل کے اجر سے بڑھ جاتا ہے البتہ بینائی کی دعاء خود رائی نہیں اس کی اجازت ہے، دعاء مانگے اور دل سے مانگے اور ساتھ میں یہ سمجھے کہ اگر اس کے خلاف واقع ہو وہ بھی خیر ہے، اس پر بھی راضی رہے۔

حال دعاء فرمادیں کہ دنیا کے مطالب پورا کریں، یا نہ کریں، لیکن مقصود حقیقی یعنی۔ رضائے مولیٰ ہمیشہ نصیب رکھیں۔

مقاصد دنیویہ کی دعاء نہ مانگنا بے ادبی ہے

ارشاد: یہ کہنا بے ادبی ہے ہم کو دنیا کے مطالب کی بھی حاجت ہے، دعا یہ کرنا چاہیے کہ دارین کے مطالب پورے ہوں۔

حال: اللھم اتنا فی الدنیا حسنۃ الخ ایک جامع دعا ہے اس کے علاوہ بہت سی دعائیں ہیں، اب میں خیال کرتا ہوں کہ جب ہم نے ایک باغ مانگ لیا ہے جس میں گلاب، لیمچہ نارنگی وغیرہ کل

اشیاء موجود ہیں پھر علیحدہ علیحدہ لیموں نارنگی مانگنے کیا ضرورت ہے

خاص خاص دعاؤں کے مانگنے میں خشوع وخضوع زیادہ ہوتا ہے

ارشاد: حق تعالیٰ کے دربار میں خشوع وخضوع بڑی چیز ہے، تجربہ یہ ہے کہ خاص خاص چیزوں کے مانگنے میں زیادہ خشوع ہوتا ہے۔ اس واسطے احادیث میں جامع دعاؤں کے علاوہ خاص خاص مقاصد کی بھی دعائیں آئی ہیں۔

دعاوسفارش بدرگاہ حق مال وجان سے بھی بڑھ کر ہے۔

حال: جب اور جس وقت ارشاد عالی ہو یہ غلام خدمت عالی میں جان ومال سے حاضر ہے۔

ارشاد: میں تو ان سب سے بڑھ کر چیز چاہتا ہوں یعنی دعاوسفارش بدرگاہ حق

درود شریف اپنی دعا کی قبولیت کیلئے پڑھنا خودغرضی نہیں ہے

ارشاد: دینی غرض، خود غرضی، مذموم میں داخل نہیں اور دعا دین اور طاعت ہے پس اس کے مقبول ہونے کے لئے درود شریف پڑھنا دینی غرض کے لئے ٹھہرا، جو عین مطلوب ہے، ذرا بھی اس میں ناپسندیدگی نہیں اور خلاف خلوص نہیں۔

حال دنیوی امور میں دعا کرنے سے جی ڈرتا ہے کہ کہیں خدا تعالیٰ کی مصلحت کے خلاف دعا مانگ کر اپنے کو خرابی میں نہ ڈال لوں۔

جہاں اذن شرعی ہو دعا سے نہ رکیں

ارشاد: جہاں ایسا ہوگا خود حق تعالیٰ اس کو واقع نہ فرمائیں گے اور اگر عدم جواز کا شبہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے نزدیک خیر سمجھ کر مانگ رہے ہیں۔ اور اس کے شر ہونے پر کوئی دلیل بالفعل نہیں اس لئے شرعی اذن ہے اور اذن شرعی کے بعد کوئی وجہ شبہ کی نہیں۔

دعا میں دل نہ لگنے اور تقاضائے عجلت کا علاج

ارشاد: دعا میں اگر دل نہ لگے اور تقاضا عجلت کا کرے تو دیر تک باوجود دل نہ لگنے کے دعاء کیا کرے۔ اس سے دل لگنے لگے گا۔

امتنی مسکیناً میں مسکیناً کے معنی

ارشاد: اللھم امتنی مسکیناً۔ اگر یہ دعا نافع عام نہ ہوتی تو حضور اقدس ﷺ اس کا اعلان

نہ فرماتے۔ پس یہ یقیناً یہ کسی حال میں مضر نہیں اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ مسکین سے مراد حالاً نہیں اخلاقاً ہے

امور دنیویہ کے لئے بھی دعا عبادت ہے

ارشاد: چونکہ آسائش دنیا کو جمعیت اور سکون قلب میں بڑا دخل ہے اس لئے اس کو بھی خوب مانگنا چاہئے امور دنیا کے لئے بھی دعا سے نہ رکنا چاہئے۔ امور دنیویہ کے لئے بھی دعا عبادت ہے

طاعات میں طلب ثواب اور دعا میں طلب اجابت افتقاد ہے

ارشاد: طاعات میں طلب ثواب اور دعاء میں طلب اجابت یہ افتقاد ہے کہ ہم کو کوئی درجہ استغناء کا حاصل نہیں حتیٰ کہ جن چیزوں کا آپ نے ہم کو محتاج بنایا ہے، ہم ان کے محتاج ہو کر ان کو طلب کرتے ہیں۔ اور یہ محض عبدیت ہے ومن ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم فی حمد الطعام غیر مودع منہ ولا مستغنی عنہ ربنا. وقال اللہ تعالیٰ بعد ذکر الجنۃ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور جو بعض بزرگوں کی حکایت سے استغنا ثابت ہوتا ہے وہ ان کے حال ناقص سے ناشی ہے اور وہ حجت نہیں، گو معذور ہوں، وشتان بین من ھو ملام و بین من ھو غیر ملام

شرط دعاء برائے کیفیات

ارشاد: کیفیات کے لئے دعا کرنا مضائقہ نہیں بشرطیکہ عدم اجابت سے ذرا قلق نہ ہو، باقی کوئی تدبیر نہ کرے۔

کون سی کیفیت قابل اتباع ہے

حال: جب نماز کے بعد دعا دنیا کے لئے مانگتا ہوں تو عظمت خداوندی ایسی طاری ہوتی ہے کہ باوجود شدت ضرورت دنیوی حاجت کے دعا نہیں مانگی جاتی باوجودیکہ جانتا ہوں کہ تسمہ نعل بھی اسی سے طلب ہونا چاہئے۔

ارشاد: کیفیت وہ قابل اتباع ہے جس کے غلبہ کے وقت اس کے ضد کا خطور نہ ہو اور جب ان کی ضد بھی متحضر ہو، اور وہ اقرب الی السنۃ ہو تو وجدانیات کے اتباع سے سنن کے اتباع کو ترجیح و تقدیم ہے۔

سب مقاصد کے لئے دعا

ارشاد: سب مقاصد کے لئے یہ شعر ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

فسهل يا الهى كل صعب   بحرمة سيد الابرار سهل

ظاہراً دعا کے عدم قبولیت کا راز

ارشاد: اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو قبول کے آثار معلوم نہ ہو تو گھبراؤ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو اچھی طرح جانتے ہیں یعنی وہ ہر چیز کی مصلحت کو تم سے زیادہ جانتے ہیں، بس اس بات کو بھی وہی خوب جانتے ہیں کہ یہ نعمت موہوبہ (جس کی تم درخواست کر رہے ہو) تمہارے لئے مناسب ہے یا نہیں اور مناسب ہے تو کس وقت اور کس حالت میں مناسب ہے۔

عارف کی دعاء کا منشاء

ارشاد: عارف کو دعا سے بجز دعاء کے اور کچھ مقصود نہیں تو اس کی دعا ہر حال میں مستجاب ہے کیونکہ مدعاء ہر حال میں حاصل ہے کبھی حق تعالیٰ عارف کی زبان سے دعاء اس لئے نکلواتے ہیں کہ ان کی باتیں سنیں، ان کا عجز و نیاز دیکھیں۔

ہماری سب دعائیں بالمعنی الاعم قبول ہوتی ہیں

ارشاد: حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دعائیں سب قبول ہوتی ہیں پھر کبھی تو وہی مل جاتا ہے جو مانگا تھا۔ اور کبھی اس سے افضل چیز عطا ہوتی ہے اور کبھی دنیا میں کچھ عطا نہیں ہوتا بلکہ اس کا اجر آخرت میں جمع کر کے اس کو دیا جائے گا، اس وقت ثواب کو دیکھ کر آپ تمنا کریں گے کاش ہماری سب دعائیں آخرت ہی میں ذخیرہ رہتیں۔ دنیا میں ایک بھی نہ ملتی پس یقین کر لینا چاہئے کہ ہماری سب دعائیں بالمعنی الاعم قبول ہوتی ہیں۔

ثمرات آجلہ و عاجلہ کے لئے دعاء کے شرط جواز

ارشاد: اعمال اختیاریہ کا اہتمام واجب ہے اور ثمرات آجلہ یعنی جزا کے لئے دعا بھی جائز ہے اور اہتمام بھی واجب ہے۔ اور احوال اختیاریہ یعنی ثمرات عاجلہ کے لئے صرف دعا جائز ہے اور اس کے علاوہ کسی قسم کا اہتمام جائز نہیں۔ اور دعا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ عدم عطا پر دل سے راضی رہے۔

دعا کا امتیاز دوسرے عبادات سے

ارشاد: دعا میں ایک امتیاز یہ ہے کہ دین ودنیا دونوں منافع کو جامع ہے یعنی تدابیر دنیا میں سے یہ بھی ایک تدبیر ہے اور سب سے بڑی تدبیر ہے۔ اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ دعا ہر حال میں (گو دنیا ہی مانگی جائے بشرطیکہ ناجائز اور حرام شے کی دعاء نہ ہو، ثواب وعبادت ہے، دیگر عبادات میں اگر دنیا کی آمیزش ہو جائے تو وہ عبادت نہیں رہتیں۔ اور اگر مقصود ہی دنیا ہو۔ پھر تو بطلان عبادت ظاہر ہے مگر دعاء سے اگر دنیا ہی مطلوب ہو جب بھی وہ عبادت ہے کیونکہ دعاء میں عبادت کی شان ہر حالت میں باقی رہتی ہے۔

دعا کی فضیلت عقلاً

ارشاد: ہر تدبیر میں انسان اپنے جیسے عاجز کے سامنے احتیاج کو ظاہر کرتا ہے۔ خواہ قالاً یا حالاً اور دعاء میں ایسے سے مانگتا ہے جو سب سے زیادہ کامل القدرۃ ہے اور جس کے سب محتاج ہیں اور عقل سے پوچھو تو وہ یہی کہے گی کہ جو سب سے قادر تر ہے اسی سے مانگنا اکمل وانفع ہے پس یقیناً یہ تدبیر (دعا) ہر تدبیر سے بڑھ کر ہے کیونکہ اور تدابیر بھی حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہی کامیاب ہو سکتی ہیں تو جو شخص حق تعالیٰ سے مانگے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

اجابت کے دو معنی ہیں

ارشاد: اجابت کے دو معنی ہیں۔ ایک درخواست کا لے جانا یہ بھی ایک قسم کی منظوری اور بڑی کامیابی ہے اگر کوئی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے تو اصل منظور تو علاج شروع کر دینا ہے گو مسہل نہ دے اور دوسری منظوری مسہل دینا ہے اس میں یہ شرط ہے کہ طبیب بھی مصلحت سمجھے

دعا میں دل بستگی کا سہل طریقہ

ارشاد: دعاء میں اگر دل نہ لگتا ہو تو اس طرح سمجھا دے کہ دنیا میں نفع موہوم پر بھی ہمت سے کام کر لیتے ہیں گو آخر میں خسارہ ہی ہو جائے اور خسارہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے جیسے تجارت وغیرہ میں احتمال ہے اور دعاء میں تو خسارہ کا احتمال ہی نہیں، پھر اس میں کوتاہی کیوں کی جاتی ہے۔

دعاء حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنے کا سہل طریقہ

ارشاد: دعاء میں ایک خاص بات اور ہے وہ یہ کہ دعا کرنے سے بندہ کو حق تعالیٰ سے خاص

تعلق پیدا ہوجاتا ہے، جس وقت آدمی دعاء کرتا ہے اس وقت غور کر کے ہر شخص دیکھ لے کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق محسوس ہوگا۔ پس دعاء کے بعد اگر مطلوب بعینہ حاصل نہ ہوتو یہ بات تو اسی وقت حاصل ہو جائے گی کہ دل میں قوت اور اطمینان حاصل ہوگا، اور یہ برکت اس کی ہے کہ دعاء سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ کو تعلق ہوجاتا ہے

اور عشاق کو ہر دعاء سے صرف تعلق مع اللہ مطلوب ہے

از دعائے نبود مراد عشاق　　جز سخن گفتن باآں شیریں دہاں

اسی لئے عشاق کو دعا قبول ہونے یا نہ ہونے پر کبھی التفات نہیں ہوتا پس حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنے کا سہل طریقہ دعاء ہے بغیر اس کے خاص تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف ہوائی تعلق ہوتا ہے

دعاء کی کوتاہی کا عملی علاج

ارشاد: دعاء کی کوتاہی کا عملی علاج یہ ہے کہ ہر ہر حاجت میں (خواہ گھر میں نمک ہی نہ ختم ہوگیا ہو یا جوتے کا تسمہ ہی نہ شکست ہوگیا ہو) دعا کریں اور اس کے ساتھ تدبیر بھی کرو، کیونکہ تدبیر شاہد ہے اور شاہد سے تسلی زیادہ ہوتی ہے۔

دعاء کا درجہ

ارشاد: اور دعا کو تدبیر کہنا تو برائے ظاہر ہے۔ ورنہ حقیقت میں اس کا درجہ تدبیر سے آگے ہے، دعاء کو تقدیر سے زیادہ قرب ہے کیونکہ اس میں اس ذات سے درخواست ہے جس کے قبضہ میں تقدیر ہے۔

معمولی چیز بھی خدا ہی سے مانگو

ارشاد: معمولی چیز بھی خدا ہی سے مانگو اور یہ نہ سمجھو کہ چھوٹی چیز مانگنے سے حق تعالیٰ ناخوش ہونگے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر بڑی چیز چھوٹی ہی ہے، ان کے نزدیک عرش اور نمک کی ڈلی برابر۔

دعاء کا حسی اثر

ارشاد: دعاء سے یہ اثر ہر شخص کو فوراً محسوس ہوگا کہ پریشانی رفع ہوجائے گی، اور باطنی نفع یہ محسوس ہوگا کہ حق تعالیٰ سے قرب خاص مشاہد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے جی لگے گا، اللہ تعالیٰ کی یاد سے وحشت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے بُعد نہ ہوگا۔

دعا بھی اعلیٰ تدبیر ہے اور اس کی خاصیت

ارشاد: صاحبو دعاء بڑی چیز ہے دعاء میں خاصیت ہے کہ اس سے تدبیر ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے، کم از کم دعاء سے یہ فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ دل میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب کو راحت و سکون ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی تو مطلوب ہے، کیونکہ دنیا کی تمام تدابیر سے راحت قلب ہی تو مقصود ہے۔

دعاء کا ایک نفع

ارشاد: دعاء میں ایک نفع یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے یہاں معذور سمجھا جائے گا، کیونکہ جب اس سے سوال ہوگا کہ تم نے حق کا اتباع کیوں نہیں کیا یہ کہہ دے گا کہ میں نے طلب حق کے لئے بہت سعی کی اور اللہ تعالیٰ تو ایک ہی تھے۔ میں نے ان سے بھی عرض کر دیا تھا کہ مجھ پر حق واضح کر دیا جائے۔

دعاء بھی ذکر ہی ہے فاجر کے حقوق سے بریت کی دعاء

ارشاد: دعاء بھی ذکر کی ایک فرد ہے۔

ارشاد: اللھم لا تجعل لفاجر عندی نعمۃ اکا فیہ بھافی الدنیا والآخرہ اس میں نعمت سے مراد حق ہے، یعنی میرے ذمہ اس کا کوئی حق نہ رہ جائے۔

استجابت کے معنی

سوال: ادعیہ تعوذ میں دعوۃ لا یستجاب بھا وارد ہے، سو تعوذ تو امر مذموم ومضر سے ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ دعاء خواہ مستجاب ہو یا نہ ہو اسکی حکمت تذلل و افتقار جو بہر حال مطلوب ومحمود ہے حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ پھر تعوذ کیا معنی۔

ارشاد: یہ شبہ پیدا ہوا ہے استجابت کے معنی نہ جاننے سے سو استجابت خاص اسی حاجت کو پورا ہونا نہیں ہے، بلکہ توجہ الیٰ الحق الی العبد برحمتہ خاصۃ اس کی حقیقت ہے۔ پس عدم استجابت اس کا عدم ہے اور وہ قابل تعوذ ہے۔

آمین کا حکم

ارشاد: آمین تو دعا ہے اور دعاء کا خاص لب ولہجہ عاجزی و نیازمندی کا ہونا چاہئے۔

-----------☆☆☆-----------

مراقبات

دفع رغبت الی المعاصی کا مراقبہ

ارشاد: اگر رغبت الی المعاصی کی کثرت ہو تو یاد کر کے ایسے وقت میں عقوبت دوزخ کو یا حق تعالیٰ کے بصیر ہونے کو یاد کر لیا کرو، چند بار ایسا کرنے سے یہ مانع ہو جایا کرے گا۔

مراقبہ موت کی تعدیل

ارشاد: مراقبہ موت وما بعد الموت سے جو خوف پیدا ہوتا ہے عین مطلوب ہے کہ معین آخرت ہے، لیکن اگر اس کے قصداً استحضار سے کوئی مرض جسمانی ہونے کا خوف ہو تو روزانہ نہ کریں گاہ گاہ جب غفلت محسوس ہو کر لیں۔

مراقبہ دفع معاصی

ارشاد: گناہ کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے سوچنا یہ ہمت کو قوی کرے گا۔

مراقبہ میں جی نہ لگنے کی تعدیل

ارشاد: اگر مراقبہ میں جی نہ لگے تو ایک دن مراقبہ کرو۔ ایک ناغہ کرو۔

مراقبہ عذاب آخرت

ارشاد: عذاب آخرت کا سوچنا تمام پریشانیوں سے نجات دینے والا ہے۔ اس سے کلفت اور کدورت نہیں ہوتی بلکہ اس فکر سے قلب میں نورانیت وانشراح ہوتا ہے۔ جس کا راز یہ ہے کہ اس فکر سے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور تعلق ہو جاتا ہے اور تعلق مع اللہ تمام پریشانیوں سے نجات دینے والا ہے، حدیث میں ہے۔ **من جعل الهمرم هما واحداً هم اخرته كفا الله هم دنياه ومن تشعبت الهموم احوال الدنيا لم يبال الله فى اى اوديتها هلك الخ**

مراقبہ تفویضیہ، توحیدیہ، عشقیہ، عبدیہ، (مراقبہ قدسیہ)

ارشاد: یہ مراقبہ اور استحضار کہ ہم کون ہیں اپنے اندر تصرف کرنے والے یا تجویز کرنے والے

محبوب حقیقی ہی کو حق ہے تصرف اور تجویز کا اور وہ جو تصرف اور تجویز فرماتے ہیں سب خیر محض ہے گو اس وقت ہماری سمجھ میں نہ آئے بعد میں آ بھی جاتا ہے البتہ جن اعمال کا ہم کو امر فرمایا ہے وہ خود ان کا تصرف ہے اس کا اہتمام یہ اپنا تصرف نہیں ان ہی کے تصرف کو تسلیم کرنا ہے اور اس کے ساتھ اس یقین کا تازہ اور قوی کرنا کہ اگر ان کے کسی تصرف سے جس کا بندہ کو تحمل نہ ہو سکے صحت برباد ہو جائے بلکہ جان بھی ختم ہو جائے تو ایسا تصرف سب سے بڑی رحمت ہے۔

عاشقاں جام فرح آنگہ کشند | کہ بدست خویش خوباں شان کشند
ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ | شاد و خنداں پیش تیغش جان بدہ
تا بماند جانت خنداں تا ابد | ہمچو جان پاک احمد یا احد
آں کسے را کش چنیں شاہے کشد | سوئے تخت و بہترین جائے کشد
نیم جاں بستاند و صد جان دہد | آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
گر نہ دیدے سود او در قہر او | کے شدے آں لطف مطلق قہر جو
طفل می لرزد زنیش احتجام | مادر مشفق دراں غم شاد کام

نیز یہ بھی پیش نظر رکھا جائے۔

زاں بلاہا کانبیا برداشتند | سر بچرخ ہفتمیں افراشتند

نیز اس کو بھی ملاحظہ کیا جائے

تو بیک زخمے گریزانی زعشق | تو بجز نامے چہ میدانی زعشق
در بہر زخمے تو پر کینہ شوی | پس کجا صیقل چو آئینہ شوی

اور اپنے لئے یہ مذہب اختیار کیا جاوے۔

چیست تعظیم خدا افراشتن | خویشتن را خاک و خارے داشتن
چیست توحید خدا افراشتن | خویشتن را پیش واحد سوختن
گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز | ہستی ہمچوں شب خود را بسوز

اور ان مراقبات تفویضیہ، توحیدیہ، عشقیہ، عبدیہ کی تعدیل کے لئے کہ بعض اوقات ان مراقبات سے دعویٰ و عجب و استغناء کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ عمل دعاء و التجاء و ابتہال کا التزام بھی بلکہ ان مراقبات سے زیادہ رکھا جائے کہ یہ بھی تفویض کا ایک شعبہ ہے۔ (جیسا اوپر اعمال مامور بہا کے اہتمام میں اس کی تقریر گذری ہے) اعمال کی طرح دعاء بھی مامور بہ ہے، یہ امر (دعاء) عبد کو عبد میں ایک تصرف

ہے۔ اس کا اختیار کرنا اس تصرف کو تسلیم کرنا ہے اور یہی تفویض ہے انشاء اللہ یہ نسخہ تمام جسد و روح کی اصلاح کے لئے کافی ہوگا۔ فخذوہ و کلوہ هنیا مرئیا واللہ الشافی الکافی

مراقبہ ارض کا حاصل

ارشاد: ہماری اصل تو خاک ہے لہٰذا ہم کو خاک بن کر رہنا چاہئے۔ مٹی ہو کر تکبر کرنا نہایت ہی نازیبا ہے پھر آخر میں بھی ہم مٹی ہی میں ملنے والے ہیں، یہ جسم سب خاک خوردہ ہو جائے گا اور ایک دن ہم کو زمین کے اوپر سے اس کے اندر پہنچ جائیں گے تو اس کے لئے ہم کو ایسے اعمال کرنا چاہئے جو اس وقت کار آمد ہوں۔ اس مراقبہ کو اصلاح حال میں بہت ہی تاثیر ہے

سفر آخرت کا مراقبہ سفر دینویہ سے

ارشاد: جس طرح اسفار دینویہ میں موانع سفر سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ اتفاقیہ نقصان پر طبیعتوں میں آثار غم پاتے ہیں۔ اور جو امور معین ہوتے ہیں ان کی طرف رغبت کرتے ہیں، اسی طرح ہم کو چاہئے کہ اپنی ہر ہر نقل و حرکت کو تنقیدی نظر سے دیکھیں کہ آیا یہ ہمارے سفر آخرت کے واسطے عائق ہے یا معین، اگر کوئی حالت یا فعل ہمارا مانع سفر ہے تو اس سے احتراز کریں اور جو امور اس سفر میں ہمیں معین ہیں۔ رغبت کے ساتھ بطیب خاطر اختیار کریں، یہ خیال رکھیں کہ کہیں کوئی خار راہ ہمارے اس شاہراہ پر رونما نہ ہو۔

خودداری کا علاج

ارشاد: اپنے عیوب اور اپنا ہیچ ہونا اور فنا ہو جانا سوچا کرے یہ ہے علاج خودداری کا۔

ہر شے کے واسطہ وصول ہو جانے کا مراقبہ

ارشاد: اگر اس طرح مراقبہ کرو کہ یہ سارے حوادث (یعنی موجودات، زمین و آسمان، چاند و سورج، ستارے، پہاڑ وغیرہ) موصل الی المحدث (الخالق) اور یہ سارے مصنوعات مراۃ جمال صانع ہیں تو اس حیثیت سے تمام عالم میں کوئی شے غیر نہیں کیونکہ ہر شے واسطہ وصول ہے قال شیخ الشیرازی

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

مراقبہ رویۃ اللہ کا نفع

ارشاد: جو شخص ہر وقت اس بات کو پیش نظر رکھے گا کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں وہ تکبر نہ کر

سکے گا نہ غصہ بیجا، نہ گناہ صغیرہ نہ کبیرہ۔

ایک وقت موت کے مراقبہ کا رکھو

ارشاد: ایک وقت موت کے سوچنے حالات قبر کے سوچنے اور قیامت کے سوچنے کے لئے مقرر کرو۔ اور باقی اوقات میں ذکراللہ میں مشغول رہو، اسی فکر کا نام مراقبہ ہے۔

مراقبہ سفرآخرت برائے زوال رضا بالدنیا واطمینان بہا

ارشاد: خدا کا راستہ طویل ہے اور ہم اس پر چل رہے ہیں تو ہم ہر وقت سفر میں ہوئے۔ اے صاحب جس کو ہر وقت سفر درپیش ہو۔ وہ کیونکر مطمئن ہو کر بیٹھ سکتا ہے اور جس کے سامنے اتنا لمبا سفر ہو وہ کیونکر دل کھول کر ہنس سکتا ہے اسی لئے حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت اسی باب میں اس طرح بیان کی گئی ہے کان دائم الفکرۃ متواصلا لاحزان کہ آپ ہمیشہ فکر و سوچ اور رنج وغم میں رہتے تھے اور اسی فکر وغم کا یہ اثر تھا کہ آپ کبھی کھل کر ہنستے نہ تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ جل ضحکہ التبسم کہ آپ کا بڑا ہنسنا یہ ہوتا تھا کہ تبسم فرما لیتے تھے۔ اور وہ بھی ہماری خاطر سے تاکہ لوگوں کا کلیجہ پھٹ نہ جائے اور وہ یوں نہ کہیں کہ جب حضور ہر وقت غمگین رہتے ہیں تو ہمارا کہاں ٹھکانہ ہے لوگ اس سے مایوس ہو جاتے۔ پس انسان کو چاہئے کہ یہ تصور پیش نظر رکھے کہ میں ہر وقت سفر میں ہوں۔ جس کے لوازم میں سے ہے بے چینی اور عدم اطمینان کیونکہ مسافر کو منزل پر پہنچنے سے پہلے اطمینان نہیں ہوا کرتا بلکہ مسافر کیلئے غیر منزل کے ساتھ اطمینان اور رضا موانع سفر سے ہے، جو مسافر غیر منزل سے دل لگا لے گا اور اسی میں قیام کر کے بے فکر ہو جائے گا یقیناً منزل پر نہ پہنچ سکے گا۔

مراقبہ عظمت حق وقدرت حق

ارشاد: جس پر عظمت حق وقدرت حق کا انکشاف ہو گیا ہے ان کو باوجود مغفرت ذنوب کے بھی جہنم سے؛ اطمینان نہیں، اسی لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لو علمتم ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبیکتم کثیرا یعنی اگر تم وہ باتیں جانتے جو مجھے معلوم ہیں تو بہت کم ہنستے اور زیادہ رویا کرتے، اس جگہ کم ہنسنے کے یہ معنی ہیں کہ بالکل نہ ہنستے جیسا اردو میں آپ کہا کرتے ہیں کہ میں ایسا روگ کم پالتا ہوں (یعنی نہیں پالتا)

مراقبہ برائے قطع مسافت آخرت

ارشاد: آپ ہر وقت سفر میں ہیں تو آپ کو سفر کے لئے فکر مند اور بے چین رہنا چاہئے بے فکر نہ ہوں بلکہ برابر عمل میں لگے رہئے اور اپنی طرف سے راستہ قطع کرنے کی برابر ہمت کیجئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عنایات واعانات کا لطف دیکھئے کہ وہ کیونکر طویل مسافت کو قصیر اور دشوار گذار طریق کو پھولوں جیسا ہلکا بنا دیتے ہیں۔ اگر کبھی سستی ہو جائے تو پھر از سر نو تجدید کی فکر کیجئے اگر گناہ ہو جائے فوراً توبہ کر لیجئے اس سے پھر بندہ راستہ ہی پر آجاتا ہے۔

مراقبہ ترغیب مجاہدہ

ارشاد: صاحبو! اپنے وطن کو جا رہے ہو اور اتنی سست رفتار کہ بیٹھ بیٹھ کر چل رہے ہو۔ اصل مکان کی طرف تو جانور بھی تیزی سے چلتے ہیں۔ بیلوں کو دیکھئے کہ وطن کی طرف کس شوق سے قدم اٹھا کر چلتے ہیں۔ حیرت ہے کہ آپ انسان ہو کر بھی اپنے اصلی وطن کی طرف تیزی کے ساتھ قدم نہیں اٹھاتے۔ صاحبو! سستی نہ کرو، تیزی کے ساتھ چلو، تمہارا اصلی وطن اصلی مستقر آگے ہے۔ تم دنیا میں کہاں پھنسے رہ گئے اس کے ساتھ کیوں دل لگایا۔

مراقبات کا مقصود

ارشاد: مراقبات کا یہ نفع نہیں ہے کہ ان سے تصور کامل ہوتا ہے بلکہ یہ نفع ہے کہ ان سے تصور ناقص راسخ ہو جاتا ہے اور اسی رسوخ میں مشائخ عوام سے ممتاز ہیں۔

تحقیقات

باب دوم۔

اس باب میں (سہل و مجرب علاج ان امور غیر اختیاریہ کے ہیں جن میں سالکین اکثر و بیشتر مبتلا ہو کر سخت حیران و پریشان ہوتے ہیں)

وساوس

وساوس کا عجیب وغریب علاج

تحقیق: وساوس کا علاج عدم التفات ہے۔ بس، لیکن عدم التفات کو مقصود بالغیر سمجھ کر کام میں

نہ لاوے بلکہ مقصود بالذات سمجھے خواہ اندفاع وساوس پر مترتب ہو یا نہ ہو، اسی طرح راحت کو مقصود بالذات نہ سمجھا جائے بلکہ اس پر آمادہ رہنا چاہئے کہ اگر تمام عمر اس سے بھی زیادہ کلفت ہو تو وہ محبوب کا عطیہ ہے۔ لانہ لیس بمعصیۃ ولا اختیاری و کل ھو کذالک فھو نعمتہ اور عبدیت یہی ہے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش   کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطافت

اس شعر کو کبھی کبھی پڑھ لیا کریں۔

صاحب ذکاوت مفرط کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی

تحقیق: عاقلوں کو خاص کر صاحب ذکاوت مفرط کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ اس کا دماغ ہر وقت حرکت فکریہ میں رہتا ہے۔ اس لئے اسکو کیفیات حاصل نہیں ہوتی۔

ایک عجیب مثال وسوسہ کی

تحقیق: شیطان کی مثال تار بجلی جیسی ہے اس کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ نہ جلب کے لئے نہ دفع کے لئے ورنہ تم کو لپٹ جائے گا۔ بلکہ اس کو منہ بھی نہ لگاؤ، اس کی طرف التفات بھی نہ کرو یہی علاج ہے وساوس کا جو منجانب شیطان ہے۔

وسوسہ کے آمد وآورد کے شبہہ کا جواب

حال: بعض دفعہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ وسوسہ خود آتا ہے یا میں لاتا ہوں۔ معیار بتلایا جائے۔

تحقیق: معیار کی حاجت نہیں جب آمد اور آورد میں شک ہے اور ادنی درجہ یقینی ہے تو الیقین لا یزول بالشک اس کو آمد ہی سمجھنا چاہئے۔

وسوسہ پر عمل نہ کرنا باطنی مجاہدہ ہے

تحقیق: خیال آنا مضر نہیں اس پر عمل نہ کیا جائے بلکہ خیال آنے پر عمل نہ کرنا یہ ایک مجاہدہ ہے جو باطن کو بے حد نافع ہے۔

ذکر وتنہائی میں بی بی کا خیال مضر باطن نہیں

حال: تنہائی میں بیٹھے ہی سے بی بی کی باتیں یاد آجاتی ہیں اور ذکر میں بھی بی بی کے درد فراق کی آمیزش پاتا ہوں، کوئی تدبیر ارشاد فرمادیں کہ ذکر محمود کے ساتھ ذکر دنیا کی آمیزش نہ ہو۔

تحقیق: یہ آمیزش غیر اختیاری ہے، اس لئے مضر نہیں۔ بس اس کے اہتمام کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اپنے اثر کے اعتبار سے کہ شکستگی ہے معین فی المقصود ہے اس لئے نافع ہے کچھ فکر نہ کیجئے۔

خیالات اضطراریہ توجہ کامل کے منافی نہیں

تحقیق: خیالات اضطراریہ توجہ کامل کے منافی نہیں۔ البتہ وہ وساوس وخیالات جو اختیاری ہوں منافی ہیں۔ اب اگر وہ وساوس اختیاریہ مباحات کے درجہ میں ہیں تو ان سے گناہ تو نہ ہوگا تو البتہ ذکر ناقص ہوگا، اگر تصورات محرمہ ہیں تو ان سے گناہ بھی ہوگا، چنانچہ نص میں وارد ہو۔ **و الله یعلم خائنة الا عین وما تخفی الصدور** اور **ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم به الله** مراد اختیاری خیالات ہیں کیونکہ ابداء واخفا افعال اختیاریہ ہیں۔

وساوس کے وقت محققین کا دستور العمل

تحقیق: وساوس آنے کے وقت محققین تو یہ کہتے ہیں۔ **الحمد لله الذی رد کیده الی الوسوسة** کہ خدا کا شکر ہے کہ دشمن کی سب چالیں ختم ہو کر الوسوسہ ہی پر رہ گئی۔ وہ ان وساوس سے نہیں گھبراتے بلکہ شیطان سے کہتے ہیں کہ آج جتنے وسوسے تو ڈال سکے ڈال دے میرا کچھ ضرر نہیں۔

وساوس کا سہل ومجرب علاج

تحقیق۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ وسوسوں سے خوش ہونا چاہئے تا کہ شیطان تمہاری خوشی دیکھ کر بھاگ جائے کیونکہ اس کو مسلمان کی خوشی گوارا نہیں وہ تو رنج دینے کے لئے وسوسہ ڈالتا ہے پھر جب دیکھے گا کہ اس کو الٹی خوشی ہے بھاگ جائے گا، لیکن یہاں پر ایک بات قابل یاد رکھنے کے ہے وساوس پر اس نیت سے خوش نہ ہو کہ اس خوشی سے وساوس دفع ہو جائیں گے کیونکہ شیطان ان نکتوں کو سمجھتا ہے، جب وہ دیکھے گا کہ یہ دفع وساوس کے لئے تدبیر کر رہا ہے تو وہ کبھی نہ بھاگے گا۔ بس اس کا سہل نسخہ یہی ہے کہ ان کی پرواہ ہی نہ کرے، اور دفع کی نیت ہی نہ کرے، دفع وسوسہ کا قصد کرنے سے اس کی طرف اور توجہ بڑھے گی، گھٹے گی نہیں، پھر جب شیطان اس کو وسوسہ کی طرف متوجہ پائے گا تو اور زیادہ وسوسہ ڈالے گا۔ بلکہ جب وسوسہ آئے اس وقت مقصود کی طرف توجہ کی تجدید کرے۔

نفس سے فراغت کا قصد بیکار ہے

تحقیق معاصی کے ارتکاب اور اوامر سے اجتناب کے متعلق جو وسوسات نفس وشیطان ڈالا کرتے ہیں۔ ان کا علاج یہی ہے کہ ان وسوسات کے مقتضیات پر ہرگز عمل نہ کیا جائے اور اپنے نفس کی

ہر وقت دیکھ بھال رکھی جائے اس سے فارغ ہونے کا قصد ہی نہ کیا جائے بلکہ اس کی سرزنش مخالفت یا مالی وبدنی جرمانہ سے کرتا رہے جیسے کہ بخار کے موسم میں ہمیشہ ہوتا ہے۔ مگر علاج اس کا یہی ہے کہ بخار کا نسخہ پیا جائے۔ اس کی سعی بیکار ہے کہ بخار ہی نہ آئے۔

وسوسہ کا رحمت ہونا اور اس کی ایک عجیب حکمت

تحقیق: وساوس کا آنا تو رحمت ہے چنانچہ حدیث میں ہے ذالک صریح الایمان اور اس میں بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے عجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم تضرر (نقصان) یقینی اور منصوص ہے

وسوسہ اخلاق مذمومہ کی شناخت

حال: بسا اوقات نفس عاصی بندوں کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور اپنے کو اہل علم سمجھ کر دوسرے سے تعظیم چاہتا ہے۔ حالانکہ نہ علم کا اثر ہے نہ عمل کی ہمت، کبھی رئیس زادہ سمجھ کر توقیر کی خواہش ہوتی ہے۔ حالانکہ العزۃ للّٰہ ولرسولہ وللمومنین۔

تحقیق: یہ سب وساوس ہیں۔ جب آپ ان کو برا سمجھتے ہیں اور قصد نہیں ہے کہ ایسا خیال ہو کہ بلکہ یہ قصد ہے کہ نہ ہو تو یہ نہ طلب تعظیم ہے نہ تکبر ہے نہ ترفع ہے کیونکہ سب افعال مذمومہ ہیں جو اختیاری ہوتے ہیں، پس جو اختیار سے نہ ہو وہ اخلاق مذمومہ سے خارج ہے صرف وسوسہ ہے اخلاق مذمومہ کا جو مضر نہیں۔

وسوسہ کا علاج کل مع العلت

تحقیق: وسوسات کوئی پریشانی کی چیز نہیں پریشانی سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہوتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس پر خوش ہو، اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا جس سے وہ بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔

وساوس غیر اختیاریہ مکمل ایمان ہیں

تحقیق: وساوس غیر اختیاریہ مکمل ایمان ہیں نہ کہ مزیل مکمل ایمان اس لئے ہے کہ وساوس کی مشقتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس صبر وتحمل پر اجر مزید ملتا ہے۔

وسوسہ کا فی الذات قبیح ہونا اور اس کا علاج

تحقیق: وسوسہ اور اس کا لازم کہ غفلت ہے جب غیر اختیاری ہو، بایں معنی گناہ نہیں کہ اس پر مواخذہ نہیں، لیکن اپنی ذات میں نقص اور قبیح ضرور ہے اور استغفار جیسا رافع ذنب ہے ایسے ہی جابر نقص بھی ہے اور اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غین کے بعد جو آپ کے مذاق میں کمال سے متنزل تھا۔ استغفار فرماتے تھے۔ (غین سے مراد وہ گرانی ہے جو توجہ الی الخلق میں آپ پر ہوتی تھی، کیونکہ آپ کا طبعی تقاضا توجہ بلاواسطہ کا تھا توجہ بواسطہ طبعاً گراں تھی۔

وسوسہ لا ادریہ کا علاج

حال: ایک شخص کے وساوس اس شان کے تھے جیسا لا ادریہ کی حالت ہے کہ شاک وشاک فی انہ شاک

تحقیق: مجھ کو اس بات میں بحمد اللہ اتنا کافی تجربہ ہے شائد کسی کو ہو، اس تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ یہ سب وسوسے ہیں اور اس کے وسوسے ہونے نہ ہونے میں جو شک پیدا ہوتا ہے وہ بھی وسوسہ ہے اگر میرے صاحب تجربہ ہونے میں شبہ پیدا ہو وہ بھی وسوسہ ہے بالکل پرواہ نہ کی جائے، میری تقلید کی جائے، اس میں طریق تقلید ہی ہے، تحقیق مضر ہے یعنی تکلف دہ ہے۔ مگر گناہ اس میں بھی نہیں۔

وسوسہ عدم محبت الٰہی کی تحقیق

حال: مجھے آپ سے اور بزرگان دین سے محبت ہے لیکن خدا سے نہیں یہ کیا بات ہے۔

تحقیق: اگر اللہ کی محبت نہ ہوتی تو اس کی فکر ہی کیوں ہوتی کہ اللہ کی محبت ہونا چاہئے یہ خود محبت ہی کا ثمرہ ہے، رہا یہ کہ جب محبت ہے تو پھر ہوتی ہوئی کیوں نہیں معلوم ہوتی، بات یہ ہے کہ رنگ محبت کے مختلف ہیں، تم خاص رنگ کو محبت سمجھے ہوئے ہو حالانکہ دوسرے رنگ سے ہے، دوسرے یہ کہ اللہ والوں کی محبت کیوں ہوتی اگر اللہ کی نہ ہوتی۔

وسوسہ زنا مضر نہیں

تحقیق: قلب کی تمنا واشتہا پر بھی مواخذہ ہے مگر وہی جو بقصد ہو، اور بلا قصد ہو تو وسوسہ زنا کیا کفر وشرک کے وساوس بھی مضر نہیں۔

وساوس کا انقطاع کلی مطلوب نہیں

تحقیق: خیالات کا انقطاع کلی مطلوب نہیں ہاں منتہی کو ایسے خیالات آتے ہیں جیسے بہتے دریا میں تنکے اور بلبلے ہوتے ہیں کہ ادھر آیا اور ادھر گیا۔ ادھر اٹھا ادھر بجھا وہ جمنے نہیں پاتے وساوس اور خطرات تو بلا قصد مرتے دم تک بھی آویں تو خوف کی چیز نہیں کیونکہ حدیث میں ہے۔ ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسھا۔

دفع وسوسات کے اعتدال کا طریقہ

تحقیق: دفعہ وسوسات میں کوشش مبالغہ کے ساتھ نہ کریں اور اعتدال رکھیں۔ لیکن اعتدال ہر شخص کا جدا ہے جس میں تعب زیادہ ہو یا اصل مقصود میں خلل نہ پڑنے لگے وہ اس شخص کا اعتدال نہیں اس سے بھی خفیف اور سرسری کوشش کریں۔

اہتمام دفع وساوس کی ایک عجیب مثال اور اس مضرت کا علاج مع الدلیل

تحقیق: وساوس کا علاج یہ ہی ہے کہ ان کے دفع کا اہتمام اور قصد کرو، کیونکہ یہ بجلی کا تار ہے، دفع کے قصد سے بھی ہاتھ لگاؤ گے تو چمٹ جائے گا، بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی توجہ کو دوسری طرف مشغول کرو، ذکر اللہ میں لگ جاؤ، دوسرا جزو یہ ہے کہ وسوسہ کی طرف التفات نہ کرے۔ قصداً ادھر توجہ نہ کرے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے فلیستعذ باللہ ثم لینتہ اول جزو کا ارشارہ تعوذ باللہ میں اور دوسرے جزو کا لینتہ میں ہے۔

وساوس مختلفہ کا علاج کلی اور اس کے توضیحات

حال: (۱) یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ راحت دنیا کا مدار اعمال صالح نہیں ہیں آخرت کی راحت بھی فضل پر موقوف ہے۔ (۲) دعا مانگنے کو طبیعت نہیں چاہتی جس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ اتنی مدت ہوگئی کوئی قبول بھی ہوئی پس جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے وہی ہوگا (۳) روزگار کی قلت کا اثر جیسا عام دنیا پر ہے ویسا ہی یا اس سے کسی قدر زائد مجھ پر ہے، خیال یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی راحت مال سے ہے۔ مال کی طلب جائز یا ناجائز طریقہ سے جس طرح ہو سکے کرنی چاہئے وظائف میں وقت دینے سے اور اس پر صبر کرنے سے دنیا کی راحت و آسانی ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

تحقیق: علاج کلی اور مفید تو یہی ہے کہ ان وساوس کو اعتقاداً برا سمجھا جائے اور ان کے مقتضا پر عمل نہ کیا جائے یہ از خود دفع ہو جائیں گے۔ اور اگر دفع بھی نہ ہوں تو مضر نہیں بلکہ یہ ایک گونا مجاہدہ جس

سے عمل کا اجر بڑھتا ہے، لیکن اگر ان وساوس کی وجہ فساد ہی معلوم کرنے کا شوق ہو تو مجملاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ (۱) مقصود اعمال صالحہ سے راحت دنیا نہیں ہے بلکہ راحت آخرت ہے اور اس کا مدار جو فضل و رحمت ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اعمال کو دخل نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ ملے گا تو عمل ہی سے لیکن جتنا ملے گا اتنا اثر اعمال میں نہیں وہ فضل و رحمت کا اثر ہے لیکن جو عمل ہی نہ کرے گا وہ قانوناً اس فضل و رحمت سے بھی محروم رہے گا، باقی طبیعت کا لگنا یہ شرط قبول نہیں ہے، اگر دوا پینے میں طبیعت نہ لگے تب بھی اس کی خاصیت یعنی صحت مرتب ہوگی۔ (۲) دعا قبول ضرور ہوتی ہے مگر اس کے قبول ہونے کی وہ حقیقت ہے جو مریض کی اس درخواست کی منظوری کی حقیقت ہے کہ کبھی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے اور فوراً علاج کر دے مگر مسہل اس کی حالت کے مناسب نہ تھا۔ اسلئے دوسرے طریقہ سے علاج شروع کر دیا اس کو کوئی یوں نہیں کہہ سکتا کہ طبیب نے جب مسہل نہیں دیا تو مریض کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ اسی طرح اصل مطلوب دعاء سے حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور عبد نے جو طریق معین اختیار کیا ہے یہ بھی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا محض ایک طریق ہے جیسے اس مقصود کے اور بھی طریق ہیں لہٰذا وہ جس طریق سے توجہ خاص فرما دیں وہ اجابت دعاء ہی ہے یہ تو طاعات و حاجات میں کلام ہے، باقی معاصی کا ارتکاب جو موصل الی النار ہو وہ ایسا ہے جیسے مریض کو بد پرہیزی سے لذت ملتی ہے اور اس کے صبر کرنے میں لذت فوت ہو جاتی ہے۔ لیکن جو شخص جانتا ہے کہ لذت مقصود نہیں صحت مطلوب ہے وہ صبر کرے گا اسی طرح جس شخص کو نجات آخرت مقصود ہے وہ راحت دنیا کو مقصود نہ سمجھے گا۔ رہی سزا گناہ کی کسی کو یہاں ملتی ہے کسی کو وہاں تجویز مناسب بلکہ واجب یہی ہے کہ طاعات میں حتی الامکان مشغول ہوں۔ معاصی سے مجتنب رہیں اور مقصود صرف رضائے حق کو سمجھیں خواہ اس کا ظہور ہو یا وہاں اور ایسی حالت میں روزگار کا وظیفہ پڑھنا وساوس میں اضافہ کرنا ہے۔

وساوس مخل صدق و اخلاص نہیں ہیں

تحقیق: وساوس مخل نہیں اخلاص میں اول تو وہ غیر اختیاری، دوسرے نماز سے وہ مقصود نہیں، پس وساوس اخلاص کے خلاف نہیں البتہ اگر قصداً وساوس لائے جائیں تو صدق کے خلاف ہیں مگر جب بلا قصد ہوں تو خلاف صدق بھی نہیں۔

وساوس میں پڑ کر قطع تحریمہ حرام ہے۔

تحقیق: وساوس میں پڑ کر اور مضطر ہو کر قطع تحریمہ حرام ہے۔ یاد رکھو، نیت فعل اختیاری ہے؛

اس وقت دوسری طرف توجہ قصد و اختیار سے نہ ہونا چاہئے اور بلا اختیار (توجہ) منافی نیت نہیں، اس لئے مکرر یہ کرر نیت کرنا اس خیال سے کہ تحریمہ کے وقت نیت نہیں ہوئی اور عزم نہیں ہوا یا تحریمہ کی طرف توجہ نہ تھی یہ سب لغو ہے، تکرار نیت کی ضرورت نہیں۔

وساوس کی عجیب مثال

تحقیق: وساوس کی مثال ہوا کی طرح ہے کہ جو شخص برتن میں سے تنہا ہوا نکالنا چاہے وہ عاجز ہو جاوے گا کیونکہ خلا محال ہے ہاں برتن میں پانی بھر دو جب وہ منہ تک بھر جاوے گا پھر ہوا کا نام نہ رہے گا پس تم اپنے قلب میں لقائے رب اور رجوع الی اللہ کا خیال اچھی طرح بھر لو پھر وساوس کا نام بھی نہ رہے گا۔

وساوس کی آئینہ جمال حق بننے کی صورت

تحقیق: اگر یوں سوچے کہ اللہ اکبر خدا نے میرے دل کو بھی کیسا دریا بنا دیا ہے کہ جس میں وساوس کی بے شمار موجیں اٹھ رہی ہیں، جن کی کوئی انتہا نہیں ہے تو وہ وساوس آئینہ جمال حق بن جائیں گے۔

وسوسہ خلاف تقویٰ نہیں

تحقیق: **ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکرو فا ذاھم مبصرون** اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ کا آنا خلاف تقویٰ نہیں بلکہ متقی کو بھی وسوسہ آ سکتا ہے اور وہ اس کے ساتھ بھی متقی رہتا ہے۔ اس میں بڑی تسلی ہے اہل سلوک کے لئے پس وسوسہ سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

وسوسہ کا ایک مجرب علاج

تحقیق: وسوسہ کا علاج یہی ہے کہ اس سے پریشان نہ ہو، بلکہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ان وساوس کو جمال حق کا مراۃ بنالے، اس طرح کہ یوں مراقبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی عجیب قدرت ہے۔ کہ دل میں ایک دریا خیالات کا پیدا کر دیا ہے، جس کی کہیں انتہا ہی نہیں اور جو کہیں رکتا ہی نہیں، اسی طرح وساوس کو قدرت حق کی معرفت کا وسیلہ بنانے سے ان شاء اللہ وہ خود بند ہو جائیں گے، کیونکہ شیطان کا مقصود تو وساوس سے خدا سے بعید کرنا تھا۔ جب اس نے ان کو ہی قرب کا وسیلہ بنا لیا تو اب شیطان وسوسے ڈالنا بند کر دے گا، غالباً شیخ ابو سلیمان دارانیؒ کا ارشاد ہے کہ وساوس سے خوش ہوا

کرو، یعنی خوشی ظاہر کیا کرو، کیونکہ شیطان کو علم نہیں ہے جب تم خوشی ظاہر کرو گے تو وہ یہی سمجھے گا کہ دل سے خوش ہو رہا ہے اور وہ مسلمان کو خوش کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے وسوسہ ڈالنا بند کر دے گا۔ (بس ترکیب یہ ہے کہ تم غلبہ وسوسہ کے وقت اتنا کہہ دیا کرو کہ میں ان وسوسوں سے نہیں گھبراتا اور وسوسے ڈال دے میں نہایت خوش ہوں۔

دفع وسوسہ کا مجرب طریق

تحقیق: وسوسہ کو بلاواسطہ دفع کرنا مفید نہیں ہوتا بلکہ بواسطہ اذکار دفع کرنا چاہئے۔

دفع وساوس کا طریق رسوخ ذکر ہے

تحقیق: تم مجاہدہ کرو مگر ثمرات کے منتظر نہ ہو کام میں لگے رہو۔ اور شیطان کے جلدی بھاگنے کا انتظار نہ کرو، کیونکہ وہ تمہاری جلدی سے جلدی نہیں بھاگے گا بلکہ وہ تو اس وقت بھاگے گا، جب ذکر راسخ ہو جائے گا اور ذکر کا راسخ ہونا ایک دو دن کا کام نہیں۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامی　　　بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

رغبت اضطراریہ الی لاجنبیہ کا علاج

تحقیق: رغبت اضطراریہ الی الاجنبیہ پر مواخذہ نہیں بلکہ مواخذہ قصد پر ہے اگر عمداً کسی مرد یا عورت کی طرف توجہ کرے گا تو گناہ ہوگا اسکا علاج بے التفاتی برتنا اور تجوہ الی اللہ کرنا اگر یہ تدبیر ظاہراً کافی نہ معلوم ہو تب بھی یہ چاہئے کہ غم نہ کرے انشاء اللہ اسی طرح رفتہ رفتہ ایک دن دفع ہو جائے گا۔ اور اگر عمر بھر بھی دفع نہ ہو تو تم اس تدبیر کرنے کے بعد سبکدوش ہو گئے اب تم کو اس خیال سے کچھ ضرر نہیں بلکہ نافع ہوگا کیونکہ تم مجاہدہ میں مشغول ہو، چنانچہ حدیث میں ہے کہ **من عشق فعف و کتم فعاف فهو شهيد**. یعنی جو کسی پر عاشق ہو گیا، پھر اس نے عفت اختیار کی اور اپنے عشق کو چھپایا وہ شہید ہے عفت کی قید میں عفت جوارح و عفت قلب سب داخل ہیں، اور عفت قلب سے مراد وہی ہے کہ بالا اختیار اور بالقصد خیال نہ لائے۔ اور شہید ہونا بھی عقلاً ظاہر ہے کہ جب تپ دق کا گھلا ہوا شہید ہے تو تپ عشق کا مارا ہوا تو ضرور ہی شہید ہوگا۔ کیونکہ حرارت حمیٰ سے حرارت عشق اشد ہے۔

قبض

قبض سے خودکشی دلیل معرفت ناقص کی ہے

تحقیق: اہل معرفت نے تو ناراضی کے شبہہ پر خودکشی تک کرلی ہے گو یہ غلطی تھی کیونکہ خودکشی میں تو ناراضی متیقن ہے اور قبض میں ناراضی کا احتمال ہی احتمال ہے مگر اس وقت اضطراب اور گھٹن ایسا ہوتا ہے کہ ان مقدمات کی طرف خیال ہی نہیں جاتا، اس لئے ممکن ہے کہ یہ خودکشی کرنے والے معذور ہوں، لیکن ان کی معرفت ناقص ضرور تھی کامل نہ تھی۔ اسی لئے تمام پہلوؤں پر نظر نہ گئی۔ ایسے وقت میں عارف محقق تسلیم و رضاء سے کام لیتا ہے اور اگر اس گھٹن اور بے چینی میں خود بخود اس کی جان نکل جائے تو یہ شہید اکبر ہوگا۔

اے حیریفان راہ ماراب ست یاد — آہوئے تسلیم داد شیرس شکار

غیر تسلیم و رضاء کو چارۂ — در کف شیر زخونخوارۂ

علاج قبض شدید اور اس کے منافع جن کا خلاصہ فنائے نام ہے

حال: میرے اوپر سخت شدید حالت قبض طاری ہے۔ قلب بالکل خالی معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں بالکل مردود ہوگیا اس وقت حالاً اپنے کو کافر سے بھی زیادہ بدتر سمجھتا ہوں۔ نہ نماز میں پہلی سی حالت نہ ذکر کی رغبت بار بار خودکشی کو دل چاہتا ہے۔

تحقیق: مبارک مبارک یہ وہ حالت ہے کہ میری تمنا دل سے اپنے متعلقین کے لئے اس کے طاری ہونے کی بشرط البصیرہ والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصار میں نہیں آسکتے، مثلاً عجب و کبر کی جڑ کٹ جانا ہر وقت استحضار اپنے محل تصرف ہونے کا، وساوس و خطرات غیر اختیاریہ یعنی تصرفات شیطانیہ کی انتہا معلوم ہوکر جھجک نکل جانا جو شرعاً عین مطلوب ہے اگر مرتے وقت کسی کو ایسی حالت پیش آئے وہ طبعاً گھبرا جائے اور خدا جانے گھبراہٹ میں کیا سمجھ جائے حالت حیات و علم میں اس کے پیش آجانے سے اس کا محقق ہوجاتا ہے اور بوقت مرگ پیش آئے تو وہ موثر نہیں ہوتی۔ وغیر ذالک من فی المنافع والمصالح جن سب کا خلاصہ فنائے تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے۔ الحمدللہ اس حالت کے منافی اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی مشاہدہ کرائے ہیں، تب ہی سے اس کو حصول مقصود کے لئے مثل جزو اخیر علت تامہ کے سمجھ رہا ہوں۔ اور اسی سے اپنے احباب کے لئے اس کا

متمنی ہوتا ہوں اور مبارکباد دیتا ہوں۔

اشعار برائے دفع قبض وشناخت قبض

تحقیق:

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست — بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست
بدر دو صاف ترا حکم نیست دم درکش — کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطافت
باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش — بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
چونکہ قبض آید تو دروے بسط بیں — تازہ باش و چیں میفگن برجبیں
چونکہ قبضے آیدت اے راہرو — آں صلاح تست آئیس دل مش

مگر شرط یہ ہے کہ اعمال شریعت ومعمولات طریقت میں کوتاہی نہ ہو، ورنہ وہ قبض نہیں بطالت اور تعطل ہے جو کہ باطن کو مضر ہے۔

دوسرا علاج قبض کا

تحقیق: غسل تازہ کرکے کپڑے بدل کر عطر لگا کر دو رکعت نفل پڑھ کر استغفار کرنا اور ایک ہزار بار یا باسط پڑھنا قبض کے لئے نافع ہے۔

قبض کا سبب کبھی سوءِ مزاج بھی ہوتا ہے

حال: دل پر گرمی بہت شدت کی رہتی ہے اور تاریکی سی معلوم ہونے لگتی ہے، گھبراہٹ رہتی ہے، کسی کام کو دل نہیں چاہتا،

تحقیق: یہ کیفیت قبض کہلاتی ہے۔ اس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں اکثر سوءِ مزاج بھی اس کا سبب ہوتا ہے، کسی طبیب کو نبض دکھلا کر قلب ودماغ کا علاج دریافت کیا جائے، اگر وہ مرض کی جانب سے بالکل اطمینان دلادیں تو پھر مجھ کو اطلاع کی جائے۔

قبض کے آثار اور اس وقت کا دستور العمل

حال: ذکر کرنے کے وقت زبان ایسی ثقیل ہوجاتی ہے۔ جیسے قفل لگا دیا گیا ہو۔ جسم ایسا بھاری ہوجاتا ہے کہ جس کے وزن کا اندازہ نہیں ہوسکتا، ذہن ایسا کند و بے حس ہوجاتا ہے جو اظہار سے باہر ہے۔

تحقیق: یہ حالت قبض کہلاتی ہے اور منافع میں یہ بسط سے بھی زیادہ ہے۔ گو وین قبض کے

وقت وہ منافع نہ ہوں مگر بعد میں معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم نہ بھی ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں۔اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ حصول کا علم، چنانچہ غایت انکسار اور عبدیت کے آثار مثلاً مشاہدہ عجز و ضعف اور غلبہ انکسار و افتقار و فنائے دعویٰ حالاً کا ترتب ہوتا ہے جیسا کہ اکابر کا الہام ہے انا عند منکسرۃ قلوبھم.

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ　　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ہرگز پریشان نہ ہوں، ذکر جس قدر ہو سکے کر لیجئے۔ اگرچہ کسی قدر تکلیف بھی کرنا پڑے اور اگرچہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو، اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس کو تخفیف کر دیجئے اور استغفار کی کثرت رکھیں اور جب تک یہ حالت رہے ایک بار یا دو بار ہفتہ میں اطلاع دیتے رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ حالت رفع ہو جائے گی سب کو یہ حالت پیش آتی ہے میں تو اس سے خوش ہوا کہ علامت ہے راہ قطع ہونے کی۔ یہ سب راستے کی گھاٹیاں ہیں۔

قبض کی حکمتیں اور اس وقت کا دستور العمل

تحقیق: قبض سے عجب کا علاج ہوتا ہے عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ فنا اور تہدستی رای العین ہو جاتی ہے۔ اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے۔ اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہوگا۔

قبض کے اسباب

تحقیق: کبھی سوء اعمال کی وجہ سے سالک سے لذت فی الطاعات مفقود ہو جاتی ہے۔ اور گاہے بوجہ فتور و کسل و ملال کے طبعاً پیش آتی ہے۔ اور کبھی بمصلحت امتحان کے یہ حق کا طالب ہے یا لذت کا من جانب اللہ وارد کی جاتی ہے۔ یہ سب اقسام قبض کے سالک کو پیش آتے ہیں۔

قبض فی نفسہ مضر نہیں

تحقیق: قبض فی نفسہ تو مضر نہیں۔ مگر جب اس کا سبب کوئی فعل قبیح ہو تو وہ قبض مضر ہے۔ اس کی اصلاح یہی ہے کہ اس فعل کا تدارک کیا جائے۔

قبض سے جو مایوسی ہو اس کا علاج

حال: ایک دن قبض کی حالت میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ تمہارے ارادے تو کبھی پورے نہیں

ہوئے۔اب جو تم اہل اللہ کے دروازے پر پڑے ہو تو کیا امید ہو سکتی ہے۔ پھر خیال یہ ہوتا ہے کہ بلا کر محروم کرنا یہ انصاف کے خلاف ہے۔ اور بے انصافی سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں۔

تحقیق: اس کو بے انصافی نہ سمجھنا چاہئے، محروم رکھنا ہی عین انصاف ہے اول تو وہ مالک پھر ہم میں ہزاروں کوتاہیاں جس سے محروم رہنا تعجب نہیں، بجائے اس کے یہ سمجھے کہ وہ بڑے رحیم ہیں کوتاہیوں کو بھی معاف کرتے ہیں۔ ان سے امید ہے۔

قبض کے علاج کی ضرورت نہیں

تحقیق: قبض کے آداب وحقوق کی رعایت ضروری ہے۔ خصوصاً رضا وتفویض خلاصۃ الآداب ہے۔ جو امر غیر اختیاری ہو سب محمود ہے قبض خود حالت نافعہ ہے اس کا علاج ضروری نہیں اور جو علاج کے عنوان سے بزرگوں نے کچھ لکھا ہے کہ اس سے مقصود نہیں ہے کہ اس کا ازالہ کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبض کے وقت یہ عمل کیا جائے گویا یہ اعمال آداب وحقوق ہیں قبض کے پھر ان کے بعد خواہ قبض رہے یا جائے، دونوں حالتوں میں رضا وتفویض چاہئے۔ اس دستور العمل سے اگر پریشانی ذات بھی رہے تو اس کا وصف نہ رہے گا۔ مشاہدہ اس کا شاہد ہے۔

قبض سے مقصود سالک کی اصلاح ہے

تحقیق: قبض کا سبب صرف عدم رضائے حق نہیں بلکہ بعض دفعہ حکمتوں کی وجہ سے قبض طاری کیا جاتا ہے، سالک کے لئے یا سنبھالنے کے لئے بسط کو سلب کر لیا جاتا ہے تاکہ عجب وکبر میں مبتلا نہ ہو۔

قبض کی حکمت

تحقیق: حدیث میں ہے کہ جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص مرتبہ مقدر ہوتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسد اور اس کے اہل اور اس کے مال کو کسی بلا میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے جو اللہ کی طرف سے مقدر ہوا تھا یہ حدیث قبض کی حالت میں نہایت تسلی بخش ہے۔

تحقیق: حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ قبض حقیقۃً لطف ہے بصورت قہر

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو   آں صلاح تست آیس دل مشو

احوال و کیفیات متفرقہ

سالک کی پریشانی کی وجوہ

حال: حالت احقر یہ ہے کہ کئی بار روز و شب میں طبیعت نہایت پریشان ہوتی ہے اور حسرت و درد اندیشۂ حرمان سے حزیں ہو کر مبتلا بآہ و بکا ہو جاتا ہوں۔

تحقیق: اس کا سبب غالبًا مرکب ہے دو جز سے، ایک سوء مزاج طبعی، اس کا علاج طبیب سے ضروری ہے، دوسرا طلب مقصود کے ساتھ مقصود کی تعیین میں غلطی اس کا علاج تربیت السالک کا مطالعہ ہے، اگر یہ دونوں امر نہیں تو قبض طبعی ہے جو حالات رفیعہ ہے اور نفع میں بسط سے زیادہ ہے۔ جب علم الٰہی میں مصلحت ہوتی ہے۔ خود زائل ہو جاتا ہے اس کا ادب صبر و تفویض ہے۔

حافظہ کے کمی کی شکایت

حال: وعظ دیکھتا ہوں، لیکن حافظہ کم ہونے کی وجہ سے یاد کم رہتا ہے۔

تحقیق: مضر نہیں، کیونکہ اثر باقی رہتا ہے۔

دعا سے شرمانا کبھی غلبۂ عبدیت سے ہوتا ہے اور اس کا علاج

حال: ایک ہفتہ سے یہ حالت ہے کہ بعد نماز و اذکار دعاء کرنے میں قبولیت کی درخواست کرتے ہوئے شرم و حجاب معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی و ذکر جو کہ سراسر کوتاہیوں سے بھری ہوئی ہے اس کو پیش کر کے قبولیت کی درخواست کرنا سخت بے حیائی ہے۔

تحقیق: اعلیٰ درجہ کا حال عبدیت کا ہے۔ مبارک ہو۔ اس سے زیادہ ایک مقام عبدیت کا ہے وہ یہ کہ باوجود اس حال کے غلبہ کے امر کو مقدم رکھ کر قبولیت کی ضرور دعا کی جائے اور اسمیں ایک گونہ مجاہدہ بھی ہے مقتضائے طبع پر مقتضائے شرع کی تقدیم کی گئی۔

وجہ زیادتی حظ و قلق از تہجد بہ نسبت فرض

حال: تہجد میں حظ بھی زیادہ آتا ہے فرائض سے اور اس کے فوت سے قلق بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ کید نفس تو نہیں۔

تحقیق: طاعات پر دو اثر مرتب ہوتے ہیں ایک عاجل یعنی حظ اور امر ذوقی طبعی ہے۔ دوسرا آجل یعنی ثواب اور یہ امر اعتقادی عقلی ہے اور حظ میں جدت اور امتیاز کو خاص دخل ہوتا ہے اور تہجد میں

اس کا تحقق ظاہر ہے اور فرائض میں بوجہ عموم وتشارک کے یہ مفقود ہے، اِس لئے تہجد میں حظ وفرائض سے زیادہ ہوگا گو اجر و ثواب کا اعتقاد فرائض ہی میں زیادہ ہے اور ایک قلق ہوتا ہے فوت حظ سے اور ایک ہوتا ہے فوت اجر سے۔ اول فوت تہجد سے زیادہ ہوگا اور ثانی فوت فرض سے زیادہ ہوگا۔ اور اول کا تحقق غلبۂ طبیعت کا اثر ہے اور ثانی کا تحقق غلبۂ عقل کا اور احد الامرین کا غلبہ غیر اختیاری ہے اس لئے اس پر ملامات نہیں، نہ یہ کید نفس ہے مگر دلیل فساد ذوق کی ضرور ہے سلامت ذوق کی دعاء ضروری ہے

تلف مال سے زیادہ فوت صحت وولد کے غم والم ہونے کا راز

سوال: اہل اللہ کو کیا مال ومتاع کے بھی تلف ہو جانے سے مثل اولاد و صحت وتندرستی کے غم و الم ہوتا ہے۔

جواب: کچھ تو اثر طبعًا ہوتا ہے۔ مگر اولاد کے طبعی اثر کے برابر نہیں اور وجہ اس تفاوت کی کہ وہ بھی طبعی ہے۔ یہ ہے کہ مال آلہ ہے دوسرے حوائج محبوبہ کا، خود اس میں محبوبیت اور مقصودیت نہیں، اور اولاد وصحت میں خود محبوبیت اور مقصودیت ہے پس ایسے تفاوت سے دونوں کے اثر میں بھی تفاوت ہے۔

احوال وکیفیات کی حقیقت

تحقیق: احوال وکیفیات کو دوام نہیں ہوتا ان کو مقصود سمجھنے کا انجام بجز مایوسی اور پریشانی نہیں اصل میں اعمال اختیاریہ اقدم ہیں سلوک کے ان سے چلنا چاہئے۔

تحقیق: اعمال کا فقدان شامت اعمال نہیں، ہاں اعمال میں اگر اختلال ہے وہ بے شک قابل نظر ہے۔ جس کی تلافی اختیاری ہے یعنی عود الی الاعمال سے۔

خیال جہت فوق میں کوئی بات کفر نہیں

حال: بوقت توجہ الی الذکر بے اختیار خیال آسمان کی طرف جاتا ہے۔ شعبۂ کفر تو نہیں۔

تحقیق: حق تعالیٰ جہت سے منزہ ہیں مگر تاہم ان کی خاص تجلیات کو عرش سے خاص خصوصیت ہے اسلئے فطری طور پر جہت فوق کی طرف خیال جاتا ہے جس کا منشاء واقعی ہے اس میں کوئی بات کفر کی نہیں۔

غلبہ نوم سے ثقل حوال نہ مذموم ہے نہ مضر

حال: بعض وقت چار پائی پر لیٹا ہوا ہوتا ہوں۔ اور اذان سنائی دیتی ہے لیکن بوجہ غلبہ نوم چار پائی پر سے اٹھنے کی ہمت نہیں پڑتی اور نہ اس وقت خوف خدا معلوم ہوتا ہے، حتیٰ کہ نماز بھی قضا ہو جاتی ہے

تحقیق: اس کا سبب طبعی ہے، یعنی ثقل حواس غلبہ نوم سے سو نہ یہ مذموم ہے نہ مضر، البتہ اس ثقل سے جو اعمال واجبہ میں اختلال ہوتا ہے وہ واجب العلاج ہے اور علاج اس کا ہمت ہے۔

طریق تصرف

تحقیق: بعض لوگ فطرۃً صالح التصرف ہوتے ہیں گو صاحب نسبت نہ ہوں، طریق تصرف کا صرف ہمت کا صرف کرنا ہے دوسرے کی بھی ہمت اگر قوی ہو تو اس سے روک سکتا ہے۔ طرق تصرفات کی تحصیل صرف مشاقی پر ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے جو ضیاء القلوب میں فرمایا ہے۔ اما ایں تصرفات عجیبہ وغریبہ بدون حصول نسبت فنا و بقاء دست نمی دلقد وایں معاملات از متوسطان سلوک اکثر واقع شوند۔ اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ یہ تصرفات عجیبہ وغریبہ بقید نافع فی الدین ہونے کے موقوف ہیں، حصول نسبت فناء بقاء پر یعنی مشاقی یا قوت فطریہ کے ساتھ (نافع فی الدین) بھی شرط ہے، کیونکہ سالک کا اصل موضوع یہی نفع فی الدین ہے مراد بعض تصرفات عجیبہ وغریبہ سے وہی تصرفات ہیں جو سلوک کے متعلق ہیں جیسے توبہ بخشی وغیرہ۔

اصل رونا دل کا ہے

حال: مجھے وعظ سن کر نہ رونا آتا ہے نہ ذکر وغیرہ میں خوف خدا ہوتا ہے، یہ سنگ دلی تو نہیں۔
تحقیق: رونا دل کا مقصود ہے آنکھ کا نہیں وہ حاصل ہے دلیل اس کی یہ تاسف ہے۔

حجاب نورانی اشد ہے حجاب ظلمانی سے

حال: انوار ابر رنگ برنگ کے نمایاں ہوتے ہیں۔ اسم ذات کی کثرت سے لطائف میں سوزش ہوتی ہے۔ اور کوئی شی مثل ہوا کے بھر کر پھیل جاتی ہے۔
تحقیق: واقع میں انوار وآثار قابل التفات نہیں۔ ان میں اکثر دخل اسباب طبعیہ کا ہوتا ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تب بھی ملکوت مثل ناسوت کے غیر قابل التفات ہے۔ ناسوت اگر حجاب ظلمانی ہے تو ملکوت حجاب نورانی۔ اور حجاب مطلقاً حاجب ہے اور حاجب کا رفع واجب ہے۔

مصلحت فی الکیفیات یکسوئی ہے

البتہ ان کیفیات مذکورہ بالا میں (اگر یہ ہوں کیونکہ ان کا ہونا لازم نہیں) یہ مصلحت ضرور ہے کہ ان سے شاغل کو یک گونہ یکسوئی ہوتی ہے۔ جس سے اگر ذکر میں کام لے تو مفید ہے یعنی مذکور کی

جانب توجہ خالص کرے ورنہ اگر خود اس میں مشغول ہو گیا تو یہ دوسرے خطرات سے بھی زیادہ مضر ہے کہ غیر مقصود کو مقصود بنا لیا اور سوزش کے بعد جو چیز پھیلتی ہے۔ وہ حرارت ہے حرکت سے اس میں لطافت آ جاتی ہے اور اس میں وہی تقریر ہے جو اوپر عرض کی کہ مورث یکسوئی ہے مگر مقصود نہیں۔

خروش ذکر کا اثر ہے

حال: جانب چپ پستان میں اور بعض وقت دست چپ میں بھی خروش پیدا ہو جاتی ہے۔ خصوصاً نماز میں اور جس وقت کہ قلب کی جانب خیال ہوتا ہے۔ اس وقت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

تحقیق: اثر ذکر کا ہے، مبارک ہو، مگر مفرحات و مرطبات و مقویات قلب کا استعمال ضروری ہے تاکہ اختلاج نہ ہو جائے، اور اگر ذکر میں ضرب یا حبس ہو چند روز کے لئے ترک کر دیں۔

گمان کمی عقیدت و محبت شیخ اور اس کا علاج

حال: یہ خبیث مرض ہے کہ آپ کے پیچھے بہت ذوق و شوق بہت انس و محبت مگر جہاں صورت شیخ کی دیکھی اور ذرا پاس بیٹھا وحشت ہوتی ہے اور طبیعت مکدر ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ محبت و عقیدت میں کمی نہیں بلکہ بوجہ عدم مناسبت کے وحشت ہے اس وحشت سے شبہ ہو جاتا ہے۔ قلت محبت کا عدم مناسبت اس وجہ سے ہے کہ پاس زیادہ نہیں رہے۔ مزاج نہیں پہچانا، اس کا علاج کچھ ضروری نہیں کیونکہ کچھ مضر نہیں۔ لیکن باوجود غیر ضروری ہونے کے علاج ہی کو دل چاہتا ہے۔ تو زیادہ پاس رہئے۔ ورنہ بار بار آنے جانے کا انتظام کیا جائے۔

دعائے خاص کا یاد نہ رہنا اور اس کا علاج

حال: گو ہمیشہ طلب دعا کرتا ہوں اور حضور فرماتے ہیں کہ دعا کرتا ہوں مگر ہمیشہ بدگمانی رہتی ہے کہ حضور کے خدام میں ایک نام کے بیسیوں ہوں گے کیا یاد ہوگا۔

تحقیق: خط آنے کے وقت تو ضرور دعاء خاص طور سے کر لیتا ہوں، اور دوسرے اوقات میں عام دعاء کرتا ہوں، کیونکہ خاص طور پر یاد رہنا واقعی دشوار ہے مگر حق تعالیٰ کو تو اس عام کے خاص افراد معلوم ہیں، وہ سب کے حق میں اس کو واقع فرما سکتے ہیں۔

غلبہ نوم

تحقیق: نیند اگر بہت غالب ہو تو اس کو دفع نہ کیا جائے، وظیفہ چھوڑ کر سو رہنا چاہئے پھر دوسرے وقت پورا کر لیا جائے اور اگر زیادہ غالب نہ ہو تو ہمت کر کے جاگنا چاہئے۔

حکم خواب

تحقیق: بیداری کا اہتمام کیجئے خواب کی فکر چھوڑ یئے کہ اول متعلق بہ تشریع ہے جس کا انسان مکلف ہے اور ثانی متعلق بہ تکوین ہے جس کا انسان مکلف نہیں۔

حافظ قرآن ہو کر حفظ قرآن میں طبیعت نہ لگنا

حال: جو قرآن شریف کی طرف رجوع کرتا ہوں تو طبیعت نہیں لگتی اور دل گھبراتا ہے۔

تحقیق: بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے تنہا کام نہیں ہوتا۔ کسی ایسے شخص کو تجویز کر لیں جو قرآن بطور استاد کے سنا کرے اور مشورہ دے سکے کہ اتنا یاد کرو اور اتنا سناؤ اور اگر دماغ ضعیف ہو تو طبی علاج بھی کرو۔

وقت مجاہدہ ثانیہ

حال: پہلے توجہ الی اللہ زیادہ تھی تقاضائے معصیت بہت مغلوب تھا اور ایک گونہ جمعیت اور سکون اور یکسوئی حاصل تھی۔ لیکن اب وہ حالت نہیں رہی، تقاضائے معصیت کا بعض وقت غلبہ بہت ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ ہے وقت مجاہدہ ثانیہ کا بعد فراغ مجاہدہ اولیٰ کے اور یہی ہے جس کے نہ جاننے سے ایک سالک واصل کو شبہ رجعت کا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات مایوس ہو کر نوبت تعطل کی آجاتی ہے حالانکہ یہ کمال سلوک کے لوازم عادیہ سے ہے حقیقت اس کی یہ ہے کہ ابتداء میں جوش کی زیادتی سے امور طبعیہ مغلوب ہو جاتے ہیں، توسطاً یا انتہا میں جوش کم ہو جانے سے وہ امور طبعیہ پھر عود کرتے ہیں، کیونکہ ان کا زوال نہیں ہوتا صرف مغلوب ہو گئے تھے اس عود کے وقت پھر مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس مجاہدہ میں تعب و کشاکشی کم ہوتی ہے لرسوخ التھذیب فی النفس مگر عزم و توجہ و ہمت وضبط کی حاجت ہوتی ہے۔

استعمال لذائذ میں گھر کا خیال آنا

خیال: اگر کسی قوت کی چیز کھانے کی نیت کرتا ہوں تو دو خیال پیدا ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ خدا جانے گھر والے کس طرح ہوں، اور دوسرے یہ کہ دل میں ندامت ہوتی ہے کہ اللہ کی نعمتیں تو پیشتر سے کھا رہا ہے اس میں تو نے کیا کر دیا، اور آئندہ کیا کرے گا۔

تقویت بھی تداوی میں داخل ہے

تحقیق: یہ ایک حالت محمودہ کا غلبہ اور مبارک حالت ہے عملدرآمد اس میں یہ چاہئے کہ جس چیز سے محض لذت مقصود ہو، وہاں اس حال کے مقتضاء پر عمل کیجئے اور جہاں تداوی یا تقویت کی ضرورت ہو، وہاں بہ نسبت حال کے امر شرعی مستحب تداوی پر عمل افضل ہے اور تقویت بھی داخل تداوی ہے۔

نماز سے طبیعت کے بھاگنے کا علاج

حال: نماز سے دل بھاگتا ہے یہاں تک کہ چند وقت کی نماز بھی جاتی رہتی ہے۔

تحقیق: علاج اس کا یہ ہے کہ (۱) طبیعت پر زور ڈال کر نفس کی اس بات میں مخالفت کرنا۔ (۲) کسی معین وقت پر بیٹھ کر مراقبہ موت کرنا (۳) احقر کے مواعظ علی التواتر مطالعہ کرنا۔

علاج بلائے دیر درماں

حال: ایک شخص نے لکھا کہ اصلاح کی تین صورتیں ہیں۔ عمل، دعاء، عرض حال، عمل چونکہ تابع ہے عزم کے اور میں عزم کو اختیاری نہیں سمجھتا بلکہ اس کو بھی مخلوق سبحانہٗ جانتا ہوں، اس لئے عمل تو یوں صفر ہے رہی دعاء مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری دعاء کبھی قبول ہوئی ہو، جو دعائیں سراسر نافع ہیں وہ بھی مقبول نہیں ہوئی، جیسے دعاء توفیق اعمال صالحہ وغیرہ اس لئے دعاء کرتے ہوئے بجائے غلبہ رجا قبول کے جھجک طبیعت میں پیدا ہوتی ہے۔ اب رہی عرض حالت وہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ طبیب کا کام نسخہ بتلانا ہے ادھر اپنی طبیعت کو ٹٹولتا ہوں تو نسخہ کو اگلتی ہے، اسلئے مجھے کوئی راستہ رہائی کا نظر نہیں آتا۔

تحقیق: (۱) آپ میرے کہنے سے تقلیداً ہی معمولات متعلقہ اذکار و اشغال کو جاری رکھئے خواہ دل لگے یا نہ لگے، اثر ہو یا نہ ہو، خواہ دوام ہو سکے یا نہ ہو سکے جس روز بھی ہو جائے اور جس قدر بھی ہو جائے اور ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں۔ (۲) دعاء کی نسبت جو لکھا ہے اسکی مخالفت اعتقاداً آپ پر واجب ہے وہ ضرور نافع ہوتی ہے۔ اپنے دل کو جبراً یوں سمجھائیے کہ مواد خاصہ میں جن میں دعاء غیر نافع معلوم ہوئی ہے، اگر دعاء نہ ہوتی شائد زیادہ بلا کا سامنا ہوتا دنیویاً اور دیناً نیز حکم شرعی ہی سمجھ کر دعاء کیجئے کہ امتثال امر کا تو اجر ملے گا۔ بلا سے مطلوب خاص نہ ملے، (۳) عرض حال کی نسبت یہ ہے کہ نئی حالت کی اطلاع ضروری ہے، باقی جس حالت کی جو تدبیر بتلائی گئی ہو اور اس میں اہمال ہوا ہو اس کی اطلاع واقعی ضروری نہیں، بلکہ اس کی تدبیر کے استعمال کی ہمت کی کوشش و فکر میں رہنا چاہئے۔ اس اہتمام سے ایک روز انشاء اللہ ہمت بھی نصیب ہو جائے گی۔ من حیث لا یحتسب العامل کر کے دیکھنے کی چیز ہے۔ (۴) پھر ان امور

کے ساتھ گو کسی درجہ میں ہو اگر تفویض وتسلیم الی الحق ہو تو بے حد مقوی تاثیر ہے اور بدون کسی قدر سعی کے محض تفویض صورت تفویض ہے حقیقت تفویض نہیں حدیث میں ہے۔

اعقل ثم توکل

گر توکل می کنی در کار کن　　　کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

(۵) ناصحین ومخلصین کی تقریرات ومشاورات کے مقدمات میں نظر نہ کیا کیجئے ان کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر تقلیداً قبول کر کے عمل شروع کر دیا کیجئے۔ (۶) ترتب ثمرہ کے لئے کوئی حد اور مدت ذہن میں معین نہ کیجئے، آخرت تک میں ظاہر ہونے کے لئے جو کہ یقین ہے آمادہ رہئے۔ (۷) اس بلائے دیر درماں نہ کہ بے درماں میں صدہا حکمتیں ہیں جو عنقریب معلوم ہونگی کہ کیسے کیسے اخلاق رذیلہ کا اس سے علاج ہو گیا ہوگا۔

(۸) اور شرمانے کی کوئی بات نہیں ہے میں نے حقیر نہیں سمجھا، آپ کی طبیعت ہلکی ہو گئی ہوگی مجھ کو دعاء کی طرف زیادہ توجہ ہو گئی، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اب دونوں طرف کی دعا سے جلدی کام بن جائے گا اب میں خاص توجہ والحاح سے دعا شروع کروں گا اور کر بھی دی۔

کوئے نومیدی مرد کامید ہاست　　　سوئے تاریکی مرد خورشید ہاست

طریق نجات قلب پر معاصی

حال: قلب اس قدر گندہ ہے جس کی کچھ انتہا نہیں، ہر وقت خیالات فاسدہ واہمہ جمع ہوتے ہیں، ذکر پر نباہ نہیں ہوتا بدنگاہی کا مرض ستاتا ہے قلب بالکل مکدر رہتا ہے۔

تحقیق: یہ تمام حالات دوامر کی دلیل ہیں جو کہ اعلیٰ مقاصد سے ہیں، ایک اپنی بدحالی کا احساس، دوسرا خوش حالی کی فکر، چار امر کو اپنا معمول کر لو پھر عدم حرمان کا میرا ذمہ (۱) ذکر کے متعلق جو معمول مقرر کرو گو قلیل ہو تو اس کو پورا کر لیا کرو خواہ دل سے یا بے دلی سے (۲) معاصی سے نفس کو ہمت کے ساتھ روکو اور کوتاہی پر فوراً استغفار کرو۔ (۳) ماضی ومستقبل کو مت سوچو نہ نفع کا قصد کرو (۴) حالات سے وقتاً فوقتاً اطلاع دو گو وہ اطلاع کے قابل نہ ہوں۔ (۵) تمہارے اعضائے رئیسہ میں حرارت کا اثر ہے علاج طبی بھی ضرور کرو۔

وظیفہ میں دل لگنے اور تلاوت میں نہ لگنے کی وجہ

حال: قرآن شریف کے پڑھنے میں دل نہیں لگتا اور وظیفہ میں لگتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔

تحقیق: وظیفہ میں تو ایک ہی چیز بار بار پڑھی جاتی ہے۔ طبیعت پر زور نہیں پڑتا، آسانی کی وجہ سے دل لگتا ہے اور قرآن میں مختلف کلمات مختلف آیات پڑھی جاتی ہیں، طبیعت پر زور پڑتا ہے۔ دشواری کی وجہ سے گرانی معلوم ہوتی ہے۔ سو یہ طبعی بات ہے کوئی فکر کی بات نہیں مگر جس قدر بھی ہو سکے کرتے رہنا چاہئے بعد عادت کے یہ دشواری جاتی رہے گی، انشاء اللہ تعالیٰ اور دلچسپی بھی پیدا ہو جائے گی۔

ذوق مطلوب نہیں

تحقیق: ذوق مطلوب نہیں کیونکہ وہ ایک حال ہے نہ کہ مقام اور مقام مطلوب ہیں نہ کہ احوال اور فرق دونوں میں اختیاری اور غیر اختیاری ہونے کا ہے اور اہل فن کا قول ہے۔ المقامات مکاسب والا حوال مواھب حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے طالب لذت طالب حق نہیں ہے، کام میں لگنا چاہئے ثمرہ پر نظر نہ چاہئے۔

شوق مطلوب نہیں

تحقیق: شوق مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے۔ بلکہ بلا شوق ہیں بوجہ زیادہ تعب کے زیادہ اجر ہے یہ نکتہ عمر بھر پلے میں باندھ لینے کے قابل ہے۔

تہجد میں جی لگنے اور فرائض میں نہ لگنے کی وجہ

سوال: یہ شیطانی دھوکہ تو نہیں کہ فرائض میں جی کم لگے اور تہجد میں زیادہ لگے۔

جواب: اسمیں دھوکہ نہیں، طبعی بات ہے کہ جو کام اپنے ذمہ نہ ہو اس کو کر کے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ہم کو بڑی دولت نصیب ہوئی کہ جو کام ہمارے ذمہ نہ تھا۔ اس کی توفیق ہوئی اور جو کام ذمہ ہوتا ہے اس میں سمجھتا ہے کہ یہ تو کرنا ضروری ہے کونسا بڑا کمال کیا سو امور طبعیہ میں انسان معذور ہے۔

رقت قلبی کا نہ ہونا قساوت قلبی نہیں

حال: قساوت قلبی کی یہ حالت ہے کہ ہر چند چاہتا ہوں کہ بدرگاہ رب العزت گریہ وزاری کروں مگر آنکھ سے ایک قطرہ نہیں نکلتا۔

تحقیق: یہ قساوت نہیں، منشأ گریہ کا رقت قلبی ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری مطلوب نہیں، قساوت یہ ہے کہ معصیت کے بعد افسوس نہ ہو۔

یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو کبھی نہ ہو

حال: خدا جانے کیا سبب ہے کہ جب کبھی کام پابندی سے کرنا چاہتا ہوں۔ تو دو چار روز کے بعد وحشت ہونے لگتی ہے۔ اور کام چھوڑ بیٹھتا ہوں۔

تحقیق: بعض طبائع کا یہ جبلی خاصہ ہے، پریشانی کی کوئی بات نہیں ایسے شخص کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو، اسی طرح کرتے رہنے سے دوام حقیقی میسر ہو جاتا ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ گو دوام نہیں مگر بحکم دوام ہے اثر اور برکت میں۔

احوال غیر اختیاریہ دائم نہیں ہوتے۔

تحقیق: احوال غیر اختیاریہ دائم نہیں ہوتے اور اگر دائم ہوں تو ان میں لذت نہ رہے اور اکثر اس کے مصالح اس لذت پر مبنی ہیں۔

توجہ الی الکیفیات والانوار

تحقیق: قصداً انوار و کیفیات کی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے لیکن اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کے دفع کا اہتمام شدید کیا جائے غرض نہ استحضار اس کا کیا جائے نہ استنکار کیا جائے کہ دونوں میں التفات الی غیر المقصود ہے ایک میں اثباتاً ایک میں نفیاً اور یہی التفات الی الغیر حجاب ہے۔

بشارت پر رونا اقرب الی سلامت الفطرت ہے

تحقیق: بشارت کی آیتوں پر رونا آنا زیادہ اقرب الی سلامۃ الفطرت ہے کہ اس سے جوش زیادہ ہوتا ہے اور جوش سے رونا آتا ہے۔

غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا چاہئے

تحقیق: غیر اختیاری امور کا کبھی قصد نہ کریں اس کا انجام پریشانی ہے، جو ہو جائے خدا تعالیٰ کا شکر کریں اور اصلی کام میں لگیں۔

ذوقی حالت کے ابقاء کی فکر پریشانی کی بنیاد ہے

تحقیق: ذوقی حالت کے ابقاء یا زیادت کی فکر کرنا ہی پریشانی کی بنیاد ہے کیونکہ وہ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کے ساتھ قصد کا تعلق تمنع اور ممتنع کی فکر یقیناً پریشانی۔

قضا نمازوں کی ادائیگی کی سہل ترکیب

حال: قضا نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہوتا ہوں تو دل بے حد تنگ ہوتا ہے۔

تحقیق: تھوڑا تھوڑا قضا کرتے رہیں تو انشاء اللہ از خود تنگی رفع ہو جائے گی اگر یہ نہ ہو سکے تو ایک دن کے ناغہ سے قضا شروع کریں اور بہت سہل ہو جائے گا اور کام چستی سے نہ ہو سکتی ہی سے سہی جس طرح کچھ لیا جائے۔

تلوین مقدمہ تمکین ہے

تحقیق: احوال علی سبیل التعاقب وارد ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک روز تمکین میسر ہو جاتی ہے تلوین مقدمہ تمکین ہے مقدمہ سے نہ گھبرانا چاہئے کہ یہی سفیر مقصود ہے۔

معمولات کے ناغہ ہو جانے کی حکمتیں

حال: تمنا یہ ہے کہ کبھی معمولات میں ناغہ نہ ہو بعض افتاد ایسی پڑ جاتی ہے کہ ناغہ ہی ہو جاتا ہے۔

تحقیق: کچھ مضائقہ نہیں اس میں بھی حکمتیں ہیں، اس میں اظہار ہے اپنی بے چارگی کا اس میں قطع ہے دعویٰ کا، اس میں علاج ہے عجب کا۔ البتہ حتی الامکان تساہل خود نہ ہو اور ناغہ کا عوض بھی کر دیا جائے اگر تام نہ ہو غیر تام سہی۔

شیخ سے استفادہ کی شرط حب عقلی ہے

تحقیق: شیخ سے استفادہ کی شرط حب عقلی ہے نہ کہ محبت طبعی۔

آثار غلبہ وحشت

تحقیق: اگر دنیا کے مٹنے اور خدا کی طرف جانے کا تقاضہ ہو تو یہ وحشت عن الدنیا ہے مگر اس کا ایک لون یہ بھی ہے کہ وحشت فی الدین بھی ہونے لگتی ہے۔ چونکہ تحقق اس دین کا بھی دنیا میں ہے۔ بس اس وحشت کو دین سے اقتران ہو جاتا ہے جیسا کسی کو غم ہوا اور وہ غم نماز میں بھی رہے تو نماز اس غم کا ظرف تو ہے مگر خود وہ غم نماز سے تو نہیں۔

ضعف قلب کوئی مرض باطنی واخلاقی نہیں

تحقیق: ضعف قلب کوئی مرض باطنی واخلاقی نہیں بلکہ مرض طبی ہونے کے سبب خود موجب اجر ہے اور بعض آثار کے اعتبار سے نافع باطن ہے جب کہ اس سے پستی اور شکستگی پیدا ہو جو کہ اعظم مقاصد

طریق سے ہے۔

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود　　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

معیار اعظم مرضی و نامرضی کا شرع ہے، اور اس پر عمل اختیاری ہے اور اس میں ضعفاء کی باضابطہ اعانت بھی ہے۔

تکدر بعد الجماع

حال: بعض اوقات بعد الفراغ جماع طبیعت مکدر ہو جاتی ہے جیسے کسی معصیت کا ارتکاب ہو جانے پر انفعال ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ ایک حال ہے کہ توجہ الی غیر الحق بالمحبت سے طبعاً انقباض ہوتا ہے امور طبعیہ مذموم نہیں، یہ از خود رفع ہو جائے گا، کبھی اثر ضعف جسمانی کا بھی ہوتا ہے۔

اعمال صالحہ پر خوشی عقلی کافی ہے

تحقیق: اعمال صالحہ پر خوشی عقلی کافی ہے۔ اور وہی مطلوب ہے طبعی خوشی وابستہ ہے اسباب متعددہ کے ساتھ ایک صحت بدنی اعتدال مزاج بھی ہے اس کے نہ ہونے سے خوشی نہیں ہوتی جو قابل التفات نہیں۔

اجازت شیخ دلیل کمال نہیں بلکہ دلیل مناسبت ہے

حلال: ز تحریر مجازیت خود شرم می آید خود بخود خیال کما می آید۔

تحقیق ایں اعتقاد کمال نیست کہ مضر باشد وسوسہ است کہ مضر نیست در چنیں اوقات استحضار عیوب کنند و بدل آرند کہ اجازت دلیل کمال نیست بلکہ دلیل مناسبت است چنانچہ دستار فضیلت بعد فراغ کتب می بندند اگر چہ عالم کامل نباشد صرف مناسبت مدار ایں رسم باشد کمال بفر اسخ دور است۔

بیوی کے مرنے کی تمنا و خیال کا علاج

حال: اپنے گھر کے متعلق بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر مر جائے تو میں مولانا کے پاس جا کر خوب ذکر کیا کروں۔ اس سے میرے ذمہ گناہ تو نہیں ہوا۔

تحقیق: اس سرسری خیال سے گناہ نہیں ہوا، ہاں اگر دھیان باندھ لیا جاتا کہ یہ مر ہی جائے تو اس میں گناہ ہے اگر تجربہ سے یہ شخص صاحب ہمت و تصرف نہیں تو صرف مسلمان کی بدخواہی کا۔ ورنہ ہلاک و قتل کا بھی، اس لئے ایسے خیال کے وقت یوں مناسب ہے کہ فوراً ادھر سے اپنا خیال ہٹا لے اور

زبان سے یا خیال سے دعاء کرے کہ الٰہی سب کی خیر۔

طرف عمل بوقت خیال ترک دنیا

حال: اکثر یہی جی میں آتا ہے کہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ جاؤں۔

تحقیق: حسب الترک بعض اعتبار سے بعض اوقات میں ترک سے بھی افضل ہے کہ ترک میں بعض اوقات خطرہ بھی ہے جب کہ ضعف قلب سے تشویش کا احتمال ہو۔ بخلاف حسب ترک کے کہ محض بے خطر ہے اور بحکم نیت المومن خیر من عملہ اجر و اثر میں اس کا متقارب بس فی الحال اس پر اکتفا کیا جائے کہ جب وقت آئے گا خود غیب سے اسکے سامان مہیا ہو جائیں گے۔ مجموعہ حالتین میں یہ مضمون نقد حال ہونا چاہئے

چونکہ بر میخت بہ بندو بستہ باش　　　چوں کشا چابک و برجستہ باش

طرز عمل بوقت طیران ہیبت

تحقیق: حالت ہیبت احوال رفیعہ میں سے ہے۔ جب تک اس کی خود بخود تعدیل نہ ہو جائے اسی حال کا اتباع کیا جائے۔

کسی عمل نیک پر اپنی بڑائی کا خیال آنا

حال: کوئی پسندیدہ کام کیا جائے تو طبیعت میں بڑائی محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق: جو خیال اور اثر غیر اختیاری ہو اور اعتقاداً اس کو برا سمجھے اور اس کے مقتضاء پر عمل بھی نہ کرے۔ مثلاً زبان سے فخر کرے نہ قصداً اپنے کمال کا استحضار کرے تو کچھ ملامت نہیں اور اگر اسکے ساتھ ہی اپنے عیوب اور نقائص کا استحضار بھی کر لے اور سوچ لے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کمال مقبول نہ ہوا تو ہیچ ہے۔ تو اس عمل سے اجر ملے گا۔ اور اسی استحضار کا تکرار ان خیالات کا علاج ہے۔ جس سے بتدریج مضمحل ہو کر کالعدم ہو جاتا ہے۔

امور اختیاریہ کا علاج کلی

تحقیق: غیر اختیاری امور کے لئے صرف دعا طریق ہے۔

امور غیر اختیاریہ سب محمود ہیں

تحقیق: امور غیر اختیاریہ میں غیر محمود کا تحقق ہی نہیں۔

رغبت ونفرت طبعی کا حکم اور اس کا علاج

حال: طاعت کی طرف نہ رغبت ہوتی ہے۔ اور نہ قصدی استحضار نہ معاصی سے طبعی نفرت ہے۔

تحقیق: رغبت اور نفرت طبعی غیر مطلوب ہے، رغبت اور نفرت اعتقادی کافی ہے یہی مامور بہ ہے اس کے مقتضا پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت اور نفرت بھی ہو جاتی ہے۔ اگر ہو تو بھی مضر نہیں۔

بشاشت طاعت سے عدم علوم خلوص کا شبہ غلط ہے

حال: بعض لوگوں نے حفظ کلام اللہ پر تعریف کی اس سے ایک قسم کی بشاشت نفس میں پائی گئی، اس وجہ سے مجھے اپنے خلوص نیت میں شبہہ پڑ گیا ہے۔ ارادہ ہے کہ حفظ کا کام تا خلوص نیت ملتوی کر دوں۔

تحقیق: ہرگز ایسا نہ کیجئے بشاشت سے شبہہ نیت میں عدم خلوص کا خود یہی غلط ہے ورنہ شیطان کو ہر عمر صالح کے چھڑا دینے کا ایک اچھا ذریعہ ہاتھ آئے گا۔ کہ لوگوں سے تعریف کرا دی اور آپ کو شبہہ میں ڈال دیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح عمل للخلق ریا ہے اسی طرح ترک عمل للخلق ریا ہے۔

امامت سے کبر و عجب کا شبہہ

حال: ایک قاری عالم نے ایک جاہل کے بجائے امامت کرنا شروع کر دی تھی۔ اس پر ان کو خیال ہوا کہ اس میں تو اپنے کو اس سے اچھا سمجھنا پایا جاتا ہے۔

تحقیق: اپنے کو اچھا سمجھنا لازم نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو دولت علم و تصحیح قرآن کی عطا فرمائی ہے۔ اس عطیہ کو اس عطیہ سے جو اس نے عطا فرمایا ہے افضل سمجھنا لازم آتا ہے سو اسمیں کیا حرج ہے، اور چونکہ وہ اپنی ذات صفت نہیں اس لئے اپنے کو اچھا سمجھنے کا لزوم بھی نہیں۔

بغض فی اللہ کی حدت کا علاج

حال: جب کوئی قضیہ بددین سے اس کی بددینی کی وجہ سے ہو جاتا ہے تو سخت غیظ و غضب طیش وحدت سے ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ ظالم بددین کا قلع قمع کر دیا جائے۔

تحقیق: یہ بغض فی اللہ عین مطلوب ہے اور اثر غیر اختیاری ہے، افعال میں تعدیل کا اہتمام رکھنا چاہئے۔

موت سے خوف کی وجہ

حال: میرے موضع میں طاعون ہے موت سے سخت خوف کھا رہا ہوں اس سے صاف اپنے ضعف ایمان کی علامت معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: ہرگز نہیں، بلکہ یہ ایک امر طبعی ہے، میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے جن کے کمالات پر اتفاق ہے ایک بار فرماتے تھے کہ مجھ کو بہت ڈر موت سے لگتا ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے من احب لقاء الله وہ عین موت کے قرب کی حالت ہے جو سب مسلمانوں کو نصیب ہوتی ہے اور اولیاء اللہ سے جو اشتیاق موت منقول ہے وہ بھی ایک حالت ہے جو غیر اختیاری ہے جیسے کہ خوف غیر اختیاری ہے اور امور اختیار یہ کی نہ تحصیل مامور بہ ہے نہ ازالہ، بالکل تسلی رکھیں۔

کیفیت مرکب بانس وضعف کا علاج

حال: معمولات کی طرف طبیعت بالکل راغب نہیں ہوتی۔ بجز مسجد کے طبیعت کہیں مانوس نہیں ہوتی۔ دوسروں کا ذکر سن کر بے حد مسرت ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ کیفیت مرکب ہے انس وضعف سے، بس دل لگنے کا انتظار نہ کیا جائے خود بھی ذکر کرنا چاہئے۔ گو قلیل سہی اور گو جی نہ لگے اور تربیۃ السالک کا مطالعہ ضروری ہے۔

سالک کی یاس کا قدرتی علاج

حال: دو روز کی نماز فجر وعشاء غفلت کی وجہ سے قضا ہوگئی جس کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں بہت رویا، دوسری رات کو خواب میں جواب ملتا ہے کہ تیرے تزکیۂ باطن اور ترقی مراتب کے لئے ایسا کیا گیا

تحقیق: یہ جو کچھ وارد ہوا انکشاف ہے بعض مصالح وحکم واسرار بعض زلات کا جو بلا اختیار واقع ہو جائیں، جس سے مقصود سالک کی یاس کا علاج ہے بوجہ اس کے کہ یاس سے تعطل اعمال میں اور کفران احوال میں پیدا ہونا محتمل ہے بس اس نعمت کے انکشاف پر شکر کرنا چاہئے۔ اور معنی اس کے رخصت فی التساہل نہ سمجھنا چاہئے۔

ناغہ تہجد کے غم کا علاج

حال: سددو اوقاربوا پر عمل کی غرض سے دوام تہجد واذ کار کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن اکثر ہفتہ میں دو روز آنکھ ہی نہیں کھلتی پھر دن میں ہمت قضاء کی ہوتی نہیں۔ اس کا بہت ملال رہتا ہے۔

تحقیق: جس ذات مقدسہ کا ارشاد ہے۔ سددو اوقاربوا اسی کا ارشاد ہے لا تفریط فی

النوم انما التضریط فی الیقظۃ لہٰذا عقلی غم تو ہونا نہ چاہئے رہا طبعی سو وہ خود مجاہدہ ہے اس کے انسداد کی تدبیر کی کیا ضرورت البتہ قضا امر اختیاری ہے اس کی کوتاہی پر عقلی غم عین مطلوب ہے اس کوتاہی کا انسداد یہ ہے کہ بعد نماز عشاء معمولات ادا کرلیں اور اگر آنکھ کھلے قند مکرر سہی۔

علامت وکسل علالت مبقی اجر و برکت ہے

تحقیق: علالت با کسل جو علالت سے ہو عذر ہے (عدم ادائیگی معمولات کا) جو بروئے نص و حدیث مبقی اجر و برکت ہے۔

حق تعالیٰ کے سعید و شقی بنانے پر عدم ناگواری کا علاج

حال: خدا تعالیٰ شانہٗ کے سعید و شقی بنانے پر بالکل ناگواری نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا علم کسی چیز کی اہلیت کے خلاف متمنع اور محال ہے۔

تحقیق: مگر باوجود اس کے حق تعالیٰ سے سعادت کا سوال کرنا چاہئے کہ مامور بہ ہے اور دعا کر کے امید قبول رکھنا چاہئے۔ اور ان سب کو اس کی علامت سمجھنا چاہئے کہ اس کا علم ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری سعادت کے ساتھ متعلق ہوا ہے۔

کلال فی الذکر

حال: کثرت ذکر و تلاوت سے دماغ اور زبان دونوں میں کلال پیدا ہو جاتا ہے۔

تحقیق: آرام لے لینا مناسب ہے، کیونکہ دوسرا مستقل شغل مثلاً فکر بھی اس کلال کا موجب ہوگا۔ اور یہ آرام گو صورتاً غفلت ہے مگر چونکہ مقصود اس سے تہیہ للذکر ہے۔ اس لئے بحکم ذکر ہے نوم عالم کو عبادت اسی جگہ سے کہا گیا ہے۔

منام میں بد نفس کی حالت کی بشارت

حال: (۱) خواب میں ایک لڑکی نظر آئی میرا نفس بد ہوا اور جماع کی تیاری کے وقت انزال قبل از دخول ہوا اور غسل کر لیا (۲) مہمان خانہ کی تالی کی تلاش میں اس قدر وقت صرف ہوا کہ طلوع شمس ہو گیا اور نماز فجر قضا ہو گئی۔

تحقیق: عرفاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات کوئی معصیت کسی شخص کے لئے مقدر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس معصیت کو بیداری سے منام میں منتقل کر دیتے ہیں سو ایسے خواب سے خوش ہونا چاہئے کہ یقظ میں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور منام میں مکلّف ہی نہیں ہوتا۔

حلال محبت کا انہماک اگر غیر اختیاری ہو تو مضر نہیں

تحقیق: حلال محبت کا انہماک اگر غیر اختیاری ہو اور اس سے اعمال ضروریہ دینیہ میں خلل نہ آئے ذرا بھی دین میں مضر نہیں نہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوتی اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ محبت طبعی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت عقلی تو دونوں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں۔ اور اس انہماک سے فکر و غم میں پڑنا دلیل اس کی ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت قلب میں ہے۔

شیخ کی مجلس کی حاضری کا لطف غیب میں نہ پانا

حال: وہ بات جو دربار عالی کی حاضری میں اپنی طبیعت کے اندر پاتا تھا۔ اس میں بہت کمی پاتا ہوں۔

تحقیق: یہ مضر نہیں وہ کمی صرف لطف کی ہے نفع کی نہیں، جیسے غذا کھانے کے وقت جو مزہ منھ میں آتا ہے بعد میں نہیں رہتا۔ مگر نفع غذا کا زائل نہیں ہوتا۔

اپنے کو بدترین خلائق سمجھنا

حال: دل میں یہ خطرہ آتا ہے کہ تو بدترین خلائق ہے تیرا کوئی نیک کام کسی قابل نہیں ہے۔

تحقیق: یہ خطرہ تو بحر معرفت کا ایک قطرہ ہے، خدا تعالیٰ اس کو دریا کر دے۔

گرانی طبعی موجب اجر ہے

حال: چلتے پھرتے چونکہ ذکر میں مشغول رہتا ہوں اس لئے اسے چھوڑ کر نہ کسی کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے نہ جواب سلام دینے کا۔

تحقیق: یہ گرانی طبعی ہے، لیکن جب تک شعور ہو ادائے واجب ضروری ہے اور گرانی سے اجر بڑھتا ہے۔ ماخذہٗ حدیث اسباغ الوضو علی المکارہ

قبض بھی نعمت ہے

حال: تنگی رزق کے متعلق گریہ وزاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا مانگی اسکے بعد اپنی چادر کے اوپر دو نوٹ پانچ روپیہ کے پائے واقعہ کی تحقیق کرتا پھرا کہیں پتہ نہیں چلا اب کیا کروں۔

تحقیق: واقع کی حقیقت کے درپے مت ہو کہ بے ضرورت ہے بلکہ مضر ہے۔ احکام شرعیہ پر

عمل کرو، وہ حکم یہ ہے کہ جس مال کا مالک نہ معلوم ہو غریب آدمی کو اس کا صرف کرنا جائز ہے تم صرف کرو اور کسی سے ذکر مت کرو اور چونکہ لقطہ بھی خدا تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اس لئے اس کا شکر کرو اور دعاء ہمیشہ مانگتے رہو۔

فرق مابین طمانیت قلب وسکینہ روحی و بے اطمینانی واضطراب طبعی

حال: رنج وراحت، خوشی وغم کی ہر شئی سے بے حد متاثر ہوتا ہوں دین و دنیا کے ہر کام میں گھبرایا سا رہتا ہوں، ہر بات میں جلد بازی واضطراب رہتا ہے طمانیت قلب وسکینہ جس کو کہا جاتا ہے اس سے بالکل محروم ہوں گو وقت کافی موجود ہو کوئی خاص کام بھی نہ ہو۔ لیکن نماز و ذکر و وظیفہ وغیرہ اس طرح عجلت کے ساتھ ختم کر دیتا ہوں کہ جیسے کوئی آفت آ رہی ہے توجہ ویکسوئی کا نام نہیں، حدیث نفس دووساوس و خطرات کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے اور اس میں نفس لذت بھی لیتا ہے ایک حصہ تو ضعف قلب و جسمانی کمزوری کا بھی اس مرض میں شریک معلوم ہوتا ہے لیکن بہت کچھ یہ چیزیں سیہ کارانہ گذشتہ زندگی کا نتیجہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بہتری باتوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائی، لیکن قلب کی راحت و طمانیت سے محرومی بدستور ہے۔ بس ایک علاج یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کچھ دنوں کے لئے حضور کے آستانہ پر لا ڈالوں۔

تحقیق: آپ مذہب و فلسفہ کو کیوں مخلوط کرنا چاہتے ہیں، مذہب نے اعمال وعقائد کا مکلف بنایا ہے۔ اصلاحی طمانیت وسکینہ وتوجہ ویکسوئی نہ مقصود ہے نہ اس کے انتظار کی اجازت ہے نہ اضطراب و حدیث نفس وخطرات مضر مقصود ہیں نہ ان کے ازالہ کا امر ہے، یہ سب کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں جن کے وجدان وفقدان کی تحقیق اور ان کے اسباب کی تدقیق فلسفی بحث ہے البتہ یہی چیزیں (یعنی طمانیت وسکینہ و یکسوئی) کبھی روح کی بھی صفات ہوتی ہیں جن میں مادہ کا اشتراک نہیں ہوتا وہ بے شک مطلوب ہیں اور طاعات پر ضرور مرتب ہو جاتی ہیں گو تدریجاً سہی، لیکن ان کا رنگ ان طبعی کیفیات سے جداگانہ ہوتا ہے اور وہ روحی اطمینان اس طبعی بے اطمینانی کے ساتھ اور روحی سکون اس طبعی اضطراب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا ہے آپ میں بھی جمع ہیں۔ دلیل اگر خدا کی راہ میں آپ کی جان کا مطالبہ ہونے لگے اور مطالبہ کے بجا ہونے میں کوئی اجتہادی شبہ بھی نہ رہے کیا اس وقت آپ کی رائے میں کچھ تزاحم پیدا ہوگا۔ یا آپ اپنے لئے قطعی فیصلہ کر لیں گے کہ جان حاضر کر دینا چاہئے، گو وسوسہ کے درجہ میں اس صورت میں بعض مصالح کا فوت ہونا بھی سامنے آ جائے مگر وہ آپ کے اس عزم کو ضعیف نہیں کر سکتا یہ ہے وہ اطمینان جو روح کی

صفت ہے اور بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے۔ البتہ جن کیفیات کو آپ نے مقصود لکھا ہے اور ان کے اضداد کو موجود۔ ان کا تعلق مادی راحت اور مادی سکون اور مادی کلفت سے ضرور ہے تو اس کا معالجہ طبی مسئلہ ہے دینی مسئلہ نہیں۔ اور نہ ان کی کیفیات طبعیہ میں معاصی یا طاعات کو کچھ دخل ہے۔ بہت ممکن ہے اور واقع بھی ہے کہ ایک مطیع کو یہ گوارا کیفیات حاصل نہ ہوں اور ایک عاصی کو یا کہ کافر کو حاصل ہوں۔ جب مقصود اور غیر مقصود میں تمیز حاصل ہو گیا تو غیر مقصود کے لئے کیوں سفر کیا جائے۔

طبعی غم و کسبی غم کی تحقیق اور اس کی حکمت

تحقیق: فرمایا کہ ایک بات میں لاکھوں کی بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ طبعی غم اور ہے اور کسبی غم اور۔ اور طبعی غم کی مدت بہت کم ہے۔ وہ تو خود بخود بہت جلد زائل ہو جاتا ہے، ہاں کسبی غم جو خود سوچ سوچ کر پیدا کیا جاتا ہے اور تذکرہ کر کر کے بڑھایا جاتا ہے وہ البتہ اشد ہے مگر اس کا حدوث بقا اختیاری ہے سوچنا موقوف کرو۔ تذکرہ نہ کرو تو کسبی غم پاس بھی نہ آئے گا، رہا طبعی غم وہ البتہ غیر اختیاری ہے مگر وہ نہ تحمل سے باہر ہے نہ اس کی مدت زیادہ ہے شریعت نے تو ان کی مدت بس تین روز رکھی ہے، چنانچہ تعزیت حاضرین بلد کی تین دن کے بعد ناجائز ہے۔ پھر اس کی حکمت میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ نے یہ غم بھی محض رحمت کی وجہ سے دیا ہے، یعنی ایک دولت دینا چاہتے ہیں جس کا آلہ غم کو بتایا ہے، غم کی حکمت یہ ہے کہ انسان متمدن ہے اور تمدن موقوف ہے ہمدردی پر اور ہمدردی موقوف ہے رقت قلب پر پس رقت کو تازہ کرنے کے لئے بعض دفعہ اسباب رقت یعنی غم وغیرہ نازل ہوتے ہیں اگر اس کی تجدید نہ کی جائے تو یہ قوت بالکل معطل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اطباء نے تصریح کی ہے جس قوت سے کام نہ لیا جائے وہ بے کار ہو جاتی ہے۔ بہر حال غم کی حکمت یہ ہے کہ اس سے قلب کی رقت اور صفت رحمت تازہ ہو جاتی ہے اور یہ بڑی دولت ہے جو دین میں بھی کارآمد ہے اور دنیا میں بھی۔

خوف اور حزن کے رفع کا طریقہ

تحقیق: خوف اور حزن رفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا تذکرہ نہ کرے اس کا سبق روزمرہ نہ پڑھا کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے ذہن کو اس طرح سے ہٹانے کی کوشش کرے اور کسی بات کی طرف لگائے۔

خُلق رذیل کی حد

تحقیق: اگر کسی میں خلق رذیل ہو مگر اس سے معصیت صادر نہ ہو تو خلق رذیل ہی نہیں۔

غم کے مضر ہونے کی وجوہ

تحقیق: غم فی نفسہٖ مذموم یا مضر ہوتا تو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے غم تجویز نہ ہوتا پس غم فی نفسہٖ مضر نہیں، بلکہ افضاء الی اخلال الدین کی وجہ سے مضر ہے، علاوہ اس کے غم سے دنیا کا ضرر بہت ہوتا ہے۔ جیسے ضعف یا مرض۔

غم کی حکمت

تحقیق: بڑی حکمت غم کی یہ ہے کہ غم سے شکستگی کی شان پیدا ہوتی ہے جس سے تکبر وغرور وغیرہ کا علاج ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت حکمتیں ہیں۔

بچہ کے مرنے پر کیا دستور العمل ہونا چاہئے۔

تحقیق: جب کسی کا بچہ مرجائے تو بجائے اس کے یہ سوچیں کہ ہائے وہ بچہ میرے پاس کھیلتا تھا، مجھے لپٹتا تھا، اب میری گود سے الگ ہوگیا نہ معلوم کس حال میں ہوگا؟ نہ معلوم کس نے پکڑا ہوگا۔ بلکہ اسباب تسلی کو سوچا کریں مثلاً یہی کہ حق تعالیٰ کے افعال حکمت سے خالی نہیں ہوتے اس میں ضرور حکمت ہے، اور یہ کہ موت مسلمان کے لئے باعث راحت ہے ہر حال میں وغیرہ وغیرہ لوگوں کو اولاد کے بڑا ہونے کی خوشی محض اس لئے ہوتی ہے کہ ان کا نفس یوں ہی چاہتا ہے، ورنہ ان کو کیا خبر کہ بڑے ہوکر باعث راحت والدین ہوگا یا وبال جان ہوگا، والدین کو آخرت میں کچھ نفع دے گا یا خود ہی سہارے کا محتاج ہوگا، بچپن میں مرنے والے بچے بہت زیادہ کارآمد ہیں۔ ان میں یہ احتمال ہی نہیں کہ دیکھئے آخرت میں یہ خود کس حال میں ہو کیونکہ غیر مکلف تو یقیناً مغفور لہ ہے وہ آخرت میں والدین کے بہت کام آوے گا اپنے والدین کی بخشائش اور دخول جنت کے لئے حق تعالیٰ سے جھگڑے گا، جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ چنانچہ حکم ہوگا۔ یا ایھا الطفل المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ پس اولاد اللہ کی امانت ہے اس کو جب وہ لینا چاہیں خوش ہوکر خدا کے حوالہ کردو۔ ان کو اپنی چیز نہ سمجھو، پریشانی کی بناء؛ یہی ہے کہ تم ان کو اپنی چیز سمجھتے ہو اور سمجھ کر ان کے متعلق تجویزیں کرتے ہو۔

فراق اختیاری کے آثار کا حکم

حال: حضرت والا یہاں آکر ایک نفع تو محسوس ہوا کہ ظاہری فراق نے دل کو تڑپا دیا۔ اب میں ہوں اور حضرت کی یاد، اور حضرت ہر ہر چیز کی محبت ہر وابستہ کی محبت وعظمت یہ سوچ کر کہ ان کی آنکھیں حضرت کے دیدار سے مشرف ہیں ہر وابستہ درگاہ کو اپنے سے ہزار درجہ اچھا سمجھتا ہوں۔ اور سب

کی محبت دل میں پاتا ہوں۔

تحقیق: یہ تو مجھ کو بھی نصیب نہیں نہ جی چاہتا ہے، کیونکہ اس صورت میں مختار نہ رہوں گا مضطر ہو جاؤں گا۔

علوم مکاشفہ کا درجہ

تحقیق: علوم مکاشفہ سب ایسے ہی ہیں جو قرب میں دخیل نہیں، مثلاً وحدۃ الوجود یا تجدد امثال کہ ان کو قرب کے اندر کچھ دخل ہیں، گو ان کے اثر سے کسی ایسے عمل کی نوبت آجائے کہ جس کو قرب میں دخل ہو، جیسے وحدۃ الوجود کے غلبہ سے انقطاع عن الخلق میں قوت ہو جائے مگر فی نفسہٖ خود ان کو قرب میں دخل نہیں۔

کرامت کا رتبہ

تحقیق: کرامت کا مرتبہ ذکر لسانی سے بھی گھٹا ہوا ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ ذکر سے کچھ تو قرب ہوتا ہے اگر توجہ سے بھی نہ ہو، اور کرامت سے کچھ قرب نہیں ہوتا بلکہ خود وہ قرب سے ناشی ہے قرب اس سے ناشی نہیں تو غایت مافی الباب وہ قرب کی علامت ہے بشرطیکہ وہ کرامت بھی ہو۔

مجاہدہ ثانیہ کے آثار

حال: معصیتوں کا تقاضہ بالکل پہلے جیسا ہونے لگا، حیران ہوں کہ عرصہ کا نفس مضمحل شدہ پھر دوبارہ اسی شدت وجوش و ہیجان کے ساتھ تقاضہ کرنے لگا۔

تحقیق: اکثر اہل طریق کو یہی حالت پیش آتی ہے، کچھ گھبرانے کی بات نہیں اس وقت نفس کا جو مقابلہ کیا جاتا ہے وہ مجاہدہ ثانیہ کہلاتا ہے اور اس مجاہدہ کا اثر ان شاء اللہ تعالیٰ راسخ ہوگا، اور شاذ و نادر کسی امر طبعی کا تقاضہ یہ منافی رسوخ کے نہیں اس تغیر و تبدل کی مثال حسیات میں ایسی ہے جیسے شب کے آخر میں تاریکی کے بعد ایک نور ہوتا ہے جس کو صبح کاذب کہتے ہیں، ناواقف خوش ہوتا ہے کہ تاریکی گئی پھر دفعتاً وہ نور زائل ہو جاتا ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے مگر تھوڑی دیر میں پھر دوسرا نور آتا ہے جس کو صبح صادق کہتے ہیں وہ فاتح بلکہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔

طبعی امور قابل التفات نہیں

تحقیق: طبعی امور کے نہ ابقاء کا اہتمام چاہئے نہ ازالہ کی تدبیر بس التفات ہی نہ کیا جائے۔

امور غیر اختیاری کا حکم

تحقیق: جو امر بندہ کے اختیار میں نہ ہو اس کا ہر پہلو خیر ہے نہ اس کے درپے ہو نہ اس کو علامت مقبولیت یا مردودیت کی سمجھے۔

مسائل میں خواب کا حکم

تحقیق: خواب پر اعتماد کرنا مسائل میں جائز نہیں۔

اعمال صالح کے فوت کا غم سالک کو بہت نہ چاہیے

تحقیق: اعمال صالحہ کے فوت ہونے کا عوام تو جس قدر چاہیں قلق کریں ان کو تو مفید ہے اور سالکین اس کا بھی زیادہ غم نہ کریں بلکہ تھوڑی دیر تک رنج کرلیں۔ پھر جی بھر کے توبہ کرلیں اور اپنے کام میں لگیں ماضی کی فکر میں نہ پڑیں کہ ہائے یہ کام کیوں فوت ہوا یہ خطا کیوں ہوئی، ہر وقت اس کا شغل رکھنا سالک کو مضر ہے کیونکہ یہ فکر تعلق مع اللہ میں حجاب ہو جاتا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ تعلق مع اللہ بڑھتا ہے نشاط قلب سے اور یہ قلق نشاط کو کم کر دیتا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر تک قلق کرنا چاہئے اور خوب رونا دھونا چاہئے، تاکہ نفس کو کوتاہی کی سزا تو ملے، پھر اچھی طرح استغفار کر کے اس سے التفات قطع کرے۔ آج کل زیادہ قلق کرنے میں ایک اور بھی نقصان ہے وہ یہ ہے کہ قلوب اس وقت بے حد ضعیف ہیں زیادہ قلق سے ان کا ضعف بڑھ جاتا ہے، جس سے بعض اوقات تعطل کی نوبت آجاتی ہے۔

عدم مطلوبیت ترقی غم

تحقیق: عارف قصداً جلب غم نہیں کرتا، بلاقصد کے اگر غم پہنچ جائے تو وہ اس کو لذائذ سے بڑھ کر قبول کرتا ہے، کیونکہ نصوص واشارات نصوص سے سمجھتے ہیں کہ غم بڑھانا یا طلب کرنا شرعاً مطلوب نہیں۔

چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر۔ حدیث میں ہے کہ من شاق شاق الله عليه، نیز اللہ تعالیٰ نے الذين اذا اصابتهم مصيبة الخ میں تقلیل غم وتسہیل حزن کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ ان کو یہ مطلوب نہیں کہ غم بڑھایا جائے، بلکہ اس کا کم کرنا مطلوب ہے۔

رنج کی دو قسمیں اور ان کا حکم

تحقیق: رنج کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رنج طبعی ایک رنج عقلی، سو رنج طبعی منقص ثواب نہیں

بلکہ مکمل ثواب ہے، چنانچہ اولاد کے مرنے پر جو رنج طبعی ہوتا ہے اس پر ثواب کا وعدہ ہے، ہاں عقلی رنج منقص ثواب ہے، سو عشاق کو عقلی رنج نہیں ہوا کرتا۔ عشق کے آگے عقل بے چاری کیا چل سکتی ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

نصف سلوک

تحقیق: غیر اختیاری امور کے درپے نہ ہو اور اختیاری میں کوتاہی نہ کرے، یہ نصف سلوک ہے۔

اعمال اختیاریہ ہی سے کیفیات پیدا ہوتی ہیں

تحقیق: کیفیات اعمال اختیاریہ سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ عمل اختیاری کو کیفیات کے قصد سے نہ کرے۔

وعدہ اجر کر مصیبت غیر اختیاریہ پر ہے

تحقیق: وعدہ اجر کا ہر مصیبت پر نہیں صرف مصیبت غیر اختیاریہ پر ہے۔ رد عمل مصیبت اختیاریہ ہے، جیسے خودکشی مصیبت ہے مگر اس پر بجائے اجر کے عقوبت ہوگی، کیونکہ یہ مصیبت مکتبہ ہے اسی طرح کسی عمل کا قبول نہ ہونا کسی اختیاریہ کوتاہی کے سبب ہے۔

اعمال واحوال کی مثال

تحقیق: عاقل وہ ہے جو درختوں کے خدمت کرے ان کی نگہداشت کرے، گھاس کا کیا ہے وہ تو خودرو ہے اپنے آپ ہی پیدا ہو جائے گی، پس سمجھ لو کہ اعمال کی مثال درختوں جیسی ہے اور احوال واسرار کی مثال گھاس ہی کی سی ہے۔

اہل اللہ کے تمام شہوات ولذات سے الگ رہنے کا راز

تحقیق: آخر کوئی تو بات ہے، جس نے اہل اللہ کو تمام لذات وشہوات سے الگ کر دیا ان چیزوں کے لئے عوام مرتے پھرتے ہیں، وہ ان سے بالکل بیزار اور مستغنی ہیں، نہ ان کو طلب مال کی ہے نہ لباس کی فکر ہے، نہ عزت وجاہ کی خواہش ہے، کوئی تو آگ ان کے سینے میں ہے جو پاس بیٹھنے والوں کو بھی بے قرار کر دیتی ہے، یہ خود اس کی دلیل ہے کہ ان کے پاس یقیناً وہ حقائق ہیں جن کی مخلوق کو خبر نہیں۔

کشف کی تحقیق

تحقیق: علوم کشفیہ کا مطالعہ مضر ہے نہ ان کا کبھی مطالعہ کرے نہ ان کے تحقیق کے درپے ہو، ہاں اجمالاً اہل کشف کی بزرگی کا معتقد رہے اور اجمالاً ان کی تصدیق بھی کرے، کشف صحیح بھی باوجود امن عن التلبیس کے حجت شرعیہ اس کو لازم نہیں، نہ خود صاحب کشف پر حجت نہ دوسروں پر جیسے چاند کو ہم آفتاب سے چھوٹا دیکھتے ہیں، مگر شرعاً یہ ابصار حجت نہیں نہ اس پر اعتقاد رکھنا واجب نہ ان کے خلاف کا اعتقاد حرام علوم کشفیہ کو تصوف سے کوئی تعلق نہیں، نیز قرب حق کا مدار معاملہ پر ہے نہ کہ علوم کشفیہ پر۔

دنیا میں پریشانی کے انقطاع سے تو مایوس ہی رہنا چاہئے

تحقیق: پریشانی کے رفع ہونے سے تو امید ہی منقطع کر لینی چاہئے۔ کیونکہ آپ تو پریشانی کے لئے پیدا ہوئے ہیں، یہ تو جنت میں پہنچ کر ختم ہوگی۔

تحقیق اس کشف کی کہ جنت میں بھی اَرِنِی اَرِنِی اہل عشق پکاریں گے

تحقیق: ایک عاشق کا قول کشفی ہے۔ ان فی الجنان جنة لیس فیها حورو ولا تصود ولا کن فیها ارنی ارنی ، گو کشف حجت شرعیہ نہیں، مگر ان صاحب کشف نے جو دلیل بیان کی ہے، اس دلیل سے شبہہ صحت کشف کا ہو سکتا ہے وہ دلیل یہ ہے کہ حسن و جمال حق حقیقتاً بے نہایت و غایت ہے تو اس کا عشق بھی لا تقف عند حد ضرور ہوگا، اس لئے بے چینی و پریشانی ایسے عشق کے لئے لازم ہے کیونکہ عاشقان مجازی کو تو وصال محبوب سے اس لئے چین آ جاتا ہے کہ ان کے محبوب کا حسن متناہی ہے وصال کے بعد جی بھر کے اس سے متمتع ہو گئے اور سکون ہو گیا اور جس کے محبوب کا حسن بے غایت ہو اس سے تو جتنا متمتع ہوگا اور زیادہ حسن کا ظاہر ہوگا، پھر چین و سکون کیسا ہو سکتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ عشق و محبوب حقیقی دنیا میں تو اس لئے لا تقف عند حد ہے کہ یہاں اس کی استعداد کے تمام افراد کا تقاضہ پورا نہیں کیا گیا، اور جنت میں ہر فرد کمیلاتِ استعداد پورا ہو جائے گا، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، وقالوا الحمد لله الّذی اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکورا لّذی احلّنا دارا المقامة من فضله لا یمسنا فیها نصب ولا یمسنا فیها لغوب. اگر جنت میں بھی پریشانی رہی تو ایسے عشق کو لے کر کیا کریں گے، پس اس تقریر سے حسن حق کا محدود ہونا لازم نہیں آتا بلکہ استعداد طالب کا لا متناہی ہونا لازم آیا جنت میں جس سے بالکل سکون ہو جائے گا۔

جو کیفیت معصیت کے ساتھ ہو مردود ہے

تحقیق: اہل باطل جو بیوی سے علیحدہ رہتے ہیں اس کا منشاء یہ ہے کہ بیوی کے اختلاط سے یکسوئی وغیرہ کی کیفیت میں خلل نہ آجائے حالانکہ جو کیفیت معصیت کے ساتھ بھی مجتمع رہے، ایسی کیفیت خود مردود ہے۔

کیفیت محمودہ و مذمومہ کی تعریف

تحقیق: بعض کیفیات محمودہ و مذمومہ میں تشابہ ہے ان میں امتیاز کا معیار یہ ہے کہ جو کیفیت کسی گناہ کا مقدمہ ہو جائے وہ مذموم ہے ورنہ محمود ہے یعنی محمودہ کیفیت ہے جس سے طاعت میں ترقی اور گناہ میں کمی ہو، اگر یہ معیار سامنے نہ ہو تو پھر کیفیات تو جوگیوں کو بھی نصیب ہو جاتی ہے، کیا ان کو بھی صوفی اور ولی کہو گے۔

کیفیات کے مقصود نہ ہونے کی دلیل

تحقیق: دین میں مقصود وہ ہوتا ہے جو بدون تحصیل کے حاصل نہ ہو، جس کا حصول صرف اختیار پر موقوف ہو، اور قرآن میں منصوص ہے کہ بعضے احوال جیسے کشف مرتے ہی سب کو خود بخود حاصل ہو جائیں گے یہاں تک کہ کفار کو بھی چنانچہ ارشاد ہے۔ وبدا لھم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون. فکشفنا عنک غطاء ک فبصرک الیوم حدید. اسمع بھم وابصر.

صحت وارد کی شرط

تحقیق: کسی حال یا کسی وارد کو صحیح مت سمجھو جب تک وہ شریعت کے موافق نہ ہو۔

نسیان کا منشا کبھی تصرف شیطان ہے اور کبھی ضعف دماغ

تحقیق: توجہ قلب از بس دشوار ہے خصوصاً جب کہ اعضاء ظاہرہ کو سکون ہو تو اس وقت قلب کو حرکت زیادہ ہوتی ہے اور سب کے عوض وہی کام میں لگ جاتا ہے، یہی وجہ ہے نماز میں دنیا بھر کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے اسی قاعدہ سے ایک شخص کو بھولا ہوا دفینہ یاد کرنے کا طریقہ یہ بتلایا کہ آج رات بھر نماز پڑھنے کا قصد کر لو۔ کیونکہ شیطان کو یہ گوارا نہ ہوگا کہ اس کو رات بھر نماز پڑھنے دے اس لئے جلد یاد دلا دے گا۔ یہ علاج اس وقت ہے جب کہ نسیان کا منشاء تصرف شیطانی نہ ہو کہ ضعف دماغ۔

سالک کے حالاتِ مختلفہ

تحقیق: سالک کے حالات مختلف ہوتے ہیں کسی وقت کلام لفظی کی تجلی کا غلبہ ہوتا ہے۔تو زیادہ تر الفاظ قرآن اور اس کی فصاحت اور بلاغت سے ہوتا ہے اور کسی وقت کلام نفسی کی تجلی کا غلبہ ہوتا ہے تو معانی سے تاثر محسوس ہوتا ہے۔یہ سب محمود وسائط تربیت ہیں۔

ثمرہ کا قصد نہ چاہئے۔

تحقیق: ثمرہ چونکہ غیر اختیاری ہے اس لئے کبھی اس کا قصد ہی نہ کرے، بلکہ کام کئے جائے۔ البتہ ثمرہ کے حصول کے واسطے دعا کرے، دعاء کی ضرورت اس واسطے ہے کہ ثمرہ کی بھی حاجت ہے اور حاجت کے لئے دعاء موضوع ہے۔

خطاونسیان پر دینوی مواخذہ ممکن ہے

تحقیق: خطاء ونسیان فی نفسہ تو قابل مواخذہ ہیں، کیونکہ گو وہ اختیار عبد سے باہر معلوم ہوتے ہیں مگر درحقیقت ان کے مقدمات اختیاری ہیں یعنی کہ اگر یہ شخص توجہ تام کرتا تو پھر اس خطاونسیان کا صدور نہ ہوتا، اسی لئے خطاونسیان پر گو مواخذہ اخروی نہ ہو، لیکن دینوی مواخذہ ممکن ہے۔

اگر سعی پر بھی کامیابی نہ ہوتو قلق نہ کرنا چاہئے

تحقیق: اگر سعی پر بھی کامیابی نہ ہوتو پھر اس قلق میں نہ پڑے کہ ہائے کیا ہوا؟ اور آئندہ کیسے ہوگا؟

ماضی ومستقبلت پردۂ خداست

سالکین کی پریشانی کا راز

تحقیق: سالکین کی زیادہ پریشانی کا راز یہ ہے کہ وہ غیر مقاصد کے لئے درپے ہوتے ہیں۔

نفرت طبعی میں تفاوت کبر نہیں۔

حال: دوسروں کے خلاف شرع امور سے تو نفرت ہوتی ہے۔لیکن اپنے نفس سے باوجود ارتکاب خلاف شرعی امور کے اتنی نفرت نہیں، کیا یہ کبر ہے۔

تحقیق: نفرت میں تفاوت ہونا کبر نہیں، نفرت اعتقادی تو دونوں جگہ یکساں ہے اور عبد اسی کا مامور ہے اور یہ تفاوت نفرت طبعی میں ہے جیسے انسان کو اپنے پائخانہ سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے

کے پائخانہ سے زیادہ نفرت ہوتی ہے اور راز اس تفاوت کا فی الحبت ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت غیر کے اور یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچہ کے پائخانہ سے اتنی نفرت نہیں ہوتی جیسا غیر محبوب کے پائخانہ سے تو اس کا کبر سے کوئی تعلق نہیں۔

ہمیشہ رہنے کی چیز عقل اور ایمان ہے

تحقیق: کسی حالت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بہت غنیمت ہے ورنہ ہمیشہ رہنے کی چیز تو عقل اور ایمان ہے باقی سب میں آمد و رفت رہتی ہے۔

خواب کو قرب یا بعد میں دخل نہیں

تحقیق: خواب موثر تو ہوتا نہیں (کہ قرب یا بعد میں اس کو دخل ہو) البتہ اگر واقعی خواب ہو تو اثر (یعنی کسی فعل نیک و بد کا) ہوسکتا ہے اور ہم جیسوں کے خواب خواب ہی نہیں ہوتے۔ اس لئے نہ وہ موثر ہیں نہ اثر اس لئے وہ اصلاً قابل التفات نہیں۔

خوابات کا درجہ

تحقیق: خوابات حجت شرعیہ نہیں اور نہ قطعی ہیں جن کی بناء پر کسی سے مناظرہ کیا جائے، مگر رویا صالحہ بنص حدیث مبشرات میں سے ہیں، جن کی خاصیت طبعاً تسلی و فرحت ہے۔ (اور دلائل شرعیہ کے ساتھ موافق ہونے سے ان کے صدق کا پہلو راجح ہو جاتا ہے)۔

کسی کے انتقال پر ایک قطرۂ اشک نہ آنے کی وجہ

حال: بیوی کا انتقال ہوا لیکن مجھے بخدا ایک قطرہ اشک کا نہ آیا۔ حالانکہ سب اہل و عیال روتے تھے۔

تحقیق: اس کی وجہ اختلاف ہے۔ طبائع کا بعض پر عقلیت کا رنگ طبیعت پر غالب ہوتا ہے اس وقت ایسے آثار کم ہوتے ہیں، اور یہ نقص کچھ نہیں، مطلوب بکاء قلب ہے نہ بکاء عین۔ ورنہ یہ ارشاد نہ ہوتا، فان لم تبکوا فتباکوا بلکہ تبکوا پر کوئی ملامت ہوتی۔

تکرار سہو

حال: پنج وقتہ نماز میں بالخصوص فرض و وتر میں بہت سہو ہوتا ہے غرضیکہ ایک ایک نماز مکرر مکرر پڑھتا ہوں۔ سجدۂ سہو کی تلافی سے بھی جی نہیں خوش ہوتا، اور نفس پر گرانی ہوتی ہے۔

تحقیق: معلوم ہوتا ہے سہو سے حزن ہوتا ہے اور حزن سے خوف اور وہم غالب ہو جاتا ہے اور اس غلبہ سے سہو ہونے لگتا ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ آپ مجزون نہ ہوا کریں، بلکہ اپنے دل کو قوی اور بے فکر رکھیں کہ اگر سہو ہو بھی گیا تو مسائل فقہیہ کے موافق عمل کرنے سے نماز ٹھیک ہو جائے گی پھر کا ہے کا غم۔

کیفیات وجدیہ کے لئے دعا و تفویض چاہئے

تحقیق: حضور زائد اور کیفیات وجدیہ اور شوق و ذوق کے لئے دعاء تو کرو مگر دعاء کے بعد ان کے منتظر بن کر نہ بیٹھو بلکہ اپنے کو خدا کے سپرد کر دو کہ ہمارے لئے جو بہتر ہوگا ہو کر رہے گا، خواہ حصول ہو یا عدم حصول۔

حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں اور اس کی وجہ

تحقیق: اسرار و ذوقیات کے نعمت ہونے میں شک نہیں۔ اگر بدون طلب کے حاصل ہو جائیں تو شکر کرنا چاہئے، مگر چونکہ یہ خود مقصود و مطلوب نہیں ہیں اس لئے ان کے در پے نہ ہونا چاہئے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ ذوق و شوق و انس وغیرہ حجب نورانی ہیں، اور حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں، کیونکہ حجب ظلمانیہ کی طرف سالک متوجہ نہیں ہوتا۔ ان کو خود کو دفع کرنا چاہتا ہے اور حجب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور التفات کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے توجہ مقصود اصلی سے ہٹ جاتی ہے۔

کراہت موت طبعی ہے اس لئے مذموم نہیں

حال: مرنے سے قلب گھبراتا ہے۔

تحقیق: حدیث میں حضرت عائشہ کا قول کلنا یکرہ الموت ۔ اور اس پر حضور ﷺ کا نکیر نہ فرمانا مصرح ہے، پس اس میں مذموم ہونے کا احتمال بھی نہیں، یہ کراہت امر طبعی ہے۔

ممانعت تمنی فضائل وہبیہ

تحقیق: لا تتمنوا ما فضل الله به بعضکم علیٰ بعض (اے من الامور الغیر الاختیاریة) للرجال نصیب مما اکتسبوا (من الامور الاختیاریة) وللنساء نصیب مما اکتسبن (مثل ما کرنا فاجتهدوا فی المکسوبات و لا تتمنوا الاموهوبات واسئلوا الله من فضله (اے لا باس بالدعاء للموهوبات فشتان ما بین التمنی والدعاء لکن بشرط ان لا یکون ما لم یجزبه سنت الله) ان الله بکل شیٔ علیم (من الاستعداد لما سال عبد

و فیہ اشارة الی النھی من التضجر عن اجابة الدعاء والی الامر با لرضا بما وقع واعتقاد الحکمة فیہ)

وصول اور ایصال دونوں غیر اختیاری ہیں

تحقیق: وصول اور ایصال کا قصد کرنا زمانہ طلب میں غلطی ہے۔ کیونکہ قصد اس شئے کا ہوسکتا ہے، جس میں قصد اور اختیار کو دخل ہو، اور وصول اور صلاحیت ایصال دونوں تمہارے اختیار سے باہر ہیں۔

کار خود کن کار بے گانہ مکن

کام کے وقت مقصود پر نظر نہ کرو بلکہ کام پر نظر رکھو۔

اہل کیفیات اور اہل استقامت میں کون متخلق باخلاق اللہ زیادہ ہیں

تحقیق: سالکین جن احوال اور کیفیات کے فقدان سے پریشان ہوتے ہیں۔ ان کا فقدان کوئی نقص نہیں بلکہ کمال یہی ہے کہ بدون غلبہ احوال کے استقامت حاصل ہو اس کی حقیقت سمجھنے کے لئے دو مقدمے کے سمجھنے کی ضرورت ہے ایک یہ کہ تمام سلوک کا مقصد حضرت حق میں فنا ہے یعنی اپنی صفات کو صفات حق میں فنا کر دینا اور متخلق باخلاق اللہ ہونا ہماری صفات کے دو درجے ہیں، ایک مبدا، ایک منتہا، مبدا انفعال ہوتا ہے مثلاً ہمارے اندر رحمت وشفقت کا مادہ ہے تو اس کا ایک مبداء ہے ایک منتہا ہے، مبداء یہ کہ کسی کی حالت اور مصیبت کو دیکھ کر دل دکھتا ہے یہ انفعال وتاثر ہے اور دل دکھنے کے بعد ہم نے اس شخص کے ساتھ جو ہمدردی کی اسکی اعانت کی یہ منتہا ہے اور فعل ہے اور یہی مقصود ہے صفت رحمت سے، اسی طرح خوف میں مبداء وہی تاثر وافعال ہے کہ خدا کی عظمت وجلال کے خیال سے دل پر اثر ہوا رقت طاری ہوئی اور یہ منتہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رُک گئے یہ فعل ہے اور یہی مقصود ہے اسی طرح محبت کا مبداء یہ ہے کہ دل میں عشق کی دھن پیدا ہو، اور محبوب کے خیال میں محو ہو جائے یہ انفعال وتاثر ہے اور منتہا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی کی طلب میں لگ جائے، اللہ تعالیٰ تاثر وانفعال سے پاک ہے، اس لئے حق تعالیٰ کی صفات میں مبادی نہیں ہوتے بلکہ غایات اور منتہا ہی ہوتے ہیں، پس جس شخص کے اوپر خوف ومحبت کی کیفیت غالب نہ ہو مگر استقامت افعال کی حاصل ہو کہ معاصی سے پوری طرح بچنے والا اور طاعات کا بجالانے والا ہو تو اس میں صفات کے مبادی نہیں پائے گئے بلکہ صرف غایات پائے گئے اور یہ شخص متخلق باخلاق اللہ ہے، اور جس پر ان کیفیات کا غلبہ ہو اس میں اول مبادی پھر غایات پائے گئے تو یہ شخص اس درجہ کا متخلق باخلاق اللہ نہیں ہے پس اول تو کامل ہے اور دوسرا اس درجہ کا کامل نہیں

ہے۔

وارد موافق شرع بشارت ہے

تحقیق: اگر کوئی وارد موافق شرع ہو تو وہ وسوسہ نہیں بلکہ بشارت ہے۔

اعتکاف کی حالت میں دل کا گھر میں رہنا

تحقیق: اعتکاف کی حالت میں دل کے گھر میں رہنے کا تو کچھ ڈر نہیں، کیونکہ غیر اختیاری ہے، ہاں رکھنا نہ چاہئے (کیونکہ یہ اختیاری ہے) اور وہ بھی جب کہ بلاضرورت ہو، اور ضرورت سے تو بعض اوقات رکھنے کا حکم ہے یعنی انتظام حقوق واجبہ یا مستحبات کے لئے، حضور اقدس ﷺ نے تو معراج میں کہ اعلیٰ مقام ہے قرب کا، اپنا دل امت میں رکھا تھا اور ان کے مصالح کا اہتمام فرمایا تھا۔

معاصی کے ساتھ کیفیات نفسانیہ کا بقا دلیل مقبولیت نہیں

تحقیق: بعض اوقات معاصی کے ساتھ بھی بعضے احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں، جیسے وجد و استغراق شوق و شگفتگی اور حیرت اور اس قسم کے اور کیفیت تو ان کے بقاء سے دھوکہ میں نہ آئے کہ میں ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت میں خلل نہ پڑا، کیونکہ یہ سب کیفیات دنیا ہیں دین نہیں، اور دنیا کا عطا ہوتے رہنا علامات مقبولیت سے نہیں ان احوال کا نسبت سے کوئی تعلق نہیں اور نسبت معاصی کے ساتھ باقی نہیں رہتی یہ احوال محض کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں، جیسے فرح وسرور کیفیات طبعیہ ہیں، حاصل یہ کہ یہ احوال اپنی ذات میں دینی امور نہیں ہیں بلکہ دنیوی امور ہیں البتہ بعض اوقات دین میں معاون ہو جاتے ہیں اور اس معین ہو جانے سے ان کا دین کا جزو ہونا لازم نہیں آتا۔

مطلوب عقلی گریہ ہے، طبعی گریہ نہ ہونا محرومی نہیں

تحقیق: بعض سالکین جو تربیت میں مختلف لوگوں کے حالات غلبۂ خوف و بکاء کو دیکھ کر افسوس کیا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسے حالات نہیں ہوتے وہ سن لیں کہ یہ طبعی گریہ ہے جو بعض کو پیش آتا ہے اور یہ مطلوب نہیں، مطلوب عقلی گریہ ہے اور وہ تم کو بھی حاصل ہے کیونکہ نہ رونے پر افسوس ہونا یہ خود گریہ ہے، پس میں افسوس کو تو منع نہیں کرتا بلکہ افسوس سے اپنی محرومی کے اعتقاد کو منع کرتا ہوں کہ تم اپنے کو محروم نہ سمجھو بلکہ شکر کرو کہ عقلی گریہ تم کو حاصل ہے جو مطلوب ہے۔

حالت غیر اختیاری کو غنیمت سمجھنا چاہئے

تحقیق: جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں، اسی کو اپنے لئے غنیمت جانے اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کرے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش ☆ کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطافت

جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں

تحقیق: حدیث میں ہے کہ جب جہاد میں مومن کا قلب کانپنے لگے مگر جہاد کو ترک نہ کرے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ خشک ہو کر جھڑ جاتی ہے۔ اس بزدلی پر بھی اجر ملنے سے معلوم ہوا کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں۔

طبعی رنج و غم کے فوائد

تحقیق: رنج و غم کو اخلاق کے درست کرنے میں بہت دخل ہے اس سے نفس کی اصلاح ایک بڑے درجہ میں بخوبی ہوتی ہے نیز آخرت کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے اور دنیا سے دل مکدر ہو جاتا ہے انہیں حکمتوں سے کاملین کو بھی ایسے واقعات سے رنج ہوتا ہے مگر عقلی رنج نہیں ہوتا۔

حزن طبعی کا علاج

تحقیق: حزن طبعی کا حدوث غیر اختیاری مگر تدبیر و علاج سے اس میں تقلیل ہو سکتی ہے، اور وہ علاج یہ ہے کہ طبیعت کو دوسری چیز کی طرف متوجہ کرے، یہ عام قاعدہ ہے کہ دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونے سے پہلی چیز کمزور ہو جاتی ہے اور بعض امور کو تو ازالہ یا تضعیف میں خاص دخل ہوتا ہے۔ مثلاً غم کی حالت میں بشارت کو یاد کرنا ازالۂ غم میں بہت مفید ہے، چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو اول تو عقلی خوف وحزن سے منع فرمایا لاتخافی و لا تحزنی (یعنی اس غم کو لے کر بیٹھ مت جانا سوچ سوچ کر قصداً یاد کر کر کے زبان سے تذکرہ مت کرتی رہنا۔ ہاں طبعی حزن کا مضائقہ نہیں) پھر طبعی حزن و خوف کے ازالہ کی یہ تدبیر فرمائی کہ انار ادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین کی بشارت سنائی۔

خوف وحزن کے دو درجے

تحقیق: خوف وحزن کے دو درجے ہیں ایک غیر اختیاری یہ خوف وحزن طبعی ہے، اور ایک اختیاری یہ خوف وحزن عقلی ہے مثلاً طبعی حزن تو یہ ہے کہ ایک واقعہ رنج دہ ہوا، اور دل پر اس سے چوٹ لگی،

بے قراری ہوئی، اور عقلی درجہ یہ ہے کہ اس غم کو لے کر بیٹھ جائے اس میں غور وفکر کرتا رہے اور زبان سے تذکرہ کرتا رہے، اس طرح جو شخص غم لے کر بیٹھے گا تو غم پہلے سے زیادہ ہوگا۔

☆☆----------------☆☆

باب سوم — حصہ اول

تہذیبات

رذیلہ کی اصلاح

(اس باب کا حصہ اول متضمن ہے اخلاق رذیلہ کے ازالہ تعدیل کے طرق کو
اور حصہ دوم اخلاق حمیدہ کی تحصیل وتکمیل کے طرق کو)

رذیلہ کے اصلاح کی حد

تہذیب: سالک کو چاہئے کہ رذائل کی اصلاح شیخ سے ایک ایک کی کرائے۔ جب ایک رذیلہ کی مقاومت پر پوری قدرت ہو جائے اور مادہ کا اضمحلال ہو جائے تو دوسرے رذیلہ کا علاج شروع کرے اور اس رذیلہ کے ازالہ کلی کا کبھی انتظار نہ کرے، کیونکہ یہ ناممکن ہے بلکہ اس مادہ کے وجود میں ہزار ہا حکمتیں ہیں،

رذائل کے فطری ہونے کی دلیل تہذیب: رذایل کے فطری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں کو بھی غصہ آتا ہے، اور محققین کا قول ہے کہ غضب کبر سے پیدا ہوتا ہے، اور پھر غضب سے غیبت پیدا ہوتی ہے، جب بچوں میں غصہ ہے تو معلوم ہوا کہ ان میں کبر بھی ہے تو بچوں کے اندر ان امور کے ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ امور فطری ہیں۔

زوال رذائل سے مقصود اضمحلال ہے

تہذیب: زوال رذائل سے مقصود اضمحلال ہے اور اضمحلال کے معنی ہیں کہ مجاہدہ کے بعد ان اخلاق رذیلہ کی مقاومت میں پہلی جیسی مشقت نہ رہے ورنہ مجاہدہ سے نہ حریص کی حرص زائل ہوتی ہے نہ بخیل کا بخل نہ متکبر کا کبر، ہاں اضمحلال ہو جاتا ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ ان کا مقتضاء پر عمل نہ ہو، کیونکہ عمل اختیاری ہے پس مقتضائے رذیلہ پر عمل نہ کرنا بھی بڑی کامیابی ہے اور مجاہدہ وریاضت سے بھی سہل و آسان ہو جاتا ہے۔

ریاضت ومجاہدہ کا فرق

تہذیب: ایک درجہ تو ہے تقاضائے معصیت کا، اس کی مخالفت کرنا تو مجاہدہ ہے اور ایک اس تقاضا کا منشاء ہے، خلق رذیل، اس کے ازالہ بمعنی اضمحلال کو ریاضت کہتے ہیں،

تجدید معالجہ کی ضرورت

تہذیب: مادہ کا استیصال جب تک نہ ہو تجدید معالجہ کی ضرورت رہے گی اور استیصال کی تدبیر نہیں موسمی بخار کا نسخہ پینے کے بعد کیا پھر آئندہ فصل میں بخار نہ ہوگا، وہ کونسی تدبیر ہے کہ صفراء ہی پیدا نہ ہو، اور اگر ایسا کیا جائے گا تو بہت منافع جو خلط، صفراء سے متعلق ہیں وہ فوت ہو جائیں گے، اسی طرح مادہ شہوانی میں بہت منافع ہیں۔

تمام اخلاق رذیلہ کا علاج

تہذیب: تمام اخلاق رذیلہ کا علاج تامل اور تحمل ہے یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کیا کرے۔

اصلاح اعمال وباطن کا طریقہ

تہذیب: اعمال کی اصلاح اور باطن کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کے جذبات کی مخالفت کی جائے۔ اور اس کو مشقت کا عادی بنایا جائے،

مقامات سلوک کی تعریف

تہذیب: مقامات سلوک سے مراد اعمال باطنیہ ہیں یعنی خوف ورجاء محبت وانس، توکل و رضاء شکر وصبر وغیرہ جن کی تحصیل کا شریعت نے امر کیا ہے اور ہر مسلمان خصوصاً سالک ہمیشہ ان کے طے کرنے میں مشغول ہے، کسی وقت توقف نہیں ہوتا، یہ دنیا کا سفر نہیں کہ ایک حد پر ختم ہو جائے بلکہ اس سفر کی کہیں انتہا نہیں۔

کمال یہ ہے کہ سب ملکات کامل ہوں

تہذیب: بعض ملکات کے کامل ہونے کا نام کمال نہیں بلکہ کمال یہ ہے کہ سب ملکات کامل ہوں۔

تمکین کا نام توسط واعتدال ہے۔

تہذیب: تمکین کے بعد تمام اشیاء کے حقوق بخوبی ادا ہوتے رہتے ہیں۔ اسی تمکین کا نام توسط واعتدال ہے اسی توسط کیوجہ سے اس امت کا نام امت وسط ہے۔

حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے

تہذیب: حدیث میں ہے کہ جب تم سائل کو تین بار (عذر سمجھا کر) جواب دیدو اور وہ پھر بھی نہ جائے لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا ہونے لگے) تو پھر اس کے جھڑک دینے میں کچھ ڈر نہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے اور بندہ اس کا مکلف نہیں کہ اس حد سے آگے ایذا کا تحمل کرے۔

ریاضت سے اصلاح اخلاق کے معنی

تہذیب: حدیث میں ہے کہ جب تم سنو کہ اپنی جگہ سے پہاڑ ٹل گیا تو تصدیق کرلو (جب کوئی دلیل مکذب نہ ہو) اور جب تم کسی شخص کی نسبت سنو کہ اپنے اخلاق سے ہٹ گیا ہے تو تصدیق مت کرو (کیونکہ اس کا مکذب موجود ہے اور وہ مکذب یہ ہے کہ وہ پھر اسی حالت پر آجائے گا جس پر پیدا کیا گیا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ ریاضت سے اخلاق جبلیہ زائل نہیں ہوتے، ہاں مضمحل ہو جاتے ہیں۔

عشق ناجائز و بدنگاہی

تہذیب: تحریر ذیل جواب ہے ایک مدرس کے خط کا جس کو ایک طالب علم سے محبت ہو گئی تھی اور اس کو دیکھنے کا سخت تقاضہ رہتا تھا، اور اس کے اسباق کو اپنے پاس سے الگ کرنا چاہتے تھے اور مہتمم مدرسہ سے درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ ضرورت بالا کی وجہ سے مدرسہ سے میرا ایک گھنٹہ کم کر دیا جائے۔

عشق ناجائز کا علاج

جواب: پیشہ تو ٹھہرا تعلیم کا اور اس میں سابقہ ٹھہرا ہمیشہ اطفال سے اور اطفال غیر متناہی بمعنی لا تقف عند حد سو اگر ایک کی تدبیر کر لی تو قطع نظر دوسرے مفاسد کے جو اس تدبیر میں ہیں مثلاً اپنا اظہار حال غیر مربی پر جس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ معاصی کے اظہار سے منع کیا گیا ہے اور مقدمات معاصی بھی ایسے احکام میں ملحق بالمعاصی ہیں کیونکہ دوسرے شخص کو مقدمات کے اعتراف سے فوراً ہی سوء ظن پیدا ہو جائے گا اور یہ بھی ایک حکمت ہے۔ نھی عن اظھار المعصية میں البتہ مربی و مصلح اس سے مستثنیٰ

ہے جیسا کہ کشف عورت غیر طبیب کے سامنے حرام ہے اور طبیب کے سامنے جائز وقل **من تنبه بهذا التفصيل فی معنی الحدیث** اور ایقاع دوسرے کا اسی فتنہ میں۔ کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ایک شخص کسی کی محبت سے خالی الذہن ہے پھر کسی نے جب اپنی محبت کی اس کو اطلاع دی تو اس کو بھی التفات ہو گیا اس کے محاسن کی طرف اور اس التفات سے وہ بھی اس فتنہ میں مبتلا ہو گیا تو یہ اظہار ہی سبب بنا دوسرے کے واقع فی الفتنہ کرنے کا و **التسبب للمعصية بدون الضرورة معصية** اور مثلاً محبوب کو رسوا کرنا خود اس کی بھی ممانعت ہے، **من عشق فعف و کتم فمات فهو شهید** گو یہ حدیث متکلم فیہ بھی ہے لیکن دوسرے قواعد شرعیہ اس ممانعت کے لئے کافی ہیں کہ کسی کو رسوا کرنا ظاہر ہے کہ جائز نہیں، بہر حال اس میں اس قسم کے مفاسد ہیں مگر ان مفاسد سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو ایک کے لئے تو یہ تدبیر کر لی اور اگر بلا اختیار بقیہ میں سے کسی دوسرے کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہو گیا، کیونکہ قلب پر تو اختیار نہیں تو اس کے لئے بھی کیا یہی تدبیر کرو گے، اور اگر تیسرے کے ساتھ یہی قصہ ہوا تو کیا ہوگا تو کیا سارے متعلمین کو حذف کر دو گے پھر تعلیم کس کو دو گے، ہاں ایسے شخص کو خود پیشہ معلمی ہی کا ترک کرنا اگر ممکن ہو (بشرطیکہ اس میں کوئی مصلحت ضروریہ فوت نہ ہو جس کا فیصلہ اپنے مصلح کے مشورے سے ہو سکتا ہے) تو یہ سب سے اسلم ہے لیکن اسی سے ملابست رکھتے ہوئے تو یہ تدبیر عام نہیں ہو سکتی ہے، اس لئے قاعدہ رائضین سے کام لینا چاہئے۔ کہ گھوڑا جس چیز سے چمکتا ہو اس سے دور کرنے کا اہتمام نہیں کرتے کہ ہمیشہ کی مصیبت ہے بلکہ اس چیز کے سامنے آنے اور دیکھنے کا خوگر کرتے ہیں یہاں تک کہ چمک نکل جاتی ہے، اسی طرح تم بھی پڑھاؤ اور معصیت سے بچو، مثلاً اپنی طرف سے مقصد التذاذ کلام کرنا۔ ہاں عام خطاب سبق میں مضر نہیں اسی طرح اس کے سوال کا جواب بقدر ضرورت وہ بھی مضر نہیں اور مثلاً اس کی طرف نظر کرنا، باقی میلان و رجحان بلا اختیار اس طرف ہو تو وہ معصیت نہیں بلکہ اس کے مقتضاء پر عمل کرنے سے نفس کو روکنا مجاہدہ ہے اور اصلاح نفس میں معین اور نفس کی تمرین

شہوت دنیا مثال گلخن است ☆ کہ ازو حمام تقویٰ روشن است

سو یہ امر اختیاری مضر نہیں لیکن بعض اوقات مبتلا کی کم ہمتی ہے یہ بھی مفضی الی المعصیت ہو جاتا ہے اور بعض اوقات گو مفضی الی المعصیت نہیں ہوتا مگر مفضی الی المرض الجسمانی ہو جاتا ہے اس لئے اس کا بھی تدارک کرنا اصلح ہے وہ تدارک یہ ہے کہ جب اس کی طرف کیفیت رجحان کا غلبہ ہو فوراً یہ امر مستحضر کر لیا جائے کہ جب یہ شخص مرے گا، آب و تاب تو فوراً ہی سلب ہو جائے گی تو اس وقت کی آب و تاب محض عارضی و رعائتی و ناپائدار ہے اس قابل نہیں کہ اس کی طرف التفات کیا جائے، پھر جب قبر میں

رکھیں گے دو چار روز ہی میں تمام لاش پھٹ کر اس میں پیپ اور کیڑے پڑ جائیں گے اور جب ایک حالت ہونے والی ہے اس کا اعتبار اور اس سے اثر لینا بھی ضروری ہے، جیسے عاقل آدمی جب کسی جرم کا ارادہ کرتا ہے تو یہ سوچ کر کہ انجام اس کا جیل خانہ ہے اور اگر وہ اس وقت نہیں مگر ابھی سے اس کو کالواقع والحاضر سمجھ لیتا ہے اور اس جرم سے باز آتا ہے اس بناء پر اس حالت کائنہ آجلہ کو بھی پیش نظر کر لے گویا اس کی لاش ابھی سڑ گئی گل گئی، اس میں ابھی کیڑے پڑ گئے اس نقشہ کو اس کے لئے ابھی سے تصور کر لیا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ چند ہی روز میں کشش و بے تابی دور ہو جائے گی۔ دوسری طرف ذکر میں تصور کرے کہ یہ سب غیر اللہ دل سے نکل گئے، اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی محبت دل کے اندر جاگزیں رہے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ اس امر غیر اختیاری سے بھی نجات ہو جائے گی، اور بی بی سے تعلق بڑھانا اس کا معین ہوگا، فعلیک بہ واللہ الموفق اور یہ امر بھی قابل تنبیہ ہے کہ اگر بالفرض اس امر غیر اختیاری سے نجات میں توقف ہو تو گھبرائیں نہیں کیونکہ یہ مقصود نہیں تبرعاً لکھ دیا۔ اصل مقصود ہی معاصی سے بتفصیل بالا بچنا ہے جو کہ اختیار میں ہے گو توقف ثمرہ مذکور سے جسم یا نفس کو تکلیف ہو تو اس تکلیف کو برداشت کرنا چاہئے۔

کیں بلائے دوست تطہیر شماست

علاج مبتلائے معصیت زنا ولواطت

تہذیب: معالجہ ہر مرض کا اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے استعمال میں ہمت کی ضرورت ہے، اس کے اجزاء یہ ہیں (۱) پورے چالیس روز تک خلوت میں رہو (۲) سب سے مطلقاً کلام ترک کر دو، ہاں حوائج ضروریہ کے متعلق جو کلام ہو مثلاً کھانے کے متعلق یا بازار کے سودا سلف کے متعلق اور وہ بھی بقدر ضرورت مستثنیٰ ہے (۳) کسی کے پاس نہ بیٹھو نہ ملو بجز مجلس شیخ کے (۴) تین روزے متواتر رکھو اور اس میں اوراد سے جو وقت بچے استغفار اور نوافل میں مشغول رہو (۵) معاصی جملہ اعضاء سے سخت پرہیز کرو پھر شیخ کو اطلاع دو۔

ترک مجلس امرد کا بہانہ

تہذیب: اگر کوئی امرد پاس آکر بیٹھے اور دل خراب ہونے لگے تو وہاں سے اٹھ جانا چاہئے۔ گو کسی بہانہ ہی سے، اور بہانہ کیا مشکل ہے ناک صاف کرنے کا بہانہ کافی ہے۔

نفس کی بدنظری میں ایک نکتہ مخترعہ کا جواب

تہذیب: اگر کوئی عورت نظر آوے اور نفس کہے کہ ایک دفعہ نظر کر لے کیا حرج ہے، کیونکہ تو

بدفعلی نہ کرے گا، اگر بالفرض بڑی خواہش ہی ہوتو اس سے باز رہنے میں مجاہدہ ہے، تو یہ سمجھ لینا چاہئے، کہ یہ نفس کا کید ہے اور طریقہ نجات کا یہی ہے کہ عمل نہ کیا جائے جو اس میں نفس نے نکتہ گھڑا ہے اول تو حسب فتویٰ اہل طریق کا کل حقیقة رو تها الشریعة فهی فندقة یہ نکتہ ہی مردود ہے کیونکہ شریعت نے خود اس نظر کو زنا بتلایا ہے، پھر یہ نکتہ اصول فن کے بھی خلاف ہے کیونکہ جو حکمت اس میں مجاہدہ کی نکالی ہے سو باوجود تقاضا کے نظر نہ کرنا کیا یہ مجاہدہ نہیں ہے بلکہ نفس کے مجوزہ مجاہدہ میں تو حکمت کچھ حظ بھی ہے، اور کچھ مجاہدہ بھی، اور نہ دیکھنا خالص مجاہدہ ہے تو پھر کون اکمل ہوا، سو یہ حکمت مجاہدہ کی تو غض بصر میں بھی حاصل ہے، اور اگر مجاہدہ مطلوبہ ایسا عام ہے تو نصف احلیل داخل کر کے سکون سے بیٹھا رہنا اور پورا ایلاج نہ کرنا اس سے بڑھ کر مجاہدہ ہے۔

بدنگاہی کا ایک درجہ غیر اختیاری اور ایک اختیاری

تہذیب: بدنگاہی میں ایک درجہ میلان کا ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ بھی نہیں اور ایک درجہ ہے اس کے مقتضاء پر عمل کرنے کا یہ اختیاری ہے اس پر مواخذہ بھی ہے اور اس عمل میں قصداً دیکھنا اور یہ سوچنا سب داخل ہے، اس کا علاج کف نفس اور غض بصر ہے، کہ یہ بھی اختیاری ہے ہمت کر کے اس کو اختیار کرے گو نفس کو تکلیف ہو مگر یہ تکلیف نار جہنم کی تکلیف سے کم ہے۔ اور جب چند روز ہمت سے ایسا کیا جائے گا تو میلان میں بھی کمی ہو جائے گی، بس یہی علاج ہے اس کے سوا کچھ علاج نہیں اگر چہ ساری عمر سرگرداں رہے۔

جرمانہ کی نفلیں دائمی معمول کے علاوہ ہونا چاہئے

تہذیب: جرمانہ کی نفلیں دائمی معمول کے علاوہ ہونا چاہئے۔ دائم سے زجر نہیں ہوتا۔ کیونکہ نفس کہتا ہے کہ یہ تو ہر حال میں پڑھنا ہی ہوگا خواہ نگاہ بد ہو یا نہ ہو پھر نگاہ بد کو کیوں چھوڑوں اور یہ بھی نفس کہے گا کہ اس کا کفارہ تو ہو ہی جائے گا، پھر کیوں پرہیز کروں اور مستقل طور پڑھنے سے چونکہ پڑھنا گراں ہوگا اس گرانی کے سبب وہ نگاہِ بد سے بچے گا۔

مراقبہ دفع نظر بد

تہذیب: نظر بد کا جس وقت وسوسہ ہو تو تصور کیا جائے کہ اگر اس وقت میرا پیر یا استاد دیکھتا ہوتا تو میں یہ حرکت کبھی نہ کرتا اب اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تو ایسا کام کیوں کر رہا ہوں؟

فرطِ محبت کی حد

تہذیب: عشق للہ عشق اللہ ہی ہے مگر اسی قید کے ساتھ جو حدیث میں ہے، من غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ جس کا حاصل یہ ہے کہ شدت عشق میں نہ جسم کو ضرر پہنچے نہ دین کو۔

بدنگاہی کا علاج ضبطِ نفس ہے

تہذیب: بدنگاہی کے مرض میں مبتلا ہوں ہر چند استغفار بھی ارتکاب کے وقت کرتا ہوں لیکن دل صاف نہیں ہوتا۔

تہذیب: استغفار سے اتنی جلدی صاف نہیں ہوا کرتا بلکہ آئندہ جب ایسے موقع پر چند بار ضبطِ نفس ہو اس کے نور سے دل میں پوری صفائی ہوتی ہے اُس میں ہمت قوی ہونی چاہئے۔

دوسرا علاج استحضارِ عذاب اور مراقبہ علم الٰہی

تہذیب: بدون ہمت کے کوئی کام نہیں ہوتا اصل علاج نظر بد کا یہی ہے جس وقت ایسا موقع ہوا کرے یہ خیال کرلیا کیجئے کہ حق تعالیٰ اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں، اگر ہمارا پیر اس حرکت کو دیکھتا ہو تو ہماری کبھی جرأت نہ ہو تو خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہوئے جرأت غضب ہے اور قیامت میں بھی باز پرس کریں گے، اگر سزا کا حکم کر دیا تو کیسی بنے گی۔ بار بار اس خیال کے حاضر کرنے سے ان شاء اللہ کامیابی ہو گی۔

بدنظری اور اس کا علاج استعمال ہمت ہے مزیل انوار طاعات ہے

حال: شہوانی خیالات کا ہر وقت دل پر استیلا رہتا ہے۔ نامحرموں کو بری نظر سے دیکھنے میں ذرا بھی باک نہیں۔

تہذیب: یہ شر (بدنظری) ایسا ہے کہ اپنے اثر سے تمام طاعات کے انوار کو تاریک کر دیتا ہے۔ اس لئے اس کا علاج اہتمام سے کرنا چاہئے اور ظاہر ہے کہ یہ مادہ خلقی ہے پس وہ شر نہیں، بلکہ اس میں بہت سی مصالح ہیں۔ البتہ اس مادہ کے اقتضا پر عمل کرنا شر ہے۔ اور وہ اختیاری ہے اور اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے پس فعل سے رکنا اختیاری ٹھہرا۔ اس میں کوئی معذوری نہیں پس ہمت کیجئے یہی اس کا جواب ہے چندے تکلف ہوگا پھر عادت ہو جائے گی پھر لذت اور فرحت ہو گی۔

بدنظری میں انہماک وسوسہ کے درجہ میں مضر نہیں

حال: میلان خواہش نفسانی کا غلبہ کے وقت ہو جاتا ہے۔ وسوسہ کے درجہ میں سخت انہماک ہو جاتا ہے گو عمل کے درجہ میں نہیں۔ اگر نکاح کا خیال ہوتا ہے تو اپنے ضعف اور عدم تندرستی پر نظر کر کے ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔

تہذیب: بوجہ غیر اختیاری ہونے کے ذرا مضر نہیں مگر کسی متعین شخص کے متعلق حدیث النفس نہ لایا جائے اور جو خود کو آجائے تو جمایا نہ جائے نکاح کے متعلق مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے ضعف نہ بڑھ جائے جس سے اشد درجہ کے مضرات نہ پیدا ہو جائیں۔

ہمت میں قوت پیدا ہونے کا علاج

حال: حضور کی تنبیہ سے معلوم ہوا کہ بدنظری فعل اختیاری ہے اور علاج استعمال اختیار یہ ہے مگر باوجود اس کے پھر بھی اختیار کے استعمال کی ہمت نہیں ہوتی اور گناہ ہو جاتا ہے ہمت میں قوت نہیں۔

تہذیب: قوت بھی استعمال ہی سے پیدا ہوگی، اور استعمال میں قوت کی ضرورت نہیں ہمت کی ضرورت ہے گو اس میں تکلف ہی ہو، تکلیف بھی ہو، علمی استعداد طالب علم کو کاہے سے پیدا ہوتی ہے علم کے استعمال سے مطالعۃً و درعاً و مباحثۃً (اب ان میں بھی اگر اس وقت کا انتظار ہو جوان کے بعد حاصل ہوتی ہے تو نتیجہ بجز حرمان کیا ہوگا، اس لئے اس کو تکلف سے اختیار کرنا چاہئے ایسے امر بین میں شبہہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کا قصد ہی نہیں، ایسی حالت میں چونکہ میں ایسے رنج کا متحمل نہیں اس لئے مکاتبت سے معافی چاہتا ہوں جس نے غض بصر کا حکم دیا ہے وہ قیامت میں جواب دے گا۔ قولی یا عملی۔

تجدید معالجہ کی ضرورت کی حد

تہذیب: جب تک مادۂ شہوانی کا استیصال نہ ہو تجدید معالجہ کی ضرورت رہے گی، اور استیصال کی کوئی تدبیر نہیں۔ موسمی بخار کا نسخہ پینے کے بعد کیا پھر آئندہ فصل میں بخار نہیں آتا۔

حسن کی پسندی کا علاج

حال: مجھ میں اس قدر حسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بھی نہایت قرینہ اور خوشی ترتیبی سے رکھتا ہوں اور حسن صورت کی طرف بھی بے حد کشش ہے۔

تہذیب: بعضہ خیر فاشکروا علیہا وبعضہٗ شر فاصبروا عنہا اے غض

البصر حيث امراء الشارع بالغض ولو بتكلف شديدبتحمل زهوق الروح فان الله غيور ويشتد غيرته على النظر الیٰ ما نهى الله اف ينظر اليه فالحذر االحذران يغيظ المحبوب الاكبر۔

وسوسۂ حرام کاری کا علاج

حال: شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ان مرغوب صورتوں پر جائز شرعی قبضہ دیدے تو اس وقت کیا کرو گے سو جائز قبضہ سمجھ کر حظ کا خیال کرو اور حظ حاصل کرو، حرام کاری کا خیال مت کرو۔

تہذیب: خیال کا علاج خیال ہے، اس وقت یہ خیال کرو کہ اگر اس عورت کے شوہر کو اس خیال کی اطلاع کردوں تو کتنی رسوائی ہو، تو حق تعالیٰ تو بے کہے ہی مطلع ہیں، کتنی شرم کی بات ہے کہ وہ اس ارادے کو دیکھ رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں عقوبت جہنم کو بھی مستحضر کر کے اس میں لگ جائے (یا) نفس سے یہ کہے کہ جس طرح تو مجھے دوسری عورتوں سے حظ حاصل کرنے کو کہتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص میری بیوی سے حظ حاصل کرے اور مجھ کو اس کا علم ہو جائے تو میں کیا کروں گا، ظاہر ہے کہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاؤں گا، اسی طرح کیا دوسروں کو غیرت نہ ہوگی کہ اگر ان کو خبر ہو جائے تو وہ بھی مجھے مار ڈالیں، ہر طرح کے ضرر پہنچانے پر آمادہ ہو جائیں پھر جہنم کا نقشہ پیش نظر کرلے، علاوہ اس کے وہ تاویل شیطان کی ایسی ہے کہ کوئی شخص سچ مچ کسی عورت سے زنا کرنے لگے، اور یہ سوچ لے کہ اگر اس پر جائز قدرت ہو تو اس طرح مقاربت کروں اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یہی حکم ہے زنا بالقلب کا۔

زوجہ متوفیہ سے تلذذ کا تصور حلال ہے لیکن زوجہ مطلقہ سے حرام

حال: موت سے چونکہ علاقہ زوجیت کا منقطع ہو جاتا ہے تو وقائع سابقہ یا صورت زوجہ سے متلذذ ہونا کیسا ہے،

تہذیب: وہ تلذذ تو استحضار ہے واقعہ ماضیہ کا جو حلال تھا اس کا تصور بھی نہیں ہوتا کہ میں اب متلذذ ہوں، بخلاف اس کے کہ وہ زندہ ہو اور مطلقہ ہو جائے تو فی الحال تلذذ کا تصور ہوگا اور یہ حرام ہے۔

صورت مخترعہ سے بھی حرام ہے

حال: بعض دفعہ نفس بلا تعین یوں ہی کوئی صورت اپنی طرف سے تراش کر کے کھڑا کر دیتا ہے اور متلذذ ہوتا ہے دیہ دیوانگی تو یقیناً ہے مگر حد معصیت میں بھی داخل ہے یا نہیں۔

تہذیب: عادۃً ممکن ہی نہیں بدون تعین کے لذت ہو ہی نہیں سکتی لیکن اگر کسی کو تلذذ ہو تو آیت

فمن ابتغیٰ وراء ذالک فاولئک هم العادون کے عموم میں داخل ہوکر حرمت کا حکم کیا جائے گا کیونکہ صورت مختر عہ نہ زوجہ ہے نہ مملوکہ بس وراء ذالک میں داخل ہوگی۔

بعض صورت میں مبتدی کو غیر اختیاری کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہئے جو اختیاری کے ساتھ کرتا

حال: کسی نامحرم کی محبت کا جوش دل میں پیدا ہونا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری۔

تہذیب: مبتدی کے لئے یہ تحقیق مضر ہے شیطان کو اس میں آڑمل جائے گی کہ وہ تاویل سے اختیاری درجہ کو غیر اختیاری بتلا کر معصیت میں مبتلا کردے گا۔ ایسے مبتدی کا علاج یہی ہے کہ جو معاملہ اختیاری کے ساتھ کرتا وہی غیر اختیاری کے ساتھ بھی کرے یعنی سب کو اختیاری سمجھے اور علاج کرے۔

خطرۂ ہلاکت نظر عمد میں ہے نظر فجاۃ میں نہیں

تہذیب: خطرہ ہلاکت نظر عمد میں ہے اور وہی حرام بھی ہے نظر فجاۃ میں یہ اثر نہیں ہے کیونکہ نظر فجاۃ میں بوجہ التفات کے دقائق حسن کا ادراک نہیں ہوتا یوں ہی سرسری طور پر صورت سامنے آجاتی ہے اب اس کو حکم ہے صرف نظر کا۔ اگر فوراً نگاہ ہٹالے تو کچھ خطرہ نہیں۔ اگر اس کے بعد عمداً دیکھنے لگا تو اب اس کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کا احتمال ہے اور تعلق کے بعد اگر وصال نہ ہو تو موت کا خطرہ ہے۔ ایک دوبار اگر وصال بھی ہوگیا تو اس سے پیاس بجھے گی نہیں بلکہ زیادہ بھڑکے گی۔

کنار و بوس سے دونا ہوا عشق ☆ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

محبوب کے تصور کو بلا واسطہ دفع کرنا یہ بھی جلب تصور ہے

تہذیب: نظر بد سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی بد صورت بدشکل کا مراقبہ کرو چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو اگر کوئی بدشکل قابل تصرف مراقبہ کے لئے نہ ملے تو پھر اس محبوب ہی کو بدشکل تصور کرو، یعنی یوں خیال کرو کہ یہ ایک دن مرے گا اور اس کا چہرہ خاک میں مل جائے گا اس میں خون پیپ ناک اور آنکھ کے راستہ سے بہے گا، اس کے بدن میں کیڑے پڑجائیں گے تھوڑی دیر اس کی اس حالت کا مراقبہ کرو اس سے بھی نفع ہوگا اور خیال ہٹانے کی یہ صورت نافع نہیں کہ تم براہِ راست اس کے حسن کے تصور کو دفع کرنے کا قصد کرو کیونکہ اس میں تو پھر استحضار ہوگا، حسن کا سلب بھی جلب ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ محبوب کے تصور کو بلا واسطہ دفع کرنا یہ بھی جلب تصور ہے۔

عشق کا منشاء بطالت و بے کاری بے فکری ہے

تہذیب: عشق بطالت سے ہوتا ہے۔ اطباء نے اس کی تصریح کی ہے اسی لئے طلباء کو عشق زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ بہت بے فکر ہیں پس عشق کا علاج بطالت و بے کاری و بے فکر کا دور کرنا ہے۔

تضعیف شہوت کا سالم ومسنون علاج کثرت صوم ہے

تہذیب: بعض دفعہ قلت شہوت کا منشا کثافت اختلاط ہوتا ہے (چنانچہ جس پر شہوت کا زیادہ غلبہ ہو وہ اس وقت خوب پیٹ تن کر کھانا کھالیوے، تو شہوت افسردہ ہو جائے گی، ایسی حالت میں چونکہ روزہ سے اخلاط میں لطافت پیدا ہوگی تو اول اول شہوت بڑھے گی، مگر برابر روزہ رکھتا جائے جیسا کہ فعلیہ الصوم سے ولالت ہوتی ہے، تو کثرت صوم کا انجام ضعف شہوت ہی ہوگا۔ چنانچہ اخیر حصہ رمضان میں ہر شخص کو ضعف معلوم ہوتا ہے۔ گو افطار و سحر میں اس نے کتنا ہی پیٹ بھر کر کھایا ہو، کیونکہ میرے نزدیک سبب ضعف تبدیل وقت ہے تقلیل غذا سے ضعف نہیں ہوتا۔

اضطرار مخمصہ ونظر الی الاجنبیہ کا فرق

تہذیب: اضطرار مخمصہ میں موت کا اندیشہ ہے اور حیات کا بقاء مطلوب ہے کیونکہ وہ معراج (زینہ) ترقی ہے اور حیات ناسوتیہ ہی سے روح کی ترقی ہوتی ہے، کیونکہ مدار ترقی اعمال ہیں اور روح مجرد سے صدور بعض اعمال کا نہیں ہوسکتا تھا۔ اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو پھر جنت سے دنیا میں ہمارے بھیجے جانے کی کیا ضرورت تھی برعکس اس کے نظر الی الاجنبیہ سے بچنے میں موت کا خوف نہیں، بلکہ غض بصر میں زیادہ حیات ہے حدیث میں وعدہ ہے کہ جو شخص تقاضائے نظر کے وقت نگاہ نیچی کرلے اس کو حلاوت ایمان نصیب ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ایک طبعی حلاوت بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ غیض بصر کے بعد اس کا دل یہ کہتا ہے کہ شاباش آج شیطان کو خوب زیر کیا۔ اور یہ فخر اہل اللہ نے بھی کیا ہے مگر اشر و بطر کے ساتھ نہیں بلکہ تحدث بالنعمۃ کے طور پر اور اس قسم کا فرح محمود ہے۔ چنانچہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا غرض غض بصر میں باطنی حیات بھی ہے اور حیات ظاہرہ کا ابقا بھی ہے، کیونکہ بعض دفعہ یہ نگاہ بد جان وایمان تک لے لیتی ہے پس نگاہ ڈال کر ہٹاتے ہیں (اس کو نفس کے ساتھ گو سخت کشاکشی ہوتی ہے جس کو وہ اضطرار سمجھنے لگتا ہے حالانکہ حقیقتہً وہ اضطرار نہیں ہے کیونکہ وہ اس حالت میں غض بصر پر قادر رہتا ہے۔

ترک معصیت کے لئے اختیار معصیت جائز نہیں

تہذیب: ترک معصیت کے لئے معصیت کا اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ ابتداء ہی سے اس معصیت کے تقاضے کا مقابلہ کرنا چاہئے، مثلاً نظر بد کا یہ علاج نہیں ہے کہ ایک مرتبہ پیٹ بھر کے دیکھ لیا جائے۔ بلکہ علاج غض بصر (نظر کا روکنا) ہے گو سخت مشقت ہو۔

قلب کی تمنا پر بھی جو بقصد ہو مواخذہ ہے

تہذیب: قلب کی تمنا اور اشتہاء پر بھی مواخذہ ہے مگر وہی جو بقصد ہو اور بلا قصد تو وسوسہ زنا کیا کفر و شرک کے وساوس بھی مضر نہیں۔

غیبت

غیبت کا ایک عملی علاج اگر منع پر قدرت نہ ہو

تہذیب: سالک کے سامنے کوئی غیبت یا لا یعنی کلام کرے اور اس کو منع پر قدرت نہ ہو تو خود اٹھ جانا چاہئے اور اس کی دل شکنی کا خیال نہ کرے کیونکہ دوسرے کی دل شکنی سے اپنی دین شکنی زیادہ قابل احتراز ہے یوں اگر نہ اٹھ سکے کسی بہانہ سے اٹھ جائے یا قصداً فی الفور کوئی مباح تذکرہ شروع کر دیا جائے۔ تاکہ وہ قطع ہو جائے۔

طریق حصول یادداشت فکر

تہذیب: بے سوچے ہرگز کوئی کلام نہ کیا جائے اگرچہ بعض اوقات یہ بھی نہ یاد رہے گا کہ سوچ کر بولوں مگر خیال رکھنے سے اکثر اوقات یاد رہے گا کہ سوچ کر بولوں پھر ان شاء اللہ ذہول نہ ہوگا۔ بس جب سوچ کر بولا جائے تو ہر کلام سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ اس کلام سے گناہ تو نہ ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی،

بے احتیاطی سے غیبت ہو جانے کا علاج

تہذیب: اول تو حتی الامکان بولنے کی احتیاط رکھیں اور کبھی بے احتیاطی سے غیبت ہو جائے تو فوراً خوب توبہ کریں اور دعائے توفیق۔

غیبت کی شرط نا گواری مغتاب ہے

تہذیب: اگر کسی کو بنا بر بے تکلیف ایسی بات کہی جائے جو بنظر الفاظ تو ناگواری کی بات ہے مگر بنظر بے تکلفی یا تعلق یا بطور مزاح ہونے کے ناگواری کا خیال نہیں۔

تہذیب: جب وہ ناگواری ہے خواہ کسی حیثیت سے ہو وہ مانعیت کے لئے کافی ہے اور اگر خود ناگواری ہی میں تردد ہو تب بھی واجب الکف ہے البتہ اگر عدم ناگواری یقینی ہو تو غیبت کی حد سے خارج ہو گیا۔ ممکن ہے کسی دوسرے گناہ میں داخل ہو جائے کیونکہ آفات لسان بزرگوں نے بیس تک شمار کئے۔

اپنے مغتابین سے جو اجر ملے گا اپنی غیبتوں کے تدارک کے لئے کافی ہونے کی دلیل نہیں

حال: نفس یہ تاویل سکھلاتا ہے کہ تیری بھی تو لوگ غیبت کرتے ہیں۔ قیامت میں جب پکڑ ہوگی تو اپنے مغتاب سے جو اجر ملے گا وہ اجر جن کی تو نے غیبت کی ان کو دیدیا جائے گا۔

تہذیب: اول تو یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ وہ اجر جو دوسروں سے ملا ہوا ہے اس کے تدارک کے لئے کافی ہے ممکن ہے کہ یہ دوسروں سے ملا اجر تمہارے ہی پاس رہے اور خاص تمہارے اعمال کا اجر اہل حقوق کو ملے اور نجات کے لئے دوسروں کا اجر کافی نہ ہو دوسرے اس سے قطع نظر کر کے مساوات کی کوئی دلیل نہیں ممکن ہے کہ تم کو کم ملے اور تم سے زیادہ لے لیا جائے تو تدارک کے لئے کیسے کافی ہو جائے گا۔

غیبت کا علاج ہمت اور استحضار ہے

تہذیب: غیبت اختیاری ہے اس کا طریق علاج ہمت و استحضار ہے اور معین طریق یہ ہے کہ جب ایک بار ایسا ہو جائے ایک وقت فاقہ کرے۔

غیبت اختیاری فعل ہے اور اس کے تدارک کا طریقہ

تہذیب: غیبت تو اختیاری ہے اور امور اختیاریہ کی تدبیر بجز استعمال اختیار کے کچھ نہیں اور اگر پھر بھی غلطی ہو جائے صاحب حق سے فوراً معاف کروا لے اس التزام سے غیبت متروک ہو جائے گی۔

دوسروں کے عیوب و گناہ کبیرہ ظاہر کرنے کا حکم۔

حال: بعض لوگ جو گناہ کبیرہ میں مبتلا ہیں ان کے عیوب اور گناہ کو ظاہر کرنا غیبت ہے یا

نہیں۔ نفس اس تاویل پر ہمیشہ آمادہ رہتا ہے کہ ایسوں کے عیوب اگر لوگوں پر نہ ظاہر کئے جائیں تو لوگوں کو دھوکہ ہوگا اور مسلمانوں کو خداع سے بچانا ضروری ہے۔

تہذیب: یہ سوال منتہی کے قابل ہے۔ مبتدی کو جائز غیبت بھی نہ کرنا چاہئے۔

کیفیات انفعالیہ کے مقتضیات فعلیہ پر عمل جائز نہیں

حال: اگر کوئی شخص میری بے جا غیبت کرتا ہے تو بشرط اطلاع اس شخص سے دل میں کدورت بلکہ حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔

تہذیب: یہ دونوں کیفیتیں انفعال ہیں اور انفعالات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور غیر اختیاری پر ذم واثم نہیں البتہ ان کے مقتضیات کہ اس کی غیبت کرنے لگے۔ اس کو ایذا پہنچانے لگے و مثل ذالک یہ افعال ہیں اور افعال اختیاری ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض پر ذم واثم بھی ہوتا ہے پس جب کیفیات انفعالیہ حادث ہوں ان کے مقتضیات فعلیہ پر عمل نہ کیا جائے اور ان کے ازالہ کی دعا کی جائے تاکہ مفضی الی الافعال نہ ہو جائیں اور اپنے عیوب و ذنوب کا استحضار کیا جائے تاکہ اس کا جزم ہو جائے کہ میں اس شخص کی کی بدگوئی سے بھی زیادہ کا مستحق ہوں اور افعال پر عقوبت کا بھی استحضار کیا جائے تاکہ داعیہ افعال کا مضمحل ہو جائے اور ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دی جائے۔

غیبت کی معافی کا طریقہ

تہذیب: اگر کسی کی غیبت ہوگئی تو استغفار کے ساتھ مغتاب سے بھی معافی مانگنے کی ضرورت ہے لیکن تفصیل غیبت کی اس کو بتلانا اس کو ایذا دینا ہے، اس لئے اجمالاً یوں کہنا کہ میرا کہا سنا معاف کرو کافی ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے غیبت کی تھی ان کے سامنے ان کی مدح و ثنا بھی کرو اور پہلی بات کا غلط ہونا ثابت کر دو اور اگر وہ بات غلط نہ ہو بچی ہو تو یوں کہدو کہ بھائی اس بات پر اعتماد کر کے تم فلاں شخص سے بدگمان نہ ہونا کیونکہ مجھے خود اس پر اعتماد نہیں رہا یہ تو رہ یہ ہوگا۔ کیونکہ سچی بات پر بھی اعتماد قطعی بدون وحی کے ہو نہیں سکتا۔ اور اگر وہ شخص مر گیا ہو جس کی غیبت کی تھی تو اب معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے دعا و استغفار کرتے رہو یہاں تک کہ دل گواہی دیدے کہ اب وہ تم سے راضی ہو گیا ہوگا۔

غیبت مباح کی صورت

تہذیب: اگر دینی ضرورت ہو تو پھر غیبت بھی مباح ہے جیسے محدثین نے رواۃ حدیث پر جرح

کی ہے اگر دینی ضرورت نہیں بلکہ محض نفسانیت ہی نفسانیت ہے تو اس صورت میں امر محقق کا بیان کرنا بھی غیبت محرمہ ہے اور بلا تحقیق کوئی بات کہی جائے تو بہتان ہے کذب کا مدار تحقیق کذب پر نہیں بلکہ عدم تحقیق صدق پر ہے۔

غیبت سے حسی تکلیف ہوتی ہے

تہذیب: غیبت میں نہ معلوم لوگوں کو کیا مزا آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنا جی خوش کر لیتے ہیں پھر اگر اس کو خبر ہوگئی اور اس سے دشمنی پڑ گئی تو عمر بھر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور اگر ذرا دل میں حس ہو تو غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو۔

غیبت کا مفسدہ

تہذیب: غیبت کا ضرر اور مفسدہ یہ ہے کہ اس سے افتراق پیدا ہوتا ہے اور افتراق سے مقدمہ بازی، لڑائی جھگڑا سب کچھ ہوتے ہیں اور اتفاق کے اندر جو مصالح و منافع ہوتے ہیں افتراق کی صورت میں ان سے بھی محرومی ہو جاتی ہے۔

غیبت کا اصل علاج تواضع ہے لیکن فوری علاج فکر و تامل ہے

تہذیب: غیبت کا علاج بھی تواضع ہی ہے مگر تواضع ایک دن میں پیدا نہیں ہوتی اس لئے جب تک تواضع حاصل نہ ہو غیبت سے بچنے کے لئے فوری علاج یہ کرو کہ بدون سوچے کوئی بات نہ کیا کرو، جو بات کرو، سوچ کر کرو اس سے غیبت کم ہو جائے گی اور کچھ دنوں کے بعد بالکل نہ ہوئے گی، اور اگر کسی وقت بے سوچے کوئی بات نکل جائے تو اسی وقت دو رکعت نفع صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے پڑھ لیا کرو۔

بیان مواقع جواز غیبت اور عوام کو متنبہ

تہذیب: جہاں کسی شخص کی حالت چھپانے سے دین کا یا دوسرے مسلمانوں کا یقیناً یا ظناً (جس سے ظن غالب مراد ہے) ضرر ہوتا ہے وہاں اس کی حالت ظاہر کر دینا چاہئے محدثین کا رواۃ حدیث پر جرح کرنا، مبتدع گمراہ کن کی بدعت کا ظاہر کرنا، مستشار کو مستشار فیہ کی حالت کا مستیشیر سے بیان کرنا اور مظلوم کا ظالم کی شکایت کرنا سب اس میں داخل ہے مگر میں عوام کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس کلیہ کو وہ خود استعمال نہ کریں بلکہ جس کی وہ غیبت کرنا چاہیں اسمیں پہلے مجتہد اور متدین علماء سے فتویٰ لیں، اجتہاد سے میری مراد یہ ہے کہ وہ فقہاء کے اقوال کو واقعات پر صحیح طور پر منطبق کر سکتا ہو اور یہ اجتہاد ابھی ختم نہیں

ہوا بلکہ قیامت تک باقی رہے گا اور تدین سے مراد یہ ہے کہ اغراض کا تابع نہ ہو کہ کھینچ کرنا جائز کو حد جواز میں لائے۔ چنانچہ ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ مولوی جس کی غیبت کرنا چاہتے ہیں اسے حد جواز میں لے آتے ہیں کہ ہماری نیت اس غیبت سے دوسرے کی تحقیر نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی اصلاح مقصود ہے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہیں یا معتقد نہ ہو وغیرہ ذلک مگر حق تعالیٰ کے سامنے ان تاویلوں کا چلنا دشوار ہے۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ تمہارا مقصود شفاء غیض اور دوسرے کی تحقیر تھی یا مسلمانوں کی اصلاح کا قصد تھا۔

کار ہا با خلق آری جملہ است ☆ با خدا تزویر و حیلہ کے رواست

کار با او راست باید داشتن ☆ رایتِ اخلاص و صدق افراشتن

غیبت کا ایک عجیب عملی علاج

تہذیب: غیبت کا ایک عجیب وغریب عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اس کو اپنی اس حرکت کی اطلاع کر دیا کرے تھوڑے دن اس پر مداومت سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض بالکل دفع ہو جائے گا۔

بدگمانی اور تجسس

بدگمانی جو خود لائی جائے مذموم ہے اور اس کا علاج

تہذیب: بدگمانی تکبر سے پیدا ہوتی ہے مذموم بدگمانی وہ ہے جو خود لائی جائے باقی جو وسوسہ خود آئے وہ مذموم بدگمانی نہیں جب تک اس پر عمل نہ ہو (اور عمل کی صورت یہ ہے کہ یا دل سے اس پر اعتقاد جازم کر لے یا زبان سے کسی کے سامنے اس کا تذکرہ کر دے) جب تک وسوسہ پر عمل نہ ہو اس وقت تک نہ اس پر مواخذہ ہے نہ وہ مضر ہے۔

بدگمانی، تجسس وغیبت ان سب کا منشا کبر ہے

تہذیب: جب کسی سے بدگمانی پیدا ہو (جس کا منشا کبر ہے۔) تو اپنے عیوب کو پیش نظر کر لیا کرو۔

تہذیب: بدگمانی، تجسس، غیبت ان سب کا منشا کبر ہے بلکہ متکبر کی غرض پوری طرح غیبت ہی

سے حاصل ہوتی ہے، بدگمانی، اور تجسس سب اسی کے مقدمات ہیں، اگر کوئی شخص تجسس اور بدگمانی کرے مگر غیبت نہ کرے تو اس کا مقصود حاصل نہ ہوگا اس لئے وہ بدگمانی اور تجسس کو بھی ترک کردے گا، پس غیبت سب سے اشد ہے۔

بدگمانی میں گناہ کا درجہ

تہذیب: بدگمانی میں گناہ کا درجہ تو وہ ہے جس کا ذہن میں اعتقاد راسخ ہو، اگر راسخ نہ ہو تو مضر نہیں مگر علاج اس کا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے پھر اگر علاج کے بعد کچھ اثر رہے تو وہ مذموم نہیں۔

بدگمانی، تجسس اور غیبت کا مکمل علاج

تہذیب: بدگمانی، تجسس و غیبت کا علاج یہ ہے کہ تواضع اختیار کرو، تکبر کو دل سے نکالو، اور جب تک اصلی مرض زائل ہو اس وقت تک غیبت کا فوری علاج یہ کرو کہ فکر و تامل سے کام لو اور کوتاہی پر جرمانہ مقرر کرو اور وسوسۂ بدگمانی کے وقت توجہ کو ذکر اللہ وغیرہ کی طرف منعطف کرو۔

تجسس کی صورتیں اور ان کا علاج

تہذیب: آڑ میں بیٹھ کر کسی کی باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے جس کو آڑ میں بیٹھنا ہے تو زبان سے کہہ دینا چاہئے کہ میں بیٹھا ہوں یا اس کے سامنے بیٹھنا چاہئے غرض کسی طرح اپنے بیٹھنے کی اطلاع کردے اسی طرح اگر ایک آدمی سونے کو لیٹ گیا اور دوسروں کو یہ خیال ہو کہ یہ سو گیا ہے اور وہ آپس میں باتیں کرنے لگیں مگر یہ جاگ رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ ان کو اطلاع کردے کہ میں جاگ رہا ہوں، البتہ اگر وہ لوگ اسی کے متعلق باتیں کر رہے ہوں اور اس کو ضرر پہنچانا چاہتے ہوں تو تجسس کے ساتھ ان کی گفتگو سننا جائز ہے، نیز اگر دو شخص آپس میں انگریزی یا عربی میں گفتگو کر رہے ہوں اور تیسرا شخص بھی ان زبانوں کو سمجھتا ہو مگر ان دونوں کو خبر نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ ان دونوں کو مطلع کردے کہ میں انگریزی یا عربی سمجھتا ہوں۔

----------☆☆☆----------

کبر اور خود رائی

عالم کا اپنے کو جاہل سے اچھا سمجھنے کا علاج

حال: اکثر بلا قصد یہ خیال آتا ہے کہ فلاں جاہل ہے اور میں عالم ہوں میں اس سے اچھا ہوں۔

تہذیب: نفس سے کہے کہ کیا معلوم خدا تعالیٰ کے یہاں کون اچھا ہے ممکن ہے اس کا باطن اچھا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا ذلیل وخوار ہوں اور خدا تعالیٰ نے تجھکو دو چار حرف ظاہری سکھلا دیئے ہیں۔ اس لئے تو بڑائی کرتا ہے اگر وہ چاہے تو آج چھین لے تو کیا کرے گا، اسی کا استحضار بہ تکرار کیا جائے، اور دعا بھی کرے۔

کبر کے اقسام بکثرت ہیں

تہذیب: وقار کی کمی بیشی پر نظر کرنا اکثر کبر کے سبب سے ہے۔

تہذیب: اقسام کبر کے اس کثرت سے ہیں کہ لاتعد ولا تحصی اور اکثر ان میں اوق واغمض اس قدر کہ بجز محقق کے کسی کو بھی نظر زباں تک نہیں پہنچتی۔ اور اس میں علماء ظاہر کو بھی اس محقق کی تقلید بلا تفحص حقیقت کرنا پڑتی ہے۔

کبر کا ایک علاج استحضار عظمت حق سبحانہ اور اختیار ذلت عرفی ہے

تہذیب: کبر کا ایک علاج یہ ہے کہ عظمت حق سبحانہ کو پیش نظر رکھے جس موقع پر کبر کا اندیشہ ہو تو اس وقت تو ضرور ورنہ اور بھی بہتر یہ ہے کہ روزانہ ایک وقت اس کے لئے نکال لے اور اس کے ساتھ علاج ہی کا ایک جزو یہ ہے کہ قصداً ایسے افعال اختیار کرے جو عرفاً موجب ذلت سمجھتے ہیں اور بدون اس کے دوسرے علاج ناکافی ہیں۔

کبر و شکر کا فرق

تہذیب: نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

برے کام کرنے والے کو اپنے سے کم نہ سمجھو البتہ غصہ کی اجازت ہے

تہذیب: یہ جائز ہے کہ برا کام کرنے والے پر غصہ نہ کرو اس سے بغض کرو مگر اپنے سے کم نہ سمجھو اور کبھی تم کو کسی کی سزا و تادیب کے واسطے مقرر کیا جائے تو خبردار اپنے کو اس سے اچھا ہرگز نہ سمجھنا ممکن ہے کہ وہ خطاوار شہزادے کے مثل ہو اور تم نوکر جلاد کے درجہ میں ہو ظاہر ہے کہ خطاوار شہزادے کو بادشاہ جلاد کے ہاتھوں سزا دلوادے تو جلاد اس سے افضل نہیں ہوسکتا۔

سالکین کے کبر و تواضع مفرط کا علاج

تہذیب: کام کرنے والوں کو دین کا کام کرنے سے دو مرض پیدا ہو جاتے ہیں ایک کبر اور دوسرا تواضع مفرط کبر تو یہ ہے کہ وظیفہ پڑھ کر اپنے اوپر نگاہ کرنے لگے، نماز پڑھ کر بے نمازیوں کو حقیر سمجھنے لگے اس کا علاج یہ سمجھنا ہے کہ تکبر کہ وجہ سے بڑے بڑے عابدوں کے قدم توڑ دیئے گئے ہیں کہ منزل مقصد پر نہ پہنچ سکے، شیطان اور بلعم باعور کی حکایت اسکی نظیر ہے۔ تواضع مفرط یہ ہے کہ اس حد تک تواضع کرے کہ اپنے اعمال صالحہ کی بے قدری کرنے لگے مثلاً اس طرح کہ اگرچہ ہم نماز پڑھتے ہیں مگر اس میں خشوع تو ہے نہیں ذکر کرتے ہیں مگر انوار تو بالکل نہیں، گویا در پردہ خدا کی شکایت کر رہے ہیں، علاج اس کا یہ ہے کہ اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہم کو ذکر و نماز کی توفیق دی ورنہ ہماری کیا مجال تھی جو آپ کی بندگی کر لیتے۔

واللہ لو لا اللہ ما ھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

کبر و استغنا کا فرق

تہذیب: کبر اور استغناء میں فرق یہ ہے کہ کبر کی تعریف اگر صادق آئے تو کبر ہے ورنہ استغنا اور کبر یہ ہے کہ اپنے کو کسی کمال میں دوسرے سے بڑا سمجھے اور اس کے ساتھ اس کو حقیر سمجھے۔

خود رائی کا علاج کامل

تہذیب: ابتداء میں خود رائی کا علاج اسی میں منحصر ہے کہ (۱) ہر وقت اہتمام اور مراقبہ رہے کہ اس ذمیمہ کا قرب وقوع تو نہیں ہوا، (۲) جب محسوس ہو اس کے مقتضیٰ کی عملاً مخالفت کی جائے (۳) اگر پھر بھی وقوع ہو جائے نفس کو کچھ مناسب سزا دی جائے خواہ بدنی ہو یا مالی مثلاً یہ خیال رکھنا کہ کسی امر میں اپنی رائے پر عمل کرنے کا عزم تو نہیں ہوا جب معلوم ہو تو کہ اس رائے پر عمل نہ کیا اگر غلطی سے پھر بھی ہو گیا دس رکعت نفل جرمانے کی ادا کرے یا دو آنہ پیسے خیرات کرے مثلاً۔

تکبر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہے

تہذیب: اپنے آپ کو کسی سے بڑا سمجھنا باطناً یا ظاہراً اس طرح کہ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھے یہ تکبر ہے، بس تکبر اختیاری ہے اور اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہوتا ہے، اور یہی علاج ہے یہ تفاوت ضرور ہے کہ اول اول ترک اور مقاومت میں تکلف ہوتا ہے پھر تکرار اور مزاولت سے مقاومت اور مدافعت سہل ہو جاتی ہے اس لئے اصطلاح میں اسی اخیر درجہ کا نام علاج ہے یعنی جس سے عمل میں تکلف نہ ہو۔

بلا اختیار اپنے کو بڑا سمجھنا مذموم نہیں لیکن بقصد ایسا سمجھنا کبر ہے

تہذیب: کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے، یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضا پر عمل نہ ہو یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو بلا قصد ہے مگر اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت اور عقوبت ہے اور اگر زبان سے اس کی مدح و ثنا کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے۔ تو اعون فی العلاج ہے۔

تکبر مع اللہ کی صورت

تہذیب: تکبر میں جب غلو ہو جاتا ہے اس کی جڑ پختہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی تکبر کرنے لگتا ہے۔ مثلاً دعا میں عاجزی اور خشوع میں تھا رونے کی صورت بنا کر گڑگڑا رہا تھا کہ سامنے سے کوئی دوسرا شخص آ گیا تو اب گڑگڑانا چھوڑ دیا کہ دیکھنے والے کی نظر میں نیکی نہ ہو یہ تکبر مع اللہ ہے کہ اس کو اللہ کے سامنے عاجزی اور ذلت کی صورت بنانے سے بھی دوسروں کی نظر میں ذلت و عار آتی ہے بس مخلوق کے لئے کسی عمل عبادت کو ترک کرنا تکبر ہے۔

دوسرے کو حقیر سمجھنے کا علاج

تہذیب: اگر کسی بات میں دوسرے کو گھٹا ہوا دیکھو اس وقت یہ سوچے کہ ہم بھی کسی بات میں اس سے گھٹے ہوئے ہیں یا نہیں ہر شخص میں خوبیاں ہوتی ہیں اور برائیاں بھی اگر اس شخص میں ایک برائی ہے تو ممکن ہے ہم میں بہت سی برائیاں ہوں یا ایک ہی برائی ہو لیکن اس برائی سے بدتر ہو پھر کس طرح ہم اس کو گھٹا ہوا سمجھتے ہیں اور دوسرے کو اپنے آپ سے کم درجہ سمجھتے ہیں اور کیوں سلام میں ابتداء کرنے سے عار آتی ہے۔

وضعداری میں غلو بھی کبر ہے

تہذیب: وضع داری میں غلو بھی کبر ہے وضع کیا چیز ہے قطع کیا چیز ہے اور آن کیا چیز ہے یہ سب شیطانی دھندے ہیں اپنے آپ کو اتنا بڑا ہی کیوں سمجھے کہ اس کے لئے خاص وضع مقرر رہو، بندہ کا حق تو یہ ہے کہ جس وردی اور جس وضع میں سرکار رکھیں اس میں رہے اپنی رائے اور ارادے کو فنا کردے۔

کبر کا علمی اور عملی علاج

تہذیب: تکبر کا علمی علاج تو یہ ہے کہ اپنے عیوب کو سوچا کرے اور یوں سمجھے کہ مجھے اپنے عیوب کا یقین کے ساتھ علم ہے اور دوسرے کے عیوب کا ظن کے ساتھ علم ہے اور جو شخص معیوب یقینی ہو وہ معیوب ظنی سے بدتر ہے اس لئے مجھے اپنے کو سب سے کمتر سمجھنا چاہئے اور عملی علاج یہ ہے کہ جس کو تم اپنے سے چھوٹا سمجھتے ہو اس کے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آؤ اور یہ عملی علاج جزو اعظم ہے بدون اسکے علمی علاج تنہا کافی نہیں۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جب تک عملی علاج نہ کیا جائے گا تکبر دور نہ ہوگا۔

علاج ازالہ تکبر

تہذیب: مسافروں کے پیر دبایا کرو اس سے تکبر زائل ہو جائے گا۔

ذکر و شغل سے جو کبر پیدا ہو جائے اس کا علاج

تہذیب: جس ذکر و شغل کی بدولت کوئی اپنے کو بڑا بزرگ سمجھنے لگا اس کا علاج ترک ذکر و شغل ہے لیکن ادباً للشریعۃ چونکہ یہ صورت منع عن ذکر اللہ ہے اسلئے ہیئت خاصہ کے ساتھ ذکر نہ کرے (کیونکہ اس طرح ذکر کرنے کو لوگ تصوف اور بزرگی نہیں سمجھتے) اور اس کے ساتھ ایک علاج یہ کرے کہ نمازیوں کی جوتیاں جھاڑ کر سیدھی کر دیا کرے۔

کبر کی نفی کے لئے یہ اعتقاد کافی ہے کہ شائد یہ مجھ سے اچھا ہو

تہذیب: کبر کی نفی کے لئے یہ احتمال رکھنا ہی کافی ہے کہ ممکن ہے یہ شخص اللہ تعالیٰ کے علم میں مجھ سے اچھا ہو آج کل کے مشائخ تو یہ کہتے ہیں کہ اپنے سے سب کو یقیناً اچھا سمجھو، میرے نزدیک تو یہ ہر ایک کی وسع میں نہیں میں تو اتنی آسان بات بتلاتا ہوں کہ صرف یہ کافی ہے کہ شائد یہ مجھ سے اچھا ہو اور یہ کچھ دشوار نہیں۔

اگر کسی ملازم، شاگرد چھوٹے پر زیادتی ہو جائے تو اس کی معافی کا طریقہ

تہذیب: بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ میں معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کرے گا۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم معافی مانگیں گے تو یہ شرمندہ ہوگا۔ مگر یہ عذر اس وقت ہیں جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں ان صورتوں میں تو صرف اس کا خوش کر دینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جائے گا اور بعض اوقات اس سے تعلق رکھنا نہیں جیسے ملازم کو موقوف کر دیا جیسے وہ خود چھوڑ کر جانے لگا اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جائے کیونکہ یہاں وہ دونوں عذر نہیں اس میں اگر رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے مگر کبر کے مقتضا پر عمل تو ہوا غایت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہوگا مگر کبر عملی تو ضرور ہے اگر کوئی کبر کی تقسیم کو تسلیم نہ کرے تب بھی ظلم تو ہوا جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہوا تو ظلم کا تو ہوا۔

ذکر سے نفع نہ ہونے کا سبب کبھی کبر ہوتا ہے

تہذیب: حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے شکایت کی "مجھے ذکر سے نفع نہیں ہوتا" شیخ نے توجہ کی تو اس کا سبب تکبر معلوم ہوا آپ نے فرمایا ایک ٹوکرا اخروٹوں کا فلاں محلہ میں (جہاں اس کے معتقدین بہت تھے) لے جا اور عام طور سے اعلان کر دے کہ جو کوئی میرے ایک دھول مارے گا، اسے ایک اخروٹ ملے گا، یہ سن کر مرید نے کہا اللہ اکبر میں ایسا کروں، شیخ نے فرمایا کمبخت یہ اللہ کا نام وہ ہے کہ اگر کافر صد سالہ اس کو کہے تو مسلمان ہو کر جنت میں جائے گا مگر تو نے جس موقع پر یہ نام لیا ہے اس سے کافر ہو گیا اس وقت تو نے اللہ اکبر خدا کی عظمت ظاہر کرنے کو نہیں کہا بلکہ اپنی عظمت ظاہر کرنے کو کہا ہے۔

انانیت کا علاج ذلت نفس ہے

تہذیب: یہ انانیت بڑا حجاب ہے اس کا علاج بدون ذلت نفس نہیں ہو سکتا۔

تکبر کا علاج تکبر سے ہونے کا معنی

تہذیب: تکبر کا علاج تکبر سے ہو تو وہ اپنا تکبر نہیں بلکہ حضرت حق کی شان کبریا کا استحضار ہونا چاہئے۔

کبر کی وجہ عظمت حق کا دل میں نہ ہونا ہے

تہذیب: ہمارے اندر تکبر اس وقت تک ہے جب تک حق تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں آئی اور اگر عظمت حق دل میں آجائے تو پھر یہ حال ہوگا۔

چو سلطان عزت علم برکشد ☆ جہاں سر بجیب عدم درکشد

تکبر سے اندیشہ سلب نعمت کا ہے

تہذیب: اپنے تقویٰ طہارت پر ناز کر کے گنہگاروں کو حقیر مت سمجھو اور ان کی خطائیں معاف کر دیا کرو۔ تکبر کرنے سے اندیشہ سلب نعمت کا ہوتا ہے۔

اصلاح نفس ہو جانے کی شناخت

تہذیب: جو شخص مجاہدہ سے نفس کو پامال کر چکا ہے اس کے لئے ایک بھنگی سے بھی معافی چاہنا دشوار نہیں۔

اتفاق کا طریقہ بھی ترک تکبر ہے

تہذیب: متکبرین میں کبھی اتفاق نہیں ہو سکتا اگر ہوگا تو اسی طرح کہ ایک شخص اپنے تکبر کو چھوڑ کر تواضع اختیار کرے، یہ مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

عجیب وغریب علاج عبارت آرائی کا

تہذیب: عبارت آرائی میں مشغول ہونا اچھا نہیں اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے خط کو کسی ایسے شخص سے لکھواؤ جس کی بہت ہی کم استعداد ہو اس کے بعد اسی مضمون کو نقل خود بعینہ کر کے اس اصل کے ہمراہ اپنے مصلح کے پاس بھیجے۔

عبارت آرائی اپنے بڑے سے نہ کرنا چاہئے

تہذیب: جس کو اپنے سے بڑا سمجھے اس کے ساتھ عبارت آرائی کرنا ادب کے خلاف ہے۔

عبارت میں تکلف مناسب نہیں

تہذیب: عبارت میں قافیہ وغیرہ بالقصد نہیں لانا چاہئے اس سے معنی تابع الفاظ کے ہو جاتے ہیں حالانکہ الفاظ کو معانی کا تابع رکھنا چاہئے اگر بلاقصد کوئی قافیہ آجائے دوسری بات ہے تکلف نہ کرے۔

سلام میں تقدیم سے عار آنا تکبر سے ہے

تہذیب: مجھے علماء سے شکایت ہے کہ ہم لوگ اپنے کو بہت بڑا سمجھتے ہیں کہ عوام کو پہلے سلام کرنے سے ہم کو عار آتی ہے بلکہ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ پہلے دوسرے ہم کو سلام کریں۔

صرف تحصیل علم سے تکبر نہیں نکل سکتا

تہذیب: تکبر بڑا ہی خناس ہے جب تک یہ ہمارے اندر ہے اس وقت تک حقوق علم ادا نہیں ہوسکتے۔ اور یہ صرف علم حاصل کرنے سے نہیں نکل سکتا، جیسے کہ کسی کو خارش کا نسخہ یاد ہو تو محض نسخہ یاد ہونے سے خارش دفع نہیں ہوسکتی بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نسخہ کے اجزا جمع کرو اور اس کا استعمال شروع کردو مضرات سے پرہیز کرو اور جب تک طبیب مشورہ دے اس وقت تک نسخہ کا استعمال کرو اور پرہیز جاری رکھو جب تک طبیب نبض دیکھ کر نہ کہہ دے کہ اب خارش کا مادہ زائل ہوگیا ہے اس وقت تک تدبیر کو نہ چھوڑو۔

اقرار نقص دلیل کمال ہے

تہذیب: ہائے وہ لوگ کہاں گئے جن کو باوجود کمال کے اپنے نقص کے اقرار میں ذرا پس و پیش نہ تھا اور اب وہ زمانہ آگیا کہ ناقصوں کو بھی اپنے نقص کے اقرار سے عار ہے بلکہ وہ زمانہ سے اپنے لئے کمال کے مدعی ہیں۔

از قید ہستی رستن کے معنٰی

تہذیب:

قرب از پستی ببالا رفتن است ☆ قرب حق از قید ہستی رستن است

از قید ہستی رستن کے معنٰی یہ نہیں کہ سنکھیا کھا کر مرجاؤ بلکہ اس کے معنٰی یہ ہیں کہ اپنے اوپر نظر نہ کرو اپنی ذات کے مطالعہ میں مشغول نہ ہو اپنے ارادہ واختیار کو فنا کردو، دعویٰ اور پندار کو مٹادو اپنے علوم پر نظر کرنا یہ بھی اشتغال بنفسہ ہے۔

تکلف کی عبارت ایک قسم کا کفر ہے

تہذیب: تکلف کی عبارت جس کے حل میں مطالعہ کی ضرورت ہو طالب کے حال سے نہایت بعید ہے اور ایک قسم کا کبر ہے۔

حق گوئی سے عار آنے کا علاج

حال: طلباء اگر کوئی بات پوچھتے ہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتی تو ذلت معلوم ہوتی ہے اور اس کے کہنے میں تکلیف ہوتی ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتی، لیکن کہہ دیتا ہوں۔

تہذیب: اسی التزام سے "اگرچہ بہ تکلف ہو" بلا تکلف اس پر قدرت ہوجاتی ہے۔

فانی میں کبر نہیں ہوتا

تہذیب: جس کا مذاق یہ ہو کہ اخفائے طاعت خلق سے ریا ہے وہ بھلا بڑا بننے کی تو کیوں کوشش کرے گا، کیونکہ بڑا بننے میں تو اپنے اوپر بھی نظر ہوتی ہے اور مخلوق پر بھی اور فانی کی نظر کسی پر نہیں ہوتی۔

سائل سے تنگدل نہ ہونا چاہئے نہ حقیر سمجھنا چاہئے

تہذیب: سائل سے کبھی تنگدل نہ ہونا چاہئے کیونکہ محسن ہیں، ہمارے لئے حمال اثقال ہیں کہ ہمارا بوجھ اٹھا کر آخرت میں پہنچاتے ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوں تو ہمارے صدقات آخرت میں کس طرح پہنچ سکیں، پس اغنیاء کو چاہئے کہ سائلوں کو حقیر نہ سمجھیں نہ تنگدل ہوں،

تکبر کی حد

تہذیب: تکبر یہ ہے کہ اپنی صفات حمیدہ کو اپنا کمال سمجھے عطا و فضل حق پر نظر نہ کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے، باقی اپنی صفات کی نفی کرنا تواضع نہیں ہے مثلاً حافظ کو اپنے حفظ کا اعتقاد جائز ہے ہاں اس کو عطیہ الٰہی سمجھے۔

عجب

ہر عمل میں دو حیثیت ہیں

تہذیب: عمل میں دو حیثیت ہیں ایک اپنا کمال اس اعتبار سے (یعنی اپنا کمال سمجھ کر) اس پر نظر نہ کرنا چاہئے، دوسرا یہ کہ یہ خدا کی رحمت ہے اس اعتبار سے اس پر مسرت مامور بہ ہے قل بفضل

اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا۔

اہلیت وقابلیت کی شرف عطیۂ خداوندی ہے

حال: بعض حضرات میرے سامنے استخلاف وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو مجھے بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا مذاق کر رہے ہیں قلب میں بجائے خوشی کے ایک رنج پیدا ہوتا ہے۔

تہذیب: الحمدللہ یہ علامت ہے عدم عجب کی، حق تعالیٰ اس میں ترقی عطا فرمادیں کہ اپنے کو کبھی اہل نہ سمجھیں۔ لیکن اس حالت میں یہ مزید شکر کا سبب ہونا چاہئے کہ باوجود نااہلی کے حق تعالیٰ نے یہ نعمت دی اور اس کو فال نیک سمجھنا چاہئے عطائے اہلیت کی ولنعم ما قیل ؎

داد اور اقابلیت شرط نیست ☆ بلکہ شرط قابلیت داد اوست

توفیق الٰہی پر شکر چاہئے

تہذیب: کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اپنے اعمال کو اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کا احسان سمجھ کر شکر کریں کہ انہوں نے ہم سے کام لے لیا ورنہ ہماری کیا طاقت تھی۔ ؎

منت منہ کی خدمت سلطاں ہمکنی ☆ منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

اظہار عمل کب نقص ہے اور کب کمال

تہذیب: اظہار عمل مطلقاً نقص نہیں اور نہ اخفائے عمل مطلقاً کمال ہے بلکہ نقص جب ہے کہ اپنے اوپر نظر ہو اور کمال جب ہے کہ اپنے اوپر نظر نہ ہو بلکہ صرف خالق جل وعلیٰ پر نظر ہو۔

شکر و کبر کا فرق

تہذیب: ذکر کر کے جو نفس خوش ہو تو اگر اس کو اپنی فضیلت سمجھو تو کبر ہے اور اگر عطائے حق سمجھو، اور اپنے کو اس کا مستحق نہ سمجھو تو شکر ہے۔

استحقاق اجر کے دعویٰ کا منشاء عظمت خداوندی پر نظر نہ ہونا چاہئے

تہذیب: ہم اپنے اعمال کو اسی وقت تک کچھ سمجھتے ہیں جب تک اپنے اوپر نظر ہو اور جب حق تعالیٰ کی عظمت پر نظر ہو گی تو ہر شخص اقرار کرے گا کہ میں نے خدا تعالیٰ کا کچھ بھی حق ادا نہیں کیا پھر استحقاق اجر کے دعویٰ کا کیا منہ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ☆ عذر بدر گاہِ خدا آورد
ورنہ سزا وار خدا وندیش ☆ کس نتوا ند کہ بجا آورد

اعمال صالحہ خود سراپا انعامات ہیں

تہذیب: حضرت! جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں یہ خود انعام ہے پھر انعام پر طلب انعام کیسا انعام تو عمل پر ہوا کرتا ہے۔ اور یہاں خود یہ اعمال ہی سراپا انعامات ہیں ورنہ ہم کس قابل تھے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمکینی ☆ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

کمال پر ناز کرنا دلیل ہے کمال سے عاری ہونے کی

تہذیب: کمال پر ناز کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ یہ شخص کمال سے عاری ہے ورنہ اہل کمال ناز نہیں کیا کرتے، کیونکہ ان کو کمال کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے جس سے اپنے کو عاجز پاکر وہ کبھی ناز نہیں کر سکتے۔

عمل صالح کی توفیق محض حق تعالیٰ کے فضل سے ہے

تہذیب: عمل صالح کی توفیق محض حق تعالیٰ کے فضل سے ہے یہ جو آپ کو نماز کا شوق ہے اور رات کو تہجد میں اٹھتے ہیں یہ آپ کا کام نہیں بلکہ کوئی اور ہی اٹھا رہا ہے۔

عجب کا علاج

تہذیب: اگر حق تعالیٰ ہم سے کچھ کام لے لیں اس کو ان کی عنایت سمجھو، کام لینا اس لئے کہتا ہوں کہ سب باگیں ان کے ہی قبضے میں ہیں بس اپنا کچھ کمال نہ سمجھو نہ کسی گنہگار کو حقیر جانو۔

عمل نسبت مع اللہ کے منافی ہے

تہذیب: صاحب نسبت عمل کرے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عامل کو خدا پر توکل نہیں رہتا اور عجب پیدا ہو جاتا ہے اور یہ منافی ہے نسبت مع اللہ کے

فرح ومدح

مدح کا علاج

تہذیب: اگر مدح سے نفس خوش ہو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ مادحین جس امر کی مدح کر رہے ہیں نہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں نہ میرے دوسرے عیوب سے حسن ظن رکھتے ہیں جو ان کی تو خوبی ہے مگر میرے لئے حجت نہیں۔

فرح شکر وفرح بطر کا فرق

تہذیب: معیار ما بہ الفرق فرح شکر وفرح بطر میں یہ ہے کہ اول میں نعمت کو محض فضل الٰہی کا نتیجہ سمجھتا ہے اور اپنی نا قابلیت کا استحضار رہتا ہے اور ثانی میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔

ریا

عمل کے وقت وسوسات ریا کا علاج

تہذیب: اگر ابتداً ریا کا خیال نہ ہو اور عمل کے وقت اس قسم کے وساوس پیدا ہو جائیں تو اپنے معمول کو ترک نہ کریں بلکہ ثبات اولیٰ ہے ریا کو دل سے برا سمجھ کر حتی الامکان ان کو دفع کرنا کافی ہے۔

وسوسہ تو کفر کا بھی آنا مضر نہیں

تہذیب: ریا تو قصد سے پیدا ہوتا ہے اور جو بلا قصد ہو وہ ریا نہیں صرف وسوسہ ریا ہے اور وسوسہ تو کفر کا مضر نہیں چہ جائیکہ ریا کا وسوسہ۔

کمالات کے اظہار کا اہتمام ریا ہے

تہذیب: (بجز مربی کے) اپنے عیوب کسی دوسرے پر ظاہر ہونے کو پسند نہ کرنا یہ ریا نہیں ہے بلکہ یہ تو مطابق سنت کے ہے استتار عیوب کا خود حکم ہے۔ ہاں کمالات کے اظہار کا اہتمام یہ ریا ہے اگر وہ کمالات غیر واقع ہوں تو خداع اور تلبیس ہے۔

محض دکھلانے کا خیال بلا اختیار آ جانا ریا نہیں جب تک کہ عامل اس کا قصد نہ کرے

حال: ہر کارِ خیر میں خصوصاً نماز میں یہ خیال ہوتا ہے کہ مجھے فلاں فلاں دیکھ رہا ہے اس لئے یہ فعل تیرا ریا اور سمعہ میں داخل ہے۔ جو اکثر فرض نماز کے سوا باقی افعال حسنہ کے ترک پر مجبور کرتا ہے۔

تہذیب: محض کسی کے دیکھنے سے تو ریا ہوتی نہیں جب تک کہ عامل دکھلانے کا قصد نہ کرے اور یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قصد فعل اختیاری ہے محض دکھلانے کا خیال بلا اختیار آ جانا یہ قصد نہیں اس علم کی تصحیح بھی اس خیال کا علاج ہے اور اس خیال کے مقتضا پر عمل نہ کرنا یعنی طاعت کو ترک نہ کرنا اس کا مکمل علاج ہے۔

عمل اور خلق کی اصلاح کا طریقہ

تہذیب: عبادات میں جو ریا ہو عقلاً اس کو دبانا اور روکنا یہ عمل کی اصلاح ہے۔ اور اس عادت سے اس خلق (ریا) کا تقاضا نہ ہونا یہ خلق کی اصلاح ہے۔

ریا کی حقیقت

تہذیب: (۱) ریا کی حقیقت ہے **ارادة الخلق للغرض الدنیاوی ارضاء خلق للحق** ریا نہیں۔

تہذیب: (۲) ریا کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت کا اظہار کسی دنیاوی غرض سے کیا جائے یا کسی فعل مباح کا اظہار کسی معصیت کی غرض سے کیا جائے۔

ریا میں صرف تصحیح نیت کافی نہیں بلکہ عمل میں تغیر بھی نہ کرے

حال: بعض مرتبہ کسی اچھے کام میں مصروف ہوتا ہوں اچانک کسی شخص پر نظر پڑ جاتی ہے تو اکثر و بیشتر یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کام کو اور اچھی طرح پر کرو مجھے اتنا تو یہ یقیناً معلوم ہے کہ یہ ریا ہے اور ایسے وقت میں یہ سمجھ کر کہ انسان کیا چیز ہے جو اس کو دکھلا کر کام کریں اس کام کو کئے جاتا ہوں اور نیت حق تعالیٰ کی طرف پھیر لیتا ہوں، نیت پھیر لینے سے ریا جاتی رہے گی یا نہیں۔

تہذیب: میرا مذاق اس میں یہ ہے کہ صرف تصحیح نیت اس میں کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ خطرہ کے بعد عمل میں تغیر بھی نہ کرے، کیونکہ تصحیح نیت اس کا مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات (اس

کا) تحسین عمل للحق اور تصحیح نیت اس کا تحسین کا آلہ تا کہ غائلہ ریا سے بھی بچا رہے اور مقصود نفس بھی حاصل ہو جائے تو جس اخلاق سے تحصیل ریا مقصود ہو وہ مقدمہ ریا ہونے کے سبب ریا ہی ہے اگر دوسرے اطباء کی تحقیق اس کے خلاف بھی ہو تب بھی میں اپنی رائے پر قائم ہوں، ذوقیات میں ایک کا اجتہاد دوسرے پر حجت نہیں۔

عبادت کو کسی کے دیکھنے پر طبیعت میں فرحت کا ہونا علامت وجود مادہ ریا کی ہے

حال: اثناء عبادت یا عبادت سے فراغ کے بعد اگر کوئی شخص اس عبادت پر مطلع ہو جائے تو اس عابد کے دل میں ایک قسم کی فرحت و خوشی پیدا ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دل کے اندر ریا اس طرح چھپا ہوا ہے جس طرح راکھ کے اندر آگ کہ دوسروں کے مطلع ہونے پر اسی لئے تو سرور ہوتا ہے۔

تہذیب: اس عبارت میں اس فرحت کو ریا نہیں کہا اس کو علامت ریا کہا اور علامت بھی مادہ ریا کی کہا جس پر مواخذہ نہیں۔

ریا مع اللہ کی صورت

تہذیب: خلوت میں نماز اس خیال و نیت سے پڑھنا کہ مخلوق کے سامنے بھی طویل نماز پڑھ سکے، اور حق تعالیٰ کا یہ اعتراض لازم نہ آئے کہ مخلوق کے سامنے تو لمبی نماز پڑھتا ہے اور میرے سامنے مختصر پڑھتا ہے، تو یہ لمبی نماز خلوت کی خدا کے لئے نہیں ہے بلکہ مخلوق کے سامنے ریا باقی رکھنے کے لئے ہے، یہ ریا مع اللہ ہے۔

ترک عبادت میں تکبر اور ریا کی صورت

تہذیب: مخلوق کے لئے کسی عمل عبادت کو ترک کرنا جس طرح تکبر ہے اسی طرح ریا بھی ہے۔

ریا کی مختلف صورتیں

تہذیب: اگر عمل میں دنیائے فاسد یعنی معصیت کی نیت ہو تو وہ یقیناً ریا ہے۔ اور دنیائے مباح کی نیت ہو تو اگر عمل دنیوی میں ہے تو وہ ریا نہیں اور اگر عمل دینی میں ہے تو وہ بھی ریا ہے اگر کسی شخص

کو اس لئے راضی کیا جائے تا کہ اس کے شر سے محفوظ رہیں تو یہ ریا نہیں اور اگر مخلوق کو اس لئے راضی کیا جائے تا کہ وہ ہمارے معتقد رہیں ہمارے مرید زیادہ ہوں تو یہ ریا ہے کیونکہ یہ نیت معصیت ہے اس واسطے کہ عین عبادت کے وقت اس کی نظر مخلوق پر رہی اور ان کی نظر میں معظم رہنا چاہا۔

عبادت کے اخفاء کا اہتمام بھی ریا ہے

تہذیب: محققین کے نزدیک عبادات کے اخفا کا اہتمام کرنا بھی ریا ہے کیونکہ اخفاء عن الخلق کا اہتمام وہی کرے گا جس کی نظر مخلوق پر ہو اور جن کی نظر مخلوق سے اٹھ جائے اور اپنے سے بھی اٹھ جائے کہ عبادت کو اپنا عمل نہ سمجھے بلکہ محض توفیق حق سمجھ کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کام لے رہے ہیں میں خود کچھ نہیں کر سکتا تھا وہ اخفاء کا اہتمام نہ کرے گا، کیونکہ جب وہ مخلوق کو لاشے محض سمجھے گا تو اس سے اخفاء کیوں کرے گا اور جب اپنے عمل کو اپنا عمل ہی نہیں سمجھتا بلکہ فضل حق سمجھتا ہے تو کسی کے دیکھنے سے عجب کا اثر کیوں ہوگا۔

ریا سے حفاظت کا علاج فنائے کامل ہے

تہذیب: ریا ورضاء خلق سے بچنا چاہتے ہو تو فنا کا طریق اختیار کرو بدون فنائے کامل کے ریا سے حفاظت نہیں ہو سکتی۔

معلم کو اپنے عمل کی اطلاع کرنا ریا نہیں

تہذیب: ریا وہ ہے جو دنیا کی غرض سے کسی کو عمل دکھلایا جائے، سالک جو اپنے عمل کی اطلاع اپنے معلم کو کرتا ہے وہ ریا نہیں ہے کیونکہ عمل تو اللہ ہی کی رضا کے لئے ہوتا ہے، پھر بعد صدور عمل کے اپنے معلم کو اپنے آئندہ کی مصلحت دینیہ کے لئے اس عمل کی اطلاع کرتا ہے، ریا میں تو خود عمل سے غرض نمائش ہوتی ہے اور یہاں عمل سے غرض رضائے حق اور اطلاع کا قصد مستقل ہے وہ بھی دین کے لئے جیسے قرآن کا حفظ کرنے والا قرآن تو ثواب ہی کی نیت سے یاد کرتا ہے لیکن سبق یاد کر کے استاد کو یاد کی اطلاع اس طرح کرتا ہے کہ اس کو سنتا ہے تا کہ یہ آئندہ خوش ہو کر تعلیم کرے۔

ریا کے خیال سے عمل کو ترک نہ کرنا چاہئے

سوال: خلاصہ عریضہ یکے از منتہیاں (۱) بیمار تھا تہجد آخر شب میں ناغہ تھی، اسی زمانے میں دو مہمان آئے اور وہ آخر شب میں اٹھے تو خیال ہوا کہ لاؤ میں بھی پڑھ لوں تہجد (۲) پھر خیال ہوا کہ کہ نہ پڑھوں یہ ریا ہے چنانچہ نہ پڑھی (۳) پھر خیال ہوا کہ صبح کو ان سے ظاہر کر دیا جائے کہ فلاں وجہ سے تہجد سے قاصر رہا اور اس وقت تہجد نہ پڑھوں۔

تہذیب: (خلاصہ) (۱) یہ احکم تھا (۲) یہ اسلم تھا (۳) یہ خالص ریا تھا باقی ناقص کو یہی حکم کیا جاتا ہے کہ پڑھ اور نیت کو درست کر وورنہ پھر اس کو ہر موقع پر ریا کا شبہ و بہانہ ہونے لگے گا۔

رضائے حق کے پیدا کرنے کا طریقہ

تہذیب: اپنے اختیار سے ہر کام میں رضائے حق کا قصد کریں اور اپنے اختیار سے رضائے خلق کا قصد نہ کریں اور بلا قصد کے اگر رضائے خلق کا وسوسہ یا خیال آئے تو اس کی مطلق پروانہ کریں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ یوں ہی اپنے اختیار و قصد سے رضائے حق کا قصد کرتا رہے تجربہ ہے کہ چند روز میں رذائل کے خلاف کرنے سے اس عمل کی عادت اور مشق ہو جاتی ہے پھر رذیلہ کے خلاف کرنے میں کچھ دشواری نہیں ہوتی بلکہ رذیلہ کمزور ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ رذائل کا ازالہ ضروری نہیں اس قدر اضمحلال کافی نہیں کہ جس سے مقاومت رذیلہ کی آسان ہو جائے۔

ارضائے خلق بہ نیت ارضائے حق ارضائے حق ہے

تہذیب: ارضائے خلق بھی اگر بہ نیت ارضائے حق ہو تو وہ ارضائے حق میں داخل ہے نظر اس کی شیخ کا ہدیہ ہے۔

صوفیوں کی وضع ریاء بنانا بھی قابل قدر ہے

تہذیب: جو شخص ریا سے بھی صوفیوں کی وضع بناتا ہے، اس کی بھی قدر کرو کیونکہ اس کے اس فعل سے یہ تو معلوم ہوا کہ اس کے دل میں صوفیہ کی قدر ہے جب ہی تو وہ ان کی وضع داری وصورت سے باقدر ہونا چاہتا ہے پس تم اس کے عیب (ریا) پر نظر نہ کرو بلکہ اس خوبی پر نظر کر کے اس کی قدر کرو۔

افراطِ عظمت شیخ بھی ارضائے خلق ہے

تہذیب: حکم شیخ کی اتنی عظمت کہ شیخ کا بتلایا ہوا وظیفہ تو کبھی نہ چھوٹے گو نماز و جماعت چھوٹ جائے ارضائے خلق میں داخل ہے۔

توحید مطلوب کے دو درجے مامور بہ ہیں جن کا حصول مزیل ریا ہے اور توحید وجودی کا درجہ مامور بہ نہیں گو معین توحید مطلوب ہے

تہذیب: شرعاً جو توحید مطلوب اور مامور بہ ہے اس کے دو ہی درجہ ہیں ایک توحید اعتقادی (یعنی حق تعالیٰ کو ذات وصفات میں واحد و یکتا سمجھنا) دوسرا توحید قصدی (یعنی حق تعالیٰ کو قصد میں بھی

واحد و یکتا سمجھنا، غیر حق کو مطلوب و مقصد نہ بنانا) اور توحید وجودی (یعنی حق تعالیٰ کو وجود میں واحد و یکتا سمجھنا جس کا اثر یہ ہو کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کے وجود کا اثر اس کی طبیعت پر نہ ہو جس سے خوفاً یا رجاءً متاثر ہو جائے بلکہ یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں جس سے خوف و رجاء کو متعلق کیا جائے) یہ توحید مامور بہ نہیں۔ ہاں توحید مطلوب کی معین ضرور ہے کہ اس سے توحید اعتقادی اور توحید قصدی کا حصول و کمال سہل ہو جاتا ہے، مگر یہ نہیں کہ اس کے بغیر توحید کامل ہی نہ ہو سکے۔

ریا کے لئے قصد شرط ہے

تہذیب: ریا کوئی خود نہیں لپٹتی پھرتی، جب قصد ہی کرو گے تب ہی ریا ہو گی ورنہ محض وسوسہ ریا ہو گا جو مضر نہیں۔

معیار شناخت وسوسہ ریا از حقیقت ریا

تہذیب: صورت ریاء ریا نہیں ہے، جیسا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کا رسول اکرم ﷺ کو قرآن سنانے میں تطییب قلب رسول اور تطییب قلب رسول سے ارضائے حق کا قصد رکھنا گو صورتاً ریا ہے لیکن حقیقتاً ریا نہیں۔ اسی طرح وسوسہ ریا ریا نہیں۔ بس ریا وہ ہے کہ عمل دینی سے مقصود ہی غیر حق ہوا اور غیر حق کو ارضاء حق کا واسطہ نہ بنایا گیا ہو، اور اگر عمل سے مقصود غیر حق نہ ہو تو غیر کا واسطہ آنا مضر نہیں رہا یہ کہ اس کا معیار کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ وسوسہ ریا تھا یا حقیقت ریا، سو معیار یہ ہے کہ ریا یہ ہے کہ اس کے دیکھنے والے چلے جائیں تو یہ ذکر وغیرہ کو قطع کر دے اور اگر ان کے جانے کے بعد ذکر کو قطع نہ کرے تو دیکھنے والوں کے ہوتے ہوئے جو ان کی طرف خیال گیا تھا یہ وسوسہ ریا تھا، ریا نہ تھا۔

اخفائے عبادت خلق سے ریا ہے

تہذیب عام صوفیوں کا مشہور قول یہ ہے کہ اظہار عبادت خلق سے ریا ہے اور محققین حضرات کا ارشاد ہے کہ اخفائے عبادت خلق سے ریا ہے کیونکہ مخلوق پر نظر ہی کیوں گئی جو اس سے اخفاء کا اہتمام کیا گیا اگر مخلوق کو کالعدم اور لاشے اور ایسا سمجھتے کہ جیسے مسجد کی صفیں تو ان سے اخفا نہ کرتے۔

☆☆☆

جوش اور غضب

اشتعال کم کرنے کا طریقہ

(۱) تہذیب: بہ تکلف ضبط کر کے اپنے عیوب سوچنے لگا کیجئے، ان شاء اللہ تعالیٰ اشتعال کم ہو جائے گا،

(۲) تہذیب: جس پر غصہ آئے اس کے پاس سے فوراً خود ہی ہٹ جائے یا اس کو اپنے پاس سے ہٹا دے جیسا موقع ہو، استحضار عذاب الٰہی کا کرے اپنے گناہوں کو یاد کر کے استغفار کی کثرت کرنے لگے۔

غصہ کے مقتضا پر عمل مت کرو

حال: اگر آپ کو کوئی کچھ کہتا ہے اور اعتراض کرتا ہے تو تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔

تہذیب: مگر غصہ سے آگے انتقام تک مت بڑھنا ''ولو باللسان''

غصہ کا ایک درجہ غیر اختیاری ہے اور ایک اختیاری اور اس کا علاج

تہذیب: سرعت غضب امر طبعی ہے اختیار سے خارج ہے اس پر ملامت نہیں البتہ اس کے مقتضا پر عمل جب کہ حدود سے تجاوز ہو جائے مذموم ہے اور اس کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں اس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا، اپنی خطاؤں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بھی بہت معین ہے'' اور نرمی وغیرہ مدت تک تکلف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہئے، مدت کے بعد ملکہ ہوگا ہمت نہ ہارے۔

غصہ کا اعتدال اختیاری ہے

تہذیب: ناحق والے پر غصہ آنا تو مذموم نہیں ہاں اعتدال ضروری ہے سو وہ اختیاری ہے۔

غصہ کے اعتدال کا اہتمام اور کوتاہی پر تدارک شرعی واجب ہے

تہذیب: غصہ اور جوش میں حتی الامکان حد پر رہنے کا اہتمام کیا جائے اور جو پھر کوتاہی ہو جائے موافق شرع کے تدارک اور استغفار کیا جائے۔

غصہ کا عملی و علمی علاج

تہذیب: جس وقت غصہ آوے امور ذیل کی پابندی کریں۔(۱) یہ خیال کریں کہ میں بھی حق تعالیٰ کا خطاوار ہوں اگر وہ بھی اسی طرح غصہ کریں تو میرا کہاں ٹھکانہ ہو، (۲) اگر میں اس کو معاف کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف فرمادیں گے۔(۳) اس وقت بےکار نہ رہیں فوراً کسی کام میں لگ جائیں خصوصاً مطالعہ کتب میں۔(۴) اس جگہ سے ہٹ جائیں۔(۵) اعوذ باللہ پڑھنے کی کثرت کریں۔(۶) پانی پی لی۔(۷) وضو کرلیں۔

مادہ غضب کے اضمحلال کا طریقہ

تہذیب: غصہ میں جوش کا دفعتاً آنا تو غیر اختیاری ہے اس پر ملامت نہیں لیکن بعد میں کو اس پر قائم رہ کر اس کے مقتضا پر عمل کرنا اختیاری ہے اور اختیاری فعل کا ترک بھی اختیاری ہے پس اس کے مقتضی پر عمل نہ کرنا اختیاری ہے اور بار بار اس کے مقتضا پر عمل نہ کرنے سے تقاضا جوش کا بھی مضمحل ہو جائے گا۔

غضب مفرط کا بہترین علاج

تہذیب: اگر طبعی طور سے غصہ زیادہ آجاتا ہو اور ذرا سی بات پر حد سے زیادہ غصہ آجاتا ہو کہ اس وقت عقل نہ رہتی ہو تو بہترین علاج یہ ہے کہ جس پر غصہ کیا جائے بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے، پاؤں پکڑے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھ لے اور ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجائے گی۔

ایک مدت معتدۃ تک تقاضے کی مخالفت اور کوتاہی پر تدارک اصلاح غضب کا

تہذیب: بہ تکلف اس تقاضے کی مخالفت کریں جب کوتاہی ہو جائے استغفار کریں اور اگر کسی شخص کے حق میں کوئی زیادتی و تجاوز حدود شرعی سے ہو گیا ہے تو اس سے معاف کرائیں چند روز ایسا کرنے سے اصلاح ہو جائے گی۔

غصہ کا عملی علاج اور اس کے تسہیل کی تدبیرات

تہذیب: غصہ فی نفسہ غیر اختیاری ہے لیکن اس کے مقتضا پر عمل اختیاری ہے اس لئے اس کا

ترک بھی اختیاری ہے اور اختیاری کا علاج بجز استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں گو اس میں کچھ مشقت و تکلف بھی ہو اسی استعمال کے تکرار و مداومت سے وہ اقتضاء ضعیف و مضمحل ہو جاتا ہے، اور اس پر ترک میں زیادہ تکلف نہیں ہوتا البتہ اس اختیار کے استعمال میں کبھی قدرے تکلف بھی ہوتا ہے اس تکلف کے مبدل بسہولت ہونے کے لئے بعض تدبیرات کی ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔(۱) غصہ کے وقت فوراً وہاں سے جُدا ہو جائیں (۲) اعوذ باللہ پڑھ لیں (۳) پانی پی لیں (۴) فوراً کسی کام میں لگ جائیں، (۵) حق تعالیٰ کے قادر اور اپنے عاصی اور خوف انتقام وحب عفو کو یاد کر کے مغضوب کو عفو کر دیں۔

مبتدی کو دوسروں کی کوتاہی پر صبر کرنا چاہئے اور صبر کرنے کا آسان طریقہ

حال: طبیعتم بسیار تیز است کہ ہر چیز یکہ ناگوار باشد از قول و فعل دیگراں و بر غلطی دیگراں در مکالمت و مکاتبت وغیرہ بجز دسماع احیاناً از زبان نادان بہ نیت درستگی کلمات اصلاحیہ بیروں می شود کہ گاہے مدمقابل را ناگوار می باشد، نیز مکثاری و ہرزہ درائی از عادت سیئہ من است صورت احترازش چہ بندد۔

تہذیب: مبتدی را ازاں مر مضر است کہ او قادر نیست بر حفظ حدود و نیز منصبش تعلیم نیست پس خالی از شائبہ انتقام نفسانی نباشد لہٰذا صبر لازم است و اگر صبر شاق باشد باستحضار خطائے خویش و جدا شدن از موقعہ غضب امداد جوید و مشغول بدعا و ابتہال شود آں ان شاء اللہ تعالیٰ ازیں تدبیر نجات حاصل شود۔

غصہ کے متعلق ایک مفید تجربہ

تہذیب: تجربہ کر کے دیکھا گیا ہے کہ غصہ روکنا ہمیشہ اچھا ہوا ہے اور جب اس کو جاری کیا گیا ہے تو اس کا انجام ہمیشہ بُرا ہوا اور دل کو قلق بھی ہمیشہ ہوا۔

غصہ کا گُر

تہذیب: غصہ جب آئے تو یہ گُر یاد رکھے کہ قول یا فعل میں ہرگز تعجیل نہ کرے تھوڑے دنوں میں اس طرح کرنے میں تعدیل ہو جائے گی۔

غصہ کے قبائح کے پیش نظر رہنے کا آسان طریقہ

حال: غصہ کے وقت طبیعت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کے قبائح پیش نظر نہیں رہ جاتے۔

العلاج بالضد، ذہول کا علاج استحضار ہے ایک پرچہ پر یہ قبائح لکھ کرا پنے پاس رکھو خواہ جیب

میں یا بطور تعویذ کے بازو پر، غصہ کے وقت اس کا مضمون یاد آ جانا یا یاد کر لینا آسان ہوگا۔

غصہ میں بچوں پر زیادتی سے بچنے کا علمی و عملی علاج

تہذیب: غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جائے بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھ کر سزا دی جائے اور بہتر سزا یہ ہے کہ بچوں کی چھٹی بند کر دی جائے اس کا ان پر کافی اثر ہوتا ہے، ملا جی مارنے میں اس واسطے آزاد ہیں کہ ان سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں، بچے تو باز پرس کے اہل نہیں اور والدین کا مقولہ ہے کہ ہڈی تو ہماری اور چمڑا میاں جی کا، مگر یاد رکھو جس حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، یہاں تک کہ اگر کافر ذمی پر کوئی حاکم ظلم کرے تو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اس کی طرف سے مطالبہ کریں گے۔

حَسَدُ

حسد کے تین درجہ اور ہر ایک درجہ کا حکم

تہذیب: ایک تو کیفیت انسانیہ ہے جس میں انسان معذور ہے ایک عمل ہے مقتضیٰ پر اس میں انسان معذور (گنہگار) ہے ایک مخالفت ہے اُس مقتضا کی اس میں انسان ماجور ہے یعنی حسد کے غلبہ سے کسی کی مذمت کا تقاضا ہو اس کی مدح کرو اس سے اعراض کو دل چاہے اس سے ملو، اس کی تعظیم کرو اس کو ابتداء بالسلام کرو اس کے ساتھ احسان کرو۔

حسد کے مقتضیات کے اضداد کو اختیار سے استعمال کرنا اس کا علاج ہے

تہذیب: العلاج بالضد اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے پس جو امور حسد سے ناشی ہیں ان کی ضد کو اپنے اختیار سے عمل میں لاؤ اس طرح کہ بجائے غیبت کے محسود کی مدح زبان سے کیا کرو گو نفس کو ناگوار ہو مگر زبان پر اختیار ہے اور اس سے نیاز مندی کے ساتھ ملاقات و کلام کرو اور اس کے ضرر پر زبان سے رنج ظاہر کیا کرو اس کے سامنے بھی اور دوسروں کے سامنے بھی اور وہ اگر سامنے آ جائے تو اس کی تعظیم کیا کرو کبھی کبھی اس کو ہدیہ دیا کرو۔ ایک مدت تک ایسا کرنے سے حسد زائل ہو جائے گا کم از کم بیس بار اس معاملہ کو واضح کیا جائے۔

حسد اور حقد کی شناخت اور اس کے مادہ کے اضمحلال کا طریقہ

تہذیب: اگر کسی کے نقصان کی خبر سننے سے دل خوش ہو تو یہ حسد کا مادہ ہے اور اگر اس شخص سے کوئی رنج پہنچا ہو تو حقد کا مادہ ہے مگر مادہ پر مواخذہ نہیں اگر اس کے مقتضا پر عمل کیا جائے تو مواخذہ ہے اور عمل اختیاری ہے اس سے بچنا اختیاری ہے لیکن مادہ کو مضمحل کرنا ضروری ہے تاکہ بڑھ نہ جائے اس کی تدبیر یہی ہے کہ شرمندہ ہوں اور حق تعالیٰ سے توبہ کریں۔ خواہ مال سے یا بدن سے خواہ دعا سے اس سے وہ مادہ کالعدم ہو جائے گا۔

حسد و غبطہ کا فرق

تہذیب: حسد وہ ہے جس میں محسود سے زوال نعمت کی تمنا ہو اور غبطہ وہ ہے کہ اس کے پاس رہتے ہوئے اپنے لئے حصول کی تمنا ہو۔

حسد کا ایک سہل علاج

تہذیب: حسد کا علاج یہ ہے کہ جس سے حسد ہو اس کے لئے ترقی خیر کی خوب دعا کیا کرے اور اس کے ساتھ احسان بھی کرتا رہے خواہ مال سے یا بدن سے یا دعا سے چند دنوں میں حسد دور ہو جائے گا۔

حقد اور کینہ

حقد کا علاج بہ تکلف اختلاط و احسان ہے

تہذیب: جس سے کینہ ہو اس کے ساتھ بتکلف اختلاط اور احسان کیجئے۔

کینہ اور انقباض طبعی کا فرق

تہذیب: کینہ وہ ہے جو اختیار و قصد سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اس کو ایذا پہنچانے کی تدبیر بھی کرے اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آئے اور طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباض طبعی ہے جو گناہ نہیں۔

مادہ حقد کے اضمحلال کا طریقہ

حال: اپنے مخالف کو کوئی نقصان کسی سے پہنچ جاتا ہے۔ تو قلب میں ایک فرحت محسوس ہوتی ہے۔

تہذیب: عقلاً اور اعتقاداً اس کا استحضار کیا جائے کہ یہ فرحت قابل دفع ہے اور دعا کیجئے کہ اس فرحت کو اللہ تعالیٰ دفع فرمادیں۔

رسوخ ہونے کا طریقہ تکرار استحضار ہے

حال: آرزو ہے کہ مخالف کی مخالفت کو اپنے حرکات ناشائستہ واعمال سیۂ کا نتیجہ سمجھوں۔

تہذیب: اس کا استحضار اختیاری ہے تکرار استحضار سے اس میں رسوخ ہو جائے گا۔

کسی سے رنج نہ رکھنے کے لئے باربار دعا کی جائے

حال: دل سے تمنا ہے کہ کسی سے کوئی رنج نہ رکھوں۔

تہذیب: اس کے لئے باربار دعا کی جائے۔

کینہ رکھنا مناسب نہیں

تہذیب: جتنا میرے اختیار میں ہے میں پہلے ہی معاف کر دیتا ہوں میں دل میں کسی کی بات نہیں رکھتا اور دل میں وہ رکھے جو زبان سے نہ کہے میں تو زبان سے بہت کچھ کہہ لیتا ہوں دل میں کچھ نہیں رکھتا۔

کفر است درطریقت ماکینہ داشتن ☆ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

دنیائے مذموم

بیوی کیساتھ محبت کا ہونا محمود ومطلوب ہے

تہذیب: بی بی کی محبت دنیا تو ہے مگر مباح بلکہ محمود مگر اس شرط سے کہ غافل عنداللہ ین نہ کرے بیوی کے ساتھ محبت کا زیادہ ہونا عین مطلوب ہے جب تقویٰ بڑھتا ہے تو بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے۔

دنیائے مذموم کی شناخت

تہذیب: مطلق خواہش مال کی بوجہ حاجات کے حب دنیا نہیں، حب دنیا کی علامت عدم تحرز عن الحرام ہے یا انہماک یعنی جمع زائد از حاجت **لمحض الحرص ولو من بحلال** ہے۔

مال کی کمی پر نظر کرنا حب دنیا ہے

تہذیب: مال کی کمی پر نظر کرنا اکثر حب دنیا کی وجہ سے ہے۔

غفلت مذموم کی حد

تہذیب: غفلت مذموم سے مراد یہ ہے کہ بے شغلی کی حالت میں حق تعالیٰ سے بے توجہ رہے اور ایسا شغل جو مانع ہو توجہ الی اللہ سے بلا ضرورت اختیار کرے۔

کسب دنیا ممنوع نہیں حب دنیا ممنوع ہے

تہذیب: کسب دنیا ممنوع نہیں البتہ اس کی محبت اور دل میں اس کی وقعت کرنا ممنوع ہے خواہ پیرایہ مذمت ہی میں ہو کیونکہ جس چیز کی دل میں کچھ وقعت نہ ہو اس کا ذکر مذمت سے بھی نہیں کیا جاتا۔

دنیا کے اندر فکر مذموم اور فکر محمود کی حد

تہذیب: دنیا کے اندر جو فکر مذموم ہے وہ وہ ہے جو تحصیل دنیا کے لئے ہو اس کو مقصود بالذات سمجھ کر اور اگر مقصود بالذات نہ سمجھے تو وہ فکر بھی جائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے طلب الحلال فریضۃ الخ نیز جو دنیا میں فکر ترک دنیا کے لئے ہو وہ مطلوب ہے، یعنی دنیا اور آخرت میں موازنہ کے لئے تفکر کرنا ان میں کونسا قابل اختیار کرنے کے ہے اور کون قابل ترک ہے یہ فکر مطلوب ہے۔

آخرت کے مقابلے میں طلب دنیا محض حماقت اور جہالت ہے

تہذیب: امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ آخرت کا وجود نہ ہوتا یا تحصیل دنیا آخرت سے مانع نہ ہوتی تب بھی دنیا کی حقیقت ایسی ہے کہ اس کو معلوم کر کے عاقل ہرگز اس کی طرف رغبت نہ کرتا۔ اور آخرت کے مقابلے میں تو اس کا طلب کرنا محض حماقت ہے اور جہالت ہے۔

مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں

تہذیب: مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں البتہ اس کو ذریعہ معاصی بنانا خلاف زہد ہے۔ بعضوں کے لئے مالدار رہنا ہی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس کو مال سے قرب ہوگا اور کس کو افلاس

سے اس لئے کسی کو مال دیتے ہیں اور کسی کو مفلس رکھتے ہیں۔

مداراۃ اور مداہنت کا فرق

تہذیب: جوزی کسی مصلحت یا ضرورت سے ہو وہ مداراۃ ہے اور جو غیر ضروری مال یا جاہ کے تحصیل یا بقاء کے لئے ہو وہ مداہنت ہے۔

آخرت کے مقابلے میں دنیا کا ہیچ و لاشے ہونا مع مثال

تہذیب: دنیا آخرت کے مقابلے میں ہیچ ہے لاشے ہے جیسے ستارے آفتاب کے سامنے کچھ نہیں اور کنسٹبل وائسرائے کے سامنے کچھ نہیں۔

حصول دنیا پر فخر کرنے کی مثال

تہذیب: آج کل فخراً کوئی کہتا ہے مجھکو اتنا نفع ہوا، دوسرا کہتا ہے میرے پاس اتنا جمع ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے دو بھنگی آپس میں فخر کریں ایک کہے میں نے اتنے ٹوکرے گو کے کمائے دوسرا کہے میں نے تجھ سے زیادہ کمائے۔

مال کو مقصود بالذات بنالینا پوری حماقت ہے اور اولاد تو اس سے بھی گھٹیا ہے

تہذیب: مال سے مقصود رفع ضرورت اور رفع ضرورت سے مطلوب بقاء النفس ہے تو اصل مقصود کے لئے یہ واسطہ در واسطہ ہے پھر ایسے واسطے کو مقصود بنالینا حماقت ہی نہیں کہ دن رات اس میں مشغول ہو اور بقاء النفس جو مطلوب ہے وہ بھی بے حقیقت ہے کیونکہ اس کا بقاء چندروزہ ہے جو قابل اعتبار نہیں غرض مال خود مطلوب بنانے کے ہرگز قابل نہیں اور اولاد تو اس سے بھی گھٹیا ہیں کہ وہ تو بقائے نفس کے لئے بھی نہیں صرف بقاءِ نوع کے لئے مطلوب ہیں۔

حب دنیائے مذموم کی تفصیل

تہذیب: میں کسب دنیا سے منع نہیں کرتا بلکہ حب دنیا سے منع کرتا ہوں، کسب الحلال فریضة بعد الفریضة بلکہ قل ان کان آباء کم و ابناء کم الخ میں تو اللہ کی کمال رحمیت کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ دنیا کی محبت سے بھی منع نہیں کرتے بلکہ احبیت سے منع کرتے ہیں کہ دنیا کی محبت اللہ و رسول کی محبت سے زیادہ ہو جس کی علامت یہ ہے کہ اطاعت احکام میں اختلال ہو جائے بلکہ طبعی احبیت سے منع نہیں فرماتے صرف عقلی احبیت سے منع فرماتے ہیں اور احبیت عقلیہ کا معیار یہ ہے کہ

اطاعت احکام اور جہاد فی سبیلہ میں کمی نہ ہو، اگر یہ معیار محفوظ ہے تو پھر طبعی محبت اگر دنیا سے یا بیوی سے یا اولاد سے زیادہ بھی ہو تو کچھ ڈر نہیں۔ اگر ایک شخص اپنے بیٹے کے مرنے پر زیادہ روئے اور حضور ﷺ کی وفات کے واقعہ کو سن کر زیادہ نہ روئے تو مواخذہ نہ ہوئے گا، مواخذہ اس پر ہوگا کہ تزاحم دین و دنیا کے موقع پر دنیا کو دین پر ترجیح دے اور اگر یہ نہ ہو بلکہ دنیا کی محبت اور حرص کو دبا کر دین پر فدا کر دے گو ترک دنیا سے حزن بھی ہو اور دل بھی دکھے تو اس پر مواخذہ تو کیا ہوتا اس سے ثواب بڑھے گا، کمالِ تقویٰ یہی ہے کہ دنیا کی حرص و محبت ہوتے ہوئے بھی اس کا مقابلہ کیا جائے

شہوتِ دنیا مثل گلخن است ☆ کہ از و حمال تقویٰ روشن است

خلاصہ یہ کہ محض حرص دنیا مذموم نہیں بلکہ اس کے مقتضی پر عمل کرنا مذموم ہے۔

مسلمان کو چاہئے کہ مباحات میں زیادہ منہمک نہ ہو

تہذیب: مسلمان کو چاہئے کہ زیادہ تر طاعات میں مشغول رہیں۔ مباحات میں بھی زیادہ انہماک نہ کرے کیونکہ اس کی سرحد گناہ سے ملی ہوئی ہے۔

دنیا کی حقیقت مع مثال

تہذیب: دنیا کی حقیقت نہ معلوم ہونے سے لوگ اس پر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ اگر اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو سخت نفرت ہو جائے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے پاخانہ پر چاند کے ورق لگے ہوئے ہیں اور کوئی اس کو حلوہ سمجھ کر تاک میں بیٹھا ہو، یا کسی چڑیل بڑھیا کو لال ریشمی لباس پہنچا دیا گیا ہو اور نقاب سے منہ ڈھانک دیا گیا ہو۔ اور کوئی اس کو حسین و خوبصورت سمجھ کر محبت کا دم بھرنے لگے۔

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد ☆ چوں باز کنی مادر مادر باشد
عارفے خواب رفت در فکرے ☆ دید دنیا بصورت بکرے
کرد ازوے سوال کافے دلبر ☆ بکر چونی بایں ہمہ شوہر
گفت یک حرف باتو گویم راست ☆ کہ مرا ہر کہ بود مرد نخواست
وانکہ نا مرد بود خواست مرا ☆ زاں بکارت بجاست مرا

دنیا و آخرت کے ظاہر و باطن کا موازنہ

تہذیب: صاحبو! دنیا ظاہر میں محاسن سے مزین ہے مگر اندر گو موت اور سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں اور آخرت ظاہر میں مکارہ و مصائب سے گھری ہوئی ہے مگر اندر نہایت حسین و دلفریب محبوبہ

ہے جس کی ایک نگاہ کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں۔

کامل توجہ دنیا کی طرف معین آخرت ہے

تہذیب: دنیا کی حالت پر ضرور توجہ کرو مگر کامل توجہ کرو جس سے حقیقت منکشف ہونا تمام توجہ نہ کرو کہ ظاہر ہی تک رہ جاؤ اور حقیقت اس کی مستور رہ جائے۔

ترقی مروجہ اور ترقی حقیقی کا فرق

تہذیب: فاستبقوا الخیرات میں خود ترقی کا حکم ہے لیکن اس قید کے ساتھ کہ ترقی میں خیر ہونی چاہیے۔ آپ ترقی ورم کے حامی ہیں خواہ دین پر سلامت رہے یا نہ رہے اور ہم بدون سلامت دین کے ترقی درم کو ترقی ورم سمجھتے ہیں جس شخص کے بدن پر ورم ہو جائے ظاہر میں وہ بھی ترقی یافتہ ہے مگر حقیقت میں وہ تنزل کی طرف جارہا ہے۔

دنیا بذاتہ بھی قابل نفرت ہے کیونکہ اس کا کوئی طالب راحت میں نہیں

تہذیب: امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں تو بالکل قابل نفرت ہے ہی لیکن اس سے قطع نظر وہ بھی خود اپنی حالت ذاتیہ پر نظر کر کے قابل نفرت ہے کیونکہ طالب دنیا کوئی راحت میں نہیں ہے چنانچہ اگر ان کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو چھوڑ کر ان کی اندرونی حالت کو ان کے پاس رکھو تو معلوم ہوگا کہ کوئی پریشانی سے خالی نہیں بخلاف طالب آخرت کے سب کے سب راحت میں ہیں۔

دنیا کی مطلوبیت کی دو حیثیتیں ہیں اور دونوں قابلِ نفرت ہیں

تہذیب: اگر دنیا کی حقیقت پر نظر کرو تو دنیا میں اس کی مطلوبیت کی دو حیثیتیں ہیں ایک مطلوبیت اس کے صفات کے اعتبار سے دوسری مطلوبیت اس کے غایت کے اعتبار سے صفت کے اعتبار سے دنیا کی حالت یہ ہے کہ وہ فانی ہے اور آخرت باقی ہے اور باقی کے مقابلے میں فانی قابل رغبت نہیں ہوا کرتا اور غایت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دنیا کو عیش و آرام کے لئے طلب کیا جاتا ہے۔ عام طور سے لوگ عمدہ لباس عمدہ مکان اور عمدہ غذا کو راحت قلب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ محض اسباب عیش و آرام ہیں لیکن حقیقت عیش و آرام کی راحت قلب اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ راحت قلب دین ہی سے حاصل ہوتی ہے طلب دنیا سے حاصل نہیں ہوتی۔

فقر و فاقہ کی ترغیب

تہذیب: حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے جب کوئی فقر و فاقہ کی شکایت کرتا تو فرماتے کہ تم اس دولت کی قدر کیا جانو تم کو یہ دولت مفت مل گئی۔ اس کی قدر مجھ سے پوچھو کہ سلطنت کو چھوڑ کر فقر و فاقہ کو خریدا ہے۔

منافع اخرویہ کے سامنے منافع دینویہ لاشے ہیں

تہذیب: لعب کہتے ہیں لغو اور عبث فعل کو اور لہو کہتے ہیں غفلت میں ڈالنے والی بات کو جن منافع اخرویہ کے لئے یہ اشیائے دنیا وضع کی گئی ہیں ان کے اعتبار سے یہ عبث و باطل نہیں اور جو منافع اہل ہوا نے خود تراشے ہیں۔ جو واقع میں مضار ہیں ان کے اعتبار سے اس کو لہو و لعب فرمایا ہے پس دنیا کی ہر چیز فی نفسہ حکم و مصالح و منافع سے لبریز ہے، عبث و فضول کوئی نہیں مگر جب وہ مقصود اصلی یعنی منافع اخرویہ سے مانع ہو جائے تو اس وقت یہی منافع جن کو ہم نے منافع دنیا کا اصل اصول سمجھ رکھا ہے اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں انہیں کو لہو و لعب سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ منافع دنیوی دراصل فانی اور مردہ ہیں اور منافی اخروی زندہ پس کارآمد چیز کو چھوڑ کر بیکار شے کے پیچھے پڑنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

حفاظت مآل کے لئے وسعت مال مذموم نہیں

تہذیب: اگر کوئی شخص مآل سے محفوظ ہونے کا انتظام کرے تو اس کے لئے مال کی وسعت مذموم نہیں۔

ترقی فی الدنیا ترقی فی غیر المقصود ہے اور ترقی فی الدین ترقی فی المقصود

تہذیب: مقاصد دو قسم کے ہیں ایک مقاصد دینیہ دوسرے مقاصد دنیویہ اور دنیا مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بغیرہ ہے جیسا کہ اہل اسلام کا سب عقیدہ اور دین مقصود بالذات ہے۔ پس معلوم ہو گیا۔ کہ ترقی فی الدنیا ترقی فی غیر المقصود ہے اور ترقی فی الدین ترقی فی المقصود ہے اس کا مقتضا یہ تھا کہ ترقی فی الدین کے لئے کوئی حد نہ ہوتی کیونکہ ظاہراً مقصود میں جس قدر بھی ترقی ہو بہتر ہی ہے مگر ترقی فی الدین کے لئے بھی حدود ہیں بلکہ حدود کے ساتھ قیود بھی ہیں، حد وہ ہے جو کسی شی کا منتہیٰ ہو اور قید وہ ہے جو اس حد کے اندر اس شے میں تخصیص کر دے۔ مثلاً نماز کی ایک تو حد ہے کہ عصر کی نماز میں چار رکعت میں اس سے زیادہ منع ہیں اور قیود یہ ہیں کہ جیسے نماز کے لئے باوضو ہونا، مستقبل قبلہ ہونا طہارت مکان و لباس وغیرہ، غور کر کے دیکھا جائے تو تمام مقاصد دینیہ میں حدود و قیود دونوں موجود ہیں۔

طول امل غیر ممنوع وہ ہے جو خدمت دین کے لئے ہو

تہذیب: جس طول امل سے ممانعت ہے وہ وہ ہے جو دنیا کی ہوس کے لئے ہو اور جس طول امل کی اجازت علماء کے لئے ہو وہ وہ ہے جو خدمت دین کے لئے اور حقیقت میں طول امل نہیں صرف صورت طول امل ہے۔

زیور اور لباس کی محبت کم کرنے کا علاج

تہذیب: زیور ولباس کی محبت کم کرنے کا علاج یہ ہے کہ اپنے گھر میں سب لباس وزیور پہنا کریں اور دوسرے گھر میں معمولی لباس وزیور پہن کر جایا کریں۔

تعلق غالب مذموم وہ ہے جس کے بعد یا فوت سے طاعات میں قلت وضعف آ جائے

تہذیب: تعلق غالب مذموم یہ ہے کہ محل تعلق کے بعد یا فوت سے قلب پر ایسا اثر ہو کہ قلب کو ایسا بے چین کردے کہ اسی کے تصور وحسرت میں اشتغال ہو جائے اور اسی اشتغال سے طاعات میں قلت اور ضعف آ جائے اور اگر یہ نوبت نہ پہنچے تو محض حزن کا اثر مانع نہیں ہے۔ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے حزن شدید کا کوئی انکار کرسکتا ہے اور کیا ان کی حالت کو کوئی مانع عن الحق کہہ سکتا ہے۔

حرص شرعی کی شناخت

تہذیب: شرعاً وہ حرص حرص ہی نہیں جس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو، حرص شرعی وہی ہے جس سے دنیا کو دین پر ترجیح ہونے لگے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم کو مال کی احتیاج بھی ہے اور اس کے ملنے پر طبعاً خوشی بھی ہوتی ہے۔ لیکن اے اللہ اس کی محبت کو اپنی رضا کا وسیلہ بنا دیجئے بلکہ ایک درجہ اس کا مطلوب بھی ہے مثلاً اتنی محبت جس سے مال کی حفاظت کا اہتمام ہو سکے وہ مطلوب ہے کیونکہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے۔

فقر وزہد کا فرق اور حالت فقر کا دستور العمل اور حالت غنا میں تحصیل زہد کا طریقہ

تہذیب: فقر از زواء دنیا ہے عبد سے اور زہد از زواء عبد سے دنیا سے یا بعنوان دیگر فقر قلت ہے مال کی اور زہد قلت ہے رغبت مال کی فقر غیر اختیاری ہے، مگر اس میں یہ اختیاری ہے کہ قناعت کا مرتکب

رہے اور حرص وطمع وانہماک فی طلب الدنیا سے مجتنب رہے اور اس پر رضا اختیار کرے اور تحصیل زہد میں استحضار فناء دنیا وذکر موت وانفاق فی الخیر علاوہ فرض خاص طور پر معین ہے۔

طریقہ تحصیل زہد

تہذیب: تحصیل زہد کا طریقہ یہ ہے کہ مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ متاع دنیا ہے سب سے امید قطع کردے جو شخص ایسا کرے گا اس کا قلب راحت میں رہے گا کیونکہ زہد قلب اور بدن دونوں کو راحت دیتا ہے۔

جاہ

جاہِ کبر کا داعیہ معصیت نہیں

تہذیب: جاہ وکبر کا داعیہ تو معصیت نہیں باقی ان کے مقتضاء پر عمل کرنا نہ کرنا یہ اختیاری ہے مکلف تو صرف اسی قدر کا ہے کہ مقتضاء پر عمل نہ کرے لیکن اگر خلاف مقتضاء پر عمل کرے تو اور زیادہ قوی اور انفع ہے۔

جاہ مضر وہ ہے جو طلب سے حاصل ہو

تہذیب: جس جاہ سے ضرر ہوتا ہے یہ وہ جاہ ہے جو طلب سے حاصل ہو اور جو بدون طلب حاصل ہو وہ مضر نہیں ہوتی اس میں خدا تعالیٰ کی امداد ہوتی ہے اگر لوگ اس پر حسد کریں اور اس کو بُرا بھلا کہنے لگیں تو حق تعالیٰ اس کو قوی کر دیتے ہیں جس سے کوئی اذیت اس کے نزدیک اذیت نہیں رہتی۔

نیز ان مصائب سے جو باطنی ترقی ہوتی ہے حق تعالیٰ اسے قلب پر منکشف فرما دیتے ہیں اور ہر واقعہ کی حکمت پر مطلع فرما دیتے ہیں اب اسے کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔

حب جاہ کا علمی وعملی علاج

تہذیب: ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی داعیہ نفس کے ذم کا استحضار اور اس داعیہ کی عملی مخالفت اس مرض (جاہ) کا علاج بھی مرکب ہے ان ہی دو اجزاء سے اول اس رذیلے کے جو مذمتیں اور

وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا، بلکہ زبان سے بھی ان کا تکرار کرنا بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھ کو ان سے عقاب ہونے کا اندیشہ ہے اسی کے ساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل اور حقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کر لوگ نفرت و تحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم و مدح کی رکھی جائے۔ اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کر دیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے گو نفس کو گراں ہو۔

مبتدی کے لئے وعظ گوئی کا طریقہ جس سے جاہ سے محفوظ رہے

تہذیب: مبتدی کو ایک خاص طریقہ سے وعظ گوئی کی اجازت ہے کوئی چھپا ہوا وعظ لے لے اور اس کے مضامین سمجھا کر سنا دے اس طرح مقصود بھی حاصل ہو جائے گا اور لوگوں کا عقیدہ بھی نہیں بڑھے گا کہ بڑے عالم ہیں اپنی یاد سے علمی مضامین بیان کر رہے ہیں بلکہ ہر شخص سمجھے گا کہ بیچارہ کتاب میں دیکھ دیکھ کر نقل کر رہا ہے۔

خواہش عہدہ و ترقی مراتب کے ازالہ کی ترکیب

تہذیب: ترقی مراتب و خواہش عہدہ کے ازالہ کی تدبیر اس کا سوچنا ہے کہ اس میں بجز اس کے کہ لوگوں کی نظر میں عزت زیادہ ہو اور کیا نفع ہے اور یہ (جاہ) محض ایک خیالی چیز ہے واقعی نفع کچھ نہیں۔

اصل مقصود جاہ سے دفع مضرت ہے

حال: کمترین کا مذاق یہی ہے کہ گمنام رہوں اور حدیث میں جو دعا ہے **واجعلنی فی عینی صغیراً و فی اعین الناس کبیراً** اس میں لوگوں کی نظر میں بڑا معلوم ہونے کی دعا کا امر ہے جس سے اندیشہ ترقی لذت جاہ کا ہے۔ جو خلاف مذاق ہے۔

تہذیب: نہایت مبارک مذاق ہے اور اس دعاء کی حقیقت اس مذاق کے خلاف نہیں اور اس حقیقت کا سمجھنا موقوف ہے حکمت جاہ کے سمجھنے پر اور وہ یہ ہے کہ جاہ خود مقصود نہیں بلکہ ذریعہ ہے دفع مفسدہ کا اور وہ مفسدہ اذیت خلق ہے اس کا دافع جاہ ہے کہ وہ مانع ہوتا ہے ظالموں کی دست درازی سے پس اصل مقصود یہ ہے کہ اذیت عوام و حکام سے محفوظ رہے تا کہ بلا تشویش مشغول طاعت رہ سکے پس اس معنی کے تصور سے دعا کرنا نہ خلاف مذاق ہو گا نہ نفس کو اس میں بڑے بننے کی لذت ہو گی۔

جاہی وسوسہ کا علاج

حال: جب کوئی اپنے کسی مقصد کے لئے دعاء کرنے کی ہمت کرتا ہے اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقصود برآیا تو عقیدت بڑھ جائے گی تو دعاء کرنے میں جی نہیں لگتا۔

تہذیب: یہ بھی اثرِ محمود ہے مگر بہ تکلف دعاء میں اس نیت سے جی لگانا چاہئے کہ بندگان خدا کی خدمت ہے اور یہ خدمت طاعت ہے۔

صاحب جاہ کو دین اور دنیا دونوں کی راحت نہیں

تہذیب: صاحب جاہ کو نہ دین کی راحت نہ دنیا کی اس کا دین بھی خطرہ میں رہتا ہے اور دنیا کے خطرہ کا بھی اندیشہ رہتا ہے، ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدون تمہاری طلب کے جاہ عطا ہو وہ نعمت ہے اس میں دین کا خطرہ نہیں کیونکہ ادھر سے تمہاری حفاظت کی جاتی ہے۔

لباس معیارِ لیاقت نہیں

تہذیب: تعظیم تو کمال کی ہوتی ہے لباس کی تعظیم نہیں ہوا کرتی اور اہل دنیا کی تعظیم جو لباس کی وجہ سے کی جاتی ہے اس کا منشا عظمت نہیں بلکہ خوف ہے جیسے سانپ کو دیکھ کر لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لباس کو تو معیار لیاقت کوئی احمق ہی کہہ سکتا ہے۔

حرصِ طعام

پیٹ بھر کر کھانا گناہ نہیں

تہذیب: خوراک کم کرنے کی فکر میں نہ پڑیں ضعف ہو جائے گا جب خدا تعالیٰ نے کھانے کو دیا ہے اور اجازت بھی دی ہے پھر تنگی کیوں کریں پیٹ بھر کر کھانا گناہ تھوڑا ہی ہے۔

سیری سے بھی زیادہ کھانے کی اصلاح کا طریقہ

تہذیب: شبع کوئی مرض نہیں سیری تک کھانا مباح ہے، اگر سیری سے بھی زیادہ کھالیا جائے تو اس کا علاج سوچنا ہے کہ زیادہ کھانے سے ضرر ہوگا پس اس سوچنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح ہو جائے گی۔

آدابِ طعام

تہذیب: آدابِ طعام یہ ہیں۔(۱) جس کے یہاں مہمان ہو اس کو اپنے معمولات کی پہلے ہی اطلاع کردو دسترخوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات بیان کرنا تہذیب کے خلاف ہے (۲) میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہو کر نہ بیٹھے بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دے۔(۳) میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائے جائیں اور کھانا بھی اول میزبان کے سامنے رکھا جائے۔(۴) میزبان پہلے خود کھانا شروع کردے اس سے مہمان بے تکلف ہو جاتا ہے۔(۵) میزبان کو چاہئے کہ مہمانوں کو کھاتے ہوئے ہرگز نہ گھورے بس سرسری نگاہ سے اتنا معلوم کرتا رہے کہ کہاں کس چیز کی ضرورت ہے باقی نہ اس سے کہے کہ آپ کم کھا رہے ہیں نہ یہ کہے کہ آپ تکلف کر رہے ہیں کیونکہ جب مہمان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میزبان میرے لقمے دیکھ رہا ہے تو اس سے بالکل نہیں کھایا جاتا۔

غذائے جسمانی کی کثرت مضر ہے اور غذا میں ہر ایک کا اوسط جدا ہے اور کھانے سے اصل مقصود جمعیت قلب ہے، اور اس کی دلیل

تہذیب: غذائے جسمانی کی کثرت سے روحانی یعنی ذکر اللہ کم ہو جاتا ہے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

تہی از حکمتی بعلت آن ☆ کہ پری از طعام تا بینی

اس لئے سالک کو غذائے جسمانی میں کثرت نہ چاہئے بلکہ توسط کا لحاظ رکھنا چاہئے مگر یہ ضرور ہے کہ سب کا اوسط ایک نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا اوسط مختلف ہے اور اوسط سے تجاوز کرنا اور زیادہ کھانا بُرا ہے۔ اسی طرح اوسط سے کم کھانا بھی مضر ہے۔ ایک ضرر تو جسمانی ہے کہ غذا بہت کم کرنے سے ضعف لاحق ہو جاتا ہے اور کام نہیں ہو سکتا اور ایک ضرر مقصود سلوک کا ہے وہ یہ کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ تشبہ بالملائکہ حاصل کرے اور تشبہ بالملائکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو نہ شبع سے بدمست ہو نہ جوع سے پریشان ہو بلکہ معتدل حالات میں رہ کر طمانیت و جمعیت قلب سے متصف ہو بس کھانے سے اصل مقصود جمعیت قلب ہے نہ بہت کھانا مطلوب ہے نہ کم کھانا دلیل اس کی یہ ہے۔ اذا حضر العشاء والعشاء فابدؤا بالعشاء فقہاء نے کھانے کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر ٹھنڈا ہونے سے اس کی لذت زائل ہو جانے کا اندیشہ ہو جب بھی نماز کو موخر کر دینا جائز ہے منشاء اس کا وہی تحصیل جمعیت قلب ہے کہ بار بار یہ خیال نہ آئے کہ نماز جلدی پڑھو تا کہ کھانا ٹھنڈا نہ ہو جائے۔

آج کل تقلیل غذا مضر ہے

تہذیب: عبادت میں نشاط وسرور صحت وقوت ہی سے ہوتا ہے اور تجربہ ہے کہ آج کل تقلیل غذا سے صحت برباد ہو جاتی ہے، فاقہ کر کے نماز پڑھنے سے انتڑیاں قل ھواللہ پڑھیں گی زبان وقلب سے کچھ نہ نکلے گا۔

وجہ عدم اتباع صوفیہ سابقین در تقلیل غذا

تہذیب: پہلے صوفیہ سے جو تقلیل غذا کے واقعات منقول ہیں آج کل ان پر عمل نہیں ہوسکتا کیونکہ ان حضرات میں قوت زیادہ تھی ان کو غذا کم کرنے سے بھی جمعیت قلب فوت نہ ہوتی تھی کیونکہ ان کی قوت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان سے بعض اشغال ایسے منقول ہیں جو آج کل کوئی کرے تو مر ہی جائے چنانچہ ایک شغل صلوۃ معکوس کا ہے اور اس کو اصطلاحاً صلوٰۃ کہہ دیا گیا ہے ورنہ وہ نماز نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ الٹا لٹک کر شغل کرتے ہیں۔

کثرت کلام

ترک لایعنی کی تعلیم

تہذیب: شریعت کی بہت بڑی تعلیم ہے کہ بے ضرورت باتوں میں نہ پڑنا چاہئے حدیث "من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه"

قول وفعل کے فضول یا مضر ہونے کی شناخت

تہذیب: ہر قول اور ہر فعل اختیاری کسی نہ کسی غایت کے لئے مطلوب ہوتا ہے پس ہر کام اور ہر بات میں یہ سوچنا چاہئے کہ اس کی غایت کیا ہے جس کام اور جس بات کی کچھ غایت نہ ہو وہ فضول ہے اور غایت معلوم ہو مگر مفید نہ ہو وہ بھی فضول ہے اور اگر وہ غایت کوئی ضرر ہو لازم یا متعدی تو وہ کلام یا بات مضر ہے۔

مناظرہ کی ممانعت کہ سراسر مضر قلب اور مضر دین ہے

تہذیب: آج کل مناظرہ بھی بہت مضر ہے کیونکہ اس کی بھی کچھ غایت محمودہ نہیں بس زیادہ

مقصود یہ ہوتا ہے کہ خصم کو ذلیل کیا جائے اور اپنی بات کو اونچا کیا جائے تحقیق حق مقصود نہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے حماد کو نصیحت کی کہ دیکھو مناظرہ کبھی نہ کرنا ہم تو مناظرہ اس نیت سے کرتے تھے کہ شائد خصم کے ساتھ منہ سے حق بات نکل جائے تو ہم اس کی بات مان لیں اور تم لوگ مناظرہ اس لئے کرتے ہو کہ خدا کرے خصم کے منہ سے حق بات نہ نکلے بلکہ جو بات نکلے باطل ہی نکلے تا کہ تم کو اس کے رد کا موقع ملے بلکہ اب تو اس سے بھی بدتر حالت ہے کیونکہ اس وقت جو تمنا ہوتی تھی کہ خصم کے منہ سے باطل ہی نکلے حق نہ نکلے اس کا منشاء یہ تھا کہ وہ حضرات حق بات کو رد نہ کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ حق بات کے رد سے شرماتے تھے اس لئے یہ تمنا تھی کہ خصم کے منہ سے حق نہ نکلے تا کہ رد کر سکیں۔ اور اب تو مناظرہ میں اول ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ خصم کی ہر بات کو رد کریں گے خواہ حق ہو یا باطل۔

ترک لایعنی میں دین اور دنیا دونوں کی راحت ہے

تہذیب: صاحبو! سوال وہ کرو جس کی ضرورت ہو بات وہ کرو جس کی کچھ غایت ہو کلام وہ کرو جس کا کچھ مفید نتیجہ ہو اور جس کام کی غایت معلوم نہ ہو اسکو چھوڑ دو جس بات کا کچھ نتیجہ نہ ہو اس کے درپے نہ ہو اس میں دین کی راحت تو ہے ہی واللہ دنیا کی بھی اسی میں راحت ہے۔

زبان کی بے احتیاطی سے نورِ قلب زائل ہو جاتا ہے۔

تہذیب: اعمال واحوال سے جو نور قلب میں پیدا ہوتا ہے وہ اس زبان کی بے احتیاطی سے اکثر زائل ہو جاتا ہے بس اسباب کو جمع کرنے کے ساتھ موانع کو بھی رفع کرنا چاہئے تب ثمرہ مرتب ہوگا۔

اختیاری امور کا علاج ہمت وبس ہے

تہذیب: کلام و ترک کلام دونوں اختیاری ہیں مت بولا کرو اس میں بھی ہمت کی ضرورت ہے بدون اس کے کچھ نہیں ہوتا۔

دوسروں کی سمع خراشی سے بچنے کا طریقہ

تہذیب: اگر بعض ملنے والے بیکار زیادہ دیر تک سمع خراشی اور صرح کریں ان کو نہ اٹھاوے خود کوئی خلوت کی جگہ اپنے لئے تجویز کر کے ان سے اجازت لے کر اٹھ کھڑا ہو۔

بدزبانی کا علاج

تہذیب: بدزبانی کا علاج بجز ہمت اور قبل تکلم کے تامل اور استحضار عذاب کے اور کچھ نہیں۔

زیادہ گوئی اور فضول گوئی کے ترک کا طریقہ

تہذیب: زیادہ گوئی قابل ترک ہے اور طریق تحصیل تکلف و اہتمام الی ان تحصل الدوام۔

اضیاف کی غیر ضروری باتوں سے بچنے کا طریقہ

تہذیب: اضیاف بھی اگر غیر ضروری باتیں کرنے لگیں جس سے وقت اپنے کام کا ضائع ہونے لگے یا طبیعت تنگ ہونے لگے بدون حیلہ کے یا کسی حیلہ کے اٹھ جانا چاہئے، مروت میں اپنا دینی ضرر ہرگز گوارا نہ کرنا چاہئے بس شدہ شدہ اس طرح عادت ہو جائے گی اپنے نفس کو بھی اضیاف کو بھی۔

بے تحقیق بات کا نقل کرنا گناہ ہے

تہذیب: بے تحقیق کسی بات کا نقل کرنا اور سنی سنائی باتوں کو بدون تحقیق کے فوراً زبان سے نکال دینا بھی گناہ ہے۔ کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع۔

ناجائز باتوں سے بچنے کا طریقہ

تہذیب: ناجائز باتوں سے اسی وقت بچ سکتے ہو۔ جب اس کی عادت ہو جائے کہ مباح اور جائز باتیں بھی بے ضرورت نہ کرو، بس زیادہ تر سکوت اختیار کرنا چاہئے، حدیث میں ہے من سکت سلم و من سلم نجا۔

خموشی معنے دارد کہ در گفتن نمی آید

معصیت لسانی سے بچنے کا طریقہ

تہذیب: زبان کے گناہوں سے بچنے کا علاج ایک یہ ہے کہ اکثر اوقات اس کو (زبان کو) ذکر اللہ میں اور تلاوت میں مشغول رکھو، جس کو جو آسان ہو اور دوسروں کو امر بالمعروف کرتے رہو۔

زبان کے گناہوں سے بچنے کا ایک طریقہ سوچنا اور پوچھنا ہے

تہذیب: زبان کے گناہوں سے بچنے کا طریقہ سوچنا اور پوچھنا ہے کہ جو بات کرو سوچ کر کرو اور اگر جواز و عدم جواز میں شبہ ہو تو اس کو کسی عالم سے پوچھ لو پھر جو وہ کہے اس کے موافق عمل کرو۔

لایعنی کلام سخت مضر قلب ہے

تہذیب: حضرات عارفین کا مشاہدہ ہے کہ ضرورت گفتگو دن بھر ہوتی رہے تو اس سے قلب پر ظلمت کا اثر نہیں ہوتا، چنانچہ ایک کنجڑا دن بھر "لے لو امرود" پکارتا پھرتے تو ذرہ برابر قلب میں اس سے

ظلمت نہ آئے گی، کیونکہ بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی زبان سے نکل جائے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

بلیغ کے معنی

تہذیب: ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال یعنی اللہ تعالیٰ بلیغ کو پسند نہیں کرتے، بلیغ سے مراد وہ شخص ہے جو بے تکلف بلا تامل بولتا چلا جائے۔

احتیاط الکلام کا سبق

تہذیب: محقق دھتکارتا بھی ہے تو کچھ دے کر اور غیر محقق عمر بھر چمکارتا ہے مگر محروم کا محروم رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ دو شخص آپ کے یہاں مرید ہونے کو آئے، وہ آپس میں مسجد کا حوض دیکھ کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے، سلطان جی نے یہ گفتگو سن لی، بلایا اور پوچھا کہ تمہارا حوض اس سے کتنا بڑا ہے؟ کہا حضرت پیائش تو معلوم نہیں، فرمایا اچھا جاؤ اور اس حوض کی پیائش کر کے لے جاؤ اور اس کو پیائش کر کے آؤ چنانچہ آ کر کہا کہ ہمارا حوض ایک بالشت بڑا ہے، فرمایا تم تو کہتے تھے بہت بڑا ہے، ایک بالشت زیادہ کو بہت بڑا نہیں کہہ سکتے، جاؤ ہم تم کو بیعت نہ کریں گے، اس میں سلطان جی نے محروم نہیں واپس فرمایا بلکہ احتیاط فی الکلام کا سبق ایسا پڑھایا کہ عمر بھر نہ بولیں گے۔

مناظرہ کے وقت سالک کا طرز عمل

تہذیب: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ سے نفرت تھی اور مجھے بچپن میں جتنا شوق تھا حضرتؒ کی برکت سے اب اتنی ہی نفرت ہے اسی لئے جب مجھے اندازہ سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مخاطب حق کو نہ مانے گا تو میں سلسلۂ کلام بند کر دیتا ہوں، اسی لئے مناظرہ میں مجھ پر غالب آ جانا آسان ہے۔ کیونکہ گفتگو دو حال سے خالی نہیں، یا تو مخاطب حق کہے گا تو میں فوراً تسلیم کر لوں گا تو دوسرا غالب آ گیا یا وہ باطل کہے گا اور مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ سمجھنا نہیں چاہتا جھگڑنا ہی چاہتا ہے جب بھی گفتگو بند کر دیتا ہوں۔ اس وقت بھی وہ غالب آ جائے گا۔

کذب کا ایک عجیب عملی علاج

تہذیب: جس کو جھوٹ بولنے کی عادت بہت ہو اس کا عجیب و غریب عملی علاج یہ ہے کہ جس سے کلام کرے اس سے پہلے کہہ دیا کرے کہ میری عادت کثرت سے جھوٹ بولنے کی ہے۔ تھوڑے دنوں

اس پر مداومت سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ عادت چھوٹ جائے گی۔

طریق کف اللسان

تہذیب: ایسا کلام مت کرو جس سے تم کو معذرت کرنا پڑے، خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔

بُخل

بخل مذموم کی حد

حال: پیسہ اٹھاتے ہوئے قلب بہت تنگ ہو جاتا ہے۔

تہذیب: اگر کوئی حق واجب فوت نہ ہو تو کچھ غم نہیں۔

خرچ میں حب اعتدال کی علامت

حال: خرچ کرنے میں فی الجملہ گرانی معلوم ہوتی ہے۔ ناداری اور قرض سے خوف رہتا ہے، گو حق واجب میں کوتاہی نہیں کرتا۔

تہذیب: یہ حب مال نہیں حب اعتدال ہے۔

اخلاق سب فطری ہیں جو مواقع استعمال سے ممدوح و مذموم ہو جاتے ہیں

تہذیب: من اعطیٰ لله ومنع لله فقد استکمل الایمان اس میں اعطاء و منع دونوں کے ساتھ للہ کی قید ہے جس سے معلوم ہوا کہ سخاوت مطلقاً محمود نہیں، نہ بخل مطلقاً مذموم، بلکہ اگر خدا کے لئے ہو تو دونوں محمود ورنہ مذموم، غرض اخلاق سب فطری و جبلی ہیں اور درجہ فطرت میں کوئی خلق نہ مذموم ہے نہ محمود بلکہ مواقع استعمال سے ان میں مدح و ذم آ جاتی ہے۔

اذن بخیل مشکوک ہے

تہذیب: اگر دل گواہی دے کہ میرا بدون اذن کے کھانا اس شخص کو ناگوار نہ ہوگا بلکہ خوش ہوگا وہاں بدون اذن کے بھی کھانا جائز ہے۔ بلکہ چھین کر بھی کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ دوست سخی ہو بخیل نہ ہو، کیونکہ بخیل کو کسی سے محبت نہیں ہوتی، اور اگر ہوتی بھی ہے تو مال کے برابر نہیں اس لئے بخیلوں کی اجازت

بھی مشکوک ہے۔ہاں بخی دوستوں سے اگر پوری بے تکلفی ہوتو چھین کر بھی کھانا جائز ہے۔

سود لینے سے بخل بڑھتا ہے

تہذیب: سود لینے سے بخل بڑھتا ہے کیونکہ سود لینے کا سبب ہی بخل ہے جتنا سود لیتا ہے بخل اتنا ہی بڑھتا ہے۔یہاں تک کہ اپنے تن پر بھی خرچ نہیں کرسکتا۔

اسراف

اسراف سے بچنے کا طریقہ تامل ومشورہ ہے

تہذیب: خرچ کرنے کے قبل دو امر کا التزام کرلیں، ایک یہ کہ پہلے سوچا کریں کہ اگر اس جگہ خرچ نہ کروں تو آیا کچھ ضرر ہے یا نہیں، اگر ضرر نہ ہو اس کو ترک کردیں۔اور اگر ضرر معلوم ہوتا ہوتو پھر کسی منتظم سے مشورہ کریں کہ یہ خرچ خلاف مصلحت ہے اور نامناسب تو نہیں، وہ جو بتلائے اس پر عمل کریں، ضرر سے مراد ضرر واقعی اور حقیقی ہے جس کا معیار شریعت ہے۔وہمی وخیالی ضرر مراد نہیں۔

ضرورت واقعہ کے معلوم کرنے کا طریقہ اور بقدر وسعت تطییب قلب زوجہ بھی ضرورت میں داخل ہے

تہذیب: اسراف کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی چیز خریدنا چاہوتو سوچ لو کہ ضرورت ہے یا نہیں اور اگر ذہن میں ضرورت فوراً آجائے تو خریدلو اور اگر فوراً ضرورت ذہن میں نہ آئے تو نہ خریدو کیونکہ جس ضرورت کو آدھ گھنٹہ تک سوچ سوچ کر پیدا کیا جائے وہ ضرورت نہیں اور اگر دل میں بہت تقاضہ ہو اور ضرورت معتد بہا سمجھ میں نہ آئے تو ایسی صورت میں چیز خریدلو اور اطمینان سے بیٹھ کر سوچتے رہو اور اگر اسراف نہ ہونا محقق ہوجائے کھالو ورنہ خیرات کردو اور بیوی کو کھلادینا بھی خیرات ہی ہے اور اگر بیوی کا جی خوش کرنے کو بلاضرورت بھی کوئی چیز خریدلو تو وہ بھی اسراف نہیں کیونکہ تطییب قلب زوجہ بھی مطلوب ہے بشرطیکہ اس میں طاقت سے زیادہ قرض نہ کرے۔

اسراف سے بچنے کی ترکیب

تہذیب: (۱) اہل اللہ کا مذہب رکھو، وضعدار لوگوں کا مت رکھو، رسم ورواج کے ذرا بھی مقید

نہ بنو(۲) بلاضرورت ہرگز مقروض مت بنو گو رسم ورواج کے خلاف کرنا پڑے مقروض ہونے سے بڑی پریشانی ہوتی ہے، جس کا انجام بہت بُرا ہے، ہر مسلمان کو وہی مذہب رکھنا چاہئے جو اہل اللہ کا ہے (۳) سب سے پہلے انتخاب گھر کا کرو، جتنی چیزیں کام میں آتی ہوں رہنے دو اور جتنی چیزیں کام میں نہ آئیں خارج کردو، یا بیچ دو یا مساکین کو دیدو نفلی صدقہ دینے کی ہمت نہ ہو تو زکوٰۃ ہی میں دیدو۔ (۴) گھر کا معائنہ کیا کرو، گھر میں بہت سی چیزیں ایسی دیکھو گے جو سڑ رہی ہیں، کسی کو دیمک لگ رہی ہے، پس ایسی چیزوں کو اپنی مِلک سے الگ کردو تا کہ گھر میں رونق ہو۔ (۵) روزمرہ معاشرت میں یہ مقرر کرلو جو کام کرو سوچ کر کرو، بے تامل مت کر ڈالو (۶) کسی کے کہنے سے کوئی کام مت کرو، بس اپنی رائے پر عمل کرو۔

سن لاکھ کوئی تجھے سنا دے ☆ کیجیو وہی جو سمجھ میں آئے

حیا و خجلت

کبر و خجلت کا فرق اور اس کے شناخت کا معیار

تہذیب: مجمع کے سامنے جو پانی کا گھڑا یا آم کی ٹوکری وغیرہ اٹھا کر لے چلنے میں عار آتی ہے متوسط کے لئے اس کا منشاء کبر ہوتا ہے۔ اس کو بتکلف اٹھانا علاجاً ضروری ہے۔ خلافِ عادت فعل کرنے میں جو طبیعت شرماتی ہے اس کو خجلت کہتے ہیں، لیکن تکبر و خجلت کا فرق یوں ظاہر ہوسکتا ہے کہ اگر مثلاً کسی شخص کو اس بات سے گرانی ہو کہ وہ سر پر ٹوکرا رکھ کر سرِ بازار نکلے اور اس سے شبہ کبر کا ہو تو دیکھنا یہ چاہئے کہ مثلاً اگر خلافِ عادت اس کو ہاتھی پر بٹھا کر جلوس کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے بازار میں نکالا جائے تو اس کو آیا اس سے بھی انقباض ہوگا اور شرم آئے گی یا نہیں، اگر اس سے بھی انقباض ہو تو ایسے شخص کو ٹوکرا اٹھانے سے انقباض ہے اس کو تکبر نہ کہیں گے بلکہ خجلت کہیں گے۔

امامت بھی اسباب صلاحیت سے ہے بشرطیکہ تعین دوسروں کی طرف سے ہو

حال: امامت کرتے ہوئے شرم آتی ہے خصوص ایسے مقدس و بابرکت مجمع میں۔

تہذیب: طبعاً ایسا ہی کرنا چاہئے مگر عقلاً یہ سمجھا جائے کہ آپ نے از خود ایسا کام نہیں کیا بلکہ دوسروں کی طرف سے سپرد کیا گیا ہے اور بروئے حدیث اس میں آپ کی منجانب اللہ کی اعانت ہوگی بلکہ اعانت خداوندی سے اہلیت کو تخلف نہیں ہوسکتا۔ پس یہ بھی اسباب صلاحیت سے ہے۔

حیائے مفرط

تہذیب: حیا وغیرہ اسی وقت تک مطلوب ہیں جب تک موجب قرب ہوں اور اگر موجب بعد ہونے لگیں تو اب ان کی ضد مطلوب ہوگی بعض لوگ غلبۂ حیاء کی وجہ سے عورت پر قادر نہیں ہوتے ان کو چاہئے کہ یہ تکلف حیاء کو کم کریں اور دل لگی، مذاق اور بے تکلفی اختیار کریں، اسی طرح طریق باطن میں جس شخص کو غلبۂ حیاء استغفار سے مانع ہو اس کا علاج یہی ہے کہ وہ بے حیاء بن کر **اللھم اغفرلی اللھم اغفرلی** کہے اور بار بار کہے۔

☆☆---------------------------☆☆

تہذیبات حصہ دوم

توبہ

فکر و سعی زینہ کامیابی کا ہے

حال: ہر ہفتہ توبہ کرتا ہوں لیکن بعد ایک روز کے تمام تہیہ وغیرہ غارت ہو جاتا ہے۔

تہذیب:

صوفی نہ شود صافی تادر نکشد جامی ☆ بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تادمِ آخر دمے فارغ مباش

تادمِ آخر دمے آخر بود ☆ کہ عنایت باتو صاحب سر بود

حاصل یہ کہ فکر و کوشش جاری رکھنا چاہئے، ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طرح کامیابی ہو جائے گی۔

ذہول استغفار کا علاج

حال: استغفار جس میں کچھ بھی وقت صرف نہیں ہوتا اور نہایت آسان ہے، بہت بھولتا ہوں۔

تہذیب: اس حالت میں استغفار بعد وخاص کسی وقت مقرر کر لیجئے تا کہ اگر ہر وقت یاد نہ رہ سکے تو قلق نہ ہو۔

عیال وشاگرد ومریدین پر افراطِ غضب کا علاج

تہذیب: شاگردوں کو ان کی کوتاہی پر بے وقوف پاگل وغیرہ کہہ دینا چنداں مذموم نہیں، اس لئے اس سے استغفار کی ضرورت نہیں کہ تمام طلبہ جماعت کے سامنے معافی چاہی جائے بلکہ بعض اوقات خلافِ مصلحت ہے کہ سبب ہے ان کی جسارت وجرأت وفساد اخلاق کا البتہ زجر میں اعتدال سے تجاوز نہ ہو اور علیٰ ہذا مریدین وعیال وخدم ونحوہم من التابعین۔

علامتِ قبول توبہ میں دو متضاد قول اور ان کی تطبیق

تہذیب: شیخ اکبر فرماتے ہیں، قبولِ توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا نقش بالکلیہ ذہن سے محو ہو جائے کہ پھر وہ یاد نہ آئے اور عام کتب طریقت میں جمہور لکھتے ہیں کہ سالک کو لازم ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اپنے گناہوں کو پیش نظر رکھے، وجہ تطبیق یہ ہے کہ محو ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کا اثر خاص یعنی قلق طبعی نہ رہے گو یاد بھی رہے اور قلق اعتقادی بھی رہے نیز شیخ کا فرمانا کلیا نہیں ہے بلکہ بعض طبائع کے اعتبار سے ہے جن کے لئے قلق طبعی حاجت ہو جاتا ہے "الشراح فی الطاعۃ سے"

اخلاق مذمومہ کے حقوق العباد ہونے کی حد

حال: اگر کسی کو دل سے حقیر سمجھا یا کسی پر حسد کیا اور کوئی اخلاقِ مذمومہ جس کا تعلق دوسرے سے ہو اس کا ارتکاب دل سے کیا لیکن ہاتھ اور زبان سے کوئی قصور نہیں کیا تو یہ بھی حقوق العباد میں داخل ہے یا نہیں اور اس کو بھی معاف کرانا چاہئے یا نہیں؟

تہذیب: چونکہ اس سے کسی کو ضرر نہیں پہنچا اس لئے یہ حقوق العباد نہیں ہوئے صرف توبہ الی اللہ اور اصلاح آئندہ کافی ہے۔

عزم ادائیا ابراءِ حقوق کی صورت میں مرشد کے پاس توقف مضر نہیں

حال: مراقبہ کے وقت جی چاہتا ہے کہ ابھی تھانہ بھون سے چلا جاؤں اور حقوق العباد سے چھٹکارا کر کے آؤں۔

تہذیب: چونکہ عزم ہے اداء یا ابراء حقوق کا، اس لئے یہاں رہنے کے سبب جو اس میں توقف ہو گا مضر نہیں اور جن حقوق کی صفائی بذریعہ خط یا وکیل کے ہو سکے اس میں توقف کی بھی ضرورت نہیں۔

اگر توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقع نہ ملے تو اس کے لئے توبہ ہی سے حقوق العباد معاف ہو جائیں گے

تہذیب: جو شخص توبہ کر کے مر جائے اور اس کو توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقع نہ ملے تو توبہ سے اس کے لئے حقوق العباد بھی معاف ہو جائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو خوش کر کے ظالم کی مغفرت فرمائیں گے توبہ نہ کرنے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے خواہ اس کو سزا دیں یا بدون سزا ہی بخش دیں اور مظلوم کو جنت کی نعمتوں سے خوش کر دیں۔

عزم عدم عود توبہ کے لئے کافی ہے البتہ مشیت پر بھی نظر رکھے

تہذیب: محققین کا مشہور قول یہ ہے کہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ عدم عود (پھر گناہ نہ کرنے) کا عزم ہو۔ لیکن بعض محققین کہتے ہیں کہ ضروری نہیں بلکہ عزم کا نہ ہونا ضروری ہے کیونکہ اس عزم میں ایک قسم کا دعویٰ اور مشیت سے غفلت بلکہ مشیت سے معارضہ ہے لیکن ذوق اور ظاہر نصوص اس کے خلاف ہے کیونکہ یہ عزم مقدمہ ہے کف کا اور کف واجب ہے اور مقدمہ واجب کا واجب ہوا کرتا ہے اس لئے عزم عدم عود توبہ کے لئے لازم ہے۔ میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ عزم کے ساتھ قدرت و مشیت الٰہی پر نظر رکھنا چاہئے یعنی عزم کے وقت مشیت پر نظر کر کے ابتداء کا بھی اندیشہ رکھے، غیر عارفین کی توبہ کی طرح نہ ہو کہ عزم کرتے ہوئے قضاو قدر سے بالکل غافل رہتے ہیں۔

دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر توبہ کرنے میں متعدد مصلحتیں ہیں

تہذیب: اگر گناہ صادر ہو جائے تو فوراً دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھو، پھر توبہ کرو اس طرح توبہ کرنے میں ظاہر میں متعدد مصلحتیں ہیں۔ (۱) ان الحسنات یذھبن السیات نیکیاں گناہوں کو زائل کرتی ہیں۔ (۲) نماز کے بعد توبہ کرنے میں دل حاضر ہوگا اور قبول توبہ کے لئے حضور قلب ضروری ہے (۳) چونکہ نفس کو نماز سے شاق ہے اس لئے نفس گناہوں سے گھبرائے گا کہ کہاں کی علت سر لگی، بلکہ شیطان بھی گناہ کرانا چھوڑ دے گا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ میں اس سے دس گناہ کراؤں تو یہ بیس رکعتیں پڑھے گا، گناہ تو توبہ سے معاف ہو جائے گا اور یہ بیس رکعتیں اس کے پاس نفع میں رہیں گی۔

اعمال صالحہ و توبہ و استغفار سے ظاہری و باطنی دونوں بارشیں ہونگی

تہذیب: امساک باراں کا اصل علاج توبہ و استغفار و انابت الی اللہ ہے۔ استغفار و توبہ کی

بدولت حق تعالیٰ کی رحمت ومودت تمہارے ساتھ ہوگی واللہ یہ وہ چیز ہے کہ اگر بارش بھی نہ ہوتو جس چیز کے لئے بارش کی ضرورت ہے اس کی بارش شروع ہو جائے گی کیونکہ بارش کی روح جمعیت قلب ہے اور استغفار کے بعد یہ دولت معاً حاصل ہو جاتی ہے گو بارش بھی نہ ہو، اور یہ وہ دولت ہے جس کے سامنے بارش بھی کوئی چیز نہیں، مصیبت وقحط کی تلخی مبدل بہ لذت ہو جاتی ہے۔

ناخوش تو خوش بود برجانِ من ☆ دل فدائے یار دل رنجانِ من

غرض یہ کہ اعمالِ صالحہ وتوبہ واستغفار سے ظاہری بارش بھی ہوگی اور باطنی بارش بھی ہوگی۔

لاعلاج کوئی مرض نہیں، توبہ سب کا علاج ہے

تہذیب: حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے اگر زمین وآسمان کے برابر بھی گناہ کریں گے میرے پاس آئیں اور مجھ سے مغفرت چاہیں تو میں سب کو بخش دوں گا، اور گناہوں کی کثرت کی پرواہ نہ کروں گا، پس عمر گذشتہ کے ضائع ہونے کا بھی علاج موجود ہے۔ لا علاج کوئی مرض نہیں، وہ علاج یہ ہے کہ توبہ کرو اور توبہ کا طریقہ بھی کسی شیخ سے پوچھو اور جو کچھ وہ بتلائے پھر اس میں اپنی رائے نہ لگاؤ، آج کل خودرائی کا مرض بہت پھیل رہا ہے اسی لئے لوگوں کو راستہ نہیں ملتا۔

توبہ کی قبولیت کی علامت اور گناہ یاد آنے پر تجدید استغفار ودعا ضروری ہے

تہذیب: توبہ کے لئے تو گناہ یاد کرے مگر توبہ کے بعد پھر اس کو یاد نہ کرے بلکہ دل سے نکال دے شیخ ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ گناہ معاف ہو جانے کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ گناہ دل سے مٹ جائے اور جب تک وہ مٹے گا نہیں قلب پر وحشت سوار رہے گی جو اس گناہ کی سزا ہے اس کی شرح میں مشائخ طریق کا ارشاد ہے کہ گناہ کے بعد جی بھر کے توبہ کرلے پر اس کو جان جان کر یاد نہ کرے کہ اس سے بندہ اور خدا کے درمیان ایک حجاب سا معلوم ہونے لگتا ہے جو محبت اور ترقی سے مانع ہے جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہاں سے بھی عطا میں کمی ہوگی کیونکہ جزا اور ثمرات کو ترتب عمل پر ہوتا ہے خواہ عمل جوارح ہو یا عمل قلب، لیکن اگر وہ گناہ خود یاد آجائے تو پھر تجدید استغفار ودعا ضروری ہے۔

حقیقت توبہ میں ایک اصلاح

تہذیب: اگر توبہ کے وقت عزم ترک فی المستقبل نہ ہو تو عزم عمل فی المستقبل نہ ہو، بلکہ عزم عمل سے ذہن خالی ہو اگر اس طرح خالی الذہن ہو کر بھی توبہ ندامت کے ساتھ ہوگئی تو توبہ صحیح ہوگئی۔

توبہ نصوح کے بعد گناہ یاد آ جانے پر کیا عمل چاہئے

تہذیب: توبہ نصوح کے بعد اگر از خود پرانا گناہ یاد آ جائے تو تجدید توبہ کر کے پھر کام میں لگ جائے اس سے زیادہ کاوش کرنا غلو ہے اور یہ قصد کرنا کہ ذرا بھی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ یہ ایک قسم کا دعویٰ اور غلو ہے اور گو عقلاً محال نہیں لیکن عادتاً محال ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے سددوا وقاربوا واستقیموا ولن تحصوا۔

امور طبعیہ کے احکام

تہذیب: امور طبعیہ پر مواخذہ نہیں بلکہ اُن کے مقتضاء پر عمل کرنے سے مواخذہ ہوتا ہے وہ بھی اس وقت جب کہ عمداً اس پر عمل کیا جائے۔ اور اگر طبعی ناگواری سے مغلوب ہو کر کسی وقت کوئی کلمہ بیجا زبان سے نکل جائے اور بعد میں اس سے معذرت کر لی جائے تو حق تعالیٰ اس کو معاف فرمائیں گے۔

دل سے توبہ کرنے کی حقیقت

تہذیب: حقیقت توبہ کی یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت و معذرت ظاہر کریں اور جو حقوق واجب الاداء ہیں فی الحال ان کے ادا کا عزم کریں اور فی المآل ان کے ادا کا اہتمام کریں اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کا پختہ ارادہ کریں۔

نفس کے شائبہ کے اندیشہ سے تدارک بالاستغفار کرتے رہنا چاہئے

تہذیب: جب تک صاحب عمل کو اس سے اندیشہ ہوتا رہے، کہ مبادا کہیں نفس کا شائبہ نہ ہو گیا ہو۔ حفاظت خداوندی اس کی رفیق رہتی ہے لیکن تدارک بالاستغفار کرتے رہنا چاہئے۔

توبہ یا اعمال صالحہ کا دخل حقوق العباد میں

تہذیب: اعمال صالحہ یا توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر حقوق معاف نہیں ہوتے۔ پس جس قدر ہو سکے ادا کرے اور سب کے ادا کا عزم رکھے اگر کچھ باقی رہ گئے اور مر گیا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو بری الذمہ کر دیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو خوش کر کے ظالم کی مغفرت فرما دیں گے۔

توبہ کے ساتھ بقائے توبہ کی بھی دعاء کرنا چاہئے

تہذیب: انسان کو چاہئے کہ توبہ کے ساتھ توبہ پر قائم رہنے کی بھی دعاء کیا کرے، کیونکہ انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ خود وہ کسی وعدہ کو پورا کر دے یا کسی دعوے کو نباہ دے، بدون خدا کی

عنایت واعانت کے۔

گناہ کے وقت کا دستور العمل

تہذیب: شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ گناہ پر ایک دفعہ خوب رو دھو کر توبہ کر لے۔ پھر قصداً اس کو یاد نہ کرے، کیونکہ مقصود بالذات خدا کی یاد ہے نہ کہ گناہوں کی یاد، گناہوں کی یاد سے تو یہی (خدا کی یاد) مقصود ہے۔ جب وہ حاصل ہے تو اب قصداً گناہ کو یاد کر کے اس کی یاد کو مقصود بالذات نہ بناؤ اور اگر خود بخود بلا قصد یاد آ جائے تو پھر توبہ استغفار کر لے جیسے حدیث میں ہے کہ مصیبت خود بخود یاد آ جائے تو انا للہ پڑھے کہ اس وقت انا للہ پڑھنے کا بھی وہی ثواب ہوگا جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے کا ثواب تھا۔

عشق و تعلق مع اللہ

خدا کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ اور اس میں ایک غلطی پر تنبیہ

تہذیب: خدا کی محبت اگرچہ امر غیر اختیاری ہے لیکن اس کے اسباب بندے کے اختیار میں ہیں وہ یہ ہیں (۱) کثرت ذکر اللہ (۲) اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اور اپنے برتاؤ کو سوچنا (۳) کسی اہل اللہ سے تعلق رکھنا (۴) طاعت پر مواظبت کرنا حق تعالیٰ سے دعا کرنا اس تدبیر میں تو کوئی غلطی نہیں، صرف ایک غلطی علمی محتمل ہے۔ وہ قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ اپنے ذہن سے کوئی درجہ محبت کا تراش کر اس کا منتظر رہے یہ غلطی ہوگی، بلکہ اس تدبیر کی مداومت سے جو درجہ محبت کا حاصل ہوتا ہے وہی اس درجہ میں مطلوب ہے پھر خواہ اس میں مزعوم ترقی ہو خواہ ایک حالت پر رہ جائے۔ البتہ رسوخ میں ترقی لازم ہے صرف لون محبت میں تفاوت ہوتا رہتا ہے۔

اللہ پاک کی محبت میں بے چینی کی طلب

حال: مجھے اس کا بڑا شوق ہے کہ کسی طرح ہو اللہ پاک کی محبت میں بے چین رہوں۔

تہذیب: مگر اس کے ساتھ یہ بھی دعا کرو کہ اس بے چینی میں چین رہے (اس جواب میں شریعت وطریقت دونوں کے اصول کی رعایت ہے اس لئے کہ اگر یہ جواب دیا جاتا کہ بے چینی مطلوب نہیں تو ان کا یہ خیال رخصت ہو جاتا کیونکہ طریقت میں حال مہمان عزیز ہے اگر اس کی قدر نہ کی جائے تو

یہ روٹھ جاتا ہے تو اس جواب میں طریقت کے اصول کی مخالفت ہوتی اور اگر یہ جواب دیا جاتا کہ بے چینی محمود ہے تو شریعت کے خلاف ہوتا، اس واسطے کہ شریعت میں اطمینان اور چین مطلوب ہے، الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اس جواب پر بے ساختہ یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

ہزار نکتۂ باریک تر زمو ایں جاست ☆ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق ☆ ہر ہوسنا کے ندا ند جام و سنداں باختن

(از جامع منہ)

شوق وولولہ نہ بالذاتِ مطلوب ہے نہ شرائط قبول سے ہے

تہذیب: شوق بمعنی ولولہ نہ بالذات مطلوب ہے نہ شرائط قبول سے ہے اخلاص کے ساتھ عمل ہونا کافی ہے گو ولولہ نہ ہو بلکہ طبعاً گرانی ہو۔ حدیث اسباغ الوضوء علی المکارہ اس کی نقلی دلیل ہے جس سے دعاء مذکور سے زائد یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مکارہ سے اجر و فضل بڑھ جاتا ہے اور عقلی حقیقت اس کی یہ ہے کہ طاعات بعض کے لئے مثل غذا کے ہیں اور بعض کے لئے مثل دوا کے اور ظاہر ہے کہ دعا کا نافع ہونا اس کی رغبت پر موقوف نہیں ہے نیز ایسی حالت میں اس کا استعمال اور زیادہ ہمت اور مجاہدہ ہے اور اس میں حکمتیں بھی ہوتی ہیں۔ جیسے عجب سے حفاظت اور اپنے نقص کا مشاہدہ ونحو ہما پس عبد کامل کا مذہب یہ ہونا چاہئے۔

بدرد وصاف ترا حکم نیست دم درکش ☆ کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف ست

محبت عقلی کی شناخت

تہذیب: محبت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو شریعت پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرے۔

درد ومحبت پیدا کرنے کا طریقہ

تہذیب: محبت و درد و دلجمعی پیدا ہونے کے لئے مثنوی معنوی و دیوان حافظ کے دو دو صفحے کا روزانہ مطالعہ کیا جائے تو زیادہ نافع ہوگا۔

محبت کی قسمیں اور ان کا حکم

تہذیب: محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقلی، ایک طبعی اور مطلوب محبت عقلیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ محبوب کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش وارادہ کو اس کے احکام کے سامنے فنا کردے اور اس کے حکم پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے، اور محبت طبعیہ میلان وانجذاب ووابستگی کا نام ہے اور قاعدہ ہے کہ محبت

طبعیہ خاص درجہ میں ایک ہی سے ہوسکتی ہے۔ دوسے ایک درجہ کی نہیں ہوسکتی۔ اور یہ امر غیر اختیاری ہے کیونکہ اس کا مدار مناسبت طبع پر ہے جو بندہ کے اختیار میں نہیں بلکہ ماموربہا محبت عقلیہ ہے۔ چنانچہ ہر مومن کو محبت عقلیہ اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ زیادہ ہے، گو طبعًا اپنی جان سے زیادہ محبت ہو۔

محبت طبعی بھی ہر مسلمان میں ہے اور اس کی شناخت کا طریقہ

تہذیب: خدانخواستہ خدا اور رسول ﷺ کی شان میں کوئی کافر گستاخی کرے تو اس وقت ہر مسلمان کو جوش آتا ہے اور جان لینے اور دینے کو آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت طبعی بھی ہر مسلمان میں ہے، پس اتنا فرق ہے کہ بعض میں ہر وقت اس کا ظہور ہوتا ہے اور بعض کو کسی محرک قوی سے ظہور ہو جاتا ہے۔

محبت عقلیہ کی کمی کی شناخت

تہذیب: محبت عقلیہ کی کمی یہ ہے۔ کہ مخلوق کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دی جائے۔

ایمان کے لئے حب عقلی رسولؐ سے ضروری ہے نہ کہ حُب طبعی

تہذیب: لا یؤمن احدکم حتی یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما۔

یہاں بھی مراد احبیت عقلیہ ہے یعنی حضور ﷺ کے ساتھ حب عقلی سب سے زیادہ ہونا چاہئے جس کا معیار یہ ہے کہ احکام میں حضورؐ کی اطاعت ہو اور تعارض کے وقت حضورؐ کے حکم کو دوسرے کے احکام پر ترجیح دی جائے گو حب طبعی میں کمی ہو اگرچہ طبعی محبت بھی ہر مسلمان کو حضور ﷺ ہی سے زیادہ ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ طبعی محبت اگر کم بھی ہو تو مضائقہ نہیں نری عقلی تو کافی ہے مگر نری طبعی محبت کافی نہیں۔

بہ نیت ازدیاد محبت منعم حقیقی حظوظ کا درجہ بھی مطلوب ہے

تہذیب: ایک درجہ حظوظ کا بھی مطلوب ہے وہ یہ کہ حظوظ کا استعمال کیا جائے تاکہ منعم کی محبت بڑھے۔ پانی جب پیو خوب ٹھنڈا پیو۔ بال بال سے الحمدللہ نکلے گا۔

عشق کی حقیقت تفویض ہے

تہذیب: عاشقی کا نام بندگی کا ہے کہ ہر وقت حکم کا تابع رہے، جہاں جان دینے کا حکم ہوا وہاں جان دے اور جہاں جان بچانے کا حکم ہو وہاں بچائے۔ خلاصہ یہ عشق کی حقیقت تفویض ہے کہ اپنے کو خدا تعالیٰ کے سپرد کردے، وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں، تشریعًا بھی اور تکوینًا بھی اور یہ ہر

حال میں راضی رہے یہ حقیقت ہے تفویض کی جس کی ابتداء شیخ کے ہاتھ میں اپنے کو تفویض کرنے سے ہوتی ہے۔

تبتل کی تعلیم

تہذیب: بس جی چاہتا ہے کہ سب سے الگ ہو کر حق تعالیٰ کے ساتھ لَو لگائی جائے اور سب جھگڑوں کو حذف کیا جائے۔

سالک کو اپنے اعضاء سے محبت کا راز

تہذیب: سالک جس وقت دیکھتا ہے کہ ہمارے اعضاء نے قرب حق میں ہماری اعانت کی ہے وہ اس حیثیت سے ان سے محبت کرتا ہے اور اپنی آنکھ کی رعایت کرتا ہے اور دماغ کی بھی حفاظت کرتا ہے نہ اس واسطے کہ وہ اپنی چیزیں ہیں۔ بلکہ اس واسطے کہ یہ خدا تعالیٰ کی چیزیں ہیں۔

لقب ابویحییٰ کی پسندیدگی کا عجیب وغریب راز

تہذیب: ابویحییٰ ملک الموت کا لقب ہے اور واقع یہ لقب عمدہ ہے ابو یموت لقب نہیں رکھا اس کی وجہ ہم سے پوچھو تو ہم یہی کہیں گے کہ جس کو تم موت کہتے ہو حقیقت میں حیات وہی ہے کیونکہ وہ بقائے حق کا وسیلہ ہے۔

محبت عقلیہ ہی افضل ہے محبت طبعیہ سے اور اس کا راز

تہذیب: محبت عقلیہ ہی افضل ہے کیونکہ اس کا مدار اعتقاد پر ہے اور اعتقاد بہت کم بدلتا ہے۔ الا نادراً والنادر کالمعدوم اور محبت طبعیہ کا منشاء ہیجانِ نفس ہے اور جوش وخروش میں ہمیشہ تبدل ہوتا رہتا ہے تو اس میں خطرہ زیادہ رہتا ہے۔

غیر خدا سے محبت ہو ہی نہیں سکتی

تہذیب: محققین کا دعویٰ ہے کہ غیر خدا سے محبت ہو ہی نہیں سکتی اور جس کو غیر سے بظاہر محبت ہے وہ بھی حقیقت میں خدا ہی سے محبت ہے۔ (باقی اس پر جو مواخذہ ہے بوجہ نیت کے ہے کیونکہ یہ نیت تو غیر ہی کی کر رہا ہے) تقریر اس کی یہ ہے کہ محبت کے جتنے اسباب ہیں یعنی حسن و جمال، عطا و نوال، فضل و کمال، یہ سب صفات حقیقت میں حق تعالیٰ کے ہیں، جیسے دیوار پر دھوپ پڑ رہی ہو اور کوئی دیوار کی روشنی پر عاشق ہو جائے تو ظاہر میں یہ تو نور جدار کا عشق ہے مگر حقیقت میں آفتاب کا عشق ہے۔

عشق الٰہی کو چھپاؤ نہیں

تہذیب: اپنی طرف سے تو اخفا کا اہتمام کرو ہاں اگر ڈھول خود ہی گلے میں پڑ جائے اور خود بخود بجنے بھی لگے تو اس کو بند نہ کرو، اگر رونا آئے رولو، چیخیں نکلیں تو نکلنے دو اور عشق الٰہی جس طرح ظاہر ہونا چاہئے ظاہر ہونے دو،

عشق معشوقاں نہاں است و ستیر ☆ عشق عاشق باد وصد طبل و نفیر

محبت و عشق رافع شبہ وسوسہ ہے

تہذیب: حضرت محبت و عشق وہ چیز ہے کہ جب یہ دل میں گھس جاتی ہے تو پھر محبوب کے، کسی قول و فعل میں شبہ اور وسوسہ پیدا نہیں ہوتا۔

جہنم میں مومن کو مشاہدہ راحت کا ہوگا بوجہ محبت الٰہی کے

تہذیب: جہنم میں اول تو کفار کے برابر تکلیف نہ ہوگی، پھر مسلمانوں کو خدا تعالیٰ سے محبت زیادہ ہو جائے گی اس لئے مومن کو عذاب میں بھی مشاہدہ راحت کا ہوگا۔

محبت کا مقتضاء رضا و تفویض ہے

تہذیب: محبت کا مقتضاء یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سارے تصرفات پر راضی رہے اپنی ساری تجویزوں کو فنا کر دے۔ دل لگنے نہ لگنے کا طالب نہ ہو، لذت و ذوق کی ہوس نہ کرے بلکہ کام میں لگا رہے۔

موت سے وحشت دور ہونے کی تدبیر

تہذیب: اگر یہ چاہو کہ موت آسان ہو جائے اور اس سے وحشت نہ رہے اس کا اشتیاق ہو جائے تو خدا کی محبت اور اطاعت حاصل کیجئے۔ اکثر طبائع پر موت کا خوف ہی غالب ہے اور اس سے طبعاً وحشت ہوتی ہے۔ اور اس طبعی وحشت میں کوئی گناہ بھی نہیں مگر اس کی ضرور کوشش کرنا چاہئے کہ طبعی وحشت موت کے وقت نہ رہے۔ اس وقت اشتیاق کی حالت غالب ہو جائے اس وقت اگر شوق غالب رہا تو موت کی ذرا بھی تکلیف نہ ہوگی اور اشتیاق موت ولقاء اللہ کی تمنا پیدا ہونے کی تدبیر کثرت ذکر و کثرت طاعت اور اجتناب معصیت ہے۔

محبت عقلیہ مامور بہا ہے کیونکہ اس کا منشاء محبوب کا کمال ہوتا ہے

تہذیب: اولاد اور بیوی کے ساتھ طبعی محبت ہے عقلی محبت نہیں اور طبعی محبت تو جانوروں کو بھی اپنی اولاد وغیرہ سے ہوتی ہے یہ کچھ کمال نہیں اور نہ خدا اور رسول کے ساتھ یہ محبت مامور بہا ہے بلکہ محبت عقلیہ مامور بہا ہے۔ جس کا منشاء محبوب کو کمال ہوتا ہے سو یہ محبت اللہ و رسول کے ساتھ زیادہ ہے اور کسی کے ساتھ ان کے برابر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی صاحب کمال نہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے برابر کوئی صاحب کمال نہیں۔

ترغیب شدت تعلق مع اللہ

تہذیب: محبوب کے راستہ میں ایک سر کیا ہزار سر بھی پھوٹ جائیں تو تھوڑے ہیں، اور اگر جان بھی جاتی رہے تو عین سعادت ہے۔

مقصود حب عقلی ہے

تہذیب: جیسے غلبۂ خشیت سے کثرت بکاء حالت محمود ہے گو مقصود نہیں اسی طرح غلبۂ محبت طبعی گو محمود ہے مگر مقصود نہیں مقصود حب عقلی ہے۔

جوش کی کمی علامت محرومی نہیں

تہذیب: جوش کا اکثر قاعدہ ہے کہ جب تک مطلوب حاصل نہیں ہوتا اس وقت تک رہا کرتا ہے۔ حصول مطلب کے بعد جوش نہیں رہا کرتا، ہاں اگر مطلوب سے تعلق رہے تو بجائے شوق کے انس پیدا ہو جاتا ہے بس اس کا کم ہونا محرومی کی علامت نہیں بلکہ وصول علامت ہے۔

محبت طبعی پر محبت عقلی کی وجوہ کی ترجیح

تہذیب: محبت عقلی راجح ہے محبت طبعی پر کیونکہ محبت طبعی اختیاری نہیں اس کا حدوث و بقاء بالکل غیر اختیاری ہے اور امر غیر اختیاری پر بعض اوقات دوام نہیں ہوتا۔ بخلاف محبت عقلی کے کہ اس کا حدوث و بقاء اختیاری ہے تو اس پر دوام بھی ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے محبت طبعی سے محبت عقلی انفع بھی ہے۔ کیونکہ محبت طبعی منشاء جوش طبیعت ہے اور جوش ہمیشہ نہیں رہتا۔ اور محبت عقلی بناء علی الکمالات ہوتی ہے۔ تو جب تک کمالات باقی ہیں اس وقت تک محبت بھی رہے گی اور محبوب حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہو سکتے تو ان کی محبت بھی ختم نہ ہوگی۔

نماز وروزہ میں اہل اللہ کی لذت کی مثال

تہذیب: اہل اللہ کو نماز روزہ میں ایسی لذت آتی ہے جیسے عاشق کو محبوب کے پیر دبانے اور پنکھا جھلنے میں۔

محبت مجازی سے محبت حقیقی کے تحصیل کا طریقہ

تہذیب: جس چیز سے کسی کو محبت ہو اس میں یہ غور کر کے یہ کمال اس کے اندر کہاں سے آیا۔ مسلمان کا دل فوراً جواب دے گا کہ حق تعالیٰ نے پیدا کیا تو اب دل کو سمجھانا چاہئے۔

چہ باشد آں نگار خود کہ بند و آں نگار ہا

کہ جس نے ایسی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں وہ خود کیا کچھ ہوگا اور اسکے ساتھ ہی محبوب مجازی کے فنا و نیست ہونے کو بھی ذہن میں حاضر کیا جائے، کہ یہ چند روز میں فنا ہو کر خاک ہو جائے گا، اس کا کمال وحسن عارضی ہے اور حق تعالیٰ کا کمال ذاتی اور باقی،

عشق بامردہ نبا شد پائدار ☆ عشق را باحی و باقیوم دار

خدا تعالیٰ سے لو لگانے کا طریقہ

تہذیب: خدا تعالیٰ سے لو لگانے کے طریقے مختلف ہیں، کہیں محبت قائد ہوتی ہے کہیں خوف سائق ہوتا ہے۔ اول کا طریقہ نعمائے الٰہیہ پر غور کرنا اور ثانی کا طریقہ عذاب وعقوبت کا استحضار ہے۔

مسلمان کو طبعی محبت بھی اللہ و رسول ﷺ سے ہی زیادہ ہے مع دلیل

تہذیب: ہر مسلمان کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنی ذلت اور ماں باپ کی ذلت کو گوارا کر سکتا ہے، مگر اللہ و رسول ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی کا تحمل نہیں کر سکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ بحمد اللہ مسلمان کو طبعی محبت بھی اللہ و رسول ﷺ ہی سے زیادہ ہے۔

درحقیقت حق تعالیٰ ہی کو ہم سے محبت ہے

تہذیب: محبت معرفت سے ہوتی ہے، سو حق تعالیٰ کو تو ہماری معرفت ہے مگر ہم کو ان کی معرفت کہاں۔ پس ہماری محبت جو کہ بلا معرفت ہے محض برائے نام محبت ہے ورنہ حقیقت میں حق تعالیٰ ہی کو ہم سے محبت ہے۔

آثارِ محبت

تہذیب: محبت محبوب کے عیوب کو بھی محاسن کر دیتی ہے۔

اہل اللہ کی راحت کا راز

تہذیب: اہل اللہ کی راحت کا راز یہ ہے کہ مخلوق سے اُن کی امیدیں منقطع ہو چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کو حکمت اور مصلحت پر مبنی سمجھتے ہیں۔ نیز ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت بھی ہے اس لئے اگر حکمت و مصلحت معلوم بھی نہ ہو تو محبت کی وجہ سے وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔

نا خوش تو خوش بود برجانِ من ☆ دل فدائے یار دل رنجانِ من
زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ☆ دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

بخلاف دنیا والوں کے کہ ان کو کچھ راحت نہیں وہ کھانا کھاتے ہیں اور کھانا ان کو کھاتا ہے۔

اہل اللہ کا خدا کی محبت میں حال

تہذیب: اہل اللہ کا خدا کی محبت میں یہ حال ہوتا ہے کہ تمام مصائب ان کو آسان ہو جاتے ہیں نہ قید خانہ سے ان کو تکلیف ہوتی ہے نہ فاقہ سے کلفت۔ ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے مگر خوش ہیں۔ کیونکہ ایک چیز ان کے پاس ایسی ہے کہ اسکے پاس ہوتے ہوئے ان کو کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی وہ کیا ہے وہ آغوش محبوب ہے رضائے محبوب ہے لذت طاعات ہے۔ لذت مناجات ہے لذت قرب ہے۔

خدا تعالیٰ سے واسطہ کسی وقت قطع نہ کرو

تہذیب: خدا تعالیٰ سے کسی وقت واسطہ کو قطع مت کرو۔ کیونکہ ان سے ہر دم واسطہ ہے۔ بس توبہ واستغفار سے کوئی مصیبت ہٹ جائے تب بھی اس سبق کو نہ چھوڑو۔

خدا تعالیٰ کو جن سے محبت ہوتی ہے انہیں کو اپنا عشق دیتے ہیں

تہذیب: عشق اول دردل معشوق پیدا می شود: یعنی خدا تعالیٰ اپنا عشق اسی کو دیتے ہیں جس سے پہلے ان کو محبت ہوتی ہے۔

ولایت کا مدار اطاعات پر ہے

تہذیب: لوگوں نے محبوبانِ خدا کو محبوبانِ دنیا پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح دنیا والوں کے

محبوب تکالیف اور احکام سے مستثنیٰ ہو جاتے ہیں اسی طرح محبوبانِ خدا بھی مستثنیٰ ہو جاتے ہو نگے اور یہ خبر نہیں کہ محبوب ہی وہ بنتا ہے جو آئندہ بھی دوسروں سے زیادہ احکام کا بجالانے والا ہو، حق تعالیٰ کی محبت اضطراری نہیں کہ بلا وجہ کسی سے خواہ مخواہ محبت ہو جائے۔ ان کی محبت اختیاری ہے اور وہ محبت اسی سے کرتے ہیں جو ان کا زیادہ مطیع ہے پس جو چیز محبت کا سبب ہے وہی اگر جاتی رہی تو محبوب کہاں رہے گا؟

عاشق کے نامراد ہونے کی وجہ

تہذیب: عاشق ہر وقت نامراد ہے کیونکہ اس کی طلب کم نہیں ہوتی وہ حد درجہ پر پہنچ کر اس سے آگے کا طالب ہے اس لئے وہ ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔

عزم تعلق مع الغیر بھی مضر ہے

تہذیب: عزم تعلق مع الغیر بھی اس طریق میں مضر ہے،

تعلق مع اللہ ہی دوائے ہموم ومصائب ہے

تہذیب: توبہ واستغفار کرو اور ہر روز پانچ سو مرتبہ کم از کم **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** کا وظیفہ مقرر کرلو۔ ایک ہفتہ میں سب مصیبت دور ہو جائے گی کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ کنز من کنوز الجنۃ وھو دواء تسعین داءً ایسر ھا الھم**۔ غرضیکہ حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ اس کے سوا سب سے قطع نظر کرو۔ کیونکہ راحت وکلفت سب اس کے ہاتھ میں ہے، اس کو راضی کرو، انشاء اللہ تعالیٰ وہ تمام مصائب کا انتظام فرمادیں گے۔ **امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض الٰہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون**.

محبت کے مختلف لون ہیں

تہذیب: محبت کا ایک رنگ یہ ہے کہ اپنی طرف سے تو محبوب کے سوا سب کو چھوڑ کر اسی کے مشاہدہ میں لگا رہے لیکن اگر خود محبوب ہمارے سپرد کسی جماعت کا ہم کو حاکم بنادے تو حکومت کے انتظام میں مشغول ہونا یہ بھی عین مشاہدہ ہے۔

حکومت محض حکم محبوب کی وجہ سے کرنے کا معیار

تہذیب: یہ کیسے معلوم ہو کہ ہم اپنے نفس کو خوش کرنے کے واسطے انتظام کر رہے ہیں۔ یا محض حکم محبوب کی وجہ سے تو اس کا معیار یہ ہے کہ اگر یہ شخص ان محکومین کو اپنے سے کم نہ سمجھے گا گو کام تو کرے بڑا

ہو کر مگر اعتقاد میں سب کو اپنے سے بڑا سمجھے تو یہ اس کی علامت ہوگی۔ کہ یہ محض محبوب کے حکم کی وجہ سے سیاست خلق میں مشغول ہے۔ نفس کے لئے کام نہیں کر رہا ہے۔

خدا کے نزدیک زیادہ محبوب کون ہیں

تہذیب: خدا کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال سے اچھا برتاؤ کرے یعنی مخلوق سے احبکم الی اللہ احسنکو الیٰ عیالہ۔

آثارِ عشق

تہذیب:

مال را دن خود سخائے صادق ست ☆ جان را دن خود سخائے عاشق ست

حیاتِ طیبہ کے علامات

تہذیب: خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھاؤ اور غیر خدا سے حالاً و قالاً تعلق کم کرو۔ پھر دنیا و آخرت دونوں کی راحت تمہارے ہی لئے ہے اگر فقر و فاقہ بھی ہوا جب بھی تم کو راحت و چین ہی ہوگا اور بدون سرمایہ اور سامان کے تم سلاطین سے بڑھ کر سلطان ہو گے۔

اے دل آں بہکہ خراب از مے گلگوں باشی ☆ بے زر و گنج بصد حشمتِ قاروں باشی

خدا تعالیٰ سے محبت بڑھانے کا نتیجہ یہ ہوگا۔

(۱) مرتے ہوئے فرشتے بشارت دیں گے۔ خوش خبری سنائیں گے، جس سے ہر نیک بندہ کو اصل گھر کا اشتیاق اور انتظار ہوگا۔ اور اسی لئے تعجیل جنازہ کا امر ہے۔

(۲) قبر میں یہ ہوگا کہ جنت کی طرف کھڑکیاں کھل جائیں گی۔ وہاں بھی فرشتے بشارتیں سنائیں گے۔

(۳) میدان حشر میں یہ حال ہوگا۔ لا یحزنهم الفزع الاکبر وتتلقاهم الملئكة.

میں نے مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے

عاشقاں را با قیامت روز محشر کار نیست ☆ عاشقاں راجز تماشائے جمالِ یار نیست

حدیث میں بھی آیا ہے کہ قیامت کا دن کافر کے لئے پچاس ہزار سال کا ہوگا اور مومن کو ایسا معلوم ہوگا جیسے فرض نماز کا وقت۔

(۴) پل صراط سے گذرتے وقت دوزخ یوں کہے گی۔ جز یا مومن فان نورک اطفأ

نــــــوری کہ اے مومن جلدی پار ہو جا کہ تیرے نور کی برودت نے تو میرے نار کی حرارت ہی کو بجھا دیا، بتلایئے یہ پاکیزہ زندگی ہے یا یہ کتا حسی جس میں ہم پھنسے ہیں۔

خوف و رجا

یاس عقلی مذموم ہے

تہذیب: نا امیدی عقلی مذموم ہے یعنی اگر یہ اعتقاد ہو جائے کہ مجھ پر ہرگز رحمت نہ ہوگی اور میری موجودہ حالت ایسی نہیں کہ اس پر رحمت ہو۔

مخلوق کا ڈر خالق سے طبعاً زیادہ ہونے کا راز

تہذیب: مخلوق کا ڈر خالق سے طبعاً زیادہ ہونا مذموم نہیں کہ غیر اختیاری ہے اور عقلاً و اعتقاداً زیادہ ہونا البتہ مذموم ہے۔ لانتم اشد رھبۃ فی صدور ھم من اللہ کا بھی محمل ہے اور طبعاً زیادہ ہونے کی لم تین امر ہیں ایک یہ کہ مخلوق محسوس ہے اور حق تعالیٰ محسوس نہیں اور طبعاً حاضر کا اثر زیادہ ہوتا ہے غائب سے دوسرے یہ کہ مخلوق سے تسامح کی توقع کم ہے اور خالق سے زیادہ ہے تیسرے یہ کہ مخلوق کی نظر میں ذلت ناگوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں ذلیل ہونا ناگوارا۔

خوف و رجا میں اعمال کو بڑا دخل ہے اور اعمال کی تفصیل

تہذیب: رجا کہتے ہیں احتمال نفع کو، اور خوف کہتے ہیں احتمالِ ضرر کو، وحی سے معلوم ہو گیا ہے کہ مبنیٰ رجا کا طاعات ہیں اور مبنیٰ خوف کا معاصی ہیں اور یہ طاعات اور معاصی سب اعمال ہیں پس اعمال کا رجاء اور خوف میں دخل ہونا منصوص ہوا تو اس دخل کا اعتقاد شرعاً مامور بہ ہوا، اس دخل میں ایک تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ اعمال شامل ہے اصل ایمان اور کفر کو بھی اور باقی فروع طاعات و معاصی کو بھی ایمان تو علت ہے نجات کی اور کفر علت ہے عقوبت کی پس ایمان پر نجات کا ترتب اور کفر پر عقوبت کا ترتب یقینی ہے مگر بشرط بقاء وعلت اس لئے خوف و رجاء کا تحقق یہاں بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح فروع طاعات گو دائم ہوں لیکن نافع اسی وقت ہوں گے جب کہ قبول بھی ہوں، کیونکہ احتمال ہے کہ کسی غائلہ کے سبب قبول نہ ہوں اور اسی طرح معاصی گو دائم ہوں لیکن مضر اسی وقت ہوں گے جب کہ عفو نہ ہو جائیں (کیونکہ ممکن ہے کہ کسی حسنہ کے سبب یا محض سے عفو ہو جائیں)۔

اعمال کا نفع نقد و نسیہ

تہذیب: اعمالِ صالحہ میں نفع نقد بھی ہے صرف ادھار ہی نہیں۔ ہاں ایک ادھار بھی ہے یعنی ثواب اور اس کے ساتھ ایک چیز نقد بھی ہے اور وہ رجا اور اُمید ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا وابستہ ہو جانا جو بدون اعمالِ صالحہ کے حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح اعمالِ سیئہ کا بھی ایک ثمرہ ادھار ہے اور ایک نقد، ادھار تو عذاب جہنم ہے اور نقد وہ وحشت اور ظلمت اور بے چینی ہے جو گناہوں کو لازم ہے۔

اُمید رجاء اور تمنا و غرور کا فرق

تہذیب: امید و رجاء وہی ہے جو عمل کر کے کی جائے۔ اور جو بدون عمل کے ہو وہ رجا نہیں۔ بلکہ محض تمنا و غرور ہے۔

غلبۂ رجا کب انفع ہے اور غلبۂ خوف کب

تہذیب: جن لوگوں میں اعمال صالحہ کا غلبہ ہو کہ وہ زیادہ تر اعمالِ صالحہ میں مشغول ہیں اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں گو کبھی کبھی ابتلا ہو جاتا ہے ان پر غلبۂ رجا انفع ہے اور جن میں اعمال سیئہ کا غلبہ ہے کہ وہ زیادہ تر اعمال سیئہ میں مبتلا ہیں۔ اور اعمال صالحہ قلیل ہیں ان کے لئے غلبۂ خوف انفع ہے جب تک کہ اعمال صالحہ کا غلبہ ہو پس جب تک اعمالِ صالحہ کا غلبہ نہ ہو اس وقت تک غلبۂ خوف ہی میں ان کو رکھا جائے گا۔

خوف و رجا کی حقیقت اور اس کا درجۂ مامور بہ

تہذیب: خوف کی حقیقت ہے احتمالِ عذاب کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شائد مجھے عذاب ہو اور یہ احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہے اور یہی مامور بہ ہے اور اسی کا بندہ مکلف کیا گیا ہے اس کا نام خوف عقلی ہے، وعید کو سن کر دل تھرانا، آنسو کا نکلنا، خوف مامور بہ میں داخل نہیں کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے۔ اسی طرح رجا کی حقیقت ہے۔ احتمال نجات اور ایسا بھی کوئی مسلمان نہیں جس کو اپنے متعلق نجات کا احتمال نہ ہو پس ایسا کوئی مسلمان نہیں جو خوف و رجاء کے درجہ مامور بہ سے خالی ہو، ہاں درجاتِ احتمال متفاوت ہیں۔

غلبۂ رجا کے ساتھ بھی خوف عقلی یقینی ہوتا ہے

تہذیب: یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ غلبۂ رجا کی حالت میں خوف بھی ضرور رہتا ہے مگر

خشیہ خوف کو نہیں ہوتا، یعنی وہ درجہ نہیں ہوتا جس کو عام لوگ خوف سمجھتے ہیں یعنی خوف طبعی، بلکہ خوف عقلی
خشیہ ہوتا ہے۔

درجات خوف ورجا

تہذیب: ایک خوف تو بمعنی احتمال عقلی عذاب ہے یہ تو شرط ایمان ہے اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت آیات وعید اور عذاب خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچایا جائے یہ درجہ فرض ہے اس کے فقدان سے کفر نہ ہوگا ہاں گناہ ہوگا اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ ... ت اشتغال سے آیات وعید اور عظمت وجلال حق کو ہر دم مستحضر اور پیش نظر رکھا جائے، یہ درجہ مستحب ہے۔ سب درجات مکتسب ہیں جو کسب سے حاصل ہو جاتے ہیں اور ان سے آگے ایک درجہ اور ہے جو اختیار سے باہر ہے وہ یہ کہ آثار خوف اس قدر غالب ہو جائیں کہ اگر ان کو کم کرنا یا بھلانا بھی چاہے تو اختیار وقدرت سے باہر ہو یہ محض وہبی ہے جو درجات سابقہ مکتسبہ کے حاصل کرنے کے بعد محض عطائے حق سے بعض کو حاصل ہو جاتا ہے ایسا ہی اس کے مقابلے میں رجاء کے بھی درجات ہیں ایک درجہ شرط ایمان بمعنی احتمال نجات اور ایک درجہ فرض ہے ایک مستحب ہے اور ایک درجہ محض وہبی ہے۔

(۱) توکل کی حقیقت، (۲) خوف طبعی توکل کے منافی نہیں، (۳) معیت الٰہی کی حقیقت مع اقسام

تہذیب: سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں چند جگہ مثلاً مصر سے مدائن کی طرف بوجہ خوف اہل مصر تشریف لے جانا، عصا کا اژدھا بن جانے سے خائف ہونا مذکور ہے۔ اور صفت توکل بھی حضرات انبیاء علیہم السلام میں کامل ہوتی ہے تو یہ خوف کس وجہ سے تھا، اور باوصف حضور معیت حق تعالیٰ کے اس خوف کا کیا سبب ہوا اور امور طبعی بشری کا ظہور باوجود حصول حضور معیت حق تعالیٰ ہوتا ہے یا نہیں، براہ کرم توکل کی حقیقت اور معیت حق تعالیٰ کا مفہوم بھی زیب قلم فرمایا جائے۔

جواب: خوف ایک امر طبعی مثل جوع وعطش وفرح وغضب وحزن وغیرہ کے ہے پس جیسے یہ کیفیت منافی کمال نبوت نہیں، ایسے ہی خوف بھی منافی نبوت کے نہیں نہ منافی توکل، کیونکہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ غیر حق کی طرف باعتبار اعتقاد نفع وضرر کے قصداً التفات نہ ہو اور بلا قصد التفات ہو جانا جو کہ امر طبعی ہے منافی توکل کے نہیں اور اس التفات بلا قصد میں ایسا خوف نہیں ہوتا کہ کسی واجب کے ترک کا سبب ہو جائے جیسا عوام کو ایسا بھی ہو جاتا ہے اور اسی تفصیل کی بنا پر سورۂ احزاب میں حضور اقدس

ﷺ کی نسبت تخشی الناس فرمایا ہے اور حضرات رسل علیہم السلام کی نسبت جس میں حضور اقدس ﷺ بھی داخل ہے۔ یبلغون رسالات اللہ ویخمشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ فرمایا ہے۔ یبلغون رسالات اللہ قرینہ واضحہ ہے کہ مامور بہ یعنی واجب یا مندوب میں یہ خوف حائل نہیں ہوتا۔ یہ تو توکل کے منافی نہ ہونے کی تقریر تھی، باقی رہی معیت کی بحث تو معیت کے انواع مختلف ہیں ایک معیت علمیہ یعنی حق تعالیٰ کے علم کا ہر ایک کو محیط ہونا، یہ معیت عام ہے ہر شے کو مومن کو بھی کافر کو بھی، مکلفین کو بھی غیر مکلفین کو بھی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ قد احاط بکل شیٔ علما اور یہی معیت ہے اس آیت میں وھو معکم اینما کنتم اور اس عموم کا اعتقاد منجملہ عقائد لازم کے ہے اور یہ معیت سب کے لئے ثابت ہے خواہ وہ اس کا معتقد بھی نہ ہو تو اس معیت کے ساتھ خوف کا منافی نہ ہونا تو ظاہر ہے اور یہ معیت عام کہلاتی ہے۔ دوسری نوع معیت خاص ہے یعنی معیت بالرحمۃ، معیت بالنصرۃ، پھر رحمت کی صورتیں بھی مختلف میں اسی طرح نصرت کی بھی یہ بجمیع اقسامہا عام نہیں ہے (بلکہ اسکے ایسے عموم کا اعتقاد واجب ہے جس کے ساتھ وعدہ ہے حسب وعدہ اس کا اعتقاد اس پر واجب ہے اور اسی اعتقاد کے موافق عمل لازم ہے) کاملین خصوص انبیاء علیہم السلام میں نہ اعتقاد کی کمی کا احتمال ہے اور نہ اس اعتقاد کے مقتضاء پر عمل میں کوتاہی کا احتمال ہے۔ پس جب تک حق تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ نہ ہو کہ یہ اژدھا تم کو ضرر نہ پہنچا سکے گا اس وقت تک نہ اس کا اعتقاد موسیٰ علیہ السلام پر واجب ہے اور نہ عدم فرار واجب۔ کیونکہ جس معیت کا وعدہ نہیں اس کا اعتقاد یا اس پر عمل بھی واجب نہیں اور بوجہ احتمال ضرر کے اس سے فرار بھی جائز، اور یہی خوف ضرر ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعون کے پاس جانے میں مگر جب وعدہ ہو گیا اننی معکما اسمع واری تو پھر کیسی بے دھڑک گفتگو فرمائی اور اس تقریر سے معیت کی حقیقت مع اقسام بھی معلوم ہو گئی۔

خشیت عقلی اور محبت عقلی کی تعریف

تہذیب: خشیت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو متوجہ کرے اور منکرہ سے رکنے کی طرف، اس طرح محبتِ عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو شریعت پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرے۔

خشیت وفکر کی کمی کی علامت

تہذیب: آج کل عملی خرابی عام طور پر پھیلی ہوئی ہے کہ جو شخص عمل کے اعتبار سے جس حالت میں وہ اس پر قناعت کئے ہوئے ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے اندر کوئی نقص نہیں، تغیر اور تبدل کی حاجت

نہیں، یہ خشیت وفکر اور ذہن کی کمی ہے۔

تقویٰ شرعی کی حد

تہذیب: تقویٰ شرعی حد وہ ہے کہ خوف خدا کے ساتھ عمل بھی ہو، اگر عمل نہ ہو محض خوف ہی ہو تو وہ تقویٰ شرعی نہ ہوگا۔

خوف ورجاء عقلی کی حد

تہذیب: خوف ورجاء عقلی مامور بہ ہے، خوف عقلی کا حاصل یہ ہے کہ احتمال کے درجہ میں یہ خیال ہو کہ شائد مجھے سزاء ہو اور رجاء عقلی یہ ہے کہ درجۂ احتمال میں یہ خیال ہو کہ شائد بدونِ سزا ہی کے مغفرت ہو جائے۔

حبِ عقلی اور خوف کاملین کو خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ہوتا

تہذیب: خوف عقلی انبیاء کو خدا کے سوا کسی سے نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے:۔ وما هم بضارين به من احد الا باذن الله کو بدون خدا کے کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی وہ ضار و نافع حق تعالیٰ کو سمجھتے ہیں۔ اسی طرح کاملین کو حبِ عقلی خدا کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا مبنیٰ کمالات پر ہے اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی بالذات کمالات نہیں، ہاں حب طبعی وخوف غیر خدا سے بھی ہو سکتا ہے۔

خوف ومحبت کا درجہ مقصود اور اس کے تحصیل کا طریقہ

تہذیب: غلبۂ خوف اور محبت دونوں میں مقصود وہ درجہ ہے جس کے ساتھ دوسرے مصالح بھی فوت نہ ہوں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ہر حال میں یکساں غلبہ نہ ہو بلکہ ایک وقت میں محض خوف اور محبت ہی کا غلبہ ہو اور کسی کام کی طرف التفات نہ ہو اور ایک وقت میں دوسرے کاموں کی طرف بھی التفات ہو مگر دل میں خوف ومحبت کی وجہ سے آرہ بھی چل رہا ہو، جیسے طاعون کے زمانہ میں موت کا غلبہ ہر وقت رہتا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ کھانا پینا بھی چھوٹ جائے۔ اس حالت کی تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ موت کی یاد کثرت سے کرو، یعنی اس کو غالب رکھو، اور نماز ایسی پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کرنے والا نماز پڑھتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے۔ صل صلوٰۃ مودع۔

☆☆☆

صبر

صبر حقیقی کے تسہیل کا طریقہ

تہذیب: آنسو بہنا، آہ آہ منہ سے نکلنا خلاف صبر نہیں، بلکہ رو لینے سے صبر حقیقی زیادہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ دل کا غبار نکل جاتا ہے۔

بیماری میں آہ آہ کرنا خلاف صبر نہیں

تہذیب: بعض لوگوں کو تقویٰ کا ہیضہ ہو جاتا ہے وہ بیماری میں آہ آہ کرنے کو خلاف صبر سمجھتے ہیں، اس لئے اللہ اللہ کرتے ہیں تا کہ قوتِ قلب ظاہر ہو، مگر یہ معرفت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ اللہ مظہر الوہیت ہے اور آہ آہ مظہر عبدیت ہے۔

بے صبری کی متعدد صورتیں اور ان کا علاج

تہذیب: سوال: صبر پر جو وعدہ ثواب کا ہے وہ کس صورت میں ہے یعنی کوئی شخص کسی انتقام یا تکلیف کے دور کرنے پر قادر ہے اور نہ کرے اور صبر کرے تب اجر ملے گا، یا قادر نہ ہو پھر صبر کرے اس پر اجر ملے گا۔

جواب: بے صبری کی متعدد صورتیں ہیں (۱) انتقام بالمثل لینا، اس کا ترک کرنا صبر ہے یہ مشروط ہے قدرت کے ساتھ (۲) دوسری صورت زبان سے بُرا بھلا کہنا، سامنے یا پسِ پشت بددعاء دینا غیر قادر علی الانتقام بھی اس پر قادر ہے اس کے لئے ترک کرنا صبر ہے اسی طرح اہلِ میت گو مدافعت پر قادر نہیں، لیکن نوحہ وشکایت پر تو قادر ہیں، ان کی یہ بے صبری ہے اور اس کا ترک کرنا صبر ہے اور جو کسی فعل پر بھی قادر نہ ہو جیسے اندھا کہ دیکھنے پر تو بالکل قادر نہیں مگر تصور یا عزم بصورت ابصار یا تمنائے ابصار لِلا ابصار پر تو قادر ہے اس کی بے صبری یہ ہے اور اس کا ترک صبر ہے۔ ہر شخص کو اس کے مناسب صبر پر اجر ملتا ہے یہ تفصیل تو اجر صبر میں ہے اور ایک اجر خود تکلیف پر بھی ہوتا ہے اس میں صبر کی قید نہیں اگر صبر کیا تو دو اجر ملیں گے ایک صبر کا دوسرے تکلیف کا اور اگر صبر نہ کیا تو تکلیف کا اجر ملے گا اور بے صبری کا گناہ ہوگا، جیسے ایک شخص نماز پڑھے اور روزہ نہ رکھے تو نماز کا ثواب ملے گا اور روزہ نہ رکھنے کا گناہ ہوگا۔

غیر مبتلائے مصیبت کے لئے اجر مصائب حاصل کرنے کا طریقہ

تہذیب: جب کہ مصیبت اور بلا نہ ہو تو اجر حاصل کرنے کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ یہ ارادہ رکھے کہ بلاو مصیبت کے وقت صبر کریں گے۔

مصیبت معصیت کی علامت

تہذیب: جو مصیبت کسی گناہ کی سزا میں پہنچتی ہے اس میں پریشانی محسوس ہوا کرتی ہے اور جو رفع درجات کے لئے ہوتی ہے اس میں پریشانی نہیں ہوتی۔

مسلمان کسی مصیبت میں بھی خسارہ میں نہیں

تہذیب: مسلمان کو کسی کھیتی کے پالا پڑنے سے کامل طور پر نقصان نہیں ہوتا، گو کھیتی ساری برباد ہو جائے مگر اسی مصیبت سے اجرِ صبر بڑھ جائے گا، اور آخرت میں جو ثواب اس کے بدلہ میں ملے گا، وہ اس کھیتی سے لاکھ درجہ افضل ہوگا، کیونکہ اجر آخرت کی شان یہ ہے

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد ☆ آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ☆ کہ بیک گل می خری گلزار را

کلماتِ تعزیت

تہذیب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال میں حضرت خضر علیہ السلام نے صحابہؓ کو اس طرح تسلی فرمائی تھی۔ ان فی اللہ جزاء من کل مصیبۃ و خلفاً من کل فائت فباللہ ثقوا و ایاہ فارجوا فانما المحروم من حرم الثواب. یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر مصیبت سے تسلی ہے اور ہر فوت ہونے والے کا عوض ہے پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو، کیونکہ پورا محروم تو وہی ہے، جو ثواب سے محروم رہے اور مسلمان تو کسی مصیبت میں ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

تحصیل صبر کا طریقہ مصائب کی فضائل اور حکمتوں پر غور کرنا ہے

تہذیب: تکوینیات ناگوار کا منشاء بھی حق تعالیٰ کی محبت ہی ہے مگر اس میں ماں کی محبت کا رنگ نہیں ہے بلکہ باپ کی محبت کا رنگ ہے باپ کی محبت یہی ہے کہ جب لڑکا شرارت کرے تو چار ادھر لگائے اور چار اُدھر۔ حضرات ان مصائب سے حق تعالیٰ ہم کو مہذب بنانا چاہتے ہیں، تاکہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے، ہم لوگ اپنے اعمال بد سے اپنے آپ کو تباہ کرنے میں کسر نہیں کرتے، حق تعالیٰ ان سزاؤں سے

ہم کو راستہ پر لگا دیتے ہیں اور دماغ درست کر دیتے ہیں، پھر حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی مصائب سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے نیز ایک روایت میں ہے بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے بندہ کو خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مصیبت یا مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں جس سے وہ اس درجۂ عالیہ کو پالیتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اہلِ مصائب کو ثوابِ کثیر ملتا ہے تو دیکھ کر اہلِ نعم کہیں گے **یا لیت جلو دنا قرضت بالمقاریض فنعطی مثل ما اوتوا** یعنی کاش ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں۔ تاکہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے، اب بتلائیے یہ مصائب متاعب تکوینیہ محبت حق سے ناشی ہیں یا نہیں، حق تعالیٰ کے امتحانات و ابتلاآت کو لوگ مصیبت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں غایت عروج اور راحت کا سبب ہیں اور یہ حکمتیں آخرت میں جا کر سب کو منکشف ہونگی، لیکن عارفین کو ان کی حکمتیں دنیا ہی میں منکشف ہو جاتی ہیں جن سے مصائب بھی نہیں رہتے بلکہ نعم ہو جاتے ہیں۔

مصیبت اپنے محل کے اعتبار سے مصیبت ہے

تہذیب: کوئی مصیبت اپنی ذات میں مصیبت نہیں بلکہ محل کے اعتبار سے مصیبت ہے ممکن ہے کہ جو چیز ایک محل میں مصیبت ہو، دوسرے محل میں مصیبت نہ ہو چنانچہ قطع جلد تندرست کے لئے مصیبت ہے مگر مریض محتاج آپریشن کے لئے صحت ہے، فاقہ تندرست کے لئے مصیبت اور مریض بدہضمی کے لئے راحت وصحت ہے وعلیٰ ہذا۔ اسی طرح یہ حوادث انفس واموال واولاد غیر عارف کے لئے مصائب ہیں مگر عارف کے لئے جو حکم تکوینیہ کو سمجھتا ہے مصائب نہیں۔

تعلق مع اللہ سے مصیبت میں بھی کلفت نہ ہوگی

تہذیب: اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اس کا اثر یہ ہوگا کہ فقدان اسباب میں بھی ایک سبب راحت کو موجود رہے گا۔ کیونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب وحکیم سمجھے گا اور جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو پھر کسی حالت میں اس کو کلفت نہ ہوگی۔

حوادث تعلق مع اللہ کے ساتھ ضرر رساں نہیں

تہذیب: افلاطون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر حوادث تیر ہوں اور آسمان کمان ہو تیرانداز حق تعالیٰ ہوں تو بچنے کی کیا صورت ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تیرانداز کے پہلو میں جا کھڑا ہو پھر تیر سے بچا رہے گا۔ کیونکہ تیر اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اس کے زد پر ہو اور جو تیر سے

انداز کے پہلو میں کھڑا ہوا اس پر تیر نہیں پہنچتا۔ یعنی تعلق مع اللہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے حوادث ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

مصیبت میں دو اجر ہیں

تہذیب: احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس مصیبت سے جو نفس کو تکلیف ہوتی ہے اُس پر بھی ثواب ملتا ہے اور صبر کا اجر الگ ہے۔

صبر و مصابرت اور مرابطت کے معنی

تہذیب: صبر کے معنی ہیں نفس کو ناگوار امور پر جمانا اور مصابرت کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے ناگوار امور پر نفس کو ثابت قدم رکھنا۔ اور مرابطت کے معنی یہ ہیں کہ صبر و مصابرت پر مواظبت کی جائے۔

انبیاء علیہم السلام کی مراتب رفیعہ کی وجہ صبر ہی ہے

تہذیب: حضرات انبیاء علیہم السلام کے جو مراتب بلند ہیں اس کی یہی تو وجہ ہے کہ انہوں نے سب سے زیادہ قیود و حدود کا حق ادا کیا ہے۔ اُن پر وہ بلائیں گذری ہیں جن کو دوسرا برداشت نہیں کر سکتا

زاں بلا ہا کا نبیاء برداشتند ☆ سر بچرخ ہفتمیں برداشتند

تمام اعمال شرعیہ صبر ہی کے عنوان ہیں

تہذیب: اعمال شرعیہ کو اللہ تعالیٰ نے صبر کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ اصبروا وصابروا درابطوا تا کہ سنتے ہی مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ اس میں ہمت کی ضرورت ہوگی، پس اب سالکین کو جی نہ لگنے کی شکایت کرنا فضول ہے کیونکہ تم کو تو صبر ہی کا امر ہے اور ہر عمل کی حقیقت صبر ہی ہے اور صبر میں نہ لگنا کیسا بلکہ جی نہ لگنے کی صورت میں زیادہ جوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ثواب زیادہ دینا چاہتے ہیں۔

مصائب غیر اختیاری اہلِ محبت کیلئے موجب ازدیادِ محبت ہیں

تہذیب: مصائب دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو منجانب اللہ نازل ہوتے ہیں، جس میں بندے کے کسب کو بالکل دخل نہیں، بلکہ اس کا منشاء محض مشیت ایزدی ہوتا ہے اس قسم کے مصائب تو واقعی اہلِ محبت کے لئے ہمیشہ موجب ازدیاد محبت ہوتے ہیں اور ایک وہ مصائب ہوتے ہیں جو بندہ پر اس کے کسب واختیار سے ہوتے ہیں، اس قسم کے مصائب موجب ازدیاد محبت نہیں ہوتے۔

مصائب کے فوائد

تہذیب: اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلمان کو مصائب و تکالیف دے کر اس کا میل صاف کرتے ہیں، یعنی وساوس و معاصی سے جو غفلت قلب میں پیدا ہو جاتی ہے اس کو دور کرتے ہیں یہ تو آخرت کی بھلائی ہوئی اور دنیا کی بھلائی یہ ہوتی ہے کہ مصائب و تکالیف سے انسان کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں اور اخلاق کی درستی سے بہت راحت ملتی ہے کیونکہ بد خلق سے سب کو وحشت ہوتی ہے لوگ اس کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ نیز اس کے یعنی (اہل مصیبت کے) دل پر دنیا کی حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ دنیا دل لگانے کی چیز نہیں ہے۔

مصائب کے وقت کا دستور العمل

تہذیب: مصائب کو گناہوں کی سزا سمجھو، یا ایمان کی آزمائش سمجھو، مگر یہ مت سمجھو کہ خدا تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں کیونکہ یہ خیال خطرناک ہے اس سے تعلق ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ تعلق زائل ہو جاتا ہے۔

مصائب کو ہلکا کرنے کی تدبیر

تہذیب: مصیبت کو ہلکا کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ اپنے گناہ کو یاد کرے، دوسری تدبیر یہ ہے کہ مصیبت کے ثواب کو یاد کرے۔ تیسرے یہ سمجھے کہ مصیبت سے ایمان کی آزمائش ہے کہ آیا اس میں ایمان ہے یا نہیں چوتھے یہ کہ عبدیت غالب ہو جاتی ہے اور دعویٰ و غرور و تکبر کا میل کچیل معلوم ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت منکشف ہو کر سمجھ میں آجاتا ہے کہ آدمی کو کبھی دعویٰ نہ کرنا چاہئے۔ پانچویں یہ کہ مصائب میں استحضار عظمت الٰہی کا ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں اپنا عجز زیادہ منکشف ہوتا ہے پس مصائب سے انسان پر عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اور عبدیت اعلیٰ کا مقام ہے

اہلکاراں بوقت معزولی ☆ شبلی وقت و بایزید شوند
باز چوں می رسند بر سرکار ☆ شمر ذی الجوشن و یزید شوند

مصیبت فی نفسہ نعمت ہے گو صبر نہ ہو

تہذیب: بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ مصیبت پر بغیر صبر کے بھی ثواب ملتا ہے۔ صبر کا اجر اس کے علاوہ ہے تو اب مصیبت فی نفسہ نعمت ہے۔

مصیبت کے وقت صبر مطلوب ہے

تہذیب: مصیبت کے وقت صبر مطلوب ہے کہ اس کو خدا کا تصرف سمجھ کر راضی رہے اور دل میں خدا سے شکایت نہ لائے نہ ظاہر میں جزع فزع کرے۔

پریشانیوں کے اسباب اختیاریہ کو خود مول لینا یا مدافعت نہ کرنا سخت مضر ہے

تہذیب: جس پریشانی کا جلب وسلب اختیاری ہو اس کے اسباب کو خود پیدا کرنا سخت مضر ہے اور جس کے اسباب جلب اختیاری نہیں لیکن دفع اختیاری ہے اس کے اسباب مدافعت کو اختیار نہ کرنا اور پریشانی میں مبتلا رہنا بھی مضر ہے اور ایک پریشانی وہ ہے جس کا نہ جلب اختیار میں ہے نہ سلب یہ واقع خیر ہے۔

پریشانی غیر اختیاری واقعی مجاہدہ اور خیر ہی خیر ہے اور پریشانی اختیاری میں نور نہیں ظلمت ہوتی ہے

تہذیب: جس مصیبت کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کی مدافعت پر بھی قادر نہ ہو، سو یہ واقع مجاہدہ ہے اور اب اس پریشانی سے کچھ ضرر نہ ہوگا، بلکہ اس میں نورانیت ہوتی ہے اور جو پریشانی اختیار سے لائی جاتی ہے اس میں نور نہیں ہوتا، بلکہ ظلمت ہوتی ہے۔ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہے اور وہ اس کا علاج نہیں کرتا۔ اس میں پریشان ہے تو اس میں نور نہ ہوگا اور ایک صورت یہ ہے کہ بچہ بیمار تھا اس کا علاج کیا گیا اور علاج کے بعد وہ مر گیا تو اس سے پریشان نہ ہوگی، عارف ایسی مصیبت میں دل شاد ہوتا ہے اور ظاہر میں مغموم۔

مصائب تکوینیہ میں تحمل پیدا کرنے کا طریقہ تعلق مع اللہ ہے

تہذیب: مصائب تکوینیہ کے تحمل کا طریقہ تعلق مع اللہ ہے، اس کو پیدا کر کے دیکھو، پھر سب مصائب طاقت کے اندر ہیں، کوئی طاقت مافوق الطاقۃ نہیں، کیونکہ کام تو وہ خود کرتے ہیں تم تو صرف طریق اور سڑک مظہر ہو، کہ فعل تم سے ظاہر ہو جاتا ہے ورنہ کرنے والے وہ خود ہیں، تو اب تحمل اس لئے ہو جائے گا کہ وہ تمہارے قلب میں قوتِ تحمل پیدا کر دیں گے۔

عارف کو عقلی رنج مصائب پر نہیں ہوتا اور اس کی وجہ

تہذیب: اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ ان کی مفارقت کا رنج کیا جائے اور خالق کا حق یہ ہے کہ عقلاً اس کے ہر تصرف پر راضی رہے۔ عارف کو طبعی رنج تو ہوتا ہے مگر اس کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔ نہ اس سے

پریشانی ہوتی ہے۔ عقلی رنج اس کو نہیں ہوتا اور پریشانی کی جڑ یہی ہے، عارف کو عقلی رنج اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ انا اللہ کے مضمون کو پیش نظر رکھتا ہے۔

عسر غیر اختیاری عقوبت ہی نہیں اور اس کی دلیل

تہذیب: اگر کوئی مشقت اور پریشانی تم کو پیش آئے تو اس کو اپنے لئے عقوبت ہی نہ سمجھو۔ جب کہ قصد کو اس میں دخل نہ ہو۔ بلکہ بلا قصد واختیار آئی ہو۔ **لقولہ تعالیٰ ان مع العسیر یسرا** یہاں عسر سے مراد غیر اختیاری ہی ہے کیونکہ اس سے اوپر جس عسر کا ذکر ہے وہ غیر اختیاری ہی تھا۔ **روضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک** ۔ظاہر ہے کہ حضور ﷺ پر جو ثقل وحی وغیرہ کا تھا وہ غیر اختیاری تھا اور اس میں معیت یسر ظاہر ہے۔ کیونکہ اس سے رفع درجات اور ترقی کا اجر ہوتا ہے۔

معیار حقیقت مصیبت وصورتِ مصیبت کا

تہذیب: جس مصیبت سے انقباض اور پریشانی بڑھے وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو تسلیم ورضا زیادہ ہو وہ حقیقت میں مصیبت نہیں، گو صورت مصیبت ہو اور صورت مصیبت رفع درجات وامتحان محبت کے واسطے بھی ہوتی ہے۔

واقعاتِ مصائب درحقیقت تجارت ہیں

تہذیب: یہ واقعات مصائب درحقیقت سب تجارت میں داخل ہیں کہ ایک چیز ہم سے لی جاتی ہے اور اس کے عوض دوسری چیز دے دی جاتی ہے۔ اور تجارت بھی ایسی کہ

نیم جاں بستاند و جان دہد ☆ انچہ درو ہمت نیاء ید آں دہد

علاوہ اس کے مصیبت حالاً تو مصیبت ہے مگر مآلاً نعمت ہے کیونکہ اس سے منافع ومصالح دینیہ ودنیویہ حاصل ہوتے ہیں۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ برسوں کے مجاہدات سے باطن کو وہ نفع نہیں ہوتا جو ایک ساعت کے حزن سے ہوتا ہے خاص کر ایمان کو پختگی ہوتی ہے جو امور باطنہ میں سب سے افضل ہے۔

----------☆☆☆☆----------

شکر

شکر منعم حقیقی کا طاعت سے ومجازی کا دعا سے بجالائے

حال: احقر کے استاد جو طبیب ہیں اچھے مالدار ہیں۔ وہ خرچ کے متعلق بہت کچھ اعانت کرتے ہیں اور احقر نے عرض بھی کیا کہ گرانی ہوتی ہے لیکن انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ ڈر لگتا ہے کہ شائد اس کا منشاء مرض ہو۔

تہذیب: ڈرنا تو بہت اچھی بات ہے ڈر ہی سے امن ہے۔ لیکن جب اپنی طرف سے نہ طلب ہے نہ اشراف بلکہ انقباض کو بھی ظاہر کر دیا اور پھر بھی وہ خدمت کرتے ہیں تو یہ نعمت ہے اس پر گو طبعاً انقباض ہو مگر عقلاً انبساط ہونا چاہئے اور اولاً خدا تعالیٰ کا کہ منعم حقیقی ہیں۔ اور ثانیاً ان صاحب کا کہ منعم مجازی ہیں یعنی واسطہ نعمت ہیں شکر ادا کرنا چاہئے اور وہ شکر حق تعالیٰ کا تو اطاعت ہے اور ان صاحب کا ان کے لئے دعا ہے۔

شکر کی حقیقت

تہذیب: شکر کی حقیقت یہ ہے کہ جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو اس حالت کو دل سے خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا (جوارح سے) گناہوں میں استعمال نہ کرنا شکر ہے۔

طریق تحصیل شکر

تہذیب: شکر کی ماہیت کے اجزاء سب افعال اختیاریہ ہیں ان کو بتکرار صادر کرنا یہی طریقہ تحصیل اور یہی طریقہ تسہیل ہے۔

ناشکری مذموم کی حد

تہذیب: ناشکری جو مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناشی ہے، منعم کی بے تعلقی سے اور جو

چیز منعم کے غایت تعلق سے ناشی ہو وہ محمود ہے مثلاً چوری ہوگئی اور اس کے سوچنے سے افسوس اگر نہ ہوتو اس کی ناشکری نہ کہیں گے کیونکہ یہ عدم تاسف ناشی ہے حق تعالیٰ کے غایت تعلق سے اس کو پیش نظر ہے کہ کوئی کام حق تعالیٰ کے بدونِ مشیت تو ہوتا نہیں اور جو مشیت سے ہوتا ہے وہ سب خیر ہی ہے اس لئے تاسف کی ضرورت نہیں۔

اعمال صالحہ کو عطائے حق ہونے کی وجہ سے قابل قدر سمجھو

تہذیب: عطائے حق ہونے کی وجہ سے یہ نماز و روزہ جس درجہ میں بھی ہے قابل قدر ہے لیکن اپنا کچھ کمال نہ سمجھے، جیسے ایک چمار کو بادشاہ موتی دے، تو وہ اپنے کو چمار ہی سمجھے گا، مگر اس کے ساتھ ہی موتی کو موتی سمجھے گا، پس شکر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو چمار و نا قابل ہی سمجھو، مگر اعمالِ صالحہ کو عطائے حق ہونے کی وجہ سے قابلِ قدر سمجھو اور نعمت حق کی بے قدری نہ کرو۔

تفویض و توکل

طریقہ حصولِ تفویض

تہذیب: خدا کی تجویز میں اپنی تجویز کو فنا کردو ابتداء میں تو اہل اللہ کی یہ حالت تکلف کے ساتھ حاصل ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی حکمت و قدرت کو سوچ سوچ کر اپنے ارادہ و تجویز کو فنا کرنا پڑتا ہے، پھر یہ اُن کے لئے امرِ طبعی بن جاتی ہے۔

حصول تفویض کا دوسرا طریقہ

تہذیب: اپنے ارادہ کو خدا کے ارادہ کا تابع کردیں کہ جو کچھ ہوگا، ہم اُس پر راضی ہیں۔ اس پر عمل شروع کر دیجئے اور برابر کرتے رہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن ملکہ راسخہ پیدا ہوجائے گا اور اسی سے راحت حاصل ہوگی بدون اس کے راحت نہیں مل سکتی۔ اور یہ کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ کثرت تکرار سے سب کام آسان ہوجاتے ہیں۔ دیکھئے آج کل جو لوگ پختہ حافظ ہیں وہ پہلے ہی دن سے پختہ نہیں ہوئے بلکہ کثرت تکرار سے پختہ بنے ہیں۔ یا آج جو خوش نویس ہے وہ کثرت مشق ہی سے خوش نویس ہوا ہے۔ اسی طرح کثرت تکرار سے تفویض حاصل ہوجائے گا۔ یہی عین عبدیت ہے اور بندگی ہے۔ غلام کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

اعتقادِ تقدیر میں بڑی قوت ہے

تہذیب: قلب کو جتنی قوت اعتقادِ تقدیر سے ہوئی ہے اور کسی چیز سے نہیں ہو سکتی کفار چاہے لاکھ یا قوتیاں کھائیں مگر اس اکسیر کے سامنے سب گرد ہیں یہ قائل تقدیر کسی حالت میں متزلزل نہیں ہو سکتا جو مصیبت سامنے آئے گی، یوں کہے گا کہ یہ تو مقدر تھی ٹلنے والی نہ تھی، خواہ میں راضی ہوں یا ناراض۔

پھر خدا کی تقدیر سے ناراض ہو کر عاقبت بھی کیوں خراب کی، پھر اسکے ساتھ اُس کے دل میں یہ آتا ہے کہ اس میں ضرور کوئی حکمت ہے۔

مفوض کامل کی شناخت

تہذیب: مفوض کامل وہ ہے کہ اگر عمر بھر اس کے کان میں یہ آواز آئے انک من اهل الجنة یا یہ آواز آتی رہے کہ انک من اهل النار تو کسی وقت بھی عمل ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے۔ بدستور کام میں لگا رہے۔ نہ پہلی آواز سے بے فکر ہو، نہ دوسری آواز سے دل برداشتہ ہو۔

توکل مطلوب

تہذیب: توکل مطلوب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اعتقاد رکھو، اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا جو وہ چاہیں گے وہی ہوگا اور خلاف شرع تدبیر نہ کرو، واللہ تم متوکل ہو۔

تمام تدابیر کے بعد تفویض ہی سے گرہ کھلتی ہے

تہذیب: حضرت بہت سے واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ جن میں تمام تدبیریں ختم ہو جاتی ہے اور کام نہیں ہوگا۔ بس گرہ اس وقت کھلتی ہے جب بندہ یوں کہتا ہے کہ اے اللہ آپ ہی اس کام کو پورا کریں گے تو پورا ہوگا میں تو عاجز و درماندہ ہوں۔

تفویض کلی کے حصول کا طریقہ

تہذیب: مرتے وقت تفویض کلی اس کو حاصل ہے جو زندگی بھر اسی میں مشغول رہا ہو ورنہ موت کا وقت تو سخت نازک ہے وہ تحصیل نسبت و طے مقامات و تکمیل تفویض کا وقت تھوڑا ہی ہے کہ اسی وقت کام شروع کرو اور اسی وقت حاصل بھی کرلو۔

صاحب تفویض تدابیر کو محض سنت سمجھ کر کرتا ہے

تہذیب: صاحب تفویض تو ہر امر میں ابتداء ہی سے تفویض کرتا ہے اور تدبیر جو کچھ کرتا ہے

محض سنت واطاعت سمجھ کر کرتا ہے اس کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ تدبیر ضرور کامیاب ہی ہو بلکہ وہ کامیابی اور ناکامی کو حق تعالیٰ کے سپرد کر کے کوشش کرتا ہے اور دونوں حالت میں راضی رہتا ہے۔

تفویض حقیقی کا معیار

تہذیب: تفویض سے بڑھ کر راحت کا آلہ دنیا میں کوئی نہیں مگر راحت کی نیت سے تفویض کرنا دین نہیں بلکہ دنیا ہے حقیقی تفویض وہ ہے جس میں یہ بھی قصد نہ ہو کہ اس سے چین ملے گا بلکہ محض رضائے حق کا قصد ہو۔

توکل مستحب کے شرائط

تہذیب: توکل مستحب کے لئے ضرورت ہے فطرۃ قوت قلب اور حقوق واجبہ کا ذمہ ہونا یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔

تفویض کی حقیقت

تہذیب: تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے، تدبیر کرے اور تدبیر کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کر دے۔

راحت کا نسخۂ اکسیر

تہذیب: تم اپنی طرف سے نہ بلا تجویز کرو نہ راحت بلکہ جو وہ تجویز کر دیں اس پر راضی رہو۔ حضرت یہ نسخہ ایسا اکسیر ہے جس سے نہ اہل دنیا کو استغنا ہے نہ اہلِ دین کو نہ علماء کو استغناء ہے نہ عرفاء کو بلکہ تمام عالم اس کا محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری مثال ایسی ہے جیسے لنگڑا ہرن شیر کے پنجے میں ہو

تہذیب: واللہ سارے راستے بند ہیں تم کہیں ان کے قبضے سے باہر نہیں جا سکتے بس ہماری مثال ایسی ہے جیسے لنگڑا ہرن شیر کے پنجے میں ہو، اب بتلاؤ کہ اگر لنگڑا ہرن شیر کے پنجہ میں ہو چھوٹنے کی کوشش کرے تو یہ اس کی حماقت ہے یا نہیں۔ بس اس کی خیر اسی میں ہے کہ اپنے کو شیر کے سامنے ڈال دے اور اس کے ہر تصرف پر راضی ہو جائے خواہ کھالے خواہ چھوڑ دے

غیر تسلیم و رضا کو چارہ ☆ در کف شیر نرخوں خوارۂ

اسلام کی حقیقت تفویض ہے

تہذیب: اسلام کی حقیقت تفویض ہے جو تمام حالات کو شامل ہے خواہ حالات آفاقیہ ہوں خواہ انفسیہ ہوں، پھر انفسیہ میں خواہ احوال حسیہ ہوں جیسے مرض وصحت اور قوت وضعف خواہ باطنیہ ہوں جیسے قبض وبسط، ہیبت وانس اور محبت شوق وامثالہا سب کو اپنے سر آنکھوں پر رکھے۔

محققین کی تفویض کا حاصل طلب عبدیت ہے وبس

تہذیب: محققین تفویض بغرض راحت کو دنیائے محض کہتے ہیں وہ تفویض کے طالب محض اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق بندہ پر ہیں "منجملہ ان کے یہ حق بھی ہے کہ بندہ اپنے ارادہ اور تجویز کو ان کے ارادہ وتجویز میں فنا کردے، ان کو محض عبدیت مطلوب ہے اور حق الوہیت کا ادا کرنا یہی عبدیت ہے۔

مربی حقیقی کے طریق تربیت پر راضی رہنا چاہئے

حال: اعتکاف کی حالت میں ملازموں پر غیظ وغضب اور بعض اوقات مار و پیٹ کی نوبت بھی آجاتی ہے جو یونہی آداب مسجد کے خلاف ہے چہ جائیکہ حالتِ اعتکاف میں اس لئے اعتکاف کے خاتمہ پر بجائے دل مسرور مطمئن ہونے کو ملامت ہی کرتا ہے۔

تہذیب: اگر مربی حقیقی کو اسی حالت کے ذریعہ سے تربیت پسند ہو کہ ایسی لغزشیں ہوں جن سے اپنے اعتکاف پر نظر ہی نہ ہو بلکہ بجائے ناز کے اس پر استغفار اور ندامت ہو تو پھر یہ بھی عین رحمت ہے۔

تعلیم تفویض

تہذیب: ہرچہ از دوست می رسد نیکوست، خواہ عسرت ہو یا فراخی اس پر کار بند رہنا چاہئے۔

عالم میں خیر وشر ایمان وکفر سب مطابق حکمت ہیں

تہذیب: عالم میں خیر وشر ایمان وکفر سب مطابق حکمت کے ہیں چنانچہ محققین نے اس حکمت کو اس طرح واضح بیان فرمایا ہے کہ صفات الٰہیہ سب جمیل ہیں اور جمالِ مقتضی ظہور کا ہے۔ پس اسماء الٰہیہ (جو صفات الٰہیہ میں) بھی مقتضی ہوں گے ظہور کے، اور اسماء کی دو قسمیں ہیں جمالیہ، جلالیہ، پس بعض کائنات مظہر ہیں جمال کے بعض جلال کے اس لئے عالم میں خیر وشر کا ہونا ضروری ہے (لیکن اقتضا سے

مراد معنی لغوی نہیں ہے تاکہ اضطراب کا شبہ کیا جاوے بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہیں وہ اپنی اصطلاح میں مطلق ترتب کو بھی اقتضا سے تعبیر کردیتے ہیں گو ترتب درجہ لزوم و وجوب میں نہ ہو۔)

وحدۃ الوجود کی حقیقت اور اس کا حکم

تہذیب: وحدۃ الوجود کی حقیقت یہ ہے کہ سالک کے دل پر ہستی حق کا خیال رچ جاتا ہے۔ اور اس کا تصور غالب ہوجاتا ہے تو اب ہر چیز میں اس کو وہی نظر آنے لگتا ہے اور اس وقت وہ ہمہ اوست کہنے لگتا ہے مگر اس حالت کے اقوال میں ان کی تقلید نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ باتیں وہ غلبۂ حال اور درجۂ معذوری میں کرتے ہیں۔

تفویض بغرض راحت تجویز ہے

تہذیب: فنا بغرض شہرت کبر ہے اسی طرح تفویض بغرض راحت تجویز ہے بعض لوگ اس غرض سے تفویض کرتے ہیں کہ اس میں راحت بہت ہے تم اس کا قصد کرکے تارک تفویض نہ بنو، بلکہ فنا کا اس کے لئے قصد کرو کہ تم واقعی میں فنا ہی کے مستحق ہو۔ وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب اور تفویض اسی نیت سے کرو کہ یہ محبوب کا حق ہے کہ سب کام اسی کے سپرد کردیا جاوے

سپردم بتو مایۂ خویش را ☆ تو دانی حساب کم و بیش را

اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتا

تہذیب: اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتا عقل و تدبیر سے کام لینا چاہئے پھر جب بالکل ہی مغلوب و عاجز ہوجاؤ تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہو۔

ترک اسباب کی حقیقت

تہذیب: ترک اسباب کی حقیقت ہے ترک اسباب مظنونہ غیر مامور بہا، یعنی جن اسباب پر مسبب کا ترتب عادۃً یقینی و قطعی نہ ہو اور شرعاً وہ واجب بھی نہ ہو ان کو ترک کردینا جائز ہے باقی سب پر عادۃً مسببات کا ترتب یقینی ہے ان کا ترک جائز نہیں۔ مثلاً عادۃً کھانا کھانے پر شبع کا ترتب اور پانی پینے پر سیرابی کا ترتب اور اسبابِ مظنونہ کا ترک بھی اس شخص کو جائز ہے جو خود بھی قوی الہمت ہو اور اس کے اہل وعیال بھی یا اس کے اہل وعیال ہی نہ ہوں۔ اسی طرح اسبابِ مامور بہا کا ترک توکل نہیں کیونکہ وہ سب اسباب قطعیہ یقینیہ ہیں۔

تفویض والا بڑی راحت میں رہتا ہے

تہذیب: تم اپنی تجویز کو دخل نہ دو بلکہ اپنی تربیت کو خدا کے سپرد کر دو تفویض سے کام لو کہ وہ جس طرح چاہیں تربیت کریں، حالات و کیفیات عطا کریں یا سب کو سلب کر لیں۔ تفویض والا بڑی راحت میں رہتا ہے اس کو کسی حال میں پریشانی نہیں ہوتی، کیونکہ رنج وغم اور پریشانی کی حقیقت یہی ہے کہ خلاف ارادہ وخلافِ توقع کا ظہور ہو اور صاحب تفویض کا ارادہ اور توقع ہی کچھ نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے تفویض وتقدیر کا مسئلہ اسی لئے بتلایا ہے کہ پریشانی اور غم سے ہم بچے رہیں مگر تفویض وتوکل اس نیت سے اختیار نہ کرو کہ راحت حاصل ہوگی کیونکہ اس سے راحت تو بہر حال ہوگی مگر اس نیت سے ثواب باطل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اس نیت کی نحوست سے راحت بھی کم نصیب ہو نیز اس درجہ کا رضا وقرب بھی نہیں ہوتا جیسا کہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ جو تفویض کو محض حق تعالیٰ کا حق سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔

صدق وتفویض کا طریقہ

تہذیب: محققین کا قول ہے کہ تفویض اس نیت سے اختیار نہ کرے کہ اس سے راحت ہوتی ہے بلکہ محض اس لئے اختیار کرے کہ یہ حق تعالیٰ کا حق عظمت ہے یعنی تم یہ سمجھ کر تفویض اختیار کرو کہ تم غلام ہو اور وہ آقا ہیں اور آقا کا حق ہے کہ غلام اپنے سب امور اس کو مفوض کر دے اور اپنی منفعت اور مصلحت کا خیال نہ کرے۔ پھر وہ مصالح ومنافع بھی خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ تفویض کے ساتھ لگے ہوئے ہیں لیکن اداء حق عظمت کے ساتھ وہ منافع مع ثواب ورضاء کے حاصل ہونگے اور اس کے بغیر گو منافع مرتب ہوں گے مگر اس میں رضا وقرب زیادہ نہ ہوگا۔

کمالِ عبدیت کی شناخت

تہذیب: کمالِ عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور حق تعالیٰ جو تصرف اس کے اندر کرے اس پر راضی رہے، جہاں اس کا تصور ہو کہ یہ تصرف حق ہے بس برف سا دل پر رکھ جائے۔

تفویض کے معنی ترک تدبر نہیں بلکہ تدبیر کے بعد ہر تصرف حق پر راضی رہنا ہے

تہذیب: بعض دفعہ یہ بات دیکھی کہ اگر باوجود احتیاط کے کچھ مالی نقصان ہو گیا تو زیادہ قلق

نہیں ہوا، لیکن اگر بے احتیاطی سے کچھ نقصان ہو گیا تو قلق زیادہ ہوتا تھا، ایک دن مجھے متنبہ ہوا کہ یہ تو ناقص حالت ہے آخر فقط مال پر اتنا زیادہ قلق کیوں ہے۔ اس وقت یہ علاج وارد ہوا کہ یہ بھی حق تعالیٰ کا تصرف ہے کہ بے احتیاطی کی حالت میں یہ نقصان ہو گیا بس یہ تصور کرنا تھا کہ ایک ہی جلسہ میں مرض کی اصلاح ہو گئی شائد کوئی یہ کہے کہ پھر ازالہ نقص کی تدبیر ہی کی کیا ضرورت ہے، مجاہدہ و ریاضت کی کیا حاجت ہے بس جیسا خدا نے دیدیا اسی پر راضی رہنا چاہئے تکبر دیا تو اس پر راضی بخل دیا ہو تو اس پر خوش کیونکہ تصرف حق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ترک تدبیر کی تم کو اجازت نہیں تم تدبیر کرنے کے مامور ہو اسلئے تدبیر کرنا واجب ہے، ہاں تدبیر کے بعد بھی اگر نقص رہے گا تو یہ تصرف حق ہے اور موافقت ہے تقدیر کی، تو سمجھ لو کہ عین گناہ کے وقت یا گناہ سے پہلے عزم کے وقت اس تصور سے کام نہیں لے سکتے کیونکہ تم کو ابھی سے کیا خبر ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے یہ تصرف مقدر کیا ہے کہ فلاں گناہ کرو گے پھر جس وقت گناہ کرتے ہو اس وقت موافقت تقدیر کی نیت کب ہوتی ہے اس وقت تو اپنی خواہش کا پورا کرنا مقصود ہوتا ہے کیونکہ قبل از وقوع تقدیر کی کس کو خبر ہے، یہی جواب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا تھا جب کہ شیطان نے کہا تھا کہ آپ نے تو میرا سجدہ نہ کرنا مقدر ہی کیا تھا تو اگر میں نے اس تقدیر کے موافق سجدہ نہ کیا تو مجھ پر لعنت اور غضب کیوں ہوا وہاں ارشاد ہوا کہ موافقت تقدیر کا علم تو بعد وقوع کے تجھ کو ہوا، وقوع کے وقت تو تو نے اس کا قصد نہیں کیا بہر حال گناہ کے وقت اس مراقبہ سے کام نہیں لے سکتے ہاں گناہ کے بعد توبہ نصوح کر کے بھی جب قلق زائل نہ ہو اور اس قلق سے تعطل فی الاعمال کا اندیشہ ہو تو اس وقت اس مراقبہ سے کام لو اور زیادہ قلق میں نہ پڑو۔

تفویض کے تحصیل کا طریقہ

تہذیب: جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے اس وقت اس کو فوراً حاضر فی الذہن کر لیا جائے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے۔

تفویض کے دوام کا طریقہ

تہذیب: تفویض کا دوام یہ ہے کہ ضرورت کے وقت اس کا استحضار ہو جائے کہ یہ تصرف حق ہے لیکن تجربہ سے ثابت ہے کہ وقت پر اس کا استحضار ہو جانا، اس کو حصول بھی اس پر موقوف ہے کہ چند روز ہر وقت اس کا استحضار اور مراقبہ رہے بدون اس کے رسوخ نہیں ہوتا۔

تفویض پر ایک شبہ کا جواب

تہذیب: تفویض پر بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بس نہ غلام پر تنبیہ ہو، نہ بیوی سے باز پرس ہو نہ اولاد کو تادیب ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے نفس کے لئے تادیب وانتقام ضروری نہیں اور اگر یہ لوگ خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت کریں تو اس پر رضا جائز نہیں نہ اس پر سکوت کرنا تفویض کی فرد ہے بلکہ وہاں تو تادیب ہی تفویض ہے ہاں جب غلبہ تفویض ہوگا تو اول اول حالت یہی ہوگی مگر تمکن کے بعد ہر حالت میں حقوق کو صحیح انداز سے ادا کردے گا پس امتثال لِلاٗمر تادیب کو اختیاری کرنا عین تفویض ہے

شجاعت دو ہیں ایک امراء کی ایک فتیان کی

تہذیب: شجاعت دو ہیں ایک شجاعت امراء کی دوسری شجاعت فتیان کی، حضرت علیؓ کی شجاعت، شجاعت فتیان تھی، یعنی سپاہی کی شجاعت کہ میدان میں دشمن کے مقابل قوی القلب رہے اور امراء وسلاطین کی شجاعت یہ ہے کہ سخت خطرات وحوادث میں مستقل مزاج رہیں، پریشان واز جارفتہ نہ ہوں، ہر حادثہ کی مناسب تدبیر نہ کریں چنانچہ حضرت صدیقؓ کی شجاعت وقوتِ قلب یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت مستقل مزاج رہے، خود بھی سنبھلے اور تمام صحابہؓ کو سنبھالا، محققین اہلسیر کا قول ہے کہ حضرت صدیقؓ نے دو سال میں وہ اصول سلطنت ممہد کئے تھے جن پر عمل کر کے حضرت عمرؓ نے دس سال میں وہ انتظامات کئے اور وہ فتوحات کثیرہ حاصل کیں جن کی دنیا میں نظر نہیں، عام طور پر لوگ فاروق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم کہتے ہیں مگر محققین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم کہتے ہیں۔

(یہ شجاعت واستقلال وثبات آپ کو اسی تفویض وتمکین کی بدولت نصیب ہوا تھا۔)

تنگی معیشت کی پریشانی ومنافی توکل نہیں

تہذیب: بعض لوگوں کا معیشت کی تنگی کی وجہ سے دل پریشان ہوتا ہے اور اس کا اثر نماز میں بھی پڑتا ہے کہ حضور قلب حاصل نہیں ہوتا سبب اس کا اکثر ضعف طبیعت ہے اس لئے توکل کے منافی نہیں کیونکہ طبعی امور اختیاری ہیں۔

صحابہؓ کی کامیابی کا راز

تہذیب: صحابہؓ اپنی تدبیروں پر کبھی بھروسہ نہ کرتے تھے بلکہ ہر قسم کی تدبیر مکمل کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعاء اور طلب نصرت اور تفویض الی اللہ کرتے تھے، یہ راز ہے ان کی کامیابی کا اور یہ وہ زبردست ہتھیار ہے جس کی طاقت کو مادہ پرست نہیں سمجھ سکتے۔

اے مسلمانو! یادرکھو! تم کو جب کامیابی ہوگی، خدا تعالیٰ سے علاقہ جوڑنے کے بعد ہوگی، اور جب تک تم اپنی کامیابی کو مادی اسباب اور ظاہری طاقت کے حوالہ کرتے رہوگے، کبھی کامیاب نہ ہوگے، کیونکہ اس قوت میں دیگر اقوام ہم سے ہمیشہ آگے رہیں گی، تم ان کے برابر کبھی نہیں ہو سکتے، تمہارے پاس رضائے الٰہی اور اتفاق وجمعیت کے ساتھ دعاء کا ہتھیار بھی ہو تو کوئی قوم تم پر غالب نہیں آ سکتی۔

توکل کی تعلیم رقم مشتبہ کی واپسی میں

تہذیب: کسی رقم کے متعلق جب تک کھٹک ہو ہرگز نہ لو اور یہ مت سمجھو کہ اگر اس رقم کو واپس کردیں گے تو پھر کہاں سے آئے گی اور وہ تقدیر میں ہے تو پھر آئے گی اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو اس کی جگہ دوسری رقم آجائے گی، خدا سے ایسے ناامید کیوں ہو گئے کہ بس ایک دفعہ دے کر پھر نہ دیں گے۔

الہام متعلق وثوق برزق

تہذیب: ابن عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ الہامات الٰہیہ لکھے ہیں ان میں ایک الہام یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے میں ایسا روزی دینے والا ہوں کہ اگر تو یہ دعا بھی کیا کرے کہ اے اللہ مجھے رزق نہ دیجیو، تو میں جب بھی دوں گا اور تیرے مانگنے پر تو کیوں نہ دوں گا۔

اپنے بعد کے لئے اولاد کی فکر نہ چاہئے

تہذیب: یہ کہیں ثابت نہیں کہ اولاد کے لئے اپنے بعد کا انتظام کرنا مطلوب ہے، بلکہ مشائخ کا تو اس میں خاص مذاق ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی ہے کہ اپنے بعد کے لئے اولاد کی فکر فضول ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ صالح ہوں گے تو صلحاء کو حق تعالیٰ ضائع نہیں کریں گے یا بد ہوں گے تو خدا کے نافرمانوں کے لئے تم نافرمانی میں معین کیوں ہوتے ہو۔

اہل اللہ کی راحت کا راز

تہذیب: اہل اللہ کی راحت کا راز یہ ہے کہ وہ اپنے لئے کوئی راحت تجویز نہیں کرتے کیونکہ تجویز کرنا دعویٰ ہے ہستی کا کہ ہم بھی کچھ ہیں اور ہماری تجویز بھی کوئی چیز ہے بلکہ ان کا مذاق فنا محض ہے اس لئے یہ حضرات تجویز کہاں کر سکتے ہیں اگر ان کا کوئی عزیز بیمار ہوتا ہے تو وہ دوا اور دعاء سب کچھ کرتے ہیں مگر دل سے ہر پہلو پر راضی رہتے ہیں اگر مر گیا تو وہ اول ہی سے اس پر راضی تھے گو طبعی رنج ہو، اس کا مضائقہ نہیں، مگر دل سے وہ اس پر راضی رہتے ہیں اور تمام کلفتوں کو جڑ یہی تجویز اور توقع ہے جو شخص تجویز اور توقع کو فنا کردے گا وہ ہر حال میں راحت ہی سے رہے گا بلکہ اگر کوئی دنیادار شخص بھی اہل اللہ سے

ناتمام تشبہ حاصل کرے گا، وہ بھی دوسروں سے زیادہ راحت میں رہتا ہے۔

مشورہ کے بعد حاکم کو توکل چاہئے

تہذیب: مشورہ کے بعد حاکم کی رائے جس طرح قائم ہو جائے اس کو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا چاہئے اور خدا پر نظر رکھنی چاہئے وہ ایک آدمی کی رائے کو بھی تمام عالم کی رائے پر غالب کر سکتے ہیں۔

فنا و تفویض کلی کی ترغیب

تہذیب: پھونک دو اپنی ہوس کو اور جلا دو اپنی تجویز کو، بس فنا اور تفویض کلی اختیار کرو میاں کو راضی رکھنے کی کوشش کرو، کمال کی ہوس کرنے والے تم کون ہو۔

منکر تقدیر اور قائل تقدیر کے آثار کا فرق

تہذیب: جو شخص منکر تقدیر ہے اس کو کبھی صبر نہیں آتا بلکہ ہمیشہ قلق و اضطراب میں رہتا ہے اور علاج ہی کی کوتاہی اور تدبیر علاج ہی کا قصور بتلاتا ہے بخلاف قائل تقدیر کے کہ گو یہ بھی باقتضاء طبعی وفات ولد زوجہ وغیرہ پر حزن و ملال کا اثر اپنے قلب میں پائے گا اور اس کا نفس بھی نقص علاج وغیرہ کو سبب بنا کر پیش کرے گا، لیکن اس کو معاً یہ خیال پیدا ہوگا کہ درحقیقت اس کا وقت ہی آ گیا تھا، حیات مستعار ختم ہو چکی تھی اور نقص علاج بھی اس کے واسطے مقدر تھا اور جب اس کی موت کے واسطے خداوند عالم نے عالم ظاہر میں نقص علاج ہی کو علت بنایا تھا تو کوئی قوت ایسی نہ تھی جو اس کے نقصان علاج کو پورا کرتی بس اس کے بعد اس کو بالکل صبر آ جائے گا اور کسی قسم کا رنج و ملال اور قلق و اضطراب کا اثر قلب پر نہ رہے گا۔

تفویض کی لذت مرچوں بھرے کباب کی سی ہے

تہذیب: اسلام کی وجہ بمعنی تفویض ہے یعنی اپنے کو ہر تصرف الٰہی کے لئے آمادہ کر دینا یہ وہ چیز ہے جو پریشانی کو بھی لذیذ کر دیتی ہے مگر وہ لذت مٹھائی اور حلوے جیسی نہیں بلکہ مرچوں بھرے کباب جیسی ہے جس کی لذت وہی جانتے ہیں جو مرچ کھانے کے عادی ہیں۔ چنانچہ عارفین کو بھی ہر طرح کی مشقت اور مصائب و آلام پیش آتے ہیں مگر ان کو اس میں بھی لذت آتی ہے اور وہ یوں کہتے ہیں

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من   دل فدائے یار دل رنجانِ من

تقویٰ کامل فنا ہے

تہذیب: تقویٰ کامل یہ ہے کہ اپنی جان خدا تعالیٰ کے سپرد کردے کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسی کو فنا کہتے ہیں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ذبح ولد پر آمادہ ہو گئے تھے اور جو شخص ذبح ولد پر آمادہ ہو جائے وہ اپنی جان دینے پر ضرور آمادہ ہوگا کیونکہ بیٹے کا ذبح کرنا اپنے ذبح سے اشد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل اور عدم غم کی وجہ

تہذیب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ہر وقت خدا پر تھی، مخلوق پر نظر نہ تھی اس لئے آپ کو کسی کے فعل سے رنج نہ ہوتا تھا، مگر یہ برتاؤ ان امور میں تھا جس کا تعلق خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا، امور شرعیہ کے بارے میں یہ برتاؤ نہ تھا کیونکہ احکام شرعیہ کی مخالفت پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا غصہ آتا تھا کہ کوئی برداشت نہ کرسکتا تھا۔

تقدیر نے مسلمانوں کو بہادر بنادیا ہے

تہذیب: تقدیر نے مسلمانوں کو بہادر اور شیر دل بنادیا ہے جو شخص تقدیر کا معتقد ہے وہ ادنیٰ درجہ کی تدبیر سے بھی کام شروع کردیتا ہے۔

لاحول ولاقوہ کی حقیقت

تہذیب: لاحول ولاقوۃ کی حقیقت عدم التفات ہے کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کچھ طاقت نہیں، یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے اندیشہ نہ کرنا چاہئے اور سب سے بے التفاتی ہی برتنا چاہئے

تفویض کا طریقہ امور اختیاریہ وغیر اختیاریہ ہیں

تہذیب: جن امور میں تدبیر کا کچھ تعلق و دخل نہیں ان میں تو ابتداء ہی سے تفویض وتسلیم اختیار کرنا چاہئے اور جن میں تدبیر کو بھی کچھ دخل ہے وہاں تدبیر بھی کی جائے مگر نتائج وثمرات تدبیر میں تفویض کی جائے۔

اسباب وتدابیر کا درجہ اور اس کی عجیب مثال

دعاء کو تدبیر کہنا تو برائے ظاہر ہے ورنہ حقیقت میں اس کا درجہ تدبیر سے آگے ہے دعاء کو تقدیر

سے زیادہ قرب ہے کیونکہ اس میں اس ذات سے درخواست ہے جس کے قبضہ میں تقدیر ہے اسباب و تدابیر کا درجہ صرف اتنا ہے جیسے ریلوے ملازم لال جھنڈی دکھلا دے جس سے ریل گاڑی فوراً رک جائے گی سو ظاہر ہے کہ لال جھنڈی میں تاثیر کی قوت نہیں اگر ڈرائیور انجن کو نہ روکے تو ہزار لال جھنڈیاں بھی پامال ہو جائیں لیکن ریل رک نہیں سکتی، پس لال جھنڈی کا درجہ صرف اتنا ہے کہ ڈرائیور نے اصطلاح مقرر کر لی ہے اگر وہ اس قرارداد کے خلاف کرنا چاہے تو جھنڈی میں اس کو روکنے کی اصلاً طاقت نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا ہے جو شخص اسباب کو اختیار کرے گا ہم مسببات کو اس پر فائض کر دیں گے لیکن اگر کسی وقت وہ مسببات کو پیدا کرنا نہ چاہیں تو اسباب سے کچھ نہیں ہو سکتا بس، اسباب کا نام ایک مصلحت ہے اور حکمت کی وجہ سے ہے ورنہ سب کچھ وہی کرتے ہیں اور بندہ کا نام ہو جاتا ہے کہ حکیم صاحب کے ہاتھ سے شفا ہوگئی یا فلاں صاحب کی تقریر کا یہ اثر ہوا، صاحبو، اثر و تاثیر سب خدا کی طرف سے ہے۔

بندہ کی طرف نسبت اعمال کی مثال

تہذیب: ہماری طرف سے ان اعمال کی نسبت ایسی ہے جیسی بچہ کے ہاتھ میں قلم دے کر پھر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر لکھا جائے اور دو چار حروف خوشنما لکھ کر بچہ کی تعریف کی جائے اسی طرح اپنے اعمال صالحہ اور اوصاف کمالیہ پر نادان ہی ناز کر سکتا ہے جس کو اپنا ہاتھ تو نظر آتا ہے اور دوسرا ہاتھ نظر نہیں آتا اور جن کو دوسرے ہاتھ کا مشاہدہ ہو گیا ہے ان کی نظر اپنے کمالات پر اصلاً نہیں ہوتی اور محقق وہ ہے جو دونوں ہاتھوں کا مشاہدہ کرے، خالق کا بھی کاسب کا بھی، خالق اور کاسب دونوں پر نظر کر کے فعل کو دونوں کی طرف منسوب کرے، خالق کی طرف خلقاً اور کاسب کی طرف کسباً خوب سمجھ لو۔

یہ خیال کہ بدون امراء سے ملے مدارس چل نہیں سکتے بالکل غلط ہے

تہذیب: اکثر علماء کا خیال ہے کہ بدون امراء سے ملے مدارس چل نہیں سکتے، مگر مجھے تو یقین کامل ہے کہ اگر علماء امراء سے بالکل نہ ملیں جب بھی کسی بات میں کمی نہ آئے گی کیونکہ جس خدا نے ابتداء اسلام میں بدون امراء کی امداد کے محض چند غریبوں کے ہاتھوں اپنے دین کو پھیلایا تھا وہ خدا اب بھی موجود ہے اور وہ اب بھی اپنے دین کا محافظ ہے۔

شرک و طریقت

تہذیب: غیر اللہ پر اتنی نظر رکھنا کہ ایک شخص کے وعدہ خلافی کر جانے سے رنج شدید ہوا اور

منزل مقصود تک رسائی سے مایوس ہو جائے شرک طریقت ہے۔

فانی اپنے کلام میں تاویل بھی نہیں کرتا

تہذیب: فانی اپنے کلام میں تاویل بھی نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایمان و کفر مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے اور تاویل وہ کرے جو مخلوق پر کچھ نظر کرتا ہو، اور جس کی نظر مخلوق پر بالکل نہ ہو اس کو اس کی بھی ضرورت نہیں

رضاء بالقضاء

تطبیق بین الرضا والدعاء

تہذیب: دعاء کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم آپ کی اجازت سے وہ چیز مانگتے ہیں جو ہمارے علم میں مصلحت و خیر ہے اگر آپ کے علم میں بھی وہ خیر ہے تو عطا کر دیجئے ورنہ نہ دیجئے، ہم دونوں حال میں راضی ہیں مگر اس رضاء کی علامت یہ ہے کہ قبول نہ ہونے سے شاکی اور تنگ دل نہو دعا کرتا رہے، دعاء کرنا خلاف رضا نہیں مگر دعا میں (باستثنائے محل استخارہ کے اس کا خیر ہونا اپنے نزدیک بھی متردد فیہ ہے) یہ نہ کہا جائے کہ اگر آپ کے علم میں خیر نہ ہو تو نہ دیجئے کیونکہ یہ خلاف ہے حکمت مشروعیت دعاء کے اور وہ حکمت اظہار ہے احتیاج کا اور کہنے میں ابہام ہے استغناء کا۔

اہل اللہ محض اظہار عبدیت کے لئے دعا کرتے ہیں

تہذیب: اہل اللہ محض حکم کی وجہ سے اظہار عبدیت کے لئے دعاء کرتے ہیں اس واسطے دعا نہیں کرتے کہ ہم نے جو مانگا وہی مل جائے بلکہ ہر حال میں خدا کی رضاء پر راضی رہتے ہیں خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔

رضاء بالقضاء کی حقیقت اور اس کی تحصیل کا طریقہ

تہذیب: رضاء بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاۃ ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضاء طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اور اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے تدبیر اسکے تحصیل کی استحضار ہے رحمت و حکمت الٰہی کا واقعات خلافت طبع

ہیں۔

رضا کی حقیقت

حال: نقصانات مالیہ سے طبیعت میں قلق وصدمہ بہت ہوتا ہے گو زبان سے کسی طرح کا اظہار بھی نہیں ہے مگر نقصانات پر آمادگی بھی نہیں کہ مجھے یہ حالت رضا بالقضاء کے خلاف معلوم ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نقصانات ہی کو بہتر سمجھ رہے ہیں۔ تو ہم کو اس میں صدمہ کی کونسی بات ہے اور یہی سمجھ کر سکون بھی ہوتا ہے، مگر طبعاً یہ حالت نہیں۔

تہذیب: قلق طبعی بلکہ مال کی حب طبعی بھی مذموم نہیں نہ رضاء بالقضا کے منافی ہے رضا کی حقیقت ہے ترک اعتراض علی اللہ سو جو کیفیت آپ نے حب عقلی کی لکھی ہے یہی رضا ہے

نقصان پر رنج ہونا خلاف رضا نہیں ہے

تہذیب: حقیقت رضا کی ترک اعتراض علی اللہ ہے، نقصان پر رنج ہونا خاصۂ بشری ہے ہاں اس کا مکلف ہے کہ خدا تعالیٰ پر اعتراض نہو۔ اس سے ناراض نہ ہو جائے۔

تکلیف و رضا کا جمع ہونا

تہذیب: محقق جو رضا و تکلیف کو جمع کر لیتا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عقلاً خوش ہوتا ہے اور طبعاً متالم ہوتا ہے تکلیف کی بات سے طبعاً تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر عقلاً اس کی وجہ سے کہ ہر چہ از دوست می رسد نیکوست وہ تکلیف شیریں ہو جاتی ہے۔

مولیٰ حقیقی سے جو عطا ہوتا ہے اس وقت کے مناسب وہی ہوتا ہے

تہذیب: جس وقت مولیٰ حقیقی سے جو عطا ہوتا ہے اس وقت کے مناسب وہی ہوتا ہے اس کے خلاف کی تمنا نہ چاہئے

صدق و خلوص

محسن کو دھوکہ دینا خلاف خلوص ہے

تہذیب: اپنا محسن مفلس و تنگدست یہ کہے کہ میرے روزہ کا فدیہ دیدو اور محسن الیہ محض اس کی

تسلی کے لئے فدیہ کا حساب جوڑ کر مسکین کو دیدے مگر دل سے یہ نیت کر کے کہ یہ رقم اپنی زکوٰۃ واجب میں دیتا ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر اپنے محسن کے ساتھ ایسا دھوکہ کرنا خلوص کے خلاف ہے گو فدیہ کی رقم بوجہ ناداری کے محسن پر واجب بھی نہ ہو۔

اخلاص کے مراتب

تہذیب: اخلاص کے مراتب (۱) محض خدا تعالیٰ کے لئے کام کرے، مخلوق کا اس میں تعلق ہی نہ ہو۔ (۲) مخلوق کو راضی کرنے کے لئے کام کرے مگر کوئی غرض دنیوی مطلوب نہ ہو صرف اس کا خوش کرنا مقصود ہو جو دینی غرض ہے۔ (۳) کچھ نیت نہ ہو نہ دنیا کا مطلوب ہو نہ دین یونہی خالی الذہن ہو کر کوئی عمل کیا، یہ بھی اخلاص یعنی عدم ریاء ہے۔

عیادت میں اخلاص کی صورتیں

تہذیب: بیمار پرسی میں اسی طرح ایک نیت تو یہ ہے کہ مسلمان کی عیادت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہے اور ایک نیت یہ ہے کہ عیادت سے یہ بیمار خوش ہوگا، یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ قلب مومن بھی عبادت ہے۔ ایک نیت یہ ہے کہ بیمار کا حق ہے کہ اس کی عیادت کی جائے یہ بھی اخلاص ہے ایک صورت یہ ہے کچھ نیت نہ ہو کوئی غرض دینی یا دنیوی ذہن میں نہیں، یہ بھی اخلاص ہے، بس ریا یہ ہے کہ اس نیت سے جائے کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو کل کو یہ مجھے پوچھنے نہ آئے گا۔ یہ دنیوی غرض ہے، بس جب تک دنیوی غرض ہو اخلاص نہیں ہے۔

خلو ذہن اخلاص ہے

تہذیب: خلو ذہن بھی اخلاص ہے، اگر کوئی نیت حاضر نہ ہو تو اس کے سوچنے میں دیر نہ کرو، بے فکر ہو کر کام کر لو، تم مخلص ہی ہوگے، ریا کار نہ ہوگے، تم اپنی طرف سے بُرا قصد نہ کرو۔

صدق۔ اخلاص کی تحقیق اور اس کی تحصیل و تسہیل کا طریقہ

تہذیب: جس طاعت کا ارادہ ہو اس کا کمال کا درجہ اختیار کرنا، یہ صدق ہے۔ مثلاً نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا۔ علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے۔ اس کا خیال کرنا صدق ہے۔ اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے۔ مثلاً نماز میں ریا کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے۔ رضائے غیر حق کا

قصد نہ ہو جو غیر طاعت ہے اور صدق موقوف ہے ما بہ الکمال کے جاننے پر اور اخلاص موقوف ہے غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد نیت جزو اخیر رہ جاتا ہے۔ یہ دونوں اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہو گیا آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ اور وعید کا اور مراقبہ نیت کا یعنی اس کی دیکھ بھال کی میری نیت غیر طاعت کی تو نہیں۔

اخلاص و خشوع کا فرق

تہذیب: اخلاص راجع ہے نیت کی طرف اور خشوع و خضوع سکون ہے جوارح و قلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ یا باطنہ سے اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو۔ پس اخلاص خشوع سے مفارق ہو سکتا ہے۔

اخلاص کے دو درجے

سوال: کسی طاعت میں غیر طاعت کا قصد تو نہ ہو مگر دوسری طاعت کا قصد ہو، جیسے نماز کی حالت میں ریا کا قصد نہیں نہ اور کسی فعل غیر طاعت کا قصد ہے مگر نماز کی حالت میں قصداً کسی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی سفر طاعت کا نظام سوچتا ہے، قصداً تو یہ اخلاص کے خلاف ہے یا نہیں؟

تہذیب: یہ مسئلہ دقیق ہے۔ قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے۔ **صلی رکعتین مقبلاً علیھما بقلبہ** اور دوسری موقوف۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جس میں یہ جزو ہے۔ **انی اجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ** مجموعہ روایتین سے دو درجے مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگرچہ وہ بھی طاعت ہی ہو دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جائے۔ اور ان دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری طاعت کا اس طاعت سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے۔ پس حقیقتِ اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں، البتہ عوارض کے سبب ان میں مفاوت ہو گیا اور درجہ اول اکمل اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے خلاف نہیں۔ البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے میرے ذوق میں بصورت عذر یہ خلاف خشوع بھی نہیں، اگر ضرورت ہو۔

نماز میں قصد تعلیم کا خلاف احتیاط ہے

سوال: اگر نماز اس غرض سے پڑھتا ہے۔کوئی ناواقف آدمی میری اس نماز کو دیکھ کر اپنی نماز درست کرلے، ایسی طاعت کا قصد نماز میں مخل اخلاص ہے یا نہیں؟

تہذیب: اس میں خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے اس میں بظاہر خلاف اخلاص ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے مگر میرے ذوق میں اس میں تفصیل ہے کہ شارع کے لئے تو یہ خلاف اخلاص نہیں وہ اس صورت میں تبلیغ کے مامور ہیں۔اور غیر شارع کے لئے مامور بہ نماز میں خلاف احتیاط ہے اور خاص تعلیم کے لئے مستقل نماز کا حرج نہیں۔

جنت اور رضائے حق کی طلب خلاف اخلاص نہیں

تہذیب: جنت اور ثواب ورضائے حق کی طلب اخلاص کے منافی نہیں کیونکہ یہ غرض خود شرعاً مطلوب ہے۔چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔وفی ذالک فلیتنا فس المتنا فسون حدیث میں ہے اللھم انی اسالک الجنۃ وما قرب الیھا من قول او عمل علاوہ اس کے جنت محل رضا ہے تو جب رضا مطلوب ہے تو محل رضا بھی مطلوب ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ جنت کی طرف رغبت کرنے اور اس کی درخواست کرنے سے بھی رضائے حق حاصل ہوگی کیونکہ اس میں بھی ایک حکم کا امتثال ہے۔

کسی فعل کے خالصاً لوجہ اللہ ہونے کی علامت اور نفسانیت وللّٰہیت

تہذیب: کسی فعل کے خالصاً لوجہ اللہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جو بات لوجہ اللہ ہوتی ہے وہ دل آزار پیرایہ میں نہیں ہوتی نہ سخت لہجہ میں ہوتی ہے بلکہ ایسی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ ہوتی ہے، جیسے باپ بیٹے کا کوئی عیب دیکھتا ہے تو اس کو آہستہ سے علیحدگی میں سمجھاتا ہے اور کسی کے سامنے گاتا نہیں پھرتا، اور دوسری علامت خلوص کی یہ ہے کہ یوں سمجھو کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ ہوتے اور وہ مجھ پر اعتراض کرتے تو کیا ان کے اعتراض کو میں ٹھنڈے دل سے سنتا یا مجھے اس سے ناگواری ہوتی، خدا کو حاضر وناظر جان کر اس پر نظر کرے، اگر دل میں دوسرے کے اعتراض سے ناگواری پائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ تم میں اہلیت اور نیت اصلاح کچھ نہیں ہے صرف تعنت ہے اور یہ جتلانا چاہتے ہو کہ ہم بھی اہل رائے ہیں، ایک علامت اہلیت کی یہ ہے کہ ایک بار اپنی رائے پیش کر کے اس پر اصرار نہ کرے گا نہ ان کے (جن کو رائے دے رہا ہے) درپے ہوگا یہ علامتیں ایسی ہیں جن سے اللّٰہیت اور نفسانیت میں بخوبی فرق کیا جا سکتا ہے۔

خلوص میں برکت ہے

تہذیب: جو کام کرو خلوص اور للّٰہیت سے کرو نفسانیت سے نہ کرو۔ ورنہ برکت جاتی رہتی ہے۔ چاہے کیسا ہی نیک کام ہو، اور چاہے ذرا سا کام ہو مگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے چاہے اس کا کوئی معاون بھی نہ ہو۔

مخالفین کے اعتراضات کے دفعیہ میں بھی کوشش نہ کرو

تہذیب: مخالفین کے اعتراضات کے دفعیہ میں بھی کوشش نہ کریں یہ بھی ایک مشغلہ ہے اپنا کام خلوص سے کیئے جائیں سب شوروغل آپ ہی دب جائیں گے۔

تطییب قلب مسلم عبادت ہے

تہذیب: ہر مسلم کی ارضا عین ارضاء حق ہے حدیث میں تطییب قلب مومن کی جا بجا تاکید ہے اور اسی لئے تھادوا تحابو احضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے باہم محبت ہوگی۔

ارضائے شیخ عین ارضائے حق ہے

تہذیب: اگر قراء اس نیت سے بنا سنوار کر قرآن سنائیں کہ اس سے لوگوں کا دل خوش ہوگا اور مسلمان کا جی خوش ہونا اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے تو یہ ریا میں داخل نہیں بلکہ طاعت ہے جب ہر مسلمان کا راضی کرنا عین ارضائے حق ہے تو شیخ کا تو بہت زیادہ حق ہے۔

صرف ارضائے حق مطلوب ہے

تہذیب: دنیائے مذموم کے لئے کسی کو راضی نہ کرو بس خدا کو راضی کرنے کی فکر کرو اور جس کو بھی راضی کرو اُسی کے لئے راضی کرو۔

جنت اور ثواب اور رضائے حق اخلاص کے منافی نہیں

تہذیب: جنت اور ثواب و رضائے حق کی طلب اخلاص کے منافی نہیں، کیونکہ یہ غرض تو خود مطلوب ہے۔

حج میں اخلاص کے خلاف باتوں کا بیان

تہذیب: حج میں اخلاص کے خلاف یہ باتیں ہیں (۱) یہ کہ حج سے پہلے کوئی خرابی اسمیں ڈال

دی جائے مثلاً حاجی کہلانے کی نیت ہو، یا مال حرام سے سفر کیا جائے۔ (۲) یہ کہ حج کے ساتھ ساتھ خرابیاں ہوتی رہیں مثلاً معصیت کرتے رہیں۔ توبہ نہ کی ہو گناہوں سے نمازیں چھوڑ دیں۔ (۳) یہ کہ حج کر کے اس کو خراب کیا جائے مثلاً باتوں میں اپنے حج کا اظہار قصداً کیا جائے۔ افتخار و اشتہار اور تعظیم و تکریم کی خواہش ہو یا حج کی تکالیف بیان کرے۔

خلوعن الاخلاص کی علامت

تہذیب: جس کام میں حظ نفس ہو، سمجھ لو کہ وہ اخلاص سے خالی ہے۔ اور بجائے ثواب کے اس میں گناہ کا اندیشہ ہے اس کا علاج مجاہدہ ہے کہ مقتضیات نفس کی مخالفت کی جائے۔

سیاسیات میں بھی تواضع اور اخلاص کی سخت ضرورت ہے

تہذیب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ اور ان کی عمر بھر کی سیاسیات ہم کو یہ سبق دیتی ہے کہ میدان جنگ میں بھیجے جانے کے قابل وہ ہے جس میں بہادری کے ساتھ تواضع اور اخلاص بھی اعلیٰ درجہ کا ہو تواضع کی برکت سے فوج میں اتحاد و اتفاق قائم رہے گا، اور اخلاص کی برکت سے دنیا میں امن و امان قائم رہے گا۔ ظلم و فساد کا بازار گرم نہ ہوگا، کیونکہ جو شخص محض اللہ کے لئے اور اس کا بول بالا کرنے اور توحید کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے میدان میں نکلے گا وہ حکم خداوندی کے خلاف ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائے گا۔

طریق تصحیح خلوص نیت

تہذیب: تم کو کوئی کام تکبر، نفسانیت، قومی حمیت حب وطنی اور ناموری کے واسطے نہ کرنا چاہئے، بلکہ ہر کام میں حب فی اللہ، بغض فی اللہ، رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ کا قصد کرنا چاہئے۔

علامت فنائے تام

تہذیب: جب عارف کو فنائے تام حاصل ہو جاتا ہے اس وقت اپنے تمام کمالات پر تو کیا نظر ہوتی اپنے وجود پر بھی نظر نہیں رہتی بلکہ وہ تو یوں کہتا ہے **وجودک ذنب لا یقاس به ذنب**: اب جو شخص اپنے وجود کو بھی ذنب سمجھے وہ کمالات کو اپنے لئے کیوں کر ثابت کرے گا وہ تو بجز محبوب کے سب کی نفی کرے گا اور اپنی بھی اور اپنے کمالات کی بھی۔

اپنے اعضاء کی خدمت کرنے کی نیت

تہذیب: اگر سر میں درد ہو تو تیل لگانا چاہئے کوئی مقوی دوا یا غذا استعمال کرنا چاہئے کیونکہ یہ سرکاری مشین ہیں، اس کی حفاظت ضروری ہے جیسے انجن کی مشین کو تیل دینا اور صاف کرنا ضروری ہے، اسی طرح ہاتھ پیر میں درد ہو تو مالش کرنا، زخم ہو جائے تو مرہم پٹی کرنا اور سب میں یہ نیت کرو کہ اس سے صحت ہوگی تو عبادت کامل طور پر ادا ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ معذور کی نماز بھی تو کامل ہی ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو معذور کی عبادت کا ثواب تندرست کے برابر ہو۔ مگر تجربہ اکثر یہ ہے کہ حالت صحت میں جیسا تعلق بشاشت کا قلب کو حق تعالیٰ سے ہوتا ہے مرض میں وہ تعلق نہیں ہوتا۔

تصنیفی نیت خلاف اخلاص ہے مع مثال

تہذیب: بعض اوقات نیت اچھی نہیں ہوتی مگر نفس فرض نیت کر لیتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریا کار نہ ہو۔ یہ نیت ہے کہ ایک مسافر کا اسباب بندھا رکھا ہے، ٹکٹ اسٹیشن سے لانے کو آدمی بھیج رکھا ہے اور کوئی صاحب اس سے کہیں کہ تم امام بن کر نماز پڑھا دو اور اس کے لئے قیام کی نیت کرو۔

تکمیل اعمال ضروری ہے

تہذیب: تکثیر اعمال ضروری ہیں ہاں تکمیل اعمال ضروری ہے

تواضع

کمال شکستگی کے منافع از بس رفیع ہیں

حال: اکثر خیال دل میں رہا کرتا ہے کہ مجھ سے تمام دنیا والے اچھے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کو دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یہ ہزار درجہ مجھ سے اچھے ہیں، کچھ کام تو دنیا ہی کا کر لیتے ہیں۔ اور میں تو کسی کام کا نہیں رہا۔

تہذیب: یہ حالت از بس رفیع ہے یہ کمال شکستگی ہے جس کے ثمرات از بس رفیع ہیں۔ جس کی طرف حدیث من تواضع للہ رفعہا اللہ میں اشارہ واقع ہے۔

عارفین نے تصریح فرمائی ہے کہ:۔

مومن مومن نباشد تا کہ آنکہ خود راز کافر رنگ بدتر نہ پندارد

یعنی حالاً نہ اعتقاداً، ایسا شخص انشاء اللہ گمراہ نہیں ہوتا، کیونکہ اصل ضلالت کی عجب ہے، مگر اس حالت کی طرف چنداں التفات نہ کیجئے، کام میں لگے رہئے۔ کہ التفات مضر ہے کہ اس سے کبھی یاس اور کبھی کبر تواضع پیدا ہو جاتا ہے۔ وھذا اشد من الکبر المحض۔

تواضع لِلّٰہیہ کی تعریف

تہذیب: تواضع للّٰہیہ یہ ہے کہ حقیقت میں وہ اپنے کو لاشے سمجھے، اور بیچ سمجھ کر تواضع کرے اور اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے اور بیچ مچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔

تواضع کا اعلیٰ درجہ

تہذیب: اتحاد و اتفاق کی جڑ تواضع ہے اور تواضع کی اصل مجاہدۂ نفس ہے کیونکہ تواضع اس کا نام نہیں کہ زبان سے خاکسار، نیاز مند، ذرۂ بے مقدار کہہ دیا، بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو ذرۂ بے مقدار اور خاکسار سمجھ کر بُرا بھلا کہے اور حقیر و ذلیل کرے تو تم کو انتقام کا جوش پیدا نہ ہو اور نفس کو یوں سمجھا لو کہ تو تو واقع ایسا ہے پھر کیوں برا مانتا ہے اور کسی کی برائی سے کچھ رنج و اثر نہ ہو تو یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے کہ مدح و ذم برابر ہو جائے مطلب یہ کہ عقلاً برابر ہو جائے کیونکہ طبعاً تو مساوات ہو نہیں سکتی۔

اقرار خطا سے اور عزت بڑھ جاتی ہے

تہذیب: بخدا اقرار خطا سے اور عزت بڑھ جاتی ہے، کچھ نہ ہو، یہ تو ضرور ہے کہ اقرار خطا میں خدا کی رضا ضرور ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ من ترک الجدال والمراء بنی له بیت فی الجنة۔

متواضع کی شناخت

تہذیب: کسی متواضع سے کبھی کوئی بات تکبر کی نکل جائے تو یہ مضر نہیں، ہاں اس کے افعال اور احوال میں زیادہ غلبہ تواضع کو ہونا چاہئے۔

من تواضع لِلّٰہِ رفعہ اللّٰہ کی صورت

تہذیب: ہماری عزت تو اس میں ہے کہ ہم نماز کی سب سے پہلی صف میں کھڑے ہوں اور دوسرے ہم کو کھینچ کر آگے کریں۔

اتفاق کی اصل تواضع ہے

تہذیب: اتفاق کی اصل تواضع ہے جن دو شخصوں میں تواضع ہوگی ان میں نا اتفاقی نہیں ہو سکتی۔

تواضع کی حد

تہذیب: تواضع کے یہ معنٰی نہیں کہ خدا تعالٰی نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی اپنی سے نفی کرے، بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنا کمال نہ سمجھے، محض فضل و رحمت حق سمجھے۔

تواضع مفرط مکلّف ہے

تہذیب: جس جگہ زیادہ تواضع کرنے سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہو وہاں قصداً اتنی تواضع نہ کرو، باقی اگر حال ہی غالب ہو جائے، یا اس احتمال کی طرف التفات ہی نہ ہو، وہ اور بات ہے، کیونکہ بعض طبائع کو بلکہ اکثر کو واقع اپنے بزرگوں کو زیادہ تواضع کرنے سے ندامت اور تکلیف ہوتی ہے وہ اس کو پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں ایک حافظ صاحب نے جو مولانا کے مرید بھی تھے اٹھا کر رکھ دیں۔ تو مولانا کھڑے ہو گئے اور فرمائے لگے کہ حافظ صاحب یہ جوتے تو تبرک اور سر پر رکھنے کے قابل ہو گئے اب بتلاؤ پاؤں میں کیا پہنوں؟ مطلب یہ تھا کہ آئندہ سے ایسا نہ کرنا مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

وضع و طرز اور تکلف و تصنع کے متعلق طلباء کو نصائح

تہذیب: لباس اور وضع سے یا اہل دنیا کے طرزِ گفتگو سے عزت کا طلب کرنا انسان کا کام نہیں، تو یہ نہایت بھدا پن ہے اے طلباء مدرسہ تمہارا فخر یہی ہے کہ جس کی جماعت میں تمہارا شمار ہے تم اس کی اصطلاح اور وضع اور طرز کو اختیار کرو۔ تمہاری عزت اسی میں ہے۔ اگر مخلوق میں اس سے عزت نہ ہو تو کیا پروا ہے۔ خالق کے یہاں تو ضرور عزت ہوگی۔ تم کو تو ایسی تواضع اور پستی اختیار کرنا چاہئے۔ کہ تمام دنیا پستی و تواضع میں تمہاری شاگرد ہو جائے اور تم اس شعر کے مصداق ہو جاؤ۔ اور بآنگ دہل یوں کہو ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن ☆ پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

غرض تم ایسے متواضع ہو جاؤ کہ ہر چیز میں تمہاری ہی تواضع کا اثر ظاہر ہو۔ تم کو ظاہری اسباب عزت کی ضرورت نہیں، انسان تو وہ ہے جو کمالات میں بادشاہ ہو گو ظاہر میں فقیر ہو عارف فرماتے ہیں۔

مبین حقیر گدایان عشق راکیں قوم ☆ شہان بے کمر و خسروانِ بے کلاہ اند

اور ایک جگہ اپنی گدائی پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی میں ... کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

تم کسی کی تحقیر کی پروانہ کرو اگر کوئی تمہارے لباس پر طعن کرے۔ کرنے دو کوئی تمہارے طرز میں عیب نکالے، نکالنے دو۔ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کافی ہے۔ تم ان کو راضی کرنے کی فکر کرو۔ اور یاد رکھو کہ عشق میں تو ملامت ہوا کرتی ہے تم خدا تعالیٰ کے عاشق بننا چاہتے ہو تو ملامت سننے کے لئے تیار رہو۔

نساز د عشق را کنج سلامت ... خوشا سائی کوئے ملامت

اپنے لئے کوئی خاص وضع نہ بناؤ۔ جو محبوب دے پہنو۔ شال دے شال اوڑھو کمبل دے کمبل اوڑھو، اور ہر حال میں خوش رہو، مگر حدود شرعیہ سے باہر نہ جاؤ۔

تہذیب: تم اپنے کو مٹا دو، گمنام کر دو، سب سے الگ ہو جاؤ تو پھر تمہاری محبوبیت کی یہ شان ہوگی کہ تم چھپ ہو گے۔ اور تمام مخلوق میں تمہارا آوازہ ہوگا، جیسے عنقا نے اپنے کو مٹا دیا تو اس کا نام اس قدر مشہور ہوا کہ مخلوق کی زبان زد ہے۔

اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو ... کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را

صدق تواضع کا طریقہ

تہذیب: محققین کا قول ہے کہ تم یہ سمجھ لو تواضع اختیار کرو کہ حق تعالیٰ کی عظمت کا حق یہی ہے کہ ان کے سامنے ہر شخص پستی اور تواضع کو اپنی صفت بنائے اور اپنے آپ کو لاشے محض سمجھے۔ اس پر حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو اس طرح تواضع اختیار کرے گا، ہم اس کو رفعت عطا کریں گے۔ لیکن تم رفعت کی نیت سے تواضع اختیار نہ کرو۔ گو ایک گونہ رفعت اس طرح بھی حاصل ہو جائے گی کیونکہ تواضع میں خاصیت ہے گو کسی نیت سے ہو کہ وہ قلوب کو کشش کرتی ہے مگر اس صورت میں حقیقی رفعت یعنی قرب و رضاء حق حاصل نہ ہوگی۔

----------☆☆☆----------

خشوع و خضوع

اکتساب خشوع

تہذیب: طبیعت کو مجبور کرنے سے خشوع نماز حاصل ہوتا ہے بس انسان اسی کا مکلف ہے اور مجبور کرنا مجاہدہ ہے اور عمل مع المجاہدہ، افضل وارضی عند اللہ ہے، عمل بلا مجاہدہ سے، جس کو مبتدی طلب کرتا ہے، اگر غفلت سے ادھر ادھر کے پریشان خیالات موجود ہوں پھر بہ تکلف نماز کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اور یہی مجاہدہ ہے اور خود آسانی مطلوب نہیں چنانچہ حدیث میں ہے۔ الذی یتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجر ان اور اگرانھا لکبیرۃ الاعلی الخاشعین پر نظر کر کے طبیعت پر گرانی ہو تو وہاں بار اعتقاد مراد ہے جس سے ہر مومن مبرا ہے اور طبعی بار مذموم نہیں بلکہ موجب زیادت فی الاجر ہے چنانچہ حدیث میں ہے واسباغ الوضوء علی المکارہ۔

خیالات محمودہ کا آنا یالانا یاباقی رکھنا نماز میں خلاف خشوع نہیں

تہذیب: نماز میں سرسری توجہ حروف کی جانب رکھ کر ادا کی جائے اسی طرح اذکار معمولہ میں جو حروف زبان سے ادا ہوں وہی دل سے پڑھے جائیں، اگر بلا ارادہ عمدہ خیالات نماز وذکر میں خطور کریں مثلاً آیات احاطہ وقرب ومعیت ووسعت علم ورحمت یا آیات ذکر ربوبیت یا آیات کبریا وعظمت یا انعامات حضرت باری تعالیٰ مثل جزا کثیر بر عمل قلیل یا آیات تذکرہ موت وقبر وحشر وحساب وکتاب وعدالت وثواب وبقائے حضرت احکم الحاکمین تو یہ سب خیالات محمودہ ہیں ان کے ازالہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر خود زائل ہو جائیں تجدید واعادہ کی بھی ضرورت نہیں، مقصود یہ ہے کہ خیال غیر محمود قصداً نہ لائے اور نہ اس کو باقی رکھے باقی خیالات محموہ میں سے جو بھی آجائے یالا یا جائے یا باقی رکھا جائے یا ایک کی جگہ دوسرا آجائے وہ سب مطلوب ہیں۔

حصول خشوع کا طریقہ

حال: نماز اور ذکر وغیرہ میں حال قائم نہیں ہوتا بلکہ دماغ کی مشین اپنا کام کئے جاتی ہے۔

تہذیب: ہم اور آپ کیا چیز ہیں، اکابر کو بھی بکثرت یہ پیش آتا ہے گو ہم سے کم، مگر خالی نہیں، اگر بقصد نہ ہو تو ذرا بھی مضر نہیں، ان شاء اللہ قدرے اس کی فکر رکھنے سے اور اقبال علی الصلوٰہ کی تھوڑی

تھوڑی عادت ڈالنے سے اس میں معتد بہ تفاوت ہو جائے گا۔

مبتدی کے لئے خشوع کی تحصیل کا طریقہ

حال: ذکر میں معانی کی طرف التفات رکھنا تو بڑی چیز ہے صرف الفاظ ہی کا قصد سے ادا کرنا اور اس قصد کے ضمن میں جو توجہ ہوگی وہی کافی ہے۔

تہذیب: ہر لفظ کو اپنے ارادہ مستقلہ سے پڑھے مگر زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں سرسری توجہ کافی ہے اسی طرح تعب بھی نہ ہوگا۔ وساوس بھی دفع ہو جائیں گے۔

یکسوئی کے حصول میں سرسری توجہ کافی ہے

حال: جس قدر یکسوئی کے واسطے کوشش کی جاتی ہے اسی قدر اور خیالات اور وساوس کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔

تہذیب: یہی تو غلطی ہے کہ زیادہ کوشش کی جاتی ہے، کیونکہ اس سے طبیعت پریشان ہو کر خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ سرسری توجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ یکسوئی ہو جائے گی اور اگر باوجود اس کے بھی پوری کامیابی نہ ہو تب بھی اطمینان رکھیں، چند روز میں اس طریق سے یکسوئی ضرور ہو جائے گی۔

بوجہ عدم خشوع فرض نماز لوٹانے کا علاج

حال: جس روز خشوع نہیں ہوتا ہے دل پریشان ہوتا ہے دو دو تین تین مرتبہ فرض کو لوٹاتا ہوں۔

تہذیب: ایسا نہ کریں، اس کے تدارک کے لئے کچھ نوافل پڑھ لیا کریں۔

حضور قلبی کے لئے تدبیر تو استعمال کرے مگر ثمرہ کا منتظر نہ رہے

تہذیب: حضور قلبی کے لئے تدبیر کو تو استعمال کرے مثلاً اقبال علی الصلوٰۃ وغیرہ لیکن اگر اس پر بھی ثمرہ مرتب نہ ہو تو کچھ ضرر نہیں اس لئے کچھ پروانہ کرے کیونکہ تدبیر کا استعمال تو اختیاری ہے اور ثمرہ کا حصول غیر اختیاری۔

فرض نماز میں خیالات منتشرہ کا علاج

حال: فرض نماز میں خاموش کھڑا رہنا پڑتا ہے (یعنی امام کے پیچھے) اس لئے خیالات منتشر رہتے ہیں۔

تہذیب: بلاحرکت لسان دل میں خیال سے قراءت پڑھا کیجئے۔

حرکت نفس کا علاج

تہذیب: سکون کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ نفس کو تمام خیالات سے خالی کیا جائے، یہ دشوار ہے کیونکہ نفس رات و دن میدان خیالات میں گشت لگانے کا عادی ہے، دوسرے یہ کہ کسی خیال میں لگا دیا جائے مثلاً مرنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

توجہ کے دو درجے اور ان کے حصول کا طریقہ

تہذیب: توجہ جو درجہ عمل میں ہے وہ اختیار میں ہے اس کا علاج قصد و استحضار ہے جو درجہ حال میں ہے وہ توجہ کے درجہ مذکور سے از خود حاصل ہو جاتی ہے۔

تحقیق عجیب متعلق خشوع

حال: تراویح میں قرآن شریف سنانے میں خشوع و خضوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ ہر رکعت کو جب کھڑا ہوتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ خیال جناب حق تعالیٰ کی طرف عجز و نیاز کے ساتھ رکھوں گا۔ مگر جب قرآن شروع کرتا ہوں تو اس خیال میں قرأت ختم ہو جاتی ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں اور رکوع و سجدہ میں بہت افسوس ہوتا ہے۔

تہذیب: خشوع نام ہے سکون کا اور یہ خیال کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ حرکت ہے جو سکون کی ضد ہے اور کوئی شے اپنی ضد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور یہ خیال طبعاً لازم ہے اس لئے حصول خشوع اس حالت میں متعذر ہے عادۃً تو اس کا اہتمام ہی تکلیف مالا یطاق ہے لیکن یہ خشوع نہ ہونا مضر اور قابل افسوس ہے اس لئے نہیں کہ جو مقصود ہے خشوع سے کہ غیر مقصود کی طرف توجہ نہ ہو وہ حاصل ہے پس گویا خشوع اگرچہ صورتاً نہیں مگر معنیً حاصل ہے کیونکہ یہ خیال تکمیل ہے طاعت کی اور طاعت مقصود ہے پس توجہ الی المقصود ہے چنانچہ بعض احادیث فضل خشوع میں **لم یحدث فیھما نفسہ بشئی من الدنیا** اور بعض میں الا بخیر وارد ہے اس کی توضیح رسالہ تشرف اول کتاب الصلوٰۃ میں قابل مطالعہ ہے، ہاں طبعاً ناگواری یہ نظیر ہے استغفار عن الغین کی۔

کون سا جمعیت قلب مطلوب ہے

تہذیب: جمعیت قلب وہ مطلوب ہے جس میں اپنی طرف سے اسباب مشوشہ کو اختیار نہ کیا جائے پھر اگر جمعیت حاصل نہ ہو تو یہ معذور ہے، میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ جو تشویش قلب اختیار سے

ہو وہی مضر ہے اور اگر بلا قصد واختیار تشویش ہو وہ کچھ مضر نہیں مثلاً ایک شخص صاحب عیال ہے اس وجہ سے دنیا میں مشغول ہے اور اس کو کسی وقت یکسوئی نہیں ہوتی، نماز و ذکر میں بلا قصد و اختیار وساوس مشوشہ آتے ہیں تو کچھ مضر نہیں اور یہ قاعدہ کچھ حدیث النفس ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حدیث اللسان یعنی کلام لسانی میں بھی یہی قاعدہ ہے کہ بلا ضرورت ایک کلمہ بھی زبان سے نکالنا قلب کا ستیاناس کر دیتا ہے مگر قلب پر چونکہ طبیعت محیط ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا، ب خلاف اسکے اگر بضرورت تکثیر ہو تو کچھ بھی مضر نہیں مثلاً ایک شخص پہرہ دینے پر نوکر ہے وہ رات بھر جاگو جاگو کرتا ہے اس سے نور قلب میں کچھ بھی کمی نہ آئے گی، اسی طرح تحریر میں جتنک ضرورت کا مضمون لکھا جائے گا کچھ ضرر نہ ہوگا اور بے ضرورت اگر ایک جملہ بھی لکھا گیا تو قلب کا ناس ہو جائے گا کیونکہ تحریر بھی ایک نوع کا کلام ہی ہے بہر حال کلام کی تین قسمیں ہیں ایک کلام نفسی، کلام لفظی، کلام تحریری، کلام تحریری میں تحریر کا مطالعہ بھی داخل ہے اس لئے ہر کتاب کا مطالعہ بھی جائز نہیں، غرضیکہ ہر ایک میں ضرورت کا درجہ مضر نہیں۔ اور بلا ضرورت، ایک جملہ کا تلفظ یا کسی بات کا سوچنا یا لکھنا مضر ہے چنانچہ بعض کلام کو خوشنما بنانے میں سجع وغیرہ کا تکلف کرتے ہیں چونکہ یہ بلا ضرورت ہے اسلئے قلب کو اس سے ضرر ہوتا ہے اور اسی کی تعلیم کے لئے قرآن میں سجع کی رعایت نہیں، گویا اس میں تنبیہ ہے ہم کو عدم تکلف پر کہ دیکھو جب ہم باوجود قدرت کے سجع کی رعایت نہیں کرتے حالانکہ ہم کو اس میں تکلف نہیں کرنا پڑتا تو تم کو بھی سجع کی رعایت نہ کرنا چاہئے کیونکہ تم کو تکلف کرنا پڑے گا اور بے ضرورت چیز کے لئے تکلف کرنا تم کو مضر ہے۔

خشوع کی کمی کا انجبار کا طریقہ

تہذیب: اول تو خشوع سے نماز پڑھو، اگر خشوع حاصل نہ ہو بلا خشوع ہی پڑھو، ہر نماز کے بعد دعاء و استغفار کرتے رہو، اگر ساری عمر کوشش کرنے سے بھی خشوع حاصل نہ ہو تو بلا خشوع ہی پڑھتے رہو مگر استغفار ضرور کرتے رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ خشوع والوں کے برابر ہو جاؤ گے۔

مخلوق کے ہر کام میں گھسنے سے جمعیت قلب برباد ہوتی ہے

تہذیب: جو لوگ غلبہ شفقت کی وجہ سے مخلوق کے ہر کام میں گھس جاتے ہیں اور اپنی یکسوئی اور جمعیت قلب کو برباد کرتے ہیں وہ مریض ہیں ان کو اپنی اصلاح کرنا چاہئے۔

حکم تشتت در تحصیل جمعیت

تہذیب: جو تشتت تحصیل جمعیت میں ہو وہ اصل ہے جمعیت ہی ہے مضر نہیں۔

حدیث میں فلیقاتل کے معنیٰ

تہذیب: حدیث میں ہے کہ جو نماز یا نمازی کے سامنے سے گذرے وہ شیطان ہے اور ارشاد ہے فلیقاتلہ امام صاحب کے ذوق میں اس کی علت ہے حفاظت خشوع صلوٰۃ جو کہ ایک وصف ہے صلوٰۃ کا اور مرور سے اس میں خلل ہوتا ہے اور فلیقاتل کو اگر ظاہر پر رکھا جائے گا تو ذات صلوٰۃ برباد ہوئی جاتی ہے کیونکہ جب کوئی قتال کرے گا تو ہاتھا پائی بھی ہوگی تو پھر نماز کیا باقی رہے گی اور ذات صلوٰۃ وصف صلوٰۃ سے قابل حفاظت ہے، اس لئے امام صاحبؒ نے اپنے اجتہادی ذوق سے یہ سمجھا کہ یہاں پر فلیقاتل زجر پر محمول ہے۔

تہجد میں کثرت خشوع کے اسباب

تہذیب: فرائض میں قلت خشوع اور تہجد میں کثرت کے اسباب اکثر طبعی ہوتے ہیں اور وہ بھی مختلف جو تحت ضبط میں نہیں آ سکتے مثلاً فرض کے اوقات میں مشاغل کا ہجوم اور آخر شب میں ان کی قلت یا ان اوقات میں لوگوں کی اطلاع اور آخر شب میں عدم اطلاع یا فرائض میں سب کا اشتراک جو مقلل حظ ہے اور تہجد میں عامل کا امتیاز جو مکثر حظ ہے ونحو ذلک اور یہ امور غیر اختیاری ہیں اس لئے ان اسباب کی تفتیش یا اُن سے متاثر ہونا خلاف طریق ہے اسلئے غیر ضروری ہے خشوع اختیاری اگرچہ قلیل ہو خشوع غیر اختیاری سے اگرچہ کثیر ہو بوجہ اسکے کہ اول مامور بہ ہے ثانی غیر مامور بہ بدرجہا افضل ہے۔

امر بالمعروف

امر بالمعروف کا طریقہ

تہذیب: کسی کے متعلق تحقیق ہو جائے کہ یہ فلاں جرم کا مرتکب ہے تو امر بالمعروف کے طور پر خود اس شخص سے کہے کہ میں نے تیرے متعلق ایسا سنا ہے اگر یہ بات سچ ہے تو تم کو توبہ کرنا اور باز رہنا چاہئے اور اگر اس سے نہ کہہ سکے تو اسکے مربی سے کہدے جو اس کو روک سکتا ہو اگر تحقیق نہ ہو پھر کسی سے بھی کہنا جائز نہیں، نہ خود اس شخص سے نہ اس کے مربی سے، پھر تحقیق کا طریقہ ہر کام کے لئے جدا ہے بعض امور میں دو عادل گواہ ضروری ہیں بعض میں چار پھر ان گواہوں میں بھی مشاہدہ سے گواہی ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ سب تمہاری طرح سنی سنائی کہتے ہیں۔

جاہل کو امر بالمعروف جائز نہیں

تہذیب: قواعد امر بالمعروف جاننے کے لئے نصاب الاحتساب مصنفہ قاضی ضیاء الدین سنامیؒ کا جاننا کافی ہے۔ جاہل کو امر بالمعروف جائز نہیں کیونکہ وہ اصلاح سے زیادہ فساد کرے گا، جیسے مکہ میں ایک جاہل نے مجھے امر بالمعروف کیا کہ تم عمامہ کیوں نہیں باندھتے، یہ سنت ہے، میں نے کہا کہ تم پائجامہ کی جگہ لنگی کیوں نہیں باندھتے یہ سنت ہے غرضیکہ سنت زائدہ کے لئے اس سختی کے ساتھ امر بالمعروف کرنا جائز نہیں۔

امر بالمعرف کی شرط اول اور اس کے حصول کا طریقہ

تہذیب: امر بالمعروف کی اول شرط اخلاص ہے کہ محض لوجہ اللہ نصیحت کرے اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے نصیحت نہ کرے اور اس کا معیار یہ ہے کہ عین نصیحت کے وقت ہی یہ شخص مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھے۔

امر بالمعروف کے لئے شفقت ضروری ہے

تہذیب: دوسروں کی نصیحت کے لئے شفقت شرط ہے شفقت کا اثر مخاطب پر ضرور ہوتا ہے ہاں کوئی بے حس ہو تو اور بات ہے، ہم کو عوام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر کسی سے علیحدگی اور کنارہ کشی اختیاری کی جائے تو اس میں بھی خیر خواہی کا قصد ہونا چاہیے، چنانچہ ارشاد ہے کہ **واھجرھم ھجرا جمیلاً**۔

تہذیب: مومن جو مومن کو نصیحت کرتا ہے اس میں طعن وغصہ وتشدد کا حق نہیں تشدد کے ساتھ کہنا صرف بڑوں کا حق ہے خواہ ان کی بڑائی کسی سبب غیر اختیاری سے ہو جیسے باپ یا کسی التزام اختیاری سے ہو جیسے شیخ واستاد۔

تبلیغ وذکر کو خود مقصود سمجھ کر کرنا چاہئے نہ بطمع ترتب ثمرہ

تہذیب: حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کے وقت خود نفس تبلیغ کو مطلوب سمجھے۔ ترتب ثمرات کو مقصود نہ سمجھے کیونکہ جو شخص ثمرات کو مقصود سمجھ کر عمل کرے گا اس کو عدم ترتب ثمرہ سے رنج وغم ہوگا اور حزن وغم کی خاصیت ہے کہ اس سے طبیعت شکستہ وپژمردہ ہو جاتی ہے پھر کام نہیں ہوتا، یہیں سے سالکین کو سبق لینا چاہئے کہ ذکر وشغل کو خود مقصود سمجھ کر کریں کہ وہ اختیار میں ہے اور ثمرات کو مقصود نہ سمجھیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں۔

ثمرات کا انتظار تبلیغ میں ہمت کو پست کرتا ہے

تہذیب: تبلیغ میں ثمرات کا انتظار نہ کرو یعنی یہ تجویز نہ کرو کہ ہماری سعی سے شدھی بند ہی ہو جائے یا دس ہزار ہندو مسلمان ہی ہو جائیں کیونکہ اس تجویز وانتظار کا نتیجہ یہ ہے کہ چند دن کے بعد جب اس ثمرہ کے ترتب میں دیر ہوگی تو ہمت پست ہو جائے گی۔ اس میں راز یہ ہے کہ مبالغہ فی العمل ہمیشہ عمل کا سبب ہوتا ہے۔

مخاطبت سخت الفاظ میں مناسب نہیں

تہذیب: بلاضرورت مخاطب کو سخت الفاظ سے خطاب کرنا ممنوع ہے ہاں ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے قل یا ایھا الکافرون الخ میں کافروں کو نا امید یں قطع کرنے کے لئے سختی کے ساتھ کافر کہہ کر ان کو خطا کیا گیا ہے۔

پہلے سے اعذار کا حکم دریافت کرنا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈنا ہے

تہذیب: اگر کوئی کہے کہ ہم کسی کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ برا مانتا ہے ناک منہ چڑھاتا ہے اور ہمارے درپے ایذاء ہو جاتا ہے تو کیا پھر بھی امر بالمعروف کریں اس کا جواب یہ ہے کہ آپ امر بالمعروف شروع کردیں جب کام شروع کر کے گاڑی اٹکے گی اس وقت استفسار کر لینا ابھی سے اعذار کا حکم دریافت کرنے کا آپ کو حق نہیں بلکہ اس وقت اعذار کا حکم دریافت کرنا گویا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈھنا ہے۔

تبلیغ میں ابتداء شفقت کا امر ہے

تہذیب: انبیاء علیہما السلام کو ابتداء میں شفقت کا امر ہے اور انتہائی ناامیدی کے بعد قطع شفقت کا حکم ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ ابتداً میں شفقت نہ کرنے سے خود تبلیغ کام کا اٹکتا ہے اور ناامیدی کے بعد حزن کرنے سے تبلیغ کی ترقی رکتی ہے کیونکہ اب حزن کرنے سے مبلغ کی ہمت پست ہو جائے گی اس وقت اس کو یہ تعلیم ہے کہ ہدایت تمہارے قبضے میں نہیں بلکہ خدا کے قبضے میں ہے۔ بس تم کو اپنا کام کرنا چاہئے تمہارا ثواب کہیں نہیں گیا اور جو کام خدا کا ہے اس کو خدا کے سپرد کردے۔ کار خود کن کار بیگانہ مکن۔ اب اس تعلیم سے اس کا دل بڑھے گا اور برابر تبلیغ کرتا رہے گا۔ وتواصوا بالصبر میں مبلغ کو صبر و استقلال کا حکم ہے کیونکہ تبلیغ میں بعض ناگواریاں پیش آتی ہیں، اگر صبر و استقلال سے کام نہ لیا تو تبلیغ دشوار ہو جائے گی۔

امر بالمعروف میں فوت مصلحت عذر نہیں

تہذیب: ترک تبلیغ کے لئے محض ناگواری مخاطب عذر نہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: **افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوماً مسرفین** (کیا ہم تم کو نصیحت کرنے سے پہلو تہی کریں گے کہ تم لوگ حد سے نکلنے والے ہو) حالانکہ حق تعالیٰ کے ذمہ تو امر بالمعروف واجب نہیں وہ اس سے پاک ہیں کہ ان پر کوئی بات واجب ہو، بس یاد رکھئے کہ امر بالمعروف کے لئے عذر صرف یہ ہے کہ لحوق ضرر کا اندیشہ ہو اور ضرر بھی جسمانی، محض فوت منفعت عذر نہیں جو شخص خدا سے بیگانہ ہے اگر اس کو احکامِ الٰہی کی تبلیغ ناگوار ہے تو ہماری جوتی سے ہم تبلیغ سے کیوں رکیں، بس ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہئے اور صرف اس کی رضا کا طالب ہونا چاہئے، چاہے تمام عالم ناراض ہو جائے، بس تمام عالم سے کہد و کہ ہم نے ایک ذات سے علاقہ جوڑ لیا ہے جو اس سے ملے وہ ہمارا دوست ہے جو اس سے الگ ہو، وہ ہم سے الگ ہے۔

ابتداء میں تبلیغ اعمال اخلاق کے پیرایہ ہونا چاہئے

تہذیب: نصیحت کا قاعدہ ہے کہ مصلح اپنے اوپر مشقت ڈالے اور مخاطب کو آسان طریقہ سمجھائے اور ابتداء میں تو تالیف قلب کرے اور انتہاء میں صفائی سے کام لے یعنی مسئلہ کو صاف صاف بیان کردے، گول مول نہ بیان کرے، ابتداء میں ترغیب اعمال اخلاق کے پیرایہ میں دینا چاہئے تاکہ مخاطب کو گرانی اور وحشت نہ ہو مثلاً اس طرح کہ نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا اور اس میں استقلال اور پختگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق۔ مردانگی اس میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو، نفس کا تابع فرمان نہ ہو، اور نفس کو تباہ کرنے والی چیز تکبر ہے، انسان کو تو اضع اور عاجزی اختیار کرنا چاہئے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سب سے بڑی عظمت والے کی عظمت اس کے پیش نظر رہے۔ اسلام نے اس کے لئے پانچ وقت کی نماز مقرر کی ہے۔ جس کو باقاعدہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نقش اس کے دل پر جم جاتا ہے۔ دوسری تباہ کرنے والی چیز نفسانی خواہشوں کی حرص ہے مثلاً کھانے پینے اور عورتوں سے مخالطت کرنے کی حرص اس کے لئے اسلام نے روزہ فرض کیا ہے تیسری مہلک شے حب مال ہے اس کے لئے اسلام نے زکوٰۃ فرض کیا ہے۔

اخلاق کے پیرایہ میں نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے مٹھائی کو نین دینا

تہذیب: اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کے واسطے بھی یہی تدبیر کرتے ہیں کہ مٹھائی میں کونین لپیٹ کر

دیتے ہیں، اسی لئے حکم ہے حکمت کے ساتھ دعوت کرنے کا اور اخلاق کے پیرایہ میں اعمال کی ترغیب دینے کا۔

تبلیغ کا ضابطہ مبلغ خاص وعام کے لئے

تہذیب: تبلیغ کی دو قسمیں ہیں۔ خاص وعام تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے مگر عوام مسلمین کے ذمہ سفر خرچ و دیگر اسباب کا مہیا کرنا ہے، اسی طرح خاطب بغیر المعصوص علماء کا کام ہے، اور خطاب بالمعصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کرسکتا ہے۔

فائدہ کام کرنے سے ہی ہوتا ہے چاہے تھوڑا ہی ہو

تہذیب: فائدہ کرم کرنے سے ہی ہوتا ہے، چاہے تھوڑا ہی ہو تو دو چار آدمی مل کر تبلیغ شروع کردو۔ اور اپنی قلت پر نظر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ذات پاک کے ذریعہ سے اسلام کو عرب سے تمام دنیا میں پہنچایا ہے۔ سو وہ خدا اب بھی موجود ہے تم اسی پر بھروسہ کرکے کام شروع کرو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہؓ کی مثال قرآن پاک میں یوں بیان فرمائی ہے **کزرع اخرج شطاہ فاذرہ فاستغلظ فاستوی علیٰ سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار** کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بیج زمین میں بو دیا جائے، تو وہ اول اپنی سوئی نکالتا ہے پھر خدا اس کو پانی مٹی ہوا وغیرہ سے قوت دیتا ہے تو قوی مضبوط ہو کر تنہ دار سیدھا درخت ہو جاتا ہے جو سارے محلہ پر سایہ افگن ہوتا ہے۔ جب جمادات میں ادنیٰ تخم کی یہ حالت ہے تو انسانوں میں ایک دو آدمی اللہ کے بھروسے پر کام کریں۔ اور ان کے کام کو قوت و ترقی حاصل ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

تبلیغ میں کام کا طریقہ

تہذیب: کام کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو قابل سمجھا جائے اس سے حساب نہ لیا جائے اور اس کی لیاقت یہ ہے کہ خود حساب دیتا رہے۔

سلامتی طبع نہ ہونے سے آجکل فرادی فرادی تبلیغ مناسب ہے

تہذیب۔ گو اس میں بڑی مصلحت ہے کہ رفقاء میں ایک امیر ہو، ایک مامور ہو۔ مگر اس کے لئے سلامت طبائع شرط ہے اور آج کل طبائع ایسی گندی ہیں کہ جہاں ایک کو امیر بنایا فوراً دوسرا امیر ہو جاتا ہے۔ یعنی امیر صاحب اس پر جا بے جا حکومت کرنے لگتے ہیں آج کل ہماری یہ حالت ہے کہ اجتماعی کام میں ہمیشہ گڑبڑ ہوتی ہے۔ جس کام میں جتنا زیادہ اجتماع ہوگا اتنا ہی جھگڑا ہوگا۔ اور جلد ہی ختم بھی ہو

جاتا ہے بقاء اسی کام کو ہوتا ہے جو تدریج کے ساتھ بڑھے اور اعتدال کے ساتھ چلتا ہے۔

تبلیغ عام کا سہل طریقہ

تہذیب: تبلیغ عام کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ضلع کے مسلمان ایک مبلغ اپنے ضلع کے واسطے مقرر کر لیں اور اس کا خرچ اپنے ذمہ لے لیں البتہ اتنی ضرورت پھر بھی ہوگی کہ روپیہ کا انتظام کر کے مبلغ کی تجویز اور راہ عمل کی تحقیق کے لئے کسی عالم کو مشورہ کے لئے منتخب کرو اور اس کے مشورہ سے مبلغ رکھو اور اسی کی رائے سے تبلیغ کا طریقہ اختیار کرو اور مبلغ سے کہدو کہ جس طرح فلاں شخص کہے اس طرح کرو۔

تبلیغ میں کوتاہی کا راز

تہذیب: آج کل تبلیغ میں کوتاہی کا راز یہ ہے کہ دل میں مخلوق کی ہیبت ہے اس لئے تبلیغ سے رکاوٹ ہے۔

رفاہِ عام کا کام کرنے کا طریقہ

تہذیب: رفاہ عام کا کوئی کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا کام جتنا ہو سکے شروع کر دے۔ مثلاً ایک دینی مدرسہ قائم کرنا ہے لڑکے لے کر بیٹھ جاؤ اور پڑھانا شروع کر دو۔ جب کوئی پوچھے کہد و اتنا ہی ہمارے اختیار میں تھا وہ ہم نے کرلیا۔ آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے بس آپ اپنا کام کیجئے اللہ تعالیٰ عمارت سب بنوادے گا اور مدرسہ بھی جاری کرادے گا۔

تعلیم استغناء وترک کاوش درحق عوام

تہذیب: فرمایا کہ میرا ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ اگر میں نے کوئی کام دوسروں کی مصلحت کے لئے کیا اور لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو کبھی اس میں تصرف اور تائید کو پسند نہیں کیا، بس یہ کیا کہ اس کام ہی کو ترک کردیا میری رائے یہ ہے کہ عوام کے درپے نہ ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ نعم الفقیه ان احتیج نفع وان استغنی عنه اغنیٰ نفسه جب دو قدح کی نوبت آگئی تو کام کا کیا لطف رہا؟

چندہ کی ضروری تحریک خطاب عام سے مناسب ہے

تہذیب: چندہ کی تحریک اگر ضروری ہو تو خطاب عام سے مناسب ہے لیکن اگر خطاب میں بھی وجاہت سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو چندہ نہ لے، بلکہ کہدے کہ اس جلسہ کے بعد جمع کردینا۔

تہذیب: وعظ میں تعرض خاص نہ ہونا چاہیے بلکہ خطاب عام ہونا چاہیے۔

امر بالمعروف کا ایک نرم طریقہ

تہذیب: شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی نظر اثنائے وعظ میں ایک شخص پر پڑی جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا تھا۔ مگر شاہ صاحبؒ نے وعظ میں تو اس سے کچھ تعرض نہ کیا بعد ختم وعظ جب سب لوگ چلے گئے تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے جس کو تم پر ظاہر کرتا ہوں، وہ یہ کہ میرا پائجامہ ڈھلک کر ٹخنوں کے نیچے جاتا ہے اور اس کے متعلق حدیث میں سخت وعید آئی ہے اس کے بعد آپ نے سب وعیدیں بیان کردیں۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ذرا دیکھنا میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تو نہیں ہے اس شخص نے شاہ صاحبؒ کے پیر پکڑ لیے۔ اور کہا حضرت آپ میں تو یہ عیب کیوں ہو تو یہ مرض تو مجھ نالائق میں ہے۔

معلم اور ناصح ہو کر عمل نہ کرنا سخت شرمناک ہے

تہذیب: معلم اور ناصح ہو کر خود عمل نہ کرنا بہت ہی شرم کی بات ہے۔ اگر ذرا بھی طبیعت سلیم ہو تو معلم اور ناصح ہو کر انسان سب سے پہلے خود اپنی تعلیم پر عمل کرتا ہے۔

وعظ بے عمل کے بیان میں شوکت نہیں ہوتی

تہذیب: وعظ جس امر پر خود عامل نہیں ہوتا اسکے متعلق اگر وہ وعظ کہنے بیٹھتا ہے تو الفاظ میں شوکت وصولت نہیں ہوتی اندر سے دل بجھنے لگتا ہے۔

وعظ سے ہمتِ عمل ہو جانے کا راز

تہذیب: وعظ کے ذریعہ سے عمل کرنے کی ہمت ہو جانے کا سبب ایک تو حیائے طبعی ہے دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ وعظ کے ذریعہ سے جب آپ نے اہل اسلام کی خدمت کی جس میں اہل اللہ بھی ہوتے ہیں تو یہ اہل اللہ اس سے خوش ہو کر دعا دیتے ہیں، اس کی برکت سے حق تعالیٰ اس کی بھی اصلاح کر دیتے ہیں، کیونکہ ہر جلسۂ وعظ میں کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جو عنداللہ مقبول ہوتا ہے۔

تعلیم و تعلم سے مقصود وعظ ہے وعظ گوئی سیکھنے کا سہل طریقہ

تہذیب: حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا طریقہ وعظ تھا، اور تعلیم و تعلم سے اصل مقصود یہی

ہے بعض علماء کا عذر یہ ہے کہ ہم کو وعظ کہنا نہیں آتا یہ قابل سماعت نہیں، اس لئے کہ سب کام محبت کرنے ہی سے آتے ہیں اسی طرح وعظ کہنے کا ارادہ کیجئے، اور کچھ دنوں محنت کیجئے، یہ کام بھی آ جائے گا، جس کی سہل تدبیر یہ ہے کہ اول اول طلبہ کے سامنے مشکوٰۃ وغیرہ لے کر بیٹھ جاؤ اور کتاب دیکھ کر بیان کرو پھر کچھ دنوں بدون کتاب کے بیان کرنا شروع کرو اسی طرح ایک دن خوب بیان کرنے لگو گے۔

خطاب خاص کا دستور العمل

تہذیب: جہاں اپنا اثر اور قدرت ہو وہاں خطاب خاص سے نصیحت کریں، مثلاً باپ بیٹے کو، استاد شاگرد کو، پیر مرید کو اور خاوند بیوی کو امر بالمعروف کرے، جہاں قدرت نہ ہو، اثر وہاں خطاب خاص مناسب نہیں بلکہ خطاب عام مناسب ہے لیکن یہ خوب خیال رکھیں کہ اپنی طرف سے سختی اور درشتی کا اظہار نہ ہو بلکہ نرمی اور شفقت سے امر بالمعرف کرے اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کرے۔ اور اگر تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطاب خاص نہ کرے۔ بلکہ خطاب عام پر اکتفا کرے۔

وعظ کہنے کی ترغیب

تہذیب: وعظ کا نفع اتم واجل واسہل ہے کہ ایک گھنٹہ میں پانچ ہزار کا نفع ہو جاتا ہے۔ نیز عوام کو اس سے وحشت بھی نہیں ہوتی، بلکہ دلچسپی ہوتی ہے اور اس کا جلدی اثر ہوتا ہے۔ اسلئے اس کو ضروری اختیار کرنا چاہئے۔

عوام کو مدرسہ سے تعلق پیدا کرانے کا طریقہ

تہذیب: چندہ دینے والے زیادہ عوام ہیں تو علماء کو چاہئے کہ عوام کو اپنی طرف مائل کریں جس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ہر مدرسہ میں ایک واعظ تبلیغ کے لئے رکھا جاوے جس کا کام صرف یہ ہو کہ احکام کی تبلیغ کرے اور اس کو ہدایا لینے کو قطعاً منع کر دیا جائے اور استحساناً یہ بھی کہدیا جائے کہ مدرسہ کے لئے بھی چندہ نہ کرے بلکہ اگر کوئی خود بھی دے تو قبول نہ کرے، بلکہ مدرسہ کا پتہ بتلا دے کہ اگر تم کو بھیجنا ہے تو اس پتہ پر بھیج دو غرضیکہ واعظ کو محصل چندہ نہ بنایا جائے۔ جب وعظ بے غرض ہوگا اس کا مخاطب پر بڑا اثر ہوگا، پھر عام کو مدرسہ سے تعلق ہوگا کہ اس مدرسہ سے ہم کو دین کا نفع پہنچ رہا ہے، اس کی امداد کرنا چاہئے۔

مدرسہ کا باوقعت بنانا اور اس کا طریقہ

تہذیب: اس کی کوشش کرو کہ تمہارے مدرسے اہل دنیا کی نظر میں باوقعت ہو جائیں، جس سے قلوب میں طلباء کی وقعت ہوگی۔ اور تو اہل دنیا اپنے بچوں کو عالم بنائیں گے، کیونکہ

وہ عزت وہ جاہ کے بڑے بندے ہیں جس کام میں عزت وجاہ دیکھتے ہیں اس کی طرف جلدی مائل ہوتے ہیں باوقعت بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ علماء استغنا برتیں کیونکہ علماء کی عزت استغناء ہی سے ہوتی ہے عبا وقبا سے نہیں ہوتی، پس اول تو یہ چاہئے کہ علماء چندہ کا کام ہی نہ کریں۔ اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو کم از کم چندہ میں استغناء ہی کا طریقہ اختیار کریں، کسی کی خوشامد اور للو پتو نہ کیا کریں، نیز آج کل طلباء کو کھانا لانے کے لئے امراء کے گھروں پر بھیجنا مناسب نہیں کہ اس سے طلباء عوام کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہوتے ہیں اور طلباء کی حقارت سے علم ودین عوام کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔

تبلیغ بھی توجہ الی اللہ ہے مگر بواسطہ

تہذیب: محققین نے تبلیغ کو بھی توجہ الی اللہ ہی فرمایا ہے۔ مگر بواسطہ جیسے آئینہ میں صورت محبوب دیکھی جاوے یہ بھی محبوب ہی کی رویت ہے آئینہ کی رویت نہیں۔

توجہ الی الخلق کی مشروعیت کی حکمت

تہذیب: اصل مقصود ومطلوب بالذات توجہ الی اللہ بلا واسطہ ہے لیکن حکمتوں کی وجہ سے توجہ بواسطہ یعنی توجہ الی الخلق بھی شروع کی گئی تا کہ دوسروں کو بھی ایسا بنایا جائے کہ وہ توجہ الی اللہ بلا واسطہ کے اہل ہو جائیں۔

تہذیب: عدم توقع نفع یا خوف لحوق ضرر کے وقت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ اکثر صوفیہ جو عام لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خطاب نہیں کرتے اور صرف ایسے شخص کے خاص خطاب پر اکتفاء کرتے ہیں جو اپنے کو اصلاح کی غرض سے ان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ان کا یہی عذر ہے کہ وہ زمانہ کا رنگ دیکھ کر نفع سے ناامید ہیں تو اس باب میں ان پر ملامت نہ کی جائے گی، وہ اپنے اس فعل میں بھی سنت کے متبع ہیں۔

باب چہارم

ارشادات

لیغان علیٰ قلبی کا مطلب

ارشاد: حدیث میں جو ہے لیغان علیٰ قلبی وہ غین یہی توجہ الی الخلق للارشاد ہے کہ وہ عین توجہ الی الخلق بواسطہ مراۃ الخلق ہے کہ عاشق بے صبری طبعی سے اس کو حجاب سمجھتا ہے۔

شرط عادی سلوک کی تفرغ ہے۔

ارشاد: اگر باقاعدہ سلوک طے کرتا ہے جس کے لئے تفرغ شرط عادی ہے تب تو نکاح مناسب نہیں اور اگر بعض اشتغال بالما مادر بہ واعتزال عن المنتھی عنہ مقصود ہے تو نکاح اس میں مخل نہیں۔ پھر اس شق پر تفصیل یہ ہے کہ اگر ادائے حقوق نفقات وغیرہ کی استطاعت ہو تب تو جائز ہے ورنہ ممنوع۔

کرامت کے بعد بھی اتباع شریعت کی فکر

ارشاد: صدور کرامت کے بعد ولی کو بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ حکم شرعی معلوم کر کے حکم شریعت کا اتباع کرنا چاہئے۔

استراحت در مسجد بہ نیت اعتکاف

سوال: بغرض تنہائی مسجد میں سوتا ہوں اور اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں حیلہ مذکور سے مسجد میں سونا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس مصلحت سے جائز ہے۔

قیود وعملیات کا حکم سالک کے لئے

سوال: سورۂ واقعہ پڑھتا ہوں اور اس کے ضمن میں نیت دفع فاقہ کی بھی ہوتی ہے۔

ارشاد: کچھ حرج نہیں دفع فاقہ کا قصد اس لئے کرتا کہ اطمینان رزق سے دین میں اعانت ہوگی۔ دین ہے۔ اور حضور ﷺ کا یہ خاصیت بیان فرمانا اس کی محمودیت کی دلیل ہے۔ البتہ جو عملیات خاص قیود کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اور عامل ان کی دلیل سے زائد مؤثر سمجھ کر گویا اثر کو اپنے قبضہ میں

سمجھتا ہو، وہ عملیات طالب حق کی وضع کے خلاف ہیں۔

افعال وطریق اور نصائح مفیدہ

ارشاد: ترک معاصی و کثرت ذکر و اطلاع حالات بمرشد اس کا طریق ہے، گو حضور نہ ہو۔ (بخدمت مرشد)

ارشاد: حب رسول ﷺ اور حب شیخ مفتاح سعادت ہے۔

ارشاد: عمر بھر اس کی ضرورت ہے کہ اپنے نفس کی نگہداشت رکھے اور علاج معالجہ میں لگا رہے کاملین بھی اس سے فارغ نہیں صرف ضعف وقوت کا فرق ہے نہ یاس ہونا چاہئے نہ فراغ اور بے فکری کا قصد یا طمع کرنا ناممکن ہے۔

ارشاد: استقامت علی الاعمال خود ایک رفیع حالت ہے جو سب کیفیات سے راجح ہے۔

ارشاد: ثمرات پر نظر کرنا سبب ہے پریشانی کا۔

ارشاد: انسان صرف مکلف اس کا ہے کہ اخلاق رذیلہ کے مقتضیات پر عمل نہ کرے۔ رہا یہ کہ اقتضاء آت ہی زائل یا ضعیف ہو جائیں، اس کا انسان نہ مکلف نہ یہ بسہولت میسر ہو سکتا ہے۔

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

ارشاد: بقدر تحمل کام کرنا چاہئے اپنے کو زیادہ مقید کرنا بلا ضرورت نہ چاہئے کہ انجام پریشانی ہے۔

ترک تکلم کا حکم

ارشاد: ترک تکلم بمسلم پر جو وعید ہے کہ نماز روزہ اس کا مقبول نہیں حتیٰ یصلحا سو اس میں وہ مہاجرت مراد ہے جس کا سبب محض دنیوی ہو، جو مہاجرت کسی مصلحت دینیہ سے ہو وہ اس میں داخل نہیں۔

معیت ذاتیہ

ارشاد: معیت ذاتیہ ایک قرب خاص ہے جو وجدانا مدرک ہوتا ہے اور جو حضور و یادداشت کا ثمرہ ہے نہ کہ اس کا عین۔

نہایت و تمکین کی تعریف

تعلیم: سالک کو احوال تکوینیہ ولولہ و جوش وغیرہ کے بعد جو یہ حالت پیش آتی ہے کہ اپنے کو محض عام مسلمانوں کی طرح سمجھتا ہے، نہ وہ ولولہ و جوش ہوتا ہے نہ کوئی دوسرا امر امتیاز یہ حالت نزول ہے

جوانتہا کے بعد عطا ہوتی ہے اور یہ وہی ہے جس کو حضرت جنیدؒ نے اس سوال کے جواب میں کہ "ما النہایۃ" فرمایا تھا۔ العود الی البدایۃ۔

عقلاً حب حق ہی کو ترجیح ہے حب شیخ پر

ارشاد: بعض اوقات فرط محبت شیخ سے شبہ ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت مغلوب ہے منشاء اس کا ناواقفی ہے ورنہ واقع میں محبت خدا تعالیٰ ہی کی غالب ہوتی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ بات پیش کرے کہ ان دو محبتوں میں سے ایک رہ سکتی ہے جس کو پسند کرو۔ اس وقت یقیناً حق تعالیٰ ہی کی محبت کو ترجیح دی جائے گی، یہ صریح دلیل ہے حق تعالیٰ کی محبت کے غالب ہونے کی مگر یہ محبت باوجود طبعی ہونے کے مشابہ عقلی کے ہے اس لئے آثار لطیف ہیں جس سے شبہ ضعف کا ہوتا ہے۔ ورنہ قوی یہی ہے اور انسان مامور بہ اس حب عقلی کا ہے علاوہ بریں خود حب شیخ بھی حب حق ہی ہے کیونکہ للحق ہے۔ کان الشیخ واسطتہ الیہ وصولاً فاللہ تعالیٰ واسطتہ فی الثبوت یحب الشیخ فکان المحبوب الاول ہوا اللہ تعالیٰ والشیخ محبوباً بالعرض والموصوف بالذات اقویٰ من الموصوف بالعرض۔

حصول فراغ قلب کا طریقہ

ارشاد: قلب کو ہر وقت ماسوا اللہ سے فارغ رکھنا چاہئے۔ (یعنی دل کسی اور چیز سے لگا ہوا نہ رہے۔) یہ نہایت نافع ہے اس کے تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ جو بات اور جو کام ضروری نہ ہو نہ اس کو دیکھو نہ سنو، نہ اس کا تصور کرو۔ خواہ یہ چیزیں ماضی کے متعلق ہوں یا مستقبل کے۔

ارشاد: حب موت علامت ولایت سے ہے۔

ملقن کی کن خرابیوں کا اثر ملقن پر ہوتا ہے

ارشاد: دوسرے شخص پر ملقن کی ہر خرابی کا اثر نہیں ہوتا بلکہ ایک تو اس کا جو بین طور پر غیر مشروع ہو اور بکثرت ہو یا قلت سے ہو اور ندامت اور تدارک نہ ہو۔ یا کوئی عقیدہ و نیت میں خلل ہو، مثل تلبیس وحب جاہ و مال وغیرہ۔ ورنہ حسن ظن کا اثر غالب اور مدار نفع رہتا ہے۔ اسی لئے یہ خدمت سب کر رہے ہیں۔ گو اپنی حالت کو کوئی اچھا نہیں سمجھتا۔

بڑھاپے میں شہوت کا اثر زیادہ ہونے کی وجہ

ارشاد: بڑھاپے میں جو بعض وجوہ سے شہوت کا اثر زیادہ ہوتا ہے اس کی وجہ ضعف تحمل ہے۔

حفاظت نفس کا طریقہ

ارشاد: جو شخص اپنے نفس پر سوء ظن اور اپنی اصلاح و حفاظت کا مراقبہ مع توکل علی اللہ رکھتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔

افطار تحری پر قضا لازم نہیں

ارشاد: اگر شک ہو کہ قبل غروب افطار ہو گیا ہے تو مسئلہ شرعی یہ ہے کہ اگر افطار تحری پر ہوا ہے تو قضا نہیں، لیکن اگر مزید اطمینان کے لئے کوئی قضا رکھ لے تو خرابی نہیں۔

اپنے مال کا انتظام و تحفظ بھی عبادت ہے

سوال: بھائی کا انتقال ہو گیا ہے۔ یتامیٰ کی نگرانی میرے سر ہو گئی ہے۔ ساری جائداد کا انتظام مجھ پر آ پڑا ہے حالانکہ اس کے حساب کتاب سے بالکل نابلد ہوں۔ ان پریشانیوں سے اوراد کی پابندی نہیں ہوتی۔

ارشاد: اپنے مال کی حفاظت بھی عبادت ہے۔ خصوص جب کہ دوسرا طریقۂ معاش نہ ہو اور بدون انتظام معاش کے دل جمعی نہ ہو اور بدون دلجمعی کے طاعت نہ ہو، جیسا کہ اس وقت عام طبائع ضعیفہ کی یہی حالت ہے۔ نیز یتامیٰ کی نگرانی بھی عبادت ہے جب کہ ان کا کوئی نگراں نہ ہو جب یہ سب عبادت ہے تو عبادت سے کیا گھبرانا، رہی پریشانی سو اس کا سبب ناواقفی ہے اور یہ عارضی ہے اور عارضی بھی سریع الزوال ہے۔ پس ایسی سریع الزوال پریشانی جو سبب ہو جائے جمعیت دائمہ کی قابل تحمل ہے اور اس عارض کے سبب جو ناغہ وغیرہ ہو جائے قابل گواری ہے۔ پس جب تک کام قابو میں نہ آوے ضرور اس میں دخل دیں۔ اور توجہ رکھیں۔ اور ناواقفی کا تدارک کسی واقف خیر خواہ کو شریک کرنے سے کر لیں۔ جب کام قابو میں آ جائے پھر مناسب انتظام کر کے تفرغ للعبادت کی صورت نکال لیں اور ایسے تفرغ کے میسر ہونے تک اوراد میں اختصار کو گوارا کر لیں۔ مگر مداومت کی کوشش کریں۔ اور اہل اللہ کے ملفوظات اور حالات کا مطالعہ کبھی ناغہ نہ کریں۔ خواہ روزانہ پانچ ہی منٹ کے لئے ہو۔

ادب کا طبعی ہو جانا

ارشاد: ادب کا طبعی ہو جانا حالت مطلوبہ ہے۔

اعزا کی عدم محبت بھی نعمت ہے

ارشاد: اگر اعزا محبت نہ رکھیں تو اس سے راحت ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ سے دل برداشتہ ہونے کا سامان فرمایا۔

طبیب باطن کی تجویز سے صحت باطنی معلوم ہوتی ہے

ارشاد: طبیب باطن کسی مریض کو بھی لا علاج نہیں کہتا۔ یوں تو اصل فن طب کی رو سے کوئی صحیح نہیں اسی طرح اصل فن تربیت کے اعتبار سے کوئی مہذب نہیں، لیکن ماہر فن کا حکم مقدم ہے استدلال بالکلات پر اور لم اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کی صحت اس کے خاص مزاج کے اعتبار سے ہے۔ پس جس طرح ایک ماہر طبیب کا کسی کی نبض اور قارورہ دیکھ کر تندرست بتلانا معتبر ہے۔ اسی طرح طبیب باطن کی تجویز کسی کی صحت باطنی کے متعلق صحیح و معتبر سمجھی جائے۔

طب جسمانی و روحانی کی کتابوں کا حکم

ارشاد: طب، خواہ جسمانی ہو، یا روحانی کی کتابیں اطباء کے لئے ہیں نہ کہ مریضوں کے لئے۔ مریضوں کے لئے تو طبیب کا قول بھی کتاب ہے۔ مبتدی کے ذمہ یہ ہے کہ محض کتابوں پر عمل نہ کرے، بلکہ اپنے حالات کسی مصلح کے سامنے پیش کر کے علاج پوچھے۔ البتہ اگر مصلح خود کوئی کتاب دیکھنا تجویز کر دے۔ اس وقت وہ کتاب بھی بمنزلہ مصلح کے خطاب کے ہے۔

اصل مقصود توجہ الی الحق ہے

ارشاد: اصل مقصود توجہ الی الحق ہے خواہ ذکر سے خواہ تلاوت سے۔

تجلی ذاتی و تجلی مثالی کی تعریف

ارشاد: تجلی ذات اصطلاحی لفظ ہے اس کے معنی ہیں التفات الی الذات من غیر الالتفات الی الصفات والافعال۔ بخلاف تجلی مثالی کے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو مثالاً دیکھے۔

سلوک کا اصل علاج قدرت و ہمت کا استعمال کرنا ہے

ارشاد: اگر کوئی قدرت و ہمت کا استعمال ہی نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے۔ اس سے تو بس یہ کہہ دے کہ اصل علاج قدرت و ہمت کا استعمال کرنا ہے۔ اگر ہماری تعلیم صحیح نہ ہو اور کہیں جائیے۔ (یعنی اس سے استغناء برتے)

کدورت کا تدارک استغفار سے چاہئے۔

ارشاد: ضروریات کے سبب کدورت کو بھی قبول کرے۔ اور اس کے تدارک کے لئے استغفار بھی کرے۔ یہ عین سنت کے موافق ہے اس کی دلیل یہ ہے۔ **لیغان علیٰ قلبی وانی لا ستغفر اللہ** مثلاً اگر کسی کو کسب معاش میں مشغولی ہو اور اس وجہ سے ذکر کا موقع کم ملے تو استغفار سے اس کا تدارک کرے۔

آثار انتہائے طریق سلوک

ارشاد: (۱) یقین کا لمشاہدہ کا حاصل ہو جانا (۲) اپنا و اغیار کا وجود چشم باطن میں فنا کالعدم ہو جانا (۳) بالکل یکسو ہو کر قلب کا ذکر و مذکور کی طرف مائل و متوجہ ہو جانا (۴) جمیع تعلقات و جملہ حالات کا باطن سے غائب و فناء ہو جانا (۵) مدام باہوش و صاحب فکر رہنا (۶) اپنی و اغیار کی ذات بلکہ ہر دو جہاں اور جملہ ماسوا سے بالکل قلب کا آزاد و فارغ ہو جانا (۷) رضا و تسلیم کا عادی و خوگر بن جانا۔ (۸) جملہ حالات و جمیع معاملات میں مشیت و مرضی مولا پر بدل و جان راضی و خوش رہنا۔

ورد و عمل کا حصہ مطالعہ کتب سے زیادہ ہونا چاہئے۔

ارشاد: ورد و عمل کا حصہ زیادہ ہونا چاہئے بہ نسبت مطالعہ کتب کے، اکثر شوق مطالعہ کا سبب حظ مضمون ہوتا ہے نہ کہ حب ذکر۔

مجذوب کی خدمت اور ان کی دی ہوئی چیز کا حکم

ارشاد: مجذوب کی خدمت اگر ہو سکے، کر دے، لیکن توجہ کا ان سے ہرگز طالب نہ ہو اور اگر ان کے حواس کی درستی میں شبہ ہو تو ان کی دی ہوئی چیز بھی نہ لے۔ اگر لے لے تو اس سے لقطہ کا معاملہ کرے۔

کسل و تعطل عبدیت نہیں

تعلیم: ترک عمل کسل و تعطل کو عبدیت نہ سمجھ لیا جائے۔ عبدیت کے لئے حرکت فی العمل لازم ہے۔ عبدیت یہ ہے کہ چلائیں تو چلئے ٹھرائیں تو ٹھہریئے، نہ اس کی تمنا ہو نہ اس سے انکار ہو، پھر ایسے علوم عطا ہوں گے کہ ان کے سامنے علم اسرار بھی کچھ نہیں۔

اعمال کا اثر باقی رہتا ہے

ارشاد: اعمال کے انقضاء سے ان کا اثر منقضی نہیں ہوتا، بلکہ جمع رہتا ہے۔ جیسے ایک نوکر جو کام کرتا ہے کام تو ختم ہو جاتا ہے، مگر تنخواہ چڑھ جاتی ہے مگر مہینے کے ختم پر ملے گی۔

نسبت الی الاسباب عوام کے لئے رحمت ہے

ارشاد: عوام جو اسباب کی طرف واقعات کی نسبت کرتے ہیں اس میں ایک بڑی غیبی مصلحت ہے وہ یہ کہ اکثر عوام کے قلب میں حق تعالیٰ کا عشق کم ہے اور بعض حوادث طبعًا ناگوار ہوتے ہیں اگر ان لوگوں کی نظر اسباب پر نہ ہو اور براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کریں تو حق تعالیٰ کی طرف سے قلب میں ناگواری وکراہت پیدا ہو تو نسبت الی الاسباب وقایہ ہے اس کی یہ بڑی حکمت ہے اس حکمت پر نظر کر کے عوام کی اس نسبت کو رحمت اور غنیمت سمجھنا چاہئے۔

رزق بے فکری کی حقیقت

ارشاد: دنیا میں رزق بے فکری سے ملنے کی حقیقت وہ ہے جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے اس آیت میں خالصہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده والطيبٰت من الرزق قل هى للذين امنوا فى الحيواة الدنيا خالصة يوم القيٰمة یعنی دنیا میں بے فکری کا رزق وہ ہے جس پر کوئی وبال یا کسی قسم کا مواخذہ آخرت میں نہ ہو۔

مجاہدہ کی توفیق علامت وصول ہے

ارشاد: اگر خدا تعالیٰ نے مجاہدہ کی توفیق دے رکھی ہو تو سمجھ لے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور رسائی ہوگی، کیونکہ مجاہدہ پر رسائی کا وعدہ ہے اور وعدہ خلافی کا احتمال نہیں۔

عروج ونزول کی شناخت

ارشاد: اسماء کو چھوڑ کر مسمی کی طرف توجہ کرنا عروج کے آثار سے ہے۔ اور نزول اس سے بھی اکمل ہے، وہ یہ کہ ہمارا مرتبہ اتنا نہیں جو توجہ الی المسمّٰی بلاواسطۂ اسماء کے قابل ہوں اسی راز سے واذکر اسم ربک فرمایا گیا۔

اخفاء واظہار عمل کے کمال ہونے کے معیار

ارشاد: ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخفاء عمل عمدہ حالت ہے، مگر کمال یہ ہے کہ اظہار ہو

(بغرض تحدیث نعمت یاارشاد متعلمین) مگر دعویٰ نہ ہو، اوراس سے بڑھ کر کمال یہ ہے کہ اگر دعویٰ بھی ہو مگر اپنے اوپر نظر نہ ہو۔

عاشق کوملامت اغیار مانع محبت نہیں

ارشاد: عاشق کوملامت اغیار محبت سے مانع نہیں ہوتی بلکہ ملامت سے تو عشق کی گرم بازاری ہے۔

عشاق کا ہر مشکل کام کیلئے تیار ہو جانے کا راز

ارشاد: عشاق ہر مشکل سے مشکل کام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارا کام تو طلب ہے۔ اوراپنی ہمت کے موافق عمل شروع کر دینا، آگے پورا ہونا نہ ہونا ہمارا قبضے میں نہیں۔ یہ تواسی معشوق حقیقی کے قبضہ میں ہے۔

ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے　　　پر تجھکو چاہئے کہ تگ و دو لگی رہے

صاحب تصرف کے مقتول کا حکم

ارشاد: اگر صاحب تصرف کے تصرف سے کسی کا قتل ہو گیا ہو تو صاحب تصرف قاتل شبہ عمد ہے۔ شبہ عمد کا کفارہ واجب ہے یعنی ایک غلام مؤمن آزاد کرنا، یہ نہ ہو سکے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھنا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرنا کیونکہ قتل حق اللہ اور حق العباد دونوں ہے۔ البتہ اگر وہ شخص (مقتول) مباح الدم تھا، تو کچھ گناہ نہیں ہوا۔

بد دعا سے ہلاکت کا حکم

ارشاد: اگر بد دعاء سے کوئی ہلاک ہوا تو اگر وہ بد دعاء کا اہل تھا تو کچھ گناہ نہیں ہوا اگر بد دعا کا محل نہ تھا تو بد دعاء کا گناہ ہوا جس سے توبہ واستغفار لازم ہے۔ کفارۂ قتل لازم نہیں۔

تصرف حرام کی ایک قسم

اشاد: ایسا تصرف جس سے دوسرے شخص کی آزادی سلب ہو جائے اور خواہ مخواہ صاحب تصرف کا کہنا مان لے حرام ہے۔

ارادہ یقینی الوجود ہوتا ہے

ارشاد: ارادہ واختیار ایسی چیز نہیں کہ اس میں شاید کی گنجائش ہو، وہ تو یقینی الوجود ہوتا ہے۔

نحوست کی حقیقت اور تشویشاتِ کونیہ کا علاج

ارشاد: نحوست کی حقیقت بجز معصیت کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے غیر معاصی علامت نحوست ہو ہی نہیں سکتے، واقعات وحوادث وتشویشات کونیہ کا علاج صرف توکل اور تفویض اور اپنی خیالی تجویزوں کا ترک کردینا ہے، نہ کہ تدبیروں کا۔

حضرات انبیاء کے صالحین ہونے کے معنٰی

ارشاد: حضرات انبیاء علیہم السلام میں فطرۃً ہی اخلاق مذمومہ نہیں ہوتے۔ جن کا تقاضہ درجہ عزم تک پہنچ سکے۔ وہ حضرات صالحین ہوتے ہیں۔ نہ کہ مصلحین بفتح اللام۔

مطالعہ مواعظ کا اثر باقی رہتا ہے

ارشاد: مواعظ وغیرہ پڑھ کر اگر مضمون یاد بھی نہ رہ جائے تو بھی کچھ ضرر نہیں، کیونکہ اثر باقی رہتا ہے جس طرح یہ تو یاد نہیں رہتا کہ میں نے کسی وقت کیا کھایا تھا۔ مگر ان غذاؤں کا جو اثر ہے یعنی قوت وہ باقی رہ جاتی ہے۔

عزیمت ورخصت کا محل

سوال: ایک دوست جن کے بچے میری نگرانی میں اپنے بچوں کے کھانے کے متعلق اتنی رقم دیتے ہیں کہ یقیناً ان کا کچھ بچ رہتا ہوگا۔ مگر اشتراک میں حساب کا رکھنا سخت دشوار ہے اس لئے رخصت پر عمل کیا، جس پر وہ دوست دل سے راضی ہیں۔

جواب: عزیمت اور رخصت کے دو درجے وہاں ہوتے ہیں جہاں صاحب حق یہ دو درجے خود مقرر کردے۔ اور جب ان دوست کی طرف سے یہ تقسیم نہیں تو جس کو آپ رخصت سمجھتے ہیں وہ عزیمت ہی ہے۔ یعنی جائز نہیں۔

حبس للزائر مجاہدہ وطاعت ہے

ارشاد: کسی کی دل جوئی کے لئے اپنے کو محبوس کرنا مجاہدہ اور طاعت ہے خواہ امیر ہو یا غریب، مگر کیفیت دل جوئی کی ہر شخص کی جدا ہے اُس (زائر) کی حالت وطبیعت وعادت کے تفاوت سے یعنی امراء کی مجموعی حالت وطبیعت وعادت کی ایسی ہے کہ جب تک زیادہ توجہ ان کی طرف نہ کی جائے وہ خوش نہیں ہوتے۔ اور غرباء تھوڑی توجہ سے راضی ہوجاتے ہیں۔ اس لئے دونوں کی دلجوئی کے طریق میں ایسا

تفاوت مذموم نہیں۔ البتہ غرباء کو یا تو اٹھایا نہ جائے خود اٹھ جائے کسی بہانہ سے اور اگر اٹھانا ہی پڑے تو بہت نرمی سے، مثلاً یہ وقت میرے آرام کا ہے، آپ بھی آرام کیجئے، و مثل ذالک۔

جذب فضل کا طریق

ارشاد: اطلاع واتباع کا سلسلہ نہ چھوڑا جائے۔ گو بے انتظامی ہی سے سہی اسکے ساتھ دعا اور التجا کا بھی خاص اہتمام چاہئے ان شاء اللہ تعالیٰ فضل ضرور ہوگا۔

برکت اعمال مسنونہ

ارشاد: انتہائے سلوک کے بعد تو اعمال مسنونہ ہی میں نسبت احسان کی حاصل ہونے لگتی ہے۔ اور خلافِ سنت وحجاب معلوم ہونے لگتا ہے۔

نجات وقرب فکر تکمیل پر موعود ہے نہ کمال پر

ارشاد: پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں۔ اور وہ کاملین کبھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے، سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں، خواہ وہ نقص حقیقی ہو یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جائے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ پس کمال کی تو توقع ہی چھوڑنا واجب ہے ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے، اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں، بلکہ محض فکر تکمیل پر موعود ہے واللہ لا یخلف المیعاد بس اسی فکر تکمیل میں عمر ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے وھذا ھو معنی ما قال الرومی۔

اندریں رہ می تراش و می خراش ☆ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

تا دمِ آخر دمے آخر بود ☆ کہ عنایت با تو صاحب سر بود

چنانچہ میں بھی اسی کشمکش میں مبتلا ہوں، مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں، جس کا اثر یہ ہے کہ یہ سمجھ نہیں سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجاء کو، مگر مضطر ہو کر اس دعاء کی پناہ لیتا ہوں، اللھم کن لی واجعلنی لک۔

غم دین سنت ہے

ارشاد: دین کی فکر میں مغموم رہنا عین سنت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکرۃ طویل الحزن۔

خلوت پسندی سنت ہے

ارشاد: خلوت پسندی بھی عین سنت ہے۔ فی حدیث الوحی حبب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلا۔

کاوش لایطاق نہ چاہئے

ارشاد: جو بات باوجود اہتمام کے سمجھ نہ آوے انسان اس کا مکلف نہیں اس لئے کاوش نہ کرے۔

عہدیداران خلاف شرعی سے تسامح کیوں کرلیا جائے

سوال: بعض سرکاری عہدے ایسے ہیں کہ ان سے تعلق رکھ کر شریعت کی پابندی ناممکن ہے بعض حکام کو پھانسی تک کا مداران کے حکم پر ہے جس میں اُن سے قانون شرعی کی رعایت یقیناً ناممکن ہے پس ایسے لوگ اگر اصلاح کا تعلق پیدا کریں، تو اس باب میں کیا مشورہ دیا جائے کیونکہ ایسے عہدوں سے مسلمانوں کا دستبردار ہوجانا بھی بہت سی مصالح کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیا ایسوں سے اس باب میں چشم پوشی کی جائے۔ مگر جب خود ہی استفسار کریں تو بجز اس کے کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہاں عالی ہمتی کا مقتضا بالکلیہ اس عہدہ سے علیحدہ ہوجانا کیونکہ ؎ زندعالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

ارشاد: چشم پوشی اظہار حقیقت سے کرنا اس کی تو کوئی وجہ نہیں، خصوصاً جب وہ خود استفسار کریں البتہ اگر ان پر حقیقت پہلے سے ظاہر و واجب نہیں لیکن اشتراط میں تسامح کرنا اس طور پر کہ اگر سب امراض زائل نہ ہوں، بعض کا ہی زائل ہوجانا غنیمت ہے مضائقہ نہیں،

ایمان حاصل پر جب تک اس کی ضد طاری نہ ہو وہ حاصل ہے

ارشاد: ایمان حاصل پر جب تک اس کی ضد طاری نہ ہو وہ حاصل ہے ہر وقت اس اعتقاد کا استحضار شرط نہیں۔ جب وہ حاصل ہے تو اس کے سب لوازمات نجات وغیرہ اس پر مرتب ہوں گے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ کسی چیز سے ذہن کا خالی ہونا مستلزم اس چیز کی نفی ذات یا صفات کو نہیں۔

سالک کے واجبات

ارشاد: سالک کے لئے بزرگوں کی اطاعت و ادب اور علم اور لباس میں سادگی اور ترک وضع اہلِ باطل کی ضروری ہے۔

حکم گناہ تاخیر حج

ارشاد: حدیث میں ہے۔من اراد الحج فلیعجل جو حج کا قصد کرلے اس کو جلدی کرنا چاہئے۔ ہمارے ائمہ تصریح کرتے ہیں کہ حج میں تاخیر کرنے سے ایک دو سال تک تو گناہِ صغیرہ کا گناہ ہوتا ہے اور اس کے بعد اصرار میں داخل ہو کر گناہِ کبیرہ ہو جاتا ہے مگر جب حج کرلے گا تو یہ تاخیر گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں گناہ اسی لئے تھا کہ فوت کا خطرہ تھا۔

خطرۂ حج اور اس کا علاج

ارشاد: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حجر اسود کسوٹی ہے۔ اس کے چھونے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر واقع فطرۃً صالح ہے تو حج کے بعد اعمال صالح کا غلبہ اس پر ہوگا اور اگر فطرۃً طالح ہے محض تصنع سے نیک بنا ہوا ہے تو حج کے بعد اعمال سیئہ کا غلبہ ہوگا۔ اسی لئے حاجی کی حالت خطرناک ہے اور اس خطرہ کا علاج یہ ہے کہ حاجی زمانہ حج میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اصلاح حال کی خوب دعا کرے۔ اور دل سے اعمالِ صالح کے شوق کی دعاء کرے اور حج کے بعد اعمال صالحہ کا خوب اہتمام کرے۔

نااہل کے عہدہ کو تسلیم کرنا اس کی جاہ کی اعانت کرنا ناجائز ہے

ارشاد: جس انجمن کا سیکرٹری نااہل ہو اس میں شرکت کرنا سیکرٹری کی جاہ بڑھانا ہے اور نااہل کی جاہ بڑھانا اور اس کے عہدہ کو تسلیم کرنا خود ناجائز ہے، ہاں اگر کوئی اس واسطے شرکت کرے ایسے نااہلوں کو معزول کرنے میں سعی کرے تو جائز ہے۔

عورت کی معافی کو قبول نہ کرنا

ارشاد: غیرت کا مقتضاء یہی ہے کہ عورت کی معافی کو قبول نہ کرو۔ بلکہ تم اس کے ساتھ خود احسان کرو۔

ادب ہدیہ

ارشاد: ایک ادب ہدیہ کا یہ ہے کہ اس طرح پیش کرے کہ مہدی الیہ کو گرانی نہ ہو۔ اسی طرح ایک ادب یہ ہے کہ مہدی کو گرانی نہ ہو۔

آج کل کے ولولہ حمایت اسلام کا منشاء

ارشاد: آج کل جو لوگوں کو اسلامی درد ہے یا حمایت اسلام کا ولولہ ہے وہ محض قوم پرستی اور ہمدردی قومی اور طلب جاہ سے ناشی ہے طلب رضائے حق سے ناشی نہیں ورنہ احکام کا اتباع ضرور ہوتا ہے۔

عبدیت کی تعریف

ارشاد: عبدیت تو اسی کا نام ہے کہ احکام شرعیہ کا اتباع کرے۔ اور مصالح کی پرواہ نہ کرے۔ انجن کو کیا حق ہے کہ راستہ میں ڈرائیور کے ٹھہرانے کے بعد نہ ٹھہرے۔ بلکہ اس کو ڈرائیور کے ٹھہرانے کے بعد فوراً ٹھہر جانا چاہئے۔

عدم رضائے حق کے ساتھ بقائے سلطنت مطلوب نہیں

ارشاد: ہم کو تو رضائے حق مطلوب ہے بقائے سلطنت مطلوب نہیں۔ اگر قانونِ اسلام رائج کرنے سے سلطنت جاتی رہے گی، بلا سے جاتی رہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ تو ہم سے راضی رہیں گے۔ اور دوسرا قانون جاری کرنے سے فرض کرلو، سلطنت باقی رہے گی مگر خدا تعالیٰ ہم سے ناراض ہو جائیں گے تو ایسی سلطنت تو فرعون کو بھی حاصل تھی۔

آداب مہمان ومیزبان

ارشاد: جس کے یہاں مہمان ہو اس کو اپنے معمولات کی پہلے ہی اطلاع کردے دسترخوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات بیان کرنا، تہذیب کے خلاف ہے۔ (۲) میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہو کر نہ بیٹھے، بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دے کہ جس طرح چاہے کھائے (۳) میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائے جائیں اور کھانا بھی اول میزبان کے سامنے رکھا جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے تو امام مالکؒ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ پہلے میرے ہاتھ دھلاؤ۔ اور میرے سامنے کھانا پہلے رکھو، کیونکہ مقصود مہمان کو راحت دینا ہے اور مہمان کو راحت اسی میں ہے کہ پہلے میزبان ہاتھ دھوئے اور کھانا شروع کردے اس سے مہمان بے تکلف ہو جاتا ہے۔

جاہل صوفی کی مثال

ارشاد: جاہل صوفی کی مثال اگر چہ وہ تر ہے مگر جمنا کی بھنور کی مانند ہے کہ لوگوں کے ایمان کو غرق کرتا ہے اور عالمِ خشک کی مثال جمنا کے ریت کی مانند ہے کہ گو خشک ہے مگر اس سے اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا

فضیلت علم

ارشاد: فضیلت علم کا منشاء یہ ہے کہ وہ شرط عمل ہے کیونکہ عبادت بدونِ علم کے نہیں ہو سکتی اور جو ہوتی ہے وہ عبادت کی محض صورت ہوتی ہے، حقیقت نہیں ہوتی، باوجود اس کے لوگ علم کی طرف توجہ نہیں کرتے اگر کسی کو دین کی طرف توجہ کی توفیق ہوتی ہے تو وہ مسجد بنواتا ہے اور مسجد میں رقم لگاتا ہے مدارس کی امداد نہیں کرتا۔ چنانچہ لوگ مسجد میں تو تیل بہت دیتے ہیں مگر طلبہ کی خدمت نہیں کرتے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علیٰ ادناکم۔

بھلائی ہی پر ہمیشہ جمے رہنا چاہئے

ارشاد: فرمایا کہ تم بھلائی سے کیوں باز نہیں آتے ہو جب وہ برائی سے باز نہیں آتا مطلب یہ کہ وہ تو برائی پر جما ہوا ہے اور تم سے بھلائی پر بھی جما نہیں جاتا، حالانکہ بھلائی ایسی چیز ہے کہ اس پر ہمیشہ جما رہنا چاہئے۔

مریض کی اصلاح کا احسن طریقہ

ارشاد: مصلح اگر مریض کی بات کو مان کر اصلاح کرے تو مریض کا دل بڑھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی گرانی کو تسلیم کر کے گرانی کا علاج بتا دیا ہے۔ حالانکہ نماز میں کوئی گرانی کی بات نہیں۔ انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین الخ۔

تعلق مع اللہ کی خاصیت

ارشاد: تعلق مع اللہ کی خاصیت تو یہ ہے۔

آں کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند ☆ فرزند و عیال دخانماں راچہ کند
زانگہ کہ یافتم خبراز ملکِ نیم شب ☆ من ملک نیم روز بیک جونمی حرام

فیض جاریہ میں مدرسہ کو ترجیح ہے

ارشاد: چونکہ خانقاہ کے اندر بعد میں بدعات (مثلاً عرس، قوالی، گدی نشینی وغیرہ کا قصہ) ہونے لگتی ہیں، اس لئے فیض جاریہ کے لئے بجائے خانقاہ کے مدرسہ بنانا مناسب ہے جس میں اخلاق اور تعلیم اور سلوک کا کام کیا جائے کہ وہی مدرسہ بھی ہوگا، وہی خانقاہ بھی ہوگی کیونکہ حقیقی مدرسہ وہ ہے جس میں علم کے ساتھ عمل کی بھی تعلیم اور نگہداشت ہو۔ بعض لوگ صرف تعلیم کی امداد کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں یہ غلط ہے، بلکہ مدرسہ کی تعلیم اور طلباء کے کھانے پینے کپڑے کی امداد سب صدقات جاریہ ہیں کیونکہ سب سے تعلیم ہی کو امداد پہنچتی ہے۔

قرآن مطب روحانی ہے

ارشاد: قرآن مطب روحانی ہے اور مطب میں ترتیب نسخہ جات ضروری نہیں، قرآن کا طرز مصنفین کا نہیں بلکہ معالجین کا سا طرز ہے۔

رفع شبہ تکلم اعضاء انسان

ارشاد: اگر کسی کو شبہ ہو کہ اعضاء غیر ذی شعور ہیں۔ ان کو اعمال وافعال کی کیا خبر اور وہ کس طرح بولیں گے تو سمجھ لو کہ فوٹوگراف بھی تو غیر شعور ہوتے ہیں ان میں آواز کیسے پیدا ہوجاتی ہے وہ کس طرح بولتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اعضاء انسانی میں بھی یہ خاصیت رکھی ہو کہ سارے اعمال اُن میں منقش ہوجاتے ہیں پھر بھی جب حق تعالیٰ ان میں نطق کی قوت پیدا کردیں گے تو فوٹوگراف کی طرف سب باتوں کو ظاہر کردیں گے۔

اعمال مؤثر بہ تاثیر حقیقی نہیں

ارشاد: ہمارے اعمال محض علامات میں سے ہیں ان کو دیکھ کر ظنی طور پر یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس کو نوازنا منظور ہے اور دوسروں کو نکالنا منظور ہے۔ باقی یہ اعمال مؤثر بہ تاثیر حقیقی ہرگز نہیں۔ اور قرآن میں جو جابجا جزاء ً بما کانوا یعلمون فرمایا ہے یہ ہمارا جی خوش کرنے کے لئے ہے۔

سنگدل اور قوی دل کا فرق

ارشاد: تجربہ ہے کہ شجاع یعنی قوی دل ہمیشہ رحم دل ہوتا ہے۔ سنگدلی اکثر بزدلوں میں ہوتی ہے۔ بس عورتیں مردوں سے زیادہ رحم دل نہیں بلکہ ضعیف القلب ہیں اور مرد سنگدل نہیں ہیں بلکہ قوی

القلب ہیں۔

الدنیا سجن المؤمن

ارشاد: عارفینؒ دنیا کو قید خانہ سمجھتے ہیں اور ان کو یہاں سے نکلتے ہوئے وہی خوشی ہوتی ہے جو جیل خانہ سے نکلتے ہوئے ہوتی ہے۔

عجب کیا گر مجھے عالم بہ ایں مقصود زنداں ہو ☆ میں وحشی بھی تو وہ ہوں لا مکاں جس کا بیاباں ہے
خرم آں روز کزیں ویراں بردم ☆ راحت جاں طلبم و زپئے جاناں بردم
نذر کر دم کہ گر آید بسر ایں غم روزے ☆ تا در میکدہ شاداں و غزل خواں بردم
مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو ☆ شیئًا للہ از جمال روئے تو
دستِ بکشا جانب زنبیل ما ☆ آفریں بردست و بر بازوئے تو

عارف کے لئے درحقیقت موت کا دن خوشی کا دن ہے بلکہ ترقی کر کے کہتا ہوں کہ مجرم بھی مسلمان کے لئے خوشی کا دن ہے، کیونکہ دنیا مصیبت کدہ ہے تو جو شخص مرتا ہے اس کی مصیبت کے دن کٹ رہے ہیں، اب آخرت میں جا کر راحت کاملہ حاصل ہوگی۔ اگر گنہگار مسلمان کو کچھ دن جہنم میں رہنا پڑے تو وہ بھی راحت ہے کیونکہ مسلمان کے لئے جہنم میں جانا تزکیہ ہے عذاب نہیں ہے۔ جیسے یہاں حمام کا دخول تنظیف کے لئے ہوتا ہے گو اس میں کچھ تکلیف بھی ہوتی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ مسہل اور آپریشن میں کیسی تکلیف ہوتی ہے بعض لوگ رونے لگتے ہیں، مگر خوش بھی ہوتے ہیں کہ اس آپریشن کا انجام صحت و راحت ہے اسی طرح گنہگار مسلمان کو بھی موت پر خوش ہونا چاہئے اور یہ سمجھ لے کہ اگر جہنم میں جانا بھی ہوا تو تزکیہ اور آپریشن کے لئے جانا ہوگا جس کا انجام صحت و راحت اور عافیت ہے۔

اولاد کے مرنے پر عارف کے رونے اور راضی رہنے کی حکمت

ارشاد: عارف کے نزدیک اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کے مرنے پر رو دیا جائے اور اس کے ساتھ حق تعالیٰ کا بھی حق ادا کرتا رہے کہ دل میں راضی رہتا ہے، کیونکہ اس واقعہ کی حکمت اس پر منکشف ہو چکی ہے کہ اس سے میری تربیت منظور ہے کہ صفتِ رحم فنا نہ ہو بلکہ باقی رہے۔

ذاتِ حق کی تجلی کا اثر

ارشاد: جس پر ذات حق کی تجلی ہوگی، وہ یقیناً سراپا احتیاج اور سراپا غلام بن کر کھانا کھائے گا، اس کے ہاتھ سے اگر لقمہ گر پڑے گا تو فوراً ہاتھ صاف کر کے کھالے گا۔ اور ہرگز اس کو پڑا ہوا نہ چھوڑے گا۔

احکام شرعیہ کی مصالح وحکم دریافت کرنے کا طریقہ

ارشاد: شفیق باپ اپنے بچہ کو حکمتیں نہیں بتلایا کرتا، بلکہ جس کام میں اس کی مصلحت دیکھتا ہے، اس کا امر کرتا ہے، چاہے بیٹا حکمت سمجھے یا نہ سمجھے، اور اگر وہ سعادت مند ہے اور باپ کی احکام کی تعمیل کرنے لگا تو عمل کے بعد اس کو خود ہی ان احکام کے مصالح وحکم معلوم ہو جائیں گے۔ اسی طرح احکام شرعیہ کی مصالح وحکم دریافت کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ پہلے حکمتیں معلوم کرو، پھر عمل کرو، بلکہ عمل شروع کر دو عمل ہی سے تم کو حکمتوں کا علم بھی ہو جائے گا۔

احکام شرعیہ طبعی تقاضہ کے موافق

ارشاد: احکام شرعیہ عین تقاضائے طبعی کے موافق ہیں صرف حدود میں طبیعت منازعت رہتی ہے مگر یہ منازعت بے جا ہے، کیونکہ ہر کام کے لئے حدود کا ہونا ضروری ہے۔ بدون حد کے کوئی شے مستحسن نہیں۔ خصوصاً جب کہ یہ دیکھا جائے کہ حدود شرعیہ سے آگے ہلاکت ہے۔ یہیں سے معلوم ہوگا کہ احکام شرعیہ کی مخالفت سے دنیا کی بھی بے حلاوتی ہے کیونکہ یہ مخالفت کرنے والا خود اپنی طبیعت کے خلاف کام کر رہا ہے اور اس سے بڑھ کر کیا بے حلاوتی ہوگی کہ طبعی تقاضہ کو مردہ کیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ مطیعین کی زندگی شاہانہ زندگی ہے کہ ان کا ہر کام طبیعت کے موافق ہے۔

اثرِ عشق

ارشاد: عشق میں بس اس کا ضابطہ تو رہ جاتا ہے کہ شرعی حدود پر رہے باقی سب رخصت۔

مضامین ملہمیہ کا ورود جنگل میں

ارشاد: مضامین ملہمیہ کا ورود جنگل میں زیادہ ہوتا ہے شہر میں کم ہوتا ہے شائد اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں قلب کو فراغ زیادہ ہوتا ہے۔ یا یہ کہ وہاں معاصی کا صدور کم ہوتا ہے۔

تجلیات وانوارات قابل التفات نہیں

ارشاد: **کل ما خطر ببالک فھو ھالک واللہ اجل من ذالک**۔ تمہارے دل میں جو کچھ بھی خطرہ آئے (جس میں تجلیات وانوارات سب داخل ہیں) وہ سب فانی ہیں ادھر مشغول نہ ہو۔

رویتِ حق

ارشاد: حضور ﷺ کو جو معراج میں رویت ہوئی ہے وہ رویت دنیا میں نہ تھی بلکہ آخرت میں

تھی، کیونکہ عرش وسماوات مکانِ آخرت سے ہیں۔ ہاں قیامت میں البتہ ادراک ہوگا، قلب کو بھی بصر کو بھی اور وہاں بھی تمہاری قابلیت کی وجہ سے ادراک نہ ہوگا بلکہ جب وہ مرئی ہونا چاہیں گے، اس وقت قابلیت عطا کر دیں گے۔

داد او را قابلیت شرط نیست ☆ بلکہ شرط قابلیت داد اوست

مدعیان قوم کے نزدیک وقف علی الاولاد کا منشا

ارشاد: بعض مدعیان خیر خواہی قوم کے مسئلہ وقف علی الاولاد کی تحریک پر مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ایسا خیال حرام ہے بلکہ سلب ایمان کا اندیشہ ہے، کیونکہ اس شخص کے اس خیال کا منشا صرف یہ ہے کہ مسئلہ میراث کو جو منصوص قطعی ہے مضرِ قوم اور خلافِ حکمت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس وقت خیر خواہانِ قوم نے اس مسئلہ کے پاس کرنے کے لئے جن وجوہ کو پیش کیا تھا ان میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح جائداد حصے بخرے ہونے سے محفوظ رہتی ہے اور میراث کا سہام جاری ہونے سے جائداد کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ میراث کو خلاف حکمت سمجھنے کا راز

ارشاد:

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں ☆ خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

یہ عقل کے پورے (یعنی احمق) مسئلہ میراث کو محض اس لئے خلافِ حکمت کہتے ہیں کہ اس سے جائیداد کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ ارے عقلمندو! اگر حق تعالیٰ کو یہی مقصود ہو کہ مسلمان زمیندار نہ بنیں اور ان کے پاس مال ودولت جمع نہ ہو۔ اور جہاں کچھ سرمایہ اور جائداد جمع ہو جائے اس کو ٹکڑے کر کے متفرق کر دیا جائے تا کہ مال ودولت کی کثرت سے مسلمان آخرت سے غافل نہ ہوں، تو تم اس کے حصے بخرے ہونے سے بچانے والے کون ہو۔ حق تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ یوں سمجھتے رہیں و الآخرۃ خیر و ابقیٰ اور اس پر نظر کر کے دنیا کے زیادہ جمع کرنے کی فکر نہ کریں۔

شریعت نے مقصوداً مال جمع کرنے سے منع کیا ہے

ارشاد: شریعت نے مقصوداً مال جمع کرنے سے منع کیا ہے اور اس کو مسلمانوں کے لئے مضر بتلایا ہے الا من قال ھکذا و ھکذا. مگر جو ادھر ادھر تقسیم کرتا رہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اطمینانِ قلب کے لئے بھی مال جمع کرنا جائز ہے، مگر جواز سے اس کا مطلب و مقصود ہونا ثابت نہیں ہوتا اصل مقصود تو

آخرت کی طرف مسلمان کو متوجہ ہونا ہے اگر کسی کو بدون مال جمع کئے اطمینان نہ ہوتا ہو تو اس وقت دین ہی کی مصلحت سے جمع مال کی اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ بدونِ اطمینان کے دین کا کام بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جب جائیداد حسب میراث شرعی تقسیم ہو کر دس گھروں میں پہنچے گی تو دس آدمیوں کو اطمینان نصیب ہوگا، بخلاف اس کے کہ اگر ساری جائیداد ایک ہی گھر میں رہتی تو صرف اسی گھر کو اطمینان و دل جمعی ہوئی لہٰذا مسئلہ میراث خلاف حکمت ہرگز نہیں۔

تراویح میں قرآن سنانا

ارشاد: تنہا پڑھنے سے حفظ باقی نہیں رہتا کچھ تراویح میں سنانے کو خاص دخل ہے حفظ میں۔

درجۂ مرادیت

ارشاد: جب طالب درجۂ مرادیت پر پہنچ جاتا ہے تو اگر فرض چھوڑ کر بھی سو جائے گا تو حق تعالیٰ اس کو نہیں چھوڑتے، فوراً خواب میں تنبیہ کرتے ہیں وقت کے اندر اندر اس سے نماز پڑھوا لیتے ہیں۔

اس طریق میں نفع کی شرط

ارشاد: نفع اس طریق میں اس طرح ہوتا ہے کہ لذت و نفع پر نظر نہ کرے بلکہ کام ہی کو مقصود سمجھے۔ میں تو ایسے لوگوں سے جو ذکر میں مزا نہ آنے کی شکایت کرتے ہیں کہہ دیتا ہوں کہ میاں مزا تو مذی میں ہے، یہاں مزا کہاں، یہ تو لوہے کے چنے ہیں، اگر لوہے کے چنے چبانا ہو تو آؤ، اور اگر یہ منظور نہیں تو عشق کا نام نہ لو

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن ☆ دل بدستِ دگرے دادن و حیراں بودن

صوفیہؒ کی اصطلاح میں فانی کو کافر اور باقی کو مسلمان کہتے ہیں

ارشاد: فانی کو کافر کہتے ہیں یعنی کافر بالطاغوت صوفیہؒ کے نزدیک ہر غیر حق طاغوت ہے جس کو وہ صنم اور بت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ بس کافر وہ ہے جو غیر حق سے نظر قطع کر چکا ہو اور ان کی اصطلاح میں باقی کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور کفر و اسلام فنا و بقا کے اسی معنی کو حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں۔

کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست ☆ ہر رگِ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

شریعت عقل و طبع دونوں کی رعایت کرتی ہے

ارشاد: شریعت عقل و طبع دونوں کی رعایت کرتی ہے۔ مثلاً کسی چیز کے فوت ہونے سے رنج

پہنچے تو عقل رنج کرنے سے منع کرتی ہے کہ رنج کرنے وہ شے واپس نہیں آسکتی، تو رنج فضول ہے۔ اور طبیعت رنج کا تقاضا کرتی ہے۔ مگر شریعت کہتی ہے کہ حزن بھی ہو، مگر اس کو غالب نہ کرو، اسی طرح عقل کا مقتضاء یہ ہے کہ فنائے دنیا سے کبھی غفلت نہ ہو مگر طبیعت غفلت کو مقتضی ہے کیونکہ فنائے دنیا سے بار بار دیکھتے مساوات سی ہو جاتی ہے اور جس چیز کی مساوات سی ہو جاتی ہے اس سے غفلت ہو جاتی ہے، مگر شریعت دونوں کی رعایت کر کے کہتی ہے کہ غفلت کا تو مضائقہ نہیں، مگر نہ اتنی غفلت کہ احکام عقلیہ بالکل برباد ہو جائیں۔

ما عند کم ینفدو ما عند اللہ باق کے معنی

ارشاد: ما عند کم ینفدو ما عند اللہ باق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تمہارے پاس ہے وہ تو غیر کی چیز ہے یعنی امانت چندروزہ ہے جو ایک وقت میں تم سے چھین لی جائے گی یا موت کے بعد وارثوں کو ملے گی اور جو ہمارے پاس ہے، واقع میں وہ تمہاری چیز ہے جو ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔

یاد موت کی علامت

ارشاد: موت کی یاد یہ ہے کہ زیوروں کی کثرت سے نفرت ہو جائے، گھر میں زیادہ سامان بکھیڑا اور ناگوار معلوم ہونے لگے جیسے سفر میں زیادہ اسباب برا معلوم ہوتا ہے۔

اس طریق میں ناکامی بھی حقیقۃً کامیابی ہے

ارشاد:

گر مرادت را مزاق شکر است ☆ بے مرادی نے مراد دلبر است

اس شعر کی توضیح میں فرمایا کہ یہاں ناکامی کو بے مرادی کہنا بھی عامل کے گمان کے اعتبار سے دنیا میں ہے۔ اور وہاں آخرت میں تو اس کو پوری مراد ملے گی افسوس کہ ہم لوگ دنیا کے لئے ہر طرح کی تدبیر وسعی کرتے ہیں، جہاں ناکامی سراسر خسارہ ہے اور آخرت کے لئے سعی نہیں کرتے جہاں ناکامی بھی کامیابی ہے۔

عمل بدون حال کی مثال

ارشاد: بدون حال کے محض عمل قابل اطمینان نہیں، عمل بلا حال کی ایسی مثال ہے جیسے ریل گاڑی کو مزدور دھکیل کر لے جائیں اور حال کے ساتھ عمل کی ایسی مثال ہے جیسے انجن ریل گاڑی کو لے جائے۔

صنم رہِ قلندر سزدار بمن نمائی ☆ کہ دراز ودور دیدم رہ ورسم پارسائی

طاعت بلامنازعت سے طاعت بمنازعت افضل ہے

ارشاد: طاعت بلامنازعت سے طاعت بمنازعت افضل ہے، بوجہ مجاہدہ کے اور یہ منازعت بھی ابتداء ہی میں ہوتی ہے۔ بعد رسوخ کے یہ منازعت بھی باقی نہیں رہتی بلکہ احکامِ الٰہیہ امورِ طبعیہ بن جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہی ہے کہ ابتدائے منازعت کا مقابلہ کرنے کے بعد ثواب منازعت ہی کا ہمیشہ ملتا ہے کیونکہ اس نے تو اپنی طرف سے مقاومت منازعت کے دوام کا قصد کر کے عمل شروع کیا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان جو روزہ نماز کا پابند ہے اس کا ارادہ یہی ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھوں گا، ہمیشہ روزہ رکھونگا، خواہ نفس کو کتنا ہی گراں ہو۔

احکام میں منازعت کی وجہ عدم محبت نہیں بلکہ ناز ہے

ارشاد: انسان کو فطرۃً حق تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اور مبتدی کو جو احکام میں منازعت ہوتی ہے یہ خلاف محبت نہیں۔ بلکہ اس کا راز یہ ہے کہ محبت کی وجہ سے اس کو حق تعالیٰ پر ناز ہے اور یوں کہتا ہے کہ ایسے رحیم کریم نے میرے اوپر مصیبت کیوں ڈالی۔ ان کو تو مجھے آرام دینا چاہیے۔

غیر مقصود کو مقصود بالذات بنانا عصیانِ باطنی ہے

ارشاد: کیفیات نفسانیہ ذوق وشوق محمود تو ہیں، مگر مقصود نہیں، اور غیر مقصود بالذات کو مقصود بالذات بنالینا عصیان باطنی اور بدعت باطنیہ ہے۔

کمال علم سے علم جہالت ہوتا ہے

ارشاد: جب کمال علم حاصل ہوتا ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ ہم جاہل ہیں، چنانچہ مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ عمر بھر پڑھنے پڑھانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہم جہل مرکب سے جہل بسیط میں آگئے۔

غیر مقلدوں کے خاص امراض

ارشاد: غیر مقلدوں میں یہ دو مرض زیادہ غالب ہیں ایک بدگمانی دوسرے بدزبانی اسی وجہ سے وہ ائمہ کو حدیث کا مخالف سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاویل وقیاس کے معنی ہی مخالفت حدیث ہیں۔ گو وہ مستند الی الدلیل ہی ہوں اور اگر ان ہی کے اصول کو مانا جائے تو من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد

کفر اور لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بام الکتاب ان حدیثوں میں کوئی تاویل نہ ہوگی۔ اور سارے حنفی تارک صلوٰۃ ہوئے اور تارک صلوٰۃ کافر ہے تو سب حنفی کافر ہوئے نعوذ باللہ من ھذا الجھل۔

مشورہ کی برکت

ارشاد: اگر بڑا اپنے چھوٹوں سے مشورہ کیا کرے تو انشاء اللہ غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔ چہ جائیکہ چھوٹا اپنے بڑوں سے کرے، وہ تو بدرجہ اولی محفوظ ہوگا۔

افعال مذمومہ کا منشا جس قدر زیادہ خبیث ہوگا اسی قدر افعال کا ذم بڑھ جائے گا

ارشاد: کفار میں ترک صلوٰۃ کا منشا کفر اور مسلمان میں اسکا منشا کسل ہے اس لئے ترک صلوٰۃ میں وہ کافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح کفار میں عدم اطعام کا منشا انکار جزا و اجر ہے اور مسلمان میں بخل وطمع۔ جیسا کہ افعال حسنہ کفار میں بھی ہوتے ہیں مگر ان کا منشا ایمان نہیں، اس لئے گو وہ دنیا میں ممدوح ہیں اور دنیا ہی میں ان کو ان پر اجر بھی مل جاتا ہے مگر آخرت میں مقبول نہیں اور اگر وہی افعال مسلمان سے صادر ہوں تو احسن ہیں کیونکہ انکا منشا بھی حسن ہے پس افعال مذمومہ جو کافروں سے صادر ہوتے ہیں وہ تو کریلا اور نیم چڑھا کے مصداق ہیں کہ فعل بھی مذموم اور منشا بھی خبیث۔

ارضاء خلق ایک مرض ہے

ارشاد: ارضائے خلق بھی ایک مرض ہے، گو کفر و نفاق کے ساتھ نہ ہو۔

مجاہدہ کا فائدہ اور ضرورت

ارشاد: شیخ کی تصدیق کے بعد اس کی ضرورت رہتی ہے کہ نفس کا امتحان کرتا رہے، بے فکر اور مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ مجاہدہ وغیرہ سے نفس شائستہ تو ہو جاتا ہے مگر شائستہ ہو جانے کے یہ معنی نہیں کہ کبھی شرارت ہی نہ کرے آخر شائستہ گھوڑا بھی کبھی شرارت اور شوخی کیا کرتا ہے۔ ہاں مجاہدہ کا فائدہ یہ ہے کہ نفس کی شرارت پہلے سے کم ہو جاتی ہے اور اگر کبھی شرارت کرتا ہے تو ذرا سے اشارہ میں سیدھا ہو جاتا ہے۔

فناء کی حقیقت

ارشاد: فناء کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اپنے ارادہ اور تجویز کو فنا کردے۔ یعنی اپنے ارادہ اور تجویز کو ارادہ وحق کے تابع کردے اور فنائے ارادہ سے مطلق ارادہ کا فناء کرنا نہیں ہے بلکہ اس ارادہ کا فنا

کرنا مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو یعنی جو ارادۂ حق کے خلاف اور تجویز حق کے مزاحم ہو۔

شائستہ عنوان کی تعلیم

ارشاد: شریعت نے بھی الفاظ کے ادب اور شائستگی کی بہت تعلیم دی ہے کہ ایسے الفاظ نہ کرو جن میں بے ادبی و گستاخی کا ابہام بھی ہوتا ہو۔ چنانچہ عبدی وامتی کہنے کی ممانعت ہے اس کے بجائے فتایٔ وفتاتی کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ راعنا کہنے کی ممانعت ہے انظرنا کہنے کی تعلیم دی گئی ہے اور عقل کا مقتضاء بھی یہی ہے۔ مثلاً کسی بادشاہ سے جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے کل دانت گر گئے ہیں، معبر کا کہنا کہ اس کا سارا خاندان آپ کے سامنے مر جائے گا۔ اس کا نتیجہ جیل خانہ جانا ہوگا اور بجائے اس کے (دوسرے معبر کا) یہ کہنا کہ حضور کی عمر اپنے خاندان میں سے زیادہ ہوگی، موجب خلعت وانعام ہوگا۔

ادبِ سماع

ارشاد: یہ بات آدابِ سماع میں سے ہے کہ جس شعر پر کسی کو وجد ہوگا، اسی کو مکرر پڑھتے رہیں۔ جب تک کہ وجد کو سکون نہ ہو ورنہ صاحب وجد کو قبض شدید ہو جاتا ہے، جس سے بعض دفعہ نوبت موت تک کی آجاتی ہے اور اسی وجہ سے یہ بھی آداب میں سے ہے کہ جب صاحبِ وجد کھڑا ہو تو سب کھڑے ہو جاویں تا کہ موافقت سے اس کو بسط ہو اور مخالفت سے قبض نہ ہو۔

سماع سے موت کے اقتران کی وجہ

ارشاد: بعض وقت موت کا اقتران سماع سے صرف ظاہری ہوتا ہے اور حقیقت میں سبب موت بسط نہیں ہوتا۔ بلکہ ضعفِ قلب وغیرہ ہوتا ہے۔

موت کے وقت تفویض سے کام لینا کمال ہے

ارشاد: بعض اہل محبت نے سماع میں موت آنے کی تمنا اس لئے کی کہ اس وقت محبت کو ہیجان ہو جاتا ہے اور موت لذت کے ساتھ آتی ہے، لیکن جو حضرات محقق اور مقتداء ہیں وہ ہر پہلو پر نظر رکھتے ہیں اس لئے وہ اس کی تمنا نہیں کرتے، بلکہ ہمت سے کام لیتے ہیں اور خود کوئی صورت تجویز نہیں کرتے۔

حضرات صحابہؓ کے مکالمہ ومناظرہ کا رنگ

تحقیق: حضرات صحابہؓ کے مکالمات ومناظرات کا رنگ یہی تھا کہ تکرارِ حق واضح ہو جاتا تھا، بحث وتمحیص کی ضرورت نہ ہوتی تھی چنانچہ مناظرہ قتال مرتدین اس کی دلیل ہے۔

ذوق ومناسبت ایک نعمت ہے لیکن شرط مقبولیت نہیں

تحقیق: محبت طبیعہ کا دارومدار مناسبت باطنی پر ہے اور مناسبت باطنی کسی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے۔ کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے وهذا هو الاكثر الايما في العوام اور بعض کو کسی سے بھی مناسبت نہیں وہ محض خشک لکڑی ہیں جیسے نجدی مگر ان کو بھی ناقص نہ سمجھو، کیونکہ ذوق وشوق شرط مقبولیت نہیں ہاں نعمت ضرور ہے کیونکہ اس سے عمل میں سہولت ہو جاتی ہے جیسے حسن ظاہری نعمت تو ہے مگر شرط مقبولیت نہیں، گنجے بدصورت کو بھی قرب حق ہو سکتا ہے،......... اسی طرح ذوق ومناسبت ایک حسنِ باطنی ہے اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو نعمت ہے لیکن اگر کسی کو حاصل نہ ہو تو کوئی نقص نہیں کیونکہ قرب و رضائے حق کا مدار محبت عقلیہ پر ہے یعنی اطاعتِ احکام پر اگر کسی کو ذوق باطن بالکل نہ ہو لیکن احکام کو پوری طرح بجالاتا ہو تو وہ ناقص نہیں بلکہ کامل ہے۔

طریق باطن کسے کہتے ہیں؟

تحقیق: طریق باطن ذوق وشوق کا نام نہیں بلکہ مداومت ذکر اور اطاعت احکام وملکاتِ باطنہ مشکل توکل ورضا وشکر وغیرہ کا نام ہے

دوامِ عمل داعیہ جذب الٰہی سے ہوتا ہے

تحقیق: عادۃ اللہ یہ ہے کہ جب مسلمان کسی عمل شرعی کا اہتمام کرتا ہے تو حق تعالیٰ چند سے محرومی کا سبب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان کیا کرتے ہیں کہ اس کو ہم پر بھروسہ ہے یا اسباب پر نظر ہے اس لئے بعض دفعہ ایسی چیز بھیجتے ہیں جس میں شبہ ہو جس کے متعلق اس کے دل میں کھٹک ہو، اب اگر اس نے کھٹک کی وجہ سے اس کو واپس کر دیا تو حق تعالیٰ فتوحات کا دروازہ کھول دیتے ہیں ورنہ باب مسدود ہو جاتا ہے، اگر انسان تقدیر پر نظر رکھے تو اس کے نزدیک جمع کرنا اور واپس کرنا یکساں ہو جائے بلکہ خرچ کرنے کو زیادت رزق کا سبب سمجھے گا، تقلیل کا سبب نہ سمجھے گا۔

دعوت قبول کرنے کی شرط

تحقیق: شبہ کا مال کبھی نہ لینا چاہئے خصوصاً جہاں دعوت قبول کرنے میں علم کی توہین وتذلیل ہوتی ہو، وہاں تو ہرگز نہ جانا چاہئے۔

معیارِ صحت تاویل

تحقیق: اگر کسی رقم سے دل میں کھٹک ہو اور اول ہی سے یہ نیت ہو کہ کسی طرح یہ مل جائے اور اس کا لینا جائز ہو جائے اس کے بعد استفتاء کیا جائے تو اب چاہے کتنے فتوے جواز کے آجائیں اس کو ہرگز نہ لو، اور اگر اول سے یہ نیت ہو کہ خدا کرے اس کا لینا جائز نہ ہو اس کے بعد استفتاء کیا جائے تو اب اگر فتویٰ سے اجازت ہو جائے تو لے لو، یا کم از کم دونوں جانبین مساوی ہوں، نہ لینے کی نیت ہو نہ واپس کرنے کی، بلکہ نیت یہ ہو کہ فتویٰ جو ثابت ہو جائے گا، ویسا ہی کریں گے تب بھی لینا جائز ہے۔ اگر فتویٰ سے اجازت ہو جائے۔

کس مباح کا ترک واجب ہے

تحقیق: جس مباح سے فسادِ عوام کا اندیشہ ہو اس مباح کا ترک واجب ہو جاتا ہے خصوصاً ایسا مباح جس کے کرنے سے دین پر حرف آتا ہو کسی طوائف کی جائداد کو مدرسہ میں لینا، گو کسی تاویل سے اس کا ہبہ جائز ہو۔

مدرسہ کے چلانے میں صرف رضائے حق کو مقصود سمجھو

تحقیق: آج کل ہمارے مدارس نے مخترع ثمرات کو مطلوب سمجھ کر کہ ہمارا مدرسہ بارونق ہو، اس میں پانچ سو طلباء ہوں، پچاس مدرس ہوں اور ایسی عمارت ہو، اور ہر سال اس میں سے اتنے طلباء فارغ ہوں اور یہ باتیں بدون زیادہ رقم کے ہو نہیں سکتیں تو اب ہر وقت ان کی نظر آمدنی پر رہتی ہے اور جہاں سے چندہ آتا ہے رکھ لیا جاتا ہے، یہ خیال ہوتا ہے کہ حرام اور مشتبہ مال واپس کرنا شروع کر دیں تو اتنی آمدنی کس طرح ہوگی جو اتنے بڑے کارخانہ کو کافی ہو سکے، بس یہی جڑ ہے، اس جڑ کو اکھاڑ پھینکو اور ثمرات پر ہرگز نظر نہ کرو، نہ زیادہ کام کو مقصود سمجھو، بلکہ رضائے حق کو مقصود سمجھو، مدرسہ رہے یا نہ رہے۔

الصوفی لا مذهب له کے معنی

تحقیق: الصوفی لا مذهب له اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوفی لامذہب ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ محتاط ہوتا ہے اور ہر مسئلہ میں احتیاط کی جانب کو اختیار کرتا ہے، ورع وتقویٰ اسی کا نام ہے ہمارے فقہائے نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ رعاية الخلاف و الخروج منه اولیٰ مالم یرتکب مکروه مذهبه کہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔

تاویل حق کی شناخت

تحقیق: تاویل حق وہ ہے جو بے ساختہ قلب میں آجائے اور اس کے لئے کوشش نہ کی جائے اور کوشش کو جاری نہ رکھا جائے اور جس تاویل کے لئے کوشش کرنا اور اس کو جاری رکھنا پڑے وہ تاویل نہیں بلکہ تعلیل ہے یعنی دل کا بہلانا پھسلانا ہے۔

اذن بطیّب نفس کی حقیقت

تحقیق: اذن بطیب نفس کی حقیقت یہ ہے کہ دوسرے کو عدم اذن پر بھی قدرت ہو اور تجربہ یہ ہے کہ یہاں کے مرید پیر کے استیذان کے بعد عدم اذن پر قادر نہیں ہوتا، اس لئے یہ اذن معتبر نہیں، پس آج کل اذن پر بھی بدون شہادت قلب عمل نہ کیا جائے۔

امر وشفاعت کا درجہ

تحقیق: امر وشفاعت کا درجہ یہ ہے کہ امر کی اطاعت واجب ہے اور شفاعت میں قبول وعدم قبول کا اختیار ہے مثال اس کی قصہ مغیثؓ وبریرہؓ ہے۔

بعض دفعہ مشکوک رقم رکھ لینے سے رزق سے محرومی ہو جاتی ہے

تحقیق: صاحبو! یاد رکھو! بعض دفعہ ایک روپیہ ایسا رکھنا جس سے دل میں کھٹک تھی رزق کچھ روز کے بعد اس کو طبعی بنا دیتا ہے کہ دل میں ایک داعیہ ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اس سے بالاضطرار کام کراتا رہتا ہے اور میری اس تحقیق سے کہ دوام عمل داعیہ جذب الٰہی سے ہوتا ہے عجب وکبر کی بھی جڑ کٹتی ہے۔ پس جو لوگ نماز وذکر وغیرہ کے پابند ہیں وہ اس کو اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کا فضل وانعام سمجھیں کیونکہ بدون اس داعیہ کے ہمارے ارادہ واختیار میں اتنی قوت نہیں جو دوامًا یہ اعمال صادر ہو سکیں۔

قلب کی اول ہی کھٹک پر عمل کرنا چاہئے

تحقیق: قلب کا یہ قاعدہ ہے کہ اول دہلہ میں اس کو جس قدر کراہت ونفرت ہوتی ہے دوسری مرتبہ میں ویسی نفرت نہیں ہوتی، اور اس میں جو کھٹک اول دہلہ میں پیدا ہوتی ہے اگر اس پر عمل نہ کیا گیا بلکہ اس کو دبا دیا گیا تو پھر یہ کھٹک کمزور ہو جاتی ہے۔

استخارہ کن امور میں مشروع ہے

تحقیق: استخارہ ان امور میں مشروع ہے جس کی دونوں جانبین اباحت میں مساوی ہوں اور

جس فعل کا حسن و قبیح دلائل شرعیہ سے متعین ہوا ان میں استخارہ مشروع نہیں۔

در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ☆ ہم در شرور حاجت ہیچ استخارہ نیست

تنبیہ و زجر بقدر ضرورت ہونی چاہئے

تحقیق: تنبیہ و زجر بقدرِ ضرورت ہونی چاہئے تین بار تنبیہ کرنا تو قدر ضرورت سے بھی زیادہ ہے چنانچہ بلعم باعور کے قصے میں تین دفعہ تک تو استخارہ میں تنبیہ ہوئی تھی چوتھی دفعہ میں تنبیہ نہ ہوئی۔

الاثم ما حاک فی صدرک کا عمل

تحقیق: جب علماء کسی فعل کے جواز و عدم جواز میں اختلاف کریں اور کوئی اسے واجب اور ضروری نہ کہے تو ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو ترک کر دے کیونکہ اختلاف سے دل میں کھٹک ضرور پیدا ہوگی اور شریعت کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ الاثم ما حاک فی صدرک کہ گناہ وہ ہے جس سے تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو۔

حکم اجازت حزب البحر

تحقیق: بعض لوگ نہایت اہتمام سے حزب البحر کی اجازت لیتے پھرتے ہیں، یہ بھی پیر جیوں کے ڈھکوسلے ہیں، یہ اعمال مندوبات ہیں مگر اب تو یہ سب قابل ترک و منع ہیں کیونکہ لوگ غلو کرنے لگے ہیں اور حد سے آگے بڑھنے لگے ہیں، چنانچہ عام طور پر قلوب میں اعتقاداً حزب البحر کی ایسی وقعت ہے کہ ادعیہ ماثورہ کی وہ وقعت نہیں۔

جو کام کرو رضائے حق کے ساتھ کرو

تحقیق: ایک زمانہ میں مدرسہ دیوبند کے خلاف دیوبند میں بڑی شورش تھی، اہل قصبہ کا مطالبہ تھا کہ ایک ممبر کا اضافہ ہماری مرضی کے موافق ہو، اور بعض اہل شوریٰ نے اس مطالبہ کے مان لینے کی تحریک بھی کی لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہم کو مدرسہ مقصد نہیں، رضائے حق مقصود ہے اور نا اہل کو ممبر بنانا معصیت ہے جو خلاف رضائے حق ہے اس لئے ہم اپنے اختیار سے ایسا نہ کریں گے، کیونکہ اس پر ہم سے مواخذہ ہوگا، اگر اہل شہر کے فتنہ سے مدرسہ بند ہو گیا تو اس کے جواب دہ قیامت میں وہ خود ہوں گے، کیونکہ ان کے ہی فعل کا یہ نتیجہ ہوگا، ہم سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ حضرتؒ نے جس علم کی طرف اس تحریر میں اشارہ فرمایا ہے، وہ بہت بڑا علم ہے، جس کا عنوان یہ ہے کہ ثمرات مقصود نہیں، صرف رضائے حق مقصود ہے۔ نہ مدرسہ مقصود ہے نہ طلباء کی کثرت مطلوب ہے، نہ عمارت مقصود ہے صرف

رضائے حق مطلوب ہے، اگر رضائے حق کے ساتھ یہ کام چلتے رہیں تو چلاؤ اور حسب ہمت اور طاقت اس میں کام کرتے رہو اور جو کام طاقت سے زیادہ ہو اس کو الگ کرو۔

ثمرات مقصود نہیں صرف رضائے حق مقصود ہے

تحقیق: اسی طرح اگر کوئی بچہ بیمار ہو تو دوا دارو کرو مگر ثمرہ متعین نہ کرو کہ یہ اچھا ہی ہو جائے بلکہ معالجہ محض رضائے حق کے لئے کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کا یہ حق رکھا ہے کہ بیماری میں ان کی خدمت کرو، علاج کرو۔ ثمرہ پر نظر نہ کرو۔ اسی طرح ذکر و شغل میں لگو تو رضائے حق پر نظر رکھو، لذت و شوق وغیرہ کو مطلوب نہ سمجھو، اگر قبض ہو تو خوش رہو، بسط ہو تو خوش رہو، کیفیات نہ ہوں تو خوش رہو، کیفیات ہوں تو خوش رہو۔

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ☆ دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو
ناخوش تو خوش بود بر جان من ☆ دل فدائے یار دل رنجانِ من

وقف علی الاولاد کے کفر ہونے کی صورت

ارشاد: مسئلہ میراث کو خلاف حکمت سمجھ کر وقف علی الاولاد کرنا کفر ہے، شیطان اسی واسطے تو کافر ہوا تھا، کہ اس نے حکم خداوندی کو خلاف حکمت سمجھا تھا۔ حالانکہ مسئلہ میراث میں بڑی راحت کی تعلیم ہے کہ تم مرنے کے بعد کی فکر نہ کرو، تم پاؤں پھیلا کر سو رہو ہم تمہاری جائیداد وغیرہ کو اقارب میں خود مناسب طور پر تقسیم کر دیں گے چنانچہ آبائکم وابنائکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا: میں اس کی تصریح ہے۔

نفع لازم مقدم ہے نفع متعدی پر

ارشاد: نفع متعدی نفع لازم سے افضل ہے یہ قاعدہ اس شخص کے لئے ہے جو نفع لازم سے فارغ ہو گیا ہو اور نفع متعدی میں مشغول ہونا اس کے لئے نفع لازم میں خلل انداز نہ ہوتا ہو، جیسے پڑھانا، اسی واسطے افضل ہے جو پڑھنے سے پوری طرح فارغ ہو چکا ہو اور اس کو اساتذہ کہہ دیں کہ اب تم اس لائق ہو کہ دوسروں کو پڑھاؤ، نفع متعدی میں فضلیت اسی واسطے ہے کہ وہ نفع لازم کا ذریعہ ہے اسی لئے جس وقت نفع متعدی سے نفع لازم کا ذریعہ ہونے کی امید نہ ہو اس وقت نفع متعدی کے ترک کا حکم ہے اہل طریق کا اجماع ہے کہ جو شخص دوسروں کی تربیت کرتا ہو اس کو لازم ہے کہ ایک وقت اپنے لئے یک سوئی اور خلوت کا ضرور مقرر کرے ورنہ نسبت مع اللہ ضعیف ہو جائے گی معلوم ہوا کہ اصل مقصود نفع لازم ہے اور

نفع متعدی مقصود نہیں، بلکہ مقصود کا ذریعہ ہے۔

توحید وجودی یا توحید حالی مطلوب نہیں

ارشاد: توحید وجودی مطلوب کا کوئی درجہ نہیں آج ۶۵ سال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی جس پر میں بے حد مسرور ہوں۔ عام طور پر لوگ وحدۃ الوجود کی حقیقت یہی سمجھتے ہیں کہ غیر حق کے وجود سے طبعی اثر بھی نہ پیدا ہو، مگر یہ بات نہیں ہے بلکہ وحدۃ الوجود (جس کو توحید حالی بھی کہتے ہیں) کا اثر صرف یہ ہے کہ عقلاً متاثر نہ ہو اور اس کی وجہ سے عقلاً فکر وسوچ میں نہ پڑے ورنہ طبعی تاثر ضرور ہوتا ہے۔ سیدنا رسول اللہ ﷺ سے زیادہ موحد کامل کون ہوگا۔ مگر طبعی تاثر آپ کو بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ اپنے صاحبزادہ کے انتقال سے متاثر ہوئے جس کو خود ان الفاظ سے آپ ﷺ نے ظاہر فرمایا ان بفراقک یا ابراھیم لمحزونون.

مبتدی و منتہی و متوسط کا فرق تاثر و عدم تاثر میں

ارشاد: اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب مبتدی کو بھی طبعی تاثر ہوتا ہے اور کامل کو بھی تو پھر دونوں میں فرق کیا ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مبتدی کا تاثر تو ایسا ہے جیسے بچے کے ذرا زخم ہو جائے اور اس میں سے خون نکل پڑے تو گھبرا کر روتا ہے کہ ہائے خون نکل آیا اور سمجھتا ہے کہ بس اب جان نکل جائے گی۔ اور متوسط کی ایسی حالت ہے جیسے کسی کو کلورا فارم سنگھا کر آپریشن کیا جائے، وہ نشتر لگنے سے ظاہر میں متاثر نہیں ہوتا، اور ناواقف سمجھتا ہے کہ بڑا بہادر ہے اور منتہی کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا بدون کلورافارم سنگھائے آپریشن کیا جائے۔ اس کے منہ سے آہ نکلتی ہے اور نشتر لگنے سے متاثر ہوتا ہے، تکلیف کا احساس ہوتا ہے لیکن فکر وسوچ نہیں ہوتی اور وہ اس سے گھبراتا بھی نہیں۔ بلکہ دل سے راضی اور خوش خوش نشتر لگواتا ہے۔

تصوف کا ہر شخص اہل ہے

ارشاد: اس طریق کی استعداد اور مقصود تصوف کی قابلیت ہر مسلمان میں ہے کیونکہ تصوف کا مقصود اصلی ادائے مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے اور ہر امر اختیاری کا ہر شخص اہل ہے۔

تصوف نام ہے مقامات کا

ارشاد: تصوف لوٹنے پوٹنے کا نام نہیں ہے بلکہ مقامات کا نام تصوف ہے اور مقامات بھی ملکات ہیں اخلاص ورضا تواضع وغیرہ ان کو حاصل کرو اور ان کی اضداد ریاء کبر اعتراض وغیرہ سے نکل جاؤ

بس صوفی ہو گئے۔

اسلامی شان و شوکت کے معنی

ارشاد: ایسے افعال کا بجالانا جن میں عقل کو دخل نہ ہو یا کم ہو یا شان تعبدی زیادہ ہو۔ موجب اطاعت زائدہ اور علامات عبدیت کاملہ ہے اور جس قدر ہماری عبدیت کا ظہور ہوگا حق تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف زیادہ ہوگا، ہم پر بھی دوسروں پر بھی اسلامی شان و شوکت ہے۔ اسلامی شان و شوکت توپ خانہ اور سرخ جھنڈے سے نہیں بلکہ عبدیت کے اظہار سے ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہیں۔ گردن بہ طاعت نہادن۔ ظاہر ہے کہ اس معنی کی شان و شوکت تو یہی ہے کہ کمال عبدیت اور نہایت فنا کا ظہور ہو۔ اور یہ معنی حج و قربانی دونوں میں مشترک ہیں۔ اسی لئے یہ دونوں شعائر اسلام کہلاتے ہیں۔

حج و قربانی کی تعظیم کے معنی

ارشاد: حج کی تعظیم تو یہ ہے کہ رفث و فسوق وغیرہ سے اجتناب کیا جائے، یہ معنوی تعظیم ہے اور اضحیہ کی تعظیم دو طرح ہے صورۃً بھی معنیً بھی معنوی تعظیم تو یہ ہے کہ اس میں اخلاص کا اہتمام کیا جائے اور صوری تعظیم یہ ہے کہ قربانی کا جانور بہت اچھا اور عمدہ ہو۔

مکہ و مدینہ کی حقیقت

ارشاد: مکہ کی حقیقت تجلی الوہیت اور مدینہ کی حقیقت تجلی عبدیت ہے اور عارف ہر وقت اپنے اندر تجلی الوہیت اور تجلی عبدیت کا مشاہدہ کرتا ہے وہ جہاں بیٹھے گا مکہ و مدینہ اس کے ساتھ ہے مگر جو محقق ہے وہ صورت کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا بلکہ حتی الامکان صورت و معنی دونوں کے جمع کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔

روح و صورتِ حج

ارشاد: روحِ حج وصول الی اللہ ہے جس کی صورت یہ حج بیت اللہ ہے۔

رمضان کے اعمال برائے تحلیہ و تخلیہ ہیں

ارشاد: روزہ برائے تخلیہ رذائل ہے، کیونکہ روزہ سے بہیمیہ منکسر ہوتی ہے اور معاصی سے رکاوٹ ہوتی ہے اور دل میں رقت پیدا ہوتی ہے، صلوٰۃ تراویح برائے تحلیہ ہے کیونکہ تکثیرِ صلوٰۃ سے انسان کے اندر اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور انورِ طاعات زیادہ ہوتے ہیں اور قرآن کی تلاوت سے

بھی قلب میں نور پیدا ہوتا اور زنگ دور ہوتا ہے۔

وقوفِ عرفات کی حقیقت

ارشاد: حج اسی کا نام ہے کہ ۹/ ذی الحجہ کی نصف النہار کے بعد ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح تک کسی ایک منٹ میں ایک قدم عرفات کے اندر رکھ دے، بس اسی وقتِ مذکورہ میں اگر کسی وقت بھی ایک قدم عرفات میں پڑ گیا خواہ جاگتے ہوئے یا سوتے ہوئے ہوش یا بیہوشی میں تو حاجی بن گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوفِ عرفات کی حقیقت حاضری دربارِ شاہی ہے جب ہی تو اس میں اور کچھ شرط نہیں، صرف ایک قدم وہاں ڈال دینا شرط ہے۔

حکمت ابقاء نوعِ انسانی

ارشاد: ابقاء نوعِ انسان سے ظہور اسماء وصفات باری تعالیٰ مطلوب ہے۔

اصل مقصود عمل ہے نتیجہ نہیں

ارشاد: **یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا** اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل مقصود عمل ہے ترتب نتیجہ مقصود نہیں، یہ سالکین کے بہت کام کی بات ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم تھا ذبح کا، اور ذبح پر ثمرہ کا ترتب وقوع کہاں ہوا، صرف قصد ذبح اور سعی فی الذبح کا تحقق ہوا تھا کہ مگر اس کے فعل کامل ہونے کی تصدیق کی گئی۔

مسلمان کا کمال

ارشاد: مسلمان کا یہی بڑا کمال ہے باوجودیکہ ذبح کے اس کے دل میں رقت ہے اور جانور کی صورت دیکھ کر دل پسیج جاتا ہے۔ پھر بھی وہ خاموش کھڑا ہو کر حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں مشغول ہے۔

وضع کی پابندی علامت وجود تکبیر کی ہے

ارشاد: بعض لوگ جو وضع کے پابند ہیں ان کا دل بھی پائے بند ہوتا ہے کہ میدانِ عشق میں ترقی نہیں کرتا کیوجہ ان لوگوں میں تکبر ہے جو سدِ راہ ہے بعض لوگ وضع سوز ہوتے ہیں ان کا دل تکبر سے پاک ہوتا ہے بشرطیکہ وضع سوز ہی ہوں، شرع سوز نہ ہوں۔

شوخی و متانت کی حقیقت

ارشاد: شوخی علامت ہے روح کے زندہ اور نفس کے مردہ ہونے کی، اور متانت علامت ہے

نفس کے زندہ اور روح کے مردہ ہونے کی۔

عشاق کا درجہ قرب میں عمال سے زیادہ ہے

ارشاد: یاد رکھئے عشاق کا درجہ قرب میں عمال سے بڑھا ہوا ہے گو مناسب عمال کے زیادہ ہیں، اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک تو ایاز تھا اور ایک حسن میمندی تھا، اختیارات حسن میمدی کے زیادہ تھے کیونکہ وہ وزیر تھا، مگر قرب سلطان ایاز کو زیادہ تھا۔

عشق کے لئے امتیاز سد راہ ہے

ارشاد: عشق کے لئے امتیاز سد راہ ہے امتیاز سے شہرت ہوتی ہے اور شہرت بہت سی بلاؤں کا پیش خیمہ ہے

اشتہارِ خلق بندِ محکم است ☆ بندِ ایں از بندِ آہن کے کم است

احکامِ شرعیہ میں طبعی جذباتِ انسانی کی رعایت ہے

ارشاد: امتیازِ طبعی خاصہ انسان کا ہے اور طبعی جذبات کو بالکل فنا کر دیجئے تکلیف ہوتی ہے سو حق تعالیٰ تکلیف دینا نہیں چاہتے اور طبعی جذبات کی رعایت کر کے احکام شرعیہ مقرر فرمائے ہیں۔

حج و قربانی کی روح

ارشاد: قربانی کی غایت صرف خدا کے نام پر جان فدا کرنا ہے۔ پس روح قربانی کی نذر الی اللہ ہے اسی طرح حج کی روح دیوانہ شدن ہے۔

علم مکاشفہ

ارشاد: علم مکاشفہ، علم حکمت واسرار کو کہتے ہیں

علاج امساکِ باراں

ارشاد: اصل علاج امساکِ باران کا وہ ہے جس کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

انما اللہ بیر تبدیل المزاج

یعنی اپنی حالت سے غفلت کو انابت الی اللہ سے بدلنا، اصل علاج یہ ہے، نری تمنا سے یا صدقہ سے کام نہیں چلتا کیونکہ صدقہ ایک مستحب فعل ہے اور مستحب سے مقدم واجبات کا ادا کرنا ہے، پس تم نے جو لوگوں کی موروثی زمین دبا رکھی ہے، لڑکیوں عورتوں کو میراث نہیں دیتے، شریکوں کا حق مار رکھا ہے

پہلے اس سے توبہ کرو اور موروثی وغیرہ کو چھوڑ دو، پھر مستحبات کے درپے ہونا۔

حیوانات، نباتات، سب اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں

ارشاد: کوئی زبان قال سے سوال کرتا ہے کوئی زبان حال سے بقصد اور کوئی زبان حال سے بلا قصد شریعت میں بھی زبان حال سے قصداً سوال کرنے کی ایک نظیر موجود ہے حدیث میں ہے مــن شـغـلـتـه القرآن عن ذکری و مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین ۔یعنی جو شخص قرآن میں اس درجہ مشغول ہو کہ اسے ذکر و دعا کی بھی فرصت نہ ہو، یا دعاء کی طرف التفات نہ ہو تو حق تعالیٰ اس کو سائلین سے زیادہ عطا فرماتے ہیں، کیونکہ تلاوت میں مشغول ہونا یہ بھی سوال بزبانِ حال قصداً ہے اور بلا قصد میں سب شامل ہیں، جمادات بھی اور ملحدین و متکبرین بھی، کیونکہ سب کی حالت حدث و امکان بتلا رہی ہے کہ یہ کسی بڑی ہستی کے محتاج ہیں، جس کے قبضے میں سب کا وجود و بقاء ہے چنانچہ ہر ملحد و متکبر کی حالت دیکھ لی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ احتیاج میں سر سے پیر تک بندھا ہے، بس پورے طور سے یسئـلـه من فـی السمٰوٰت و الارض کل یوم هو فی شان کی صداقت ظاہر ہوتی ہے، یہاں پر من کا استعمال تغلیباً ہے اور اگر اہلِ تحقیق کا قول لیا جائے تو پھر تغلیب کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک جمادات و نباتات وغیرہ سب ذوی العقول ہیں، غیر ذوی العقول نہیں، گو ان کی عقل اس درجہ نہ ہو، جو تکلیف بالا حکام کے لئے کافی ہو مگر معرفتِ حق کے لئے ضرور کافی ہے چنانچہ حیوانات و جمادات و نباتات سب کے سب خدا کو پہچانتے ہیں، بلکہ انبیاء اولیاء تک کو پہچانتے ہیں۔

خدا سے سوال ضرور کرنا چاہئے

ارشاد: کسی سے سوال نہ کرنے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کے خزانے میں کمی ہو یا اس میں شفقت و رحم نہ ہو یا سخاوت نہ ہو اور جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں کہ اس کے خزانے بھی بے انتہاء ہوں شفقت و رحمت بھی کامل ہو، سخاوت بھی اعلیٰ درجہ کی ہو اس سے سوال نہ کرنا تو بڑا غضب ہے، بس خدا تعالیٰ سے سوال ضرور کرنا چاہئے۔

عبادت کو عنوان دعاء سے تعبیر کرنے کا نکتہ

ارشاد: قرآن میں جا بجا عبادت کو عنوانِ دعاء سے تعبیر کیا گیا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ تم جو ہماری عبادت کرتے ہو، حقیقت میں ہم سے مانگتے ہو، اسی لئے نداء غیر اللہ حرام ہے کہ وہ عبادت کی فرد ہے اور عبادتِ غیر حرام ہے۔

سوال کی حقیقت عبادت اور صورت دعاء ہے

ارشاد: یسئلہ من فی السمٰوات و الارض میں معنی عبادت کو لفظ سوال سے جو تعبیر کیا گیا ہے اس میں نکتہ یہ ہے کہ مخلوق عبادت کر کے کچھ ہم پر احسان نہیں کرتی، بلکہ اپنا ہی بھلا کرتی ہیں کہ صورت سوال پیدا کر کے کچھ ہم سے لے لیتے ہیں، دوسرے اس میں اس پر بھی تنبیہ ہے کہ عبادت کے اندر سوال کی شان ہونا چاہئے اور ظاہر ہے کہ سوال میں صورت بھی عاجزانہ ہوتی ہے دل میں بھی تقاضہ اور طلب ہوتا ہے، اور جس سے سوال کرتے ہیں اس کی طرف آنکھیں بھی لگی ہوتی ہیں، دل بھی ہمہ تن متوجہ ہوتا ہے کہ دیکھئے درخواست کا کیا جواب ملے تو یہی شان عبادت میں ہونا چاہئے، پس اس سے تکمیلِ عبادت کا طریقہ بھی معلوم ہو گیا کہ سوال کی حقیقت عبادت اور صورت دعاء ہے۔

تشریعی سہولت کا بیان

ارشاد: تشریع میں دیکھئے کہ سب سے زیادہ ضروری ایمان ہے اس میں اس قدر سہولت ہے کہ عمر بھر میں ایک بار کلمۂ شریف کا اعتقاد کر لینا اور زبان سے کہہ لینا کافی ہے۔ البتہ کسی وقت پھر اس کی ضد کا اعتقاد و اظہار نہ ہو گو ہر وقت اس اعتقاد کا استحضار اور تکرار اظہار مکمل ایمان ہے جس سے درجات میں ترقی ہوگی، باقی نجات مطلقہ کو موقوف علیہ نہیں۔ بلکہ بعض کا قول یہ ہے اور وہی صحیح بھی ہے کہ محض تصدیق قلبی عند اللہ ایمان معتبر ہے مگر باوجود قدرت کے عدم اظہارِ معصیت ہے جس کا گناہ ہوگا اور عند الناس یہ شخص احکام ظاہرہ میں کافر ہوگا، یعنی نہ اس کے جنازہ کی نمازیں پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، مگر عند اللہ یہ شخص مؤمن ہے گو عاصی بھی ہے۔ لیکن ایمان عند اللہ کے لئے صرف تصدیق قلبی کافی نہیں، بلکہ یہ شرط ہے کہ امارات تکذیب سے احتراز کیا جاوے، مثلاً القاء مصحف فی القاذورہ۔ ایذاء رسول، مقاتلہ مسلمین وغیرہ۔

طریقۂ تکمیل صوم

ارشاد: تکثیرِ ذکر بحالتِ صوم موجب کمال صوم ہے۔

مسلمانوں کے افلاس کی وجہ

ارشاد: کافر تو دنیا ہی کو جانتا ہے۔ آخرت کو نہیں مانتا اس لئے وہ دنیا کا حریص نہ ہو تو اور کس چیز کا حریص ہو بخلاف مسلمان کے کہ وہ آخرت کو بھی مانتا اس لئے وہ دنیا کا زیادہ حریص نہیں ہوتا، اسی لئے مسلمانوں میں افلاس زیادہ ہے کیونکہ ان کو فکرِ کسب نہیں ورنہ کیا مسلمان کو کمانا نہیں آتا،

خواصِ ایمان

ارشاد: ایمان کا خاصہ ہے کہ خوراک کو کم کر دیتا ہے۔ حرصِ مال بھی کم ہو جاتی ہے۔ نیز محبتِ دنیا کو سوختہ کر دیتا ہے۔

حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں اتباعِ سنت زیادہ ہے

ارشاد: اس زمانہ میں صوفیہ کے جس قدر سلاسل ہیں قریب قریب سب بدعات میں مبتلا ہیں۔ صرف حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ ہی ایسا ہے جو اتباعِ سنت کے ساتھ ممتاز ہے اور حاجی صاحبؒ کے خدام میں جو مبتدعین تھے، ان سے سلسلہ ہی نہیں چلا یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ وہ حاجی صاحبؒ کے طریق پر نہ تھے۔ ورنہ ضرور فیض چلتا۔

سہولتِ تکوینی و تشریعی

ارشاد: جو امور تکویناً یا تشریعاً زیادہ ضروری ہیں وہ سب سے زیادہ سہل ہیں، تکویناً مثلاً ہوا، پانی غذا اور تشریعاً جیسے ایمان، روزہ نماز وغیرہ۔

دین محمدی ﷺ میں تو راحت ہی راحت ہے

ارشاد: دین کے اختیار میں تو راحت ہی راحت ہے خصوصاً دینِ محمدی ﷺ کو کہ وہ سب ادیان سے افضل و اکمل و اسہل ہے اس میں تو دشواری ہے ہی نہیں، بلکہ اس کے ترک میں رنج و کلفت ہے اور دیندار کو جو کلفت پیش آتی ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ یہ محبوب کی طرف سے آئی ہے تو اس کو اس کلفت میں لذت آتی ہے ؎

از محبت تلخہا شیریں بود

معرفتِ اضطراری ایمان نہیں

ارشاد: یعرفونه کما یعرفون ابناء هم میں معرفت اضطراریہ کا بیان ہے۔ اور معرفت اضطراریہ ایمان نہیں، بلکہ ایمان عمل اختیاری کا نام ہے۔ اس معرفتِ اضطراریہ کی ایسی مثال ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر ہر شخص اعتقادِ ضیا پر مضطر ہے۔ جس طرح اعتقادِ توحید میں ہر شخص مضطر ہے، کوئی دہری، کوئی ملحد کوئی کافر۔ اس سے خالی نہیں اور یہ اثر ہے عہدِ الست کا گو زبان سے وجود صانع کا منکر ہے، مگر دل سے ان کو بھی اقرار ہے۔

مرضِ معمولی بوجہ عدم اہتمام مہلک ہے

ارشاد: اگر کسی مرض کو معمولی سمجھ کر ٹال دیا جائے اور اس کا علاج نہ کیا جائے۔ یا اہتمام سے نہ کیا جائے، تو وہی سخت خطرناک ہے، کیونکہ وہ اندر اندر جڑ پکڑ لے گا۔ پھر اخیر میں اہتمام وتوجہ کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ زکام، کھانسی اول معمولی درجہ کی ہوتی ہے پھر وہی رفتہ رفتہ دق اور سل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب کہ معمولی سمجھ کر ٹال دیا جائے۔

آخرت کی رغبت کے وجوہ

ارشاد: ایک بات تو آخرت کی یہ قابلِ رغبت ہے کہ اس کی طلب بے کار نہیں جاتی۔ بلکہ ثمرہ ضرور مرتب ہوتا ہے۔ بخلاف دنیا کے کہ وہاں اس کا وعدہ نہیں، پھر یہ کہ طالبِ آخرت کو طلب سے زیادہ ملتا ہے۔ چنانچہ ایک عمل کا دس گناہ ثواب تو ہر شخص کے لئے مقرر ہے **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** اور بعضوں کو سات سو گنا بھی ملے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے **کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مأة حبة** پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ دوسری جگہ ارشاد ہے **فیضاعفه اضعافاً کثیرةً**۔

جنت کی وسعت و تنعم

ارشاد: جنت میں اتنی وسعت ہے کہ سب سے ادنیٰ مسلمان کو بھی دنیا سے دس گنا رقبہ جنت میں ملے گا۔ نیز وہاں خدام اور اسبابِ تنعم بھی کثرت سے ملے گا کہ تمام مکان پر ہوگا، جن سے جی بالکل گھبرائے گا نہیں بلکہ جی خوب لگے گا۔

مبالغہ فی الاعمال موجب تقلیلِ عمل ہے

ارشاد: صوفیہؒ نے خوب سمجھا ہے وہ کہتے ہیں کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے تکثیر عمل سے منع کیا ہے وہاں حقیقت میں تکثیر عمل سے ممانعت نہیں بلکہ تقلیل عمل سے ممانعت ہے کیونکہ اس مبالغہ کا انجام تقلیل عمل ہی ہے اور بعض صوفیہ سے جو خود تکثیرِ عمل اور مجاہداتِ کثیرہ منقول ہیں تو اس کا راز یہ ہے کہ ان کے لئے عملِ صالح طبیعتِ ثانیہ اور غذا بن گیا تھا جس کی تکثیر موجب ملال اور تقلیل نہ تھی۔

طلب آخرت کی حقیقت

ارشاد: طلبِ آخرت کی حقیقت یہ ہے کہ آخرت کا دھیان اور دھن رہے۔ اور یہ کوئی مشکل

بات نہیں۔ اور اس کے حصول کا سہل طریقہ یہ ہے کہ صحبت اہل اللہ اختیار کرو، گاہے گاہے اُن سے ملتے رہو ان کے پاس بیٹھو، ان کی باتیں سنو، ان سے تعلق رکھو، اور اگر یہ میسر نہ ہو تو تذکرۂ اولیاء اللہ اس کے قائم مقام ہے۔

کثرتِ ضحک

ارشاد: ایاکم و کثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب ہنسنا جائز ہے، لیکن اس کی کثرت دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

دل زگفتن بمیر دودر بدن ☆ گر چہ گفتارش دُرِعدن

توجہ الی اللہ اصل مقصود ہے

ارشاد: ہمارے حضرات اپنی طرف ہمیشہ یہی قصد رکھتے ہیں کہ توجہ الی اللہ سب سے زیادہ ہو۔ اور کوئی شے اس سے مانع نہ ہو۔ بلاقصد کسی شے کی طرف توجہ ہو جائے وہ اور بات ہے توجہ للہ بجائے توجہ الی اللہ کے ہے مگر عاشق کو کب گوارہ ہے قصداً غیر کی طرف متوجہ ہو، عاشق کا مزاج تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دم بھی محبوب سے غافل ہونے کو گوارہ نہیں کر سکتا، اپنی طرف سے ہر دم ادھر ہی متوجہ رہتا ہے، خواہ محبوب متوجہ ہو یا نہ ہو۔

ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے ☆ پر تم کو چاہئے کہ تگ ودو لگی رہے

اندریں رہ می تراش ومی خراش ☆ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

می تراش۔ می خراش دھیان اور دھن ہی کا ترجمہ ہے۔

بد نظمی بھی ایک قسم کا دوام ہے قابل ترک نہیں

ارشاد: اگر کوئی ایسا بد انتظام ہو جس سے نباہنے کا کام نہ ہوتا ہو کبھی تو توجہ الی اللہ زیادہ ہوتی ہو، کبھی کچھ بھی نہیں ہوتا، معمولات بھی پابندی سے نہیں ہوتے، تو وہ بھی گھبرائے نہیں کیونکہ حضرت استاد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ شخص کا دوام جدا ہے۔

دوست دارد دوست ایں شگفتگی ☆ کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

(یعنی ترک کلی سے کوشش بے ہودہ ہی اچھی)

اللہ تعالیٰ سے تعلق کس طرح رکھنا چاہئے

ارشاد: بد نظمی اور عدم دوام ذکر تو کیا اگر گناہ بھی ہو جائے تو جب بھی یہ نہ سمجھو کہ مردود ہو گئے

بلکہ پھر بھی اللہ تعالیٰ ہی کو لپٹو اور سمجھو کہ گناہ کا علاج بھی وہی کر سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک بار وحی آئی کہ اے موسیٰ میرا محبوب بندہ وہ ہے جو مجھ سے ایسا تعلق رکھے جیسا بچہ ماں سے رکھتا ہے، پوچھا، الٰہی یہ تعلق کیسا ہوتا ہے فرمایا کہ بچہ کو ماں مارتی ہے اور بچہ پھر بھی اسی کو لپٹتا ہے، پس گناہ کر کے بھی اس کو نہ چھوڑو بلکہ ان ہی سے لپٹو۔

دھیان اور دھن کی ضرورت

ارشاد: افسوس کہ عوام تو کیا علماء میں بھی نماز روزہ تو ہے مگر دھیان اور دھن اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ان سے لوگوں کا لگنا، لپٹنا، محبت میں گھلنا یہ نہیں ہے اور بدون ان کے کام نہیں چلتا کیونکہ بدون اس کے نماز روزہ پر استقامت خطرہ میں رہتی ہے، ہر وقت نفس سے منازعت رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ منازعت کے ساتھ اول تو کام ہی خود دشوار ہوتا ہے پھر اس پر دوام کی امید نہیں، اور تعلق مع اللہ کے ساتھ منازعتِ نفس ختم ہو جاتی ہے اور دوام عمل کی امید غالب قرب بہ یقین ہو جاتی ہے۔

صنمارہِ قلندر سزادار بمن نمائی ☆ کہ دراز ودور دیدم رہ و رسم پارسائی

(رسمِ پارسائی سے مراد زہد خشک ہے اور رہِ قلندر سے مراد طریق عشق ہے)

دین بزرگوں کی نظر سے پیدا ہوتا ہے

ارشاد: اہل عشق میں امراضِ قلب تکبر وریا وغیرہ نہیں ہوتا، کیونکہ عشق سب کو جلا پھونک کر فنا کر دیتا ہے اور زاہدانِ خشک میں تکبر وعجب وریاء وغیرہ بہت ہوتا ہے، اس لئے صحبتِ عشاق کی ضرورت ہے۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا ☆ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

ایک قاعدہ فقہیہ

ارشاد: کسی مصلحت کے فوت ہونے یا کسی مفسدہ کے پیدا ہونے کے احتمال سے مباح و مستحب کو ناجائز کہنے کا ہر کسی کو حق نہیں بلکہ یہ منصب خاص حضرات مجتہدین کا ہے مثلاً حطیم کو خانہ کعبہ کے اندر داخل کرنا مستحب تھا لیکن اس مفسدہ کی وجہ سے عوام کو خیال ہوگا کہ کیسے نبی ہیں کہ کعبہ کو منہدم کر کے اس کی بے حرمتی کرتے ہیں، اس مستحب کے ترک کو گوارا فرمایا، اسی طرح حضرت زینبؓ کے نکاح میں اسی مفسدہ کا احتمال تھا کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ اپنی متبنٰی (زید بن حارثہؓ) کی بیوی سے نکاح کرتے ہیں لیکن حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ زینبؓ سے نکاح کر لیں۔ منافقین کے طعن کی پرواہ نہ کریں۔

شخصی حکومت کی تائید

ارشاد: یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ کثرت رائے پر فیصلہ کیا جائے بلکہ قاعدہ یہ ہونا چاہئے کہ صحیح رائے پر عمل کیا جائے، خواہ وہ ایک ہی شخص کی رائے ہو، کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلاء کم ہیں، اسلئے کثرت رائے پر فیصلہ اگر حماقت کا فیصلہ نہیں تو کم عقلی کا فیصلہ تو ضرور ہوگا صحیح رائے پر عمل کرنا بدون شخصی حکومت کے ممکن نہیں اور جمہوری میں اکثر غلط رائے پر عمل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک صحیح رائے پر عمل نہ ہوگا اس وقت تک انتظام درست نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوگیا کہ انتظام بدون شخصی حکومت کے نہیں ہوسکتا۔ البتہ اسلام میں جو شخصی سلطنت کی تعلیم ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ اے اہل حل وعقد! اور اے جماعتِ عقلاء بادشاہ ایسے شخص کو بناؤ جو اتنا صاحب الرائے ہو کہ اگر کبھی اس کی رائے رائے عالم کے بھی خلاف ہو تو یہ احتمال ہو سکے کہ شائد اس کی رائے صحیح ہو اور جس کی رائے میں اتنی رزانت نہ ہو، اس کو ہرگز بادشاہ نہ بناؤ، ایسے شخص کو بادشاہ بنانے ہی کی کیا ضرورت جس کے لئے ضم ضمیمہ کی ضرورت پڑے۔

توحید کی برکت

ارشاد: موحد کو ایسا اطمینان ہوتا ہے کہ جیسا بچہ کو ماں کی گود میں اطمینان ہوتا ہے، بچہ ماں کی گود میں جا کر بالکل بے فکر ہو جاتا ہے کہ بس اب کسی کا خوف نہیں۔

التزام کفر، کفر ہے۔ اور لزومِ کفر، کفر نہیں

ارشاد: التزامِ کفر، کفر ہے۔ لزوم کفر، کفر نہیں۔

اتباع نفس کی علامت

ارشاد: عارف کو موت کا اشتیاق ہوتا ہے مگر وہ ڈینگیں نہیں مارا کرتا، اور ڈینگیں مارنا اتباع نفس کی علامت ہے۔

دینی کمال

ارشاد: دین کا کمال تو یہ ہے کہ جہاں خدا کہے وہاں خوشی سے جان دو، ورنہ اپنی جان کو آرام دو۔

عقل کا کام اتنا ہے جتنا مشاطہ کا

ارشاد: عقل کا کام اتنا ہے جتنا مشاطہ کا کام ہے کہ وہ دولہا دلہن میں وصال کراتی ہے اور دلہن کو بنا سنوار کر تیار کر دیتی ہے مگر وصال کے بعد الگ ہو جاتی ہے، اب اگر جھانکے تاکے تو جوتے کھائے گی، اسی طرح وصال کے ابتدائی مرحلے تک تو عقل ساتھ رہتی ہے مگر جب وصال شروع ہو گیا تو اس کے بعد عقل بے کار ہے، اب عشق ہی تنہا رہ جاتا ہے۔

درستگئ انتظام کا طریقہ

ارشاد: آزادی مطلق سے کبھی انتظام نہیں ہو سکتا، نہ دنیا کا، نہ دین کا بلکہ تابعیت اور متبوعیت ہی سے ہمیشہ انتظام درست ہوتا ہے۔

زوال سلطنت مغلیہ کا سبب اکبر ہے

ارشاد: سلطنت کا زوال عالمگیر سے نہیں ہوا بلکہ اکبر نے اس کو زائل کیا ہے، اس نے غیر قوموں کو سلطنت میں دخیل کار بنا کر ان کے ہاتھوں میں سلطنت کی باگ دے دی۔

سادگی کی تعلیم

ارشاد: امتیازی شان نہ بنانا چاہئے، اسی لئے ہمارے بزرگ نہ عبا پہنتے ہیں نہ چوغہ نہ صدری کہ اس سے خوامخواہ آدمی دوسروں سے ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے اکابر کو صدری پہننے کا عادی نہیں دیکھا، یہ رواج عموم ولزوم کے ساتھ آج کل ہی نکلا ہے اور اس کو بھی لوگوں نے علماء کا خاص امتیازی شعار بنا لیا ہے۔

دین کی عزت پر سارا مال قربان

ارشاد: واللہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ بھی ملتے ہوں مگر دین کی عزت اس کے لینے سے کم ہوتی ہو تو ایسے روپیہ پر لعنت بھیجنی چاہئے اور مانگنا تو درکنار۔

خلوت کی ضرورت ہر سالک کو ہے

ارشاد: ہر سالک کے لئے ایک وقت خلوت کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول ہو، حضور ﷺ سے زیادہ کون ہوگا، آپ نے بھی اپنے لئے ایک وقت خلوت کا مقرر کر رکھا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ رات کو جب سب سو جاتے تھے اٹھ کر نماز وغیرہ میں مشغول ہوتے تھے۔ جن

لوگوں کا وقت خلوت کے لئے مخصوص نہیں ہوتا، رفتہ رفتہ ان کا قلب انوار سے بالکل خالی ہو جاتا ہے۔

الجلیس الصالح خیر من الوحدة کے معنی

ارشاد: بس ایک کو اپنا بزرگ بنالو اور جم کو اس کے پاس رہو، اور اس کے پاس بھی زیادہ آمد و رفت نہ کرو بلکہ ایک دفعہ بہت سارہ لو پھر اپنے گھر بیٹھو، برس میں ایک دفعہ پھر مل لینا، اور ہر مہینہ بھی اس کے پاس نہ جاؤ۔ اس مشورہ کا راز یہ ہے کہ جلیس صالح سے ملنا صلاح کے لئے مقصود ہے تو جب تک اس اختلاط سے صلاح حاصل ہو اس وقت تک اس سے ملنا وحدت سے بہتر ہے اگر کبھی بزرگوں کی زیارت سے صلاح حاصل نہ ہو بلکہ فساد بڑھنے لگے تو اس وقت اختلاط صالح سے بھی منع کر دیا جائے گا۔ مثلاً زیارت نام کو ہو اور مقصود سیر و سیاحت ہو یا عمدہ کھانے کا ملنا ہو اور راد میں خلل پڑتا ہو تو اپنے سفر کی وجہ سے معذور سمجھتے ہوں، حالانکہ مسافر وہی معذور ہے جو ضرورت کی وجہ سے سفر کرے بعض دفعہ بزرگوں کی بعض حالت دیکھنے سے قلب میں انکار پیدا ہو جاتا ہے جو سخت وبال کا باعث ہے جس سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔

تعزیت کا طریقہ

ارشاد: تعزیت میں ان خاص خاص عزیزوں کو جانا چاہئے جن سے وارثوں کو تسلی ہو، باقی لوگوں کو خط سے تعزیت کرنی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال

ارشاد: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر ایسے جیسے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ بشر کالبشر بل هو کا لیا قوت بین الحجر۔

تاخیر مقصود حکمت

ارشاد: حکمت کا مقتضاء یہی ہے کہ مقصود جلدی عطا نہ کیا جائے اور علوم میں شیئاً فشیئاً تزائد ہوتا رہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مستقر پر پہنچنے کی قدر زیادہ اسی کو ہوتی ہے جس کو سفر میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

لیک شیرینی ولذاتِ مقر　　　　ہست بر اندازۂ رنج سفر

اطاعت کی بھی ایک حد ہے

ارشاد: اطاعت کی بھی ایک حد ہے جب اس میں تجاوز ہو جائے تو وہ اطاعت باقی نہیں رہتی اسی لئے فقہاء نے فرمایا کہ جو شخص گیہوں کے ایک دانہ کی تشہیر کرے اس کو تعزیر کی جائے کیونکہ اس کا تشہیر کا منشاء غلو فی الورع والتقویٰ ہے۔

احداث فی الدین واحداث للدین کی شرح

ارشاد: احداث فی الدین اور شے ہے اور احداث للدین اور شے ہے۔ یعنی ایک تو یہ صورت ہے کہ نئی بات کو دین میں داخل کیا جائے۔ جیسے مولود فاتحہ وغیرہ یہ تو بدعت محرمہ ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ نئی بات دین کی حفاظت کے لئے ایجاد کی جائے، جیسے ہر زمانہ میں نئے نئے اسلحہ کی ایجاد۔ کیونکہ پرانے اسلحہ آج کل کارآمد نہیں یا دین کی حفاظت کے لئے مدارس وغیرہ قائم کرنا یہ بدعت نہیں۔ کیونکہ ان کو دین میں داخل کر کے جزو دین نہیں بنا دیا گیا،

اہل اللہ کی راحت کا راز

ارشاد: اہل اللہ کسی مخلوق سے توقع نہیں رکھتے نہ کوئی تجویز اپنے لئے قائم کرتے ہیں یہی راز ہے ان کے کمال راحت واطمینان کا۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام کو اس امر کی وصیت کی تھی کہ اگر راحت چاہتے ہو تو مخلوق سے توقع کو قطع کر دو۔ حتیٰ کہ مجھ سے کوئی امید نہ رکھو، تاکہ اگر نفع یا ارشاد میں کچھ کوتاہی اور کمی ہو تو تم کو رنج نہ ہو۔

اہل اللہ کے اشتیاق کی وجہ

ارشاد: تعلقاتِ ماسویٰ اللہ کا انقطاع کلی موت سے ہوتا ہے اس لئے اہل اللہ جو توحید خالص کے عاشق ہیں وہ تو موت کے مشتاق ہیں کوئی طبعاً مشتاق۔ کوئی عقلاً مشتاق۔

محل جواز انتقال دلیل للمناظر

ارشاد: مناظر کو ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال جائز نہیں ورنہ مناظرہ کبھی ختم ہی نہیں ہوگا۔ یہ انتقال اپنی مصلحت سے ممنوع ہے اور اگر مخاطب کی مصلحت سے ہو تو جائز ہے، جبکہ بلادت فہم کی وجہ سے دلیل اول کو نہ سمجھ سکے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ۔

تباکی مقصود و بکا بالقلب ہے

ارشاد: تباکی سے مقصود بکا بالقلب ہے اور اس کے لئے تباکی اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے۔

ہدیۂ محبت سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے

ارشاد: جب کوئی شخص محبت سے ہدیہ لاتا ہے تو اس کو کھا کر قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

کاملین کو استعمال نعم مذکر نعماء جنت ہے

ارشاد: کاملین اس لئے بھی نعمتیں کھاتے ہیں تاکہ نعماء جنت ہر وقت یاد رہیں۔

ترک لذائذ کا حکم

ارشاد: ترکِ لذائذ مطلقاً رہبانیت نہیں بلکہ جو اس کو عبادت سمجھے وہ راہب ہے، اور اگر عبادت نہ سمجھے بلکہ علاج سمجھ کر ترک کردے وہ راہب نہیں۔

''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز''

ارشاد: ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز'' یہ عام نہیں ہے کہ ہر مصلحت میں جھوٹ بول دیا کرے بلکہ جس دروغ میں دوسرے کا ضرر نہ ہو اور اپنا یا کسی اور کا اس سے ضرر دفع ہوتا ہو، شیخ نے اس کو مصلحت سے تعبیر کیا ہے، مثلاً ایک شخص سو روپے قرض لینے آیا مگر یہ تجربہ نہیں کہ یہ شخص معاملہ کا کیسا ہے تو ہمیں اس گمان کرنے میں کچھ حرج نہیں کہ نہ معلوم یہ شخص دیندار ہے یا نادہندہ اگر ہم جھوٹ بھی بول دیں کہ روپیہ ہمارے پاس نہیں ہے تو بھی گناہ نہ ہوگا کیونکہ یہ شخص اپنے کو ضرر سے بچا رہا ہے دوسرے کو ضرر نہیں دے رہا ہے، اس جھوٹ سے گناہ نہیں ہوتا۔

منافع مغصوب میں گناہ کی ادائیگی کی صورت

ارشاد: منافع مغصوب پر ضمان لازم نہیں آتا لیکن گناہ ہوگا اور گناہ کی ادائیگی کی صورت یہی ہے کہ اس کا بدل ادا کرے۔

دوسرے کا مال تلف کرنا اپنا ہی مال تلف کرنا ہے

ارشاد: جب کسی کا مال تلف کرو گے تو تمہارا مال تلف ہوگا، خواہ دنیا میں یا آخرت میں، اس معنٰی کو بھی دوسرے کا مال تلف کرنا اپنا ہی مال تلف کرنا ہے۔

رشوت کو بقا نہیں

ارشاد: رشوت والے ہزاروں جمع کر لیتے ہیں مگر ایک دو پشت کے بعد کچھ بھی نہیں رہتا۔

برکت کی حقیقت

ارشاد: ہر چیز ایک خاص کام کے لئے موضوع ہوتی ہے اس کا اور کام میں آنا تو برکت ہے، اور اگر اس کام میں نہ آئے تو بے برکتی ہے۔ مثلاً روپیہ اس واسطے ہے کہ اس کے ذریعے سے کھائیں پہنیں، دنیا کی راحت حاصل ہو، تو اگر وہ کھانے پہننے کے کام آئے اور اپنے تن کو لگے تو برکت ہے اور اگر اس کام میں نہ لگے بلکہ فضول اڑ جائے تو بے برکتی ہے۔

جوش کی حالت کا چندہ نا جائز ہے

ارشاد: ایسے جوش کی حالت میں جس میں آدمی مغلوب العقل ہو جائے اور بعد میں پچھتائے تو خود چندہ ہی لینا نا جائز ہے۔ جوش سے جب کوئی دے تو مت لو، جب ہوش درست ہو جائے اس وقت لو۔

آرام سے رہو، مگر حد سے نہ نکلو مختلف فیہ مسائل میں وسعت دو

ارشاد: حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشقان احسانی ہیں یعنی ہم لوگوں کو جو خدا تعالیٰ سے محبت ہے وہ ان کے احسانات کی وجہ سے ہے اس واسطے ہمارے حضرتؒ کا مسلک یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے آرام سے رہو مگر حد سے نہ نکلو، اس لئے مختلف فیہ مسائل میں وسعت دینی چاہئے۔ اس طرح ایک تو شریعت سے محبت ہوگی دوسرے جو اس سے منتفع ہوگا آرام سے رہے گا۔

تقسیم ترکہ فوراً چاہئے

ارشاد: میری رائے ہے کہ ترکہ مرتے ہی تقسیم ہو جائے۔ بعد میں بڑے قصے پھیل جاتے ہیں۔

زمین بڑی قدر کی چیز ہے

ارشاد: زمین بڑی قدر کی چیز ہے اس سے عزت و جاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ اس لئے جائداد کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نہ ہو تو لومت اور ہو تو دومت، یہ امر مشاہد ہے کہ جس کے پاس جائداد ہوتی ہے اس کی عزت تو جائداد سے ہوتی ہے وہ اگر جائداد بیچ دے گا اس کی وہ عزت ہرگز نہ رہے گی۔

اس لئے اس کو رکھنے کے واسطے فرمایا، یہاں تک کہ اگر کسی مصلحت سے فروخت کرے تو پھر دوسری فوراً لے لے اور جس کے پاس جائداد نہ ہو تو اس کی جو عزت ہوگی وہ ویسے ہی ہوگی، پھر جائداد خرید کر کے کیوں جھگڑے میں پڑے۔

قیامت کے دن زمین کی روٹی کی لذت کی وجہ

ارشاد: زمین میں انار بھی ہیں انبہ بھی ہیں۔ انگور بھی کھٹائی بھی مٹھائی بھی، سب چیزیں زمین کے اندر موجود ہیں ہر طرح کا مادہ اس میں رکھا ہے، یہ وہی مادہ ہے جو ان رنگ برنگ صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ قیامت کے روز اپنی قدرت کی مشین سے حق تعالیٰ تمام فضلہ کو الگ کر دیں گے پس اس سے جو روٹی تیار ہوگی ظاہر ہے کہ اس میں ہزاروں قسم کے تو مزے اور ہزاروں قسم کی خوشبوئیں ہونگی، لہٰذا اس روٹی سے زیادہ کونسی چیز مزیدار ہوسکتی ہے۔

دین کی عزت ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہئے

ارشاد: میرا جی یوں چاہتا ہے کسی کا احسان رکھ کر مال نہ لیا جائے۔ ہمارے بزرگ کا مذہب یہ ہے کہ اپنی کسی بات سے دین کی عزت میں ذرہ برابر فتور نہ آئے جو بات کی جاتی ہے اس میں یہ نیت ہوتی ہے کہ دین کی عزت ہر طرح محفوظ رہے۔

اعزہ کے ساتھ سلوک نقدی چاہئے

ارشاد: اعزہ؛ کے ساتھ سلوک کرنا چاہے تو نقد دیدے، کھانے وغیرہ کا قصہ نہ پھیلائے، اس میں بڑی خرابیاں پیش آتی ہیں۔

اسلامی اصول پر چلنے سے ذلت نہیں ہوتی۔

ارشاد: حقوق مالیہ کی حفاظت نہایت ضروری ہے، اسلامی اصول پر چلنے سے کبھی ذلت نہیں ہوتی۔

معرفتِ الٰہی کی لذت

ارشاد: معرفت ایسی لذیذ شئے ہے کہ عارفین کے نزدیک جنت اور حوروں میں بھی وہ مزہ نہیں، چنانچہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کو بچپن میں مرجانا اور خطرات سے محفوظ ہونا پسند ہے یا بالغ ہو کر خطرہ میں پڑنا پسند ہے۔ فرمایا مجھے بالغ ہو کر خطرہ میں پڑنا پسند ہے، بچپن کی موت پسند نہیں، کیونکہ

بلوغ کے بعد معرفت حق عز وجل زیادہ ہوتی ہے جو بچپن میں نہیں ہوتی۔

ملائکہ وانسان کی عبادت کا فرق

ارشاد: ملائکہ کو عبادت میں لذت حاصل ہے اور انسان عام طور پر لذت سے خالی ہیں مگر ثواب زیادہ انسان ہی کو ہے بوجہ مجاہدہ و مزاحمت و خطرات کے۔

تعدیہ مرض کے متعلق تین قول

ارشاد: تعدیہ میں تین قول ہیں۔ (۱) بدون حق کا مرض لگتا ہے یہ تو کفر و زندقہ ہے (۲) مشیت حق سے لگتا ہے۔ مگر مشیت و حکم الٰہی ضروری ہے یہ قول غلط و باطل ہے گو کفر نہیں۔ (۳) مشیت سے لگتا ہے اور مشیت ضرور نہیں، اگر مشیت ہوگی تو مرض نہیں لگے۔ اس میں زیادہ معذور نہیں، اگر کوئی اس کا قائل ہو جائے تو گنجائش ہے، مگر احادیث صحیحہ سے ظاہراً ترجیح اسی کو ہے کہ تعدیہ کوئی شئے نہیں اور ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا۔

اتباع سنت کے معنیٰ

ارشاد: حضور ﷺ کا طرز و عادت وہ ہے جو غالب و مستمر ہو، اس کا اتباع کرنا اتباع سنت ہے۔ اتفاقی واقعات کے اتباع کا نام اتباع سنت نہیں، مگر یہاں ایک بات اہل علم کے سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ بعض دفعہ صورتاً عمل قلیل ہوتا ہے لیکن معنیً کثیر و غالب جیسے تراویح میں عمل تو تین رات ہوا ہے اور خشیت افتراض کی وجہ سے ترک زیادہ ہوا، لیکن یہ ترک عارض سے تھا اور عمل اصل، پس اس کو راجح کہیں گے اور تراویح کو سنت کہیں گے اور عمل صحابہ سے استمرار کا بدعت نہ ہونا اور بیس رکعت کا بدعت نہ ہونا ثابت ہے، خلاصہ یہ کہ کبھی عادت کا غالب ہونا کثرت وقوع عمل سے معلوم ہوتا ہے، اور کبھی غائبہ مقصودیت سے معلوم ہوتا ہے اور اس کے لئے تراویح کی نظیر کافی ہے۔

عمر بھر طلب ہی میں لگا رہے اپنے کو فارغ اور کامل نہ سمجھ لے

ارشاد: حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کو تمام عمر کام کر کے ساری عمر میں یہ بات حاصل ہو جائے کہ مجھ کو حاصل نہیں ہوا، اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا، مبارک ہے وہ شخص جو عمر بھر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہے کہ میری حالت اچھی ہے یا بُری۔ صاحبو! طلب ہی مطلوب ہے پس عمر بھر طلب میں ہی رہو، وصول مطلوب نہیں، کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں جس نے اپنے کو فارغ و کامل سمجھ لیا اور اپنی حالت پر مطمئن و بے فکر ہو گیا وہ برباد ہوا، گیا گذرا ہوا، مگر اس کے ساتھ یہ بھی سمجھے کہ اس وقت جو کچھ

میری حالت ہے جیسی کچھ بھی ہے یہ سب خدا کا فضل ہے۔

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

تاکہ تواضع وشکر دونوں جمع ہو جائیں۔

حضور ﷺ کے اتباع کے معنی

ارشاد: حضور ﷺ کا اتباع یہ ہے کہ جو افعال وصفات آپ کے اصلی دائمی ہیں وہ تمہارے اندر بھی اصل ودائمی ہوں کہ زیادہ غلبہ اور ظہور ان ہی کا ہو اور جو صفات وافعال حضور ﷺ کے لئے عارضی ہیں وہ تمہارے اندر بھی عارضی ہوں۔

مہذب سزاؤں میں قتل سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے

ارشاد: دلیل عقلی کا مقتضا یہ ہے کہ قتل میں مرنے والوں میں کم تکلیف ہوتی ہے اور ان مہذب سزاؤں میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے کیونکہ:

موت نام ہے زہوق روح یعنی جان نکلنے کا اور جس طریق میں جان نکلنے کا راستہ پیدا کیا جائے یقیناً اس میں سہولت سے جان نکلے گی اور جن صورتوں میں گھونٹ کر یا دبا کر جان نکالی جائے گی اس میں سخت تکلیف سے جان نکلے گی۔ چنانچہ پھانسی میں تڑپنے کی وجہ سے زبان باہر نکل آتی ہے اور صورت بگڑ جاتی ہے پس پھانسی میں اتنی رعایت تو ہے کہ بھیانک منظر پیش نہیں ہوتا۔ لیکن واقع میں قتل سے زیادہ پھانسی میں تکلیف ہوتی ہے۔

ذبح حیوان رحم کے خلاف نہیں، ذبح حیوان وانسان کا فرق

ارشاد: ذبح حیوان رحم کے خلاف نہیں بلکہ ان کے حق میں اپنی موت مرنے سے مذبوح ہو کر مر جانا بہتر ہے، کیونکہ خود مرنے میں قتل وذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہے رہا یہ سوال کہ پھر انسان کو بھی ذبح کر دیا جا کرے تا کہ آسانی سے مر جایا کرے اس کا جواب یہ ہے کہ حالت یاس سے پہلے ذبح کرنا تو دیدۂ ودانستہ قتل کرنا ہے اور حالتِ یاس کا پتہ چل نہیں سکتا، کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرنے کے قریب ہو گئے تھے پھر اچھے ہو گئے۔ اور یہ شبہ اگر حیوانات میں کیا جائے کہ ان کی تو یاس کا بھی انتظار نہیں کیا جاتا، جواب یہ ہے کہ انسان اور بہائم میں فرق ہے، وہ یہ کہ انسان کا ابقاء تو مقصود ہے، کیونکہ خلق عالم سے وہی مقصود ہے چنانچہ اسی لئے تمام مخلوق کے موجود ہونے کے بعد انسان کو پیدا کیا گیا اور جانور کا ابقاء مقصود نہیں اس لئے ان کے ذبح کی اجازت دی گئی اس بناء پر کہ ذبح ہو جانے میں ان کو

راحت ہے، اور ذبح کے بعد ان کا گوشت وغیرہ بقاء انسان میں مفید ہے جس کا ابقاء مطلوب ہے اور یونہی مرنے کیلئے چھوڑ دیا جائے تو مردہ ہو کر اس کے گوشت وغیرہ میں سمیت کا اثر پھیل جائے گا، اور اس کا استعمال انسان کی صحت کے لئے مضر ہوگا۔ تو بقاء انسان کا وسیلہ نہ بنے گا۔ اور قصاص و جہاد میں چونکہ افناء بعض افراد بغرض ابقاء جمیع الناس ہے، اس لئے وہاں قتل انسان کی اجازت دی گئی۔

شریعت مقدسہ سے راحت موت انسان کا سامان

ارشاد: تقریر بالا سے تو یہ لازم آتا ہے کہ چونکہ انسان کا ابقاء مقصود ہے اس لئے اس کے حق میں راحت موت کی رعایت نہیں کی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت مقدسہ نے انسان کی راحت موت کا دوسرا سامان بتلایا۔ (۱) شہادت: جہاد جس میں زہوق روح کی شہید کو تکلیف نہیں ہوتی۔ (۲) موت کے وقت لا الہ الا اللہ کی تلقین اور سورۂ یٰسین کی تلاوت **فان لهما تاثيراً في تسهيل النزع** (۳) تعلق مع اللہ کا غالب کرنا اس حالت میں شدت نزع سے بھی تکلیف نہیں ہوتی۔

عالم کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے

ارشاد: عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے، اس کا مطلب گھورنا و تکنا نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کبھی کبھی اس کے چہرہ کی طرف دیکھ لیا جائے اور اس طرح دیکھا جائے کہ اس کو خبر بھی نہ ہو کہ مجھے کوئی تک رہا ہے، کیونکہ، اس سے اس کو تکلیف ہوگی، دل پر گرانی ہوگی۔

مسلمانوں کو عذاب جہنم کا احساس کم ہوگا

ارشاد: میں مسلمانوں کو بشارت دیتا ہوں کہ ان کو عذاب جہنم کا احساس کفار سے بہت کم ہوگا۔ جس کی حقیقت مسلم کی ایک حدیث میں ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ **اماتهم الله اماتةً** کہ حق تعالیٰ ان کو جہنم میں ایک قسم کی موت دیدیں گے، حدیث میں اتنا تو ہے، شیخ ابن عربیؒ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ مومنین کو جہنم میں ایک مدت کے لئے ہلکی سی نیند آجائے گی، حدیث **النوم اخ الموت** سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے **اماتة** بڑھانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص قسم کی موت مراد ہے جو موت کے تو مشابہ ہے لیکن حقیقی موت مراد نہیں۔ شیخ عربیؒ نے اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اس نیند کی حالت میں وہ یوں خواب دیکھے گا کہ میں جنت میں ہوں اور حوروں کے پاس ہوں، مگر مسلمان اس سے بے فکر ہو جائیں کہ بس جی جہنم میں جا کر مزے سے سو جائیں گے کیونکہ اگر تھوڑی دیر کو جاگ بھی گئے تو نانی یاد آجائے گی۔

بندہ کی مصالح کی رعایت حق تعالیٰ اس سے زیادہ فرماتے ہیں

ارشاد: بخدا حق تعالیٰ سے زیادہ بندہ کی مصالح کی رعایت کوئی نہیں کرسکتا۔ خود بندہ بھی اپنے مصالح کی عایت اتنی نہیں کرسکتا جتنی اللہ تعالیٰ مصالح کی رعایت فرماتے ہیں مگر یہ کہ وہ تم کو بھی بتلا دیں اس کی کیا ضرورت ہے اور اجمالاً بتلا بھی دیا۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئاً۔

حق تعالیٰ کے استغناء کے معنیٰ

ارشاد: حق تعالیٰ کے استغناء کے یہ معنیٰ نہیں کہ ان میں رحم نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج اور کسی سے عاجز نہیں، اسی قدرت عدم، احتیاج پر نظر کر کے انبیاء علیہم السلام لرزاں وترساں رہتے ہیں۔

عارف راہمت نباشد کے معنی

ارشاد: خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ "عارف راہمت نباشد" یعنی عارف توجہ نہیں کرسکتا، اس کو غیر حق کی طرف اس قدر یکسوئی نہیں ہوسکتی کہ خدا کو بھی بھول جائے۔

اطاعت سے محبوبیت عامہ کے معنی

ارشاد: اطاعت کی خاصیت ہے کہ اس سے بندہ خدا کا محبوب ہو جاتا ہے، پھر مخلوق کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اور اس میں اعتبار ان لوگوں کا ہے جن کو کوئی غرض اس شخص سے وابستہ نہ ہو نہ نفع کی نہ ضرر کی۔

نفس پر جرمانہ کرنے کا طریقہ

ارشاد: نفس پر جرمانہ کرنے کا دستور العمل یہ ہونا چاہئے کہ اتنا ہو کہ نہ بہت گراں ہو جس کا دینا دشوار ہو نہ اتنا کم ہو کہ بالکل گراں نہ ہو۔

حفاظت دین کے لئے کچھ پس انداز کرنا

ارشاد: دین کی حفاظت کے لئے آج کل یہ ضرور ہے کہ مسلمان اپنے پاس کچھ رقم جمع رکھے۔

نذر مقید کی مذمت

ارشاد: نذر مطلق خاص عبادت ہے مثلاً یہ کہا کہ میں اللہ کیلئے روزہ کی نذر کرتا ہوں، اور نذر

مقید و معلق مذموم ہے۔ جیسے یوں کہے کہ میرا بیمار اچھا ہو جائے تو اتنا صدقہ کروں گا۔

پردہ پر ایک اعتراض کا جواب

ارشاد: عورتوں کا دنیا سے بے خبر ہونا ہی کمال ہے، یہ اعتراض کہ عورتیں پردہ ہی کی وجہ سے بہت سے منافع علمیہ وعملیہ سے محروم رہ جاتی ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ پردہ کی وجہ سے جو نقائص رہ جاتے ہیں ان کی اصلاح آسان ہے اور پردہ دری میں جو مفاسد ہیں ان کی اصلاح بہت دشوار ہے۔

عورتوں کو علوم زائد پڑھانا

ارشاد: عورتوں کی اصلاح صرف علوم دینیات پر اکتفا کرنے ہی میں ہے علوم زائد پڑھانے میں ان کی سلامتی نہیں۔

شریعت پر عمل کرنے میں ہر طرح کی راحت ہے

ارشاد: حضور ﷺ نے ہماری سب مصالح ومضار کی رعایت فرما کر ایسی جامع مانع تعلیم ہم کو فرمائی جس میں مضرت کا نام ونشان نہیں بلکہ راحت ہی راحت ہے پس مسلمان اگر شریعت کی تعلیم پر مو بمو چلیں تو ہمہ تن راحت میں رہیں، روحانی راحت میں بھی جسمانی راحت میں بھی۔

اہل ترقی کی بے چینی کا راز

ارشاد: امریکہ کے سائنس دانوں کا مقولہ ہے کہ ہم نے گو بہت ترقی کر لی ہے مگر پھر بھی ہم کو چین حاصل نہیں ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر بھی کمی ہے اور حصول راحت کا طریق نہیں جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے اور یہ مضمون تحقیقی ہے کیونکہ راحت نصیب ہوتی ہے سکون قلب سے۔ اور سکون ضد حرکت ہے اور یہ اہل ترقی ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں کبھی چاند میں جانے کی فکر کرتے ہیں کبھی مریخ میں ان کی ترقی کا کوئی منتہیٰ نہیں تو ایسے شخص کو راحت کہاں، راحت تو اس کو ہے جس کا مقصود متعین ہے وہ صرف اہل مذہب کو حاصل ہے، اور اہل مذاہب میں سے صرف اہل اسلام کو کیونکہ دوسرے مذاہب میں بھی مقصود متعین نہیں گو اس کے نزدیک غایۃ المقصود معبود ہے مگر چونکہ وہ کامل موحد نہیں۔ اس لئے ان کے معبود بالمقصود چند در چند ہیں۔ اور تعدد مطلوب کی صورت میں تشتت قلب لازم ہے۔

مثنوی میں تاثیر تعلق مع اللہ ہے

ارشاد: واقعی مثنوی متبرک کلام ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ضرور ہو جاتا

ہے اور مثنوی میں یہ اثر ہے تو کلام اللہ میں کیا اثر ہوگا اس کو خود سمجھ لیا جائے۔

قوالی کا اثر

ارشاد: قوالی میں جو اثر ہوتا ہے، اس کا اثر محض نفسانی قوت پر ہوتا ہے۔ روح پر اثر نہیں ہوتا، الا ماشاء اللہ۔

اسلام کا خاصہ

ارشاد: ایک امریکن نو مسلم کا مقولہ ہے کہ اسلام سے میرے دل کو وہ چین حاصل ہوا جو کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں۔ اب میں ہوں اور میرا خدا ہے، دنیا کی ہر چیز میری نظر میں خار ہے اور یوں جی چاہتا ہے کہ ایک گوشہ میں الگ پڑا رہوں اور اپنے خدا سے لو لگائے رہوں۔ اس لئے زیادہ خلوت میں رہتا ہوں۔

شریعت میں تمام مصالح و مضار کی رعایت ہے

ارشاد: شریعت نے ہم کو ایسی تعلیم دی ہے جس میں تمام مصالح و مضار کی رعایت ہے اس لئے ہمیں تجربہ کر کے ٹھوکریں کھا کے مصالح و مضار معلوم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ صرف اس کی ضرورت ہے کہ شریعت کی تعلیم حاصل کرلیں پھر ہمیں تہذیب و تمدن میں کسی قسم کی تقلید کی ضرورت نہیں۔

قرآن رونمائے حق ہے

ارشاد: جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہے وہ قرآن میں خدا کو دیکھے، واقعی قرآن رونمائے حق ہے، یعنی اسکے ذریعے حق تعالیٰ کی صفات کمال کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

جنت میں بول و براز نہ ہونے کی وجہ

ارشاد: جنت کی غذا میں چونکہ ثقل مطلق نہیں سب غذا ہی غذا ہے اس لئے وہاں بول و براز کی حاجت نہ ہوگی۔

تقلید یورپ کا ہیضہ

ارشاد: افسوس ہے کہ تقلید یورپ کا لوگوں کو اس قدر ہیضہ ہوا ہے کہ اسباب راحت بھی ان کی تقلید میں ترک کر دیتے ہیں۔ اور اسباب زینت بھی۔

تحصیل علم دین کا طریقہ اور عورتوں کی تعلیم کا طریقہ

ارشاد: حصول علم دین کے لئے توجہ سے سننا اور دوسرے کا زبانی تقریر کرنا کافی ہے تو تم اتنا ہی کرو کہ اردو میں جو رسائل احکام شرعیہ کے لکھے گئے ہیں ایک وقت مقرر کر کے اپنی مستورات کو وہ رسائل پابندی سے سنا دیا کرو۔ زنانہ اسکولوں کے ذریعے سے یا زنانہ مدارس کے ذریعہ سے تعلیم دنیا سم قاتل ہے عورتوں کو گھر میں رکھ کر تعلیم دو۔ گو اردو ہی میں ہو۔ رہا لکھنا تو یہ نہ واجب ہے نہ حرام ہے اس کو لڑکیوں کی حالت دیکھ کر تجویز کیا جائے جس لڑکی میں جھینپ اور حیاء اور شرم ہو اس کو سکھلاؤ ورنہ نہ سکھلاؤ۔

عقلاء حقیقت میں وہ ہیں جو علم و عمل کے جامع ہیں

ارشاد: علم و عمل ہی سے کمال شرعی حاصل ہوتا ہے اور اسی سے کمالِ دنیوی یعنی عقل حاصل ہوتی ہے عقلاء حقیقت میں وہی ہوتے ہیں جو علم و عمل کے جامع ہیں، نہ وہ جن کو تم عقلاء سمجھتے ہو، جو لوگ علم دین حاصل کر چکے ہیں ان کے سامنے بڑے بڑے انگریزی داں جنہوں نے علم دین حاصل نہ کیا ہو، بے وقوف ہیں، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک الذین هدٰهم الله واولئک هم اولوا الالباب یعنی جو لوگ شریعت کا کامل اتباع کرتے ہیں۔ علماً و عملاً وہی ٹھیک راستہ پر ہیں اور وہی عقلاء ہیں مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی اہلِ یورپ کو عقلمند کہتا تو نہایت برہم ہوتے، اور فرماتے تھے کہ جو قوم خدا کو بھی نہ پہچانے وہ خاک عقلمند ہے، ہاں یوں کہو کہ چاقو قینچی بنانا جانتے ہیں۔ یعنی کاریگر اچھے ہیں اور صنعت کو عقل سے کیا واسطہ، عقل کا کام تو علم معرفت ہے۔

انسان ملائکہ سے نوعاً افضل ہے

ارشاد: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس مخلوق کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا یعنی اپنی خاص عنایت و فضل سے، اس کو اور اس مخلوق کو کیسے برابر کر دوں جس کو میں نے کلمۂ کن سے پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان ملائکہ سے نوعاً افضل ہے۔

اہل سے نا اہل اگر منازعت کرے تو کام اس پر چھوڑ دے

ارشاد: اہل کے سامنے اگر کوئی نا اہل دعویٰ کرنے لگے تو اس کو چاہئے کہ اس سے منازعت نہ کرے بلکہ اپنا کام چھوڑ کر اس کے سپرد کر دے۔ اور تم یہ نہ سمجھو کہ نا اہل پر کام چھوڑ دینے سے دین کا کام رک جائے گا۔ اس لئے تم بے فکر بیٹھے رہو۔ اللہ تعالیٰ خود اس نا اہل کو نکال دے گا۔

اعمالِ شرعیہ میں مالایطاق تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت نہیں

ارشاد: بیماری میں ایسی تکلیف برداشت کرنا کہ چار آدمی اس کو لے جاکر مسجد میں بٹھلائیں میں تو پسند نہیں کرتا۔ ہاں اگر دوسروں کو بالکل مشقت نہ ہو یا (تنخواہ دیتا ہو) اور اس کو خود بھی مشقت نہ ہو۔ نہ عجب وشہرت کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں۔

جس وقت جس حالت کا جو مقتضا ہو اس کو بے تکلف ظاہر کر دینا چاہئے

ارشاد: کاندھلہ میں دو بھائی تھے ایک عالم دوسرے درویش۔ ایک دفعہ عالم صاحب بیمار ہوئے تو وہ تکلیف میں اللہ اللہ کررہے تھے۔ درویش بھائی ان کی عیادت کو گئے تو کہا کہ بھائی صاحب آہ آہ کرو، تو اچھے ہوگے تاکہ عجز وضعف ظاہر ہو۔ حالانکہ ظاہر میں اللہ اللہ کرنا افضل تھا، مگر اس میں اپنی قوت کا اظہار تھا کہ ہم بیمار ہوکر بھی ذکر کے پابند ہیں اس لئے شیخ نے کہا آہ آہ کرو، کیونکہ حق تعالیٰ نے بیماری اسی لئے دی ہے تاکہ تمہارا عجز وضعف ظاہر ہو اس کے ظاہر ہونے کے بعد وہ جلدی اس کو دور کردیں گے غرض ہمیں تو یہی مذاق پسند ہے کہ جس وقت جس حالت کا جو مقتضا ہو اس کو بے تکلف ظاہر کیا جائے۔

ناکامی کی صورت میں پورا اجر آخرت میں ملے گا

ارشاد: حدیث میں ہے کہ جس غزوہ میں غنیمت مل جائے اور صحیح سالم آجائے تو دوثلث اجر یہیں مل گیا، اور جس میں جان کا بھی نقصان ہو اور مال بھی کچھ نہ ملے تو اس کا پورا اجر آخرت میں جمع رہا تو بتلاؤ یہ بات خوشی کی ہے یا نہیں، حدیث سے اور بزرگوں کے کشف سے بھی معلوم ہوا کہ جس عمل کا ثمرہ کچھ یہاں مل جاتا ہے تو اجر آخرت میں کمی ہوجاتی ہے، اس لئے یہاں اگر ناکامی ہو تو زیادہ خوش ہونا چاہئے کہ پورا اجر جمع ہے۔

حق تعالیٰ خود وصال سے مشرف کرنے کو حیلہ ڈھونڈتے ہیں

ارشاد: حق تعالیٰ تو اپنے وصال سے مشرف کرنے کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں فاسقوں کو بھی ذرا سی بات پر مشرف بوصال کردیتے ہیں تو عاشقوں کو تو کیسے محروم کردیں گے؟

رحمت حق بہانمی جوید

مؤودہ کے جہنم میں جانے کی حکمت

ارشاد: **الوائدة والمؤدة کلاھما فی النار** ۔ یہاں مؤودہ کا جہنم میں جانا قصور کی بنا پر

نہیں ہے، بلکہ وائدہ کے عذاب روحانی کے لئے جاوے گی تاکہ اس کو دیکھ کر ماں کی حسرت بڑھے کہ میں نے اس کے ساتھ کیسی بے رحمی کا برتاؤ کیا تھا جس کی وجہ سے آج یہ عذاب اور رسوائی ہو رہی ہے تو وائدہ کو عذاب جسمانی بھی ہوگا۔ عذاب روحانی بھی، اور موؤدہ کا جہنم میں ہونا اس کے معذب ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ جیسے زبانیہ جہنم دوزخ میں موجود ہیں مگر معذب نہیں۔

کفر کی حکمتیں

ارشاد: کفر اس حیثیت سے کہ مخلوق للحق ہے اس میں بھی حکمتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس سے صفت قہر و جلال و اسم منتقم کا ظہور ہوتا ہے مثلاً اس سے یہ کہ ایمان و مومنین کی رفعت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اضداد ہی سے اشیاء کا ظہور کامل ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ اس سے کارخانہ دنیا کی رونق اور ترقی ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں پوری ترقی کافر ہی کرسکتا ہے جس کو آخرت کی کچھ فکر نہیں، مسلمان چونکہ آخرت کی فکر میں رہتا ہے وہ دنیا میں پوری طرح منہمک نہیں ہوسکتا۔ اور کفر میں اس حیثیت سے کہ مکسوب للعبد ہے کوئی حکمت نہیں، کیونکہ جو شخص کفر کر رہا ہے اس کے اپنے کفر سے کیا نفع ہے کچھ بھی نہیں، بلکہ اس کا تو ضرر ہی ضرر ہے گو اس کے ضرر سے مجموعہ عالم کا نفع ہے مگر خاص اس کا تو سراپا ضرر ہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا باغی ہوگا۔

سالک کو فصل عن الخلق کا اہتمام ضروری ہے

ارشاد: لوگوں کو وصل کی تو کچھ فکر ہے گو بے اصول سہی، لیکن فصل عن الخلق کا تو مطلق اہتمام نہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ تک کو حکم ہے وتبتل الیہ تبتیلا یعنی مخلوق سے کامل طور پر منقطع ہو کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، ظاہر ہے کہ کامل توجہ بدونِ تقلیل تعلقات کے ہرگز نہیں ہوسکتا۔

سالک کو کمال کی ہوس رہزن ہے

ارشاد: اعمال تو وہی کرے جو مامور بہ ہیں ایسا اخفا نہ کرے کہ اعمال خلاف شرع اختیار کرنے لگے، باقی احوال میں جو حال مل جائے اس پر راضی رہے کمال کی ہوس نہ کرے یہ بھی بڑا رہزن ہے کہ سالک کمال کی ہوس کرنے لگے۔

اہل اللہ کے تقلیل غذا کا راز

ارشاد: اصلی غذا اور اصلی دوا فرحت و نشاط ہے۔ خواہ دوا سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو سو ذاکرین کو ذکر اللہ سے بے حد نشاط و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان کو غذا اور دوا کا کام دے جاتا ہے، اصل قوت کی چیز فرحت ہے یہی تمام غذاؤں کی جڑ ہے اور یہی بعض دفعہ خود بھی غذا کا کام دیتی ہے،

ورنہ اقل درجہ یہ تو ضروری ہے کہ بدون اس کے کوئی غذا غذا نہیں بنتی یہی وجہ ہے بزرگان دین کے تقلیل غذا کی کیونکہ ان حضرات کو ذکر اللہ سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی مفرح یا قوتی اور خمیرہ ایسا نشاۃ نہیں پیدا کر سکتا، اس لئے وہ ایک بادام پر چالیس دن تک کفایت کر سکتے ہیں۔

سالک کی استقامت کا مدار محض لطف حق پر ہے

ارشاد: اب جو لوگ اپنی ثابت قدمی پر نازاں ہیں وہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ یہ ثابت قدمی اور استقلال اور پابندی اوقات اور ضبط معمولات کس کی بدولت ہے یہ محض خدا کا لطف ہے کہ انہوں نے آپ کے دل میں تقاضا پیدا کر دیا ہے، ورنہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا، ایک تنکا ہمارے ہاتھ میں ہوا اور آندھی میں ثابت قدم رہے اور اس ثبات پر نازاں ہو تو اس کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

رحیم و شفیق کے قبضہ میں رہنا ہی مفید ہے

ارشاد: دوسرے کے قبضے میں ہونا جب مضر ہے جب کہ قبضہ والا رحیم و شفیق نہ ہو۔ اگر قابض رحیم و شفیق ہو تو پھر دوسرے ہی کے قبضے میں رہنا مفید ہے۔

آثار معاصی و طاعات

ارشاد: کبھی گناہ کی وجہ سے دوسری طاعات بند ہو جاتی ہے ایسے ہی طاعات میں یہ اثر ہے کہ ان کی وجہ سے دوسری طاعات ہونے لگتی ہیں۔ بلکہ اس کا اثر اولاد میں بھی پہنچتا ہے۔ باپ کی طاعات سے اولاد کو بھی طاعات کی توفیق ہونے لگتی ہے مگر گناہ کا اثر اولاد میں نہیں پہنچتا۔ ہاں دینوی تکلیف کچھ پہنچ جاتی ہے۔ طاعات کا یہ اثر ہے کہ ان کی برکت سے گناہ کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ گناہ مقدر (بتقدیر معلق) بھی ٹل جاتا ہے۔

قبولیت عبادت کی علامت

ارشاد: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو جائے تو کیا دوسری بار وہ دربار میں گھسنے دے گا ہرگز نہیں بس جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آ گئے اس کے بعد پھر توفیق ہو گئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز مقبول ہو گئی اور تم مقبول ہوئے۔

حق تعالیٰ ذرائع کو مقصود بنا کر تعلیم دیتے ہیں

ارشاد: اللہ تعالیٰ کی تعلیم کا طریقہ یہی ہے کہ ذرائع ہی کو مقصود بنا کر سکھلاتے ہیں تاکہ

مخاطب ذریعہ کا پورا اہتمام کرے تو نتیجہ اس پر خود مرتب ہو جائے گا۔ یہی اصول صوفیہ نے قرآن سے سیکھا ہے چنانچہ طالبین کو یہی تعلیم کرتے ہیں کہ مقصود عمل ہے، وصول مطلوب نہیں، کیونکہ عمل اختیاری ہے اور وصول غیر اختیاری ہے تو تم عمل کے مکلف ہو اسی کو مقصود سمجھ کر بجالاتے رہو، اس پر وصول خود مرتب ہو جائے گا۔

حافظ اجیر کے قرآن سے الم ترکیف تراویح میں افضل ہے

ارشاد: جو حافظ اجرت لے کر قرآن سنائے اس کے پیچھے تراویح نہ پڑھیں اس سے افضل یہ ہے کہ الم ترکیف تراویح پڑھ لی جائے۔

قرآن وصوم کی شفاعت

ارشاد: قرآن وصوم دونوں قیامت میں روزہ داروں کے شفاعت کریں گے، قرآن کہے گا خداوند میں نے اس کو نیند سے اور آرام سے روکا تھا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول کیجئے اور روزہ کہے گا کہ میں نے اس کو کھانے پینے اور شہوت پورا کرنے سے روکا تھا، میری شفاعت کو قبول کیجئے۔

صدقۂ فطر حقوق وآداب صوم کی کوتاہی کا کفارہ ہے

ارشاد: روزہ کے حقوق اور آداب میں جو کچھ کوتاہی ہو جاتی ہے، صدقہ فطر اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

ضعیف ایمان کے نور کی قوت

ارشاد: بعض عارفین کا قول ہے کہ ضعیف ایمان کا نور بھی اگر ظاہر ہو جائے تو زمین وآسمان سب کو چھپالے۔

والدین کو اپنی راحت سے محبت ہوتی ہے

ارشاد: والدین کا یہ دعوئی غلط ہے کہ ہم کو اولاد سے محبت ہے۔ بلکہ باپ کو اپنی راحت سے محبت ہے، ورنہ اولاد کے نقصان پر روتا ہے، نفع پر کیوں روتا ہے۔ مثلاً معصوم بچہ کا مرجانا خود بچہ کے لئے تو نافع ہے کیونکہ بالغ ہو کر نہ معلوم جنتی ہوتا یا دوزخی اور اب تو بلاشبہ جنتی ہے مگر والدین روتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو اپنی راحت سے محبت ہے بس۔

میثاق الست کا مقصود

ارشاد: میثاق الست سے مقصود یہ تھا کہ وجود صانع اور توحید صانع کا مضمون طبائع میں مرکوز ہو جائے۔ کیفیت تعلیم کا محفوظ ہونا مقصود نہ تھا۔

اصل چیز عمل ہے

ارشاد: حضرت جنیدؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا کہ ساری عبادتیں اور اسرار و نکات و اشارات ایک کام نہ آئے بس وہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں جو آدھی رات میں پڑھ لیا کرتے تھے کام آئیں معلوم ہوا کہ اصل چیز عمل ہے۔

علم اعتبار کی حقیقت اور دوسرے فرقوں کی غلطیاں

ارشاد: علم اعتبار کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مشبہ کو دوسرے مشبہ سے واضح کیا جائے ثابت نہ کیا جائے بلکہ مشبہ ثابت بدلیل آخر ہے اور یہ نہ مجاز میں داخل ہے خواہ مجاز مرسل ہو خواہ استعارہ، کیونکہ مجاز میں موضوع لہٗ کے مراد نہ ہونے پر قرینہ ہوتا ہے اس لئے غیر موضوع لہٗ مراد ہوتا ہے۔ اور یہاں نہ موضوع لہٗ کے غیر ہونے کا کوئی قرینہ ہے نہ غیر موضوع لہٗ مراد ہے اور نہ یہ کنایہ میں داخل ہے کیونکہ کنایہ میں معنیٰ موضوع لہٗ متروک نہیں ہوتے بلکہ کلام کا مدلول اصلی وہی موضوع لہٗ ہوتا ہے مگر مقصود اس کا لازم یا ملزوم ہوتا ہے، جیسے طویل النجاد کہ اس میں مدلول وضعی متروک نہیں مدلول کلام وہی ہے مگر مقصود طویل القامتہ ہے، کیونکہ طویل انجاد کے لئے طویل القامتہ لازم ہے اور اعتبار میں وہ معنیٰ نہ مقصود ہے نہ مدلول کلام ہے پس یہ اعتبار گو قیاس تصرفی ہے اور مشابہ ہے قیاس فقہی کے، مگر عین قیاس فقہی نہیں۔ کیونکہ قیاس فقہی میں علت جامعہ مؤثر ہے حکم مقیس میں اس لئے وہ حکم منسوب الی القیاس ہوتا ہے، یہاں یہ بھی نہیں صرف مقیس مقیس میں تشابہ ہے اور اس مشابہت کو حکم میں کوئی اثر نہیں بلکہ وہ حکم خود مستقل دلیل سے ثابت ہے یہ حقیقت ہے علم اعتبار کی۔ بس صوفیہ تو اس کے حدود سے نہیں نکلتے کیونکہ وہ معانی منقولہ کے نہ مدلولیت کے منکر ہیں نہ مقصودیت کے منکر ہیں اور جہلا صوفیہ خود ان کے مدلولیت کے منکر ہیں اور جدید تعلیم یافتہ مدلولیت کے تو منکر نہیں مگر مقصودیت کے منکر ہیں۔ بلکہ مقصود معانی سیاسیہ ہی کو سمجھتے ہیں ان سب فرقوں کے فرقوں کو خوب سمجھ لو۔

سیر الی اللہ و سیر فی اللہ کے معنیٰ

ارشاد: تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں۔ ایک سیر الی اللہ یہ تو محدود ہے ایک سیر فی اللہ یہ غیر

محدود ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ نفس کے امراض کا علاج شروع کیا یہاں تک کہ امراض سے شفا ہوگئی اور ذکر وشغل سے تعمیر شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ انوار ذکر سے معمور ہوگیا یعنی تخلیہ وتحلیہ کے قواعد جان گئے موانع مرتفع کردیئے معالجہ امراض سے واقف ہو گئے نفس کی اصلاح ہوگئی اخلاق رذیلہ زائل ہو گئے اور اخلاق حمیدہ سے انوار ذکر سے قلب آراستہ ہوگیا اعمال صالحہ کی رغبت طبیعت ثانیہ بن گئی، اعمال و عبادات میں سہولت ہوگئی، نسبت وتعلق مع اللہ حاصل ہوگیا تو سیر الی اللہ ختم ہوگئی اس کے بعد فی اللہ شروع ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا حسب استعداد انکشاف ہونے لگا تعلق سابق میں ترقی ہوئی۔ اسرار وحالات کے درود ہونے لگے یہ غیر محدود ہے وہ تعلق ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے

بحرلسیت بحرعشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　　انیجا جز انیکہ جاں بسپارند چارہ نیست

نکاح سے کیا کیا سبق حاصل ہونا چاہئے

ارشاد: (۱) نکاح کا جو اثر زوجہ پر ہوتا ہے اس سے ہم کو بھی سبق لینا چاہئے کہ خدا سے تعلق رکھنے والوں کو یگانہ وآشنا سمجھو اور جو اس سے بے تعلق ہو اس کو بے گانہ و نہ آشنا سمجھو، خدا کے دوستوں کو اپنا دوست اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھو۔

(۲) اس کا تصور کیا کرو کہ جیسے میاں بیوی میں شکر رنجی کے بعد بہت جلد صفائی ہو جاتی ہے یوں ہی حق تعالیٰ سے تعلق کے بعد اگر کچھ کوتاہی ہوجائے تو بعد توبہ ومعذرت کے وہ تعلق ویسا ہی بحال کر دیں گے۔

(۳) بیوی کے تعلق میں ایک بات یہ ہے کہ بعض دفع میاں کو بیوی کی جہالت اور نادانی سے تکلیف بھی ہوتی ہے، تو وہ تحمل کرتا ہے۔ خاص کر اگر بیوی محبوبہ بھی ہو تو اس کے ہر امتحان پر تحمل کیا جاتا ہے، اور اس کے نازونخروں کو برداشت کیا جاتا ہے پھر یہ کیا غضب کہ حق تعالیٰ کے امتحانات کا تحمل نہ کیا جائے اگر کبھی وہ بیمار کردیں یا مال کا نقصان کردیں یا کسی عزیز کو موت دے دیں تو اس پر ناگواری ظاہر کی جاتی ہے۔

(۴) ایک تکوینی راز نکاح کا یہ ہے کہ بندہ کا کمال یہ ہے کہ وہ مظہر اتم حق تعالیٰ کا بن جائے سو بدون نکاح کے یہ مظہریت اتم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ **اذا اراد شیئاً فانما یقول لہ کن فیکون**۔ کہ وہ جب کسی چیز کو بنانا چاہتے ہیں تو اس سے کہہ دیتے ہیں "ہوجا" وہ فوراً ہوجاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بدون احتیاج اسباب کے محض ارادہ ہی سے جس چیز کو چاہتے ہیں پیدا کردیتے

ہیں اور اس شان کا ظہور بندہ میں نکاح ہی سے ہوتا ہے۔ کہ بچے کے پیدا ہونے میں بندہ بھی زیادہ اسباب کے اہتمام کا محتاج نہیں، بے مشقت ایک فعل کیا اور اگر کوئی عارض نہ ہوا تو حمل رہ گیا، بچہ بن گیا، گو واقع میں یہاں بھی اسباب ہوتے ہیں مگر وہ اسباب ایسے نہیں ہیں جن کی تلاش وفکر کی ضرورت ہو۔

حرام چیزوں سے حقیقی شفا ہوتی ہی نہیں

ارشاد: جن چیزوں کو شریعت نے حرام کیا ہے۔ ان میں ضرر ہی غالب ہے گو کسی خاص وقت میں ضرر کا ظہور نہ ہو پس حرام سے جو شفا ہوتی ہے وہ حقیقت میں شفا ہی نہیں بلکہ وہ ایک مرض کو دفع کرتی ہے اور دوسرے امراض جسم میں پیدا کرتی ہے۔

بے ساختگی وآزادیٔ کلام دلیل ہے قرآن کے کلام اللہ ہونے کی

ارشاد: قرآن کریم کے کلام ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ بے ساختہ کلام ہے کسی تکلف کی اس میں پابندی نہیں، نہ قافیہ کی نہ سجع کی۔ اور اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متکلم پر کسی کا بھی اثر نہیں ہے، آزادی کے ساتھ جو چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے کہہ دیتا ہے۔

اولاد کا ایک حق

ارشاد: اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کے انتقال پر مفارقت کا رنج وصدمہ ظاہر کیا جائے۔

محبت اولاد وازوج کی حکمت تسہیل ادائے حقوق پر ہے اس پر اجر ملنا کمال لطف ہے

ارشاد: ہمارے اندر محبت اولاد وازوج کی حکمت تسہیل ادائے حقوق ہے پھر اس حکمت کے بعد کمال عنایت یہ ہے کہ باوجودیکہ والدین اولاد کی تربیت، اور شوہر بیوی کے ساتھ الفت اپنے فطری جذبے سے مجبور ہو کر کرتا ہے، مگر اس پر اس کو ثواب بھی ملتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ بیوی کے منہ میں جو ایک لقمہ شوہر رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے اس پر ثواب ملتا ہے۔

والدین کی خدمت وتربیت اولاد کی قدر حق تعالیٰ فرماتے ہیں لیکن اولاد بے قدری سے ٹھکراتی ہے

ارشاد: اللہ تعالیٰ باوجودیکہ انسان کے جذبات کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ وہ تو والدین کی خدمت وتربیت کی اتنی قدر فرماتے ہیں کہ ایک ایک لقمہ پر ان کو اجر دیتے ہیں حالانکہ اس سے خدا کو کچھ نفع

نہیں پہنچتا اولاد جس کو والدین کے اس جذبہ سے پورا نفع پہنچتا ہے یہ کہہ کر اس کو ٹھکرا دیتی ہے ''کہ والدین نے ہمارے ساتھ کیا کیا جو کچھ کیا اپنے جذبے سے مجبور ہو کر کیا۔''

جاہل کو عدم افطار صوم جائز پر اجر ملے گا

ارشاد: جس حالت میں افطار صوم جائز ہو اور کوئی جاہل روزہ نہ توڑے اور ہلاک ہو جائے۔ تو گنہگار نہ ہوگا۔ بلکہ افطار نہ کرنے پر اجر ملے گا۔ کیونکہ وہ تو افطار کو ممنوع سمجھ کر روزہ پر اصرار کر رہا ہے۔ وانما الاعمال بالنیات یہ اور بات ہے کہ اس کو جہل عن الاحکام کا گناہ ہو۔

ذکر وصیت کے تقدیم علی الدین کا راز

ارشاد: آیۃ المواریث میں وصیت کے ذکر کو دین سے مقدم کیا ہے حالانکہ بالا جماع دین کا ادا کرنا وصیت سے مقدم ہے، علماء نے اس میں یہی وجہ بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے تقدیم وصیت میں ہم کو متنبہ کیا ہے کہ جس حق کو صاحب حق زور کے ساتھ وصول نہ کر سکے اس کا مطالبہ سب سے پہلے ہم کریں گے۔ پس وصیت کو محض اس وجہ سے کہ تبرع ہے اور موصیٰ لہ کے بعض اوقات اس کی خبر بھی نہیں ہوتی یا اس میں قوت نہیں ہوتی اس واسطے وہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اور خبر و قوت بھی ہو تب بھی وہ مطالبہ سے شرماتا ہے۔ کہ لوگ کہیں گے میاں کچھ تم نے دیا تھا جو تقاضا کرتے ہو۔ محض معمولی بات سمجھ کر مت ٹالنا بلکہ نفاذ کا پورا اہتمام کرنا۔

میاں بیوی کی بے لطفی کا راز

ارشاد: میاں بیوی کی ایسی زندگی میں کچھ لطف نہیں کہ چار دن ہنس بول لئے اور دس دن کو لڑ جھگڑ لئے، لطف زندگی کا جب ہی ہے کہ جانبین سے ایک دوسرے کے حقوق کی پوری رعایت ہو۔

بیویوں کے حقوق کے وجوہ ترجیح

ارشاد: (۱) بیوی کے بغیر گھر کا انتظام نہیں ہو سکتا اور انتظام بہت بڑی قدر کی چیز ہے، اگر بیوی کچھ بھی گھر کے کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی رکھے تو یہ اتنا بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں اور منتظم کی بڑی قدر و منزلت کی جاتی ہے۔ (۲) خصوصاً بچوں کو بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں۔ یہ وہ کام ہے کہ تنخواہ دار ماما کبھی بیوی کے برابری نہیں کر سکتی۔ (۳) ہندوستان کی عورتیں خصوصاً ہمارے اطراف کی عورتیں تو واقعی جنت کی حوریں ہیں جن کی شان میں عرباً یعنی عاشقات الازواج آیا ہے چنانچہ مردوں پر فدا ہیں کہ مردوں کی ایذائیں ہر طرح سہتی ہیں۔ اور صبر کرتی ہیں۔ (۴)

ان حوروں میں ایک صفت اور بھی ہے یعنی قاصرات الطرف چنانچہ ان کو اپنے شوہر کے سوا کسی کی طرف میلان نہیں ہوتا اور اگر ان کو کسی غیر کا میلان اپنی طرف معلوم ہو جائے تو اس سے سخت نفرت ہو جاتی ہے۔ یہاں کی یہی تہذیب ہے۔

حقوق اولاد

ارشاد: (۱) والدین اولاد حاصل کرنے کے لئے شریف عورت تجویز کرے۔ (۲) اور جب اولاد پیدا ہو ان کے نام اچھے رکھے۔ (۳) اور جب ان کے ہوش درست ہو جائیں ان کو تہذیب اور تعلیم دے۔

نکاح کی حکمت

ارشاد: ایک اجنبی مرد کے سامنے ایک اجنبی عورت کا اس طرح بے حجاب ہو جانا اور اسکے ساتھ مرد کا بے حجاب ہو جانا عقل کے نزدیک بالکل قبیح ہے مگر عقل کی اس تجویز پر عمل کیا جاتا تو زیادہ فتنہ برپا ہوتا کہ اب تو ایک ہی اجنبی مرد و عورت بے حجاب ہو رہے تھے، پھر نہ معلوم کتنے مرد اجنبی عورتوں کے ساتھ بے حجاب ہوتے ہیں، اور کتنی عورتیں اجنبی مردوں کے ساتھ بے حجاب ہوتیں کیونکہ نفس میں جو تقاضے پیدا ہوتے ہیں اگر ان کے پورے ہونے کے لئے ایک محل بھی تجویز نہ کیا جائے تو پھر انسان اپنے تقاضے کو ہر جگہ پورا کرے گا اور اس کی بے حیائی کا عیب نمایاں ہو جائے گا۔ ان عواقب پر نظر کر کے شریعت سماویہ نے نکاح تجویز کیا، اس تقاضے کے پورا ہونے کا محل محدود و متعین ہو کر فتنہ نہ بڑھے۔

وجوہ تشبیہ مرد و عورت بلباس

ارشاد: ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (۱) لباس میں ایک وصف اشتمال ہے چونکہ زوجین میں تعلق و تواصل کے وقت اشتمال یکدگر ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو لباس سے تشبیہ دی گئی، مگر شارع کا مقصود اس تشبیہ سے محض اس اشتمال حسی کی طرف اشارہ کرنا نہیں بلکہ شدت تعلق کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میاں بی بی کے درمیان ایسا تعلق پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ اس سے زیادہ کوئی تعلق دنیا میں نہیں ہوتا۔

(۲) لباس میں ایک وصف ستر ہے یعنی لباس میں ستر کی شان ہے اسی طرح عورت مرد کے لئے ساتر (عیوب) ہے اور مرد عورت کے لئے ساتر (عیوب) اس طرح کہ تقاضائے نفس ایک کا دوسرے سے پورا ہو جاتا ہے، اور دوسری جگہ بے حیائی کا عیب نمایاں نہیں ہوتا۔

(۳) لباس میں ایک وصف اعانت حاجت ہے یعنی جیسے بدون کپڑے کے انسان سے صبر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح بدون نکاح کے مرد عورت کو صبر نہیں آ سکتا، کوئی تقاضائے نفس ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ اعانت وغیرہ میں عورت اپنے خاوند کی محتاج ہے، اور خدمت و راحت رسانی میں مرد عورت کا محتاج ہے۔

(۴) ایک وصف لباس میں زینت ہے، یعنی جس طرح لباس زینت ہے اسی طرح زوجین میں عورت مرد کے لئے اور مرد عورت کے لئے زینت ہے، عورت سے مرد کی زینت تو یہ ہے کہ بیوی بچوں والا آدمی لوگوں کی نظر میں معزز ہوتا ہے۔ اگر کسی سے قرض مانگے تو اس کو قرض مل جاتا ہے، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ اس آگے پیچھے اور بھی آدمی ہیں یہ کہا جا سکتا ہے۔ اور قرض میرا وصول ہوسکتا ہے، دوسرے یہ کہ لوگ بیوی والے کو سانڈ نہیں سمجھتے، اور جس کے بیوی نہ ہو اس سے اپنی عورتوں پر سب کو خطرہ ہوتا ہے، اور مرد سے عورت کی عزت یہ ہے کہ لوگ اس کے اوپر کسی قسم کا شبہ نہیں کرتے، میاں چاہے پاس رہے یا پردیس میں رہے، جتنے بال بچے ہوں گے، شوہر ہی کے سمجھے جائیں گے۔

(۵) لباس کے معنی کبھی عذاب وضرر کے بھی آئے ہیں جیسے **فاذا قھم اللہ لباس الجوع والخوف** اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں فتنہ واضرار کی بھی شان ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے عورتوں سے زیادہ خطرناک فتنہ کوئی نہیں سمجھتا۔

پردہ میں بے پردگی فتنہ کی وجہ ہے

ارشاد: پردہ میں کچھ بے پردگی ہوتی ہے تب فتنہ ہوتا ہے، ورنہ کوئی وجہ فتنہ نہیں۔

پردہ کے تاکد کی وجہ

ارشاد: غیرت مند حیادار طبیعت کا خود یہ تقاضا ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رکھا جائے کوئی غیور آدمی اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کو تمام مخلوق کھلے منہ دیکھے اور شریعت نے فطریات کا خاص اہتمام نہیں کیا اس قاعدہ کا مقتضا یہ تھا کہ شریعت پردہ کے احکام سے بحث نہ کرے، لیکن پھر بھی شارع کا اس سے بحث کرنا دلیل اس کی شفقت اور پردہ کے تاکید کی ہے۔

مردوں کے تابع ہونے کی وجہ

ارشاد: عورتیں فطرتاً اور قانوناً مردوں کے تابع ہیں۔ اور مرد محبت کی وجہ سے تابع ہو جاتے ہیں۔

اختصاص محبت مرد کی عورت کے ساتھ پردہ کی بناء پر ہے

ارشاد: اور یہ مسئلہ عقلی ہے کہ یہ تابعت (مرد کی) محبت کے بقاء تک ہے، اور محبت کی بقاء پردہ کی بقاء تک ہے، چنانچہ ایک یورپین عورت نے لکھا ہے کہ عورتوں کے لئے جو بے پردگی کی کوشش کی جاتی ہے یہ عورتوں کے لئے سخت مضر ہے، کیونکہ اس وقت تو مردوں کو عورتوں کی راحت رسانی کا پورا اہتمام ہے اور اس کا سبب محبت ہے اور محبت کا منشاء اختصاص ہے، مشاہدہ ہے کہ جو چیز عام ہوتی ہے اس سے قوی تعلق نہیں ہوتا، اور یہ اختصاص پردہ سے قائم ہے، پس محبت کی بناء پردہ ہے۔

جواز تتبع عورات بضرورت

ارشاد: بضرورت تتبع عورات جائز ہے، اس لئے مصلح کو واقعات مرید دریافت کرنا جائز ہے۔

اسلام کو ذلت سے بچانا واجب ہے

ارشاد: اسلام کو ذلت سے بچانے کے لئے کہ عدالت والے کہیں گے کہ توبہ توبہ اسلام چوری اور بے ایمان سکھاتا ہے۔ چونگی دیدو۔ اور چار پیسے کی بچت نہ کرو۔

طاعون کل مسلمانوں کے لئے نعمت وشہادت ہے

ارشاد: طاعون عامہ مسلمین کے لئے نعمت وشہادت ہے۔ اور کفار اور بعض اہل معصیت کے لئے قہر ہے۔

اعمال شرعیہ کے مجاہدہ ہونے کا راز

ارشاد: اعمال شرعیہ جتنے بھی ہیں سب مجاہدہ ہیں دین کا ہر کام مجاہدہ ہے کیونکہ مجاہدہ کہتے ہیں خلاف نفس کو اور دین کا ہر کام نفس کی اصل حالت کے اعتبار سے نفس کے خلاف ہے، اس کا راز یہ ہے کہ دین میں تقیید ہے اور تقیید نفس کو گراں ہے۔

طاعون کا مزہ مبتلا سے پوچھو

ارشاد: جو لوگ طاعون میں مبتلا ہو کر مر چکے ہیں ان سے ان کی قدر پوچھو، وہ جانتے ہیں کہ یہ بڑے مزے کی چیز ہے، ہم خواہ مخواہ اس سے گھبراتے ہیں۔

طاعون میں بھاگنا سوء تدبیر ہے

ارشاد: طاعون میں بھاگنا دراصل تدبیر ہی نہیں بلکہ سوء تدبیر ہے کیونکہ بھاگنا جیسے ضعف قلب سے ناشی ہے اسی طرح وہ ضعف کا منشاء بھی ہے یعنی بھاگنے والا اس فعل سے ضعف کو اپنے قلب پر غالب کر لیتا ہے، طبی قاعدہ سے ایسے امراض ضعیف القلب پر سب سے پہلے قبضہ کرتے ہیں تو بھاگنے والے نے تو اسی وقت اپنے اوپر طاعون کو قبضہ دے دیا، اگر وہ یہاں نہیں مرا تو دوسری جگہ جا کر مرے گا۔ اسی طرح دوسری جگہ بھی یہ بھاگنے والے طاعون پھیلاتے ہیں، نہ بطریق عدویٰ بلکہ اسی قاعدے سے کہ یہ وہاں جا کر قلوب میں وہم پیدا کر دیتے ہیں تو دوسری بستی کے لوگ ان بھاگنے والوں سے یوں کہتے ہیں کہ خدا خیر کرے کہیں ہماری بستی میں بھی طاعون نہ ہو جائے جس سے ان میں بھی قبول طاعون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مسلمان اور کافر کے مرنے کے وقت کی حالت

اشاد: مسلمان جب مرنے لگتا ہے تو فرشتے اس کو رضوان و کرامت کی بشارت سناتے ہیں اس وقت وہ حق تعالیٰ کی لقاء کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ اور کافر کو عذاب کی دھمکی دیتے ہیں وہ اس وقت خدا کے پاس جانے گھبراتا ہے اور کراہت کرتا ہے۔

طاعون کا مرنے والا قتیل سیف کے برابر شہید ہے

ارشاد: طاعون کا مرنے والا قتیل سیف کے برابر شہید ہے کیونکہ قیامت میں دیکھا جائے گا کہ ان کے زخم بالکل شہداء کے زخم کے مشابہ ہونگے۔ **لونہ لون دم والریح ریح مسک** علاوہ اس کے جو بات مجاہدات اختیاریہ سے برسوں میں حاصل ہوتی ہے وہ ان مجاہدات اضطراریہ سے ایک دن میں حاصل ہو جاتی ہے۔

خیر الصدقة جهدالمقل وما کان عن ظهر غنی کی تطبیق

ارشاد: **خیر الصدقته جهد المقل** یعنی بہتر صدقہ تنگدست کا صدقہ ہے۔ کیونکہ جمع بین المجاہدتین ہے اور ایک دوسری حدیث میں جو اس کے خلاف آیا ہے، **خیر الصدقته ما کان عن ظهر غنی** ۔ یعنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد اپنے پاس غنی باقی رہے سو تطبیق دونوں حدیث کی یوں ہے کہ اول تو اقویا کے لئے اور ثانی ضعفاء کے لئے ہے۔

مشاہدہ کاملہ یہ ہے کہ علماً و عملاً استحضار رہے

ارشاد: اس طریق کا خلاصہ دو ہی چیزیں ایک مجاہدہ، ایک مشاہدہ، اول وسیلہ سے ثانی مقصود

ہے مگر مشاہدہ کے معنیٰ رویت کے نہیں ہیں، بلکہ یہ اصطلاحی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ خاص علماً بھی عملاً بھی غالب رہے، ورنہ وہ مشاہدہ علمی جو عمل سے خالی ہے بالکل ناقص ہے، اور محض ایک مشق کا درجہ ہے جو کافر کو بھی چند روز میں حاصل ہو سکتی ہے اس کا نام نسبت و مشاہدہ نہیں بلکہ نسبت اس تعلق کا نام ہے، جو محبت مع اللہ کی وجہ سے جذر قلب میں پیوستہ ہو جائے۔ جس کے لئے عمل بالاحکام لازم ہے اور جو تعلق بدون عمل کے ہو وہ محبت سے خالی ہے، پس مشاہدہ کاملہ یہ ہے کہ علماً استحضار رہے، یعنی اس کے مقتضاء پر عمل بھی ہو۔

ایمان کامل کی شناخت

ارشاد: ایمان اور یقین کے مختلف درجے ہیں جس درجہ کا ایمان اور یقین ہو جاتا ہے اتنا ہی عمل میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے تو جب کسی کو حق تعالیٰ کی رویت و معیت کا عمل استحضار نہیں ہوا تو اس درجہ میں اس کو ایمان حاصل نہیں ہے، اس کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک طبیب کے پاس دو مریض گئے اور دونوں کو اس کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ یہ شخص کامل طبیب ہے دونوں نے اپنی نبض دکھائی، اور طبیب نے دونوں کو نسخہ لکھ کر دیا، مگر ایک شخص نے تو نسخہ پر عمل کیا اور استعمال کر کے صحتیاب ہو گیا، اور دوسرے نے نسخہ پر عمل نہیں کیا تو پہلے کا یقین کامل ہے، کیونکہ اس نے یقین کے مقتضاء پر عمل کیا ہے اور دوسرے کا ناقص ہے، اس یقین کامل کے حاصل کرنے کا طریقہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ اس کے مقتضاء پر ہمت کر کے عمل کرے، اول اول تو تعب ہوگا، پھر رفتہ رفتہ وہ حال راسخ ہو کر ملکہ بن جائے گا۔

علمی استحضار کے لئے عمل بالاحکام لازم ہے

ارشاد: اگر علماً استحضار کامل ہو تو عملاً غیب ہونا محال ہے۔ اور ملکۂ یادداشت والوں کو جو استحضار ہوتا ہے وہ محض تصور ہے غلبہ استحضار نہیں۔

حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا فیصلہ

ارشاد: حضرت یحییٰ علیہ السلام پر خشیت کا بہت غلبہ تھا اور زیادہ وقت رونے میں گذرتا تھا یہاں تک کہ روتے روتے رخساروں کا گوشت گل کر گر پڑا تھا۔ کیونکہ آنسوؤں میں ایک قسم کا تیزاب ہے اس لئے آپ کی والدہ روئی کے پھائے رخساروں پر چپکا دیا کرتیں تاکہ بدنما داغ نہ معلوم ہوں، ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اے یحییٰ تم اتنا روتے ہو گویا تم کو خدا تعالیٰ کی رحمت کی امید ہی نہیں، حضرت حق کی طرف سے فیصلہ صادر ہوا، وحی نازل ہوئی کہ اے یحییٰ خلوت میں تو تم ایسے ہی رہو

جیسے اب ہو، اور مخلوق کے سامنے ویسے رہو جیسے عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی ہنستے اور تبسم کرتے رہا کرو، بندوں کے سامنے زیادہ رویا نہ کرو کہیں ہمارے بندوں کا دل نہ ٹوٹ جائے، اور مایوس نہ ہو جاویں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے عیسیٰ ہمارے بندوں کے سامنے تو تم ویسے ہی رہو جیسے اب تک ہو اور خلوت میں ویسے رہو جیسے یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی خلوت میں ہمارے عذاب کو یاد کر کے رویا کرو۔

اتباع حکمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت وطبیعت تھی

ارشاد: حضور صلی اللہ علیہ وسلم طبیعت سے بھی بعض کام کرتے تھے مگر وہ طبیعت بالکل حکمت کے موافق تھی اور خود اتباع حکمت آپ کی فطرت وطبیعت بن گئی تھی۔

انسان کو دنیا میں بھیجنے کی ضرورت

ارشاد: ترقی قرب مقصود کے لئے محض روح کافی نہیں ورنہ ہم عالم ارواح ہی میں رہتے دنیا میں کیوں آتے، کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ تمہارے بدخواہ ہیں جو خواہ مخواہ راحت سے نکال کر تم کو کلفت میں بھیجا، نہیں! بلکہ اس میں راز یہی ہے کہ جو درجہ قرب کا مقصود تھا وہ اعمال خاصہ صلوٰۃ وصوم وغیرہ پر موقوف تھا اس لئے عالم ارواح میں رہ کر تم کو حاصل نہ ہو سکتا تھا اس لئے روح کی ترقی کے لئے جسم کی ضرورت ہوئی اور دنیا میں بھیجے گئے۔

صوت امرد، وعورت کا حکم

ارشاد: امرد اور عورت کی آواز بلا قصد بھی کان میں پڑے تو کانوں کو بند کرلے۔

مولویوں کا برتاؤ شریعت کے ساتھ

ارشاد: مولویوں کو شریعت کی حفاظت کے سامنے اپنے بدنامی کی بھی پرواہ نہیں چاہئے۔

تشبہ کا مسئلہ

ارشاد: ایک شخص دکان پر یا دسترخوان پر شراب کی سی بوتلیں بھر کر رکھے گو ان میں پانی ہی ہو شراب نہ ہو، وہ مجرم ہے اور شرعاً گنہگار ہے۔ کیونکہ اس نے شراب خوروں کے ساتھ تشبہ کیا۔

محقق کے کلام کی خصوصیت

ارشاد: محقق کے کلام کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی بات نہ سمجھنے پر تو سب اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور سمجھنے کے بعد سب اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔

اہل مولود کو مطلقاً برا سمجھنا اچھا نہیں

ارشاد: اصل میں تخصیص اعتقادی ناجائز ہے۔ اور تخصیص عملی بوجہ تشبہ کے ناجائز ہے۔ مگر تخصیص اعتقادی کے برابر نہیں، تو اگر کوئی شخص محض تخصیص عملی میں مبتلا ہو اور اس کا اعتقاد درست ہو اس سے نہ الجھنا چاہیے اور جو دونوں میں مبتلا ہو اس کے اعتقاد کی اصلاح کرنی چاہئے۔ پر مولود خواں سے فوراً بدگمان نہ ہونا چاہئے ممکن ہے کہ اس کا اعتقاد درست ہو اور محبت رسول کی وجہ سے تخصیص عملی میں مبتلا ہو جس میں کسی قدر معذور ہو اس لئے اہل مولود کو مطلقاً برا سمجھنا اچھا نہیں۔

قنوت صبح کی نماز میں سنت دائمہ نہیں

ارشاد: میں آج کل نوازل کی وجہ سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھتا ہوں مگر بعض دفعہ نہیں پڑھتا کیونکہ حنفیہ کے نزدیک قنوت صبح کی نماز میں سنت دائمہ نہیں۔

قیام مولد کا حکم

ارشاد: اگر کسی ایسے مولد میں پھنس جاویں جہاں قیام ہوتا ہو تو اس مجلس میں مجمع کی مخالفت نہ کریں بلکہ قیام کر لیا کریں کیونکہ ایسے مجمع میں ایک دو کا قیام نہ کرنا موجب فساد ہے، ہاں جہاں ہر طرح اپنا اختیار ہو وہاں تمام قیود کو حذف کر دیا جاوے کیونکہ ایسے موقع میں خاموش رہنا گناہ ہے۔

لوح محفوظ کی نظیر

ارشاد: لوح محفوظ کی نظیر تو خود اپنا دماغ ہے کہ ذرا سے دماغ میں اس قدر بے شمار واقعات و مضامین محفوظ رہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ تھوڑے سے جسم میں جتنے چاہے واقعات محفوظ کر دیں پس دیانند سرتی کا مسلمانوں سے یہ سوال کرنا بالکل لغو اور مبنی بر حماقت و جہل ہے کہ یہ جو مسلمان کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں اول خلقت سے قیامت تک کے واقعات لکھے ہوئے ہیں اور واقعات تو لاتعداد و لاتحصی ہیں تو وہ کتاب تو بہت بڑی ہوگی پھر وہ کہاں رکھی جاتی ہوگی۔

ہم لوگوں کا حضور ﷺ کے زمانہ نہ ہونا بھی رحمت ہے

ارشاد: ہم لوگوں کا حضور ﷺ کے زمانے میں نہ ہونا اور اب ہونا بھی نعمت ہے کیونکہ ہم لوگ اگر اس وقت بھی ہوتے تو ایسے ہی ہوتے جیسے اب ہیں اور اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے اندر تکبر ہے اور اتباع علماء سے اعراض ہے تو اس وقت حضور ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ایمان ہی نصیب نہ ہوتا،

کیونکہ عادت مالوفہ یک لخت ترک کردینا بڑی ہمت کی بات ہے۔

علماء کا استیصال تمام عالم کا استیصال ہے

ارشاد: جو لوگ علماء کے استیصال کی فکر میں ہیں وہ خود مسلمانوں کے بلکہ تمام عالم کے استیصال کی فکر میں ہیں، کیونکہ بقاء عالم علماء کی وجہ سے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے لا تقوم الساعة حتى يقال في الارض الله الله.

عالم بدعمل پر بھی اعتراض کا حق نہیں

ارشاد: عالم بدعمل بھی ہو جب بھی تم کو اس پر اعتراض کا حق نہیں کیونکہ وہ مدعی علم کا ہے نہ کہ عمل کا، طبیب اگر بدپرہیز ہو تو مریض کا کیا نقصان ہے۔

مادری وغیر مادری زبان کا فرق

ارشاد: قاعدہ یہ ہے کہ زبان داں کو اپنی مادری زبان میں گفتگو سنتے ہوئے اول التفات معانی کی طرف ہوتا ہے اور الفاظ کی طرف بعد میں التفات ہوتا ہے اور غیر مادری زبان میں اول التفات الفاظ کی طرف ہوتا ہے ثانیاً معانی کی طرف۔

وحدت الوجود کی حقیقت

ارشاد: وحدۃ الوجود تو یہ ہے کہ اپنی ہستی کو مٹا کر خدا کی ہستی کا مشاہدہ کرلے نہ یہ کہ خدا کی ہستی کو مٹا کر اپنی ہستی کا مشاہدہ کرے۔

لزوم صوم شہوت کا علاج ہے نہ کہ مطلق صوم

ارشاد: روزہ میں ابتداءً شہوت کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے طبیعت میں لطافت پیدا ہوتی ہے اور لطافت سے شہوت بڑھتی ہے مگر زیادہ روزہ رکھنے سے پھر شہوت کم ہوجاتی ہے اور حدیث میں لزوم صوم کو علاج فرمایا ہے نہ کہ مطلق صوم کو اور لزوم مقتضی ہے اعتیاد و تکرار کو کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جیسے زیادہ کثافت طبع سے شہوت کم ہوجاتی ہے اسی طرح زیادہ لطافت سے بھی کم ہوجاتی ہے۔

تعزیت کرنے کا طریقہ

ارشاد: بھائی جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا، اب رونے دھونے سے مردہ تو زندہ ہونے سے رہا نہ اس کا اس میں کچھ نفع تم وہ کام کرو کہ اس کو بھی نفع ہو اور تم کو بھی وہ یہ کہ قرآن لے کر بیٹھ جاؤ اور پڑھ پڑھ کر اس کو

بخشو نفلیں پڑھو اور اس کا ثواب اس کو بخشو، اللہ اللہ کرو اور اس کا ثواب اس کو پہنچاؤ اس کے لئے دعائے مغفرت کرو اور یہ سوچو کہ وہ جنت میں گیا جہاں یہاں سے زیادہ راحت ہے اور کچھ دنوں میں ہم بھی وہاں پہنچ کر اس سے مل لیویں گے۔

مسلمانوں کے فلاح وترقی کا طریقہ عمل بالشریعت ہے

ارشاد: دنیا کے فلاح کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اعمال شرعیہ کا اہتمام کیا جاوے جس طرح پر ہر چیز کے پاک کرنے کا طریقہ مختلف ہے، اسی طرح ہر قوم کی فلاح وترقی کا طریقہ الگ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو طریق ایک قوم کو نافع ہو وہ سب کو نافع ہو، اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدابیر ہم کو بھی نافع ہیں تو ایسے نفع کو لے کر ہم کیا کریں گے جس کے ساتھ خدا کا غضب بھی ملا ہوا ہے اس لئے مسلمانوں کو وہی تدابیر اختیار کرنا چاہئے جو شریعت کے موافق ہوں، یوں نفع تو شراب وقمار میں بھی ہے، لیکن نص ہے۔ واثمھما اکبر من نفعھما.

تدبیر کرو مگر علماء سے پوچھ کر

ارشاد: علماء کا کام یہ ہے کہ جو تدبیر تم کرنا چاہو اول علماء سے استفتاء کرلو یہ جائز بھی ہے یا نہیں وہ اس کے متعلق حکم شرعی بتلا دیں گے تم اس پر عمل کرو، تمام متمدن اقوام کا یہی طریقہ ہے کہ ان کا عملی محکمہ الگ ہوتا ہے علمی محکمہ الگ ہوتا ہے۔

خدا کا وجود فطری ہے اور اس کی دلیل

ارشاد: خدا کا وجود ایسا فطری ہے کہ طوفان کے وقت اضطراری طور پر ملحد کو بھی اس کا قائل ہونا پڑتا ہے اور کافر ومشرک موحد ہو جاتا ہے اس وقت سارے دیوتا، مہادیو وغیرہ سے دل سے نکل جاتے ہیں اور خدا ہی خدا رہ جاتا ہے، مسلمانوں کو توبہ وانابت الی اللہ نصیب ہوتی ہے۔

آخرت کے مکان وزمان دونوں کی خاصیت دنیا سے الگ ہے

ارشاد: جیسے زمان آخرت میں یہ خاصیت ہے کہ اس وقت تحمل رویت پیدا ہو جائے گا ایسے ہی مکان آخرت میں بھی یہ خاصیت ہے کہ جو وہاں پہنچ جائے اس میں تحمل رویت پیدا ہو جاتا ہے گو وہ حیات دنیویہ ہی سے ملبس ہو، آخرت کے مکان وزمان دونوں کی خاصیت دنیا سے الگ ہے۔

جنتیوں کو اول زمین کا جوہر کھلایا جائے گا

ارشاد: حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اول زمین کا جوہر کھلائیں گے تاکہ جنت میں جانے سے پہلے دنیا کی ہر قسم کی لذائذ کا مزہ ان کو معلوم ہو جاوے پھر جنت کی نعمتوں کو چکھ کر اندازہ کریں کہ یہ دنیا کی لذتیں ان کے سامنے کیا ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔

بوڑھا چراغ سحر ہے تو جوان چراغِ شام

ارشاد: بوڑھے اور جوان سب کے سب چراغ ہی کے مثل ہیں مگر کوئی چراغ شام ہے اور کوئی چراغ سحر، خطرہ سے کوئی بھی خالی نہیں۔

ہم کو اپنے فنا کا استحضار نہیں

ارشاد: گو ہم کو فنا ہونے کا عقیدہ تو ہے لیکن اس وقت اس کا استحضار نہیں، اگر ہے بھی زمانہ مستقل بعید میں ہے۔

حرکت زمانی و مکانی کا خاصہ

ارشاد: حرکت کی دو قسمیں ہیں ایک حرکت مکانی اور ایک زمانی۔ تو یہاں پر حرکت مکانی اور انتقال اپنی تو بے شک نہیں ہے کیونکہ ظاہراً ہم دیکھتے ہیں کہ آخرت میں پہنچنے کے واسطے اللہ پاک نے کوئی زینہ نہیں بنایا جس پر چڑھ کر ہم آخرت میں چلے جائیں۔ لیکن یہاں پر حرکت زمانی متحقق ہے یعنی اگرچہ ہم ساکن محض ہیں، لیکن زمانہ حرکت کر رہا ہے وہ حرکت کرتے کرتے ایک ایسی آخری ساعت پر پہنچ جائے گا کہ جس کے بعد ہم آخرت میں ہوں گے یہی حرکت زمانی ہے جو بوجہ خارج از اختیار و کسب ہونے کے سبب تغافل بنتی ہے۔ جس ساعت سے دنیا میں کوئی قدم رکھتا ہے اسی وقت سے اس کی عمر میں ہر ہر ساعت محسوب ہونے لگتی ہے اور اسی قدر عمر کا حصہ گھٹنے لگتا ہے جیسے برف ہوتا ہے کہ اس کو جس قدر رکھا جاوے اسی قدر وہ برابر گھلتی رہتی ہے۔

حیلہ نفس کی مثال

ارشاد: نفس نے عجیب بہانہ تراش رکھا ہے، جب اسے کہا جاتا ہے کہ سود مت لو تو کہتا ہے کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور دارالحرب میں سود لینا بعض علماء کے مذہب میں جائز و حلال ہے اور جب کہو کہ زکوٰۃ دو تو کہتا ہے کہ بھائی ہمارا سارا مال حرام ہے، سودی ہے اور غیر کا حق ہے۔ اور حق غیر میں زکوٰۃ

کہاں، نفس کی مثال بالکل شتر مرغ کی سی ہے۔

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را
نے برد بار و نہ پرد بر ہوا
گر پرش گوئی بگوید اشترم
در ہنی بارش بگوید طائرم

ریل میں اگر اشارے سے نماز پڑھے تو احتیاطاً دہرالیوے

ارشاد: ریل میں جس طرح سے ممکن ہو نماز ضرور پڑھ لے۔ لیکن اس قسم کی نماز جس میں رکوع اور سجدہ کے بجائے ہجوم کی وجہ سے اشارہ کیا ہو، اس کا اعادہ علی سبیل الاحتیاط ضرور کرلینا چاہئے۔

مواقع رخصت میں رخصت ہی حکم اصلی ہے

ارشاد: رخصت وعزیمت جبکہ اپنے موقع پر ہوں اجر میں برابر ہیں یہ سخت غلطی ہے کہ بعض علماء رخصت کو اصل حکم شرعی نہیں سمجھتے نیز اس کو موجب اجر قلیل خیال کرتے ہیں۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اپنا تو یہ خیال ہے کہ خواص کو بھی مواقع رخصت پر بہ نسبت عزیمت کے رخصت ہی پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور انسب ہے اس وجہ سے کہ خواص کے طرز عمل کو عام اپنے واسطے نقشہ عمل سمجھتے ہیں تو جبکہ خواص ایسے مواقع رخصت میں عزیمت پر عمل کریں گے اور عوام کو رخصت پر عمل کرنے کی تعلیم کریں گے تو عوام سمجھیں گے کہ اصل حکم شریعت کا یہی ہے جس کو یہ لوگ کرتے ہیں اور یہ سہل احکام بوجہ سہولت و آسانی کے ہم کو تعلیم فرماتے ہیں۔ حالانکہ مواقع رخصت میں رسول اللہ ﷺ نے رخصت ہی پر عمل کیا ہے اور صحابہ کو بھی اس پر عمل کرنے کو فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مواقع رخصت میں رخصت ہی حکم اصلی ہے نیز رخصت پر عمل کرنے میں حق تعالیٰ کا احسان پیش نظر ہوتا ہے اور ہر رگ و پے و ہر سانس سے شکر ہی شکر خداوند تعالیٰ کا ادا ہوتا ہے اور اس شکر سے حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔

اصل سرور و نور حقیقی کی تعریف

ارشاد: اصل سرور وہ ہے جو انسان کو حدود شرعیہ میں رہ کر عمل کرنے سے حاصل ہو اور اس پر فرحت بخش اثر پیدا ہو وہی ہے نور حقیقی جس کو محبت الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عمل بالسنۃ کے معنی

ارشاد عمل بالسنۃ کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کے حکم کی مخالفت نہ ہو، باقی عمل میں پوری

مطابقت کی عادات و معمولات کو بعینہا ادا کیا جائے لازم نہیں، مثلاً حضورﷺ بلا چھنے ہوئے جو کے آٹے کی روٹی کھاتے تھے تو یہ لازم نہیں کہ ہم بھی بے چھنے جو کی روٹی کھاویں۔

ما انا علیہ واصحابیؓ کے معنی

ارشاد: ما انا علیہ واصحابیؓ ما کے تحت میں دو قسم کے امور داخل ہیں، ایک فعلی یعنی جس پر تعامل آنحضرتﷺ کا اور صحابہؓ کا رہا ہے اور ایک قولی یعنی جس پر عمل تو آپﷺ کا ثابت نہیں لیکن ان کی اجازت صراحۃً آپﷺ نے دی ہے یا کسی کلیہ کے تحت میں داخل ہیں، بشرطیکہ کوئی دلیل شرعی حرمت کی موجود نہ ہو پس اس اصل پر ہندوستانی جوتہ تو اجازت کے تحت میں آ سکتا ہے، بخلاف انگریزی جوتہ کے کہ اس میں تشبہ بالکفار علت حرمت موجود ہے۔

صحیح الاعتقاد وہ ہے جس کے اعتقاد کا اثر عمل میں بھی ظاہر ہو

ارشاد: اگرچہ مسئلہ قدر ان مسائل میں سے ہے جن کا علم مقصود بالذات ہے اور جن کا علم جزو ایمان ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس سے تکمیل صبر کا بھی مقصود ہونا نص سے ثابت ہے جو ایک عمل ہے پس علوم مقصودہ فی حد ذاتہا بھی تتمیم اعمال میں مؤثر ہیں اور ان کی تعلیم سے اصلاح اعمال بھی مقصود ہے، پس دراصل صحیح الاعتقاد وہ ہے جس کے اعتقاد کا اثر عمل میں بھی ظاہر ہو ورنہ وہ ناقص الاعتقاد ہے اور اصل معنی میں صحیح الاعتقاد نہیں۔

کنہ ذات سے ناوقفیت نقص بشر نہیں

ارشاد: اگر ہم ایک ذات قدوس بعید عن الادراک غائب عن النظر غیر محدود الاوصاف کے ادارک سے جاہل و ناواقف ہیں تو کونسا ہماری شان میں بدنما داغ لگ جائے گا۔

دوام تحت المشیۃ کی تفسیر

ارشاد: الا ما شاء ربک جو خالدین فیھا کے بعد فرمایا ہے اس سے مراد دوام تحت المشیۃ ہے مطلب یہ کہ کہیں خالدین فیھا کے معنون دوام سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم اب مساوی واجب کے ہو کر ممکنیت کے پیراہن سے خارج ہو گئے نہیں بلکہ تم ممکن ہی ہو اور ہم واجب ہی ہیں، دوام اگرچہ تمہارے حصہ میں آ گیا، لیکن یہ تمہارا دوام تو داخل تحت المشیۃ یعنی ہمارے ارادہ پر موقوف ہے کہ جب تک ہم چاہیں تم کو اس دوام میں رکھیں اور جب چاہیں کان پکڑ کر نکال باہر کریں، گو نکالیں گے نہیں، مگر پھر بھی تحت المشیۃ ہے، بخلاف ہمارے دوام کے کہ ہمارا دوام مستقل بالذات ہے کسی کی مشیت پر

موقوف نہیں کوئی احتمال اس دوام کے فنا ہونے کا نہیں ہے۔

مسئلہ تقدیر کا انکشاف آخرت میں بھی نہ ہوگا

ارشاد: عرفاء نے کہا ہے کہ مسئلہ قدر کا انکشاف آخرت میں بھی نہ ہوگا، جیسا کہ یہاں نہیں ہوا، اس وجہ سے کہ یہ مسئلہ بھی راجع ہے ادراک کنہ ذات وصفات کی طرف اور ذات وصفات کا علم بالکنہ نہ دنیا میں ہوسکتا ہے نہ آخرت میں۔

تاکد حق کی وجہ

ارشاد: تاکد حق کی وجہ کبھی عظمت صاحب حق ہے کبھی حاجت صاحب حق۔

عزت بالذات وعزت بالعرض

ارشاد: عزت بالذات تو بتمامہا اللہ ہی کے لئے اور عزت بواسطہ رسول اور مومنین کے لئے بھی ہے، غرض دونوں میں بالذات اور بالعرض کا فرق ہے۔

حق العباد و مقدم علی حق اللہ کا مطلب

ارشاد: حق العباد مقدم علی حق اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ عظمت کی وجہ سے ایسا ہے بلکہ احتیاج کی وجہ سے حق العبد کو حق اللہ پر مقدم کیا گیا ہے چونکہ حق تعالیٰ نے خود حکم دیا ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرو۔ اس بنا پر یوں کہنا چاہئے کہ ایک حق اللہ دوسرے حق اللہ پر مقدم ہوگیا۔

صوفی کو کوئی جاہل کہدے تو وہ خوش ہوتے ہیں

ارشاد: صوفی کو کوئی جاہل کہدے تو وہ خوش ہوتے ہیں کہ اچھا ہوا میں رجوع خلائق سے بچا ورنہ لوگ ہجوم کر کے خلوت مع المحبوب سے روک دیتے۔

حق العبد مقدم علی حق اللہ میں درحقیقت ایثار تعلیم ہے

ارشد: حق العبد مقدم علی حق اللہ میں درحقیقت اس میں ایثار کی تعلیم ہے کیونکہ حق اللہ وہ ہے جس کا نفع وضرر اپنے نفس کو ہوتا ہے اور حق العبد وہ ہے جس کا نفع وضرر غیر کو ہوتا ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اپنے نفس کے حقوق پر غیروں کے حقوق کو مقدم کرنا چاہئے فقہا اس کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیہ اس کو ایثار سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقہاء نے صرف معاملات میں ایثار کا اہتمام کیا ہے، اور صوفیہ نے ہر امر میں اس کی سعی کی ہے حتیٰ کہ عبادات میں بھی فرائض اور واجبات کے اندر تو نہیں مگر

مستحبات وفضائل میں وہ ایثار کرتے ہیں، چنانچہ اگر کبھی کوئی صوفی صف اول میں کھڑا ہو جاوے اس کے بعد کوئی بزرگ آ جائیں، استاد یا شیخ تو وہ پیچھے ہٹ کر اپنے بزرگ کو صف اول میں جگہ دیدیتے ہیں اس پر فقہاء خشک اعتراض کرتے ہیں کہ تم نے صف اول کے ثواب کو چھوڑ دیا جس میں استغناء عن الثواب ہے صوفیہ کہتے ہیں کہ ایک ثواب تو صف اول میں کھڑے ہونے کا ہے اور دوسرا ثواب تعظیم اہل اللہ کا ہے جو اس سے بڑا ہوا ہے۔ نیز اس حدیث پر عمل ہے۔ **لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھیٰ** تو ظاہر میں گو ہم ایک ثواب کے تارک ہیں مگر باطن میں دوسرے ثواب کے جامع ہوئے تو استغناء عن الثواب کہاں ہوا علاوہ اس کے بقاعدۂ الدال علی الخیر کفاعلہ اس کس کو جو صف اول کی فضیلت ہماری وجہ سے حاصل ہوگی، اس کا ثواب بھی ہم کو ملے گا تو ہم ثواب صف اول سے بھی محروم نہ ہوئے اور اس کے ساتھ دوسرے ثواب کے جامع ہو گئے۔

حقوق غیر کے مقدم ہونے کی شرط

ارشاد: نفس پر حقوق غیر مقدم ہیں بشرطیکہ اپنی ہلاکت اور اپنے اہل بیت کی پریشانی کا اندیشہ نہ ہو۔

حق العبد کے اقسام

ارشاد: **الا ان اموالکم ودماء کم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھر کم ھذا فی بلد کم ھذا من یومکم ھذا الی یوم القیامۃ** معلوم ہوا کہ حق العبد کے تین قسم ہیں جان۔ مال، آبرو،

مولود شریف اور جگہ تو بدعت ہے لیکن کالج میں جائز، بلکہ حفاظت دین کا ذریعہ

ارشاد: اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہو جاوے تو وہاں اس بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہو جاوے جیسے مولود شریف اور جگہ تو بدعت ہے مگر کالج میں جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ اس بہانہ سے وہ کبھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل و معجزات تو سن لیتے ہیں تو اچھا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں قائم رہے۔

حکام کو ناراض کرنے کی ممانعت

ارشاد: ایسا کام نہ کرنا چاہئے جس میں حاکم کی ناراضی ہو، کیونکہ اس کا انجام قریب ہلاکت ہے اور مدت دراز تک مسلمانوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور ایسے خطرات سے حفاظت نفس شرعاً مطلوب ہے مگر اتنا فرق ہے کہ عوام تو اپنی جان سمجھ کر اپنے نفس کی حفاظت کرتے ہیں اور اہل اللہ خدا کی امانت سمجھ کر حفاظت کرتے ہیں حکام کو ناراض کرنا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکة میں داخل ہے۔

بچوں پر اگر زیادتی ہو جائے تو اس کی تلافی کی تدبیر

ارشاد: اگر بچوں پر زیادتی ہو جاوے تو اس کی تلافی کی یہ تدبیر ہے کہ سزا کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت کرو اور جس پر زیادتی کی ہے اس کے ساتھ احسان کرو یہاں تک کہ وہ خوش ہو جائے۔ نیز سزا کے بعد بچوں کو خوش کرنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ ان کے دل میں معلم سے بغض وعداوت نہ پیدا ہو جاوے جو علم سے محرومی کا سبب ہے۔

خدمت طفلاں کا حکم

ارشاد: بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں جس میں والدین کی رضا نہ ہو اور اگر رضا بھی ہو تو جو خدمت بچوں کی طاقت سے باہر ہو یا خدمت خلاف سنت ہو (جیسے تیجے کے دانے پڑھوانا) وہ بھی جائز نہیں، میانجیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

بدون صفائی کے کسی چیز سے منتفع نہ ہو

ارشاد: اگر قلی سے کام لینے سے پہلے صاف کہہ دیا جائے کہ ہم سرکاری نرخ نامہ کے موافق تم کو کرایہ یا مزدوری دیں گے اس سے زیادہ نہ دیں گے اگر خوشی ہو قبول کرلو۔ اگر اس پر بھی سامان اٹھالے تو پھر سرکاری نرخ کے مطابق کرایہ دینا جائز ہے۔ غرضیکہ بدون صفائی کے کسی چیز سے منتفع نہ ہو۔

حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پاسکتا

ارشاد: حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پاسکتا بلکہ اس کا انتظام بھی اس کے ذمہ ہے کہ متعلقین بھی ظلم نہ کرنے پائیں جس کی صورت یہ ہے کہ عام طور سے اشتہار دیدے کہ میرے یہاں رشوت کا بالکل کام نہیں اس لئے اگر میرے عملہ میں سے کوئی شخص کسی سے رشوت مانگے تو ہرگز نہ دے بلکہ ہم سے اس کی اطلاع کرے، پھر اطلاع کے بعد جس نے ایسی حرکت کی ہو اس سے رقم واپس کرائے اور

کافی سزا دے، نیز جو شخص حاکم سے ملنے آئے اس کو خود جا کر دروازے سے باہر تک پہنچائے، تاکہ نکلتے ہوئے کوئی چپراسی وغیرہ اس کو تنگ نہ کرے، نیز حکام کو یہ بھی چاہئے کہ لوگوں کے تعلقات براہ راست اپنے سے رکھیں کسی شخص کو واسطہ نہ بنائیں، کیونکہ یہ واسطے بہت ستم ڈھاتے ہیں، اگر کہو صاحب یہ تو بڑا مشکل ہے تو حضرت حکومت کرنا آسان نہیں، یہ منہ کا نوالہ نہیں، ہر وقت جہنم کے کنارہ پر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورۂ شام

ارشاد: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شام کا دورہ کیا ہے تو آپ کے ساتھ کل یہ سامان تھا، ایک غلام تھا اور ایک اونٹ اسی پر آقا اور غلام دونوں باری باری سوار ہوتے تھے اور کھانے کے لئے ایک تھیلا ستو کا تھا اور ایک کھجوروں کا۔ بس سارا راستہ اسی کو گھول کر پی لیا دو چار کھجوریں کھالیں ساتھ میں نہ خیمہ تھا نہ گھوڑے تھے نہ لاؤ لشکر تھا، پھر راستہ میں جہاں ٹھہرتے تھے وہاں استقبال کرنے کی ممانعت تھی، نہ کسی کا ہدیہ لیتے نہ کسی گاؤں سے دودھ اور جنس منگاتے۔

لاپتہ کے حقوق مالیہ اور جسمانیہ کی ادائیگی کا طریقہ

ارشاد: اگر کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو یا کسی سے رشوت لی یا کسی کی غیبت کی ہو اور اب وہ مر چکے ہوں یا لاپتہ ہوں، تو ان کے حقوق کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ اول تو پوری کوشش ان کے پتہ لگانے میں کرے اگر پتہ لگ جاوے تب تو ان کا حق پہنچائے یا معاف کرائے۔ اگر معلوم ہو کہ وہ مر گئے ہیں تو مالی حقوق ان کے ورثاء کو پہنچاؤ یا ان سے معاف کراؤ، اگر ورثاء کا بھی پتہ نہ لگے تو جتنی رقم تم نے ظلم و رشوت سے لی ہے اتنی رقم خیرات کرو اور نیت کرلو کہ یہ ہم ان کی طرف سے دے رہے ہیں یہ تو حقوق مالیہ کا حکم ہے اور غیبت شکایت اور جانی ظلم کی تلافی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مظلوم مر گیا ہو یا لاپتہ ہو گیا ہو تو اس کے حق میں دعا کرو نماز قرآن پڑھ کر اس کو ثواب بخشو اور عمر بھر اس کے لئے دعا کرتے رہو ان شاء اللہ حق تعالیٰ ان کو تم سے راضی کر دیں گے، جس کی صورت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے یہ لکھی ہے کہ قیامت میں مسلمانوں کو بڑے بڑے خوبصورت عالیشان محل دکھلائے جائیں گے اور حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان محلات کا خریدار کوئی ہے اور ارشاد ہوگا کہ ان کی قیمت یہ ہے کہ جس کا جو حق کسی کے ذمہ ہوا سے معاف کر دے اس وقت کثرت سے اہل حقوق اپنے حق معاف کر دیں گے اگر یہ شبہ ہو کہ ساری عمر میں جو کثیر رقم حرام مال کھائی تھی آج ایک دن میں کیسے سب ادا کر دے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کام کا شروع کر دینا اور ارادا کا عزم کر لینا بھی مقبول ہے تم اول تو صاحب حق سے معافی کی درخواست کرو اگر

وہ خوشی سے معاف کر دے تب جلدی ہلکے ہوئے اور اگر معاف نہ کرے یا خوشی سے معاف نہ کرے تو تھوڑا تھوڑا جتنا ہو سکے اس کا حق ادا کرتے رہو مگر یہ ضروری ہے کہ اپنے فضول اخراجات کو موقوف کر دو بس ضروری ضروری خرچوں میں اپنی آمدنی خرچ کرو اور اس سے جتنا بھی بچے وہ حق داروں کو ادا کرو اگر وہ مر گئے ہوں تو ان کے ورثاء کو دو۔ اگر ورثاء بھی نہ معلوم ہوں تو ان کی نیت سے خیرات کرتے رہو، ان شاء اللہ تعالیٰ اول تو امید ہے کہ دنیا ہی میں سارا حق ادا ہو جائے گا اگر کچھ رہ گیا تو حق تعالیٰ اس کو ادا کر دیں گے حق تعالیٰ کے یہاں نیت کو زیادہ دیکھا جاتا ہے۔ جس کی نیت پختہ ہو کہ میں حق ادا کروں گا، پھر اس پر عمل بھی شروع کر دے حق تعالیٰ اس کو بری فرما دیں گے۔

مولویوں کا بیوی سے دبنے کا راز

ارشاد: سچ کہا ہے کہ کسی نے یغلبن العالم ویغلبھن الجاھل لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ مولوی بیویوں سے دبتے ہیں، خیر کوئی یوں ہی سمجھ لے مگر درحقیقت دبتے نہیں بلکہ کمزور پر بہادری کرتے ہوئے غیرت کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ اور سمجھ کی تعریف

ارشاد: خدا وہ ہے جو سمجھ میں نہ آوے اور سمجھ وہ ہے جو خدا کو پاوے یعنی خدا کی طلب میں رہے اگرچہ اس کی ذات تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

تعلیم قرآن کی شرعی حد

ارشاد: اول سے آخر تک قرآن کا پڑھنا فرض عین نہیں گو فرض کفایہ ضرور ہے اور ایک آیت کا یاد کرنا فرض عین ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک سورۃ کا سیکھنا گو چھوٹی ہی سورت ہو واجب علی العین ہے۔

ترقی و تعلیم اگر مضر دین ہے تو چولھے میں جھونکنے کے قابل ہے

ارشاد: اس ترقی و تعلیم کو لے کر ہم کیا کریں جس سے دین ہی برباد ہونے لگے وہ تو چولھے میں جھونکنے کے قابل ہے بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔

عالم حقانی کی شناخت

ارشاد: عالم حقانی وہ نہیں ہے جو تمہاری مرضی کے موافق فتویٰ دیا کرے، اس میں غرض کا قوی شبہ ہے کہ وہ عوام کو اپنے سے مانوس کرنا چاہتا ہے۔ جو شخص کسی کی مرضی کی رعایت نہ کرے سمجھ لو وہ صحیح

احکام بیان کرتا ہے۔

تعلیم جدید کی تحصیل کی شرائط

ارشاد: (۱) اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کرے۔ (۲) کسی عالم کے مشورے سے کورس مقرر کر کے مطالعہ کرے۔ (۳) علمائے حقانی کی کتابیں مطالعہ میں رکھے۔ (۴) علماء حقانی کی صحبت میں آمدو رفت رکھے۔ (۵) غیر جنس کی کتابوں سے اعراض رکھے۔ اس کے بعد تعلیم جدید حاصل کرنے کا مضائقہ نہیں۔

اہل دنیا کا برتاؤ دین و دنیا کے کاروبار میں

ارشاد: افسوس کہ دنیا کے کاروبار میں نقصان نہ ہونے کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے اور دین کے کام میں نفع کے تاخیر کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے۔

علم الفاظ قرآن کی ضرورت

ارشاد: جو لوگ شبہ کرتے ہیں کہ بے سمجھ قرآن پڑھنے سے کیا نفع یہ محض ان کا بہانہ ہے، قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرتے، دوسرے یہ کہ معانی الفاظ کے تابع ہیں اور ضروری کا موقوف علیہ بھی ضروری ہوتا ہے تو اس سے خود الفاظ کی ضرورت پر دلالت ہو رہی ہے پس چونکہ یہ لوگ ظاہر میں مسلمان ہیں اس لئے زبان سے تو یہ کہہ نہیں سکتے کہ قرآن پڑھنے کو مطلقاً ہمارا جی نہیں چاہتا ورنہ کفر کا فتویٰ لگ جاوے گا اس لئے یہ قاعدہ غرض نفس کے موافق گھڑ لیا کہ جب معانی نہیں سمجھتے تو الفاظ سے کیا نفع، حالانکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں تلک ایات الکتاب وقران مبین قرآن کے معنی ہیں ما یقرء اور کتاب کے معنی ہیں ما یکتب یعنی پڑھنے لکھنے کی چیز تو الفاظ ہی ہیں معانی کو کون پڑھ سکتا ہے اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ الفاظ خود بھی مطلوب و مقصود ہے۔

خدا کی مرضی حفاظتِ قرآن میں ہے

ارشاد: قرآن کے اس قدر حفاظ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں اس کا شمار و احصاء دشوار ہے معلوم ہوا کہ خدا کی مرضی اس کی حفاظت میں ہے تو ہم کو بھی مرضی حق کی رعایت چاہئے۔

قرآن کے الفاظِ آخرت کے سکے ہیں

ارشاد: قرآن کے الفاظ کا ایک نفع یہ ہے کہ یہ آخرت کے سکے ہیں جس کی ایک سورت سے

آخرت کے بے شمار خزانے جمع ہو جاتے ہیں جب وہاں جا کر آپ دیکھیں گے کہ ایک سورۂ فاتحہ اور قل ھو اللہ سے اتنا بے شمار ثواب مل گیا تو بے ساختہ یوں کہیں گے۔

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
کہ بیک گل می خری گلزار را

مسلمان کو ہر وقت تکلم مع اللہ کی دولت حاصل ہے

ارشاد: عشاق کو محبوب سے باتیں کرنے میں عجیب مزہ آتا ہے اور یہ دولت مسلمانوں کو گھر بیٹھے ہر وقت نصیب ہے کہ وہ جب چاہیں اللہ تعالیٰ سے باتیں کر لیں۔ یعنی قرآن کی تلاوت کرنے لگیں پھر حیرت ہے کہ قرآن کے بدون سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ بتلا دیا جاوے۔

الفاظ قرآن کا نفع

ارشاد: صاحبو! اس سے بڑھ کر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قرأت کی طرف بہت توجہ فرماتے ہیں اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں۔

صورت کے بیکار نہ ہونے کی دلیل

ارشاد: اگر یہ دعویٰ مان لیا جاوے کہ صورت محض بے کار ہے تو ان مدعیوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد کا گلا گھونٹ دیا کریں، کیونکہ یہ تو محض صورت ہے اس کی کیا ضرورت ہے بلکہ مقصود تو معنی ہے یعنی روح اور وہ گلا گھوٹنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

بجائے اصل الفاظ کے صرف ترجمہ قرآن پڑھنا عقلاً بھی مناسب نہیں

ارشاد: الفاظ کی خاصیت متکلم کی عظمت وشوکت وصورت کا استحضار ہے اور یہ صرف قرآن ہی کے الفاظ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اصلی کلام الٰہی کے برابر ترجمہ میں عظمت وشوکت ہو نہیں سکتی اور عبادت سے مقصود معبود کی عظمت دل میں پیدا کرنا ہے اس لئے نماز میں بجائے اصل الفاظ کے ترجمہ پڑھنا عقلاً بھی مناسب نہیں۔

پختہ مزارات اہل اللہ کے مذاق کے بالکل خلاف ہیں

ارشاد: اہل اللہ کی تعظیم کچھ اس میں منحصر نہیں کہ ان کے مزارات پختہ بنائے جاویں وہ تو کچی قبر میں بھی ویسے ہی معظم ومحترم ہیں جیسے پکی قبر میں، بلکہ کچی قبروں پر بوجہ موافقت سنت کے انوار زیادہ

ہوتے ہیں۔ یہ پختہ مزارات تمام تر روٴسا اور امراء وسلاطین کے بنوائے ہوئے ہیں ورنہ اہل اللہ کو اپنے بدن تک کی پرواہ نہیں ہوتی، پھر یہ چوچلے قبروں کے پختہ وآراستہ بنانے کے ان میں کہاں سے آجاتے ان کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو کہ وہ بھی ان خرافات سے خوش ہوتے ہیں، غرضیکہ یہ پختہ مزارات اہل اللہ کے مذاق کے بالکل خلاف ہیں پھر یہ قبر کی وضع کے بھی خلاف ہیں کیونکہ زیارت قبور سے غرض یہ ہے کہ موت یاد آئے اور دنیا کے زوال وفنا کا نقشہ سامنے آجائے تو یہ بات کچی اور شکستہ قبروں ہی سے حاصل ہوتی ہے اور شاہی قبروں سے موت تھوڑا ہی یاد آتی ہے، نہ زوال وفنائے دنیا پیش نظر ہوتا ہے، بایں ہمہ صحابہؓ نے حضور ﷺ کی پختہ قبر نہیں بنائی بلکہ کچی ہی رکھی۔

باقی رکھنے والی چیز اہل اللہ کی ولایت وکمالات، معرفت ومحبت ہے

ارشاد: پختہ قبر بنانا ہی بقاء کا ذریعہ نہیں بلکہ اصل باقی رکھنے والی چیز اہل اللہ کی ولایت اور ان کے کمالات، معرفت ومحبت ہیں، پس وہ آپ کی ابقاء کے محتاج نہیں، نیز نشانی باقی رکھنے کی یہ بھی تو صورت ہے کہ قبر کچی رکھو اور ہر سال اس کی لیپ پوت کرتے رہو۔

شرائط سماع

ارشاد: حضرت سلطان جی کے نزدیک سماع کی چار شرطیں ہیں۔ (۱) سامع از اہل ہوئی و شہوت نباشد (۲) مستمع مرد تمام باشد زن وکودک نباشد (۳) مسموع ہزل وفحش نباشد (۴) آلہ سماع مثل چنگ ورباب درمیان نباشد۔

پختہ قبر بنانے سے شریعت کی ممانعت

ارشاد: پکی قبر بنانے سے جو شریعت نے منع کیا ہے حقیقت میں ہم پر بڑا احسان کیا ہے کیونکہ ابتداء سے اگر اس وقت تک سب قبریں پختہ ہی پختہ ہوتیں تو آدمیوں کو رہنے کے جگہ بھی نہ ملتی نہ زراعت کے لئے زمین ملتی کیونکہ مردے اس قدر گذر چکے ہیں کہ کوئی حصہ زمین کا مردوں سے خالی نہیں۔

طاعات کی جزا نقد بھی ہے ادھار بھی

ارشاد: اللہ تعالیٰ نے طاعات کی ساری جزا ادھار پر نہیں رکھی آخرت میں تو ان کی جزا ملے گی ہی دنیا میں بھی جزا ملتی ہے وہ یہی راحت واطمینان اور عزت وعظمت ہے۔

حرام کو حرام سمجھ کر کرنا معصیت ہے

ارشاد: حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے قطعی یا ظنی۔ اگر حرام سمجھ کر کریں گے تو کفر کا خطرہ نہ رہے گا۔ صرف معصیت رہ جاوے گی یہ کفر سے اہون ہے دوسرے جب آپ اس کو حرام سمجھتے رہیں گے تو کیا عجب ہے کہ کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے۔

قلندر اور ملامتی کی تعریف

ارشاد: قلندر اس کو کہتے ہیں جو ظاہری عبادت میں تقلیل کرے یعنی جس پر ذکر و فکر نوافل و مستحبات سے زیادہ غالب ہوں۔ ملامتی وہ ہے جو اعمال میں تکثیر تو کرتا ہے مگر ان کے اخفاء کا اہتمام کرتا ہے جس سے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں سے زیادہ کچھ بھی نہیں کرتے۔

عاشق کے فانی ہونے کے معنی

ارشاد: عاشق ہمیشہ فانی ہوتا ہے کہ اپنی عزت و آبرو کو محبوب پر نثار کر دیتا ہے۔

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

امامت کا حکم

ارشاد: علماء کو لازم ہے کہ ان کی امامت سے اگر ایک شخص کو بھی کراہت ہو تو فوراً اس سے علیحدہ ہو جائیں، پھر ان شاء اللہ بہت جلد وہ الگ کرنے والے ہی ان کے آگے ہاتھ جوڑیں گے۔

مسلم عاصی کیلئے بھی موت کا تحفہ ہے

ارشاد: گنہگار مسلمان کے لئے بھی موت تحفہ ہے گو کچھ دنوں کے لئے اس کو عذاب بھی بھگتنا پڑے، کیونکہ موت ہی کے ذریعہ سے اس کو کسی وقت خدا کا قرب حاصل ہوگا، دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے لئے دوزخ جیل خانہ اور حوالات نہیں بلکہ مثل حمام کے مطہر ہے، تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو دوزخ کے عذاب کا بہت زیادہ احساس بھی نہ ہوگا کیونکہ حدیث مسلم میں ہے **یمیتھم اماتۃ** کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں مسلمانوں کو ایک قسم کی موت دیں گے جو نیند کے مشابہ ہوگی چوتھے یہ کہ اگر عذاب بھی ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ جس نعمت کے زوال کی ہر دم توقع ہو وہ اس نعمت سے افضل ہے جس کے زوال کا ہر وقت اندیشہ ہو۔ بس مسلمان کے لئے موت ہر حال میں اچھی ہے کیونکہ دنیا کے زوال کا خطرہ لگا ہوا ہے اور آخرت کی تکلیف

کے منقطع ہونے کی ہردم توقع ہے پس موت ناگوار چیز نہیں۔

ہم کو اپنے نبی علیہ وسلم ﷺ کے وسیلہ کی بہت کچھ امید ہے

ارشاد: ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو ایسا محبوب نبی عطا فرمایا کہ جس کے راضی کرنے کا حق تعالیٰ کو اس قدر اہتمام و رعایت ہے کہ پچاس نمازوں کے بجائے پانچ نماز امت کے لئے باقی رکھیں پھر آپ اس وقت تک تھوڑا ہی راضی ہوں گے جب تک سب مسلمان جنت میں نہ پہنچ جائیں۔ اس لئے ہم کو بہت کچھ امیدیں ہیں۔

ہمارے حسنات حقیقت سیئات ہیں

ارشاد: ہمارے حسنات حقیقت میں سیئات ہیں مگر حق تعالیٰ کا کرم ہے کہ ان کو طاعات میں شمار کر لیتے ہیں۔

فناو بقاء کی تعریف

ارشاد: یہاں تم جو اپنی جان پیش کرتے ہو سڑی ہوئی ہے کیونکہ صفات رذیلہ سے متصف ہے اور حق تعالیٰ اسکے عوض میں تم کو ایسی جان عطا فرماتے ہیں جو لطیف وشفیف ہے کیونکہ اب وہ متصف بصفات الٰہیہ ہو جاتی ہے۔ اسی کا نام فناو بقاء ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کیمیاوی طریقہ سے تانبہ کو سونا بنا دیا جاوے۔

حقیقت میں واصل اللہ تعالیٰ ہیں

ارشاد: حقیقت میں وصول انسان کے چلنے سے نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ سالک کی طلب صادق کو دیکھ کر خود آ کر اس سے مل جاتے ہیں تو دراصل واصل وہ ہیں یہ واصل نہیں ہے مگر یہ بھی ان کی رحمت ہے کہ وہ طالب کو واصل کا لقب دیتے ہیں۔

شارع کا مقصد سمجھ لینا تفقہ ہے

ارشاد: فضیلت اس سے حاصل ہوتی ہے کہ شارع کا مقصد سمجھ لیا جاوے اسی کا نام فقہ ہے اور یہی وہ چیز ہے جس میں اکابر سلف ممتاز تھے گو وسعت نظر میں متاخرین بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر عمق نظر میں متقدمین بدرجہا افضل ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ اسی عمق فہم کی وجہ سے امام ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان

ارشاد: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع احکام کا سب سے بڑھ کر اہتمام تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل کو زیادہ ترغیب اتباع کی نیت سے بیان فرمایا ہے۔

عقائد جس طرح مقصود بالذات ہیں اسی طرح مقصود للاعمال ہیں

ارشاد: عقیدۂ تقدیر کو اصلاح اعمال میں بڑا دخل ہے کیونکہ اس سے حزن و بطر رفع ہو جاتا ہے اور حزن جڑ ہے تعطل ظاہر کی اور تکبر و بطر اصل ہے تعطل باطن کی یعنی غمگین و پریشان آدمی ظاہر میں تمام دین و دنیا کے کاموں سے معطل ہوتا جاتا ہے اور متکبر آدمی کا دل خدا کے تعلق سے معطل ہو جاتا ہے جب تک تکبر نہ نکلے خدا کے ساتھ دل کو لگاؤ نہیں ہو سکتا اسی طرح عقیدۂ توحید سے مخلوق کا خوف و طمع زائل ہو جاتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے اعتقاد کو آپ کے اتباع میں دخل ہے۔ پس عقائد جس طرح مقصود بالذات ہیں اسی طرح مقصود للاعمال بھی ہیں۔

تاخیر حسانت الیٰ رمضان پر بحث و تحقیق

ارشاد: اللہ و رسول کو تاخیر طاعات مطلوب نہیں بلکہ تسارع و تسابق الی الخیر مطلوب ہے چنانچہ جا بجا **فاستبقوا الخیرات۔ یسارعون فی الخیرات** نص میں وارد ہے۔ اسی طرح حدیث **تضاعف ثواب فی رمضان** کا مطلب تعجیل اعمال فی رمضان ہے۔ نہ کہ تاخیر اعمال الیٰ رمضان۔ یعنی رمضان کے اندر طاعات کے اندر جلدی کی جاوے۔ یعنی جن طاعات کی ہمت ہو سکے اور جس عمل صالح کی توفیق ہو سکے اس کو جلدی رمضان ہی میں کر دو۔ رمضان کے بعد کے لئے موخر نہ کرو۔ کیونکہ رمضان میں ثواب زیادہ ہے پس اگر ۲۸ شعبان کو زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہو تو ۲۸ شعبان کو زکوٰۃ ادا نہ کرنا بلکہ رمضان کے لئے اس کو ملتوی کرنا عدم تفقہ اور مقصد شارع نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔ ارے تم کو کیا خبر ہے کہ مساکین پر کیا گذر رہی ہے تم کو یکم رمضان کا انتظار ہے اور اس غریب کی روح کو ایک ایک گھڑی کا انتظار ہے علاوہ اس کے انفاق فی رمضان میں کمیۃً ثواب بڑھتا ہے اور تعجیل و سبقت فی الخیر میں کیفیۃً ثواب زیادہ ہوتا ہے اور کیفیت میں کمیت سے زیادہ مطلوبیت ہے چنانچہ اس کی نظیر علماء کے کلام میں بھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث میں جو ہے کہ محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں ۵۰۰ نمازوں کا مگر محلہ والوں کو یہ جائز نہیں کہ محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر جامع مسجد نماز پڑھنے جایا کریں اگر ایسا کرو گے تو گناہ ہوگا اس کی وجہ یہی ہے کہ جامع مسجد کی نماز کا ثواب اس شخص کے حق میں کمیۃً زیادہ ہے

مگر محلہ کی مسجد کا ثواب کیفیۃً زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کے ذمہ اسی مسجد کی آبادی واجب ہے تو یہ شخص مسجد میں نماز بھی پڑھتا ہے اور واجب عبادت کو بھی ادا کرتا ہے اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے واجب عبادت ادا نہ ہوگا، کیونکہ اس کے ذمہ اس مسجد کی عبادت و آبادی واجب نہیں بلکہ یہ واجب جامع مسجد کے محلہ والوں کے ذمہ ہے۔

بحث تاخیر حسنات الیٰ رمضان کا تتمہ

ارشاد: اوپر جو بحث تاخیر حسنات الیٰ رمضان کی ہے اس کے تتمہ میں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ کیا عجب ہے کہ اس وقت ضرورت کے وقت جو مسکین کو سہارا مل گیا ہے اس کی دعاء عرش سے کتنی اوپر گئی ہوگی اور اس دعاء سے تم کیا کچھ ملا ہوگا اور مان لو کہ اس وقت رمضان سے کم ہی ثواب ملا تو تم کو کیا خبر ہے کہ رمضان تک تم زندہ رہو یا نہ رہو اگر کہو کہ ہم وصیت کر جائیں گے کہ رمضان میں اتنی رقم دے دی جاوے تو وصیت کا ثواب اپنے ہاتھ سے دینے کے برابر نہیں۔ دوسرے کل کیا بھروسہ کہ ورثاء ادا بھی کریں گے۔

مجبور کے لئے ادائیگی حقوق کا طریقہ

ارشاد: اگر کوئی شخص عمر بھر اس فکر میں لگا رہے کہ میرے ذمہ جو حقوق دوسروں کے ہیں کسی طرح ادا ہو جائیں، مگر افلاس یا اور کسی عذر کی وجہ سے مجبور رہا تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم خود حقوق ادا کر دیں گے اور اس شخص پر اصلا مواخذہ نہ ہوگا۔

بچہ کے ہاتھ سے خرچ کراوے مگر خرچ کو اباحتہً دے

ارشاد: باپ کو مناسب ہے کہ بچہ کے ہاتھ سے بھی کبھی کبھی خرچ کرایا کرے کبھی اس کے ہاتھ سے فقیر کر دلوا دیا۔ کبھی مدرسہ میں دلوا دیا، تا کہ اس کا حوصلہ بڑھے اور مال کی حرص نہ پیدا ہو دوسرے یہ کہ جب بچوں کو ہاتھ سے کسی دوسرے کو رقم دلواؤ۔ خواہ فقیر کو یا مدرسہ کو تو اس وقت یہ رقم بچہ کو ہبہ نہ کرو۔ بلکہ اباحت کے طور پر دو ورنہ وہ اس کی ملک ہو جائے گی، پھر ہبہ صبی حرام ہوگا اور اگر غلطی سے ایسا ہو جاوے تو فقیر سے یا مدرسہ والوں سے یہ رقم واپس نہ لو۔ بلکہ بچہ کو اس کے عوض رقم دیدو۔ جس میں نیت عوض کی قید ضروری ہے، ورنہ یہ مستقل ہبہ ہوگا۔ پہلے عوض نہ ہوگا۔

عورتوں سے چندہ لینے میں احتیاط چاہئے

ارشاد: عورتوں سے چندہ لینے والوں کو بڑی احتیاط چاہئے کیونکہ یہ اکثر بدون شوہر سے پوچھے شوہر ہی کے مال میں سخاوت کرتی ہیں۔

انسان میں صفت اختیار کا ہونا دلیل کا محتاج نہیں

ارشاد: انسان میں صفت اختیار کا ہونا دلیل کا محتاج نہیں بلکہ یہ وجدانی امر ہے۔ ہر شخص وجدان سے اس کو محسوس کرتا ہے کہ ہاں میرے اندر اختیار ہے۔ دیکھئے مرتعش (جس کے ہاتھ میں رعشہ ہو) اور کاتب کی حرکت ید میں فرق بین ہے۔ پہلا شخص حرکت میں مجبور ہے دوسرا مجبور نہیں اور یہ ایسا فرق ہے جس کو حیوانات بھی جانتے ہیں۔ اگر آپ کتے کو لاٹھی ماردیں تو وہ لاٹھی پر حملہ نہ کرے گا۔ بلکہ آپ پر حملہ کرے گا وہ بھی جانتا ہے کہ لاٹھی کی خطا نہیں، وہ تو مجبور ہے خطا آدمی کی ہے جو اختیار سے ہم کو ستا رہا ہے۔ پس انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو حقیقت پر نظر رکھے کہ اپنی جان کو اپنی جان نہ سمجھے نہ اپنے کمالات کو اپنے کمالات سمجھے بلکہ سب کو عطاہائے حق سمجھتا رہے اور بندوں سے معاملہ کرتے ہوئے شریعت پر نظر رکھے۔

سالکین کی طلب سہولت امانت ''اختیار'' کے خلاف ہے

ارشاد: آج کل بعض سالکین کو سہولت کی بہت تلاش ہے جس کی وجہ صرف راحت طلبی ہے، صاحبو! راحت کی جگہ تو عالم آخرت ہے اور وہاں بھی جو راحت حاصل ہوگی وہ بھی دنیا کی جہد کا ثمرہ ہے ہم کو شرم نہیں آتی کہ دنیا مردار کے لئے تو اتنی عمر برباد کریں اور مشقت برداشت کریں۔ اور طلب خدا کے لئے یہ چاہیں کہ تھوڑی ہی مدت میں کامیابی ہوجاوے علاوہ اس کے جس امانت سے تمام عالم گھبرا گیا وہ تکلیف ہی ہے جس سے مراد عمل مع الاختیار ہے حاصل غرض امانت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے یہ فرمادیا تھا کہ ہمارے کچھ احکام تشریعیہ ہیں۔ ان کا مکلف بالاختیار کون ہوتا ہے یعنی جو شخص ان کا تحمل کرے گا اس کو صفت اختیار مع عقل کے عطا کی جاوے گی یعنی اس کی قوت ارادیہ ان احکام پر عمل کرنے کے لئے مجبور نہ ہوگی۔ بلکہ عمل وعدم عمل دونوں پر قدرت دی جائے گی۔ پھر جو اپنے اختیار سے احکام کو بجالا دے گا اس کو مقرب بنالیا جائے گا اور جو اپنے اختیار سے احکام میں کوتاہی کرے گا اس کو مطرود کردیا جائے گا تمام مخلوق ڈر گئی، انسان اس کے لئے آمادہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مکلف بنادیا یعنی اس کو صفت اختیار مع عقل کے عطا کردی گئی۔ باقی مخلوقات میں یہ صفت اختیار وعقل نہیں ہے وہ جن احکام تکوینیہ یا عبادت کو بجالاتے ہیں وہ ان کے لئے طبعی ہیں یعنی ان کی قوت ارادیہ اس کے خلاف کی طرف مائل ہی نہیں ہوتی، بخلاف انسان کے کہ جن احکام کا یہ مکلف ہے وہ اس کے لئے طبعی نہیں، بلکہ اس کی قوت ارادیہ عمل وعدم عمل دونوں کی طرف مائل ہوتی ہے اب اس کی تکلیف کے معنی ہی یہ ہیں کہ یہ

اپنے اختیار سے ایک جانب کو ترجیح دے یعنی جانب عمل کو مامورات میں ترجیح دے اور جانب عدم عمل کو منہیات میں اسی کا نام تحصیل عمل ہے بس اس سے بھی معلوم ہوا کہ جب انسان اس تکلیف کا مکلف بنادیا گیا تو سہولت کی طلب کہ بس ہم کو اپنے ارادہ واختیار سے کچھ کرنا ہی نہ پڑے ظلم ہے اور جو شخص امانت الٰہیہ اختیار کرے اور ایسی بڑی امانت کو ضائع کرے جس میں انسان تمام مخلوق میں ممتاز ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔

لذائذ دنیا کی حکمت

ارشاد: لذائذ دنیا کی حکمت یہ ہے کہ یہ نمونہ ہیں لذائذ آخرت کے پس اگر کوئی صوفی کھانا کھاتے ہوئے لذیذ شوربے میں پانی کا پیالہ بھر کر ڈالدے تاکہ نفس کو لذت نہ آئے تو وہ طفل طریقت ہے یہ اس تجلی الٰہی کو برباد کرتا ہے۔ (وہ تجلی الٰہی یہی ہے کہ وہ مذکر ہے نعمائے آخرت کی، جو لذیذ طعام کے ساتھ متعلق ہے اور اس حکمت کو برباد کرتا ہے اور جو لذائذ دنیا میں رکھی گئی ہے۔

دعوت مشتبہ کے قبولیت کی صورت

ارشاد: بھرے مجمع میں داعی کو ذلیل کرنا اس طرح کہ پوچھے دودھ کہاں سے آیا۔ گوشت کس طرح لیا گیا یہ تقویٰ کا ہیضہ ہے اگر کسی شخص پر اطمینان نہ ہوتو یا تو اس کی دعوت ہی منظور نہ کرے لطیف پیرایہ سے عذر کردے، یہ نہ کہے کہ آپ کی آمدنی حرام ہے اس لئے دعوت قبول نہیں کرسکتا کیونکہ اس عنوان سے اس کی دل شکنی ہوگی۔ اگر امر بالمعروف کا خیال ہو تو امر بالمعروف میں بھی یہ شرط ہے کہ ایسا وقت اور موقع تجویز کرے جس میں مخاطب کے قبول کی امید ہو۔ اگر کوئی شبہ داعی کی آمدنی کی حرمت کا ہو تو بہتری صورت یہ ہے کہ مجمع کے سامنے تو بلا شرط قبول کرلے پھر تنہائی میں لے جاکر ان سے کہدے کہ ذرا کھانے میں اس کی رعایت رکھی جاوے کہ تمام سامان تنخواہ کی رقم سے کیا جاوے۔

اہل اللہ نے حق تعالیٰ کے ذرا ذرا سی تجلیات کی بے حد قدر کی ہے اور ان کی حکمتوں کے ابطال کو ممنوع فرمایا ہے

ارشاد: ایک بار حضرت غوث اعظمؒ وعظ فرمارہے تھے کہ درمیان میں دفعتہً ساکت ہوگئے کچھ دیر تک ساکت رہ کر پھر بیان شروع فرمایا اور کہا کہ اس وقت میرے سکوت کی یہ وجہ ہوئی کہ ایک بزرگ ابھی شام سے بغداد ایک قدم میں بطور کرامت کے آئے تھے میں نے ان کو متنبہ کیا ہے کہ اس تصرف میں حکمت عطائے قدم کا ابطال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قدم اس لئے دیئے ہیں تاکہ ان سے مشی کا کام لیا جاوے

جب بطور کرامت کے راستہ طے کیا جاوے گا تو اس میں یہ حکمت باطل ہوگی وہ بزرگ اس سے توبہ کر کے واپس گئے (مطلب یہ کہ از خود ایسا تصرف نہ کرنا چاہئے اور اگر بلا قصد کے کبھی حق تعالیٰ طویل راستہ کو قصیر کر دیں تو وہ کرامت غیر اختیاریہ ہے جو نعمت ہے) اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل اللہ نے حق تعالیٰ کی ذرا ذرا سی تجلیات کی اس قدر عظمت کی ہے اور ان کی حکمتوں کے ابطال کو ممنوع فرمایا ہے تو بتلایئے اتنی بڑی امانت کا ابطال جس پر تکلیف کا مدار ہے (سہولت طلبی ہے کہ بس اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ کرنا ہی پڑے) کیونکر ممنوع ہوگا۔

تم تحصیل عمل کے مکلّف ہو تم کو طلب تسہیل کا حق نہیں

ارشاد: تم تحصیل عمل کے مکلّف ہو کہ اپنے اختیار کو صرف کر کے عمل کرو۔ تم کو طلب تسہیل کا کوئی حق نہیں، ہاں صرف اتنا حق ہے کہ عمل تمہارے اختیار و قدرت سے خارج نہ ہو اس کا شریعت میں پورا لحاظ ہے کہ امور غیر اختیاریہ کا مکلّف نہیں کیا اگر کسی جگہ شریعت خود تسہیل کا لحاظ کرے یہ اس کی عنایت ہے مگر تم کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں۔ مثلاً انفاق میں حق تعالیٰ نے تسہیل کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ تثبیتاً من انفسھم یعنی تم انفاق اس نیت سے کرو کہ اس سے نفس میں قوت پیدا ہوگی اور انفاق سہل ہو جائے گا بار بار اسی نیت سے انفاق کرو تو یہ مادہ راسخ ہو جائے گا کیونکہ تکرار عمل سے ہر عمل صعب سہل ہو جاتا ہے، ایک حدیث میں ہے۔ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احسن للفرج۔ اصل حکم تحصین فرج و غض بصر کا ہے۔ مگر نکاح کا امر محض تسہیل مطلوب کے لئے فرمایا۔

طاعات رمضان کو تسہیل اعمال میں بڑا دخل ہے

ارشاد: طاعات رمضان کو بھی مثل تکرار انفاق کے تسہیل اعمال میں بڑا دخل ہے۔ یعنی رمضان میں یہ خاصیت ہے کہ اس ماہ میں جن طاعات پر مداومت کرلے سال بھر تک ان پر مداومت سہل رہتی ہے اور جن گناہوں سے بچنے کا اہتمام کر لے سال بھر ان سے بچنا آسان ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ رمضان کی ایسی برکت ہے کہ اس میں گناہوں کو اہتمام سے چھوڑ کر بعد میں اس برکت سے کام لینا چاہو تو گناہوں کو چھوڑنا آسان ہوگا۔

صوم ایک ایسا عمل ہے جس میں تضاعف اجر کی کوئی حد نہیں

ارشاد: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ

بعشر امثالها الی سبعمائة ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه من اجلی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عمل ایسا بھی ہے جس کا اجر ہمیشہ بڑھتا رہے گا اس کے تضاعف اجر کی کوئی حد نہیں۔ اور وہ صوم ہے۔

قرآن میں منشائے ریب کچھ نہیں

ارشاد: قرآن میں منشائے ریب کچھ نہیں۔ کفار جو شبہ کرتے تھے اس کا منشا خود ان کے اندر تھا۔ یعنی حسد وعناد وجہل وغیرہ جیسے یرقان والا ہر چیز کو زرد دیکھتا ہے۔ لیکن منشاء صفرت کا رائی میں ہے نہ کہ اشیاء میں۔

امور ظنیہ کو قطعی سمجھ لینا محتمل سوء خاتمہ کو ہے

ارشاد: امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ سوء خاتمہ کا سبب ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ علوم ظنیہ کے ایسے معتقد ہوتے ہیں کہ ان پر کامل جزم کر لیتے ہیں پھر مرتے وقت بعض ایسے امور کا غلط ہونا مکشوف ہو جاتا ہے اس وقت شیطان معالیہ سے دوسرے عقائد پر شبہ ڈالتا ہے کہ دیکھو اس کو قطعی سمجھتے تھے اور غلط نکلا۔ شاید تمہارے اور عقائد بھی ایسے ہی ہوں جیسے یہ علوم تھے۔ بس اب اس شخص کو توحید ورسالت وغیرہ سب میں شبہ ہو جاتا ہے پھر یہ بے ایمان ہو جاتا ہے اس لئے علوم ظنیہ کا جزم ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ اس مرض میں صوفیہ وعلماء بہت مبتلا ہیں۔ علماء اپنے بہت سے علمی نکات کے جو محض اقناعی ہوتے ہیں ایسے معتقد ہوتے ہیں کہ گویا قطعی سمجھے ہوئے ہیں اور صوفیہ اپنے بہت سے کشفیات والہامات پر جزم کئے ہوئے ہیں خصوص ان کے مریدین تو شیخ کے خواب وکشف کو وحی سمجھتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے کلام اللہ میں ہمارے جذبات کا بہت لحاظ فرمایا ہے

ارشاد: حق تعالیٰ نے کلام اللہ میں ہمارے جذبات کا بہت لحاظ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارض کو سارے قرآن میں مفرد لائے ہیں۔ حالانکہ نص سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض بھی مثل سماوات کے متعدد ہیں۔ اس کا یہی جواب دیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے سماوات وارض کا ذکر اثبات توحید کے لئے مقام استدلال میں فرمایا ہے اور اہل عرب کو سماوات کا تعدد تو معلوم تھا۔ زمین کا تعدد معلوم نہ تھا۔ اگر ارض کو بصیغۂ جمع لایا جاتا تو اس میں شور وشغف شروع ہو جاتا اور مقدمات ہی میں خلط مبحث ہو جاتا اور ہدایت میں تاخیر ہوتی۔ سبحان اللہ کتنی بڑی عنایت ہے کہ زائد باتوں میں ہدایات کو مؤخر کرنا نہیں چاہئے۔

مادامت السمٰوات والارض محض دوام کومفید ہے

ارشاد: مادامت السمٰوات والارض عام بول چال اور عام محاورہ کے اعتبار سے دوام ہی کو مفید ہے گو اہل معقول کے نزدیک مفید نہ ہو۔

قرائن سے سزا دینا جائز نہیں

ارشاد: قرائن سے سزا دینا صحیح نہیں ہاں متاخرین نے تعزیر متہم کو جائز کہا ہے لیکن اس میں بھی اول جلس کا حکم ہے جرمانہ اور ضرب نہیں ہے اس کے بعد جب ثبوت ہو جاوے تو سزا دینے کا حکم ہے۔

وحدۃ الوجود تو ایمان ہے لیکن الحاد وجود کفر ہے

ارشاد: محققین ممکنات سے مطلقاً نفی وجود نہیں کرتے۔ بلکہ وجود حقیقی کامل کے سامنے ان وجود کو کالعدم اور لاشے سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ان کا قول ہے کہ وحدۃ الوجود تو ایمان ہے اور الحاد وجود کفر ہے۔

افعال اختیاریہ میں حدوث کے وقت ارادہ ضروری ہے

ارشاد: افعال اختیاریہ میں حدوث کے وقت ارادہ ضروری ہے اور اسی پر فعل کا اختیاری ہونا موقوف ہے۔ باقی بقاء میں ارادہ کی ضرورت نہیں۔

نماز کو حضور ﷺ اور روزہ کو حق تعالیٰ سے خصوصیت کے معنی

ارشاد: رسول اللہ ﷺ سرتاپا جامع شان عبدیت ہیں۔ یہ معنی ہیں نماز کو حضور سے خصوصیت ہونے کے اور روزہ میں تشبہ بالحق ہے کیونکہ حق تعالیٰ اکل وشرب سے منزہ ہیں۔ پس روزہ میں ایک شان صمدیت واستغناء ہے۔ یہ معنی ہیں اس کو اللہ تعالیٰ سے خصوصیت ہونے کے۔

نماز میں شان عبدیت کی وجہ

ارشاد: واقعی نماز میں شان عبدیت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ اشرف الاعضاء یعنی وجہ کو اخس الاشیاء یعنی زمین پر رکھا جاتا ہے، چہرہ کا اشرف الاعضاء ہونا تو ظاہر ہے کہ اعضاء رئیسہ دماغ وسمع وبصر سب اسی میں ہیں اسی لئے حدیث میں منہ پر مارنے کی ممانعت آئی ہے اور زمین کا اخس وارذل ہونا اس سے ظاہر ہے کہ سب اس پر ہگتے، موتتے اور جو چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں، اس پر چہرہ کو رکھنا غایت عبودیت ہے۔

عطائی اور طبیب میں فرق

ارشاد: عطائی اور طبیب میں فرق یہ ہے کہ طبیب سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ فن سے واقف ہونے کے بعد علاج کر رہا ہے اور عطائی سے مواخذہ ہوگا کیونکہ وہ ناواقف ہو کر پیش قدمی کر رہا ہے، رہی شفا و موت یہ خدا کے قبضہ میں ہے، نہ عطائی کے نہ طبیب کے قبضہ میں ہے اس لئے اس پر مواخذہ کا مدار نہیں۔

مسائل منصوصہ و اجتہادیہ کا فرق

ارشاد: جو مسائل منصوص صاف صاف شریعت کے ہیں ان کی تبلیغ صرف علماء سے خاص نہیں ہر شخص با آواز بلند کہہ سکتا ہے امور اجتہادیہ سے خطاب کرنا البتہ علماء کے ساتھ خاص ہے کہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔

کمال دین کا موقوف علیہ

ارشاد: دین کا کمال دو باتوں پر موقوف ہے ایک اپنی تکمیل، پھر دوسروں کی تکمیل اور دوسروں کی تکمیل تواصی اور تبلیغ سے ہوتی ہے۔

تمام اعمال کا مغز نفس کی تقیید ہے

ارشاد: تمام اعمال کا مغز یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرف آزاد نہ چھوڑا جاوے بلکہ اس کو پابند کیا جاوے۔ اسی کو صبر کہتے ہیں۔ اسی کی تاکید وتواصوا بالصبر میں ہے۔

سالک پر قبض و بسط کا تعاقب ضروری ہے

ارشاد: جس طرح تعاقب لیل و نہار حکمت پر مبنی ہے اسی طرح تعاقب قبض و بسط میں بھی حکمتیں ہیں۔ جیسے لیل و نہار کا تعاقب ناگزیر ہے کہ بدون اس کے عالم کا انتظام درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح سالک پر قبض و بسط کا تعاقب ضروری ہے۔

مومن کے لئے ایمان کی دولت ہر وقت باقی ہے اور کافر کا کوئی وقت معصیت سے خالی نہیں

ارشاد: مسلمان کے پاس ایمان کی دولت ایسی ہے کہ ہر وقت باقی رہنے والی ہے۔ ایک دفعہ ایمان کو اختیار کر لینے سے جب تک معاذ اللہ اس کی ضد کا اعتقاد نہ ہو، ایمان قائم رہے گا اور یہ ہر وقت

میں مومن ہوگا۔ سوتے ہوئے بھی چلتے پھرتے بھی، کھاتے پیتے ہوئے بھی۔ غرض کوئی وقت اور کوئی ساعت مسلمان کی طاعت سے خالی نہیں گذرتی اگر اس سے اور بھی کوئی عمل صادر نہ ہو تب بھی ایمان تو ایسی طاعت ہے جو ہر وقت اس سے صادر ہوتی رہتی ہے اسی سے کافر کا خسارۂ عظیمہ میں ہونا بھی معلوم ہو گیا کہ اس کا کوئی وقت معصیت سے خالی نہیں گذرتا۔

مومن ہر وقت نفع میں ہے کافر ہر وقت خسارہ میں ہے

ارشاد: تمام دنیا جانتی ہے کہ نفع اور خسارہ زمانہ میں ہی ہوتا ہے۔ پس اس شخص سے بڑھ کر کوئی خسارہ میں نہیں جس کا کوئی وقت کوئی سیکنڈ خسارہ سے خالی نہیں (اور یہ کافر ہے)۔ اور اس شخص سے بڑھ کر کوئی نفع میں نہیں جس کا کوئی وقت کوئی سیکنڈ حالت نفع سے خالی نہیں (اور وہ مومن ہے) اور ہر چند کہ مسلمان کا نفع صرف ایمان ہی سے ہر وقت بڑھ رہا ہے مگر پورا نفع جب بڑھے گا جبکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ہو کیونکہ عمل صالح سے ایمان قوی ہوتا ہے اور گناہوں سے کمزور ہوتا ہے پس مومن فاسق کا ہر وقت نفع کا بڑھنا ایسا ہے جیسے شخص کو ہر سیکنڈ میں ایک پیسہ کا نفع بڑھتا ہو اور مومن صالح کا ہر وقت نفع بڑھنا ایسا ہے جیسے کسی کو ہر سیکنڈ میں ہزار روپیہ کا منافع بڑھتا ہے ظاہر ہے کہ پورا نفع اس کا بڑھ رہا ہے۔ جس کو سیکنڈ میں ہزار روپیہ کا نفع ہوتا ہے پس گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہایت ضروری ہے اور عمل صالح اختیار کرنا لازم ہے۔ تاکہ ہر سیکنڈ میں ہزاروں کی ترقی ہو اور ہزار روپے سے کمی ہو کر ایک پیسہ ہی نہ رہ جاوے کہ نفع عظیم کے مقابلہ میں یہ بھی خسارہ ہے گو کافر کے خسارہ کے مقابلہ میں نفس ایمان کا نفع بھی لاکھ درجہ افضل ہے۔ اور اگر معاملہ یہیں تک رہتا تب بھی کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ ہم کو ہزار کا نفع نہ سہی ایک پیسہ ہی کا سہی مگر مصیبت اور خطرہ تو یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔

اعمال صالحہ جوہر ایمان کے محافظ ہیں

ارشاد: اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح اور تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کو جو بڑھایا اس کی وجہ یہی ہے کہ اعمال صالحہ جوہر ایمان کے محافظ ہیں اور گناہ و معاصی اسی دولت کے دشمن ہیں جو شخص خود گناہ کرتا ہے یا دوسروں کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر نصیحت نہیں کرتا۔ رفتہ رفتہ اس کے دل سے گناہوں کی نفرت کم ہو جاتی ہے پھر زائل ہو جاتی ہے اور وہ گناہ کو ہلکی معمولی بات سمجھنے لگتا ہے اور یہی کفر ہے۔

اسلام کام سے پھیلا ہے جو خلوص کے ساتھ ہو

ارشاد: اسلام نام و نمود سے نہیں پھیلا بلکہ کام سے پھیلا ہے اور کام بھی وہ جو خلوص کے ساتھ

محض اللہ واسطے تھا۔

عقائد کی تعلیم تکمیل اعمال کا آلہ ہے

ارشاد: جملہ خبریہ سے محض خبر مقصود نہیں بلکہ انشاء مقصود ہے یہ مت سمجھو کہ عقائد سے صرف اعتقاد ہی مطلوب ہے بلکہ اس کی تعلیم سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اپنے دل میں جماؤ اور دوسرا مقصود یہ ہے کہ اس عظمت کے مقتضا سے کام لو۔ خلاصہ یہ کہ عقائد کو تکمیل اعمال کا آلہ بنایا ہے۔

مجاہدہ کی حقیقت اور پیدائش سے مقصود

ارشاد: مجاہدہ ہی مقصود ہے انسان کی پیدائش سے اور اعمال ہی میں مجاہدہ ہے۔ پس اعمال ہی مقصود ہیں پیدائش سے اور مجاہدہ کی حقیقت ہے مخالفت نفس فی المعاصی۔

نور ایمان سارے غموم وہموم کا سالب ہے

ارشاد: جز یا مومن فان نور ک قد اطفاء ناری جب نور ایمان میں یہ خاصیت ہے کہ دوزخ کی آگ کو بھی بجھا دیتا ہے تو دنیا کے غموم وہموم واحزان کی تو حقیقت ہی کیا ہے اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو واللہ دنیا وآخرت کی راحتیں ہمارے ہی واسطے ہیں۔ پھر ہمارے پاس غم ورنج کا نام ونشان بھی نہ رہے۔ ہاں ایک غم رہے گا خدا کی لقاء ورضاء کا سو یہ غم لذیذ ہے اور ایسا لذیذ ہے کہ اگر یہ حاصل ہو جائے تو آپ ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات ماردیں گے۔

نور ایمان کے تحصیل کا طریقہ

ارشاد: نور ایمان کے تحصیل کا طریقہ ذکر وفکر ہے۔ فکر کا طریقہ یہ ہے کہ ہر کام میں سوچ لو کہ اس سے ہم پر کوئی بلا تو نازل نہ ہوگی جس کی برداشت نہ ہو سکے اس کے بعد آپ کی زندگی بہت پُر لطف ہوگی غرضیکہ خلاصہ دستور العمل کا یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات سوچ کر کرو۔ دوسرے اپنے اعمال کا حساب کتاب کیا کرو اپنی نافرمانیوں کو سوچو اور ان سے توبہ کرو اور عذاب کو یاد کرو اس سے حیا وخوف پیدا ہوگا اور جنت کی نعمتوں کو سوچو اس سے محبت وشوق پیدا ہوگا۔

خلود مومن اس کے ایمان کا بدلہ ہے

ارشاد: بعض نے خلود پر یہ اشکال کیا ہے کہ عمل متناہی پر ثواب غیر متناہی عقل کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تم بے وقوف ہو، انعام چاہے جتنا بھی زیادہ ہو اس کو خلاف عقل کوئی نہیں کہہ

سکتا۔ دوسرے ہم کو بھی مسلم نہیں کہ عمل متناہی ہے۔ کیونکہ خلود ایمان کا بدلہ ہے اور ہر مومن کی نیت یہ ہے کہ میں ہمیشہ مومن رہوں گا خواہ ہزار سال کی عمر ہو یا ایک لاکھ برس کی۔ کوئی مسلمان زوال ایمان کا وسوسہ بھی نہیں لاتا ونية المومن ابلغ من عمله۔

غیر مقصود کے درپے ہونا تجوز عن الحد ہے

ارشاد: آج کل کی ترقی کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شے حد پر نہ رہے بس جس چیز کے درپے ہوتے ہیں اس میں بڑھتے چلے جاتے ہیں مثلاً سلطنت کا شوق ہوا تو اب بعض اہل سائنس چاند میں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ بغرض سلطنت۔ حالانکہ سلطنت سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہمارے تعلقات وابستہ ہیں وہاں تک ہم دوسروں سے مامون رہیں تاکہ اطمینان سے زندگی بسر ہو۔ اور نظام تمدن قائم رہے اور خود اہل سائنس کا اقرار ہے کہ کرۂ قمر ویران ہے تو اس صورت میں وہاں جا کر کس پر سلطنت کریں گے اور اگر یہ کہا جاوے کہ چاند میں جانے کی محض تحقیق علمی مقصود ہے تب بھی یہ تجاوز عن الحد ہے، اس لئے کہ یہ شمس وقمر سے جو مصالح متعلق ہیں وہ ان تحقیقات پر موقوف نہیں بدون اس تحقیق کے بھی وہ منافع پہنچ رہے ہیں۔ غرضیکہ یہ ہوس ترقی نہیں بلکہ ترقی کا ہیضہ ہے کیونکہ غیر مقصود کے درپے ہونا تجاوز عن الحد ہے۔

فضول تحقیقات کے پیچھے جان دینا حماقت ہی حماقت ہے

ارشاد: آج کل اس پر بھی فخر ہے کہ ہم نے جدید تحقیقات میں جانیں تک دیدی ہیں، حالانکہ فضول باتوں میں جان دینا ایک فضول حرکت ہے، تمہارے جان دینے پر جب کوئی ثمرہ مرتب نہ ہوا تو اس پر فخر کرنا ایسا ہوا جیسے کوئی سنکھیا کھا کر جان دے اور فخر کرے کہ میں بڑا بہادر ہوں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ پوری حماقت ہے، اسی طرح ان فضول تحقیقات کے پیچھے جان دینا حماقت ہی حماقت ہے

دوستوں سے باتیں کرنا عبادت ہے

ارشاد: دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔ کیونکہ تطییب قلب مومن بھی عبادت ہے۔

مزاح کا طریقہ و مقصود شرع

ارشاد: خلاف وقار صرف وہ مزاح ہے جس میں کوئی مصلحت وحکمت نہ ہو اگر مزاح سے مقصود اپنا یا مخاطب کا انشراح قلب و رفع انقباض ہو تو وہ عین مصلحت ہے، مزاح سے خوف وہاں زائل ہوتا ہے جہاں مزاح کرنے والے میں شان رعب کم ہو اور وہ مزاح بکثرت کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام کے علم کا فرق

ارشاد: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم کے سامنے خضر علیہ السلام کا علم ایسا ہے جیسے وائسرائے کے علم کے سامنے کوتوال کا علم کہ جزئیات دقائع کا علم تو کوتوال کو وائسرائے سے زیادہ ہوتا ہے۔ مگر اصول سلطنت اور کلیات قانون کے علم میں وائسرائے کے برابر کوئی حاکم نہیں ہوتا۔

جس شے میں نفع موہوم اور خطرہ غالب ہو تو وہ حرام ہوگی

ارشاد: چاند کے سفر میں نفع تو موہوم اور غیر ضروری اور خطرہ غالب تو یہ سفر حرام ہوگا۔ ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیماً۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں یہ نفع ہے کہ ہمارا نام ہوگا۔ بھلا ان سے پوچھو کہ اس سے تم کو کیا نفع ہوا۔ تم تو ہلاک ہو کر نہ معلوم جہنم کے کس طبقہ میں رہو گے۔ پیچھے اگر نام بھی ہوا تو تم کو کیا فائدہ جیسے بعض لوگ جائیداد وغیرہ حرام حلال سے جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں تا کہ اولاد کے کام آئے۔ لیکن اولاد کے کام آنے سے تم کو کیا فائدہ ہوگا۔ تم جہنم میں جلتے ہو گے اور اولاد گل چھرے اڑاتی ہوگی۔ بخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو نیک نام کی تمنا کی ہے اس کا منشا یہ تھا کہ میرے اقوال وافعال بھی اس طرح محفوظ رہیں گے اور میرا اتباع زیادہ کیا جاوے گا تو ثواب بھی مجھے زیادہ ملے گا اور قرب ودرجات میں بھی ترقی ہوگی۔

تشبہ بالکفار کا حکم

ارشاد: تشبہ بالکفار امور مذہبیہ میں تو حرام ہے۔ اور شعار قومی میں مکروہ تحریمی ہے۔ باقی جو چیز کفار ہی کے پاس ہو اور مسلمانوں کے یہاں اس کا بدل نہ ہو اور وہ شے کفار کی شعار قومی یا امر مذہبی نہ ہو تو اس کا اختیار کرنا جائز ہے۔ جیسے بندوق، توپ، ہوائی جہاز، موٹر وغیرہ۔

شرائط جواز ایجادات

ارشاد: اسلام ایجادات تو نہیں سکھاتا لیکن اصول ایجادات کی تعلیم دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی ایجاد کو اس طرح اختیار نہ کرو جس سے دین میں خلل ہو یا جان کا خطرہ ہو یا یہ کہ بے ضروری ایجادات کے درپے ہو کر ضروری کاموں کو ضائع نہ کرو اور ضروری ایجادات میں بھی اس کا لحاظ رکھو کہ موہوم منفعت کے لئے خطرہ قویہ کا تحمل نہ کرو۔

اسلام میں تعصب نہیں غیرت ہے

ارشاد: اسلام میں تعصب نہیں ہاں غیرت ہے کہ جو چیز مسلمانوں کے پاس بھی ہے اور کفار کے پاس بھی ہے صرف وضع قطع کا فرق ہے۔ اس میں اسلام نے تشبہ بالکفار سے منع کیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے علیکم بالقوس العربی بھا یفتح اللہ علیکم اس میں علاوہ گناہ کے ایک بے عزتی بھی تو ہے کہ بلا وجہ اپنے کو دوسری قوموں کا محتاج ظاہر کیا جاوے۔

عورتوں کو آزادی دیجاوے تو پھر ان کی روک تھام مشکل ہے

ارشاد: اگر عورتوں کو آزادی دے دی جاوے تو پھر ان کی آزادی کی روک تھام بہت دشوار ہے۔ (جیسا کہ اہل یورپ کو دشواریاں پیش آ رہی ہیں) کیونکہ اول تو آزادی کی روک تھام عقل سے ہوتی ہے اور عوتوں میں عقل نہیں ان کا ناقص العقل ہونا مشاہد ہے۔ دوسرے طبعی قاعدہ یہ ہے کہ جو قوت ایک زمانہ تک بندرہی ہو جب اس کو آزادی ملتی ہے تو ایک دم سے ابل پڑتی ہے۔

شریعت کو تکثیر نہیں بلکہ کمال مطلوب ہے

ارشاد: قاعدہ عقلیہ ہے کہ حدود و قیود موجب تقلیل محدود ہیں مگر شریعت کو تکثیر مطلوب نہیں، بلکہ کمال مطلوب ہے گو قلت ہی کے ساتھ ہو۔

طالب علموں کے لئے مفید دستور العمل

ارشاد: طالب علم تین باتوں کا لحاظ رکھے اور ہمیشہ کے لئے ان پر دوام رکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی استعداد اچھی ہوگی۔ ایک یہ کہ سبق سے پہلے مطالعہ کرے دوسرے سبق سمجھ کر پڑھے بدون سمجھے آگے نہ چلے۔ تیسرے یہ کہ سبق پڑھنے کے بعد ایک بار اس کی تقریر کر لیا کرے۔ خواہ تنہا یا جماعت کے ساتھ۔ تکرار کر کے اس سے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں کیونکہ زیادہ محنت کا انجام اچھا نہیں۔

اسماء الٰہیہ توفیقی ہیں

ارشاد: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اسمائے الٰہیہ توفیقی ہیں جو سماع پر موقوف ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو شافی کہنا جائز ہے لیکن طبیب کہنا جائز نہیں۔

مل کر کام کرنے کے معنی

ارشاد: مل کر کام کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح بڑھئی اور معمار مل کر تعمیر کا کام شروع

کرتے ہیں کہ وہ الگ اپنا کام کرتا ہے وہ الگ اسی طرح لیڈر علماء سے استغناء کر کے کام کریں یہ نہیں کہ مولوی صاحب بھی لیڈروں کے ساتھ جھنڈا لے کر پہنچ جاویں، ہر قوم کے لئے تقسیم خدمات ضروری ہیں بدون اس کے کام نہیں چل سکتا۔ پس مطالب قرآن وحدیث اور احکام لیڈروں کو علماء سے پوچھنا چاہئے اور ترقی قومی کے اسباب ووسائل لیڈروں کو سوچنا چاہئے۔

مقصود شریعت اعتدال واقتصاد ہے

ارشاد: مقصود شریعت اعتدال واقتصاد ہے اور یہ بدون حفظ حدود کے حاصل ہو نہیں سکتا کیونکہ اعتدال کے لئے افراط وتفریط سے احتراز لازم ہے۔

واجبات کی تقدیم مستحبات پر لازم ہے

ارشاد: ہر کام کی تکمیل کا قاعدہ ہے کہ پہلے ان کوتاہیوں کو پورا کیا جاوے جن پر ان کی صحت اور مقبولیت موقوف ہے۔ پھر اگر خدا ہمت دے تو ان کے مستحبات اور نوافل اور زوائد کو بھی پورا کیا جاوے جن سے اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ کے لئے تعدد ازواج میں مصلحت

ارشاد: حضور ﷺ کے لئے تعدد ازواج میں مصلحت تھی اشاعت احکام کی کہ دوسری عورتیں ازواج کے واسطے سے سوال باآسانی کر لیا کریں اور جو بات ان کی سمجھ میں نہ آوے ازواج مطہرات کے ذریعہ سے بخوبی سمجھ لیا کریں۔

ناپاکی وہمیہ کا حکم

ارشاد: فقہاء فرماتے ہیں کہ جب تک قسم کھا کر یہ نہ کہہ سکے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا اس وقت تک وہ باوضو ہے۔ اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے کہ جب تک یقین نہ ہو جائے کہ ان میں ناپاکی لگ گئی ہے، اس وقت تک کپڑوں کو پاک سمجھنا چاہئے خواہ کیسے ہی جہاز کے پاخانے غلیظ ہوں، احتیاط کر کے بیٹھو اور احتیاط سے اٹھو۔ جب ناپاکی کپڑوں پر نظر نہ آئے ان کو پاک ہی سمجھو اگر چکر آتا ہو کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو نماز بیٹھ کر یا لیٹ ہی کر پڑھ لے۔ اور اگر دوران سفر کی وجہ سے کپڑے کے پاک کرنے اور دھونے کی طاقت نہ ہو نہ کوئی رفیق یہ کام کر سکتا ہو نہ زیادہ کپڑے اس کے پاس ہوں تو اسی ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ لے۔

کسی کے معاملہ میں خود دخل دینا مناسب نہیں

ارشاد: میری عادت نہیں کہ خود کسی معاملہ میں دخل دوں، میرے اوپر غیرت کا غلبہ زیادہ ہے اس لئے خود کسی معاملہ میں دخل دینے کو جی نہیں چاہتا یہ خیال ہوتا ہے کہ میرا تو کام نہیں میں کیوں دخل دوں کسی کو لاکھ دفعہ غرض پڑے اپنی اصلاح کا طریقہ دریافت کرے ورنہ میری جوتی کو غرض پڑی ہے کہ اپنے آپ تو کسی کو اپنی اصلاح کا قصد نہ ہو اور میں اس کے پیچھے پڑتا پھروں اگر کسی وقت شفقت کا غلبہ ہوتا ہے تو میں خود بھی نرمی سے کہہ دیتا ہوں۔

حج کے سفر میں لڑائی جھگڑے کا راز

ارشاد: حج کے سفر میں زیادہ تر لڑائی جھگڑا اس لئے پیش آتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے توقع ہوتی ہے پھر جب اس توقع کے خلاف برتاؤ ہوتا ہے تو جھگڑے پیش آتے ہیں اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سفر حج کے زاد میں کسی کو شریک نہ کرے اس شرکت کی وجہ سے ہر شریک کو دوسرے سے امداد و راحت رسانی کی توقع ہوتی ہے۔ اور سفر کی حالت میں بعض دفعہ انسان اپنی بھی امداد نہیں کر سکتا تو دوسرے کی کیا خاک امداد کرے گا اسلئے ضرورت اس کی ہے کہ ہر شخص اپنا سامان کھانے پینے کا جدا رکھے اور انتظام پکانے کا بھی الگ کرے دوسرے کسی سے کچھ توقع نہ رکھے اس کے بعد اگر کسی سے ذرا سی بھی راحت پہنچ جائے گی تو اس کی قدر ہوگی اور نہ پہنچے گی تو شکایت نہ ہوگی۔

تقویٰ کا ہیضہ

ارشاد: فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص گیہوں کا ایک دانہ لئے پھرے تشہیر کے لئے اس کو سزا دینی چاہئے۔ کیونکہ یہ تقویٰ کا ہیضہ ہے اس کا انجام ابتلافی المعصیت ہے۔

حجر اسود میں کسوٹی کی خاصیت ہے

ارشاد: محققین نے لکھا ہے کہ حجر اسود میں کئی خاصیتیں ہیں یعنی اس میں یہ خاصیت ہے کہ استلام کے بعد جیسا شخص ہوتا ہے وہ اپنی اصل خلقت میں ظاہر ہو جاتا ہے پس جس کی حالت حج کے بعد پہلے سے اچھی ہو جائے۔ سمجھو کہ اس کا حج قبول ہوا اور جس کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو جاوے اس کا حج قبول نہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

سفر حج میں ناگواری کا راز

ارشاد: حج میں کلفت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتے ہیں اسی لئے سفر میں جب کوئی بات اپنی شان کے خلاف پیش آتی ہے تو اس سے ناگواری ہوتی ہے پھر اس سے دوسروں سے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اگر ہر شخص اپنے آپ کو مٹا دے اور عزت و آبرو کو بالائے طاق رکھ دے اور اپنے کو سب کا خادم سمجھے تو یہ باتیں پیش ہی نہ آئیں۔

حج نہ کرنے میں سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے

ارشاد: اگر حج نہ کیا تو سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے اور حج کرنے میں تو صرف یہی اندیشہ ہے کہ قلعی کھل جاوے گی وہ اس وقت جبکہ اس کے آداب و شرائط کا لحاظ نہ کیا جاوے۔ ورنہ اکثر یہی ہوتا ہے۔ شوق و محبت سے جو حج کیا جاتا ہے اس سے دینداری میں ترقی ہی ہو جاتی ہے۔

ضعفاء کا تھوڑا سا عمل اقویا کے عمل کثیر سے بڑھ جاتا ہے

ارشاد: اگر عورتیں ذرا صبر و تحمل سے کام لیں تو ان کو مردوں سے زیادہ ثواب ملے۔ کیونکہ یہ ضعیف و کمزور ہیں اور ضعفاء کا تھوڑا سا عمل بھی قوی آدمی کے بہت سے اعمال سے بڑھ جاتا ہے۔

کامل الایمان کی شناخت

ارشاد: تم میں کامل الایمان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ خلق و لطف سے پیش آوے۔

سلوک جذب سے مقدم ہوتا ہے

ارشاد: مقتضائے حکمت یہی ہے کہ سلوک جذب سے مقدم ہوتا کہ جذب کا تحمل ہو جاوے۔

مجذوب گو مقبول مگر کامل نہیں

ارشاد: مجذوب گو مقبول ہیں مگر کامل نہیں۔ کیونکہ وہ اعمال سے محروم ہیں اور ترقی اعمال ہی سے ہوتی ہے ورنہ ارواح کو عالم ارواح سے عالم اجسام میں نہ بھیجا جاتا کیونکہ عالم ارواح میں ارواح حامل احوال تھیں مگر حامل اعمال نہ تھیں چنانچہ ارواح میں محبت اس درجہ تھی کہ اس محبت ہی کی وجہ سے حمل امانت پر آمادہ ہو گئیں اس کا منشاء محبت و عشق ہی تھا۔

ارواح کے عالم اجسام میں بھیجے جانے کی حکمت

ارشاد: ارواح کو عالم اجسام میں بھیجنے سے مقصود قرب خاص ہے یعنی وہ قرب جو اعمال سے

حاصل ہوتا ہے کیونکہ بہت سے اعمال وہاں یعنی عالم ارواح میں ممکن نہ تھے۔ کیونکہ بعض اعمال کا تعلق جسد سے ہے۔ مثلاً روزہ کیسے رکھا جاتا۔ وہاں بھوک ہی نہ تھی حج کیسے ہوتا وہاں مال ہی نہ تھا اور مصائب پر صبر کیسے ہوتا وہاں بیماری اور موت ہی نہ تھی اس لئے حکمت حق مقتضی ہوئی کہ ارواح کو عالم اجسام میں بھیجا جاوے۔

نماز میں ہمارے اور حضور ﷺ کے سہو کی علت

ارشاد: نماز میں سہو نبوی کی علت بھی عدم استحضار افعال صلوٰۃ ہے لیکن ہماری عدم توجہ الی الصلوٰۃ کا منشاء تو یہ ہے کہ ہم کو ایسی چیز کی طرف توجہ ہوتی ہے جو نماز سے ادنیٰ ہے یعنی دنیا اور حضور ﷺ کی عدم توجہ الی الصلوٰۃ کا منشاء یہ ہے کہ آپ کو ایسی چیز کی طرف توجہ ہوتی تھی جو نماز سے اعلیٰ ہے۔ یعنی ذات حق۔ خوب سمجھ لو۔

حق تعالیٰ ہم کو راحت دینا چاہتے ہیں

ارشاد: مصائب میں انا للہ کی تعلیم بتلا رہی ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو راحت دینا چاہتے ہیں اور پریشانی میں رکھنا نہیں چاہتے۔ غرضیکہ احکام سے، معاملات سے، صفات رحمت اور شفقت و رافت کے غلبہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے لئے آسانی چاہتے ہیں۔

شق اہون کے اختیار میں عبدیت کا اظہار ہے کہ میں عاجز ہوں!

ارشاد: رسول مقبول ﷺ ہمیشہ آسان صورت اختیاری فرماتے تھے۔ جب دو باتوں کا اختیار دیا جاتا ہے اس میں ایک لطیف حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ میں شان عبدیت کا بہت غلبہ تھا اور یہی آپ کا سب سے بڑا کمال تھا اور قوی شق کے اختیار کرنے میں گویا قوت کا دعویٰ ہے اور شق اہون کے اختیار کرنے میں عبدیت کا اظہار ہے کہ میں عاجز ہوں۔

حکیم ہونے کا معیار

ارشاد: شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حکیم کا معیار یہ لکھا ہے کہ صوفی بھی ہو، فقیہ بھی ہو، محدث بھی ہو۔

خوشگوار دنیا دین ہی کے ساتھ میسر ہوتی ہے

ارشاد: خوشگوار دنیا دین ہی کے ساتھ میسر ہوتی ہے اور یہ دنیا و دین کے ساتھ مثل سایہ کے

ہے۔ پرندہ کو پکڑلو سایہ اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور تنہا سایہ کو پکڑنا چاہو تو یہ ممکن نہیں۔ پس مسلمانوں کو تو شریعت سے الگ ہو کر دینوی ترقی نصیب نہیں ہوسکتی۔

مجاہدہ کی حقیقت

ارشاد: شریعت نے تو ہم کو مشقت اور پریشانی سے ہر طرح بچایا ہے اس لئے مشقت اور پریشانی میں قصداً پڑنا خلاف مرضی الٰہی ہے اور مجاہدہ نہیں بلکہ مجاہدہ صرف وہ مشقت اور پریشانی ہے جس میں ہمارے قصد واختیار کو دخل نہ ہو۔

حق تعالیٰ کو اعمال باطنہ میں بھی یسر ہی مطلوب ہے

ارشاد: حق تعالیٰ کو اعمال ظاہری کی طرح اعمال باطنہ میں بھی یُسر ہی مطلوب ہے، عسر مطلوب نہیں مثلاً ذکر میں نیند غالب ہوگئی تو اول تو توجہ الی الذکر سے اس کو دفع کرو اگر دفعہ ہوگئی تو سمجھ لو کہ وہ نوم کاذب تھی اور اگر دفع نہ ہو تو پڑ کر سو رہو اور مشقت برداشت کر کے نہ جاگو ورنہ مرض لگ جائے گا۔

علیکم من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا حدیث بھی ہے۔

اصلاح قلب کے لئے قطع علائق ضروری ہے

ارشاد: اصلاح قلب بدون تمام علائق قطع کئے نہیں ہوسکتی اور قطع تعلقات سے مراد تقلیل غیر ضروری تعلقات کی ہے اور ضروری تعلقات کی تکثیر مطلق مضر نہیں۔ مثلاً اگر ایک کنجڑا صبح شام تک ''لیلو امرودا!'' کی صدا لگا پھرے تو رائی برابر بھی ضرر نہ ہوگا نہ نور قلب میں کمی آئے گی کیونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور اگر ایک دفعہ بھی بے ضرورت کام کیا تو سارا نور قلب برباد ہو جائے گا۔

تعلقات غیر ضروریہ میں پھنسنا دراصل حظ نفس کے لئے ہے

ارشاد: بعض لوگ تعلقات غیر ضروریہ کو اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ ان کو اس میں حظ نفس آتا ہے ان کا جی چاہتا ہے کہ یہ کام بھی کرلیں وہ بھی کرلیں مگر اس کا نام ایثار و خدمت خلق رکھ لیا ہے مگر حقیقت میں اپنی خواہشیں پورا کرنے کے لئے ایک بہانہ ڈھونڈ لیا ہے۔

حضور ﷺ کے عمل غالب کی دو قسمیں ہیں

ارشاد: عمل غالب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو وقوعاً کثیر ہو، دوسرے وہ جو مقصوداً کثیر ہو گو عملاً قلیل ہو۔ جیسے تراویح کی نماز گو عملاً سوائے چند راتوں کے حضور ﷺ کے ساتھ تراویح پڑھنا ثابت نہیں مگر

احادیث کے اندر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے عذر کی وجہ سے اس پر مواظبت فرمائی لیکن مواظبت آپ کو مطلوب ضرور تھی۔

دل کے تباہ ہونے کی علامتیں

ارشاد: مبصر شیخ یہ ادراک کر لیتا ہے کہ تمہارے فعل کا منشاء حظ نفس ہے یا اتباع سنت، وعظ کر کے دل خوش ہو، تعلقات ماسوی اللہ میں دل پھنسا ہو، یکسوئی سے کورا ہو، نماز پڑھنے میں حظ نہ آتا ہو، ہاں وعظ چاہے جتنا کہلوالو اس میں حظ آتا ہو جلسوں میں شرکت کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں یہ حالت دل کے تباہ ہونے کی علامت ہے۔

مشورہ کی خاصیت

ارشاد: مشورہ میں خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔ يد الله على الجماعة وما خاب من استخار ما ندم من استشار او كما قال صلى الله عليه وسلم.

حضرت گنگوہیؒ کے تمکین کی حالت

ارشاد: حضرت مولانا گنگوہیؒ کے تمکین کی یہ حالت تھی کہ "ایک پردیسی بی بی آپ سے بیعت ہوئی اور تھوڑی دیر میں اپنی نہایت بے قراری کی اطلاع کر کے درخواست کی اب میں جا رہی ہوں ایک بار زیارت کی تمنا اور ہے، مولانا نے صاف فرمایا کہ مجھے فرصت نہیں۔ یہ ابوالوقت کی شان ہے۔ ظاہر میں یہ جواب بے رحمی کا تھا۔ مگر حقیقت میں یہ عین رحمت تھی، تاکہ خلق جلد قطع ہو جائے کوئی ابن الوقت ہوتا تو غلبہ رحمت سے فوراً جا کر اپنی زیارت کرا دیتا کہ ایک مسلمان کا جی برا نہ ہو، مگر مولانا نے اس پہلو کے ساتھ دوسرے پہلو پر بھی نظر فرمائی کہ اس وقت اس پر جدائی کا قلق غالب ہے۔ پھر نہ معلوم اس رنج و غم میں وہ کہیں سامنے آ جائے یا پیروں پر گر پڑے یا کیا کرے، اس لئے صاف فرما دیا کہ مجھے فرصت نہیں اور ذرا اس کی فرمائش سے متاثر نہ ہوئے۔

انسان کے لئے ریڑھ کی ہڈی بمنزلہ تخم کے ہے

ارشاد: انسان کے کل اجزاء فنا ہو جاویں گے مگر ریڑھ کی ہڈی فنا نہ ہوگی۔ قیامت میں اسی ہڈی سے انسان کا تمام جسم بن جائے گا۔ جیسا کہ گٹھلی سے درخت پیدا ہو جاتا ہے گویا کہ یہ جز بمنزلہ تخم کے ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔ ان الانسان يفنى او لا يبقىٰ منه شئٌ الا عجب الذنب.

حکمت خود حق تعالیٰ کے تصرفات کے تابع ہے

ارشاد: اللہ تعالیٰ اپنے تصرفات واحکام میں حکمتوں کے تابع نہیں بلکہ حکمت ان کے تصرفات کے تابع ہے۔ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ حکمت کو سوچ کر تصرف کریں بلکہ وہ جو تصرف کرتے ہیں حکمت خود ادھر ہی ہو جاتی ہے۔

امن کی جڑ

ارشاد: اوامر شرعیہ پر عمل کرنا اور نواہی شرع سے بچنا یہ جڑ ہے امن کی اور یہی دافع ہے فساد کا۔

وادعوہ خوفا و طمعاً میں ایک عجیب تعلیم ہے

ارشاد: وادعوہ خوفًا و طمعاً اس میں تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ نہ تو عبادت کو ایسا کامل سمجھو کہ ناز کرنے لگو۔ نہ ایسا ناقص سمجھو کہ بے کار سمجھنے لگو۔

مبنیٰ شرف انسان کا اعمال ہیں

ارشاد: انسان اشرف المخلوقات اس وقت ہے جبکہ وہ احکام الٰہیہ کا اتباع کرے ورنہ بصورت مخالفت جمادات وحیوانات ہی اس سے اچھے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی مخالفت تو نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ شرف انسان کے لوازم ذات سے نہیں بلکہ مبنیٰ شرف کا اعمال ہیں۔

انسان کو آئندہ کی خبر نہ دینا حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے

ارشاد: حق تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت ہے کہ سب کام اپنے قبضہ میں رکھا اور کسی کو کچھ خبر نہیں دی کہ کل کو کیا ہونے والا ہے۔ ورنہ یہ اپنے ہاتھوں ہلاک ہو جاتا ہے۔ لو اتبع الحق اھواء ھم لفسدت السمٰوت والارض الخ.

کشف بعض دفعہ وبال جان ہو جاتا ہے

ارشاد: علم محیط بشر کے لئے حاصل ہونا محال ہے اور کشف میں علم محیط نہیں ہوتا اس لئے کشف بعض دفعہ وبال جان ہو جاتا ہے۔

ساری مخلوقات کا وجود انسان ہی کے لئے ہے

ارشاد: حق تعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے پہلے تمام عالم کو اسی کی خاطر اور اسی کے واسطے پیدا کیا۔ پھر جب انسان ہلاک ہو جائے گا تو سارا عالم بھی ہلاک ہو جائے گا کیونکہ جس کے لئے یہ ساز و

سامان تھا جب وہی نہ رہا تو اس کے رہنے سے کیا فائدہ۔

جنت کو پہلے سے پیدا کرنے کی حکمت

ارشاد: حق تعالیٰ نے زمین وآسمان کو تو پہلے پیدا کیا ہے جنت کو بھی پہلے پیدا کر دیا۔ حالانکہ اس کی ضرورت اس عالم کے بعد انسان کو ہوگی۔ کیا ٹھکانا ہے اس کی رحمت کا، اور اس میں راز یہ ہے کہ انسان کو جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ میرا اصلی گھر جہاں ہر قسم کی راحت وآسائش ہے اس وقت موجود ہے تو اس کو ادھر زیادہ رغبت ہوگی اور دنیا میں اس کا دل نہ لگے گا اور اگر اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ جنت تو ابھی بنی نہیں دنیا کے فنا ہونے کے بعد بنے گی تو اکثر طبائع کو عالم آخرت کی طرف رغبت نہ ہوتی اگر ہوتی تو بھی کم ہوتی کیونکہ معدوم کی طرف رغبت ہونا انسان کے طبائع میں نادر ہے گو وہ معدوم کیسا ہی یقینی الوجود ہو۔

بلوغ کے وقت عقل کامل ہو جاتی ہے پھر تجربہ بڑھتا ہے

ارشاد: بلوغ کے وقت عقل تو کامل ہو جاتی ہے لیکن تجربہ کم ہوتا ہے اور تیس وچالیس سال کی عمر میں تجربہ بھی کافی ہو جاتا ہے اس عمر میں کچھ عقل نہیں بڑھتی بلکہ تجربہ بڑھ جاتا ہے، لیکن تجربہ کی وجہ سے اس کی باتوں اور اعمال میں پختگی اور استواری پیدا ہو جاتی ہے اور اس سبب سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ تیس وچالیس سال کی عمر میں عقل زیادہ ہو جاتی ہے۔

شریعت کی موافقت وعدم موافقت کی تمثیل

ارشاد: خدا کی قسم جو شخص شریعت کے موافق چل رہا ہو وہ بادشاہ ہے گو ظاہر میں سلطنت نہ ہو، اور جو شخص شریعت سے ہٹا وہ پنجرہ میں مقید ہو گو ظاہر میں بادشاہ ہو۔

باطل کا خاصہ بے اطمینانی وعدم سکون ہے

ارشاد: باطل کا خاصہ ہے کہ اس سے اطمینان وسکون کبھی حاصل ہوتا ہی نہیں، ہاں کوئی جہل مرکب میں مبتلا ہو تو اور بات ہے، مگر اس کو بھی اہل حق کے برابر ہرگز اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔

رضائے حق ہر حال میں مقدم ہے

ارشاد: خدا کی قسم اگر ہم کو پاخانہ اٹھانا پڑے اور خدا ہم سے راضی رہے تو وہی ہمارے لئے سلطنت ہے اور اگر خدا راضی نہ ہوا تو لعنت ہے ایسی سلطنت پر جو خدا کو ناراض کر کے حاصل کی جائے۔

خدا کے نزدیک اچھے ہونے کی فکر جس کا حصول امتثال اوامر واجتناب نواہی سے ہوتا ہے

ارشاد: مسلمانوں کو ہر حال میں احکام شرعیہ کو اپنا رہنما بنانا چاہئے خواہ مال ملے یا نہ ملے۔ جاہ حاصل ہو یا نہ ہو، طعنے سننے پڑیں یا تعریف کسی بات کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ کسی کے برا کہنے سے انسان برا نہیں ہو جاتا اور کسی کے بھلا کہنے سے بھلا نہیں ہو جاتا اگر تم خدا کے نزدیک اچھے ہو تو چاہے ساری مخلوق تم کو کافر و فاسق زندیق کہے تو کوئی اندیشے کی بات نہیں اور اگر خدا کے نزدیک مردود ہو تو چاہے ساری دنیا تم کو غوث وقطب کہے۔ اس سے کچھ نفع نہیں۔

دین کو غارت کر کے چندہ لینے کی مثال

ارشاد: چندہ ذریعہ ہے دین کا تو دین کو اس کے واسطے غارت نہ کرنا چاہئے۔ اور دین کو غارت کر کے چندہ لیا تو یہ تو ایسا ہوا جیسے چھت کی مرمت کے لئے سیڑھی کی ضرورت تھی اور کوئی یہ کرے کہ چھت ہی میں سے دو کڑیاں نکال کر ان کی سیڑھی بنالے۔

نرم برتاؤ فی نفسہ مامور بہ ومحمود ہے

ارشاد: ایک فریق مقابلے میں نرم ہو جاوے تو اس کا دوسرے پر بھی اثر ہوتا ہے اور وہ بھی نرم ہو جاتا ہے اور نرم برتاؤ فی نفسہ مامور بہ اور محمود ہے۔

ہمارے فساد مذاق کا اثر

ارشاد: ہم لوگ ایسے فاسد المذاق ہو گئے ہیں کہ بلا حکومت اور دباؤ کے مل کر کوئی کام نہیں کر سکتے۔

درستی معاد کے لئے علم کی ضرورت

ارشاد: درستی معاد ہوتی ہے علم سے اس واسطے علم کی سخت ضرورت ہے۔

دین کے عام فہم ہونے کا راز

ارشاد: عام آدمیوں کی سمجھ میں دین کی بات آ جاتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ دین کی فطرت کے بہت قریب ہے۔ جس کی فطرت میں سلامتی ہو اس کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے۔

میدان حشر کے وسعت کی تمثیل

ارشاد: حشر میں جب اگلے پچھلے مردے انسان اور حیوان اور حشرات زندہ ہو جاویں گے تو یہ زمین اس طرح کافی ہوگی کہ زمین کو وسعت دیدی جائے گی۔ جیسے ربڑ کو پھیلا دیں تو وہ بڑھ جاتی ہے کہ ربڑ پہلے چھوٹا ہوتا ہے۔ مگر کھینچنے سے بڑھ جاتا ہے۔

ہر فعل میں اختیاری وغیر اختیاری جز ہے

ارشاد: آدمی کا اختیاری فعل نیت کرنا اور بقدر وسعت کوشش کرنا ہے۔ اس کی تکمیل اور نتیجہ کا متفرع ہو جانا یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

سالک کے لئے امراء کی صحبت سے اجتناب ضروری ہے

ارشاد: امراء کی صحبت میں اکثر ایک زہریلا مادہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی ہاں میں ہاں ملانی پڑتی ہے اگر ذرا بھی اس بات کا خوف ہو تو اس شخص کو جو اپنے قلب کی محافظت کرنے والا ہے ایسی جگہ نہ جانا ہی بہتر ہے۔ خواہ وہ خوف امیر کے جبروت وسطوت کی وجہ سے ہو یا اپنے ضعف قلب کی وجہ سے ہو۔

رسومہ قدیمہ کے نہ چھوڑنے کی علت

ارشاد: رسوم قدیمہ کے چھوڑنے میں ذلت اور طعن کی پروا کرنا محض اس وجہ سے ہے کہ دین کی وقعت نہیں یا دیندار بننے کی خواہش نہیں کیونکہ مشاہدہ ہے کہ جس چیز کی وقعت انسان کی نظر میں ہو یا اس سے محبت ہو تو اس کی تحصیل میں ذلت وطعن کی ہرگز پروا نہیں، پھر جو لوگ برادری کی ملامت کا بہانہ کرتے ہیں ان کے واسطے ایک اور جواب ہے وہ یہ کہ جیسے تمہاری دنیا کی ایک برادری ہے دین کی بھی تو ایک برادری ہے یعنی علماء وصلحاء، ہم نے مانا کہ اس کے چھوڑنے میں دنیا کی برادری تم کو برا کہے گی، مگر دینی برادری تم کو اچھا کہے گی اور دعا دے گی اور اس سے بڑھ کر ایک اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہوں گے رسول اللہ ﷺ راضی ہوں گے۔

اصلاح اعمال واصلاح نفس کا مدار

ارشاد: جتنے گناہوں میں ہم مبتلا ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ ہم نفس کو مشقت سے بچانا چاہتے ہیں اور جتنے اوامر کو ہم ترک کر رہے ہیں اس کی اصل بھی یہی ہے پس معلوم ہوا کہ اصلاح اعمال واصلاح نفس کا مدار عادی مجاہدہ پر ہے۔

سجدہ للقدم اور سجدہ علی القدم کا فرق

سجدہ للقدم تو یہ ہے کہ جائے قدم کو سجدہ کیا جاوے یہ شرک صریح ہے اور سجدہ علی القدم یہ ہے کہ جائے قدم پر سجدہ کیا جاوے۔ حصول برکت کی نیت سے یہ شرک صریح نہیں مگر خطرہ سے خالی نہیں اگر ایسا ہی کسی کو شوق ہو تو وہ موضع قدم پر قدم رکھے اور موضع سجود پر سجدہ کرے، موضع قدم پر سجدہ نہ کرے۔

بدعت کی تعریف

ارشاد: بدعت کہتے ہیں مقاصد شرعیہ کے بدلنے کو غیر مقصود کو مقصود بنادے یا مقصود کو غیر مقصود بنادے۔

محبت وعظمت کا بڑا فائدہ

ارشاد: محبت وعظمت۔ سوال عن الحکمت وانتظار علم حکمت سے مانع ہے۔

استخارہ کا محل

ارشاد: استخارہ کا محل ایسا امر ہے جس میں ظاہراً بھی نفع وضرر دونوں کا احتمال ہے۔

موت سے توحش عام کا سبب

ارشاد: موت سے توحش عام کا سبب یہ ہے کہ لوگ آخرت کو ہُو کا میدان سمجھتے ہیں۔ اور آخرت کی نعمتوں سے غافل ہیں۔

روح کو جسم سے تعلق کی مثالیں

ارشاد: روح کو تعلق جسم سے ایسا ہے جیسا کہ (۱) آفتاب کو زمین سے کہ اس کو زمین سے تعلق تو ہے کہ تمام عالم اس سے منور ہے مگر وہ زمین کے اندر مقید نہیں بلکہ وہ تو اتنا بڑا ہے کہ زمین سے صد ہا حصے زیادہ ہے۔ (۲) یا یوں سمجھو کہ جیسا کہ ایک پیالہ یا لگن میں پانی بھر کر رکھا جاوے تو اس میں آفتاب کا جرم نظر آتا ہے۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آفتاب اس کے اندر مقید ہے (۳) یا یوں سمجھو کہ آپ آئینہ میں اپنی صورت دیکھتے ہیں تو اس وقت آئینہ سے آپ کو تعلق تو ہوتا ہے مگر کیا آپ آئینہ کے اندر مقید ہیں ہرگز نہیں پس مرنے کے بعد روح کو جسم سے ایسا تعلق ہوتا ہے کہ جیسا کہ آپ کو آئینہ سے تعلق ہے، یا آفتاب کو زمین سے یا آفتاب کے جرم کو لگن کے پانی سے۔

قبر ظاہری محض جسم کے لئے قید ہے۔

ارشاد: یہ قبر ظاہری محض جسد کے لئے تو قید ہے روح کے لئے نہیں اور انسان کی حقیقت روح ہے نہ کہ جسد اور اعمال سیئہ سے جو قبر میں تنگی ہوتی ہے اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ یہ گڑھا تنگ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی اس گڑھے میں دفن نہ کیا جاوے تو کیا وہ اس تنگی سے بچ جاوے گا بلکہ وہ تنگی اور قسم کی ہے۔

لذات آخرت کا مقابلہ لذات دنیا سے

ارشاد: جب ہم لوگ آخرت کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو اس وقت یہاں کی لذات کو لذات کہنے سے شرمائیں گے جیسا کہ بدوی کا قصہ مثنوی میں آیا ہے جو بادشاہ کے سامنے سڑے ہوئے پانی کا گھڑا ہدیہ کے طور پر لے گیا تھا بلکہ شاید ان لذات کو سامنے رکھنے سے قے آنے لگے۔

مردہ عزیزوں کی حالت پر حسرت کا علاج

ارشاد: ہم کو آخرت کی نعمتوں اور لذتوں کی خبر نہیں اس لئے جب یہاں آم یا خربوزہ کھاتے ہیں تو اپنے مردہ عزیزوں کو یاد کرتے ہیں کہ ہائے آج وہ نہ ہوا۔ اگر ہم کو یہ بات مستحضر ہوتی کہ بہت نعمائے جنت سے وہ محظوظ و مسرور ہو رہا ہے تو یہ حسرت ہرگز نہ ہوتی۔

حوض کوثر کی تعریف

ارشاد: حوض کوثر کے پانی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ایک دفعہ پانی پی لیا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی، عمر بھر کے لئے پیاس کی کلفت دفع ہو جاوے گی اور لطیف اس قدر ہوگا کہ بدون پیاس کے بھی اس کی طرف رغبت ہوگی اور اس کا مزہ حاصل ہوگا۔

مزار پر پھول چڑھانے کی حقیقت

ارشاد: اولیاء اللہ کے مزار پر پھول چڑھانا بڑی غلطی ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کی روح کو ادراک ہے یا نہیں، اگر ادراک نہیں تو پھول چڑھانے سے کیا نفع اور اگر ادراک ہے تو جو شخص جنت کی شمائم و روائح و عطریات کو سونگھ رہا ہو اس کو ان پھولوں کی خوشبو سے کیا راحت پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ اس کو تو الٹی ایذا ہوتی ہوگی۔

مردہ عزیزوں پر حسرت کی وجہ

ارشاد: اگر آخرت کی لذت وراحت یاد ہوتی تو اپنے عزیز کا یہاں کا چلنا پھرنا یاد نہ کرے (ہاں طبعی غم الگ چیز ہے) بلکہ اس کا جنت میں چلنا پھرنا یاد کرتے اور اس سے خوش ہوتے اور تمنا کرتے کہ ہم بھی وہیں ہوتے دیکھو اگر تمہارا بیٹا حیدرآباد میں جا کر وزیر ہو جائے تو تم یہ تمنا نہ کرو گے کہ وہ حیدرآباد نہ جاتا بلکہ یہ تمنا کرو گے کہ ہم بھی حیدرآباد پہنچ جاتے تو اچھا تھا کہ اپنی آنکھوں سے بیٹے کی عزت و شان دیکھتے۔

جنت میں موت کی تمنا نہ ہوگی

ارشاد: جنت میں جانے کے بعد مرنے کی تمنا قلب میں نہیں آسکتی، کیونکہ موت کو تو دنیا میں کوئی نہیں چاہتا، طبعاً اس سے کراہت ہے اور اگر کسی کا دل موت کو چاہتا بھی ہے تو اس کی وجہ یا تو شدت کلفت ہے جس سے تنگ آ کر انسان موت کی تمنا کرتا ہے اور جنت کلفت سے خالی ہے، یا اشتیاق لقاء اللہ سے اور جنت میں جا کر یہ شوق بھی پورا ہو جائے گا۔

مرنے کے ساتھ ہی تنہائی ختم ہو جاتی ہے

ارشاد: احادیث اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی تنہائی ختم ہو جاتی ہے اور مسلمان کی روح عالم ارواح میں جا کر حضور ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوتی ہے اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے مسرور ہوتی ہے۔ غرض وہاں ہر وقت خوشی ہی خوشی رہے گی اور ایسی خوشی ہوگی کہ دنیا میں اس کا خواب بھی نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔

رنج طبعی کی حکمت

ارشاد: عزیزوں کے انتقال پر رنج کا تو مضائقہ نہیں وہ تو بے اختیاری بات ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کی توجہ الی اللہ کی دولت اس کے ذریعہ سے نصیب ہوتی ہے اور ثواب ملتا ہے مگر یہ حسرت اور دل پھاڑنا واہیات ہے کہ وہ اکیلا ہوگا۔ ہائے وہ ہماری طرح مزے مزے کی چیزوں سے متمتع نہ ہوگا۔ بخدا وہ تم سے زیادہ راحت میں ہے تم اس کی فکر نہ کرو۔

منحوس کوئی دن نہیں

ارشاد: بعض ایام متبرک تو ہیں لیکن منحوس کوئی بھی نہیں۔

دوام ایزدی و دوام جنتی کا فرق

ارشاد: خدا تعالیٰ کا وجود غیر متناہی بالذات ہے اور اہل جنت کا وجود غیر متناہی بالغیر ہے یعنی مشیت کے تابع۔

حقیقی علم کی تعریف

ارشاد: حقیقی علم وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور وہ بدون عمل کے نہیں ہو سکتی پس علم بدون عمل کے جہالت کی مثل ہے۔

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

علم چہ بود آنکہ رہ بنمایدت ☆ زنگ گمراہی ز دل بزدایدت
ایں ہوسہا از سرت بیروں کند ☆ خوف خشیت در دلت افزوں کند
علم نبود غیر علم عاشقی ☆ مابقی تلبیس ابلیس شقی
علم چوں بر دل زنی یارے بود ☆ علم چوں بر تن زنی مارے بود

تصدیق و تائید بھی ایک مشورہ ہے

ارشاد: تصدیق و تائید بھی ایک مشورہ ہے اور مشورہ کی صورت میں اختلاف رائے ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ کو اختلاف رائے سے ناگواری و گرانی نہ ہوتی تھی۔

حکم ملاہی کے اشتغال کا مسجد کے قریب

ارشاد: ملاہی کا اشتغال مسجد کے قریب اگر موجب استخفاف و اذلال دین یا اغاظت و اشتغال اہل دین من حیث الدین ہوتا ہو کفر ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ **ما کان صلاتھم عند البیت الامکا ا و تصدیہ فذوقوا لعذاب بما کنتم تکفرون**۔ رہا قصد استخفاف و اذلال یا اغاظت و اشتعال اس کا مدار قرائن مقالیہ یا حالیہ پر ہے اسی سے جواب ہو گیا۔ اس شبہ کا کہ مسلمان بھی تو ایسی حرکت کرتے ہیں اور اس شبہ کا کہ مسجد کے پشت پر بجانے سے کیوں ناگواری نہیں ہوتی۔ جواب ظاہر ہے کہ وہاں قصد اذلال یا اشتعال نہیں ہوتا۔

انسان کے عالم اکبر ہونے کی وجہ

ارشاد: صوفیہ کہتے ہیں کہ انسان عالم اکبر ہے کیونکہ مقصود وجود عالم سے انسان ہی ہے،

دوسرے یہ کہ دنیا کی تمام اشیاء مظاہر ہیں اسمائے حق جل شانہ کی اور انسان ان میں مظہر اتم ہے۔

شرک اکبر و شرک اصغر کا فرق

ارشاد: بزرگوں کے متعلق اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ حق تعالٰی نے ان کو ایسا اختیار دیا ہے کہ جب چاہیں اس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں۔ حق تعالٰی کی مشیت جزئیہ کی حاجت نہیں رہتی یعنی یہ اعتقاد ہو کہ وہ بزرگ اگر کسی کام کو کرنا چاہیں اور حق تعالٰی نہ اس کام کو روکیں نہ اس کام کا ارادہ کریں تو ایسی حالت میں اگر وہ بزرگ چاہیں تو اس کام کو کر سکتے ہیں یہ یقینی کفر اور شرک اکبر ہے اور اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیت ایزدی کے محتاج تو ہیں اور اذن جزئی کی بھی ان کو ضرورت تو ہوتی ہے۔ مگر ان کے چاہنے کے وقت مشیت ایزدی ہو ہی جاتی ہے تو گو یہ شرک و کفر تو نہیں مگر کذب فی الاعتقاد اور معصیت اصغر ہے۔

سلاطین اسلام کی اہانت کا ضرر

ارشاد: سلاطین اسلام کی علی الاعلان اہانت میں ضرر ہے جمہور کا۔ ہیبت نکلنے سے فتن پھیلتے ہیں اس لئے سلاطین اسلام کا احترام کرنا چاہئے۔

سوانح عمری لکھنے کا مشغلہ

ارشاد: آج کل بزرگوں کی سوانح عمریوں میں بہت مبالغہ کرتے ہیں حتی کہ معائب ونقائص کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر محاسن میں داخل کرتے ہیں اسلئے میں نے اپنی وصیت میں لکھ دیا ہے کہ میری سوانح نہ لکھی جاوے۔ البتہ جناب رسول اللہ ﷺ کی سوانح عمری بے شک ضروری ہے اس لئے ان کے واقعات سے احکام ثابت ہوتے ہیں جن کا اتباع کیا جاتا ہے پھر ان کے جمع کرنے میں احتیاط کس درجہ کی گئی ہے باقی بزرگوں کی ہر حالت قابل اتباع تھوڑا ہی ہے۔ نیز ایسے سوانح عمری لکھنے والوں کی نیت بھی درست نہیں ہوتی۔ کبھی تو جاہ مقصود ہوتی ہے کہ ہم ایسے شخص کی طرف منسوب ہیں اور کبھی مال مقصود ہوتا ہے کہ لوگ خوب خریدیں گے۔

ض کا حکم

ارشاد: اگر کوئی غیر قادر ہم سے پوچھے کہ صاحب میں ضالین کو کیا پڑھوں تو ہم یوں کہیں گے

کہ (ض) کو اس کے مخرج سے نکالنے کا قصد کرو، پھر خواہ کچھ ہی نکلے تم معذور ہو۔ باقی یہ کہیں گے کہ دالین پڑھو یا ظالین پڑھو۔ جو صحیح مخرج پر قادر نہ ہو اس کی امامت، نماز سب جائز ہے۔ لیکن اس کو جب کوئی شخص ایسا مل جائے جو صحیح نکالنے کی مشق کرا سکتا ہے تو اگر اس وقت مشق نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا، جب تک صحیح نہ ہو اس وقت تک ایسے لوگوں کی نماز برابر صحیح ہوتی رہے گی غلط پڑھنے سے بھی مگر سیکھنا واجب ہوگا۔ اور نہ سیکھنے سے گنہگار رہوگا۔

''صلعم'' کا حکم

ارشاد: درود کا مخفف جو لوگ لکھتے ہیں (صلعم) یہ مناسب نہیں گویا یہ درود سے ناگواری اور تنگی کی دلیل ہے اگر کوئی شخص حضور ﷺ کا اسم مبارک لکھے اور نہ زبان سے درود پڑھے اور نہ پورا درود کا صیغہ لکھے تو صرف ''صلعم'' لکھنا بالکل ناکافی ہے بلکہ پورا لکھنا یا زبان سے کہنا واجب ہے۔

موئے مبارک کا حکم

ارشاد: یہ جو موئے مبارک کے نام سے بعض جگہ پایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق زیادہ کاوش نہیں چاہئے اس سے کوئی حکم شرعی تو متعلق ہے نہیں محض زیارت سے برکت حاصل کرنا ہے سو اس کے لئے دلیل ضعیف کافی ہے۔

جواب مسئلہ میں احتیاط ضروری ہے

ارشاد: مسئلہ کا جواب دینا محض کلیات سے بدون جزئیہ کو متعدد کتابوں میں دیکھے ہوئے مناسب نہیں۔ احتیاط کے خلاف ہے۔

اہلیہ کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے

ارشاد: حضور ﷺ اپنے ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت مہربانی فرماتے تھے اور فلاں شخص جو علم و تقویٰ کا دم بھرتے تھے اپنی بیوی پر بہت سختی کرتے تھے جس کا اثر یہ تھا کہ ان کی بیوی ان کو سور کا بچہ کہتی تھیں۔ اور میرے حسن سلوک کا میرے گھر والوں پر یہ اثر ہے کہ وہ مجھ کو بجائے پیر سمجھتی ہیں بیوی کی تھوڑی بہت بدخلقی کو گوارا کر لینا کیا عجیب ہے جبکہ وہ شادی کے ہوتے ہی سارے اعزا کو چھوڑ کر شوہر کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔

صوفیہ وعلماء کی مثال

ارشاد: صوفیہ کی مثال ایاز کی سی ہے اور علماء کی مثال میمندی کی سی ہے۔ ایاز محبوب تو ہے مگر انتظام حسن ہی کے سپرد ہے۔

مدرسی کی فضیلت

ارشاد: گوشہ نشینی سے مدرسی (دینیات کی) افضل ہے۔

تشبہ کا ثبوت قرآن سے

ارشاد: لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار الخ اس آیت میں رکون الی الظالمین پر وعید ہے تو معلوم ہوا کہ رکون حرام ہے اور کسی کے ساتھ تشبہ جب کبھی پایا جاوے گا۔ رکون (یعنی میلان) کے ساتھ پایا جائے گا یعنی لازم ہے کہ اس کی طرف رکون و میلان ہو اور رکون حرام ہے تو ثابت ہوا کہ تشبہ بھی حرام ہے۔

نیک اولاد کی علامت

ارشاد: اولاد جبھی اچھی ہے جبکہ اولاد بن کر رہے اور اگر باپ بن کر رہنا چاہے تو کیا راحت ہے اس لئے مجھ کو آج کل کی اولاد کو دیکھ کر اولاد کی تمنا نہیں ہوتی۔

ابتدائی تعلیم کے ساتھ اخلاق کی نگرانی

ارشاد: ابتدائی تعلیم کے ساتھ طلباء کے اخلاق کی نگرانی بھی ضروری ہے کیونکہ بچپن میں جو خلق جم جاتا ہے وہ پختہ ہو جاتا ہے پھر اس کا نکلنا دشوار ہوتا ہے۔

تعصب اور تصلب کا فرق

تعصب کے معنی ہیں بے جا حمایت کے اور تصلب کے معنی ہیں پختگی کے ساتھ مذہب پر جما رہنا اول ممنوع ہے، ثانی مامور بہ ہے۔

صرف اخص الخواص محقق ہیں

ارشاد: اخص الخواص محقق ہیں اور عوام مقلد اور جو بیچ کے لوگ ہیں جو نہ محقق ہیں نہ مقلد یہ خطرہ میں ہیں۔

الفاظ شرعیہ کے معانی شرعیہ کو بدلنا

ارشاد: منجملہ احداثات کے ایک احداث یہ بھی ہے کہ الفاظ شرعیہ کو ان کے معانی شرعیہ سے بدلا جاتا ہے، جیسا کہ جہل کی مذمت اور علم کی فضیلت وضرورت میں جو آیات واحادیث وارد ہیں ان سے انگریزی تعلیم پر استدلال کرنا۔

علم کے جہل ہونے کے معنی

ارشاد: ان مع العلم لجهلاً کے معنی یہ ہیں کہ بعض علم جن کو عرفاً علم سمجھا جاتا ہے وہ خدا کے نزدیک جہل ہے۔

علم کے حجۃ اللہ ہونے کے معنی

ارشاد: بعض علم حجۃ اللہ علی العبد ہیں جبکہ وہ اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے۔

مبتلائے جہل لائق شفقت ہے

ارشاد: سنت رسول یہ ہے کہ مبتلائے جہل پر رحم کیا جاوے واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا معاملہ کیا ہے۔

ظاہر کا محکمہ تابع ہے باطن کے محکمہ کا

ارشاد: جس طرح ظاہر میں ہر چیز کے محکمے ہیں اسی طرح باطن میں بھی بہت سے محکمے ہیں جن سے ہم لوگ غافل ہیں۔ حالانکہ یہ ظاہری محکمے تابع ہیں باطنی محکموں کے حکام ظاہری وہی کرتے ہیں جو حکام باطنی حکم دیتے ہیں ان کی حکومت قلوب پر ہے اور حکام ظاہر کی اجسام پر۔

العلم لغير الله هوا الحجاب الاكبر

ارشاد: العلم لغير الله هوا الحجاب الاكبر. یعنی جس علم میں غیر اللہ کی طرف التفات اور اشتغال ہو وہ حجاب اکبر ہے اس سے علوم وہبیہ اور واردات قلبیہ خارج ہو گئے کہ وہ حجاب نہیں کیونکہ ان سے غیر کی طرف التفات نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے عظمت حق کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو علوم ظاہرہ سے التفات الی الغیر نہ رہے وہ بھی حجابیت سے خارج ہو جائے گا اور اگر کسی کو علوم وہبیہ اور واردات قلبیہ سے عجب ہونے لگے اس کے لئے یہ بھی حجاب ہو جائیں گے۔

عظمت حق کا اثر

ارشاد: میں بقسم کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی عظمت دل میں آ جائے تو کسی کی زبان سے اپنی نسبت مولانا صاحب یا حافظ صاحب وغیرہ کی تعظیمی الفاظ سننے سے شرم آنے لگے۔

خدا داں ہونا چاہئے

ارشاد: عربی داں ہونا کچھ کمال نہیں، خدا داں ہونا چاہئے۔

دوام ایزدی اور دوام اہل جنت کا فرق

ارشاد: **ما دامت السموات والارض الا ماشاء ربک** کا مطلب یہ ہے کہ یہ خلود اہل جنت و نار مثل بقاء واجب کے لازم ذات نہیں، بلکہ مشیت وقدرت الٰہیہ کے تحت میں داخل ہے۔

قیام مکہ کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کی رائے

ارشاد: حضرت حاجی صاحبؒ سے جب کوئی دریافت کرتا کہ میں مکہ میں اقامت کرلوں۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے تو فرماتے جس کا حاصل یہ تھا۔ بہ ہندوستان بودن و دل بمکہ بہ ازاں کہ بمکہ بودن و دل بہندوستان۔ مطلب یہ کہ مکہ میں قیام کا اس وقت ارادہ کیا جاوے۔ جبکہ یہ حالت نصیب ہو جائے کہ یہاں رہ کر پھر ہندوستان نہ یاد آئے گا اور جس کو یہ حال نصیب نہ ہو اس کے لئے ہندوستان میں قیام کرنا اور مکہ کی یاد میں تڑپتے رہنا ہی بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ حج کے بعد لوگوں کو مکہ سے نکالتے تھے اور فرماتے تھے۔ **یا اھل شام شامکم ویا اھل یمن یمنکم** الخ اے شام والو تم شام کو جاؤ اور اے اہل یمن تم یمن کو سدھارو۔ کیونکہ اس سے ان کے قلوب میں حرمت بیت اللہ زیادہ رہے گی۔ زیادہ قیام سے ضعف تعلق اور سقوط عظمت و وقعت کا احتمال ہے۔

"ولایت نبوت سے افضل ہے" کے معنی

ارشاد: ولایت نبوت سے افضل ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ نبی میں جو دو شانیں ہوتی ہیں ایک ولایت کی ایک نبوت کی، تو نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ نبی کی توجہ الی افادت الخلق من حیث النبوت تھی اور توجہ الی الحق من حیث الولایت یعنی اصل مطلوب نبی کے لئے بھی توجہ الی اللہ ہے اور توجہ الی الافادۃ مطلوب بالغیر ہے۔

مہمات میں مشورہ کے لئے جلسہ کرنا خلاف نص ہے

ارشاد: ان تقوموا اللہ مثنی وفرادی ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ اس آیت میں مہمات کے وقت سوچنے کا خاص طریقہ بتلایا گیا ہے جس کے یہ اجزا ہیں۔ایک یہ کہ اہتمام کرو آمادہ ہو جاؤ۔دوسرے یہ کہ یہ اہتمام اللہ کے لئے یعنی خلوص سے ہو تیسرے یہ کہ فکر کرو، چوتھے یہ کہ مجمع نہ ہو کہ اس سے فکر میں تشتت ہوتا ہے یا تو اکیلے سوچو یا کوئی دقیق بات ہو تو ایک کو اور شریک کرلو اور ایک تحدید نہیں۔مطلب یہ کہ اتنا تعدد ہو جو مشوش فکر نہ ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ جو کام یکسوئی کے محتاج ہوں وہ جلسوں میں طے نہیں ہو سکتے۔

نفع متعدی مقصود بالعرض ہے اور نفع لازمی مقصود بالذات

ارشاد: نفع متعدی مقصود بالعرض اور نفع لازمی مقصود بالذات ہے اور گو یہ مشہور ہے کہ خلاف، مگر حقیقت یہی ہے اور قول مشہور کا منشا یا تو یہ ہوا ہے کہ بعض جگہ نفع متعدی نفع لازمی سے اوکد واقدم ہو گیا ہے مگر اس سے فضیلت بالذات لازم نہیں آتی بلکہ اقدمیت داد کدیت ایک عارض کی وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ نفع متعدی پھر نفع لازمی کی طرف مفضی ہوگا۔

ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون کا مطلب

ارشاد: مخلوق کی عبادت مثل مزدور یا نوکر کی خدمت کے ہے جو معین ہوتی ہے اور انسان کی عبادت غلام کی خدمت کے مثل ہے جس کے لئے کوئی صورت معین نہیں۔غلام ایک وقت آقا کا پاخانہ بھی اٹھاتا ہے اور دوسرے وقت میں آقا کی وردی پہن کر اس کی جگہ جلسوں میں جاتا ہے تو غلامی جو حقیقت ہے عبدیت کی اس کی پوری شان انسان ہی میں نمایاں ہے کہ اس کے لئے کوئی خدمت معین ہیں۔ایک وقت میں تاج کرمنا اس کے سر پر ہے طوق فضلنا اس کی گردن میں ہے خلافت الٰہی کی مسند پر بیٹھا ہوا ہے اس وقت تمام عالم اس کا مسخر ہے چنانچہ روح کی تجلی ہوتی ہے تو تمام عالم اس کے سامنے سربسجود ہو جاتا ہے اور اس وقت بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کی تجلی ہے اور ایک وقت میں حضرت انسان پاخانے میں تشریف فرما ہوتے ہیں اس وقت ان کا ہگنا موتنا بھی عبادت میں داخل ہے یہ بات کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔یہ حضرت انسان ہی ہیں جو ہر حالت میں عابد ہیں۔سوتے ہوئے بھی روتے ہوئے بھی، ہنستے ہوئے بھی، ہگتے ہوئے بھی۔پس میں علماء کو کہتا ہوں کہ تم اپنی ہر حالت کو ہر سرکاری وردی سمجھو نہ ذلت کی پروا کرو نہ عزت کی غرض مخلوق پر نظر ہی نہ کرو۔سب سے نظر ہٹا لو۔

ایک آیت میں قصر قرأت کی حد

ارشاد: امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اجتہاد سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ہی کا پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ تین آیات بھی کافی ہیں۔ کیونکہ اکثر سورت کی آیات تین ہی ہیں۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ تین آیات انا اعطینا کی آیات کے برابر ہی ہوں، بلکہ اقصر آیات بھی کافی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فقہائے متاخرین کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے سارے قرآن کی آیات کو دیکھ کر سورۂ مدثر کی تین آیتیں تلاش کیں جو بہت چھوٹی چھوٹی ہیں جن کے اٹھارہ ہی حروف ہیں اور انہوں نے فتویٰ دے دیا کہ فاتحہ کے بعد اٹھارہ حرفوں کی مقدار قرآن پڑھنے سے واجب ادا ہو جائے گا۔ چاہے پوری آیات بھی نہ ہو۔ بلکہ آیت کا جزو ہی ہو۔

امارد و غیر محارم کی طرف نظر کرنے کی ممانعت کی وجہ

ارشاد: بے شک تمام مخلوق مرایائے حق ہیں۔ لیکن جن مرایا میں نظر کرنے سے ممانعت کر دی گئی ہے ان مرایا میں خاصیت یہ ہے کہ یہ ناظر کی نظر کو اپنے ہی تک مقصود کر لیتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر آگے نظر بہت کم پہنچتی ہے کہ کمال حق کا مشاہدہ کریں۔ اس لئے حق تعالیٰ نے امارد و غیر محارم کی طرف نظر کرنے سے منع فرما دیا۔

ان اللہ خلق اٰدم علیٰ صورتہ کا مطلب

ارشاد: ان اللہ خلق اٰدم علی صورتہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ان سے کمالات حق کا ظہور ہوتا ہے۔ پس صورت حق سے مراد ظہور حق ہے اور اس میں انسان کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ اس معنی کہ تمام عالم صورت حق ہے یعنی مظہر حق۔ کیونکہ مخلوق سے خالق کا ظہور ہوتا ہے افعال سے فاعل کا ظہور ہوتا ہے لیکن آدم کی تخصیص حدیث میں اس وجہ سے ہے کہ انسان سے بہ نسبت دوسری مخلوقات کے حق تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اتم و اکمل ہوتا ہے۔

ایاکم و لو فانھا مطیۃ الشیطان کے معنی

ارشاد: وایاکم و لو فانھا مطیۃ الشیطان. اس میں مطلق لو کی ممانعت نہیں بلکہ اسی لو کی ممانعت ہے جو واقعات ماضیہ میں بطور حسرت کے استعمال کیا جاتا ہے۔ لو کان کذا، لکان کذا کہ اگر یوں کیا جاتا تو یہ نتیجہ ہوتا۔

تعلق نسبی گو باعث ترقی درجات ہے لیکن بدون عمل کفیل نجات نہیں

ارشاد: حضور ﷺ نے اپنی خاص بیٹی کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے فاطمہ اپنا نفس آگ سے بچاؤ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام آؤں گا۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے پاس اعمال کا ذخیرہ نہ ہوگا تو میں کچھ کام نہ آؤں گا اور اس کی نفی نہیں کہ اعمال کے ہوتے ہوئے بھی میں باعث ترقی درجات نہ ہونگا یا شفاعت نہ کروں گا۔ بزرگوں کے تعلق نسبی کے باعث ترقی درجات ہونا خود منصوص ہے

"اتقوا اللہ حق تقاتہ اور واتقوا اللہ ما استطعتم" کی تطبیق

ارشاد: "اتقوا اللہ حق تقاتہ اور واتقوا اللہ ما استطعتم" کی تطبیق یوں ہے کہ اول تو منتہائے سلوک ہے، یعنی مقصود سلوک کا یہ ہے کہ حق تقویٰ حاصل ہو اور ثانی میں ابتداء سلوک کو بیان فرمایا ہے کہ اس میں شیئاً فشیئاً کوشش کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بقدر استطاعت تقویٰ کرتے رہو، یہاں تک کہ حق تقویٰ حاصل ہو جاوے جیسے کوئی امر کرے کہ چھت پر چڑھو اور وہ گھبرا جاوے کہ میں کیسے جاؤں تو اس کو کہا جاوے گا کہ زینہ کو بقدر استطاعت ایک ایک درجہ طے کر کے پہنچ جاؤ۔

دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت ومخذولیت کی نہیں!

ارشاد: فراخی دنیا سے عند اللہ مقبول ہونے کی استدلال کرنا فاسد ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ، فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اہانن کلا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت ومخذولیت کی نہیں۔ نیز حدیث میں ہے کہ جب تو اپنی حالت یہ دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اس کا ملنا دشوار ہو جاوے تو سمجھ لے کہ تو اچھے حال پر ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے فتنوں سے بچانا چاہتے ہیں۔ اور جب اپنی حالت یہ دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اس کا ملنا دشوار ہو جائے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے تو تو برے حال پر ہے (کہ دنیا کے فتنوں میں واقع ہونے کا خطرہ ہے)

مسافت آخرت کی سہولت اضطراری اور اختیاری کا بیان

ارشاد: مسافت آخرت کی سہولت من جانب اللہ رکھی گئی ہے۔ چنانچہ اضطراری سفر کی تو یہ حالت ہے کہ مبدا بھی بعید ہو رہا ہے اور منتہا بھی قریب ہو رہا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے ان الدنیا مدبرۃ والآخرۃ مقبلۃ کہ دنیا پیچھے کو ہٹ رہی ہے اور آخرت قریب ہو رہی ہے اور سیر اختیاری جس کو سلوک کہتے ہیں اس کی بھی یہ حالت ہے کہ جب بندہ طلب میں قدم رکھتا ہے اسی وقت سے موانع پیچھے ہٹنے لگتے ہیں یعنی خود بخود مرتفع ہونے لگتے ہیں اور مقصود قریب ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے من تقرب الی شبر اتقربت الیہ ذراعاً الحدیث۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا لطیفہ طراد الشیطان

ارشاد: ہمارے حاجی صاحبؒ رات کو تہجد میں اکثر سورۂ یٰسین پڑھا کرتے تھے اور اس کی حکمت میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے

دو دل یک شوند بشکنند کوہ را   پراگندگی آرند انبوہ را

کہ جب دو دل مل جائیں تو یہ پہاڑ کو بھی توڑ دیتے ہیں اور یہاں تین دل ایک ہو جاتے ہیں کہ ایک مصلی کا قلب، دوسرا قلب اللیل (یعنی وقت تہجد) تیسرا قلب القرآن (یعنی سورہ یٰسین) جس کو حدیث میں قلب القرآن فرمایا ہے۔ تو تین دل جمع ہو کر شیطان کو کیسے نہ بھگا دیں گے۔

انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی ہوش جمع ہو سکتا ہے

ارشاد: انکشاف آخرت کے بعد بھی دنیا کا احساس باقی رہنا ممکن ہے چنانچہ بعض محتضرین کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو بھی دیکھا اور اس کے ساتھ اپنے گھر کی عورتوں کو بھی پہچانا۔ چنانچہ گھر والوں سے کہا کہ فرشتے بیٹھے ہیں تم ان سے پردہ کرو اور فرعون کے واقعہ سے بھی ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جس وقت ایمان ظاہر کیا ہے اس وقت اس کو انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کے بھی تھے۔ چنانچہ اس کا قول امنت بالذی امن بہ بنو اسرائیل بتلا رہا ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل کا حق پر ہونا اور ان کا مومن ہونا اس کے خیال میں تھا اور یہ دنیا کا واقعہ ہے۔

حمل امانت کا راز

ارشاد: انسان میں عشق کا مادہ تھا اس لئے جس وقت حق تعالیٰ نے بار امانت کو پیش کیا (کہ کچھ احکام تکلیفیہ ہیں اگر امتثال ہوا تو ثواب ملے گا اور نافرمانی پر عذاب ہوگا) خطاب الٰہی کی لذت سے

مست ہو گیا اور سوچا کہ جس امانت کی ابتداء یہ ہے کہ کلام و خطاب سے نوازے گئے۔ اگر اس کو لے لیا تو پھر روز کلام و سلام و پیام ہوا کرے گا بس ایک سلسلہ چلتا رہے گا کہ آج کوئی حکم آرہا ہے کل کوئی دوسرا حکم آرہا ہے کبھی عنایت ہے کبھی عتاب ہے تو اس چھیڑ میں بھی مزہ ہے۔

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد   گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

غرضیکہ یہ سوچ کر اس لذت کے لئے اس نے احتمال عذاب کی پرواہ نہ کی اور کہہ دیا کہ یہ امانت مجھے دی جائے میں اس کا تحمل کروں گا بس وہی مثل ہوئی کہ

''چڑھ جا بیٹا سولی پر اللہ بھلی کرے گا''

ہر شخص کو علل احکام بیان کرنے کا حق نہیں

ارشاد: ہر شخص کو علل بیان کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ مجتہد کو حق ہے اور مجتہد کو بھی ہمیشہ حق نہیں بلکہ وہاں تعلیل کا حق ہے جہاں تعدیہ حکم کی ضرورت ہو اور جو امور تعبدی ہیں جن کا تعدیہ نہیں ہو سکتا وہاں قیاس کا مجتہد کو بھی حق نہیں اسلئے فقہاء نے صلوٰۃ و صوم، زکوٰۃ و حج میں تعلیل نہیں کہ ان کی فرضیت کی بنا تعبد ہے۔

حکم احکام کے سمجھنے کی شرط

ارشاد: جن احکام کی حکمتیں معلوم ہو جائیں ان کو مبانی و مناشی احکام کا نہ سمجھے بلکہ خود ان کو احکام سے ناشی سمجھیں گے۔ ان شرائط کے ساتھ حکمتوں کے سمجھنے کا مضائقہ نہیں۔ قرآن میں جہاں کہیں حکم کے بعد لام غایت آیا ہے وہ علت نہیں ہے حکمت ہے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حکم پر یہ اثر مرتب ہوگا یہ مطلب نہیں کہ حکم کی بنا اس پر ہے۔

دنیا میں انسان کو بھیجا قرب بصورت بُعد ہے

ارشاد: اس وقت جو ہم اس عالم میں آکر علائق میں مبتلا ہو گئے یہ بھی قرب بصورت بعد ہے کیونکہ عالم ارواح میں ہم ناقص تھے۔ حق تعالیٰ کو زیادہ قرب عطا فرمانا منظور تھا۔ اس لئے یہاں بھیجد یا کیونکہ بہت سے اقسام قرب وہ ہیں جو بصورت صلوٰۃ و صورت صوم و صورت حج پر موقوف تھے یہ روح مجرد کو بدون جسم کے حاصل نہ ہو سکتے تھے۔

طول حیات کی خواہش منافی ولایت نہیں!

ارشاد: طول حیات کی خواہش منافی کمال ولایت نہیں، کیونکہ انبیاء اولیاء دنیا کی عمر کو موجب

زیادت قرب سمجھ کر یہ چاہتے تھے کہ اور زندہ رہیں تاکہ قرب میں اور ترقی ہو۔

حضور ﷺ کی غایت رحمت وشفقت

ارشاد: استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم. اس آیت میں گو حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ اس قسم کی تردید سے تخییر مراد نہیں بلکہ مراد تسویہ فی عدم النفع ہے لیکن حضور ﷺ نے غایت رحمت وشفقت سے محض الفاظ سے تمسک فرمایا، یعنی آپ نے معنی عرفی سے عدول کر کے معنی لغوی پر کلام کو محمول فرمالیا اور عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے۔

حضور ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ ﷺ کہنا اور حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل جلالہ یا تعالیٰ کہنا واجب ہے

ارشاد: جس طرح حضور ﷺ کا نام مبارک جب لیا جاوے یا سنا جاوے تو ﷺ کہنا واجب ہے اگر نہ کہے گا تو گناہ ہوگا۔ ایسے ہی حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل جلالہ یا تعالیٰ یا اور کوئی لفظ مشعر تعظیم کہنا واجب ہے ورنہ گناہ ہوگا۔ لیکن اگر ایک مجلس میں چند بار نام لیا جاوے تو حضور ﷺ کے نام مبارک پر ﷺ اور حق تعالیٰ کے نام پر جل جلالہ یا تعالیٰ کہنا ایک بار تو واجب ہے اور ہر بار کہنا مستحب ہے مگر محبت وعشق کا مقتضا یہی ہے کہ ہر بار درود پڑھا جاوے۔

مقدمہ شرک اور گروہ بندی کی ممانعت

ارشاد: خدا تعالیٰ کے ذکر میں پیر کا ذکر بھی شامل کرنا شرک ہے جیسا خطوط کے شروع میں لکھتے ہیں، بامداد اللہ۔ بفضل الرحمٰن۔ ہوالرشید ہوالقاسم، ہوالمعین جو مقدمہ ہے شرک ہے۔ اسی طرح امدادی، قاسمی، رشیدی، اشرفی لکھنا بھی خواہ مخواہ تحزب وگروہ بندی ہے اور اس کو حنفی وشافعی پر قیاس کرنا غلط ہے اس لئے کہ ان سلاسل میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس پر متنبہ کرنا مقصود ہو اور حنفیہ اور شافعیہ میں خود فروعی اختلاف ہے اور اربعہ کے مقلدین کو باقی اسلامی فرقوں سے اصولی اختلاف ہے تو اس نسبت میں اس بات کا اظہار ہے کہ ہم اصولاً ائمہ اربعہ کے متبع ہیں اور فروعاً کسی خاص امام کے مقلد ہیں۔

نمازعید کا ثواب عورتوں کو بھی ملتا ہے اور شہر کے اندر بعذر پڑھنے والوں کو بھی عیدگاہ کا ثواب ملتا ہے

ارشاد: حدیث میں ہے ان عبادی و امائی قد وانوا فریضتھم و خرجوا جس سے عورتوں کا بھی عیدگاہ کی طرف نکلنا ثابت ہے اور خرجوا کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کی نماز شہر سے باہر ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ شرعی قاعدہ ہے کہ جو عمل کسی عذر کی وجہ سے نہ ہو سکے اس کا اجر ساقط نہیں ہوتا اس لئے نمازعید کا ثواب عورتوں کو بھی ملے گا۔ کیونکہ اب فتنہ کی وجہ سے ان کو عیدگاہ جانے سے روک دیا گیا ہے۔ اسی طرح جو لوگ بعذر شہر کے اندر عید کی نماز پڑھتے ہیں ان کو بھی عیدگاہ کی نماز کا ثواب ملے گا۔

زندگی میں قبر کھودنے کی ممانعت

ارشاد: اپنے واسطے پہلے سے قبر کھود کر رکھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ کیا خبر ہماری موت کہاں آئے گی۔

جنت میں دخول محض رحمت سے ہوگا

ارشاد: جنت میں جو مومن کو اتنی بڑی سلطنت ملے گی جس کی شان یہ ہوگی۔ اذا رأیت ثم رأیت نعیما و ملکا کبیرا اور جس کی حالت یہ ہے اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر۔ اس سلطنت کے حصول کے لئے یہ عمل کیا چیز ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ اتنی بڑی جزا یہ محض عنایت ہے لیکن یہ عنایت ہوگی اسی عمل کی بدولت گو وہ ناچیز قلیل ناقص حقیر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے ان رحمة الله قریب من المحسنین.

حضور وغیبت کا فرق

ارشاد: حق تعالیٰ نے حضور وغیبت کا فرق رکھا ہے جس سے دنیا اور دین کے سارے کام چل رہے ہیں ورنہ سب کارخانے معطل ہو جاتے مگر اتنی غفلت بھی حق تعالیٰ کو گوارا نہیں کہ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کی جائے۔

آخرت کے یاد رکھنے کا طریقہ، نور قلب کے آثار،
(ہر فعل عبث کا سلسلہ انتہاء معصیت سے ملا ہوا ہے)

ارشاد: آخرت کے یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کام آخرت میں مفید ہے ان کو اختیار کرو اور جو مضر ہیں ان کو ترک کرو اور اگر عبث ہے تب بھی۔ غور کرنے سے افعال عبث کا سلسلہ انتہاء معصیت سے ضرور ملا ہوا معلوم ہوتا ہے مثلاً کسی سے آپ نے یہ سوال کیا کہ سفر میں کب جاؤ گے اگر وہ اس سوال کا منشاء صحیح سمجھ گیا تو خیر اور اس صورت میں سوال عبث ہی ہوگا اور اگر وہ اس کا منشاء صحیح نہ سمجھا تو اس کے دل پر اس سوال سے ضرور گرانی ہوگی کہ یہ یوں پوچھتا ہے اس کو بتلانا میری کسی مصلحت کے خلاف تو نہیں ہو جائے گا اور مسلمان کے دل پر بار ڈالنا معصیت ہے یہ تو بالفعل اخروی ضرر ہوا اور فی المال یہ ہوگا کہ جب کسی کا دل کسی سے مکدر ہو جاتا ہے تو بات بات سے تکدر بڑھتا ہے آخر کار ایک دن دونوں میں خاصی عداوت ہو جاتی ہے جس سے صدہا معاصی پیدا ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ کثرت عبث سے قلب کا نور بجھ جاتا ہے اور نور قلب ہی بڑی قیمتی چیز ہے کیونکہ نور قلب ہی طاعات کا ذریعہ ہے اس سے قلب میں طاعات کا داعیہ اور ایک تقاضا پیدا ہوتا ہے جس سے اس کی وہ طاعات پھولوں سی معلوم ہوتی ہے بلکہ بدون طاعات کے ارتکاب کے چین ہی نہیں ملتا۔

نقص عمل اور ہے اور اختصار عمل اور ہے!

ارشاد: شریعت نے گو نقص اعمال کی اجازت نہیں دی مگر اختصار اعمال کی اجازت دی ہے نقص اعمال تو یہ ہے کہ ارکان کو خراب کر کے ادا کیا جاوے۔ خشوع کو فوت کیا جاوے اور اختصار یہ ہے کہ ارکان میں زیادہ دیر نہ لگائی جاوے۔ لمبی سورتوں کی جگہ چھوٹی سورتیں پڑھ لے۔ سات دفعہ سبحان ربی العظیم کی جگہ تین دفعہ کہہ لے اور نوافل کو ترک کر کے محض فرائض و سنن مؤکدہ پر اکتفا کرے۔

قلندر و فرقہ ملامتیہ کی تعریف

ارشاد: اصطلاح صوفیہ میں وہ جماعت قلندر کہلاتی ہے جن میں اعمال قالبیہ یعنی اعمال ظاہرہ تو کم ہوتے ہیں مگر اعمال قلبیہ ان کے بہت زیادہ ہیں اور اعمال قلبیہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھا جاوے قلب کی نگہداشت رکھی جاوے کہ غیر حق کی طرف متوجہ نہ ہونے پاوے بلکہ اکثر اوقات قلب کو ذکر میں مشغول رکھا جاوے۔ نیز قلب میں کسی مسلمان کی طرف سے غل و حقد نہ ہو سب کے ساتھ خیر خواہی ہو نیز حقوق وقت پر ادا کئے جاویں کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ جاوے۔ نیز خوشی و غمی کے

حقوق ادا کئے جاویں۔ نعمت پر شکر ادا ہوتا رہے۔ حزن و غم میں دل خدا تعالیٰ سے راضی رہے' اس کے سوا اور بہت اعمال قلبیہ ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں فرقہ ملامتیہ وہ ہے جو اعمال کے اخفاء کا اہتمام کرتے ہیں۔

ہماری غفلت کا راز اور اس کے ازالہ کا طریقہ: ارشاد: ہماری غفلت کا راز یہ ہے کہ ہم کو اعمال کے نافع و مضر ہونے کا استحضار نہیں' بس اس کا علاج یہ ہے کہ اعمال کے نافع وضار ہونے کا اعتقاد دل میں بٹھا لیا جاوے اور استحضار کا ماخذ حدیث اکثروا ذکر ہاذم اللذات ہے اور خاص عمل کے وقت اس کے استحضار کی تدبیر یہ ہے کہ صلوٰۃ مودع یعنی ہر عمل کو یہ سمجھ کر ادا کرو کہ شاید یہ ہمارا آخری عمل ہو۔

تقدیر کی غایات آجلہ و عاجلہ کا بیان: ارشاد تقدیر تجویز حق کا نام ہے جس کا تعلق ذات وصفات حق سے ہے اس لئے اس میں کاوش کرنے سے بجز حیرت و پریشانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور درجہ اجمال میں چونکہ اس کا علم ضروری تھا اس وجہ سے اجمالاً بیان فرما دیا ہے اور اسی ضرورت کی بناء پر اسی مسئلہ کی ایک غایت بھی بتلا دی جس کی ضرورت عاجلہ تھی۔ یعنی اعتقاد تقدیر کی ایک غایت تو آجلہ ہے یعنی اجر آخرت کیونکہ تقدیر کا اعتقاد موجب نجات ہے۔ (یہ خاصیت عقائد حقہ میں ہے کہ بدون عمل کے وہ خود بھی موجب نجات ہیں۔ گو نجات اولی نہ ہو) سو شارع نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ایک غایت عاجلہ بھی بتلا دی چنانچہ ارشاد ہے۔ ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا الیٰ قولہ تعالیٰ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتکم یعنی حق تعالیٰ مسئلہ تقدیر کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو اس لئے خبر کی ہے تاکہ جو چیز تم سے فوت ہو جاوے اس پر تم کو رنج نہ ہو اور جو کچھ تم کو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں۔

آخرت میں کلام فی التقدیر کے متعلق پوچھ ہوگی: ارشاد: حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مسئلہ تقدیر میں زیادہ گفتگو کرے گا آخرت میں اس کی پوچھ ہوگی کہ ہاں صاحب تم مسئلہ تقدیر کے بڑے محقق تھے ذرا ہمارے سامنے تو بیان کرو اور یقیناً اس مسئلہ میں ہم جو کچھ بھی تحقیقات بیان کریں گے وہ اس قابل نہ ہوں گی کہ حق تعالیٰ کے سامنے بیان کر سکیں کیونکہ وہ محض تخمینات وظنیات ہوں گی اور حق تعالیٰ کے سامنے یقینیات ہی کو بیان کر سکتے ہیں نہ کہ تخمینات کو۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی توجہ کا عام طریق سلوک: ارشاد: حق تعالیٰ شانہٗ کے توجہ عام کا طریق سلوک ہی ہے اور جذب و وہب کا طریق عام نہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے حصول اولاد کا عام طریق نکاح اور زوجین کا ہم بستر ہونا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بدون شوہر کے اولاد ہو گئی جیسے مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور کبھی بدون ماں باپ کے بھی تکون ہوا ہے۔ جیسے آدم علیہ السلام پس وہب کے بھروسے رہنا اور سلوک کو اختیار نہ کرنا غلطی ہے۔

جذب کی دو قسمیں ہیں: ارشاد جذب کی دو قسمیں ہیں ایک قبل العمل ایک بعد العمل' مگر زیادہ وقوع جذب بعد العمل کا ہے عادۃ اللہ یہی ہے کہ سلوک یعنی عمل مقدم ہوتا ہے اور جذب مؤخر ہوتا ہے اور

کبھی اس کا بھی وقوع ہوا ہے کہ عمل سے پہلے ہی جذب ہوگیا اور جذب کے بعد عمل مرتب ہوا۔ چنانچہ اللہ یجتبی من یشاء میں جذب قبل العمل کا بیان ہے۔ اور یھدی الیہ من ینیب میں جذب بعد العمل کا۔ سو اس جذب قبل العمل کو دیکھ کر یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ سلوک و عمل بے کار ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عمل علت تامہ وصول و قرب کی نہیں بلکہ شرط اکثری ہے جیسے علاج علت صحت کی نہیں ہاں شرط اکثری صحت کی ہوسکتا ہے۔

عمل سے جنت نہ ملے گی اس کی توضیح: ارشاد: لا یدخل الجنۃ احد لعملہ میں علیت اعمال کی نفی ہے اور مقصود اس سے عجب کا علاج ہے کہ کوئی عمل کر کے اترائے نہیں کہ میں نے اپنے عمل سے جنت لے لی۔ کیونکہ اول تو عمل کے بعد بھی جذب کی ضرورت ہے اور جذب کا مدار مشیت حق پر ہے یعنی سلوک کے بعد بھی وصول کا مدار ایصال حق پر ہے۔ دوسرے علت و معلول میں مناسبت بھی شرط ہے عقلاً جزاء عظیم کا ترتب عمل عظیم ہی پر ہوسکتا ہے تو اب دیکھو جنت کس درجہ عظیم ہے اور تمہارا عمل کیسا ہے۔ جنت تو کماً و کیفاً ہر طرح عظیم ہے کماً تو اس کی عظمت یہ ہے کہ غیر متناہی ہے اور کیفاً اس کی شان یہ ہے لاخطر علی قلب بشر اور ہمارے اعمال کی یہ حالت ہے کہ کماً تو متناہی ہیں اور کیفاً ناقص کہ نماز میں توجہ نہیں تعدیل ارکان نہیں۔ نسیان و سہو وادا کی جاتی ہے روزہ ہے تو اس میں غیبت و شکایت ہے ذکر ہے تو اس میں خلوص نہیں بزرگ بننے کا شوق ہے کیا اس حالت میں جنت کو عمل کا معلول کہا جاوے گا کہ عمل سے جنت ملی ہرگز نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ عمل میں تو یہ تاثیر نہ تھی محض فضل سے جنت مل گئی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل بے کار ہے ہرگز نہیں کیونکہ عادۃ اللہ یہی جاری ہے کہ حق تعالیٰ عمل کے بعد توجہ فرماتے ہیں چنانچہ ہمارا ادھر متوجہ ہونا بھی ایک عمل ہے جو ان کے فضل کے جذب کے لئے کافی ہے۔

صاحب حق اور صاحب باطل کے اتحاد کا انجام: ارشاد: صاحب حق اور صاحب باطل کے اتحاد کا ہمیشہ انجام یہ ہوتا ہے کہ صاحب حق کو کسی قدر اپنا مسلک چھوڑنا پڑتا ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ حق دشوار ہے کیونکہ نفس کے خلاف ہے اور باطل سہل ہے اس لئے کہ وہ نفس کے موافق ہے اور اتفاق اس طرح ہوتا ہے کہ ایک اپنے مسلک کو کسی قدر چھوڑ دے تو صاحب باطل سہل کو چھوڑ کر دشوار کیوں اختیار کرے۔ اس لئے ایسے اتحاد کا یہی انجام ہوتا ہے کہ صاحب حق کو کسی قدر اپنا مسلک چھوڑنا پڑتا ہے۔

شوق علم جنم روگ ہے: ارشاد: شوق علم تپ دق ہے یا تو ہوتا نہیں اور جو ہوتا ہے تو پھر دل سے نکلتا نہیں تو یہ شوق علم جنم روگ ہے بلکہ محبت و رغبت کسی شے کی ہو جنم روگ ہے جب کسی سے ایک محبت ہوجاتی ہے پھر مرتے دم تک وہ نہیں نکلتی۔

تمام صفات کمال صرف وجود ہی کے مظاہرہ مختلفہ ہیں: ارشاد: بعض محققین کا قول ہے کہ صفت کمال اسی ایک وجود ہی ہے اور باقی تمام صفات کمال اسی کے مظاہر مختلفہ ہیں اور وجود کسی مخلوق کی صفت ذاتی نہیں بلکہ صفت عرضی ہے اور درحقیقت یہ حق تعالیٰ کی صفات ذاتی ہے۔

الحمد للہ انفاس عیسیٰ کی جلد اول ختم ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

انفاس عیسیٰ حصہ دوم

عیوب ومفاسد وخبائث نفس پر مطلع ہونے کی تدبیر

اس کیلئے میں اکثر اربعین کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتا ہوں، لیکن صرف مطالعہ کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ عیوب پر مطلع ہوکر اپنے مصلح سے مشورہ لیا جائے اس کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے جن محاسن پر نظر پڑے ان کے متعلق غور کیا جائے کہ جس ہیئت سے یہ محمود یا مامور بہ ہیں۔ آیا اس ہیئت سے مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہیئت موجودہ وہیئت مطلوبہ کی تحقیق کی جائیگی تو اس وقت منکشف ہوگا کہ محاسن مزعومہ محاسن حقیقی کی نقل بھی نہیں تو وہ نظر بھی کالعدم ہوجائے گی۔

بیعت کب کرنا چاہیے

بیعت کا موقع اس وقت ہے جب اپنے خادم دینی سے اس درجہ تعلق ومحبت طبعی ہوجائے کہ اگر وہ سراپا نقص ہی نقص بن جائے تب بھی خواہ اس سے اعتقاد نہ رہے اضعف ہوجائے لیکن اس سے انقباض نہ ہو اور جب تک اس کی تعلیم دل کو لگتی رہے تعلیم کا سلسلہ اس کے ساتھ جاری رکھے اور اگر تعلیم دل کو نہ لگے تو تعلیم بھی ترک کرکے اطلاع کردی جائے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو اور دوستی کا علاقہ پھر بھی اس کے ساتھ باقی رکھے۔ گو معصیت میں اس کی طاعت نہ کرے بشرط بقائے ایمان۔

اتفاقی استماع غنا کا اختیاری وغیر اختیاری درجہ

عبد جتنے کا مکلف ہے وہ چنداں دشوار نہیں یعنی اس وقت بہ تکلف قلب کو دوسری طرف متوجہ کردیا جائے۔ اس توجہ کے ساتھ جو التفات الی الغنا ہوگا وہ غیر اختیاری ہوگا۔

شیخ کی نظر میں محمود وممدوح ہونے کی کوشش

یہ بھی ملحق بالا اصلاح ہے کہ وہ خوش ہوکر اصلاح کی طرف توجہ زیادہ کرے گا۔

علامت رسوخ

صدور میں کشاکشی بھی نہ ہوتو یہ علامت ہے رسوخ کی۔

نسبت ومقام کی تعریف

ایک غلبہ ذکر کہ غفلت میں وقت کم گزرے، دوسری دوام طاعت کہ نافرمانی بالکل نہ ہو۔ اصل مامور بالتحصیل یہی چیزیں ہیں اوراسی کے لئے سب مجاہدات اور معالجات اختیار کئے جاتے ہیں جن پرحسب سنت اللہ وہ مقصود مترتب ہوجاتا ہے اولاً قدرے تکلف ہوتا ہے بعد چندے (جس کی مدت معین نہیں استعداد پر ہے) مثل امر طبعی کے ہوجاتا ہے گواحیاناً ضد کا تقاضا بھی ہوتا ہے مگرادنیٰ توجہ سے وہ ضد مغلوب ہوجاتی ہے اس رسوخ وثبات کومقام کہتے ہیں۔ پس یہ فی نفسہ غیر اختیاری ہے لیکن باعتبار اسباب کے اختیاری ہے اور یہی رسوخ وثبات اس حیثیت سے کہ غلبہ ذکر ودوام طاعت کا ملزوم ہے نسبت کہلاتا ہے (یعنی حضرت حق سے ایسا تعلق قوی جس پرغلبہ ذکراوردوام طاعت کا ترتب لازم ہو) اوراس نسبت من العبد پرایک دوسری نسبت من الحق موعود ہے یعنی رضاوقرب۔ پس اہل طریق جب لفظ نسبت کا اطلاق کرتے ہیں مراد ان ہی دونسبتوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ نہ صرف ملکہ یادداشت جس میں بہت سے غیر محقق دھوکہ میں ہیں۔

مراقبہ برائے دفع وساوس

اپنی تمام طاعات صلوٰۃ وتلاوت واذکار بلکہ افعال مباحہ میں بھی اس کا تصور رکھے کہ یہ سب عنقریب حق تعالیٰ کے اجلاس میں پیش ہوں گے توان میں کوئی ایسا اختیاری خلل نہ ہوجس سے پیشی کے قابل نہ ہوں۔

مجاہدہ اضطراریہ کا نفع وادب

جس طرح وضو کا بدل تیمّم ہے اوراجر میں اس سے کم نہیں، اسی طرح مجاہدہ اختیاریہ یعنی اعمال واوراد کا بدل مجاہدہ اضطراریہ یعنی تشویشات وبلیات ہیں اوراجر میں ان کے برابر بلکہ منافع میں ان سے اقویٰ ہیں ان کونعمت سمجھ کراطمینان سے کام میں بقدر وسع مشغول رہنا چاہیے، البتہ دعا کرتے رہیں کہ وہ

مبدل بہ راحت وجمعیت ہوں کہ دعاء مسنون ہے غرضیکہ جب تک وہ تشویشات وبلیات باقی رہیں تفویض تو فرض ہے اور دعاء مسنون ہے اور جب وہ زائل ہو جائیں شکر واجب ہے۔ اور دونوں حالتوں میں بقدر وسع مشغول رہنا ادب طریق ہے۔

عدم زوال پریشانی ومصیبت کا علاج

تنگی اور مصائب کے دور ہونے کا ارادہ ہی چھوڑ دیا جائے بلکہ موجودہ پریشانی ہی کیلئے اپنے کو آمادہ کرلیا جائے۔ پس دو چیزوں کا التزام کرلیا جائے دعا زوال مصیبت کی اور استغفار، اور ثمرات کو آخرت میں سمجھا جائے، بس یہ علاج ام العلاج ہے جس میں علاج ہی مقصود ہے صحت مقصود نہیں۔

نمازوں میں حرکت فکریہ کے قطع کرنے کی تدبیر

جماعت کی حالت میں اور بالخصوص سری نمازوں میں سورۂ فاتحہ کے خیالی الفاظ کا استحضار کیا جائے جس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے۔

واحد اور جمع دونوں صیغوں سے دعائیں منقول ہونے کی مصلحت

واحد کے صیغہ میں الحاح کی مصلحت زیادہ ہے اور جمع کے صیغے میں دوسروں کے شریک کر لینے سے اقربیت الی الاجابہ کی مصلحت زیادہ ہے جس وقت جس کیفیت کا غلبہ زیادہ ہو اس کا اتباع کیا جائے۔ اور میرا ذوق یہ ہے کہ اول ہر دعا میں منقول کا اتباع کیا جائے کہ اقرب الی الادب ہے۔ پھر اس دعا کے تکرار میں ذوق وقتی کا اتباع کرے کہ دونوں مجتمع ہو جائیں۔

طبعی تسلی وقرار کی کوئی صورت نہ ہونے کا علاج

مطلوب ومامور بہ عقلی واعتقادی قرار ہے اور یہی تفویض ہے جس کو عبادت سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔ نہ کہ ذریعہ راحت سمجھ کر۔ بلکہ عارفین کاملین نے جب تفویض میں لذت طبعیہ محسوس کی تو نہایت ابتہال کے ساتھ اس لذت سے پناہ مانگی۔ ایک یہ کہ شوب لذت سے شبہ ہوتا ہے اخلاص کی کمی کہ حظ نفس کے واسطے تفویض کو اختیار کیا۔ حق تعالیٰ کا حق سمجھ کر اختیار نہیں کیا، دوسرے جہاں دینی ودنیوی کامیابی وناکامی کے متعلق حدیثوں میں تصریح ہے کہ اول میں اجر ناتمام اور ثانی میں اجر تام عطا ہوتا ہے،

اسی طرح تفویض میں راحت طبعیہ ہونے سے اجر غیر کامل اور راحت نہ ہونے سے اجر کامل ملتا ہے اور اجر آخرت ہی مقصود ہے۔ پس ان دو رازوں کی وجہ سے عارفین نے لذت سے پناہ مانگی ہے، لیکن ہم ضعفاء کے لئے اتنی ترمیم ہے کہ ہم کو پناہ مانگنا بھی مناسب نہیں بلکہ تفویض کے ساتھ اس میں لذت وراحت کی بھی دعا مانگے اور جب تک عطا نہ ہو اس عطا نہ ہونے کی حقیقت پر صبر اور اس عطا نہ ہونے کے ثمرہ پر کہ کمال اجر وتشبیہ بالقبولین ہے، شکر کیا جائے۔ اور اسی کو وظیفہ دائمہ بنائے۔

بناءِ قبول ہدیہ

حضرت والا بدون تعارف ہدیہ قبول نہیں فرماتے، لیکن تیقن اخلاص کے وقت عدم تعارف مانع نہیں ہوتا اور اس تیقن کا ادراک وجدان غیر مشوب بالغرض سے ہوتا ہے۔ البتہ عدم تیقن یعنی تردد کے وقت عدم تعارف مانع قبول ہوتا ہے۔

سیاست کے باب میں علم وعمل کی تحقیق

کے بارے میں فرمایا کہ جو چیز فرض عین نہ ہو اس کے در پے ہونا ہی کیا ضروری ہے؟

ناکامیوں پر عدم سکون کا علاج

تدبیر تو ازالہ مذموم کیلئے ہوتی ہے نہ کہ ازالہ محمود کیلئے اگر نصوص میں اور اقوال اہل خصوص میں غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے کہ دنیا کی ناکامیابی خود شعار ہے مقبولین کا اور تواتر کامیابی خصوصاً معاصی کے ساتھ شعار ہے مخذولین کا۔ سورۂ بقرہ کی آیت ام حسبتم ان تدخلوا الجنة الآیة اور سورۂ احزاب کی آیت اذجآء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم ۔ کامیابی دنیوی سے مقبولیت پر استدلال کا کفار کا طریقہ ہونا سورۂ فجر میں منصوص ہے فاما الانسان اذا ما ابتلیه ربه الخ مولانا رومیؒ کا ارشاد ہے۔

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند سربہ چرخ ہفتمیں افراشتند

گر مرادت راندا ق شکر است بے مرادی نے مراد دلبر است

باقی دعا۔ ہر حال میں کرنا سنت اور وظیفہ عبدیت ہے۔ دعا کی برکت سے فہم ورضا وتحمل نصیب ہو جاتے ہیں۔

ردقبول من جانب اللہ ہے

اس میں اسباب واکتساب کا دخل نہیں۔

کوئی عمل پاس نہ ہونیکا خیال

یہ اعتقاد کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں کیا تھوڑا عمل ہے۔

عقلی تفویض وذہنی تجویز کا جمع ہونا

عقلی تفویض ذہنی تجویز سازیوں اوران کے لئے عملی دوادوش کے ساتھ بھی جمع ہوسکتی ہے لیکن دوشرط سے ایک وہ تجویزیں مشروع ہوں، دوسرے اگر وہ تجویزیں ناکام ہوں تو اعتقاداً اس ناکامی کو خیر سمجھے، گواس کے ساتھ غیر اختیاری ضیق بھی ہوتو وہ اس کے منافی نہیں، حضور ﷺ کیلئے اس غیر اختیاری ضیق کو ثابت فرمایا ہے ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (حجر)۔اور اختیاری ضیق سے نہی فرمائی ہے ولا تک فی ضیق مما یمکرون (نحل) اور اس سے حضور اقدسؐ سے اختیاری ضیق کے وقوع کا توہم نہ کیا جائے کیونکہ نہی کا تعلق ماضی سے نہیں ہوتا مستقبل سے ہوتا ہے۔

قدرت حقیقی پر نظر ہر عمل میں ہمت دلانے کیلئے کافی ہے

چونکہ قدرت حقیقی کی نسبت تمام مقدورات کے ساتھ یکساں ہے اس لئے ان کی توفیق سے استعانت کر کے ہر عمل مطلوب کی ہمت کرنا چاہیے اورتیسیر کا ان ہی سے سوال کرنا چاہیے اگر نباہ نہ ہوگا ندامت اور استغفار کرلیں گے۔

ایک درجہ اجمال فی الطلب کا ہے

کہ اعتدال کے ساتھ جس میں نہ ذلت ہو نہ تعب مصالح حالیہ یا استقبالیہ پر نظر کر کے سعی کی جائے۔ یہ نہ مذموم ہے نہ سلف کے خلاف اور ایک درجہ مبالغہ کا ہے جس میں محذورات مذکورہ ہوں یا دوسرے محذورات جیسے ایسا انہماک جس سے ضروریات دنیویہ یا دینیہ مختل ہونے لگیں۔ غفلت کا غلبہ ہوجائے یہ اگر معصیت بھی نہ ہو مگر مفضی الی المعصیت یا سنت سے بعید ضرور ہے۔

انتظار مسبب الاسباب سے مستقل مطلوب ہے

لیکن جب غرض تدبیر کی محمود ہو اس کیلئے جاننے والوں سے مشورہ کرنا، خود بھی کچھ کام کرنا، کام لینا قیود مذکورہ کے ساتھ (کہ نہ تعب ہو نہ ذلت نہ انہماک) غلو نہیں ہے چنانچہ تجارت کی ترغیب سنت میں وارد ہے جسکا حاصل نمو مال کی تدبیر ہے۔

دعا کی حقیقت

ہم کو قدر کا علم نہیں اس لئے اپنے زعم میں جو مصلحت ہو اس کے مانگنے کی اجازت ہے اگر قدر اس کے خلاف ہوگی اس پر راضی رہنے کا حکم ہے رہا اصرار اس کا تو حکم ہے ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء اور اس کا راز یہ ہے کہ اس سے اپنا ضعف و عجز و احتیاج و انکسار ظاہر ہوتا ہے جو عبدیت کا مقتضا ہے اور اسی لئے مطلوب ہے۔

قبض و ہیبت کا علاج

سلوک میں قبض و ہیبت کی حالت بے حد نافع ہے اور کوئی سالک اس سے خالی نہیں ہوتا الا نادراً۔ کوئی ابتداء میں کوئی انتہا میں اور خود بخود متبدل ہو جاتا ہے بجز دعاء و تفویض کے اسکی کوئی تدبیر نہیں۔

ایسا کام جس سے لوگ بڑا سمجھنے لگیں

بدون مصلح کی اجازت کے شروع نہ کرنا چاہیے۔

تعدیل خشیت

خشیت حق مبارک حالت ہے البتہ اس کی تعدیل کیلئے مراقبہ رحمت و تقویت رجا ضروری ہے۔ اس کے بعد بھی اگر پریشانی رہے تو وہ ظنی و طبعی مرض ہے۔ جس کیلئے طبیب سے رجوع کیا جائے۔

وحشت عن الخلق مطلوب کے شرائط

بدون کسی عارض طبعی کے وحشت کا منشا انس مع الحق ہے اور وہ محمود ہے اس شرط کے ساتھ کہ کسی کا حق ضروری ضائع نہ کیا جائے خواہ حق ظاہری ہو جس کو سب جانتے ہیں یا حق باطنی مثلاً کسی کو حقیر نہ سمجھا جائے باقی غیر اختیاری گرانی پر ملامت نہیں حتی الامکان اس کا لحاظ رہے کہ دوسرے کو محسوس نہ ہو

جس سے دل شکنی کا احتمال ہو۔ وہم غیر ناشی عن دلیل میں مشغول نہ ہونا چاہئے اگر اس قسم کا وہم ہو تو اپنے لئے اور جس کی اذیت کا شبہ ہو اس کیلئے طلب مغفرت کی دعا کافی ہے۔

سد دواوقار بوا ولن تحصوا کی توضیح

معمولات کا ہوتا رہنا اور کبھی ناغہ ہو جانا کسی ضرورت سے پھر تلافی کی کوشش کرنا سددواو قاربوا ہے اور گاہ گاہ کمی ہو جانا لن تحصوا ہے۔

کلفت وساوس کا ایک علاج

جب گناہ نہیں محض کلفت ہے تو یہ احکام میں مثل امراض طبعیہ کے ہوا، جس میں اجر ملتا ہے تو نافع ہی ہوا۔

حدیث نفس میں کاوش کا علاج

معتدل فکر سے جو چیز اختیاری معلوم ہو مقاومت کرے جب عاجز یا کالعاجز ہو جائے تو دونوں احتمالوں کا (اختیاری ہے یا غیر اختیاری) حق ادا کرے، غیر اختیاری ہونے کے احتمال پر تو صبر کرے۔ کہ مجاہدہ ہے۔ اور اختیاری ہونے کے احتمال پر استغفار۔ اور دعائے قوت وہمت کرے اور اس کی نظیر فقہیات میں ماء مشکوک سے وضو کے ساتھ تیمم کا جمع کرنا ہے۔ کاوش میں غلو منہی عنہ بھی ہے کما قال علیہ السلام من شاق شاق ا للہ علیہ حافظ صاحبؒ بھی فرماتے ہیں۔

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع سخت می گیرد جہاں بر مرد مان سخت کوش

تغیرات غیر اختیاریہ کا علاج

ایسے تغیرات اکثر اسباب سے اور احیاناً بلا اسباب بھی لوازم عادیہ طریق سے ہیں مگر اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ ملتزمات اختیاریہ (اوراد وغیرہ) کو جاری رکھا جائے۔ بتدریج سب حالات حسب دل خواہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی مدت کی تعیین اختلاف استعداد کے سبب نہیں ہو سکتی۔

حقیقت تصوف

حقیقت تصوف کی صرف علم باعمل ہے اور عمل وہی جو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے۔

اور جو سالک کے اختیار میں ہے۔ اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں اگر وہ عطا ہو جائیں اور شیخ ان کو محمود بتلادے نعمت ہے اور قابل شکر۔ اور اگر عطا نہ ہوں اور عطا ہو کر زائل ہو جائیں تو ان کی تحصیل کی فکر یا ان کے زوال پر قلق طریق میں ناجائز اور باطن کیلئے سخت مضر خواہ وہ کچھ ہی ہو۔

حدود فرض منصبی شیخ

شیخ کو اطلاع تو سب حالات کی ضروری ہے۔ اپنی رائے سے کسی خواب یا وارد کی بناء پر کوئی کام کرنا طریق میں جائز نہیں۔ شیخ صرف اس کی تدبیر کرتا ہے جس کا تعلق امر و نہی سے ہے بقیہ کی تدبیر اس کے ذمہ نہیں اسی طرح اگر کوئی مرض یا کوئی اثر واقعی یا خیالی تکلیف دہ یا کوئی آفت داخلی یا خارجی عارض یا لازم ہو جائے وہ بھی شیخ کے فرض منصبی کے حدود سے خارج ہے۔

سالک کیلئے غذا و دوا کا اہتمام

اصلاح نفس سے اصلاح بدن کو کافی دخل ہے اس لئے بقدر وسعت وضرورت غذا و دوا کا اہتمام بھی عبادت اور سنت ہے ان لنفسک حقاً ان لجسد حقاً حدیث ہے۔

سالک کیلئے ادائیگی حقوق کا اہتمام

اہل حقوق کے حقوق شرعیہ مقدورہ میں غفلت یا کوتاہی کرنا معصیت ہے جو مقصود کیلئے رہزن ہے ان لزوجک حقا الخ

تعلق اہل حقوق کی حقیقت

(اولاد وغیرہ سے) تعلق رکھنا مقصود بالذات نہیں جس کا نقصان یا فقدان موجب تشویش ہو۔ تعلق ادائے حقوق کیلئے مقصود ہے اسی میں (یعنی ادائے حقوق میں) کمی نہ ہونا چاہیے۔ اور قساوت کا حاصل جرات علی المعاصی ہے تعلق اور تاثر کی کمی قساوت نہیں بلکہ ایک درجہ میں مطلوب بھی ہے۔

اولاد نابالغ کے حقوق کی کمی کی تلافی

دعائے عطائے درجات سے ہو سکتی ہے۔

فلم کمپنی کا آلہ لہو ولعب ہونا ظاہر ہے

اور آلات لہو کو مقاصد دینیہ میں برتنا سخت اہانت واستخفاف ہے دین کا (مسئلہ فقہ)

ناز کرنا اپنے کسی کمال پر بڑی ہی بری بلا ہے

ہماری تو کیا حقیقت ہے خود حضور ﷺ کو خطاب ہے **لئن شئنا لنذ هبن بالذی او حینا الیک** جس سے علم پر ناز کرنے کی جڑ اکھڑتی ہے اور ارشاد ہے **لولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئاً قلیلاً** اس سے عمل پر ناز کرنے کی جڑ اکھڑتی ہے۔

علامت محرومیت نیاز پیدا کرنا

نیاز پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ پہلا قدم اس طریق میں فنا ہونا اور اپنے کو مٹا دینا ہے اگر یہ بات پیدا نہ ہوئی تو وہ شخص محروم ہے۔

مشورہ کی مصلحت

اگر کسی کا شیخ زندہ نہ ہو وہ بھی مشکلات میں اپنی رائے سے فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کو اپنے چھوٹوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔ غرض چھوٹے بڑوں کا اتباع کریں اور بڑے چھوٹوں سے مشورہ لیں۔ اس امت کے چھوٹے بڑے سب کام کے ہیں۔ اس رائے کا ماخذ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے **وشاورھم فی الامر** حضور ﷺ کو صحابہؓ سے مشورہ کرنے کا حکم ہے لیکن یہ حکم نہیں کہ ان کے مشورہ پر عمل کریں بلکہ عمل کے متعلق ارشاد ہے **فاذا عزمت فتوکل علی اللہ** کہ مشورہ کے بعد آپ کا جو ارادہ ہو جائے اللہ پر توکل کر کے اس پر عمل کر لیجئے۔ اہل شوریٰ کی رائے کا اتباع ضروری نہیں، مشورہ کا حکم محض اس لئے ہے کہ اس کی برکت سے حق کا واضح ہو جاتا ہے، خواہ مشورہ دینے والوں کی رایوں میں سے کسی ایک کا حق ہونا واضح ہو جائے۔ یا سب رایوں کے سننے سے کوئی اور صورت ذہن میں آ جائے جو حق ہو۔

شیخ کی ناراضی وتکدر

شیخ کی ناراضی وتکدر سے گو آخرت میں مواخذہ نہ ہو کیونکہ وہ نبی نہیں ہے جس کی ناراضی سے گناہ ہو مگر تجربہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو دنیا میں کبھی چین نصیب نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت جنیدؒ حسین بن منصور

حلاج سے ناراض تھے (کیونکہ وہ اسرار کو ظاہر کردیتے تھے ضبط نہیں کرتے تھے وہ اپنے کو ضبط سے عاجز سمجھتے تھے مگر حضرت جنیدؒ جانتے تھے کہ یہ ضبط سے عاجز نہیں ہیں اگر ہمت کریں تو ضبط کرسکتے ہیں) ان کو بھی چین نصیب نہ ہوا، عمر بھر پریشان رہے یہاں تک کہ انا الحق کہنے پر فتویٰ کفر کا لگا گیا کیونکہ ابن منصور سے علماء نے گفتگو کی تھی اس سے ان کا مجنون و مختل الحواس ہونا ظاہر نہ ہوتا تھا پھر فتویٰ قتل کا دیدیا۔

الہام کی مخالفت سے دنیوی ضرر ہوتا ہے

الہام کی مخالفت سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا مگر تجربہ یہ ہے کہ دنیا میں نقصان ضرور پہنچتا ہے۔ چنانچہ ایک مقامی بزرگ کسی نو وارد مسافر بزرگ سے ملنے کو اٹھے، الہام ہوا نہ جاؤ۔ یہ بیٹھ گئے۔ پھر خیال ہوا یہ الہام نہیں خیال ہوگا، آخر ان سے ملنے میں کیا حرج ہے چنانچہ پھر اٹھے، پھر الہام ہوا نہ جاؤ، یہ بیٹھ گئے، تیسری مرتبہ پھر اٹھے، پھر وہی الہام ہوا، مگر یہ نہ رکے اور چل کھڑے ہوئے، دو چار قدم چلے ہو نگے کہ گر پڑے اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔

الغناء رقیۃ الزنا

یعنی غناء زنا کا منتر ہے۔

سماع جائز بھی فقہا کے نزدیک بدعت ہے

حضرت سلطان جیؒ کا سماع ناجائز نہ تھا کیونکہ وہ آداب وحدود کی رعایت کے ساتھ تھا مگر فقہاء اس کو بھی بدعت کہتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور عوام کو اجازت دینے میں مفسدہ ہے۔

بدعتی کی کرامت

بدعتی سے ظاہر میں کرامت بھی صادر ہو تو وہ کرامت نہیں شعبدہ ہے۔

بزرگوں کی پیروی دین ودنیا کی راحت ہے

بزرگوں کا نمونہ بننے ہی میں دین کی حفاظت ہے اور دنیا کی عزت ہے جب بزرگ سے محبت ہوتی ہے تو ان کی ہر ادا سے محبت ہوتی ہے۔ اول اول یہ شخص بہ تکلف ان کی اداؤں کو اختیار کرتا ہے پھر اللہ

تعالیٰ ان کو سچ مچ مشابہ کردیتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات صورت وشکل اور چہرہ مہرہ بھی ان ہی کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ اپنے بزرگوں کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کرنا چاہیے جہاں رہوان ہی کے طرز پر رہو۔ اس سے ایک قدم نہ ہٹو، اسی میں دین کی حفاظت ہے اور دنیا کی بھی عزت ہے، تمہاری گفتار، رفتار، نشست وبرخاست، چال ڈھال سب اپنے بزرگوں کے نمونہ پر ہو اس کا پورا اہتمام کرو۔

امام عادتاً اگر کوئی لفظ غلط پڑھتا ہے تو مقتدیوں کی نماز ہو جائیگی

امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس شخص کو غلط لفظ پڑھتے پڑھتے اس کی عادت ہوگئی تو وہ اس کا لغت ہو جائیگا، لہذا ایسے شخص کے پیچھے صحیح قرآن پڑھنے والے کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت مولانا قاسم صاحبؒ اور ہمارے حضرت مولانا کا بھی اسی پر عمل ہے، چنانچہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں ایک ترکی امام کے پیچھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اور کئی علماء نے نماز پڑھی ترکی ک کی جگہ چ پڑھتے ہیں۔ امام نے بھی ایاک نعبد کی جگہ ایاچ نعبد پڑھا، سب لوگوں نے نماز لوٹائی مگر مولانا قاسم صاحب نے نہیں لوٹائی اور یہی ارشاد فرمایا۔

شان کمال بزرگ

بزرگ کی شان کمال یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھے۔

مربی کی تعریف

حضرت محی الدین عربیؒ کا ارشاد ہے کہ مربی وہ ہے جس میں یہ تین صفتیں موجود ہوں، دین انبیاء کا سا ہو، تدبیر اطباء کی سی ہو، سیاست بادشاہوں کی سی۔ اول سے مراد ہے کہ انبیاء کا دین جس طرح دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ انبیاء کا سا کامل ہو۔

اعمال کا ترک کسی وقت مناسب نہیں

حال: حضرت! بندہ کو مشکوٰۃ شریف کی آخری حصہ کے مطالعہ کی توفیق ہوئی، مگر کتاب الآداب اور کتاب الرقاق کی احادیث سے دل بالکل گھبرا گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے اندر سارے عیوب موجود ہیں، اور بندہ مجمع الامراض ہے اور باب الریاء والسمعہ کی احادیث سے پورا یقین ہو گیا کہ

گزشتہ عبادت سب بیکار ہے۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ اور اس گھبراہٹ سے اجر ملتا ہے۔ بس تسلی کیلئے یہی اعتقاد کافی ہے اور ساتھ ساتھ اصلاح کا اہتمام اور اس کیلئے دعا بھی اور اعمال کو کسی وقت نہ چھوڑا جائے۔

تدبیر و دعا ہر حال میں محمود ہے

اللہ تعالیٰ کو چونکہ اجر دینا ہے، اس لئے اس کا طریق اپنی حکمت سے وہی متعین فرماتے ہیں، پھر جب تبدیل طریق میں حکمت ہوتی ہے اس کو بدل دیتے ہیں۔ اس لئے تدبیر و دعا ہر حال میں محمود ومطلوب ہے۔

تحقیق: کسی کی انگلیاں بے کار ہوگئی تھیں مٹھی بند نہ ہوتی تھی۔ اور ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ پھر سے بٹھایا جائے۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا علم الٰہی میں جو خیر ہو اس پر قلب منشرح فرمائیں چلتے پھرتے کبھی یاد آجائے۔ ایک جلسہ میں تین بار اللھم خرلنا واخترلنا کہہ لیا کیجئے۔

حال: دیگر احباب سے درخواست دعا کیلئے حضرت نے جو ہدایت فرمائی الحمدللہ اسی پر اس درجہ تک عامل ہوں کہ اپنے نوکر سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں۔

خشوع و عجز ہی اس طریق میں معتبر ہے

اسلام نے یہی عبدیت سکھلائی ہے اور بڑی دولت ہے

ولله در العارف الرومی فی قوله ؎

جز خشوع و بندگی و اضطرار　　　اندریں حضرت ندارد اعتبار

حال: حضرت بیمار آزار دنیا میں کون نہیں ہوتا اپنے جاننے والوں میں بہتوں کو حال اپنے سے بدتر پاتا ہوں۔

تحقیق: یہ اعتقاد اور اس کا استحضار ایک مراقبہ ہے جو ایک نعمت ہے۔

حال: پھر ایسے کتنے ہوتے ہیں جن کو معمولی تدبیر و علاج تک کی مقدرت نہیں ہوتی۔

تحقیق: یہ دوسرا مراقبہ ہے جو دوسری نعمت ہے۔

حال: ساتھ ہی یہ بھی ایمان ہے کہ مومن کے کانٹا چبھنا بھی ضائع نہیں جاتا۔

تحقیق: نقص طبعی واضطراری مضر نہیں ۔ یہ ایک تیسرا مراقبہ ان دونوں سے اعظم ہے ان مراقبات کے ہوتے ہوئے اگر تحمل میں جس کا ذکر فرمایا گیا ہے کچھ نقصان بلکہ فقدان بھی ہو مضر نہیں یہ مجموعہ اس نقص کا کافی تدارک ہے خصوصاً جب کہ یہ مراقبات اعمال اختیاریہ ہوں اور وہ نقص طبعی واضطراری۔

حال: مگر خدا جانے حضرت میری کمزوری وبزدلی کس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جسمانی تکلیف کا تحمل روز بروز گھٹتا جاتا ہے۔ کاش ایمان ہی اتنا قوی ہوتا کہ صبر ورضا ہی کا اجر حاصل کر سکتا۔

تحقیق: عدم تحمل قوت ایمان کے منافی نہیں۔ کیا خدانا کردہ یہ ضعف تحمل ایمان کے قوی نہ ہونے کی علامت ہے، اس وقت ایک حدیث ترمذی کی بے ساختہ ذہن میں آ گئی جس کو جمع الفوائد باب فضل الشہادۃ والشہداء سے نقل کرتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے شہداء کی ایک تقسیم فرمائی ہے اس قسم ثانی کے باب میں ارشاد ہے **قال ورجل جید الایمان تقی العد وفکا نماضرب جلد بشوک طلح من الجبن اتاہ سہم عرب فقتلہ الحدیث**۔ اس میں خود ت ایمان اور جبن کو مجتمع فرمایا ہے جس میں صاف دلالت ہے کہ عدم تحمل اور قوت ایمان جمع ہو سکتا ہے۔ البتہ اس قسم کے شہید کو درجہ ثانیہ میں اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس سے فعل اختیاری یعنی قتال کا بوجہ جبن صدور نہیں ہوا، اور جہاں فعل اختیاری کا صدور بھی ہو وہاں درجہ بھی کم نہ ہوگا۔ سو یہ آپ کے اختیار میں ہے، اور الحمد للہ اس اختیار سے کام بھی لیا جا رہا ہے کہ معترضانہ شکایات کا ارتکاب نہیں کیا جاتا اور خود عاجزانہ شکایات بھی خلاف قوت ایمان نہیں۔ **کما قال یعقوب علیہ السلام انمااشکو بثی وحزنی الی اللہ بعد قولہ . یااسفیٰ علیٰ یوسف**۔ اور وسوسہ تو کوئی معتد بہ وجود ہی نہیں رکھتا۔ فزال بحمد اللہ کل اشکال۔

اجرت طے کر کے تراویح پڑھانا

حال: اس مرتبہ تراویح ایک ایسے حافظ کے پیچھے پڑھنا پڑ رہی ہے جنہوں نے عمداً اپنی اجرت پہلے ہی طے کر لی ہے، کراہت معلوم ہوتی ہے کیا کروں۔

تحقیق: امام کا اجرت لے کر تراویح پڑھانا مقتدیوں کے لئے مضر نہیں ۔ یہ کراہت اجارۃ علی الطاعۃ امام سے ناپسند کرنے والے مقتدیوں کی طرف متعدی نہیں ہوتی کہ وہ نہ اس کے سبب ہیں نہ مباشر، اور تیسری کوئی علت نسبت کی نہیں۔

قلق طبعی و معمولات کی کمی

حال: ایک عرصہ سے بعض اشعار اور بعض مضامین ورسائل لکھنے کی وجہ سے معمولات کا نظام بگڑ رہا ہے بہت ہمت باندھ کر پوری مقدار اور پابندی کرنا چاہتا ہوں مگر سستی یا تساہل کا غلبہ ہو کر خلل ہو جاتا ہے۔ اسی کشمکش میں ایک عرصہ سے عریضہ پیش نہیں کیا کہ نسخہ ہی استعمال نہ ہو تو حال کیا کہا جا سکے۔ نماز، تلاوت، ذکر، دعا، استغفار کسی کا بھی شوق پہلا سا نہیں رہا، اسی وجہ سے معمولات میں کمی پڑی ہے۔

تحقیق: قلق طبعی معین تجدید عمل ہے۔ ایسے تغیرات واسباب تغیرات سب کو پیش آتے ہیں۔ اکابر بھی اس سے خالی نہیں، جس کا تدارک اعادہ توجہ و عمل ہے، اس طرح قوت ضبط بڑھ جاتی ہے اور تمکین نصیب ہو جاتی ہے اس لئے بددل نہ ہونا چاہیے۔ قلق طبعی مضر نہیں بلکہ معین ہے تجدید عمل کا لیکن اختیاری قلق اور اس میں انہماک کے ساتھ اشتغال یہ مضر ہے۔ اس سے اعراض کر کے مستقبل کا انتظام درست کر لیا جائے اگرچہ تکلیف سے ہو اگرچہ نشاط سے خالی ہو۔ چند روز میں پھر اکثر تو حالت دلخواہ ہو جاتی ہے اور نہ بھی ہو تب بھی مقصود حاصل ہے یعنی طاعات عاجلاً اور اجر آجلاً۔

کبر کا علاج

حال: علاج امراض میں کبر کا علاج مراقبہ عیوب و معاصی سے بحمد اللہ فائدہ مند ہے اب اکثر اپنے کو اپنی حیثیت میں سمجھتا ہوں، کسی کو تحقیر و تذلیل بلکہ گالیوں سے بھی پہلا سا اثر بحمد اللہ نہیں ہوتا۔ غصہ بھی بہت کم آتا ہے۔ آتا بھی ہے تو بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

تحقیق: اللہ تعالیٰ ثبات و رسوخ عطا فرمادے۔

حفظ عفت کیلئے ریل سے کود پڑنا خودکشی نہیں

حال: ایک بی بی ڈاک گاڑی میں سفر کر رہی تھیں، شام کا وقت تھا، یہ زنانہ درجہ میں تنہا تھیں، گاڑی میں ایک لمبا تڑنگا مرد چڑھ آیا اور ان کو دھمکانا شروع کیا، خدا تعالیٰ نے ان کو بھی ہمت دی۔ انہوں نے بھی اس کو ڈانٹا۔ اور خطرہ کی زنجیر کھینچ لی۔ گاڑی ٹھہری اور وہ شخص کود کر بھاگ گیا اور تاریکی میں غائب ہو گیا۔ ان بی بی نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر گاڑی نہ ٹھہری تو میں گاڑی سے کود جاؤں گی تو سوال کیا گیا کہ اگر ایسا ہوتا تو کیا یہ خودکشی ہوتی۔

تحقیق: عفیف بیبیوں کو اس وقت حیا وعفت کا اکثر اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ وقوع ہلاکت یا بتقدیر وقوع ذم ہلاکت کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا اس لئے ایسی حرکت بطریق اضطرار کے ہوتی ہے۔ نیز ہلاکت یقینی بھی نہیں ہوتی بہت لوگ اس طرح کود کر بچ بھی گئے ہیں۔ البتہ چوٹ ضرور لگی ہے۔ سوایسے غلبہ کے وقت حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ معذور ہونگی اس لئے اس کو خودکشی نہ کہا جائیگا۔ وفی یبانی ھذا اجاب استاذی مولانا محمد یعقوب حین سئل عن النسوۃ اللاتی القین انفسھن فی البیر حین خفن علیٰ عفتھن فی الزمان المعروف بالغدر لکن اذافات الشرط فات المشروط یعنی شعور واختیار کے رہتے ہوئے بقدر قدرت مدافعت ومقاومت کرے۔

الھیئۃ فی حد البیعۃ

حال: جولوگ کہ پیری مریدی کو فرض عین بتاتے ہیں اور آیۃ وابتغو آالیہ الوسیلۃ پیش کرتے ہیں آیا پیری مریدی کی اصل کیا ہے۔ فرض عین ہے کہ واجب ہے یا کہ سنت مؤکدہ ہے یا کہ مستحب ہے اور جو لوگ آیۃ مذکورہ کو پیش کر کے فرض عین یا واجب بتاتے ہیں اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟

تحقیق: بیعت کی حقیقت وصورت اور اس کا درجہ۔ بیعت کی ایک حقیقت ہے ایک صورت۔ حقیقت اس کی ایک عقد ہے درمیان مرشد ومسترشد کے۔ مرشد کے طرف سے تعلیم کا اور مسترشد کی طرف سے اتباع کا پھر اگر مرشد اور مسترشد کے درمیان نبی اور امتی کا تعلق ہے تو نبی کی طرف سے تبلیغ اور امتی کی طرف سے ایمان جس میں سب احکام کا التزام ہے۔ اس حقیقت کی تحقیق کیلئے کافی ہے اور یہی محمل ہے اس قول کا اگر ثابت ہو من لاشیخ لہ فشیخہ الشیطن ، مگر کوئی مسلمان اس کا مصداق نہیں۔ اور یہ بیعت فرض ہے۔ اور اس کے بعد بھی اگر کسی خاص حکم کا یا احکام کا عہد لیا جائے ، وہ اس عہد مذکور کی تجدید ہے۔ کمافی حدیث عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحولہ عصابۃ من اصحابۃ بایعونی الیٰ قولہ فبا یعنا علیٰ ذالک متفق علیہ (مشکوۃ کتاب الایمان)۔ اور مرشد اور مسترشد دونوں امتی ہیں جیسا بعد عہد نبوت کے اور یہی وہ وہی بیعت ہے جس کا لقب اس وقت پیری مریدی ہے تو وہ بھی مثل صورت ثانیہ کے تقویت ہے۔ عہد اسلامی کی اور یہ اتباع ہے اس سنت کا جس کو اوپر تجدید عہد کہا گیا ہے اور چونکہ اس کا فرض یا واجب یا سنت موکدہ ہونے کی کوئی

دلیل نہیں اور حضرت نبوۃ سے دین کی حیثیت سے منقول ہے لہذا یہ بیعت مستحب ہوگی، اور جس نے اس کے فرض یا واجب ہونے پر آیۃ مذکورہ سے استدلال کیا ہے محض بے دلیل اور تفسیر بالرائے ہے، صحیح تفسیر وابتغوا الیہ القرب بالطاعات ہے۔ اسی طرح جب حضورﷺ سے اس پر مداومت ثابت نہیں، ہزاروں مومن اس خاص طریقہ پر اس زمانہ میں حضورؐ سے بیعت نہیں لائے۔ اس لئے اس کو سنت موکدہ بھی نہیں کہیں گے، یہ سب تفصیل اس کی حقیقت میں ہے اور ایک اس کی صورت میں ہے یعنی معاہدہ کے وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا کپڑا وغیرہ ہاتھ میں دیدینا تو یہ عمل مباح ہے لیکن مامور بہ کے کسی درجہ میں نہیں۔ حتیٰ کہ اس کے استحباب کا بھی حکم نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ حضورﷺ سے جو منقول ہے وہ بطور عبادت اور دین کے نہیں بلکہ بطور عادت کے ہے۔ کیونکہ عرب میں معاہدہ کے وقت یہ رسم تھی چنانچہ اسی عادت کی بناء پر صفقہ بھی کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بیعت معتادہ صلحاء حقیقت کے اعتبار سے مستحب سے زیادہ نہیں اور اس کی خاص ہیئت مباح سے زیادہ نہیں لہذا اس کا درجہ علماً یا عملاً بڑھانا مثلاً اس کو شرط نجات قرار دینا یا تارک پر طعن کرنا یہ سب غلوفی الدین اور اعتداء حدود ہے۔ اگر کوئی شخص عمر بھر بھی بطریق تعارف کسی سے بیعت نہ ہو در خود علم دین حاصل کر کے یا علماء سے تحقیق کر کے اخلاص کے ساتھ احکام پر عمل کرتا رہے وہ ناجی اور مقبول اور مقرب ہے، البتہ تجربہ سے یہ کلیاً یا اکثراً مشاہدہ ہوگیا ہے کہ جو درجہ عمل اور صلاح کا مطلب ہے وہ بدون اتباع وتربیت کسی کامل بزرگ کے بلاخطر اطمینان کے ساتھ عادۃً حاصل نہیں ہوتا مگر اس اتباع کے لئے بھی صرف التزام کافی ہے، بیعت متعارف شرط نہیں ولیکن ہذا آخر الکلام واللہ اعلم۔

افراط، تفریط سے بچنا ہی اعتدال ہے

صفت بخل اپنی ذات میں مذموم نہیں، اگر یہ مادہ انسان میں نہ ہوتو انتظام نہیں ہوسکتا ہاں کسی چیز کا اعتدال سے بڑھ جانا یہ مذموم ہے، افراط تفریط سے بچنا ہی اعتدال ہے۔

انگریزی تعلیم

اسی تعلیم انگریزی کی بدولت الحاد اور نیچریت کا غلبہ زیادہ ہوگیا ہے۔ یہ کالج کیا ہیں، فالج ہیں کہ دین کے حسن کو بالکل تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔ ان کے تعلیم یافتہ اکثر بددین ملحد ہوتے ہیں دماغوں میں خناس بھر جاتا ہے۔

بڑے ہونے کا معیار

سنیوں اور شیعوں میں بڑا مسئلہ یہی زیر بحث ہے کہ صحابہؓ میں حضرت علیؓ بڑے ہیں یا شیخینؓ، اس کا بہت سہل ایک فیصلہ ہے کہ اس وقت کے لوگ کس کو بڑا سمجھتے تھے وہی بڑا ہے جو بڑا ہوگا بالاضطرار اس کے ساتھ بڑوں کا سا برتاؤ ہوگا خواہ مخواہ لوگ زوائد میں پڑ کر اوقات ضائع کرتے ہیں، روایات فضیلت کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں، اصل چیز یہ ہے اس کو دیکھو۔

دُبنا اور چیز ہے اور رعایت اور چیز ہے

جو ضابطہ سے اپنا متبوع نہ ہو اس سے دبنا بے غیرتی ہے مثلاً استاد ہو کر شاگرد سے دبے بے غیرت ہے، پیر ہو کر مرید سے دبے بے غیرت ہے۔ بادشاہ ہو کر رعایا سے دبے بے غیرت ہے۔ خاوند ہو کر بیوی سے دبے بے غیرت ہے ہاں رعایت اور چیز ہے وہ دبنا نہیں ہے اس کو محبت وشفقت کہیں گے۔

تحقیق: ہمیشہ اپنے دوستوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ تم کبھی کسی الجھن میں مت پڑو، جہاں الجھن دیکھو ایک دم اس کام کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ انسان ہے نفس ہے نفسانیت آ ہی جاتی ہے۔

یکسوئی قابل قدر چیز ہے

ان قصوں اور جھگڑوں سے ایک بہت بڑی چیز برباد ہو جاتی ہے جس کی ہمیشہ اہل اللہ وخاصان حق سلف صالحین نے حفاظت کی ہے وہ یکسوئی ہے، اگر یہ یکسوئی اپنے پاس ہے تو پھر چاہیے اپنے پاس ایک سوئی بھی نہ ہو مگر اس کی یہ حالت ہوگی ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی　　بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی

ہر کام میں مقصود رضاء حق وقرب حق ہو

تحقیق: مقصود تو ان لوگوں کا کچھ اور ہی ہوتا ہے کہ جھگڑا ہوگا فتنہ ہوگا ذرا تصادم میں مزہ آئے گا۔ اللہ کا شکر ہے۔ اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے خصوصی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عنایتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان قصوں سے پاک صاف ہی کر دیا۔ اور کنج وکاوش کی الجھن میں پڑنے کی ضرورت ہی

نہ رہی۔ نظر ہمیشہ مقصود پر ہونا چاہیے۔ پس جب کہ مدرسہ مقصود نہیں بلکہ رو بر و رضائے حق ہے اور قرب حق ہے سو وہ دین کے دوسروں کاموں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، پھر کیوں خواہ مخواہ قلب کو مشوش کیا اور فتنہ وفساد کو مول لیا کسی اور کام میں لگ جاؤ۔

کام کرنے کا سہل طریقہ

تحقیق: یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ غیر اختیاری کاموں کے پیچھے پڑنے سے وقت خراب ہوتا ہے اور کام نہیں ہوتا۔ اور ہو بھی کیسے وہ تو غیر اختیاری ہے۔ انسان اختیاری کام کو کرے، غیر اختیاری کو چھوڑ دے۔ یہی کام کرنے کا سہل طریق ہے اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلے میں نصف سلوک ہے بلکہ اور ترقی کر کے کہتا ہوں کہ کل سلوک ہے، حقیقت کی بے خبری کے سبب لوگ مشکلات اور دشواریوں میں پڑ گئے۔ چنانچہ ایک شبہ اس کا غیر اختیاری کے درپے ہونا ہے حالانکہ تصوف سے سہل اور آسان کوئی چیز بھی نہیں۔

معصیت کے نتائج

تحقیق: معصیت کمبخت نہایت بری اور مہلک چیز ہے، اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔ وہ ذلت اور وہ گھڑی بندہ کے واسطے نہایت ہی مبغوض اور منحوس ہے جس میں یہ اپنے خدا کا نافرمان ہوتا ہے۔ اگر حس ہو تو فوراً معصیت کرنے کے بعد قلب پر ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ اور بعض نافرمانی کا یہ بھی اثر ہوتا ہے کہ آئندہ کیلئے عمل کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے بڑے خوف کی بات ہے۔ اور معصیت میں ایک اور خاصیت بھی ہے کہ اس کے محکوم اس کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار ہوئے وہ شوخی کرنے لگا، فرمایا آج ہم سے کوئی گناہ ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ ☆ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

ہر کہ ترسید از حق وتقویٰ گزید ☆ ترسد از وے جن وانس وہر کہ دید

اور ایک خاصیت معصیت کی سب سے اشد ہے وہ یہ کہ کبھی بے خبری اور بے حیائی سے صغیرہ سے کبیرہ صادر ہو جاتا ہے۔ اور وہ سبب کفر کا بن جاتا ہے، اس لئے انسان کبھی گناہ کر کے بے فکر نہ ہو، توبہ استغفار کرتا رہے، مگر یہ بھی نہیں کہ اسی کو مشغلہ بنالے اور اسی مراقبہ میں رہا کرے۔ بلکہ ایک بار خوب باقاعدہ

توبہ کر کے کام میں لگے۔ اور اس کے بعد پھر جب کبھی خیال آجایا کرے۔ **اللھم اغفرلی** کہہ کر پھر آگے چلے، کام میں لگے۔

قبولیت توبہ کی علامت

تحقیق: توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے کے متعلق حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہ نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ فلاں گناہ کر لینے کے بعد جو توبہ کی تھی وہ قبول ہوگئی یا نہیں، اس کا معیار یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ اس گناہ کے یاد آنے سے نفس میں حظ پیدا ہوتا ہے یا نفرت۔ اگر نفرت ہوئی تو توبہ قبول ہو چکی اگر حظ ہوتا ہے تو ابھی توبہ قبول نہیں ہوئی، پھر توبہ کرے، بڑی عجیب بات ہے مگر یہ علامت ظنی ہے۔

حوادث کے بعد سب قبضے قبض طبعی کے سبب بن جاتے ہیں

تحقیق: انسان کا وجود اور ہستی ہے ہی کیا چیز۔ ہر چیز حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے خواہ مخواہ انسان اپنی ٹانگ اڑاتا ہے اور یہ دعویٰ ترقی کا نتیجہ ہے، مگر واقعات سے حق تعالیٰ دکھا دیتے ہیں اہل ترقی کو کہ کوئی چیز تمہارے قبضہ میں نہیں سب ہمارے قبضہ میں ہیں۔ حوادث کے بعد سب قبضے قبض طبع کے سبب بن جاتے ہیں، تحقیقات اور انتظامات کچھ کام نہیں آتے۔ چنانچہ سیلاب سے ہزاروں لاکھوں مخلوق غرق ہوگئی مگر کوئی کچھ نہ بنا سکا۔

پریشانی کا علاج رضائے خالق کی سعی ہے

تحقیق: اگر انسان وحی کو عقل پر ترجیح دے تو سمجھ میں آجائے کہ پریشانی کا سبب ہمیشہ معصیت ہوتی ہے جس کی حقیقت خدا کی نافرمانی ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنے کی سعی کی جائے تو اس بدتری اور پریشانی سے نجات ہو سکتی ہے ورنہ کوئی اور چیز اس سے نجات نہیں دلا سکتی۔ اس لئے خدا کو راضی کرنے کی فکر ہونا چاہیے۔

روپیہ کی ذات سے حظ ہونا مرض ہے

تحقیق: بعض لوگوں کو تو ضروریات کی وجہ سے روپیہ کی تلاش ہوتی ہے اور بعض کو خود روپیہ کی ذات سے

تعلق ہوتا ہے۔ مگر یہ ایک مرض ہے ان کو روپیہ سے حظ مقصود ہوتا ہے کہ میں اتنے روپے کا مالک ہوں۔ روپیہ سے تعلق اور حظ پر ایک بنیے کی حکایت یاد آئی کہ وہ بیمار تھا۔ روپیہ کثرت سے پاس تھا مگر علاج نہ کراتا تھا۔ دوست احباب کے زور دینے پر بمشکل علاج پر آمادہ ہوا، مگر اس طرح کہ لوگوں سے پوچھا، پہلے علاج کا تخمینہ کرالو، کیا خرچ ہوگا۔ چنانچہ تخمینہ کرایا گیا۔ طبیب کو بلا کر نبض دکھلائی، نسخہ تجویز ہوا۔ مدت استعمال کا تخمینہ ہوا، قیمت کی تحقیق کی گئی اور حساب لگا کر بتلایا گیا کہ اس قدر صرف ہوگا، کہا کہ اب دیکھو کہ مرنے پر کیا صرف ہوگا۔ وہ بتلایا گیا اس قدر صرف ہوگا تو کہتا ہے بس اب تو یہی رائے ہوتی ہے کہ مر جائیں کیونکہ علاج میں روپیہ زائد صرف ہوگا اور مرنے میں کم۔

ذہانت کب نعمت ہے؟

تحقیق: ذہانت بھی خداداد چیز ہے اور بڑی نعمت ہے بشرطیکہ حدود میں رہ کر محل پر صرف کی جائے، ورنہ خرابی اس سے زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

واردات کی مخالفت موجب خسران ہے یا حرمان

تحقیق: واردات کی مخالفت معصیت تو نہیں مگر اس مخالفت سے دنیاوی ضرر کچھ ضرور ہوتا ہے پھر ممکن ہے کہ یہ ضرر کبھی مفضی ہو جائے ضرر دینی کی طرف۔ مثلاً پہلے معاصی کے مواقع میں، ہمت مقاومت کی ہو سکتی ہے مگر طبعی کسل ہو گیا جو محض ضرر بدنی ہے اس کسل سے طاعات کو جی نہیں چاہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمل سے باز رہا۔ اگر وہ عمل واجب تھا تو خسران ہوا اور اگر واجب نہ تھا تو حرمان ہوا۔

سکون کا بہترین اور سہل طریقہ

تحقیق: سکون کا بہترین اور سہل طریقہ تسلیم وتفویض وافتقار وانکسار ہے جس کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ ☆ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
ہرکجا پستی است آب آنجا رود ☆ ہرکجا مشکل جواب آنجا رود
ہرکجا دردے دوا آں جا رود ☆ ہرکجا رنجے شفا آں جا رود

علم میں خیر و برکت سلب ہو جانیکی وجہ

تحقیق: آج کل استادوں کا ادب اور احترام بالکل ہی جاتا رہا، تو ویسی ہی علم میں خیر و برکت رہ گئی، عادۃ اللہ یہ ہے کہ استاد خوش اور راضی نہ ہو تو علم نہیں آسکتا۔ اور استاد ہی کی کیا تخصیص ہے اب تو وہ زمانہ ہے کہ نہ باپ کا ادب ہے نہ پیر کا ادب ہے اور اگر ہے بھی تو رسمی ادب، باقی حقیقی ادب کا تو نام ونشان نہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ تعظیم کا نام ادب نہیں۔ ادب نام ہے راحت رسانی کا۔

بڑی دولت امتی کے واسطے دین کی محبت اور عظمت ہے

تحقیق: سب سے بڑی دولت امتی کے واسطے یہ ہے کہ قلب میں دین کی محبت ہو عظمت ہو چاہے عمل میں کوتاہی ہو۔

استاد صاحب محبت ہونا چاہیئے

شروع ہی میں اس کی ضرورت ہے کہ استاد بھی صاحب محبت ہوتا کہ شاگردوں کے جذبات اور خیالات پر ان کا اثر ہو اور شروع ہی سے صحیح تربیت اور اصلاح ہو۔

کبر کا منشا ہمیشہ حمق ہے

تحقیق: کبر ہمیشہ حمق سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر حمق نہ ہو تو اپنی بڑائی کا انسان کو کبھی وسوسہ بھی نہیں ہو سکتا۔ نہ خیال آسکتا ہے۔ اس مرض میں قریب قریب عوام اور خواص سب کو ابتلا ہے اور اس کے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے وہ یہ کہ کسی کامل کی جوتیوں میں جا پڑے، وہاں دماغ سے یہ خناس نکل جائے گا آج کل ہر شخص اپنے آپ کو مجتہد مطلق سمجھتا ہے یہ سب حماقت کے کرشمے ہیں۔

کسی مسلمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرنا چاہیے

تحقیق: مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار علماء سے فرمایا کہ تم یہ کیا کفر کے فتوے لگاتے ہو کہ فلاں کافر ہے، خدا کی قسم قیامت کے دن دیکھو گے کہ بعضے ایسے لوگوں کی مغفرت ہو رہی ہے جو دنیا میں پورے کافر سمجھے جاتے تھے۔ پھر فرمایا اس کا مضائقہ نہیں کہ دھمکانے کیلئے انتظام کے طور پر کسی کو کافر کہہ دیا جائے جیسے حدیث میں تارک صلوٰۃ کو کافر کہا گیا ہے مگر یہ مت سمجھو کہ کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے وہ سچ مچ

کافر ہوگیا۔ الغرض کسی مسلمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرنا چاہیے۔

کوئے نا امیدی مرو کامیدہاست　　سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

پردہ قید نہیں بلکہ بہ نظر حقیقت آزادی ہے

تحقیق: کیونکہ قید کا مفہوم تو یہ ہے کہ کسی شخص کو بند کیا جائے اور اس کو بند کرنا ناگوار ہو، اور وہ بھاگنا چاہتا ہو پھر اس پر پہرہ چوکی قائم کرتا ہو حالانکہ کسی مسلمان کے گھر پر پہرہ چوکی نہیں دیکھا جاتا، معلوم ہوا کہ عورت کو پردہ میں رکھنا قید نہیں بلکہ ان کو باہر نکالنا قید ہے کیونکہ وہ ان کی طبیعت کے خلاف ہے۔ اگر بالفرض ہم ان کو باہر جانے کو کہیں تو وہ اندر کو بھاگیں تو اصول کی رو سے یہ پردہ آزادی اور بے پردگی قید ہے۔ غرضیکہ یہ پردہ قید نہیں بلکہ حیا ہے، جو انگریزوں کی عورتوں میں نہیں۔

صدق وخلوص کامیابی کا مدار ہے

تحقیق: فرمایا کہ صدق وخلوص بڑی چیز ہیں بدون اس کے کام چلنا یا بننا مشکل ہی ہوتا ہے یہ آج کل جو اکثر ناکامی ہوتی ہے اس کا سبب عدم خلوص ہی ہے اگر خلوص ہو تو بڑے سے بڑا کام اور سخت سے سخت کام سہل بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا دیوبندیؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا۔ ایک پیسہ پاس نہ تھا اور اس میں تمام کمالوں میں صرف ایک کمال یہ تھا کہ گدھے کی بولی بولنا جانتا تھا۔ ایک سیٹھ نے بولتے ہوئے سن لیا، اپنی تفریح کیلئے سفر حج میں اس کو ہمراہ لے لیا۔ بعد فراغ حج اسی کمال کی بدولت بدوں سے ریل پیل ہوگیا، ان کی محبت میں مدینہ منورہ پہنچ گیا، دیکھ لیجئے ارادہ حج خلوص سے کیا حق تعالیٰ نے سب آسان نہیں کردیا۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست　　با کریماں کارہا دشوار نیست

اپنے معتقد بنانیکی تدبیر کرنا غیرت کی بات ہے

فرمایا کہ مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ لوگوں کو معتقد بنانے کی تدبیر یا ترغیب دی جائے۔ اپنے دوستوں کو بھی میری تاکید ہے کہ وہ کبھی ایسا نہ کریں، ہاں ایک اور صورت ہے جس میں ایک مسلمان کی امداد ہے اور ثواب بھی ہے کہ طالب کو چند جگہوں کے نام بتلائے اور مشورہ دیا جائے کہ اپنے حالات سب جگہ لکھو، جہاں کے جوابات سے سکون اور تسلی ہو وہاں سے تعلق پیدا کرلو۔

دنیا کو مقدم اور دین کو تابع بنانا گمراہی ہے

تحقیق: اگر دین کو مقدم رکھیں اور پھر حصول دنیا کی فکر کریں بشرطیکہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو تو پھر کامیابی بھی بہت قریب ہے۔

تحقیق: فرمایا کہ اصل چیز اس طریق میں شیخ کی محبت اور اتباع ہے۔ پھر اس میں بھی اساس محبت ہے اتباع عادۃً اس پر مرتب ہو جاتا ہے اس لئے کہ محبّ محبوب کے خلاف نہیں کر سکتا۔ باقی بیعت وہ محض ایک برکت کی چیز ہے اس پر نہ تعلیم موقوف ہے اور نہ نفع مگر آج کل کے پیروں نے اس بیعت کو لوگوں کے پھنسانے کا اچھا خاصہ آلہ بنا رکھا ہے۔ لوگوں کے عقائد بیعت کے متعلق درجہ منکر تک پہنچ گئے ہیں کہ اس کو فرض واجب سمجھتے ہیں۔ علماء اہل حق کو اس طرف متوجہ ہو کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے جیسے اور بدعتوں کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی تو بدعت اور قابل اصلاح ہے آخر فرق دونوں میں کیا ہے۔

بیعت میں عدم تعجیل کی حد

تحقیق: فرمایا کہ جب تک میرے چالیس وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو، بیس مرتبہ خط و کتابت نہ کر لو، دس مرتبہ ملاقات اور مجالست نہ کر لو، اس وقت اس کی حد ہے۔

وظائف کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

ایسا ارادہ کرنا بڑی ہی ناواقفی کی بات ہے۔ اگر ایسا ہی ذوق شوق ہے تو اتباع کرو۔ اس پر بھی اس مقصود کا ترتب لازم نہیں، مگر بہ نسبت اوراد کے پھر اس میں توقع زیادہ ہے۔

ہمارے اعمال کی جزا محض عطا و انعام ہیں

تحقیق: فرمایا کہ ہمیں تو ہر وقت ان کی رحمت اور ان کے فضل کی ضرورت ہے۔ جو کچھ ملے گا وہ محض انعام ہے گو نام کو جزائے اعمال ہے مگر ہمارے اعمال ہی کیا جس پر جزا کا استحقاق ہو بلکہ خود ان اعمال کو اعمال میں شمار کرنا یہ بھی انعام ہی ہے، ورنہ ہمارے اعمال تو حسنات کہنے کے بھی قابل نہیں بلکہ وہ اپنے فضل سے ان کو حسنات بنا دیں گے چنانچہ بعض اہل لطائف نے اولئک یُبَدِّلُ اللہ سیئاتھم

حسنات کی یہی تفسیر کی ہے۔ پھر ایک بڑی رحمت یہ ہے کہ ہمارے اعمال محدود اور جزاء غیر محدود۔ اور میں نے جو کہا ہے کہ وہ جزا برائے نام ہے ورنہ محض عطا ہی ہے اس کی دلیل خود قرآن میں ہے جزآءً من ربک عطآءً حساباً الخ

اس تقریر سے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ اگر وہ جزاء ہے تو عطا کیسی اور اگر عطا ہے تو پھر حساب کیسا۔ جواب یہ کہ جزاء صورۃً ہے اور عطا حقیقۃً اور حساب جزاء یا عطا کے لئے نہیں بلکہ خود اہل عطاء میں تفاوت کیلئے حساب ہوگا باقی عطا بغیر حساب ہی ہوگا۔

اپنے بزرگوں کا طرز

تحقیق: فرمایا کہ ہمارے بزرگوں میں ایک خاص بات یہ تھی کہ خودداری کا نام ونشان نہ تھا، ملے جلے، ہنستے بولتے رہتے تھے مگر دل میں ایک انگارہ دہک رہا تھا، بقول نواب شیفتہ ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو　　　　که بینی خندہ برلب ہا و آتش پارہ در دل ہا

میں نے اس ہنسنے پر ایک مثال تجویز کی ہے کہ جیسے تو ہنستا ہے مگر ہاتھ لگا کر کوئی دیکھے پتہ چل جائیگا کہ کیسے ہنستا ہے۔ ان کے قلب میں خدا کی محبت کی ایک آگ بھری تھی، ہر وقت خشیت کا غلبہ رہتا تھا، شب وروز آخرت کی فکر لگی تھی۔

نقشبندی وچشتی بزرگان کے طرز کا تفاوت

تحقیق: فرمایا کہ بعض نقشبندی حضرات کی رائے ہے کہ شیخ کو وقار و تحمل کے ساتھ رہنا چاہیے، تاکہ طالبین کے قلب میں عظمت ہونے سے ان کو نفع زائد ہو، مگر چشتیوں سے یہ ہو نہیں سکتا ان کا وقار اور تحمل یہی ہے کہ کوئی وقار و تحمل نہ ہو ان کی تو بس یہ شان ہوتی ہے ؎

نباشد اہل باطن درپے، آرائش ظاہر ☆ بہ نقاش احتیاج نیست دیوار گلستاں را

دلفریبان بناتی ہمہ زیور بستند ☆ دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

زیر بار اند درختاں کہ ثمر ہادارند ☆ اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

کسی کے برا بھلا کہنے سے برا ماننا طرز عشق کے خلاف ہے

تحقیق: اس سے بگڑتا کیا ہے معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے مخلوق سے کیا لینا ہے۔ اگر کسی کو اس کی فکر ہے تو یہ

اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے یہ فکر خود ایک مستقل اور بڑا عذاب ہے کہ فلاں برا نہ کہے، فلاں بھلا نہ کہے، سمجھ لے کہ برا بھلا کہنے والوں نے تو نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑا، نہ رسول کو چھوڑا، نہ صحابہ کرامؓ کو چھوڑا، نہ ائمہ مجتہدین کو چھوڑا۔ بعد کے علماء اور بزرگان دین تو بھلا کس شمار میں ہیں۔ایسے موقع کے متعلق ذوق نے خوب کہا ہے ۔

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق ☆ ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا کہتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے ☆ پھر برا کہنے سے کیوں اس کے برا مانتا ہے
عاشق بدنام کو پروائے ننگ ونام کیا ☆ اور جو نا کام ہو اس کو کسی سے کام کیا

بیعت کی حقیقت

تحقیق: فرمایا کہ بیعت کا حاصل یہ ہے کہ ایک طرف سے التزام ہو اتباع کا۔اور ایک طرف سے التزام ہو تعلیم کا۔بس اصل بیعت یہ ہے خواہ اس کی ظاہری صورت نہ ہو۔

فرمایا کلام الٰہی عملیات کیلئے موضوع نہیں

تحقیق: لیکن اگر کوئی اسی کیلئے استعمال کرے تو برکت ضرور ہوتی ہے جیسے قلم لکھنے کیلئے ہے۔اگر کوئی کان کا میل اس سے نکالے تو اسمیں بھی کام آجاتا ہے۔

مرض مزمن کا علاج

تحقیق: فرمایا کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اکتالیس بار الحمد شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض مزمن کو پلایا جائے تو امید نفع کی ہے۔

مدرس کی مدرسہ کے کام کے وقت باتیں کرنا خیانت ہے

تحقیق: عرض کیا گیا جو اس وقت ہو چکا یا آئندہ اتفاقاً پھر ایسا ہو جائے تو کیا اس کا کوئی بدل ہو سکتا ہے، فرمایا سوائے توبہ کے اور کوئی بدل نہیں۔عرض کیا گیا کہ خارج اوقات میں کام کر دیا جائے۔فرمایا یہ بھی اس کا بدل نہیں فرضوں کے قائم مقام نفلیں تھوڑا ہی ہو سکتی ہیں۔کام کے وقت کام کرنا چاہیے اور لوگوں کو منع کر دینا چاہیے۔

عورتوں کے زیادت عقیدت کی وجہ

تحقیق: فرمایا کہ عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے عقیدت زیادہ ہوتی ہے وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو ان کا دل نرم ہوتا ہے دوسرے صاحب الرائے نہیں ہوتیں۔

عذر میں استحضار ما یمکن ہی کامل ہے

تحقیق: فرمایا کہ حالت مرض میں قلب کے اس (مرض) کی طرف مشغول ہونے کی وجہ سے استحضار معتاد میں اگر کمی ہو جائے تو اس وقت جس قدر استحضار ہے وہی کامل ہے۔ اس کو یوں سمجھ لیا جائے کہ جیسے مرض کی وجہ سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کی وہی نماز جو بیٹھ کر پڑھی ہے کامل ہے۔ یا جیسے ایک شخص مرض کی وجہ سے وضو نہیں کر سکتا، تیمم کرتا ہے تو اس کی وہی طہارت کامل ہے حاصل یہ ہے جتنا جتنا اس وقت مامور بہ ہے وہی کامل ہے ناقص نہیں۔

جلال کے مراقبہ سے جمال کا مراقبہ انفع ہے

تحقیق: فرمایا کہ حق تعالیٰ کا مراقبہ جلال کا تو نافع ہے ہی مگر جمال کا اس سے زیادہ نافع ہے۔ خصوص ضعفاء کو جمال کا مراقبہ زیادہ کرنا چاہیے اس سے محبت بڑھ کر بہت جلد کامیابی ہو جاتی ہے۔

غیر اختیاری عارض سے عمل کا ثواب کم نہیں کیا جاتا

تحقیق: یہ ان کی رحمت ہے اور جو بظاہر اعمال میں کمی ہوتی ہے۔ وہ صورۃً کمی ہے حقیقۃً کمی نہیں۔ اس وقت اس کا مراقبہ کرے کہ میرے لئے یہی بہتر ہے جو اس طرف سے تجویز ہوئی ہے۔

شیخ سے مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ

تحقیق: پہلے کچھ دنوں مجلس شیخ میں خاموش بیٹھنے سے پھر بکثرت مکاتبت کرنے سے پھر اکثر ملنے جلنے سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

بے محل جان دے دینا شجاعت نہیں

تحقیق: فرمایا کہ جان اپنی ملک نہیں کہ اس میں جو چاہو تصرف کرو، دیکھئے اگر جان اپنی ہوتی تو خودکشی کیوں حرام ہوتی۔ ہاں جہاں یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں جان دینا طاعت ہے تو وہاں کمزور مسلمان بھی

قوت ایمانی سے بہادر ہو جائے گا۔ کیونکہ شجاعت میں کمی تردد سے ہوتی ہے۔ بے موقع محل بدون اذن شرعی کے جان دینا کوئی بہادری نہیں بلکہ بزدلی ہے۔

شجاعت اور تدبیر میں منافات نہیں

تحقیق: فرمایا کہ شجاعت اور تدبیر ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں دیکھئے شیر جیسا بہادر اور شجاع جانور چھپ کر شکار کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تدبیر کو شجاعت کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔

مشغولی بغیر حق نہ ہو

تحقیق: فرمایا کہ بزرگوں کے ملفوظات کے یاد کرنے کا اہتمام نہ کرو، بلکہ اس کی کوشش کرو کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ تمہاری زبان سے وہی نکلنے لگے جوان کی زبان سے نکلا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک قلعہ ہے اس میں رسد جمع کرنا ہے تو پانی کا ایک بہت بڑا حوض تیار کرایا اور اس کو بیرونی پانی سے بھر لیا۔ مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا کنواں اندر کھودلو۔ گو پانی تھوڑا ہوگا مگر آتا رہے گا۔ برابر خرچ کرتے رہو نکالتے رہو کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح اپنے اندر کنواں کھودلو۔

تحقیق: فرمایا کہ عورت کو مطیع بنانے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ اس کو خوش رکھے اور یہی خاوند کو راضی رکھنے کی تدبیر ہے۔

تحصیل قناعت کا طریقہ

تحقیق: فرمایا کہ قناعت بھی جب ہی ہو سکتی ہے جب کہ اپنے حوائج کو محدود رکھے اور حدود سے آگے بڑھ جانے میں پھر قناعت بھی مشکل ہے۔

غیر مقلد کے متبع سنت ہونے کی تحقیق

تحقیق: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ غیر مقلد بظاہر تو متبع سنت معلوم ہوتے ہیں فرمایا جی ہاں یہاں تک کہ سنت کے پیچھے بعضے فرائض کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اکابر امت کی شان میں گستاخی کرنا کیا یہ فرض کا ترک نہیں۔

شیخ کے حقوق کی رعایت کا اہتمام

تحقیق: فرمایا کہ حضرت سلطان جی مرید ہیں حضرت شیخ فرید شکر گنج ؒ سے ایک بار فصوص کا ذکر آ گیا۔ شیخ فریدؒ کی زبان سے نکلا کہ فصوص کے نسخے اکثر غلط ہیں۔ سلطان جی کی زبان سے نکل گیا کہ حضرت فلاں شخص کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جی ہاں بدون صحیح نسخہ کے مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ بات آئی گئی ہوئی۔ جب سلطان جی مجلس سے اٹھے۔ حضرت شیخ کے صاحبزادہ نے کہا خبر بھی ہے حضرت شیخ نے کیا فرمایا وہ خالی الذہن تھے کہنے لگے میں تو کچھ نہیں سمجھا۔ صاحبزادہ نے کہا حضرت شیخ نے اپنی ناراضی ظاہر کی گویا تم نے حضرت شیخؒ کی استعداد علمی پر حملہ کیا کہ بدون صحیح نسخہ کے وہ کتاب کو نہیں سمجھ سکتے اس لئے صحیح نسخہ کا پتہ بتلایا گیا، اتنا سننا تھا کہ سلطان جی دم بخود رہ گئے اور حاضر ہو کر معافی چاہی شیخ راضی نہیں ہوئے، صاحبزادہ نے سفارش کی تو راضی ہوئے۔ لوگ آج کل تشدد تشدد گاتے پھرتے ہیں ان حضرات کو دیکھئے یہ تو سب فانی تھے پھر کتنی بعید دلالت پر کیسی تادیب فرمائی۔ حضرت سلطان جی فرماتے ہیں کہ گو حضرتؒ راضی ہو گئے مگر میرے دل میں ساری عمر کانٹا سا کھٹکتا رہا کہ میں نے شیخ سے ایسی بات کیوں کہی جس سے حضرت کو تکلیف پہنچی دیکھئے شیخ کو حقوق کی رعایت کا قلب میں کس قدر اہتمام تھا، جب شیخ کی یہ عظمت تھی۔ تو یہ حضرات اللہ و رسولؐ کے حقوق کو تو کیسے فراموش فرماتے۔

مناسبت شیخ کی علامت

تحقیق: فرمایا کہ میں تعظیم کو تو پسند نہیں کرتا۔ البتہ محبت سے جی خوش ہوتا ہے مگر طریق میں وہ بھی ضروری نہیں ہاں مناسبت ضروری ہے۔ اور علامت مناسبت کی یہ ہے کہ شیخ کی کسی بات پر کوئی اعتراض بدرجہ انقباض نہ ہو اور اسے یہ تردد بھی نہ ہو کہ ایسی حالت میں اس سے تعلق رکھوں یا نہ رکھوں اگر اس شان کا اعتراض پیدا ہو تو کسی اور سے تعلق پیدا کر لے اس لئے کہ جب شیخ سے کھٹک ہے تو نفع ہرگز نہ ہوگا۔ ہر وقت کھٹک حجاب رہے گی اور نفع کیلئے مناسبت اصل شرط ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ناجائز امر کو شیخ کیلئے جائز سمجھے بلکہ باوجود ناجائز سمجھنے کے اعتراض و تردد بقید مذکور نہ ہو۔

اصول صحیحہ کا اتباع شیخ و مرید دونوں کو چاہیے

تحقیق: فرمایا میں نے اپنے بزرگوں کی دعا اور توجہ کی برکت سے طریق کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے

منجملہ اور مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اصول صحیحہ کا اتباع تم بھی کرو اور شیخ بھی کرے۔ مراد اصول صحیحہ سے اصول شرعیہ و مسائل شرعیہ ہیں، پیر پرستی شیخ پرستی تو مخلوق پرستی ہے۔ اس کو چھوڑ و خدا پرستی اختیار کرو۔ اور میں نعوذ باللہ مخلوق پرستی تو کیا گوارا کرتا۔ آنے والوں سے خدمت لینے تک کو نہیں پسند کرتا۔

وحدت مطلب کی تاکید

تحقیق: شیخ کی تعلیم ہوتے ہوئے دوسرے کو تعلیم کی طرف توجہ مضر ہے ہاں تعظیم وادب واعتقاد سب شیوخ کا ضروری ہے۔ نیز فرمایا کہ شیخ کی تعلیم پر ذرا چوں و چرا نہ کرے ورنہ محروم رہے گا وہ جو مناسب سمجھتا ہے۔ تعلیم کرتا ہے جیسے طبیب حاذق جو مناسب سمجھتا ہے تشخیص کے بعد تجویز کرتا ہے۔ ہاں طالب کو بیشک اس کا حق ہے۔ کہ اس شیخ کو چھوڑ دے مگر یہ حق نہیں کہ تعلق رکھ کر پھر اس کی تجویز میں چون و چرا کرے یا دخل دے۔

تحقیق: فرمایا کہ لوگوں کو دوسروں کی فکر ہے مگر اپنی فکر نہیں کہ نفسانیت سے دین تباہ ہو رہا ہے۔

ع۔ تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

سختی کی حقیقت مع مثال

تحقیق: فرمایا کہ لوگ مجھے سخت گیر بتلاتے ہیں حالانکہ میں دعویٰ سے نہیں کہتا، مگر واقعہ ہے کہ میں بہت نرم ہوں۔ بات یہ ہے کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ اصول اور قواعد سخت ہوں، وہ بے شک سختی ہے اور ایک صورت ہے کہ اصول اور قواعد تو نہایت نرم اور راحت کے ہیں مگر ان کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے سو اس میں تشدد کہاں ہوا بلکہ یہ تو راحت اور نرمی ہی کی تقویت ہے۔ دیکھئے نماز کس قدر سہل چیز ہے مگر اس کی پابندی کس سختی سے کرائی جاتی ہے۔ اور اس کے ترک پر کس قدر سزا ہے گو اس سزا میں اختلاف ہے مگر اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس پر سخت سزا ہے۔ بعض نے قتل تک کا فتویٰ دیا ہے تو دیکھئے نماز تو سہل ہے مگر اس کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے تو کیا نماز کو سخت کہیں گے۔ سختی تو یہ تھی کہ یہ کہا جاتا کہ پندرہ گھنٹے نماز میں کھڑے رہو۔ یہ سختی تھی اب تو یہ ہے کہ الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ ہی پڑھ کر قیام کو ختم کردو۔ اور اگر کسی کو یہ بھی یاد نہ ہو تین تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھ کر رکوع میں چلے جاؤ۔

اپنی طرف سے کسی پر کسی طرح کا دباؤ نہ ڈالا جائے

تحقیق: فرمایا کہ الحمدللہ میں خود کسی پر اپنی طرف سے بار ڈالنا نہیں چاہتا۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ اوروں پر تو کیا بار ڈالتا، اپنے گھر والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے ان پر ذرہ برابر گرانی اور بار نہ ہو۔ تنخواہ دار ملازموں کے ساتھ یہی برتاؤ ہے اور مسلمان کا تو مذہب یہ ہی ہونا چاہیے ؎

بہشت آں جا کہ آزارے نہ باشد کسے را با کسے کارے نہ باشد

مثلاً عرض کرتا ہوں کہ میں چھینک کر زور سے الحمدللہ نہیں کہتا کہ دوسروں کو اس کے جواب کا اہتمام نہ کرنا پڑے۔ پھر اگر ایسے شخص کو دوسروں کی موذی حرکت پر تغیر ہو جائے کہ ہم تو ان کی راحت کا اتنا خیال کرتے ہیں انہوں نے ہماری راحت کا کیوں نہیں خیال کیا۔ تو اس کو اس شکایت کا حق ہے۔ مگر میں تو اس پر بھی صبر کرتا ہوں اور کبھی اس نیت سے مواخذہ نہیں کرتا کہ مجھ کو ستایا ہے مگر پھر بھی ان کی مصلحت ہی سے ایسا کرتا ہوں کہ کسی طرح ان کی اصلاح ہو جائے۔ اور بظاہر گو میں کہتا ہوں کہ تمہاری اس حرکت سے تکلیف اور اذیت پہنچی مگر اکثر اس کا منشاء بھی یہی ہوتا ہے کہ دوسروں کو تکلیف اور اذیت نہ پہنچائیں۔

قلب کے اندر عدل کا ہونا بھی بڑی نعمت و راحت ہے

تحقیق: فرمایا کہ میں تو خدا کی نعمتوں اور راحتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ یہ بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ قلب کے اندر عدل رکھا ہے۔ ایک شخص کے واقعہ سے دوسرے کے معاملہ پر اثر نہیں ہوتا، یہ کیا اس کا تھوڑا فضل ہے۔

ناز کا انجام ہلاکت ہے ہر وقت نیاز کی ضرورت ہے

تحقیق: فرمایا ہم تو مشین ہیں وہی ہادی ہیں اور محافظ ہیں کسی کو ناز کس بات پر ہو ہمارا وجود اور ہماری ہستی ہی کیا ہے، ہر وقت نیاز ہی کی ضرورت ہے ناز کا انجام محض ہلاکت ہے ؎

ناز را روئے بباید ہمچو ورد چوں نہ داری گرد بد خوائی مگرد

مربی کے ساتھ تحقیر یا عرفی تعظیم کا برتاؤ

تحقیق: فرمایا کہ مربی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ اس کی حرکت سے تحقیر کا شبہ نہ ہو اس سے سخت مضرت کا اندیشہ ہے بلکہ میرا مذاق تو یہ ہے کہ عرفی تعظیم کا بھی شبہ نہ ہو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو بنا رہا ہے اور یہ بھی مضرت سے خالی نہیں غرض دونوں چیزیں اخلاص اور محبت کے خلاف ہیں۔

ذکروشغل کا درجہ صرف اعانت ہے

تحقیق: فرمایا کہ ذکروشغل سے اصلاح نہیں ہوسکتی، اصلاح اعمال سے ہوتی ہے۔ اعمال سے جو چیز قلب میں پیدا ہوتی ہے ذکروشغل اس کا معین ہوتا ہے۔ مگر آج کل کے جاہل صوفیوں میں احکام کی پابندی یا اہتمام بالکل ہی ندارد۔

ہدیہ کا ایک ادب

تحقیق: فرمایا کہ ہدیہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ ہدیہ دینے کے وقت ہدیہ کی قیمت نہ پوچھی جائے۔

رزق کا معاملہ مشیت پر ہے نہ کہ دانش پر

تحقیق: رزق کے بارے میں مشیت کے ایسے کھلے ہوئے واقعات ہیں کہ اس سے عقلاً بھی انکار نہیں کرسکتے بمبئی میں بڑے بڑے سیٹھ ہیں کہ وہ نام لکھنا بھی نہیں جانتے مگر بڑے بڑے بی، اے ان کے یہاں نوکر ہیں، یہ رزق کا معاملہ عجیب ہے۔

اگر روزی بدانش درفزودے ☆ زناداں تنگ روزی تر نبودے

بناداں آں چناں روزی رساند ☆ کہ دانا اندریں حیراں بماند

حب مال وجاہ سخت بری چیز ہے

تحقیق: جب جاہ ومال ایسی بری چیز ہے کہ یہ انسان کو کسی حال میں چین سے رہنے نہیں دیتی۔ ایک ڈپٹی صاحب تھے وہ بیچارے رات بھر تسبیح لئے کوٹھے پر ٹہلتے تھے اور مال کی فکر میں سوتے نہ تھے۔ بس ساری خرابی بڑائی کی ہے اس کیلئے آدمی مال ڈھونڈھتا ہے اگر آدمی چھوٹا بن کر رہے اور تھوڑے پر قناعت

کرے، پھر کچھ بھی فکر نہیں، شیخ سعدی صاحبؒ فرماتے ہیں ۔

نہ براشتر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم ☆ نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم

چشمہاؤ اشکہاؤ خشمہا ☆ برسرت ریزد چوآب ازمشکہا

خویش رارنجو رساز دزارزار ☆ تاترا بیروں کنندار اشتہار

اشتہار خلق بند محکم است ☆ بندایں ازبند آہن کے کم است

ذلت کی حقیقت

تحقیق: ذلت کہتے ہیں عرض احتیاج کو۔ اگر آدمی کچھ سوال نہ کرے تو کچھ ذلت نہیں انگریز بڑے بڑے امراء کی عزت نہیں کرتے اور ادنیٰ ادنیٰ مولویوں کی عزت کرتے ہیں۔

اخبار کی ضرورت کی دلیل

تحقیق: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتفقد اصحابہ ۔اس سے اخبار کی ضرورت مفہوم ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کی بگڑی حالت پر اصلاح اور ضرورت کی اطلاع پر امداد کر سکیں۔

تعلیم حسن ظن اور حسن تربیت

تحقیق: فرمایا کہ عام لوگوں میں سے تو اگر کسی کے اندر ننانوے عیب ہوں اور ایک بھلائی ہو تو میری نظر بھلائی کی طرف جاتی ہے اور ان ننانوے عیبوں پر نہیں جاتی ۔ اور جس نے اپنے کو تربیت کے واسطے میرے سپرد کیا ہو تو اس میں اگر ننانوے بھلائیاں ہوں اور ایک عیب ہو تو میری نظر اس عیب پر جاتی ہے۔ ان ننانوے بھلائیوں پر نہیں جاتی۔ سبحان اللہ اس سے حضرت والا کا عامۃ الناس کے ساتھ حسن ظن اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن تربیت ظاہر ہے۔

مواقع مشتبہ میں حق و باطل کا معیار

تحقیق: جو چیزیں نئی ایجاد ہوں اس میں یہ دیکھو کہ اس کے موجد کون ہیں عوام یا علماء صلحاء تو جس چیز کے علماء صلحاء موجد ہوں جیسے مدرسہ، خانقاہ دارالافتاء وغیرہ کہ ان کا بنانا علماء کے دل میں آیا یہ دین ہے اور جس کے موجد عوام ہوں جیسے عرس، فاتحہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ وغیرہ کہ ان کا اجراء عوام کے ذریعہ

ہوا، یہ غیر دین ہے۔ یہ ایسا معیار ہے کہ ہر نئے کام کے حکم کو اس معیار پر جانچ سکتے ہیں۔

دعاء کا ایک ادب اظہار عجز و نیاز ہے

تحقیق: فرمایا کہ دعا کا ایک ادب یہ ہے کہ بندہ خود اپنی زبان سے اظہار حاجات کرے اگرچہ خدا تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے۔ اگر بندہ اپنی زبان سے اظہار نہ کرے تو بندہ کا عجز و نیاز کیسے ظاہر ہو، حالانکہ دعا میں زیادہ تر یہی مقصود ہے۔

عجز و نیاز عجیب چیز ہے

تحقیق: ایک بزرگ بی بی کا واقعہ ہے کہ لوگ بارش کی دعا کیلئے ان کی پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے اٹھ کر اپنے چبوترہ کو جس پر وہ نماز پڑھا کرتی تھیں اپنے سر کے بال کھول کر جھاڑ و دینا شروع کی، جب جھاڑو دے چکیں تو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کیا کہ جھاڑو میں نے دے دی چھڑکاؤ آپ کر دیجئے۔ پس یہ کہنا تھا کہ موسلا دھار بارش ہونا شروع ہو گئی۔

اکبر کا کلام ایک کامدار کلام ہے

تحقیق: حیدر آباد میں اینٹھ کے ایک پیر ہیں انہوں نے ایک کامدار جوتہ خرید رکھا ہے جو رئیس ان کے پاس آتا ہے بس چار پانچ اس کے رسید کرتے ہیں وہ لوگ خوش ہوتے ہیں کیونکہ وہ پہننے کا نہیں ہے۔ ایسے ہی اکبر کا کلام ان لوگوں کیلئے ان پیر صاحب کے کامدار جوتے کے مشابہ ہے، سننے میں تو مزیدار لیکن عمل کیلئے خاک بھی نہیں۔

ادب کی ترغیب

تحقیق: از خدا جوئیم توفیق ادب ۔۔۔ بے ادب محروم گشت از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ۔۔۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

شفائے غیظ کیلئے سزا دینا بھی جائز ہے

تحقیق: مگر خود تجویز نہ کریں بلکہ علماء سے استفتاء کریں جب پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا ہے تو آپؑ نے اس کو مارا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو صاحب شعور نہیں اور بے حس ہو

اس سے بھی شفائے غیظ کا معاملہ جائز ہے۔

ایک مسئلہ کفر کی تحقیق

تحقیق: فرمایا کہ اگر ایک شخص نے بیس برس تک ایک مقام پر امامت کی اور پھر یوں کہنے لگا کہ میں کافر تھا۔ تو اس موقع پر فقہا نے لکھا ہے کہ پچھلی نمازیں سب کی ادا ہوگئیں اور اس کلمہ سے وہ اب کافر ہوگیا اس وجہ سے اب اس کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کے پریشان کرنے کیلئے کہتا ہو اور بیس برس پہلے سے وہ کافر نہ ہو، مسلمان ہو، اور ابھی کافر ہوا ہو۔

عدم تکبر امریکہ کی بھی منتہائے تہذیب ہے

تحقیق: فرمایا کہ یہ شریعت کا احسان ہے کہ امریکہ کی جو منتہائے تہذیب ہے اسلام نے اس کا سبق سب سے پہلے پڑھایا کہ تکبر نہ کیا کرو، گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کرلیا کرو، چنانچہ حضور اکرم ﷺ اکثر کام اپنے دست مبارک سے کرلیا کرتے تھے۔ دودھ خود دودھ لیتے تھے۔ نعل مبارک میں تسمہ خود لگا لیتے تھے۔ ترکاری خود تراش لیتے تھے۔

عقیدے میں اپنے فہم کے موافق مکلّف ہونا

تحقیق: چنانچہ ایک نباش نے مرنے کے وقت اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ اگر میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی پانی میں بہا دینا، اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہوگیا تو پھر خوب ہی سزا ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے قدرت میں شک تھا اور پھر بھی اس کی مغفرت ہوئی۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص کا علم وفہم جدا ہوتا ہے وہ شخص مطلق قدرت کو تو مانتا تھا مگر اس کا کوئی خاص درجہ اس کے علم میں نہ تھا اور پھر خشیت بھی تھی جبھی تو اس نے یہ تدبیر کی مگر یہ مسئلہ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ حق تعالیٰ ہوا اور راکھ کو جدا کر کے بھی موجود کرسکتے ہیں وہ بیچارہ یہی سمجھا کہ شاید اس عمل سے بچ جاؤں۔ خشیت کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوئی۔

دوشقوں میں غیبت کا عدم تحقق

تحقیق: فرمایا کہ کہنے والے کو اگر یہ یقین ہوجائے کہ جو تذکرہ میں (کسی کی نسبت) کررہا ہوں

اگر بعینہ اسے پہنچا دیا جائے تو وہ ناراض نہ ہوگا تو یہ غیبت نہیں۔ یا اس تذکرہ سے اصلاح کا تعلق ہو اور بطور حزن کے تذکرہ کیا جائے تو یہ غیبت نہیں ہے۔

مبادی سلوک ضروریہ

تحقیق: فرمایا کہ سلوک شروع کرنے سے پہلے ضرورت اس کی ہے کہ چند یوم شیخ کی خدمت میں رہے تا کہ اس کی عادات و حالات سے آگاہی ہو جائے کیونکہ یہ معرفت مبادی میں سے ہے اور جب تک مبادی کسی فن کے ذہن میں نہ ہوں مقاصد میں چل نہیں سکتا۔

اقوال معرفت

تحقیق: ایک بزرگ کا قول ہے۔

(۱) مبارک معصیتے کہ مرا بعذ رآرد   زنہار از طاعتے کہ مرا بعجب آرد
(۲) برا ہوا پری مگسے باشی   بر آب روی خسے باشی
(۳) بگذراز گیاہ حیوانے   دل بدست آرتا کسے باشی
(۴) نماز بسیار گذاردن کار پیرزنان است   روزہ بسیار داشتن صرفہ نان است
حج بسیار گزاردن سیر جہان است   دل بدست آوردن کار مردان است

حرارت، برودت کیفیات وجدیہ

تحقیق: اب لوگ ذکر و شغل میں کیفیت وجدیہ اور حرارت و برودت کو مقصود سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حرارت و برودت تو ادویہ کے استعمال سے بھی ہو سکتی ہے اور کیفیت وجدیہ حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ سنا ہے کہ سانپ بین کی آواز سے اور شیر دیگر حیوانات گانے سے مست ہو جاتے ہیں پھر بھلا جو کیفیت انسان اور حیوان میں مشترک ہو اس میں بھی کوئی کمال ہے۔

کیفیات روحانیہ مقصود کیفیات نفسانیہ غیر مقصود

تحقیق: جن کیفیات میں مادہ شرط ہے وہ نفسانی ہیں اور جن کیفیات میں مادہ شرط نہیں وہ روحانی ہیں۔ پس جو کیفیت جوانی کی بڑھاپے میں بدل جائے تو سمجھو کہ وہ نفسانی۔ استغراق وغیرہ کی حکایات

متاخرین اولیاء اللہ کی زیادہ تر دیکھی جاتی ہیں صحابہؓ کی نہیں دیکھی جاتیں۔ بات یہ ہے کہ صحابہؓ کو کیفیات روحانی زیادہ حاصل تھیں اور متاخرین اولیاء کو کیفیات نفسانی۔

تجارت میں صدق کی اہمیت

تحقیق: فرمایا کہ حدیثوں میں آیا ہے تاجر صادق قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھیں گے اور دغاباز فریبی تاجر کا حشر فجار کے ساتھ ہوگا۔ دینی فروغ تو اس سے ظاہر ہے اور دنیوی فروغ بھی اسی سے ہوتا ہے۔ گو شروع شروع میں کچھ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے مگر بعد میں بہت برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ کانپور میں ایک بانس والے تھے ان کے پاس جو شخص بانس لینے آتا وہ کہہ دیتے کہ یہ بانس اتنے دن رہیگا، یہ سن کر سب چھوڑ کر چلے جاتے۔ لوگوں نے ان سے یہ بھی کہا، یہ کام ایسے نہیں چلتا اس نے جواب دیا کہ فروخت ہوں یا نہ ہوں میں تو سچ ہی بولوں گا۔ دوسری جگہ جب پہونچتے تو وہ دوکاندار بڑی تعریف کرتے، لوگ انہی کی دوکان سے خریدتے، تھوڑے دنوں بعد جب دوسروں کے بانس جلدی جلدی خراب ہونے لگے اب رجوعات ان کی طرف ہوئیں کیونکہ یہ جو کہہ دیتے بانس ویسا ہی نکلتا، سب کی دوکانداری پھیکی پڑگئی۔ بس شروع میں تھوڑی سی دقت پڑتی ہے جب لوگوں کو اطمینان کامل ہو جاتا ہے تو پھر یہ دقت بھی رفع ہو جاتی ہے۔

اس طریق میں قیل وقال سخت مضر ہے

تحقیق: جس شخص سے تعلیم ذکر و شغل کا تعلق ہو اس سے ایسے مسائل فقہیہ نہ دریافت کرے جس میں قیل وقال ہو اس طریق میں قیل وقال بہت مضر ہے، چنانچہ میں نے احباب کو لکھدیا ہے کہ باطنی حالات کے ساتھ مسائل فقہیہ نہ لکھا کرو۔

امور طبعیہ فطریہ کا ازالہ نہ چاہیے بلکہ امالہ چاہیے

تحقیق: فرمایا کہ امور طبعیہ فطریہ بدلتے نہیں ہاں اس میں اضمحلال ہو جاتا ہے اور اہل تحقیق بھی اپنے مریدوں کے فطری امر کو بدلتے نہیں کیونکہ اصل مربی تو حق تعالیٰ ہیں نہ معلوم کس کس مصالح کی بناء پر اس کے اندر وہ امور فطریہ رکھے گئے ہیں۔ اس لئے ان کے بدلنے کی کوشش نہ کرنا چاہیے صرف تعدیل کر دی جائے اور مصرف بدل دیا جائے۔

موتی کو زندوں کے فعل کی اطلاع

تحقیق: ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص مرنیوالے کو کنوئیں کی تمنا تھی اب وہ بن گیا تو کیا اس کو اس کا پتہ چل گیا ہوگا، فرمایا کہ نہیں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موتی کو اپنے عزیز کے نیک و بد کا پتہ چلتا ہے اس سے زیادہ ثابت نہیں اور روح تو وہاں ایسے کام میں مستغرق ہے کہ اسے ان خرافات کی کیا پرواہ ہے۔

افعال کے منشاء پر نظر کر کے مواخذہ چاہیے

تحقیق: فرمایا کہ لوگوں کی بے ہودہ حرکتیں فی نفسہٖ اس قدر گراں نہیں ہوتیں لیکن چونکہ ان کا منشاء میری نظر میں آجاتا ہے اور وہ سخت قبیح ہوتا ہے کہیں کبر کہیں بے فکری کہیں اہل دین اور دین کی بے عظمتی۔ اس لئے وہ حقیقت امر مجھ کو زیادہ بری معلوم ہوتی ہے جس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ تو اتنی غصہ کی بات نہ تھی لوگ صرف ناشی کو دیکھتے ہیں اور میں منشاء کو دیکھتا ہوں۔

عوام اور علمائے عرب کا غلو

تحقیق: فرمایا کہ عوام عرب میں شرک بہت ہے وہاں کے علماء بھی شرک کو توسل کہتے ہیں اسی لئے تو قدرت کی طرف سے نجدیوں کا تسلط ہوا جن کی یہ زیادتی ہے کہ توسل کو بھی شرک کہتے ہیں۔

جبہ شریف کی زیارت کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو لکھا کہ جلال آباد کے جبہ شریف کی زیارت کو جی چاہتا ہے کیا حکم ہے؟ جواب آیا کہ ہرگز دریغ نہ کریں، اگر تنہائی میں بدون منکرات کے موقع ملے ضرور زیارت کریں۔

وہمیات کا علاج

تحقیق: ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص اس قدر وہمی ہے کہ ظہر کا وضو بارہ بجے سے شروع کرتا ہے اور سارے مسجد کے لوٹوں سے کرتا ہے اور غسل صبح سے ظہر تک کرتا ہے اور جسم کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھتا ہے کہ کوئی بال خشک تو نہیں رہ گیا اس پر فرمایا کہ یہ دماغ کی خشکی ہے، قوت متخیلہ میں فساد ہوگیا

ہے، تدبیر اس کی یہی ہے کہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ کرے۔

کتابوں کی رجسٹری کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ کتابوں کی رجسٹری کرانا ناجائز ہے ہاں طبع اول میں کچھ صورت جواز کی ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں صرفہ و محنت زیادہ پڑتی ہے اور مابعد کی رجسٹری میں دفع مضرت نہیں بلکہ جلب منفعت ہے۔

پڑوسی کی رعایت کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت میں حدیثوں میں بڑے حکم آئے ہیں۔ اگر پڑوسی تمہاری دیوار میں میخ گاڑنے لگے تو منع نہ کرو، کیونکہ اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں گو بوجہ ملکیت تمہیں منع کرنے کا حق ہے مگر پڑوسی کا بھی تو کچھ حق ہے۔ اسی طرح اگر پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان کی ضرورت ہو تو بہت اوپر رکھا جائے جس سے اس کی بے پردگی نہ ہو۔

پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان بنانا

تحقیق: فقہائے متاخرین نے لکھا ہے کہ اپنی دیوار میں پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان جائز نہیں ہے لیکن متقدمین کہتے ہیں کہ جائز ہے، اپنی زمین میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے، متاخرین نے جواب دیا ہے کہ اپنی زمین کا وہ تصرف کرسکتا ہے جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہونچے پھر متقدمین نے اس کا جواب دیا ہے جب اسے بالکل ہی دیوار اٹھا دینے کا اختیار ہے تو روشندان رکھنے کا اختیار کیسے نہ ہوگا۔ پھر متاخرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ دیوار نہ اٹھانے کا تو اس کو اختیار ہے کیونکہ اس سے اتنا ضرر نہیں کہ وہ اپنے پردہ کا بندوبست خود کرلے گا اور روشندان میں روشندان سے تو چھپ کر بھی دیکھ سکتے ہیں جو کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور اگر سامنے بالکل دیوار نہ ہو تو دیکھنے والے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور گھر والے بھی احتیاط سے رہیں گی۔ فافہم حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ دیوار اٹھائے تو روشندان اس میں پڑوسی کے مکان کی طرف نہ رکھے اور اگر دیوار اٹھائے تو یہ جائز ہے۔

خواص اشیا کے علم کی وسعت

تحقیق: (۱) دیکھو گدگدی ایک فعل ہے اگر اس کو اپنے ہاتھ سے کیا جائے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی

اور جو دوسرے کے ہاتھ سے کیا جائے تو معلوم ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ فعل دونوں جگہ ایک اور اثر دو طرح۔

(۲) مشہور ہے کہ بعضوں کا ذبح کیا ہوا کم تڑپتا ہے اور بعضوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا زیادہ تڑپتا ہے، یہاں بھی دونوں جگہ فعل ایک اور اثر دو طرح۔

(۳) ہاتھ سے کھانے میں تو لذت معلوم ہوتی ہے اور ہاضمہ کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور کانٹے سے کھانے میں دونوں باتیں نہیں حاصل ہوتیں یہاں بھی دونوں جگہ فعل ایک اور اثر مختلف۔

بدعت کی حقیقت

تحقیق: بعض خدمت صورۃً خدمت ہوتی ہے لیکن درحقیقت خدمت نہیں ہوتی کیونکہ خدمت سے مقصود ہے راحت ورضا مندی مخدوم جب وہ اس خدمت سے راضی ہی نہیں تو اس خدمت سے کیا فائدہ بلکہ رضا تو درکنار اس پر تو گرفت اور مواخذہ کا اندیشہ ہوتا ہے اس سے بدعت کی حقیقت پوری معلوم ہوگئی کہ وہ عبادت ہی نہیں کیونکہ جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ اس سے راضی ہی نہیں (لتجاوزہ عن الحدود الشرعیۃ)

تقریری امتحان کی وجوہ ترجیح تحریری امتحان پر

تحقیق: فرمایا آج کل جو تحریری امتحان رائج ہے میں تو اس کا مخالف ہوں، اس میں طلباء پر بڑی مشقت وگرانی پڑتی ہے، امتحان سے مقصود تو استعداد کا دیکھنا ہے، سو طالب علمی کے زمانہ میں اس قدر استعداد کا دیکھنا کافی ہے کہ اس کتاب کو اچھی طرح سمجھ گیا یا نہیں۔ سو یہ بات کتاب دیکھ کر امتحان دینے سے بھی معلوم ہوتی ہے باقی رہا حفظ ہونا یہ پڑھنے پڑھانے سے خود ہو جاتا ہے بلکہ طالبعلمی کے زمانہ کا حفظ یاد بھی نہیں رہتا اور دماغ مفت خراب ہوتا ہے۔ میرے یہاں کانپور میں ہمیشہ امتحان ہوتا تھا اور شرح وحواشی دیکھ کر بھی اجازت تھی جس سے طلباء دعا دیتے تھے پس اس قدر دیکھ لے کہ یہ طالب علم مطالعہ سے یا حواشی وشرح کی اعانت سے حل بھی کرسکتا ہے یا نہیں۔ اس سے زیادہ بکھیڑا ہے اور اس رائے کو میں نے دوسرے مدارس میں بھی پیش کیا، مگر آمنا تو ہے لیکن عملاً نہیں ہے۔

حضرت والا کی سرپرستی کے معنی

تحقیق: میں سرپرست بمعنی مشیر کے ہوں یعنی مجھ سے جن امور میں پوچھا جائیگا جواب دے دوں گا۔ اور جن میں نہ پوچھیں گے خود اس کا مطالبہ نہ کروں گا کہ کیوں نہیں پوچھا اور مشورہ دینے کے بعد بھی عدم پابندی پر مواخذہ نہ کروں گا، ہاں عمل کا انتظار ضرور ہوگا۔ اور رائے تو مجھ سے دیگر مدارس کے مہتممین بھی لیتے ہیں مگر اس کیلئے اس میں دیوبند کا استثنا یہ ہے کہ دیگر مدارس میں تو جب وہ پوچھتے ہیں تب رائے دیتا ہوں اور دیوبند بلا پوچھے بھی اگر کوئی بات سمجھ میں آئے گی تو دریغ نہ کروں گا، خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو۔

بغرض اصلاح مکاتیب کے اخراجات طاعت ہے

تحقیق: کارڈ تو صرف دریافت خیریت یا طلب دعا کے لئے ہوسکتا ہے اور مضمون کی اس میں گنجائش نہیں، لوگ اپنی اصلاح میں بھی بخل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ خرچ بھی طاعت ہے رائیگاں تو نہیں جاتا جو مصلح لوگوں کو اس قدر تکلیف پہنچاتے ہیں۔

بدنظری کا سبب اور اس کا علاج

تحقیق: فرمایا کہ نظر بد فعل اختیاری ہے اس لئے اس سے بچنا بھی اختیاری ہے، گو اس میں تکلیف ہو۔ لوگوں سے تکلیف نہیں اٹھائی جاتی مگر دوزخ کا عذاب اس سے زیادہ ہے۔ میں نے ایک مبتلائے نظر بد سے پوچھا کہ اگر تمہاری بدنظری کو اس کا خاوند بھی دیکھ رہا ہو کیا تب بھی دیکھ سکتے ہو، کہا نہیں۔ میں نے کہا خدا کی عظمت تمہارے قلب میں اس کے خاوند کے برابر بھی نہیں، کیونکہ حق تعالیٰ بھی ہر وقت ہماری حالت دیکھ رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کے ساتھ اعتقاد تو ہے کہ وہ ہر وقت ہماری اچھی بری حالت دیکھ رہے ہیں مگر اس کا حال نہیں اگر حال ہو جائے تو ایسی جرات نہ ہو۔

تعویذ، تعبیر مشورہ سے حضرت والا کو مناسبت نہیں

تحقیق: فرمایا مجھے تین چیزوں سے زیادہ تعب ہوتا ہے، ایک تو تعویذ سے ایک تعبیر سے، ایک مشورہ سے کیونکہ مجھے ان تینوں سے مناسبت نہیں، ہاں مجھے مناسبت بس اس سے ہے کہ کوئی محبوب کا تذکرہ کیا جائے۔

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الاحدیث یار کہ تکرار می کنیم
ماقصہ سکندرودارا نخواندہ ایم ازما بجز حکایت مہرووفا مپرس
بسکہ در جاں فگار وچشم بیدارم توئی ہرچہ پیدامی شوداز دور بندارم توئی
بس اب تو ہمنشیں ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی اکیلئے بیٹھے رہتے یادان کی دلنشیں ہوتی

تصوف فقہ الفقہ ہے

تحقیق: فرمایا کہ لوگ یہاں آ کر مجھ سے فقہ کے مسائل پوچھتے ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ بھائی فقہ تو دوسری جگہ بھی پوچھ لوگے یہاں مجھ سے فقہ الفقہ پوچھو، جس کا دوسری جگہ اہتمام نہیں۔

تعلق مشائخ کی ضرورت عوام کیلئے

تحقیق: فرمایا کہ بعض طبائع جو ضعیف ہیں وہ بعض فیوض بلا واسطہ نہیں لے سکتے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور ہمارے درمیان رسول کو واسطہ بنایا کہ ہم اللہ تعالیٰ تک بلا واسطہ رسول نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح ہمارے اور رسول کے درمیان وسائط ہیں کہ بلا ان وسائط کے ہم ان فیوض کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا توافق بالوحی ہونا جس سے تلقی فیض بلا واسطہ رسول متوہم ہوتی ہے تو یہ بڑا اشکال ہے کہ جو بات رسول کے ذہن میں بھی نہ تھی اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا۔ اس کا جواب اہل ظاہر نے جو دیا ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ غیر نبی کو بھی نبی پر فضل جزوی ہو سکتا ہے۔ لیکن اصل جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی وہ علم حضورؐ ہی کے واسطے سے حاصل ہوا اور وہ شق بھی حضورؐ کے ذہن میں تھی مگر بعض دفعہ اقتضاء وقت کے لحاظ سے حضورؐ کی نظر ایک طرف زیادہ ہوتی تھی اور دوسری طرف نہ ہوتی تھی، اس طرف بھی وقت پر خادموں کے ذریعے سے حاضر کر دی جاتی تھی۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک استاد جو صاحب تصنیف بھی ہو وہ اپنے کسی شاگرد کے روبرو کسی مقام کو حل کر رہا ہو اور شاگرد اس موقع پر متنبہ کر دے کہ حضرت آپ نے تو فلاں جگہ اس کو دوسری تقریر سے حل کیا ہے اور فوراً اس کی نظر اس کی طرف چلی جائے تو اس کو یوں نہ کہا جائے گا کہ شاگرد استاد سے بڑھ گیا بلکہ یوں کہا جائیگا کہ یہ استاد ہی کا ظل ہے جو اس کو یاد آ گیا اور اس نے متنبہ کیا ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر مشکوۃ نبوت ہی کے انوار و برکات تھے کہ وہ شق حاضر ہو گئی جس کو توافق بالوحی ہو گیا تو حقیقتاً

وہ بھی حضور ہی کی رائے تھی۔

قرأت کا پسندیدہ طریقہ

تحقیق: فرمایا کہ قاری عبداللہ صاحب کا پڑھنا مجھ کو بے حد پسند تھا کہ بے تکلف پڑھتے تھے۔ وہ میرے استاد بھی ہیں۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ قرآن شریف میں کسی لہجہ کا قصد نہ کرنا چاہیے مخارج وصفات کی رعایت کرنا چاہیے اس سے جو لہجہ پیدا ہوگا وہ حسین ہوگا۔ بس ادائے مخارج وصفات کے ساتھ جو لہجہ بنتا چلا جائے۔ پڑھتا جائے، کوئی خاص قصد لہجہ کا اپنی طرف سے نہ کرے۔

بیعت کی ایک بڑی شرط

تحقیق: فرمایا کہ بیعت سنت ہے لیکن ہر سنت کے کچھ شرائط بھی ہیں جن کے بغیر وہ ناتمام رہتی ہے جیسے اشراق، چاشت پڑھنا سنت ہے مگر وضو اس کیلئے بھی شرط ہے۔ اسی طرح بیعت کی بھی کچھ شرطیں ہیں۔ ایک بڑی شرط یہ ہے کہ طالب اور شیخ میں ہر ایک کو دوسرے پر اطمینان کامل ہو۔

عمل بالسنّت کی تحریص

تحقیق: فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد میں بعض منافع ومصالح معاشیہ بھی ہیں مگر ہم کو اس نیت سے عمل نہ کرنا چاہیے بلکہ سنت سمجھ کر کرنا چاہیے۔ ایک شخص نے کہا میرے گھر کدو پکا تھا میں نے پوچھا کہ کیا شام کو بھی کدو ہی پکے گا۔ کہا ہر روز نہیں پکاتے۔ جب موسم آتا ہے تو سنت سمجھ کر ثواب کیلئے بھی کبھی پکا لیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ ہم کو یہ نیت کبھی بھی نصیب نہ ہوتی۔

تعویذ مستعملہ دوسرے کو بھی نافع ہے

تحقیق: ایک شخص نے پوچھا کہ اگر تعویذ سے فائدہ ہو جائے تو دوسرے کو دیدے۔ فرمایا ہاں باسی تھوڑا ہی ہو جائے گا۔

عقل کا امتیاز اور اس کی شرط مقبول

تحقیق: فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دوسروں پر ممتاز بنایا جائے تو صرف دولت عقل ہی کی وجہ سے بنایا ہے اس سے کام لینا چاہیے مگر وحی کی تابع بنا کر۔

حرم کی خاصیت رحم کی سی ہے

تحقیق: فرمایا کہ حرم کی خاصیت رحم کی سی ہے کہ جس طرح بچہ جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر رحم میں وسعت ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح مکہ میں جس قدر بھی حاجی ہوتے ہیں سب حرم شریف میں سما جاتے ہیں۔

شاہی خاندان کو ڈاڑھی کی قدر

تحقیق: ثریا بیگم جب لندن پہنچی ہے تو ملکہ جارج پنجم سے بھی بال کٹوانے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے شاہی خاندان میں عورتوں کا بال کٹوانا، اور مردوں کا ڈاڑھی منڈانا عیب ہے۔

بلاؤں کے نزول کے وجوہ اوران وجوہ کے شناخت کا طریقہ

تحقیق: فرمایا بلاؤں کا نزول اعمال بد سے بھی ہوتا ہے لیکن کبھی امتحان بھی مقصود ہوتا ہے اور کبھی رفع درجات کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام پر مصائب کا نزول ہوا ایک فائدہ بتلاتا ہوں جو بہت کام کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی ہو تو وہ اعمال کے سبب ہے۔ اور جس مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی نہ ہو بلکہ رضا و تسلیم ہو تو رحمت ہے اور اگر اس میں بھی کچھ پریشانی ہو تو وہ حقیقت ناشناسی سے ہے پھر بھی پہلی سی پریشانی نہیں ہوتی۔ ناحقیقت شناسی سے پریشانی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ اگر اپریشن کی حقیقت کو سمجھ جائے تو ناراض نہیں ہوتا، گو ایک درجہ کا الم پھر بھی ہوتا ہے اور اگر نہ سمجھے تو ہائے واویلا کرتا ہے اور اس میں بھی ایک فرق ہے کہ جو قوی ہوتے ہیں اور طاقت ضبط ہوتی ہے تو ان کو اپریشن کے وقت ٹوپی سنگھا کر اپریشن کیا جاتا ہے ایسے ہی کاملین اور متوسطین کا حال ہے کہ اولیائے کاملین کو تو تکلیف بھی ہوتی ہے اور دل اندر سے راضی بھی ہوتا ہے اور اولیائے متوسطین کو تکلیف ہی نہیں ہوتی کیونکہ ان پر حال طاری کر دیا جاتا ہے اور اگر ان پر حال طاری نہ کیا جائے تو وہ اپنے کو ہلاک کرلیں جیسے کمزور کو اگر بلا ٹوپی سنگھائے اپریشن کر دیا جائے تو چونکہ وہ تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے کہ ہلاک ہو جائے۔ تو جیسے قوی آدمی کو اپریشن کے وقت ٹوپی سنگھانے کی ضرورت نہیں ایسے ہی اولیائے کاملین پر بھی حال طاری کرنے کی ضرورت نہیں، وہ ویسے ہی ہر چیز کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں طبیعت کا بھی جس کا اثر حساً معلوم ہوتا ہے اور عقل کا بھی چنانچہ دل سے وہ کہتے ہیں

نا خوش تو خوش بود بر جان من   دل فدائے یار دل رنجان من

شیطان کو ضمائر کی خبر نہیں وہ عالم الغیب نہیں

تحقیق: فرشتوں کو بھی جب آدمی پختہ ارادہ کرتا ہے تب خبر ہو جاتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔ اور بعض امور کی خبر پختہ ارادہ کے بعد بھی نہیں ہوتی جیسے ذکر خفی کی نسبت ایک حدیث میں ہے کاتبین اعمال کو بھی اس کا پتہ نہیں۔

شیطان کو بھی دھوکہ ہوتا ہے

تحقیق: اسے اپنے کیئے کا انجام معلوم نہیں ہوتا بس وسوسہ تو ڈالا تھا ضرر کیلئے وہاں الٹا مجاہدہ کا نفع ہو کر ثواب عطا ہو گیا چنانچہ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تہجد کی نماز قضا کرادی صبح کو اٹھ کر آپ روئے۔ دوسرے دن تہجد کے وقت حضرت معاویہؓ کو خود جگانے آیا تو حضرت معاویہؓ نے وجہ پوچھی تو بڑی حیص بیص کے بعد بتلایا کہ کل میں نے جو آپ کی تہجد کی نماز قضا کرادی تھی جس پر آپ بہت روئے تو آپ کو اس رونے سے تہجد پڑھنے سے زیادہ ثواب مل گیا، اور مراتب بڑھ گئے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ جتنے ہیں اتنے ہی رہیں بڑھیں تو نہیں۔ غرض انجام کی اسے بھی خبر نہیں ورنہ نماز کیوں قضا کراتا۔ اپنا وقت کیوں ضائع کرتا۔ دوسرے کام میں لگ جاتا وہ تو بڑا ایور یڈی ہے وقت کو خراب نہیں کرتا۔

مرتے وقت وسوسوں سے مطلق خوف نہ کرنا چاہیے

تحقیق: بعضے لوگ کہتے ہیں کہ شیطان مرنے کے وقت پیشاب پلاتا ہے میں کہتا ہوں اگر مومن جانتا ہے تو پئے گا کیوں۔ اور اگر نہیں تو ضرر کیا ہے بلکہ مرتے وقت ایمان بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ وسوسہ سے زائل نہیں ہوتا اس لئے ایسے امور سے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں۔ اگر انسان کے ہوش وحواس درست ہیں تو مومن کفر کو کیوں پسند کرے گا۔ اگر درست نہیں تو مرفوع القلم ہے معاف ہے نہ معلوم لوگ اس کمبخت شیطان سے کیوں اس قدر ڈرتے ہیں یہ تو کوئی ڈرنے کی چیز نہیں ہے۔

فان فقیها واحداً متورعاً   اشد علی الشیطان من الف عابد

محبوب کی عنایات پر عاشق کا ہیجان

تحقیق: چنانچہ حضرت ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا تھا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے سورۂ لم یکن تم کو سنانے کا حکم دیا ہے حالانکہ حکم صاف تھا۔ مگر فرط جوش میں مکرر دریافت کرتے ہیں یا رسول اللہ سمانی تو آپؐ نے فرمایا اللہ سماک۔ بس بے تاب ہو کر رونا شروع کر دیا۔ سچ ہے ؎

نوک غمزہ کی ہو جس دل میں چبھی ☆ اس سے پوچھے چاشنی اس درد کی
وہ جانے اس تڑپنے کے مزہ کو ☆ گذر جس دل میں حضرت عشق کا ہو

خلاصہ طریق

تحقیق: فرمایا کہ طریق کا مقصود رضائے حق ہے جو احکام شرعیہ کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے اب کوئی استغراق کو مقصود سمجھتا ہے کوئی کیفیات و احوال کو، حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں۔

تحقیق: فرمایا اس طریق میں تعلقات جس طرح مضر ہیں ایسے ہی عزم تعلقات بھی مضر ہے بلکہ اپنی رائے کو شیخ کی رائے میں فنا کر دینا چاہیے۔ پھر خواہ وہ خدمت خلق سپرد کر دے خواہ خدمت مسجد خواہ خدمت نفس۔ خود مرید کو تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

سفر میں سنتوں کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ سفر شرعی کے اندر اگر مشغولی زیادہ ہو یا ریل میں کثرت سے بھیڑ ہو تو سوائے فجر کی سنتوں کے باقی وقتوں کی سنتیں چھوڑ دینے کی بھی گنجائش ہے مگر اطمینان کی حالت میں کبھی نہ چھوڑنا چاہیے۔ سخت مجبوری میں ایسا کرے۔

تحقیق: فرمایا کہ اگر اولاد غیر تندرست ہو جیسے اندھا، اپاہج ہو تو اس کا نان نفقہ ماں باپ کے ذمہ ہے۔ اگر ماں باپ نہ ہوں تو عزیز و اقارب کے ذمہ ہے چاہے کتنی ہی عمر ہو جائے۔

طریق باطن میں اعتراض

تحقیق: طریق باطن میں اعتراض اس قدر برا ہے کہ بعض اوقات کبائر سے برکات منقطع نہیں ہوتے مگر اعتراض سے فوراً منقطع ہو جاتے ہیں اس طریق میں یا تو کامل اتباع اختیار کرے ورنہ علیحدگی اختیار

کرے۔

از خدا جوئیم توفیق ادب ☆ بے ادب محروم گشت از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خودراداشت بد ☆ بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

ایک گر قابل عمل مسنون

تحقیق: فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت علیؓ کو یمن کو قاضی بنا کر بھیجا ہے تو یہ گر بتایا تھا کہ اے علی جب تک دونوں فریق کے بیان نہ سن لو اس وقت تک کسی قسم کا فیصلہ نہ کرنا۔

مسلمانوں کو اپاہج بن کر نہ بیٹھنا چاہیے

تحقیق: فرمایا کہ مسلمانوں کو اپاہج بن کر نہ بیٹھنا چاہیے کھائے کمائے اور بچوں کیلئے بھی چھوڑ جائے مگر حدود شرعیہ سے آگے نہ بڑھے اور نہ مال کو معبود بنائے نہ کسی حال میں خدا سے غافل ہو، باقی کھیتی کرنا، باغ اگانا، تجارت کرنا اس کی فضیلت خود احادیث سے ثابت ہے۔

بدگمانی پر عمل کرنے کی سزا و علاج

تحقیق: ایک صاحب نے لکھا کہ میرا روپیہ میز پر سے گم ہو گیا تھا، محض شبہ میں میں نے ایک بچہ کو مارا۔ بعد میں دوسرے کے پاس وہ چوری نکلی، مجھے سخت ندامت ہے کیا کروں؟

تحریر فرمایا کہ اگر بالغ ہے تو اس سے معافی مانگو اور اگر نابالغ ہے تو اس کے سامنے اعتراف غلطی کا کرو۔ اور ایک مدت تک اس کی دلجوئی کرو اور اس سے پوچھ پوچھ کر اس کی فرمائش پوری کرو۔

طاعات میں نفس کو لذت

یہ خوشی کی بات ہے ریا کی بیشی یہ امر طبعی ہے ہر طبیعت کا خاصہ جدا ہے اس پر ملامت نہیں۔

سفارشوں سے کوفت

تحقیق: میرے یہاں تو اگر کوئی آئے تو طالب بن کر آئے اور مجھ کو ذمہ دار شفا کا نہ سمجھے۔

حضرت والا کا مسلک

تحقیق: فرمایا کہ میں بڑی مشکل سے کسی سے بدگمان ہوتا ہوں بڑی چشم پوشی کرتا ہوں اور جب کسی پر

خفا ہوتا ہوں محض اصلاح کیلئے ہوتا ہوں بغض اس وقت بھی نہیں ہوتا یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت ہے۔

شیخ کے ساتھ گستاخی کی بے برکتی

تحقیق: شیخ کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے والا برکات باطنی سے محروم ہو جاتا ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ شیخ کے ساتھ جو نسبت ہے کیا وہ بھی قطع ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ ہاں شیخ کے ساتھ جو نسبت ہے وہ بھی قطع ہو جاتی ہے گستاخی بڑی خطرناک چیز ہے، گو معصیت نہیں ہے مگر خاص اثر اس کا معصیت سے بھی زیادہ ہے۔ اس طریق میں سب کوتاہیوں کا تحمل ہو جاتا ہے مگر اعتراض اور گستاخی کا نہیں ہوتا ۔

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق — گرددا ندر وادی حسرت غریق

ہر کہ بے باکی کند در راہ دوست — رہزن مرداں شد و نامرد اوست

کسی کے در پے ہونا مناسب نہیں

تحقیق: فرمایا کہ حالات میں اصلاح متردد کی ہوتی ہے اور جو کسی خاص خیال میں جزم کئے ہو اس کی نہیں ہوتی اس لئے ہم کسی کے پیچھے کیوں پڑیں جب حق واضح ہو گیا کتابیں چھپ گئیں اب کچھ ہی ہو۔

آدمی کو چاہیے کہ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرے

تحقیق: پھر اللہ تعالیٰ بڑے متکبروں اور فرعونوں کی گردنیں اس کے سامنے جھکا دیتے ہیں۔

الہام کی مخالفت کا حکم

تحقیق: فرمایا کہ الہام کی مخالفت سے بھی دنیا میں مواخذہ ہو جاتا ہے مثلاً کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے یا اور کوئی آفت آ جائے مگر آخرت میں نہیں ہوتا، کیونکہ الہام حجت شرعیہ نہیں اس لئے اس کی مخالفت معصیت نہیں جس سے آخرت میں مواخذہ ہو اور وحی کی مخالفت سے آخرت میں بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

تکبر کی حقیقت اور اس کا علاج

تحقیق: تحریر فرمایا کہ تکبر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کمال میں اپنے کو دوسروں سے اس طرح بڑا سمجھے کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ علاج یہ ہے کہ اگر یہ سمجھنا غیر اختیاری ہے تب تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس

کے مقتضا پر عمل نہیں یعنی زبان سے اپنی تفضیل اور دوسرے کی تنقیص نہ کرے نیز دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے۔ اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلاقصداً ہوا لیکن اس کے مقتضاء مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت اور عقوبت ہے اور اگر اس علاج کے ساتھ زبان سے بھی اس کی مدح وثنا کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے تو یہ اعون فی العلاج ہے۔

زیادہ عمل کی توفیق سے غوائل عجب کا اندیشہ ہے

تحقیق: ایک صاحب علم نے عرض کیا کہ حضرت دنیاوی ارادے بھی اکثر ٹوٹتے رہتے ہیں۔ اور دینی تو کوئی مشکل سے پورا ہوتا ہے۔ پانچ وقت کی الٹی سیدھی نماز کے علاوہ جماعت وتہجد تک کا التزام نہیں قائم رہتا برسوں سے یہی حال ہے اب ہمت بالکل ٹوٹتی جارہی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکیم ورحیم ہیں بندوں کی مصلحت کو ان سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ زیادہ عمل کی توفیق سے دیگر غوائل کا اندیشہ ہوسکتا تھا مثلاً عجب کا پھر اسی میں اللہ تعالیٰ کے تصرف وقدرت اور اپنے عجز وعبدیت کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اذکار واشغال اور تمام فضائل عمل کی بڑی غایت مشاہدہ حق واستحضار ہے الحمدللہ وہ اس طرح بھی حاصل ہے۔

تحقیق: انہیں صاحب علم نے لکھا کہ دینی امور میں ارادوں کے اس ٹوٹتے رہنے سے کبھی کبھی اپنی زندگی کا خیال آتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ خیال صحیح نہیں۔ بعد اور راندگی کی علامت غفلت وبے پروائی ہے جیسا کہ اس قسم کے لوگوں میں مشاہد ہوتا رہتا ہے نہ کہ کوتاہیوں کا احساس اور صدمہ وقلق۔

ارادہ اور نیت پر بھی اجر ملتا ہے

تحقیق: ان ہی صاحب علم نے عرض کیا کہ ارادوں کی اس بے بسی سے بعض اوقات جی چاہتا ہے کہ بس ارادہ کیا ہی نہ کروں لیکن پھر بھی قدرت نہیں۔ ارشاد فرمایا ارادہ ونیت کا اجر تو بہرحال حاصل ہوتا ہے اس کو مفت کیوں ضائع کیا جائے عمل کی کوتاہیوں پر استغفار کرتے رہنا چاہیے لیکن استغفار کے بعد پھر کام میں لگ جانا چاہیے۔ ہر وقت کوتاہیوں کا مراقبہ مضر ہے۔ مایوسی وپست ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ توبہ اور استغفار کے بعد معاصی کا ذہول قبول توبہ کی علامت ہے۔ اس زمانہ میں خاص کر رجاء کا غلبہ بھی مفید ہے۔ میں تو احیاء العلوم میں کتاب الخوف کا جو حصہ ہے اس کے مطالعہ سے منع کرتا ہوں۔

دوسرے شیخ سے رجوع کرنے کی حد

تحقیق: فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے شیخ سے نفع یا مناسبت نہ ہو تو دوسرے سے رجوع کر سکتا ہے لیکن اپنے شیخ سے بدعقیدہ ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ اگر اس کی ناراضی کا اندیشہ ہو تو دوسرے کے ساتھ تعلق کی اطلاع نہ دینی چاہیے۔

خشوع مطلوب کی حد

تحقیق: فرمایا کہ نماز میں جی لگتا نہیں، لگانا مطلوب ہے اس پر بھی نہ لگنا مجاہدہ و مشقت کے اجر کو زائد کرتا ہے خشوع کو مثال سے یوں سمجھنا چاہیے کہ ایک شخص کو نہایت پختہ عمدہ کلام مجید یاد ہے اور دوسرے کو خام۔

اس دوسرے کو نسبتاً سوچ سوچ کر اور ذرا توجہ سے پڑھنا پڑتا ہے بس خشوع مطلوب اس درجہ کی توجہ ہے باقی وساوس اور خطرات کا سرے سے نہ آنا، یہ صرف استغراق میں ہوتا ہے جو حال ہے نہ کمال ہے۔

حال: اذکار سے قلب کی حالت میں کچھ تغیر نہیں کہ جس سے شوق و محبت میں اضافہ ہو یا قلب میں کچھ رقت پیدا ہوگئی ہو، اگر یہ حالت غیر محمود ہے تو علاج تحریر فرمایا جائے۔

شوق و محبت و رقت قلب زائد عن المقصود ہیں

تحقیق: یہ حالت بالکل غیر محمود نہیں، مقصود اصلی اجر و رضا ہے یہ چیزیں زائد علی المقصود ہیں ان کا فقدان ذرہ برابر موجب قلق نہیں۔

حال: سفر میں تو عموماً اور حضر میں کبھی کبھی معمولات کل یا بعض ناغہ ہو جاتے ہیں ان کی قضا کیسے کروں؟

تحقیق: تھوڑی مقدار میں کرلیا کیجئے۔

علم عظیم

(۱) فرمایا کہ مدار نہی فی الواقع فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اس کا مباشر

ہوخواہ اس کا سبب ہو، پس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اسی کا عقیدہ فاسد ہوگا اور اگر وہ خواص میں سے ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہوگا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس سے اصلاح نہیں ہوتی اور نہ سب تک اس کی تقریر پہنچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا تو سنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہیں پہونچا، تو یہ شخص اس عامی کے ضلال کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر ایک ضلالت کا بھی کوئی شخص سبب بن جائے تو برا ہے۔ اور ہر چند کہ بعض مصلحتیں بھی فعل میں ہوں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو وہاں اس فعل ہی کو ترک کر دیا جائے گا۔ پس اس قاعدہ کی بناء پر ان مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ ان مفاسد سے احتراز کیلئے اس فعل کو ترک کر دیں گے البتہ جو فعل ضروری ہے اور اس میں مفاسد پیش آئیں وہاں اس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان ان مفاسد کی اصلاح کی جائے گی۔

(۲) اول یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کیلئے مقویات اور مفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشہ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تا کہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے۔

خطرہ کی حقیقت

اول: خطرہ کی حقیقت: بلا اختیار نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہو جانا ہے۔

دوم: چونکہ غیر اختیاری ہے اس لئے مطلق معصیت نہیں ہاں مکلف ضرور ہے اس کے انسداد کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کرے یہاں تک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تندہی نہ کرے ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جائے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا پھر ذکر میں مشغول ہو جانے کے بعد اس کا منتظر نہ رہے کہ خطرات بند ہوئے یا نہیں کیونکہ باوجود ایک طرف توجہ قائم ہو جانے کے بھی دوسرے خیالات اگر بلا قصد آئیں وہ مخل یا منافی یکسوئی کے نہیں کیونکہ خزانہ خیال میں تو بہت سی اشیاء ہوتی ہیں۔ وہ ضرور سامنے آئیں گی۔ جیسے کوئی شخص بہت سے نقطوں میں سے ایک مرکزی نقطہ نظر جمائے رکھے تو نظر کی شعاعیں ادھر ادھر ضرور پھیلیں گی اور جو پاس والے نقطے ہیں وہ بھی بلا قصد نظر

کے سامنے ضرور آئیں گے لیکن مستقل طور پر نظر اسی ایک مرکزی نقطہ پر قائم رہے گی۔

سوم: کسی اہم واجب یا مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کردیا جائے۔ چنانچہ کلمہ استرجاع کی تعلیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کا حاصل ایک مراقبہ خاص ہے۔ اور ایک عارف کا مقولہ بھی اس کا صریح مؤید ہے کما قال فی طبقات الکبریٰ عن الحسنین بن عبداللہ الضجی قال لایقطعک شئ من شئ الا اذا کان القاطع اتم واکمل واعلیٰ عندک فان کان مثلہ او دھنہ فلایقطعک فالحکم لماغلب علیٰ قلبک.

چہارم: ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکل یکسوئی اختیار نہ کرے تاکہ قلب میں ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں بمصداق ع انائے کہ پرشد گرچوں پرد۔ جیسے اگر کوئی شخص بوتل کو ہوا سے خالی کرنا چاہے تو اس کی سہل صورت یہ ہے کہ اس کو پانی سے بھردے پھر اس کے اندر ہوا نہ رہے گی۔ نہ ہوا کا گذر ہو سکے گا۔ لیکن مشاغل مباحہ میں تعلقات جبی کا بڑھانا داخل نہیں کہ وہ بھی مضر ہیں صرف تعلقات انتظامی وتفریحی کافی ہیں۔ مثلاً انتظامات معاش، سیر وتفریح مطالعہ تواریخ وغیرہ۔ واقعہ غم وعشق کو بقصد سوچنا اور اس میں خوض وفکر کرنا۔ یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا اس سے بھی قلب ایک معتد درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اس لئے اس کا انسداد بھی تدبیر نمبر سوم سے کرنا لازم ہے۔

واقعہ حزن سے حزن طبعی ہونا

ایسے موقع پر حزن غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں لیکن اس کا بار بار یاد کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے چنانچہ اسی بناء پر لاتحزن اور لاتحزنی وارد ہے کیونکہ منہی عنہ ہونا دلیل ہے اختیاری ہونے کی اور جس طرح اس کا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح اس کا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریق تجربہ بتائید بالنص تدبیر نمبر سوم میں مذکور ہوا۔

واقعہ غم کے تذکرہ کا اعتدال اور اس کی تائید بالنص

واقعہ غم کا بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت تحمل گھٹ جاتی ہے اس لئے مصلحت یہ ہے کہ

شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعہ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کرلیا کرے۔ اس کی تائید بھی نص سے ہوتی ہے کہ حضرت اقدس ﷺ اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر روئے بھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا انا بفراقک یاابراھیم لمحزونون.

ہمدردی کی حد معتدل

زیادہ ہمدردی اور ترحم سے بھی قلب کو تکلیف وتشویش ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات خلاف تسلیم اورتفویض خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے اس لئے دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہونچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس کیلئے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اسی حد تک رہنے دیا جائے۔ جس حد تک عقلی ہمدردی کے موثر ہونے کیلئے ضروری ہو۔

واردات قلب منجانب اللہ ہیں

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں فرمایا کہ جو کچھ قلب پر وارد ہو من جانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہونگے اس مراقبہ سے سب دفع ہوجائیں گے۔

صاحب مقام کی حیثیت

فرمایا کہ صاحب مقام ہوجانے کے یہ معنی نہیں کہ سالک تغیرات احوال سے بالکل ہی خالی ہوجاتا ہے کیونکہ تغیرات عارضی تو بربناء مصالح لوازم سلوک سے ہے جو رسوخ کامل اور تمکین تام کے حصول کے بعد بھی سالکین کے احوال میں گاہ گاہ واقع ہوتے رہتے ہیں لیکن ان میں استبداد وامتداد واعتداد نہیں ہوتا جیسے صحت کاملہ کے حاصل اور اعتدال مزاج قائم ہوجانے کے بعد بھی موسم کے بدلنے دیگر اسباب خارجی سے احیاناً کبھی زکام ہوجاتا ہے کبھی طبیعت کسل مند ہوجاتی ہے کبھی بخار ہوجاتا ہے۔ مگر اس قسم کی عارضی شکایات صحت طبیہ کے منافی نہیں ہوتیں غرض اعتبار غالب حالت کا ہے اگر سالک میں آثار مقام غالب ہیں تو وہ صاحب مقام ہے گو احیاناً اس میں آثار حال کا بھی ظہور ہو، اور اگر آثار حال غالب ہیں تو وہ صاحب حال ہے گو احیاناً اس میں آثار مقام بھی پائے جائیں۔ غرض کاملین پر بھی کبھی کبھی غلبہ حال ہوجاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر بھی کبھی کبھی ان حضرات

کی شان کے موافق غلبہ طاری ہوا ہے چنانچہ یوم بدر میں حضور سرور عالم سردار انبیا علیہ ﷺ نے جس ابتہال کے ساتھ دعا فرمائی تھی وہ بھی غلبہ حال سے ناشی تھا۔ بلکہ گاہ گاہ فرشتوں سے بھی غلبہ منقول ہے۔ حالانکہ ان میں انفعال بشری بھی نہیں ہوتا چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرعون کے منہ میں کیچڑ ٹھونسنا روایت ترمذی میں مذکور ہے۔ لیکن صاحب مقام پر جو غلبہ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا بخلاف صاحب حال کے کہ وہ کبھی حدود سے خارج ہو جاتا ہے مگر اس کو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

قبض شدید معین حصول مقام عبدیت ہے

اصطلاح صوفیہ میں ابتلاء شدید کو ہیبت سے تعبیر کرتے ہیں جو قبض کی اعلیٰ ترین قسم ہے جس کا طریان کاملین ہی پر ہوتا ہے ایسے شدید قبض میں ثابت قدم رہنے کے بعد سالک بعون اللہ تعالیٰ مقام عبدیت میں (جو اعلیٰ ترین مقام سلوک ہے) نہایت متمکن اور راسخ القدم ہو جاتا ہے کیونکہ متصرف حقیقی کے تصرفات عظیمہ کو خود اپنے اندر مشاہدہ کر لینے کے بعد اس کو اپنا ہیچ در ہیچ لاشی محض ہونا روز روشن کی طرح مشاہد ہو جاتا ہے اور اس مشاہدہ عجز کی بدولت وہ بفضلہ تعالیٰ نزول کامل سے (جو ترقیات باطنہ کی انتہائی منزل ہے) مشرف وممتاز اور سربلند وسرفراز ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ تغیرات احوال قلب کا اس کو خوب اچھی طرح اور ذاتی طور پر تجربہ ہو چکا ہوتا ہے اس لئے عدم غلبہ ہیبت کی حالت میں بھی وہ عظمت وجلال خداوندی اور شوکت وہیبت، قضاوقدر الٰہی سے ہمیشہ ترساں ولرزاں ہی رہتا ہے اور اچھی سے اچھی باطنی حالت کو بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اس کو کبھی عجب وناز کا واہمہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ بر بناء تجربہ سابق وہ اس حالت کو حدوثاً محض موہبت خدا اور بقاء ہر وقت زیر تصرف رب العلاء یقین کئے ہوتا ہے غرض استحضار عظمت حق اس کا حال دائمی اور غایت ادب واحترام حضرت ذوالجلال والاکرام اس کا اقتضائے طبعی اور تفویض کامل وفناء تام اس کا شعار زندگی ہو جاتا ہے یا بطور حاصل یوں کہئے کہ عبدیت محضہ اس کی صفت لازمہ اور بندگی وسرافگندگی اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

-----------☆☆☆----------

چند واقعات عبدیت حضرت والا

(۱) بار بار قسم کھا کھا کر فرمایا کہ میں اپنے کو کسی مسلمان سے حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق وفجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے۔ مجھے تو جنتیوں کے جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو، اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی، اور اتنی ہوس بھی بر بناء استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں۔

(۲) فرمایا کہ یہ جو بضرورت اصلاح زجر وتوبیخ کیا کرتا ہوں تو اس وقت یہ مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کسی شہزادے نے جرم کیا اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اس شہزادے کو درے لگائے۔ تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں درے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شہزادے سے افضل ہوں۔

(۳) فرمایا کہ کوئی مومن کیسا ہی بداعمال ہو میں اس کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو برا سمجھے گا لیکن اس حسین کو حسین ہی سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ جب کبھی بھی صابون سے منہ دھو لے گا۔ پھر اس کا وہی چاند سا منہ نکل آئیگا۔ غرض یہ کہ مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی۔

(۴) فرمایا کہ بھلا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق کیا کوئی عمل پیش کیا جا سکتا ہے پھر لیلۃ اللبن والی حکایت بیان فرمائی۔

(۵) فرمایا کہ خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول فعل حال قال سب ہی پر از خطر ہے تو یہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے ؎

من نہ گویم کہ طاعتم بہ پذیر — قلم عفو بر گناہم کش

(۶) فرمایا کہ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے اور دوسرے کی کیسی ہی بری حالت ہو ہرگز اس پر طعن نہ کرے کیا خبر ہے کہ اپنی

حالت اس سے بھی بدتر ہو جائے۔

(۷) ایک بار نہایت خشیت کے لہجہ میں فرمایا کہ دیا سلائی کی طرح سارے مواد خبیثہ نفس میں موجود ہیں بس رگڑ لگنے کی دیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک رگڑ سے بچا رکھا ہے بچے ہوئے ہیں۔ فرعون وہامان کو نہیں بچایا ان میں وہ مادے سلگ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہر وقت خطرہ ہے۔

(۸) فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے تو باطل چیزیں بھی حق نظر آنے لگتی ہیں اور اوہام باطلہ بھی حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

(۹) ایک مجمع سے مصافحہ کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے تو اس نیت سے مصافحہ کیا ہے کہ کیا اتنے سارے محبت کرنے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی خدا کا مقبول ومرحوم بندہ نہ ہوگا۔ اگر ایک بھی مرحوم ہوا تو کیا مجھ کو دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ کر رحم نہ آئیگا اور اللہ میاں سے سفارش کرکے وہ مجھ کو دوزخ سے نہ نکلوالے گا۔

(۱۰) بارہا فرمایا کہ یہ جو اصلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہنچے۔ لہذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں۔ ماں یہ ناز نہ کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ بچہ کی پرورش ہو اس لئے اس نے گوشت میں بھی دودھ پیدا کر دیا ہے، اگر ماں بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جائے۔ اسی طرح اگر کنویں میں ڈول نہ ڈالا جائے اور پانی نہ نکالا جائے تو نیا پانی آنے بند ہو جائیگا۔ غرض شیخ اگر القاء چھوڑ دے تو تلقی بھی بند ہو جائے۔ اس لئے شیخ کو بھی ناز کا حق نہیں۔

(۱۱) فرمایا کہ میرے اندر نہ علم ہے نہ عمل ہے نہ کوئی کمال ہے لیکن الحمدللہ اپنے خلو کا اعتقاد تو ہے اللہ تعالیٰ بس اسی سے فضل فرمائیگا۔ ان شاء اللہ

(۱۲) فرمایا کہ امر اصلاح میں نہ میرے علم کو دخل نہ فہم کو۔ خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے وہ میری مدد کرتے ہیں میرا کچھ کمال نہیں۔

(۱۳) فرمایا کہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں، میری اگر کوئی برائی

کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھی بھلا کون سی تعریف کی بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے۔ اس کو دھوکہ ہوا ہے، حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اس لئے مجھ کو کسی کو برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا۔

(۱۴) فرمایا کہ اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہو تو اسی وقت اپنے دس عیوب پیش نظر ہو جاتے ہیں۔

(۱۵) فرمایا کہ میں مدت سے یہ دعاء مانگ رہا ہوں اور اب تازہ کر لیا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مؤاخذہ نہ کیجئے۔ جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے، سب میں نے دل سے معاف کی۔ پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کر دیا کروں اور دوسرے کو عذاب بھی ہو تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا۔

(۱۶) کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں، ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیے فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیے۔

(۱۷) گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا محض فضل پر سمجھتا ہوں لیکن بندہ کے ذمہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب رکھے۔ اس لئے مجھ کو اپنے اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔

(۱۸) اپنے کسی منتسب کی دینداری اور تقویٰ کے حالات سن کر فرمایا کرتے ہیں کہ وہ باپ بڑا خوش قسمت ہے جس کی اولاد کمالات میں اس سے بڑھ جائے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نیک نام کرنا منظور ہے کہ جو پہلے ہی سے نیک ہیں ان ہی کو میرے پاس بھیج دیتے ہیں اور میں مفت میں نیک نام ہو جاتا ہوں

؎ نے دام خوش نہ دانہ خوش امااز اتفاق ہر بار شاہباز درافتد بہ دام ما

عارف کا اپنے کمالات کی نفی کرنا

فرمایا کہ عارف کی جتنی بصیرت بڑھتی جاتی ہے عظمت حق کا انکشاف روز افزوں

ہوتا چلا جاتا ہے اور آداب عبودیت کے روز بروز نئے نئے دقائق پیش نظر ہوتے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادت وطاعات کو گو وہ کتنے ہی کامل ہوں حقوق عظمت حق کے لحاظ سے ہیچ در ہیچ سمجھتا ہے۔ اور اس کا یہ سمجھنا بالکل حق بجانب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق کسی طرح ادا ہی نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے عارف کو اپنی کسی درجہ کی حالت پر بھی قناعت نہیں ہوتی۔ اور کسی درجہ کی بھی اصلاح پر اطمینان نہیں ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے کمالات کی نفی کرتا رہتا ہے۔

شفقت علی المریض

حضرت والا کو مریض پر اس قدر شفقت ہوتی ہے کہ اس کی درخواست کو حتی المقدور ضرور پوری فرماتے ہیں۔

مبتلائے قبض وہیبت

مبتلائے قبض وہیبت کو تکلیف تو بے شک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

حکم حالت قبض وہیبت

۱۔ اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ میں بد حال ہوں۔

۲۔ ہمیشہ ترساں رہتا ہے اپنے علم وعمل پر ناز نہیں ہوتا، سمجھتا ہے کہ میرا علم وعمل حال کیا چیز ہے۔ اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

۳۔ اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے تو شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرلے گا۔ اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے۔

۴۔ مرتے وقت دفعتاً اگر یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہوکر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا۔ اگر یہ عقبہ گذر جائے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر اس وقت بھی ایسا ہوا تو پریشان اور حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا۔ اطمینان ومحبت حق میں جان دے گا۔

۵۔ یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کرسکتا ہے۔

۶۔ ہر وقت اپنے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

۷۔ اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھتا ہے کہ مغفرت عبد کی عمل سے نہ ہوگی رحمت حق سے ہوگی وغیرذالک ممالا یحصیٰ۔

۸۔ فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ سے پریشان نہ ہونا چاہیے نہ ان کی بناء پر اپنے کو مردود سمجھنا چاہیے۔ اکثر عادۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصول تام خطرات فنا ہو جاتے ہیں۔ اگر بمقتضائے اسباب ومصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔ نہ وہ معصیت ہیں، البتہ اذیت وکلفت ضرور ہوتی ہے مگر اس پر بھی اجر ملتا ہے اور درجے بڑھتے ہیں۔

۹۔ فرمایا کہ خطرات کی خاصیت بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر اس کو اپنی طرف کھینچنے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تب بھی وہ لپٹتا ہے اور اگر ہٹانے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تو بھی وہ لپٹتا ہی ہے۔ بس خیریت اسی میں ہے کہ اس کو ہاتھ ہی نہ لگایا جائے نہ جلباً نہ سلباً۔ اسی طرح خطرات ووساوس سے امن کی صورت یہی ہے کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے نہ جلباً نہ دفعاً۔

۱۰۔ فرمایا کہ قلب کی مثال شاہی سڑک کی سی ہے۔ جس پر امیر، غریب شریف رذیل سب چلتے ہیں کسی کو حق نہیں کہ ایک دوسرے کو روکے۔ اگر چمار اور بھنگی بھی چل رہے ہیں تو حرج ہی کیا ہے وہ اپنے راستے جارہے ہیں یہ اپنے راستے چلتا ہے۔ اسی طرح قلب کی ساخت ہی من جانب اللہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے برے سبھی قسم کے خیالات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کریں برے خیالات بالکل آئے ہی نہیں۔ اگر بلا اختیار برے خیالات آتے ہیں تو کیا ڈر ہے۔ ہاں قصداً برے خیالات نہ لائے نہ قصداً ان کو باقی رکھے اور پھر اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے خطرات منکرہ کی طرف التفات ہی نہ کرے۔

خطرات پر مغموم ہونا

اس سے قلب میں ضعف عارض ہوتا ہے اور خطرات کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور سخت اذیت پہنچتی ہے۔ اس لئے ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ یہ سوء اعتقاد سے ناشی نہیں بلکہ اس کو ذالک صریح الایمان فرمایا ہے پس بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامت ایمان

سمجھ کر اس پر عقلاً مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعت اور ضروریات دینیہ و دنیویہ میں بلالحاظ دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ حسب تحقیق حضرت والا امور مباحہ کا بھی قدرے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی دقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

دفع خطرات کا نہایت قوی الاثر مراقبہ

خیال کے بدل جانے سے بھی خطرات دفع ہوتے ہیں اس لئے حضرت والا سالک کیلئے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے بے حد منافع ہونا بتا کید فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ ہو تب بھی حسب بشارت انا عند ظن عبدی بی۔ یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور محبت حق کے آثار بھی موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنایا اور دین کی فکر عطا فرمائی اور خطرات منکرہ پر طبعی غم نصیب فرمایا جو صریحی علامت ہے ایمان کی۔ اس مراقبہ میں علاوہ اور منافع باطنیہ کے یہ بھی بڑا نفع ہے کہ یہ مراقبہ خطرات کے دفع کا نہایت قوی الاثر اور مجرب بلکہ ضروری علاج ہے۔

خطرات کے اندر خوض کرنا ہی غضب ہے

اس سے بجائے شفا ہونے کے اور زیادہ پریشانی بڑھتی ہے اور خطرات کا بہت زیادہ ہجوم ہونے لگتا ہے۔ اور گو ان کا ہجوم دین کے لئے مطلقاً مضر نہیں کیونکہ بوجہ غیر اختیاری ہونے کے معصیت نہیں لیکن ان سے اذیت بے حد ہوتی ہے اور ان سے نجات پانے کی جو تدابیر بتائی جاتی ہیں وہ بھی دفع اذیت ہی کیلئے بتائی جاتی ہیں کیونکہ اپنے آپ کو بلا ضرورت مشقت اور پریشانی میں ڈالنا بھی تو مناسب نہیں۔

خطرات کے اسباب

فرمایا کبھی خطرات کا سبب لطافت طبع اور ذکاوت حس ہوتی ہے۔ کبھی عوارض طبعیہ کبھی رذائل نفسانیہ۔ کبھی تصرفات شیطانیہ، کبھی معاصی اور کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی تحمل سے زیادہ کام کرنا۔ اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں لیکن

ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نہ کرے نہ خطرات میں نہ ان کے اسباب میں اور اس صورت میں کہ سبب تشخیص نہ ہو سکے علاوہ علاج مشترک (عدم التفات) کے سب معالجات خاصہ کو بھی جمع کر لیا جائے۔

ملکات رذیلہ

فرمایا کہ ملکات رذیلہ پر مواخذہ نہیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں ہاں افعال پر مواخذہ ہے جو اختیاری ہیں۔ بس ملکات رذیلہ کے مقتضاء پر عمل نہ ہونے دے باقی اس فکر میں نہ پڑے کہ ملکات رذیلہ زائل ہو جائیں کیونکہ وہ زائل نہیں ہوا کرتے، البتہ مجاہدات اور تکرار مخالفت نفس سے مضمحل ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی۔ البتہ افعال جبلی نہیں ان پر اختیار ہے ہی بس ان کا صدور نہ ہونے دے۔ اور نہ اس غم میں پڑے کہ میری جبلت ہی کیوں ایسی ہے کیونکہ حق تعالیٰ خالق بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں ان کی اس میں سیکڑوں حکمتیں ہیں۔

رذائل نفس

فرمایا کہ نفس کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ رذائل سے خالی نہ ہو چنانچہ کم و بیش رذائل سب میں موجود ہیں الا ماشاء اللہ، لیکن جب تک وہ رذائل قوت سے فعل میں نہ لائے جائیں۔ اور ان کا ظہور بذریعہ صدور اعمال نہ ہو کوئی مواخذہ نہیں جیسے دیا سلائی میں سب مادے جل اٹھنے اور بھڑک اٹھنے کے موجود ہیں لیکن اگر اس کو رگڑا نہ جائے تو چاہے جیب میں لئے پھریئے کوئی اندیشہ نہیں۔ ہاں اس کی ہر وقت سخت احتیاط رکھنی ضروری ہے کہ رگڑا نہ لگنے پائے۔

مراقبہ حق تعالیٰ کے حاکم و حکیم ہونے کا

فرمایا کہ اپنی طرف سے اس پر بالکل آمادہ رہا جائے کہ اگر ساری عمر بھر خطرات سے نجات نہ ملے تب بھی کچھ پرواہ نہیں جو کام ہم کو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ کے ہم مکلف ہی نہیں۔ اور ہر حال میں اس امر واقعی اور عقیدہ واجبہ کا استحضار رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی، حاکم ہونے کی بناء پر تو ان کو مخلوق کے اندر ہر قسم کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اندر جو چاہیں تصرف فرمائیں۔ کسی کو مجال چون و چرا نہیں اور حکیم ہونے کی بناء

پر بندہ کو ان کے ہر تصرف کے متعلق اجمالاً یہ اعتقاد رکھ کر بالکل مطمئن رہنا چاہیے کہ یہ تصرف میرے حق میں سراسر حکمت ہے گو اس کی تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں۔

قبض بسط سے ارفع ہے

محققین نے قبض کو بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاق رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہے پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے۔

سالک اکثر جس شوق و ذوق سوز و گداز کو کمال سمجھتا ہے نہ وہ کمال ہوتا ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو نقصان سمجھتا ہے نہ وہ نقصان ہے۔

فرمایا کہ یہ کلیہ سمجھ لیا جائے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ و رسولؐ کے خلاف نہ کیا جائے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے۔ آپ محروم نہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً معلوم ہو جائیگا اب تقلیداً مان لیجئے۔

فرمایا کہ میری تمنائے دلی اپنے متعلقین کیلئے حالت قبض کے طاری ہونے کی بشرط البصیرت والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصاء میں نہیں آتے جن سب کا خلاصہ فناء تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بے نظیر ہوتا ہے۔

حالت قبض کا دستور العمل

فرمایا کہ عین قبض کے وقت گو اس کے منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم ہرگز پریشان نہ ہوں، ذکر جس قدر ہو سکے کر لیا کریں۔ اگرچہ کسی قدر تکلیف کرنا پڑے۔ اور اگرچہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو۔ اور جس میں زیادہ کلفت ہو تخفیف کر دیں۔ اور استغفار کی قدرے کثرت رکھیں اور جب تک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک دو بار اطلاع دیتے رہیں۔

قبض پیش خیمہ عبدیت ہے

فرمایا کہ تغیرات احوال طبعی و نفسانی ہیں نہ کہ روحانی و قلبی۔ سو ایسے تغیرات مضر تو کیا نافع

ہوتے ہیں۔عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے فنا وتہید سی رائے العین ہو جاتی ہے۔اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے۔اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہوگا۔

قبض کی ایک بڑی مصلحت

فرمایا کہ حالت قبض وہیبت میں سالک یہ دیکھ کر پریشان ہوتا ہے کہ میرے لئے چاروں طرف سے راستے بند کردیئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ سب طرف سے مایوس ہوکر میری طرف رجوع ہو۔اور اس سد باب سے مقصود اپنے سے محجوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا کر خود اپنی پناہ میں لینا مقصود ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ سالک کو اس تنگی میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں کہ مہلکات باطنی عجب وکبر سے محفوظ رہے۔اور اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاتا تو رذائل نفس کے پنجہ میں جا پھنستا ہلاک ہو جاتا۔چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ اسی حالت قبض اور اس کے معالجہ میں فرماتے ہیں

اے حریفان راہ ہا را بست یار　　　آ ہوئے لنگیم واو شیر شکار

جز بہ تسلیم ورضا کا چارۂ　　　در کف شیر نرخوں خوارۂ

ہیبت وحزن کا دستور العمل مسنون

فرمایا کہ ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اس میں ختم ہو جائے شہادت کبریٰ ہے مگر سنت کا مقتضاء یہ ہے کہ جہاں تک اپنا علم وقدرت کام دے اعتدال وتعدیل کا اپنا مستقر اصلی بنائے ہیبت کے ساتھ انس اور حزن وسوءظن کے ساتھ رجا ورحمت اور فنا کے ساتھ بقا اور نیستی کے ساتھ ہستی۔اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدہ نعمت کا اہتمام واستحضار کرے۔

غلبہ ہیبت کے وقت کا مراقبہ

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ اگر آپ کو آثار ہیبت اور سوءظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرے تو سوچا کیجئے کہ بیش بریں نیست کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں ،تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگی اسی طرح تائبین کی بھی ہوگی اگر صدر نشین نہ ہونگے تو صف نعال ہی میں جگہ مل رہے گی۔اگر اولیت نہ ہوگی تو جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی۔بس یہ سمجھ کر اللھم اغفرلی کی کثرت کرنی

چاہیے۔

غلبۂ قبض کا علاج

فرمایا کہ قبض کے غلبہ کی حالت میں اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت میں یا ثلاثین ترجمہ اربعین میں کتاب الرجاء یعنی خدا کی رحمت کی امید کا مضمون بار بار دیکھنا چاہیے۔

شوق کا فقدان سالک کو مضر نہیں

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مذموم حالت دو ہیں۔ایک معصیت، دوسری غفلت، رہا غلبہ (جوش وخروش) اور شوق یہ حالت عارضہ میں سے ہے۔اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہٖ قائم ودائم رہ سکتی ہے حجابات کا آپ کو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں۔اپنے کام میں سہولت اور راحت سے لگے رہیے، پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے۔

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے اپنی صحت کی خبر نہیں، سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں۔

قبض کا ایک سبب امتحان ہے

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ قبض کے اسباب مختلف ہیں اور معالجات بھی مختلف۔اگر آپ سے کوئی معصیت نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام لیجئے استغفار کی کثرت رکھئے اور میرے مواعظ اور تربیت السالک دیکھئے کہ رحمت حق متوجہ ہو۔

غیر اختیاری امور کا علاج تفویض ہے

ایک طالب کو فرمایا کہ جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائیں۔اور جو امر غیر اختیاری پیش آئے اس میں ذرا جنبش نہ کریں نہ کچھ تجویز کریں بس خدا کے سپرد کرکے خاموش رہیں۔

وساوس سے پریشانی کا علاج

فرمایا کہ وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔پریشانی سے قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہوجاتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس پر خوش ہو اس سے

قلب کو قوت ہوتی ہے۔ اور وساوس کو قبول نہیں کرتا۔ بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو، گو طبعی حزن و غم مذموم نہیں۔ بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے لیکن عقلاً بے فکری کو بہر حال غالب رکھنا چاہیے۔ تا کہ وہ حزن طبعی مضمحل ہو جائے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

تخیلات فاسدہ کا علاج

تخیلات فاسدہ کا توسہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آئیں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جائے جب متنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے کرے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جائے۔ یہ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں، اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہو جانا چاہیے۔

فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ کی بناء پر اپنے کو مردود نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے لہذا سالک بے چارے کا کیا قصور بلکہ اس کو تو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کا اس کو اجر ملے گا۔

غالب عادۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصول تمام خطرات فنا ہو جاتے ہیں۔ اگر بمقتضائے اسباب ومصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔

فرمایا کہ خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں۔ اور جو چیز داخل قلب میں متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اور محض انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب میں واقع ہونے کی چیز تو صرف عقیدہ راسخہ ہوا کرتا ہے نہ کہ خطرہ جو ایک محض وہمی اور سطحی چیز ہے اور کچھ نہیں۔

فرمایا کہ شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے جیسے چور وہیں گھستا ہے جہاں مال متاع ہوتا ہے۔ بس یہ سمجھنا چاہیے کہ خطرات مومنین ومقبولین ہی کو پیش آتے ہیں کافرین ومردودین کو پیش نہیں آتے۔

فرمایا کہ خطرات منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جائے اور اپنے اختیار کو ان سے ہرگز متعلق نہ ہونے

دیا جائے نہ حدوثاً نہ بقاءً۔ نہ ان کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دی جائے اور بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامت ایمان سمجھ کر اس پر مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور دستور العمل مرقوفہ نمبر ۳۱ کو معمول بنا کر بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعت اور ضروریات دینیہ و دنیویہ میں بلا لحاظ دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول رکھا جائے بلکہ جیسا نمبر ۲ جز و سوم و چہارم میں تجویز کیا گیا ہے امور مباحہ کا بھی قدرے شغل رکھا جائے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

فرمایا کہ وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جب کہ وسائط صحیح ہوں۔ چنانچہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی کھڑکیاں بند ہوتی ہیں بس ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لائن پر ہونا۔

ان سب مذکورہ معالجوں کی شرائط نفع یہ ہیں کہ ان معالجات کو معالجہ سمجھ کر اور دفع خطرات کی نیت سے ہرگز نہ کیا جائے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھ کر اختیار کیا جائے اور نتیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا بھی انتظار نہ کیا جائے ورنہ اس انتظار سے تعجیل اور تعجیل سے تقاضہ اور تقاضے سے تشویش پیدا ہوگی اور بھلا تشویش کے ہوتے ہوئے خطرات کیسے دفع ہو سکتے ہیں۔

امور تربیت میں شیخ سے مزاحمت

فرمایا کہ امور تربیت میں میری رائے میں کسی کو مزاحمت نہ کرنا چاہیے۔ پس میں جس کے ساتھ جو معاملہ کروں میرے سب احباب کو بھی یہی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شخص اس معاملہ کا اہل ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد فرما رکھا ہے اس لئے وہی میری دستگیری فرماتے ہیں ورنہ میں کیا چیز ہوں۔

بیعت بحالت سفر

حضرت والا کا عموماً سفر میں معمول بیعت نہیں تھا لیکن مریضوں اور عورتوں کی درخواست بیعت کو منظور فرما لیتے تھے کیونکہ مریض تو مرض کی وجہ سے واجب الرحم ہوتے ہیں اور عورتیں اہل الرائے نہیں ہوتیں ان بیچاریوں کا اعتقاد بالکل سیدھا سادھا اور سچا ہوتا ہے۔

انتظار کیفیات طبعیہ حسنہ

فرمایا کہ کیفیات طبعیہ حسنہ غیر اختیاریہ محمود تو ہیں مقصود نہیں لہذا دعا کا تو مضائقہ نہیں لیکن ان

کا منتظر رہنا خلاف اور بوجہ محل یکسوئی اور شاغل عن المقصود ہونے کے مضر ہے۔

اقتضائے عقلی وصدور اعمال

فرمایا کہ عقلی احوال بھی طبعی کیفیات سے بالکل خالی نہیں ہوتے ورنہ محض اقتضائے عقلی صدور اعمال کیلئے عادۃً کافی نہیں اسی طرح بالعکس البتہ ایک صورت میں عقلیت غالب ہوتی ہے اور طبیعت مغلوب اور دوسرے میں برعکس۔

شیخ سے عدم مناسبت کی ایک علامت

فرمایا کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ لگا ہوتا ہے اس کو ہر وقت اپنے اندر شیخ کی معنوی کرامتوں کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے لہذا اس کو اپنے شیخ کی حسی کرامتیں دیکھنے کی ہوس نہیں ہوتی اور اگر مدت طویلہ تک ایسا مشاہدہ نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ کوئی دوسرا شیخ تلاش کرے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کی کہ اس کو شیخ سے مناسبت نہیں۔

شیخ کی مجلس میں توجہ کس طرح رکھے

فرمایا کہ شیخ کی مجلس میں شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رہے خواہ وہ کسی کام میں مشغول ہو اور یہ تصور رکھے کہ اس کے قلب سے میرے قلب میں انوار آرہے ہیں۔

مذاق طبعی حضرت والاؒ

فرمایا کہ مذاق تو میرا یہی ہے کہ اپنی ہی حالت میں محو و مستغرق رہوں اور خاموش بیٹھا رہوں لیکن کیا کروں اہل مجلس اور اہل ضرورت کی خاطر سے بولنا پڑے۔

حضرت والاؒ کا تصوف

ایک بار کسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ یہاں تو ملا پن ہے ہم نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہے۔ طالب علم ہیں صاحب علم نہیں۔ بس قرآن وحدیث پر عمل کرنا بتاتے ہیں پھر اس میں جو کچھ کسی کو ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور الحمد للہ ایسا ملتا ہے مالا عین رءت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر۔ مگر ظاہر میں کچھ نہیں، نہ وہ حق ہے نہ وجد و حال ہے نہ کشف و کرامت ہے۔

توجہ کا ماثور طریق

فرمایا کہ مجھے تو اپنی توجہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک خاص شخص کی جانب جو مخلوق ہے ہمہ تن متوجہ ہو جانے میں غیرت آتی ہے یہ تو حق خاص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کہ سب طرف سے توجہ ہٹا کر بس اسی ایک ذات واحد کی طرف ہمہ تن رہا جائے۔ البتہ دلسوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم کرنا اور دل سے یہ چاہنا کہ طالبین کو نفع پہنچے اور ان کی دینی حالت درست ہو جائے یہ توجہ کا ماثور طریق ہے۔ اور یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور یہ نفع اور برکت میں توجہ متعارف سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کے اثر کو بقا ہے بہ خلاف توجہ متعارف کے کہ اس کا اثر بس اسی وقت ہوتا ہے پھر کچھ نہیں، اور فرمایا کہ مجھے تو باوجود جائز سمجھنے کے توجہ متعارف سے طبعی توحش ہے جیسے اوجھڑی سے کہ گو حلال ہے لیکن طبیعتیں اس کو قبول نہیں کرتیں۔

شیخ کے قوی النسبت اور صاحب برکت ہونے کی علامت

فرمایا کہ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بغیر قصداً توجہ کیے ہوئے اثر کیسے ہوتا ہے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض قلوب ہی کے اندر تعدیہ کی خاصیت رکھی ہے جیسے کہ آفتاب کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ اس کا نور دوسروں تک پہنچے لیکن پھر بھی اسکا نور دوسروں کو پہنچتا ہی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر صفت ہی رکھی ہے کہ جو شئے اس کے مقابل میں آجاتی ہے منور ہو جاتی ہے۔ بلا قصد ہی فیض کا پہنچنا شیخ کے زیادہ کمال کی بات ہے اور اس کے نہایت قوی النسبت اور صاحب برکت اور مقبول ہونے کی علامت ہے۔

انسان کا کمال

فرمایا کہ انسان کا کمال تو یہی ہے کہ معاصی کا میلان ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو روکے رہے۔ اور معاصی کا صدور نہ ہونے دے۔

پرانے معمولات کو چھڑانا نہ چاہیے

فرمایا کہ جس ذکر سے دلچسپی ہوتی ہے اس پر مداومت بھی آسان ہوتی ہے اور اس کے دوران جمعیت و یکسوئی بھی رہتی ہے جو معین مقصود ہے اسی واسطے میں پرانے معمولات کو نہیں چھوڑاتا، کیونکہ

پرانے معمولات سے انس ہو جاتا ہے اور ان سے دلچسپی بھی زیادہ ہوتی ہے نیز معمولات میں مداومت کی بدولت ایک خاص برکت بھی پیدا جاتی ہے۔

حضرت والا کو اگر بعض مجتہدین کے اقوال پر بھی کسی ملازمت کے جواز کی گنجائش ملتی ہے تو اس عام ابتلاء اور ضعف ہمم کے زمانے میں اس گنجائش کی بناء پر اجازت دیدیتے ہیں کیونکہ تنگی معاش میں اس سے اشد دینی ضرر کا اندیشہ ہے۔

شیخ کی حقیقی کرامت

طالبین کے اندر اہتمام دینی اور فکر جائز و ناجائز پیدا کر دینا ہی تو شیخ کی حقیقی کرامت اور اس کے صاحب فیض و برکت ہونیکی بین علامت ہے۔

صاحب اجازت کیلئے ظاہری وجاہت کی شرط

فرمایا کہ مصالح دینیہ کا مقتضاء یہ ہے کہ صاحب اجازت میں کسی نہ کسی قسم کی کچھ ظاہری وجاہت بھی ہو دینی یا دنیوی مثلاً اہل علم ہو یا کسی معزز طبقہ کا ہو تا کہ اس کی طرف رجوع کرنے میں کسی کو عار نہ آئے اور طریق کی بے وقعتی نہ ہو۔

علامت محبوبیت عنداللہ حضرت والاؒ

یہ بارہا ہزار ہا کا مشاہدہ ہے کہ حضرت کو دیکھتے ہی خالی الذہن کے قلب کے اندر حسن عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور بے اختیار کشش ہونے لگتی ہے جو علامت ہے محبوبیت عنداللہ کی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود حضرت والاؒ نے فرمایا کہ جس کسی سے میں ملتفت ہو کر دو باتیں کر لیتا ہوں وہ ایسا مسخر ہو جاتا ہے گویا اس کا دل مٹھی میں آ گیا۔

اعزاء کی تربیت باطنی سے عذر مناسب ہے

فرمایا کہ بعد تجربہ بس اسلم صورت یہی سمجھ میں آئی کہ اعزہ کی تربیت باطنی سے عذر ہی کر دیا جائے چنانچہ اب میں اکثر صورتوں میں یہی کیا کرتا ہوں کیونکہ ادھر ان کی بھی خصوصیت کی توقع ہوتی ہے اور ادھر خود مجھ کو بھی خصوصیت برتنے کا طبعی تقاضہ ہوتا ہے اور اگر طبعی تقاضہ پر دینی مصلحت کو ترجیح دی

جائے اور سختی ہی کا برتاؤ کیا جائے تو پھر ناگواری کا اثر واسطہ در واسطہ دور تک پہنچتا چلا جاتا ہے۔

امن باطنی کے لئے سیاست بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے

فرمایا کہ شیخ کامل کے اندر ملوک کی سی سیاست ہونا ضروری ہے، کیونکہ عام طبائع کے اعتبار سے عادت اکثر یہی ہے کہ بدون سختی کے اصلاح نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس کی ضرورت سب عقلاء کے نزدیک مسلم ہے اور ہر متمدن جماعت نے حسب ضرورت اپنے اپنے اصول سیاست مقرر کر رکھے ہیں بلکہ نظام عالم ہی اصول سیاست پر قائم ہے۔ جب امن ظاہری کیلئے سیاست ضروری ہے تو امن باطنی کے لئے بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگی کیونکہ فساد ظاہری کی اصلاح اتنی دشوار نہیں جتنی فساد باطنی کی۔ پھر تعجب ہے کہ رذائل نفس کے ازالہ کیلئے سیاست کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی۔

غصہ کی بات پر غصہ نہ آنا اور معافی چاہنے پر عفو نہ کرنا مذموم ہے

فرمایا کہ اگر کوئی ایسا بے حس ہو کہ اس کو غصہ کی بات پر بھی غصہ نہ آتا ہو تو اس کے متعلق امام شافعیؒ کا فتویٰ سنیے۔ "من استغضب فلم یغضب فھو حمار" ومن استرضیٰ فلم یرض فھو شیطان یعنی جس کو غصہ دلایا جائے (مراد یہ کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے غصہ کا موجب ہو) اور پھر بھی اس کو غصہ نہ آئے تو وہ حمار ہے اور جس کو راضی کیا جائے (یعنی اپنی کوتاہی کا تدارک کر کے اس سے معافی چاہی جائے) اور وہ پھر بھی راضی نہ ہو تو (چونکہ یہ علامت ہے غایت تکبر کی اس لئے) وہ شیطان ہے۔

شدت بمصلحت اصلاح محمود ہے

فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف المزاج پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد بعض کو مقبول بنا دیا تو مقبولیت کے بعد مزاج فطری تو نہیں بدلتا۔ اس لئے بعض مقبولین نرم ہوتے ہیں بعض تیز ہوتے ہیں لیکن نیت سب کی اصلاح ہی کی ہوتی ہے۔ آگے مزاج کے اختلاف سے رائے کا اختلاف ہو جاتا ہے ایک کے نزدیک نرمی طریقہ ہے اصلاح کا دوسرے کے نزدیک سختی طریقہ ہے اصلاح کا کیونکہ شدت علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ جو شدت بلا ضرورت و بلا مصلحت ہو وہ مذموم ہے (وہ تو بقول حضرت والا شدت نہیں قساوت ہے) اور جو شدت بضرورت سیاست اور بمصلحت اصلاح ہو وہ سراسر محمود ہے کیونکہ وہ

تو بقول حضرت والا شدت نہیں حدت ہے جو اقتضائے ایمان ہے تشدد نہیں تسدد ہے درشتی نہیں درستی ہے جو عرصہ دراز کے تجربوں کے بعد قائم کئے گئے ہیں۔

اصول صحیحہ اصل میں مسائل شرعیہ ہیں

فرمایا کہ میرے اصول صحیحہ اصل میں مسائل شرعیہ ہیں جس میں بیشمار مصالح دینیہ و دنیویہ مضمر ہیں اور اصول صحیحہ کی پابندی کو سختی کہنا سراسر زیادتی ہے کیونکہ جو قانون اپنی ذات میں تو سہل ہو مگر اس کی پابندی سختی سے کرائی جائے اس کو سخت نہیں کہا جاتا جیسے نماز کہ اس کے سارے ارکان بہت ہی سہل ہیں اور بحالت عذر تو اس میں اور بھی سہولتیں اور گنجائش رکھ دی گئی لیکن اس کی پابندی بہت سختی کے ساتھ کرائی جاتی ہے یہاں تک کہ بعض ائمہ کے نزدیک تو تارک صلوٰۃ واجب القتل ہے۔

سختی و مضبوطی کا فرق

فرمایا کہ اگر اصول تو ہوں نرم لیکن ان کی پابندی سختی کے ساتھ کرائی جائے تو یہ سختی نہیں بلکہ مضبوطی ہے جیسے ریشم کا رسا نرم تو ایسا کہ چاہے اس میں گرہ لگالو لیکن ساتھ ہی مضبوط اتنا کہ اگر اس سے ہاتھی کو باندھ دیا جائے تو وہ اس کو توڑ نہیں سکتا۔

اصول صحیحہ کو مقتضائے طبعی بنانے کی ترغیب

فرمایا کہ میں فقط دوسروں ہی کو اصول صحیحہ کا پابند نہیں بناتا بلکہ اپنے آپ کو بھی تو پابند کرتا ہوں اور یہ تکلف و تصنع نہیں بلکہ اللہ کا شکر ہے کہ اصول صحیحہ کی پابندی میرا مقتضائے طبعی ہوگیا ہے گو اس میں کسی قدر مشقت بھی ہو اور گو اس کا تعلق میرے محکومین اور تابعین ہی سے ہو کیونکہ اصول صحیحہ بہرحال قابل احترام ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر اہل معاملہ کو میری رعایت اصول کا علم بھی نہیں ہوتا لیکن میرے قلب کو تو تسلی رہتی ہے کہ میں نے اصول صحیحہ کی رعایت کی کسی کو جتلانا تھوڑا ہی مقصود ہے ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ جب کبھی مجھ کو اپنا حال حکیم محمد ہاشم صاحب مرحوم سے کہنا ہوتا (باوجود اس کے کہ ان کو مجھ سے بہت ہی تعلق تھا۔ یہاں تک کہ آخر میں مجھ سے بیعت بھی ہو گئے تھے) تو خود ان کے گھر جا کر اپنا حال کہتا وہ بہت شرمندہ ہوتے لیکن میں کہہ دیتا کہ اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں محتاج کو محتاج الیہ کے پاس آنا

چاہیے نہ کہ برعکس۔ البتہ جب گھر میں کسی کی نبض دکھانی ہوتی تو پھر بلاتکلف ان کو بلالیتا کیونکہ وہ موقع مجبوری کا تھا وہاں اصول صحیحہ کا یہی مقتضا تھا۔

محکومین کا بھی احترام چاہیے

فرمایا کہ گھر میں کھانا کھا کر میں کبھی نہیں کہتا کہ برتن اٹھالو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ برتن اٹھوالو گو وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جوان کو گھر میں اپنے محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ محکومین کا بھی احترام کرنا چاہیے پھر چاہے وہ خود اٹھالیں یا کسی اور اسے اٹھوالیں میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کیلئے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہتا ہوں اور وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہ راست انہیں کی محکوم ہے اس میں بھی ان کی حاکمیت کو محفوظ رکھتا ہوں۔ نیز اجنبی عورت سے بلاضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

ملازمین کی سہولت وتوقیر کا لحاظ

فرمایا کہ میں نوکروں کو دو کام ساتھ نہیں بتاتا۔ پہلے ایک بتاتا ہوں، جب اس سے فراغت ہو جاتی ہے پھر دوسرا تاکہ یکدم بار نہ پڑے اور یاد رکھنے کی زحمت نہ ہو یاد رکھنے کی زحمت کو خود برداشت کرتا ہوں ان پر بوجھ نہیں ڈالتا، اگر کوئی الجھن کا کام ہوتا ہے تو اس میں خود بھی شریک ہو جاتا ہوں تاکہ انہیں کچھ سہولت ہو جائے۔

ملازموں کو بھی تنخواہ توقیر کے ساتھ دیتا ہوں۔ ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں پھینک کر نہیں دیتا جیسا کہ متکبرین کا شعار ہے۔

جب گھر کے لوگ نہیں ہوتے اور صبح کو ملازم کے ساتھ گھر سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے تو ملازم کے بیدار ہونے کے بعد میں قصداً کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تاکہ وہ باطمینان اپنی ضروریات سے فارغ ہولے اور میرا تہیہ اور اثر دیکھ کر اس کو عجلت نہ ہو۔

اہل خصوصیت کو بھی جوابی خط لکھنا

اگر اہل خصوصیت کو بھی اپنے کسی کام کیلئے کچھ لکھتا ہوں تو جوابی خط بھیجتا ہوں۔

مہمان کو ٹھہرانے میں اصرار نہ کرنا

کوئی کیسا ہی محبوب مہمان ہو اور اس کے ٹھہرانے کو کتنا ہی جی چاہتا ہو کبھی اس کی مرضی کے خلاف اصرار نہیں کرتا اور جب جانے کو کہتا ہوں تو نہایت فراخدلی سے کہہ دیتا ہوں کہ جیسی مرضی ہو اور جس میں راحت ہو۔

بڑوں کے حق عظمت کو ادا کرنا

فرمایا کہ میرے چھوٹے گھر میں کے والد پیر جی ظفر احمد صاحب میرے ساتھ اپنے پیر کا سا برتاؤ کرتے ہیں لیکن قلب میں ان کی ویسی ہی عظمت ہے جیسی خسر کی ہونی چاہئے اور جیسی اپنے بڑے خسر صاحب کی تھی، لیکن پیر جی صاحب کو اس کا علم بھی نہیں، نہ مجھ کو یہ اہتمام ہے کہ ان کو اس کا علم ہو، مجھے تو اپنی تسلی کرنی ہے کہ میں ان کا حق عظمت ادا کر رہا ہوں ان پر کوئی احسان تھوڑا ہی رکھنا ہے۔

گھر میں رات کو سوتے وقت احتیاطا لوٹے میں پانی بھر کر رکھ لیتی ہیں، اگر کبھی مجھے پانی کے استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو میں لوٹے کو پھر بھر کر اسی جگہ رکھ دیتا ہوں تا کہ اگر ان کو ضرورت ہو تو لوٹا بھرا ہوا ہی ملے دوبارہ ان کو بھرنا نہ پڑے۔

حتی الوسع اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے

فرمایا کہ ایک غیر مقلد یہاں آئے تھے، انہوں نے یہاں سے جا کر ایک صاحب سے کہا کہ ہم لوگوں میں تو اتباع سنت کا فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اتباع سنت تو ہم نے وہاں دیکھا۔ ایک کتاب کی ضرورت ہوئی تو خود اٹھ کر کتب خانہ سے لائے، کسی سے کہا نہیں کہ لے آؤ۔ اپنا کام خود کیا دوسرے کو تکلیف نہ دی، سبحان اللہ کیا اتباع سنت ہے اور کتنی تواضع ہے کہ بلا تکلف خود اٹھ کر لائے۔

فرمایا کہ میزبان کے نوکر سے اگر کوئی چیز مانگنا ہو تو حاکمانہ لہجہ میں پانی نہیں مانگنا چاہیے بلکہ اخلاق کے ساتھ کہنا چاہیے کہ ذرا پانی دیجئے گا۔ تھوڑا پانی عنایت کیجئے گا۔

حدیث میں ہے الحدۃ تعتری خیار امتی

یعنی تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آئی ہے اور اس کی حقیقت حق پر غیرت ہے

اور اس کے ظاہر کرنے کی حقیقت ترک تکلف ہے۔

شیخ و طالب میں توافق طبائع کا ہونا شرط نفع ہے

فرمایا کہ عدم مناسبت کی صورت میں جو میں قطع تعلق کر دیتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ بدون مناسبت کے شیخ سے کچھ نفع نہیں ہوتا ہے تو محض مثال لیکن مثال تو محض توضیح کیلئے ہوتی ہے اس لئے نقل کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، وہ یہ کہ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک توافق انزالین نہ ہو حمل نہیں قرار پاتا۔ اگرچہ زوجین دونوں تندرست اور قوی ہوں اسی طرح اگرچہ شیخ اور طالب دونوں صالح ہوں لیکن باہم توافق طبائع نہ ہو تو پھر تعلق ہی عبث ہے اور اس کا قطع کر دینا ہی مناسب ہے کیونکہ اجتماع بلا تناسب نہ صرف غیر مفید بلکہ موجب تشویش جانبین ہوتا ہے یہ بھی فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص شیخ سے عدم مناسبت طالب کے نقص ہی کی دلیل ہے کیونکہ طبائع فطری مختلف ہوتی ہیں بعض کو کسی سے مناسبت ہوتی ہے بعض کو کسی سے۔ لیکن ہر حال میں مدار نفع مناسبت ہی پر ہے۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ مختلف الطبائع پیر اور مرید دونوں کی استعدادیں اپنی اپنی جگہ کامل ہوں اور دونوں متقی ہوں لیکن پھر بھی بوجہ عدم تناسب طبائع ان کا اجتماع موجب تشویش جانبین ہو جائے۔

علامت مناسبت شیخ و مرید اور تردد و خطرہ کا فرق

فرمایا کہ بعضوں نے مجھ سے سوال کیا کہ شیخ کے ساتھ مناسبت ہونے نہ ہونے کی علامت کیا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ گو یہ امر ذوقی ہے لیکن میں الفاظ میں اس کی تعبیر کئے دیتا ہوں۔ مناسبت کی علامت یہ ہے کہ شیخ کے کسی قول یا فعل پر اس کے (شیخ کے) خلاف طالب کے قلب میں کوئی اعتراض یا شبہ جزم یا تردد (یعنی احتمال صحت جانبین کے ساتھ) پیدا نہ ہو (خطرہ کا جس میں جانب مخالف کے بطلان کا تیقن ہوتا ہے اعتبار نہیں) یہاں تک کہ اگر اس کے کسی قول یا فعل کی تاویل بھی سمجھ میں نہ آئے (کیونکہ اول تاویل ہی کرنی چاہیے) تب بھی دل میں اسکی طرف سے انکار پیدا نہ ہو، بلکہ اپنے آپ کو یوں سمجھائے کہ آخر یہ بھی تو بشر ہی ہے اگر اس کا کوئی قول یا فعل گناہ بھی ہو تب بھی کیا ہوا توبہ سے یا محض فضل سے اس کی معافی ہو سکتی ہے۔

عدم مناسبت کے وقت کا دستور العمل

فرمایا کہ اگر شیخ کے خلاف اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہوں تو سمجھ لے کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں اور اس کو بلا اس کی دل آزادی کئے چھوڑ دے کیونکہ نفع کا مدار یکسوئی اور شیخ کے ساتھ حسن اعتقاد پر ہے اور اعتراضات اور شبہات کی صورت میں کہاں۔ لہذا اس کو چھوڑ دینا مناسب ہے لیکن گستاخی عمر بھر نہ کرے کیونکہ اول اول راہ پر تو اسی نے ڈالا ہے اور اس معنی کر وہ محسن ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ ایسے امور کا بھی مرتکب ہو جو بظاہر خلاف سنت ہوں لیکن اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو خواہ بعید ہی سہی پھر بھی گستاخی نہ کرے۔

جسے کسی سے مناسبت نہ ہو اس کا طریقہ نجات

فرمایا کہ ایسا شخص جس کو کسی سے مناسبت نہ ہو ضروری احکام کا علم حاصل کرتا ہے خواہ مطالعہ سے خواہ اہل علم سے پوچھ پوچھ کر اور سیدھے سیدھے نماز روزہ کرتا رہے اور جو امراض نفس اس کو اپنے اندر محسوس ہوں ان کا علاج جہاں تک ہو سکے اپنی سمجھ کے مطابق بطور خود کرتا رہے اور جو موٹے موٹے گناہ ہیں ان سے بچتا رہے اور بقیہ سے استغفار کرتا رہے اور دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ ان کا بھی مجھے احساس ہونے لگے اور ان کے معالجات بھی میری سمجھ میں آنے لگیں، اگر مجھ میں سمجھنے کی استعداد نہ ہو تو بلا اسباب ہی محض اپنے فضل سے ان عیوب کی اصلاح کر دے اس سے زیادہ کا وہ مکلف نہیں۔

قوت فکریہ

فرمایا کہ قوت فکریہ ہی سے تو انسان انسان ہے، انسان اور حیوان میں بس یہی تو فرق ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت فکریہ عطا فرمائی ہے اور حیوان کو نہیں انسان کو احتمالات سوجھتے ہیں اور حیوان کو نہیں۔ علماء نے تو انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک حیوان ناطق ہے لیکن میرے نزدیک انسان کی یہ تعریف ہونی چاہیے کہ وہ ایک حیوان متفکر ہے۔ غرض جو انسان اپنی قوت فکریہ سے کام نہ لے اور احتمالات نہ سوچے وہ انسان نہیں حیوان بصورت انسان ہے جیسے بن مانس اور جل مانس ہوتے ہیں۔

استاد کی عظمت ہونی چاہیے

ایک طالب علم جو پانی پت سے خانقاہ میں قرآن کی تعلیم کیلئے آیا تھا اس سے فرمایا کہ اپنے استاد سے اجازت لے کر آئے ہو؟ ان کو ناراض کر کے تو نہیں آئے؟ کہا ان سے اجازت لیکر آیا ہوں، فرمایا کہ ان کی اجازت کا خط منگوا سکتے ہو؟ کہا جی ہاں منگوا سکتا ہوں، فرمایا اچھا ان کا خط اس مضمون کا کہ ہاں یہ میری اجازت سے گئے ہیں منگوا دو۔ پھر فرمایا کہ استاد کی اجازت اس لئے منگوائی ہے کہ اپنے افعال و اعمال میں آزاد نہ ہوں جو کام کریں اپنے بڑوں سے پوچھ پوچھ کر کریں، نیز اساتذہ کی عظمت بھی قلب میں پیدا ہو۔

سالک مبتلائے قلت فکر و اعجاب نفس سے خطاب

ایک صاحب نے جن کو حضرت والا سے پرانا تعلق تھا حاضر خانقاہ ہو کر بذریعہ عریضہ عرض کیا کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا، رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن مجھے تو اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے ہیں اس غرض سے کہ مجھے اپنے عیوب نظر آئیں حضرت کی خدمت میں رہنا بھی چاہتا ہوں لیکن بال بچوں کا نفقہ میرے ذمہ واجب ہے اور میں مزدوری پیشہ آدمی ہوں اس لئے قیام کی صورت بھی مشکل معلوم ہوتی ہے۔

اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس رہنے سے تو کوئی زائد بات پیدا نہ ہوگی کیونکہ مجھ کو تو کسی کے عیوب کی تلاش نہیں اور تم کو اپنے عیوب نظر آتے نہیں تو ایسی حالت میں رہنا نہ رہنا برابر ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ جب تمہیں اپنے عیوب نظر ہی نہیں آتے تو تم معذور ہو بس دعا کیا کرو۔

اس تحریری جواب کے بعد جب صبح کی مجلس منعقد ہوئی تو حضرت والا نے سب کے سامنے ان کو اس کے کہنے پر کہ مجھے اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے جس کا منشاء قرین قویہ سے قلت فکر و اعجاب نفس معلوم ہوا، زبانی سخت زجر و توبیخ فرمائی اور ایسی ڈانٹ پلائی کہ ہوش درست ہو گئے اور دماغ صحیح ہو گیا، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلاصہ تقریر پر تاثیر

فرمایا کہ حیرت ہے تمہیں اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے حالانکہ واللہ اگر آدمی کی حس صحیح ہو تو

گناہ تو گناہ اس کو تو اپنی طاعات بھی معاصی نظر آنے لگیں، پھر نہایت خوشی کے ساتھ تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ مجھ کو تو اپنی نماز اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک میں شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے۔ اور ہم لوگ تو کیا چیز ہیں صحابہؓ سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا۔

حدیث میں وارد ہے کہ اصحاب بدر میں سے ستر حضرات ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نقائص کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں، حضرات صحابہؓ کی تو یہ حالت اور ان حضرت کو اپنے اندر کوئی عیب ہی نظر نہیں آتا، کیا ٹھکانہ ہے اس بے حسی کا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میرے اندر عیب ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا ہیں، فرمایا کہ سبحان اللہ اس کی تو ایسی مثال ہوئی کہ یہ معلوم ہے کہ میرے جسم میں درد ہو رہا ہے لیکن یہ پتہ نہیں کہ کہاں ہو رہا ہے اور کس قسم کا درد ہے آیا پیٹ کا درد ہے یا سر کا یا ہاتھ پاؤں کا۔ یہ کیا حماقت کی بات کہی، جس کو درد کا احساس ہو رہا ہوگا کیا اس کو یہ پتہ نہ چلے گا کہ کہاں ہو رہا ہے یہ تو بے حسی سے بھی بڑھ کر ہے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو تمہارے پرچے کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ جب تمہیں اپنے عیب ہی نظر نہیں آتے تو تم معذور ہو یہ تو علی سبیل التسلیم محض ضابطہ کا جواب ہے۔

نری کتابیں دیکھنے سے عیوب نظر نہیں آتے

یہ بھی فرمایا کہ تم نے جو مجھ کو یہ لکھا ہے کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن پھر بھی اپنے عیب نظر نہیں آتے تو عیب کہیں محض مطالعہ سے نظر آیا کرتے ہیں نری کتابوں کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ ان کتابوں کا اثر نہ لیا جائے۔

یہ تو ایسا ہی ہے جیسے پریس میں قرآن شریف بھی چھپتا ہے۔ حدیث شریف بھی چھپتی ہے لیکن اس پر سوائے اس کے محض نقوش مرتسم ہو جائیں معانی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے اوپر مسلط کر لیا جائے کہ جو عیب دیکھے متنبہ کر دیا کرے تو یہ بھی کلیتاً کافی نہیں کیونکہ اکثر تو یہی ہے کہ اگر وہ محب ہوا تو اس کو عیب ہی نظر نہ آئیں گے اور اگر معاند ہوا اس کو ہنر بھی عیب نظر آئیں گے۔

مراقبہ نافع برائے دفع قلت فکر و اعجاب نفس

پھر فرمایا کہ کسی کو اپنے افعال و احوال پر ناز ہو اور ان میں کوئی نقص ہی نظر نہ آتا ہو تو ذرا یہ مراقبہ کر کے تو دیکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں اور وہ میرے سارے افعال و احوال کو دیکھ رہے ہیں اور پھر یہ غور کرے کہ آیا میرے سارے افعال و احوال ایسے ہیں کہ ان کو بلا تردد اللہ تعالیٰ کے

حضور میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت اس کو اپنے اعمال کی حقیقت نظر آ جائیگی واللہ جو پھر ایک بھی ایسا نکل سکے جو دربار خداوندی میں پیش کئے جانے کے قابل ہو۔ ایک نماز ہی کو دیکھ لیجئے کہ ہم لوگ اس کا کیا حق ادا کر رہے ہیں اس خشوع وخضوع کو تو جانے دیجئے جس میں کچھ دشواری ہے۔ جس استحضار میں کوئی دشواری نہیں اس میں بھی تو ہم لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔ پھر آخر میں ان سے فرمایا کہ اب تمہیں نہ کبھی حالات کا خط لکھنے کی اجازت ہے نہ یہاں آنے کی جب تک تمہیں اپنے عیب نظر نہ آنے لگیں۔ اور عیب بھی ایک دو نہیں بلکہ بہت زیادہ تعداد میں، گو جب معالجہ چاہو گے تو اس میں ایک ہی ایک عیب کا علاج بتاؤں گا۔ لیکن علاج جب شروع کروں گا جب ایسے بہت سے عیوب کی فہرست اور تفصیل لکھو گے اس درمیان میں بس صرف دریافت اور طلب دعا کیلئے خط لکھنے کی اجازت ہے اور کسی تعلق کی اجازت نہیں۔

نتیجہ تقریر

پھر ان صاحب نے لکھا کہ گذارش یہ ہے کہ جس روز سے تھانہ بھون سے آیا ہوں اس روز سے برابر غور وفکر کے ساتھ ہر کام میں اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کر رہا ہوں اور جس مراقبہ کو مجلس مبارک میں ذکر فرمایا تھا کہ یوں سوچے کہ یہ کام یا یہ بات حق تعالیٰ کے سامنے ہوں تو کر سکتا ہوں یا نہیں۔ تو اس مراقبہ سے معلوم ہوا کہ میری جتنی باتیں اور کام ہیں سب بے کار ہیں میری کوئی بات اور میرا کوئی کام اس قابل نہیں کہ باری تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ پہلے جو اپنی غلطیاں نظر نہیں آتی تھیں تو اس کی وجہ سے محض بے پروائی اور بے توجہی تھی۔ اس تنبیہ کے قبل میں اپنے قلب کو مثل ایک صندوقچی کے سمجھتا تھا۔ جس پر وارنش کیا ہوا اور جس کے اندر عجیب عجیب اشیاء رکھی ہوں مگر جناب کی تنبیہ کے بعد جواب اس صندوقچی کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے اندر گوہ در گوہ ہو رہا ہے لہٰذا احقر نے اپنے پہلے خیال سے کہ مجھ کو اپنا کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا تھا توبہ کی اور حضور کی تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب مجھ کو اپنے عیوب اس قدر صاف نظر آنے لگے کہ میں اپنے عیوب پر بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں اور اب اس کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں اپنے عیوب پیش کر کے ان کے علاج دریافت کروں جس پر یہ جواب حضرت والا کا گیا۔ مبارک ہو یہ گو خاکساری کی خاک سے مل کر کھاد کا کام دے گا اور ایسی اجناس پیدا ہونگی کہ روحانی غذا پیدا ہو جائیں گی۔ دعا کرتا ہوں اور عیب پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں مگر ایک خط میں ایک بات سے زیادہ نہ ہو۔

پند از لطائف ذخیرہ حقائق

۱۔ایک طالب نے عبادت میں کسل وسستی کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ سستی کا علاج چستی ہے۔

۲۔ایک طالب نے غلبہ خشیت میں لکھا مجھے سخت خطرہ ہے تحریر فرمایا کہ یہ خطرہ بحر معرفت کا قطرہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر دریا کرے۔

۳۔حضرت خواجہ صاحب نے ایک عریضہ میں کسی باطنی پریشانی کے سلسلہ میں لکھا تھا کہ سخت الجھن ہوتی ہے اس پر فرمایا کہ یہ الجھن مقدمہ ہے سلجھن کا۔ ان مع العسر یسراً۔

ع چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں

۴۔فرمایا کہ یہ امر بسہولت یاد رکھنے کیلئے کہ شیخ کے ساتھ طالب کو کیا معاملہ رکھنا چاہیے۔بس ان ہم قافیہ الفاظ کو یاد رکھے۔اطلاع اور اتباع،اعتقاد وانقیاد۔

۵۔ایک بار فرمایا کہ اس طریق میں خود رائی نہ کرے بلکہ خود کو رائی کرے یعنی اپنے کو حقیر وذلیل سمجھے۔

۶۔ایک صاحب کو خیال ہوگیا تھا کہ وہ ابدال ہوگئے فرمایا کہ ہاں پہلے گوشت تھے اب دال ہوگئے،یعنی اس عجب سے وہ گھٹ گئے۔

۷۔شملہ کے سفر کے بعد وہاں کی برائیاں جو غالب ہیں بیان فرما کر فرمایا کہ ہم تو سنا کرتے تھے کہ شملہ بمقدار علم ہوگا (یعنی اچھی جگہ ہوگی،لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شملہ بمقدار جہل ہے (یعنی بری جگہ ہے)

۸۔ایک طالب کا خط فضول مضمون سے لبریز تھا اور آخر میں لکھا تھا کہ مضمون طویل ہونے سے تکلیف ضرور ہوئی ہوگی۔معاف فرمائیں۔حضرت والاؒ نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ طویل ہونے سے تو تکلیف نہیں ہوئی مگر لاطائل ہونے سے ہوئی۔

۹۔فرمایا کہ آج کل لوگوں کی مال پر تو نظر ہے مآل پر نہیں۔

۱۰۔فرمایا کہ درستی تو درشتی ہی سے ہوتی ہے۔

۱۱۔ ایک بار کسی سے اظہار خفگی کے وقت فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں اور بشر بھی وہ جس میں باجا رہ ہے فاکلمہ نہیں۔

۱۲۔ فرمایا کہ آج کل کے اکثر مدعیان توکل اہل توکل کیا اہل تاکل ہیں۔

۱۳۔ فرمایا کہ آج کل بعض طلباء کی دستار بندی تو ہو جاتی ہے لیکن ان میں دس تار تو کیا ایک تار بھی علم وعقل کا نہیں ہوتا۔

۱۴۔ فرمایا کہ محبت کی عینک خورد بین کی خاصیت رکھتی ہے جس سے چھوٹی چیزیں بھی بڑی نظر آنے لگتی ہیں۔ اور جس طرح ایک محبت کی خورد بین ہوتی ہے۔ جس سے چھوٹا ہنر بڑا نظر آتا ہے۔ اسی طرح ایک نظر خوردہ بین بھی ہوتی ہے جس سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دیتا ہے۔

۱۵۔ منصب افتاء کی ذمہ داریوں کا تذکرہ تھا فرمایا مفتی ہونا بھی قیمتی کا کام ہے مفتی کا نہیں۔

۱۶۔ فرمایا کہ طالبین اصلاح کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا مشورہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ مسہل طلب مرض کا مفرحات سے علاج کرو، یا جس دنبل کے اندر مادہ فاسدہ بھرا ہوا ہو اور آپریشن کی ضرورت ہو وہاں یہ کہا جائے کہ نہیں صرف اوپر ہی اوپر مرہم لگا دو۔ پھر وہ مادہ فاسد اندر ہی اندر پھیل کر سارے جسم کو سڑا دے۔

۱۷۔ فرمایا کہ سیاست کی اس طریق ہی میں کیا ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے چنانچہ میاں جیون کا اپنے اپنے شاگردوں کو اور ماں باپ کا اپنی اولاد کو تادیب کیلئے مارنا پیٹنا اور حاکموں کا اپنے محکومین مجرمین کو سزائیں دینا۔ اور محض فہمائش کو کافی نہ سمجھنا عام طور پر بلانکیر معمول ہے۔

مرض بدنظری کا ایک علاج

ایک مجاز مخصوص مبتلائے مرض بدنظری کا علاج یوں فرمایا کہ جب ایسی کوتاہی ہو دو مہینے تک میرے پاس خط بھیجنے کی اجازت نہیں اور ہر بار کی میعاد جداگانہ شروع ہوگی مثلاً اگر ایک ہی دن میں چھ بار ایسی کوتاہی ہوگئی تو سال بھر تک خط وکتابت بند چونکہ خط وکتاب کی ممانعت بوجہ خصوصیت تعلق بغایت شاق تھی اس لئے انہوں نے یہ تہیہ کرلیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کبھی ایک مرتبہ بھی اس سزا کی نوبت نہ آنے دیجائے گی چنانچہ جس جرم کا ترک محال نظر آرہا تھا اس ممانعت کے بعد اس کا ارتکاب محال نظر آنے لگا اور اتنے برے اور بڑے مرض کا ایسا آسانی کیساتھ استیصال کلی ہوگیا۔

صفت سیاست کی تائید

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ عمر یقول الحق وان کان مرا ترکہ الحق ومالہ من صدیق اللہ تعالیٰ رحمت (خاص) نازل فرمادے عمرؓ پر وہ حق بات کہہ دیتے ہیں اگرچہ (کسی کو عقلاً یا کسی کو طبعاً) تلخ (وناگوار) معلوم ہو (یعنی ان میں یہ صفت ایک خاص درجہ میں غالب ہے۔ اس درجہ کی حق گوئی نے ان کی یہ حالت کردی) کہ ان کا کوئی (اس درجہ کا) دوست نہیں رہا (جیسا تسامح ورعایت کی حالت میں ہوتا ہے)

ف۔ ترجمہ کے درمیان توضیحات سے تین شبہے رفع ہوگئے۔ ایک یہ کہ کیا دوسرے حضرات صحابہؓ میں یہ صفت حق گوئی کی نہ تھی۔ دوسرا شبہ یہ کہ کیا حضرت عمرؓ کا کوئی دوست نہ تھا تیسرا شبہ یہ کہ کیا اس مجمع خیر میں حق بات کے تلخ سمجھنے والے موجود تھے۔

اول شبہ کا جواب یہ ہے کہ اصل صفت سب صحابہؓ میں مشترک تھی لیکن یہ اختصاص غلبہ کے ایک خاص درجہ کے اعتبار سے ہے اور یہی توجیہ ہے خاص خاص حضرات کیلئے خاص خاص فضائل کا حکم فرمانے کی۔ اور اس غلبہ کا مصداق یہ ہے کہ حق کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ ایک درجہ یہ ہے کہ اس کا اظہار واجب ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اولی یا مباح ہوتا ہے۔ سو پہلا درجہ تو سب صحابہؓ میں بلکہ سب اہل حق میں مشترک ہے اور دوسرے درجہ کے اعتبار سے بزرگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں بعض مروت یا تسامح کو مصلحت پر ترجیح دے کر سکوت فرماتے ہیں بعض مصلحت کو مروت پر ترجیح دے کر کہہ ڈالتے ہیں۔ پہلا درجہ نفس انصاف کا ہے اور دوسرا درجہ غلبہ کا ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ دوستوں کے ایک خاص درجہ کی نفی مقصود ہے یعنی اگر حضرت عمرؓ مروت کو مصلحت پر غالب رکھ کر طرح دے جاتے تو اس حالت میں ان کے جیسے دوست ہوتے ویسے اب نہیں رہتے۔

تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ طبعی تلخی وناگواری اور اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہونا یہ خیریت کے منافی نہیں۔ باقی ایسے لوگ بھی ہر زمانہ میں ہوتے ہیں جن کو عقلی تلخی بھی ہوتی ہے اگرچہ اس وقت ایسے اقل قلیل تھے۔

کوئی حدیث کی کتاب دیکھیے اس میں جہاں اور ابواب ہیں وہاں کتاب الحدود کتاب

القصاص، کتاب التعزیرات بھی ہیں معلوم ہوا کہ یہ بھی حضور ﷺ کے اخلاق ہیں کہ ضرورت کے مواقع پر سیاست کا استعمال اور جرائم کے ارتکاب پر سزاؤں کی تنفید کی جائے۔

اپنے نفس کے ساتھ سوءِ ظن رکھنا

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت والا اپنے نفس کے ساتھ ہمیشہ سوءِ ظن رکھتے ہیں اور گو مواقع ضرورت و مصلحت میں سیاست کا استعمال فرماتے ہیں لیکن ہر واقعہ کے بعد بار بار اظہار افسوس وندامت بھی حالاً و قالاً و عملاً فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض مرتبہ تو اسی رنج وافسوس میں رات رات بھر نیند نہیں آئی اور بعض مواقع پر حضرات والا کو معافی مانگتے ہوئے اور بعض صورتوں میں مالی تدارک فرماتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ اور یہ تو ہمیشہ دیکھا بلکہ اس کا خود بھی ذاتی تجربہ کیا کہ حضرت والا کی خفگی مفتاح عنایات وتوجہات ودعوات خاصہ زائدہ ہوجاتی ہے اور اسی سوءِ ظن بنفسہٖ کی وجہ سے حضرت والا نے معترضین کے مقابلہ میں کبھی رد کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ ان کے اعتراضوں پر بھی بالخصوص جہاں مظنہ نیک نیتی کا تھا اس نیت سے نظر ثانی فرمائی کہ اگر ان اعتراضات میں کوئی امر واقعی قابل قبول ہوتو اس کو قبول کر کے اس پر عمل کیا جائے۔

بے ادبی شیخ کی زیادہ مضر ہے معصیت سے

فرمایا کہ اہل اللہ کے دل دکھانے والے اور ان کے ستانے والوں کا اکثر یہی انجام ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے آلام ومصاحب ظاہری و باطنی کردیے جاتے ہیں۔ جس کا بعض اوقات خود ان کو بھی احساس ہونے لگتا ہے اور پھر ان میں سے بعض متنبہ ہو کر تائب بھی ہوجاتے ہیں بالخصوص تعلق ارادت قائم کرلینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا تو خاص طور سے زیادہ موجب وبال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں جتنی بے ادبی مضر ہوجاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو حق تعالیٰ سے ہے اور چونکہ وہ تاثیر و انفعال سے پاک ہیں اس لئے توبہ سے فوراً معافی ہوجاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا ہی تعلق پیدا ہوجاتا ہے بخلاف اس کے بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اس لئے طالب کی بے ادبی سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہوجاتی ہے جو مانع ہوجاتی ہے تعدیہ فیض سے۔

شیخ کے قلب کا تکدر طالب کے قلب کو تیرہ و مکدر کر دیتا ہے

حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک مثال بیان فرمائی کہ اگر کسی چھت کی میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر تو نہایت صاف وسفاف حالت میں آئیگا لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہونچے گا تو بالکل گندلا اور میلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے فیوض و انوار نازل ہوتے رہتے ہیں ان کا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے طالب کا قلب بجائے منور و مصفا ہونے کے تیرہ و مکدر ہوتا چلا جاتا ہے۔

تکدر شیخ طالب کے داعیہ عمل کا مفوت اور دنیوی وبال کا لانے والا ہے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے شیخ کے قلب کو مکدر کرنے اور مکدر رکھنے کا طالب پر یہ وبال ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیت قلب کبھی میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر فعل موجب تکدر شیخ معصیت ہی ہو اسلئے ایسی صورت میں اس فعل سے براہ راست تو کوئی دینی ضرر نہیں پہونچتا لیکن بواسطہ وہ اکثر سبب ہو جاتا ہے دینی ضرر کا بھی جس کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اول شیخ کے قلب کا تکدر سبب ہوتا ہے طالب کے انشراح قلبی کے زوال کا اور پھر یہ عدم انشراح اکثر سبب ہو جاتا ہے کوتاہی اعمال اور پھر یہ کوتاہی اعمال سبب ہو جاتی ہے دینی اور اخروی وبال کا۔ گو عدم انشراح کی حالت میں بھی اگر وہ اپنے اختیار اور ہمت سے برابر کام لیتا رہے اور اعمال صالحہ کو بہ تکلف جاری رکھے تو پھر کوئی بھی دینی ضرر نہ پہنچے۔ لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ انشراح کے فوت ہو جانے سے اعمال میں بھی کوتاہیاں ہونے لگتی ہیں اور اس طرح بواسطہ دینی ضرر کا بھی اکثر تحقق ہو ہی جاتا ہے کیونکہ جو داعیہ عادیہ تھا یعنی انشراح وہ تو جاتا رہا اور بلا داعیہ اکثر کو عمل بہت دشوار ہوتا ہے۔

حکم بالا معتقد فیہ میں ہے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ گو میں خود کوئی چیز نہیں لیکن جب کسی نے کسی شخص کو اپنا معتقد فیہ بنالیا اور پھر بلا وجہ اس کے ساتھ خلاف اعتقاد معاملہ کر کے اس کو مکدر کر دیا تو اس صورت میں بھی ویسی مضرتیں پہنچیں گی جیسی کاملین و مقبولین کو مکدر کرنے سے پہنچتی ہیں۔

عرفی اخلاق مانع خدمات دینیہ ہیں

حضرت والا نے اکثر فرمایا کہ اگر میرے یہاں عرفی اخلاق ہوتے تو اس قدر ہجوم ہوتا کہ جو کچھ میں نے دینی خدمت کی ہے اور کررہا ہوں وہ ہرگز ممکن نہ ہوتی۔ نیز اس ہڑبونگ میں آنے والوں کو کوئی موقع ہی خاص نفع حاصل کرنے کا نہ مل سکتا۔ نیز مخلصین وغیر مخلصین میں بالکل امتیاز نہ رہتا۔ اب جتنے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ وہ قابل اطمینان تو ہیں کیونکہ ایسا ویسا تو میرے یہاں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔

رخصت کے وقت حضرت والا کی بشاشت وسیاست

اکثر دیکھا گیا کہ حضرت والا رخصت کرتے وقت بہت بشاشت کے ساتھ پیش آتے ہیں بجز ان مواقع کے جن میں سیاست کا مقتضا اس کے خلاف ہو، ایسے مواقع پر تو رخصت کے وقت بالقصد یاد دلاتے ہیں کہ دیکھو تم مجھ کو اپنی حرکتوں سے اذیت دے کر جارہے ہو اس کو یاد رکھنا تاکہ آئندہ کسی کو نہ ستاؤ۔

حضرت والا کو بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ نیک کاموں میں دل کے چاہنے نہ چاہنے پر مدار کار نہ رکھنا چاہیے ہمت اور اختیار سے کام لینا چاہیے۔

سفر میں شیخ کی معیت

فرمایا کہ اگر موقع ملے تو طالب کو کبھی کبھی شیخ کے ساتھ سفر بھی کرنا چاہیے کیونکہ سفر میں زیادہ معیت رہتی ہے اور مختلف قسم کے سابقے پڑتے ہیں جس سے دل کھل جاتا ہے اور مل جاتا ہے اور باہم مناسبت پیدا ہوجاتی ہے اور مناسبت ہی پر فیض کا دارومدار ہے۔ نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ معیت سفر اصلاح میں بہت معین ہوتی ہے کیونکہ سفر میں شیخ کو طالب کے مختلف قسم کے حالات ومعاملات کے مشاہدہ کا موقع ملتا ہے جن پر وہ روک ٹوک کرسکتا ہے۔ یہ موقع حضر میں مستبعد ہے۔ اسی طرح سے طالب کو بھی شیخ کے بعض ایسے معاملات سے سبق حاصل کرنیکا موقع ملتا ہے جس کا اتفاق حضر میں نہیں ہوتا۔

اگر ہجوم وساوس کی یا محض میلان الی المعاصی بلا عمل وعزم عمل کی شکایت کرتا ہے تو سب سے پہلے حضرت والا یہی ضابطہ کا سوال فرماتے ہیں کہ اس میں دینی ضرر کیا ہے۔

بقائے فیض کی شرط بعد تکمیل

فرمایا کہ تکمیل کے بعد بھی بقائے فیض کی شرط یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ عمر بھر اعتقاد اور امتنان کا تعلق قائم رکھا جائے ہاں تکمیل کے بعد تعلیم کی حالت البتہ نہیں رہتی۔

فرمایا کہ کسی کیفیت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بسا غنیمت ہے ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل اور ایمان ہے۔ باقی سب میں آمد ورفت لگی رہتی ہے۔

تعلق مع اللہ سرمایہ تسلی ہے

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار احقر حضرت والا سے رخصت ہوتے وقت بہت دلگیر ہونے لگا تو نہایت شفقت کے لہجہ میں فرمایا کہ دلگیر ہونیکی کوئی وجہ نہیں کیونکہ الحمد للہ سرمایہ تسلی ہر وقت پاس ہے یعنی تعلق مع اللہ۔

حضرت خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

بتایا ہے جو گر حضرت نے استحضار و ہمت کا عجب یہ نسخہ اکسیر ہے اصلاح امت کا

واقعی اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھا جائے اور وقت پر ہمت سے کام لیا جائے تو کسی گناہ کا صدور ہی نہ ہو، اور ہمت کے متعلق حضرت والا نے فرمایا جس ہمت کے بعد کامیابی نہ ہو وہ ہمت ہی نہیں بلکہ ہمت کی محض نیت ہے۔

ف۔ سبحان اللہ ہمت کی کیا نفیس اور قابل استحضار حقیقت ظاہر فرمائی۔

معمولات کی پابندی بڑی رحمت ہے

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات تو بفضلہ تعالیٰ جاری ہیں لیکن قلب میں فرحت نہیں پیدا ہوتی، تحریر فرمایا کہ خدا کا شکر کیجئے رحمت تو ہے، فرحت نہیں ہے نہ سہی فرحت تو محض اس کی لونڈی ہے ان شاء اللہ وہ بھی اپنی باری میں حاضر ہو جائے گی۔

غلبہ ذکر مزیل خیالات فاسدہ ہے

ایک بی بی نے شکایت کی کہ دوران ذکر ادھر ادھر کے فضول خیالات بہت پریشان کرتے ہیں

فرمایا کہ ایسے خیالات کا کچھ غم نہ کریں بلکہ مباح خیالات کو غنیمت سمجھیں کیونکہ وہ وقایہ ہو جاتے ہیں معاصی کے خیالات کے۔ اگر ان سے دل بالکل خالی ہو جائے تو پھر معاصی کے خیالات آنے لگیں گے البتہ جب اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کا غلبہ نصیب فرمائیں گے تب یہ بھی جاتے رہیں گے۔

محبت اقرب طریق وصول ہے

فرمایا کہ سالک کو تسلی دینے سے جس قدر سلوک طے ہوتا ہے کسی سے نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور محبت ہی اقرب طریق ہے اسی لئے مجھ کو بڑا اہتمام رہتا ہے کہ طالبین کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے۔

جس کے سر پر اللہ ہو اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے

ایک صاحب سے جو وساوس سے سخت پریشان تھے مفصل مضامین تسلی بیان کر کے فرمایا کہ میاں بھلا جس کے سر پر اللہ ہو پھر اس کا کیا فکر، شیطان اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

ع دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر است۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنو اوعلیٰ ربھم یتوکلون۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن

ایک مخلص دیندار نے مدرسہ دیوبند کے موجود فتنہ وفساد کے سلسلہ میں بعض علماء وممبران مدرسہ کے خلاف بدظنی کے وساوس پیدا ہونے کی بہت طویل داستان لکھی کہ چونکہ ان سب حضرات سے بوجہ خاص دیوبندی خیال اور سلسلہ امدادیہ میں داخل ہونے کے پختہ عقیدت مندی ہے اس لئے کسی صاحب کی طرف سے بھی بدگمانی کا خیال نہیں ہوسکتا اور گو یہ سیہ کار اس قابل کہاں جو بزرگان دین کی رائے اور مصلحت میں دخل دے سکے لیکن میرا ناقص خیال جس طرف یقین کے ساتھ جھکتا ہے اس طرف سے ہٹنا دشوار ہو جاتا ہے لہذا مجبوری ہے اور سخت خلجان میں ہوں احقر کا اطمینان فرمایا جائے۔

حضرت والا نے اس کا حسب ذیل مختصر مگر نہایت تسلی بخش اور جامع مانع جواب ارقام فرمایا جو یہ ہے کہ آپ نے اپنے دین کی درستی کیلئے بہت محنت کی انشاء اللہ اس کا اجر ملے گا۔ چونکہ ہر مریض کیلئے جدا نسخہ نافع ہوتا ہے اس لئے جو نسخہ آپ کیلئے نافع ہے لکھتا ہوں وہ یہ ہے کار خود کن کار بے گانہ مکن

زبان وقلم وقلب سے سکوت رکھیں پریشانی پر صبر کریں۔ نہ کسی کے معتقد رہیں نہ کسی سے بداعتقاد، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایذاءدہ ہیں قیامت میں اس کی پوچھ گچھ بھی آپ سے نہ ہوگی۔ والسلام

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اخیر زمانہ میں دین کا سنبھالنا ایسا مشکل ہوگا جیسا چنگاری کو ہاتھ میں پکڑنا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی ایک عمل نیک کرے گا تو اس کو پچاس عالموں کا ثواب ملے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یارسول اللہ امنا اومنھم، یعنی ہم میں سے پچاس یا ان میں سے پچاس۔ ارشاد فرمایا منکم یعنی تم میں سے پچاس، پھر فرمایا اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی ایک نیک کام کرے تو اس کو پچاس ابوبکرؓ کے برابر ثواب ملتا ہے۔

ایک طالب اصلاح نے کشاکش نفس کی شکایت کی تو نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا کہ جب دو پہلوانوں میں کشتی ہوتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ ایک تو زور لگائے جائے اور دوسرا اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہی ڈال دے اور اپنے مقابل کو خود موقع دیدے کہ وہ آسانی سے اس کو پچھاڑ سکے، یہ تو نفس سے کشتی ہے اپنا سارا زور لگانا چاہیے پھر اگر پورا غلبہ نہ حاصل ہو تو کم از کم یہ تو ہو کہ کبھی تم نے اس کو پچھاڑ دیا کبھی اس نے تم کو پچھاڑ دیا۔ لیکن ہمت کسی حال میں نہ ہارنا چاہیے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ یہ بیچارہ اپنا سارا زور لگا رہا ہے تو غلبہ بھی عطا فرمائیں گے۔ غرض نہ ہمت ہارنا چاہیے نہ مایوس ہونا چاہیے۔

مکتوب ملقب بہ تسہیل الطریق

خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اس کا تو علاج ہی نہیں باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں، اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں۔ اور ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔

حال: ایک صاحب نے لکھا کہ وساوس وخطرات کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے اور وساوس وخطرات بھی وہ کہ شاید کسی دہریہ کو بھی نہ آتے ہوں۔ اس وقت دل چاہتا ہے کہ کسی ترکیب سے خودکشی کرلوں۔ اس لئے عرض پرداز ہوں کہ خاص توجہ مبذول فرمائیں اور دعا سے امداد فرمائیں۔

تحقیق: دعا سے کیا عذر ہے مگر یہ حالت مذموم ہی نہیں جس کو ایسا مہتم بالشان سمجھا جائے۔ صحابہؓ سے اکمل وافضل تو کسی کی حالت نہ تھی، حدیثوں میں مصرح ہے کہ ان کو ایسے وساوس آتے تھے کہ وہ جل

کر کوئلہ ہوجانا زیادہ محبوب سمجھتے تھے ان کو زبان پر لانے سے اور طبیب کامل ﷺ نے اس کو صریح ایمان کی علامت قرار دیا۔ بس جو امر علامت ایمان ہو اس پر اگر مسرت نہ ہو تو غم کے بھی کوئی معنی نہیں۔

ف: حضرت والا جذبات انسانی کے ایسے ماہر اور امراض روحانی کے علاج میں ایسے حاذق ہیں کہ طالب مذکور جو اس درجہ غم میں مبتلا تھے کہ خودکشی پر آمادہ تھے اس کا مشورہ نہیں دیا کہ اس حالت پر مسرور ہوں کیونکہ تکلیف مالا یطاق ہوتی۔ اور مشورہ مفید نہ ہوتا۔ سبحان اللہ حکیم الامت کی یہی شان ہونی چاہیے۔ جس طرح حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ جب کسی کے یہاں کوئی موت ہوجاتی ہے اور وہاں ضرورت وعظ کی ہوتی ہے تو معتد بہ زمانہ گذرنے کے بعد کہتا ہوں ورنہ تازہ غم میں اگر وعظ کہا جائے تو بالکل بیکار ہوجائے۔

تمنا اور شوق کا فرق

ایک طالب کچھ دن کیلئے مقیم خانقاہ ہوئے تھے۔ انہوں نے کبھی حضرت والا کو کسی گفتگو کے سلسلہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد فرماتے سن لیا کہ ایسی ہجرت سے کہ جسم تو مکہ میں ہوا اور دل ہندوستان میں، یہ اچھا ہے کہ جسم تو ہندوستان میں اور دل مکہ میں ہو۔ اس کو انہوں نے اپنے قیام خانقاہ کی حالت پر منطبق کیا تو یہ سوچ کر سخت پریشان ہوئے کہ مجھ کو تو بیوی بچے بہت یاد آتے ہیں اور خیال لگا رہتا ہے کہ آج سے گھر جانے کے اتنے دن باقی ہیں۔ اس کی اطلاع انہوں نے حضرت والا کو بذریعہ عریضہ کی اور اِنَّا لِلّٰہِ کے ساتھ یہ لکھا کہ کیا اس خیال کی بناء پر بفحوائے ارشاد حاجی صاحبؒ میرا یہاں خانقاہ حاضر ہونا ہی اکارت گیا۔

تحقیق: فرمایا کہ یہ یاد آنا اور خیال لگا رہنا امور طبعیہ اور عیال کے حقوق شرعیہ سے ہے اور محمود ہے جو مرتبہ مذموم ہے وہ یہ ہے کہ ہجرت پر ایک گونہ تاسف ہو کہ میں سب کو چھوڑ کر یہاں چلا آیا، غرض تمنا اور چیز ہے جو مضر ہے اور شوق اور چیز ہے جو مضر نہیں، روزہ میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے کہ کب افطار کا وقت آئیگا اور تمنا نہیں ہوتی کہ میں روزہ نہ رکھتا تو اچھا ہوتا۔

کشش اور میلان الی المعاصی کا حتمی و تحقیقی علاج

ایک طالب نے شدید میلان الی الغنا کی شکایت کے جواب میں تحریر فرمایا کہ کشش اور میلان

کا بالکلیہ زائل ہو جانا تو عادۃً ممتنع ہے، البتہ تدبیر سے اس میں ایسا ضعف اور اضمحلال ہو جاتا ہے کہ مقاومت صعب نہیں رہتی۔ اور وہ تدبیر صرف واحد میں منحصر ہے۔ کہ عملاً اس کشش کی مخالفت کی جائے۔ گو کلفت ہو برداشت کی جائے۔ اسی سے کسی کو جلدی کسی کو دیر میں علیٰ اختلاف الطبائع اس کشش میں ضعف واضمحلال ہو جاتا ہے اور کف کیلئے قصد وہمت کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے مگر اس ضعف کے سبب اس قصد میں بسہولت کامیابی ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ توقع رکھنا امنیہ محضہ ہے الا ان یکون من الخوارق۔ اس اصل سے تمام فطریات میں کام لینے سے پریشانی، ہبا منثور ہو جاتی ہے فتبصر وتشکر۔

شوق وانس کے آثار کا تفاوت

فرمایا کہ بُعد میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور قرب میں انس کا۔ شوق میں جوش وخروش ہوتا ہے اور انس میں سکون۔

ایک مجاہد کی تسلی

ایک صاحب اجازت نے دوران قیام خانقاہ اپنے آپ کو کورا سمجھ کر اس کی شکایت لکھی حضرت والا نے ان کی اس عنوان سے تسلی فرمائی کہ آفتاب کے سامنے چاند بے نور معلوم ہوتا ہے مگر دراصل وہ بے نور نہیں ہوتا بلکہ وہ آفتاب سے برابر کسب نور کرتا رہتا ہے۔ البتہ آفتاب کے سامنے اس کو اپنا نور محسوس نہیں ہوتا۔

مراقبہ حق تعالیٰ کے حاکم وحکیم ہونے کا

ایک سخت ناگوار واقعہ پر فرمایا کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاکم وحکیم ہونے کا مراقبہ قلب میں ایسا پختہ کر دیا ہے کہ بڑے سے بڑے حادثہ کے وقت بھی خواہ وہ ظاہر کے متعلق ہو یا باطن کے جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ لاحق نہیں ہوتی۔ بس بفضلہ تعالیٰ یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں پورا اختیار وحق حاصل ہے کہ اپنی مخلوق میں جس وقت چاہیں اور جس قسم کا چاہیں تصرف فرمائیں ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ کسی کو ذرا بھی مجال چون وچرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کی بناء پر اطمینان ہے کہ انکا جو تصرف ہوگا، سراسر حکمت ہی ہوگا پھر پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔

ف: سبحان اللہ کیا اعلیٰ درجہ کا مراقبہ ہے اگر اس کو پختہ کرلیا جائے تو ظاہری یا باطنی کسی قسم کی بھی پریشانی لاحق نہ ہو۔

علاج الخیال

فرمایا کہ ایک سالک مبتلائے امراض باطنہ خیالیہ کوتحریر فرمایا کہ اس کا سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد واختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آئیں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دوخیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے بس اشتباہ رفع ہوگیا۔ اور اگر بالا اختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جائے تو جب تنبیہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جائے۔

سب مریدوں کیساتھ یکساں برتاؤ کی ضرورت نہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے مدتوں میں اس غلطی میں رہا کہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے جس کی وجہ سے بہت تنگیاں اٹھائیں لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ حقیقت منکشف فرمادی کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ خود حضرت اقدس ﷺ کا جو معاملہ خصوصیت کا حضرات شیخین کے ساتھ تھا وہ دوسرے حضرات صحابہؓ کے ساتھ نہ تھا چنانچہ حضور ﷺ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اپنی مجلس شریف میں دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے اور تبسم فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح وہ دونوں حضرات بھی حضور ﷺ کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور تبسم فرمایا کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ واجبات میں یکساں برتاؤ ضروری ہے مستحبات میں نہیں۔

تصور شیخ کب مناسب ہے

فرمایا کہ اگر بے اختیار تصور شیخ پیدا ہو جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ نافع ہے۔ ورنہ حق تعالیٰ ہی کا تصور رکھے، کیونکہ وہی مطلوب ومقصود اصلی ہے، حضرت حاجی صاحبؒ کی یہی تعلیم تھی۔

متوسط اور منتہی کی عجیب مثال

ایک بار فرمایا کہ متوسط کی حالت تو اس ہرے بھرے کھیت کی سی ہے جو دیکھنے میں تو نہایت خوش منظر ہے لیکن حالت موجودہ میں وہ سوائے اس کے اور کسی کام کا نہیں کہ بس کاٹ کر بیلوں کو کھلا دیا جائے۔ یعنی صرف مویشیوں کا چارہ ہے اور بس۔ برخلاف اس کے منتہی کی حالت اس گیہوں کے کھیت کی سی ہے جو پک کر خشک ہوگیا ہو، دیکھنے میں تو بالکل بے رونق روکھا پھیکا سوکھا ساکھا ہو لیکن اس میں دانہ پڑا ہوا اور غلہ بھرا ہو جو کاشت کا اصلی مقصود ہے جب چاہو اس سے غلہ حاصل کرلو اور غذا کے کام میں لے آؤ یعنی انسان کی غذا ہے۔ اسی طرح متوسط میں محض کیفیات ہی ہوتی ہیں جو عام نظر میں بہت باوقعت ہوتی ہیں اور بزرگی کی علامات میں سے سمجھی جاتی ہیں۔ برخلاف اس کے منتہی گو کیفیات سے بظاہر بالکل خالی نظر آتا ہے لیکن وہ اصلی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔

ف: سبحان اللہ کیسی منطبق مثال ہے۔

مواجید واحوال عبدیت محضہ کے خلاف ہیں

فرمایا کہ میں پھولدار کپڑا پسند نہیں کرتا گو میں خود اس میں مبتلا ہوں لیکن الحمدللہ میں اپنے ابتلاء کی وجہ سے اس کو اچھا نہیں بتلاتا۔ پھر فرمایا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک پھولدار چادر ہدیہ آئی۔ آپؐ نے نماز کے بعد اس شخص سے دوسری چادر منگوائی اور اس کو علیحدہ کردیا۔ اور فرمایا کہ قریب تھا کہ اس کے نقش ونگار میرے قلب کو مشغول کرلیتے۔ جب نبی کو مشغولی کا احتمال ہوا تو آج ہم میں سے ایسا کون ہے جو دعویٰ کرسکے کہ ہمارا قلب نقش ونگار میں مشغول نہیں ہوسکتا۔ پھر فرمایا کپڑوں پر نقش ونگار کیا پسند کرتے جو محققین ہیں وہ کہتے ہیں کہ قلب بھی بے نقش ونگار ہونا چاہیے۔ اور قلب کے نقش ونگار وہ ہیں جنکا نام مواجید واحوال ہیں۔ قلب ان سب قصوں سے خالی ہونا چاہیے پس عبدیت محضہ خالصہ ہونا چاہیے۔ مبتدیوں کو مواجید واحوال سے بہت رغبت ہوتی ہے اور محققین کو اس سے نفرت ہوتی ہے۔

ذکر کے وقت ثمرات منتظر نہ رہے

ایک بار عام گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لئے ذہن میں تجویز کرے۔ بس اپنی تجویز کو مطلق دخل ہی نہ دے سارے احوال کو حق تعالیٰ

کے سپرد کردے پھر جو اس کے حق میں بہتر اور اس کے استعداد کے مناسب ہوگا وہ خود عطا فرمائیں گے۔

ع۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔

بس ذکر کے وقت معتدل توجہ ذکر کی طرف یا اگر آسانی سے ہو سکے تو مذکور کی طرف کافی ہے۔ اور معتدل کی قید اس لئے لگائی گئی کہ توجہ میں زیادہ مبالغہ کرنے سے قلب و دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں جس سے پھر ضروری توجہ میں بھی خلل پڑنے لگتا ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ طبیعت میں ثمرات کا تقاضہ نہ پیدا ہونے دے کیونکہ اس سے علاوہ تشویش کے جو مخل جمعیت ہے اور جمعیت ہی اس طریق میں مدار نفع ہے۔ بعض اوقات یاس تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

رخصت پر عمل

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو بہ نسبت عزائم پر عمل کرنے کے اصلح سمجھتا ہوں کیونکہ جو شخص عزائم پر عمل کرتا ہے اس کو ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اس کو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے اس کے دل میں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو میں اتنے دن سے ایسی مشقت زہد و تقویٰ کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر و شغل کرتے ہوگیا اور اب تک کچھ نصیب نہ ہوا۔ یہ کس قدر گندہ خیال ہے برخلاف اس کے رخصت پر عمل کرنے والے کی نظر میں ہمیشہ حق تعالیٰ کی عطاؤں کا پلہ بمقابلہ خود اس کے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے طبعًا اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

ف: تنبیہ۔ یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے صرف بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو اصلح سمجھتا ہوں، باقی فی نفسہٖ عزائم پر عمل کرنا ہی افضل ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

زہد کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل لذات زہد کیلئے کافی ہے۔ یعنی لذات میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اسی کی فکر رہے کہ یہ چیز پکنی چاہیے وہ چیز منگانی چاہیے۔ کہیں کے چاول اچھے ہیں تو وہاں سے چاول آرہے ہیں کہیں کی بالائی مشہور ہے تو کہہ رہے ہیں کہ بھائی وہاں سے بالائی لیتے آنا غرض کہ نفیس نفیس کھانے اور کپڑوں ہی کی فکر میں لگے رہنا یہ البتہ زہد کے منافی

ہے ورنہ اگر بلا تکلف اور بلا اہتمام خاص کے لذات میسر آجائیں تو یہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیئے ۔اسی طرح بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے۔ نہ یہ مقصود ہے کیونکہ ہمارے کم کھانے سے نعوذ باللہ کوئی خدا تعالیٰ کے خزانہ میں تو وہ چیز تھوڑا ہی جمع ہو جائے گی ۔ یہ تھوڑا ہی سمجھا جائے گا کہ بڑے خیر خواہ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے وہاں ان باتوں کی کیا پرواہ ہے ہاں اتنا بھی نہ کھائے کہ پیٹ میں درد ہو جائے عبادت مشکل ہو جائے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کا تو یہ مذاق تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے، لیکن اس سے کام بھی خوب لے۔ ع

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

فرمایا کہ کیفیات سے خالی تو منتہی بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی کیفیات میں نہایت لطافت ہوتی ہے جیسی بھاپ میں ۔ اور لطافت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ روحانیت سے ناشی ہوتی ہیں برخلاف اسکے متوسط کی کیفیات میں شورش اور سوزش ہوتی ہے ۔لطافت کیا ہیں، نیز زوال کے کبر کے بھی آثار غیر متخلفہ پوچھے تھے، تحریر فرمایا کہ یہ سب امور ظنیہ ہیں جیسی صحت بدنیہ ظنی ہے مگر اقناع ہی کو اس باب میں مثل یقین کہا جاتا ہے سو امر اول میں آثار ہیں دوام طاعت ومشابہت اعمال اختیار یہ بہ امور طبعیہ وشذوذ مخالفت اور بعد مخالفت اتفاقیہ کے قلق شدید وتدارک بلیغ اور غلبہ ذکر لسانی وقلبی یعنی استحضار اور امر ثانی میں اصلی وجدان ہے معالج کا اور آثار سے اس کی تائید ہو جاتی ہے یعنی واقعات کبر کا عدم صدور وغلبہ آثار شکستگی وندامت شدید بر صدور افعال موہمہ کبر۔

ایک طالب نے لکھا اعمال میں تو فرق نہیں آتا مگر معلوم ہوتا ہے کہ دل محبت سے خالی ہے۔ تحریر فرمایا کہ کون سی محبت سے خالی ہے۔ اعتقادی وعقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے۔ اگر شق ثانی ہے تو مضر نہیں کیونکہ غیر اختیاری ہے اور اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوا کرتا ہے اور آپ کو افسوس ہے یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس سے خالی نہیں۔

ایک طالب نے لکھا کہ حالت جیسی چاہیے ویسی بالکل نہیں ہے۔ جواب تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہوگا جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت چاہیے تھی ویسی ہوگئی کیونکہ اس درگارہ میں تو حضرت انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہتے ہیں ویسی نہیں مـا عبـد ناک حق عبادتک کا حال ہوتا ہے۔

بدنظری کا علاج

ایک طالب نے لکھا نظر بد کے تقاضہ کے وقت بندہ دل کو یہ تسلی دیتا ہے کہ جس گناہ سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو اس کو کرنے سے کیا حاصل۔ تحریر فرمایا کہ نہایت نافع اور موثر مراقبہ ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ چلتے پھرتے اگر کسی لڑکے یا عورت پر نظر پڑ جاتی ہے تو بندہ فورا نظر کو ہٹا لیتا ہے۔ اب دریافت کرنا ہے کہ نظر وال معصیت ہے یا نہیں تحریر فرمایا کہ اس نظر اول میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر حدوث میں قصد نہ ہو تو اس کے ابقاً میں قصد ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ابقاء میں بھی قصد نہ ہو تو اس نظر سے جو صورت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اس کے ابقاء یا اس سے التذاذ میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ انہوں نہیں ہوتی جیسے دھوئیں میں کیونکہ وہ نفسانیت (بمعنی طبیعت) سے ناشی ہوتی ہیں۔

حضرت والا نماز پڑھنے کی حالت میں کسی کو پنکھا جھلنے ہی نہیں دیتے جس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں بھی مخدومیت کی شان بنانا حضرت والا کو غلبہ عبدیت کے اثر سے طبعاً سخت گراں ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ہزار ریاضات و مجاہدات سے بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذبہ میں پیدا ہو جاتی ہے جیسے ہزار پنکھے ایک طرف اور قدرتی ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا ایک طرف۔

خواجہ صاحب جب منتخب کردہ اشارات کو بنظر اصلاح حضرت والا کے سامنے پڑھتے تو نہ صرف حاضرین مجلس بلکہ خود حضرت والا بھی متاثر ہوتے اور بے اختیار فرماتے کہ بھلا یہ مضامین میں اپنی معلومات سے لکھ سکتا تھا۔ ہرگز نہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ طالبین کے اصلاح کیلئے میرے قلم سے بوقت ضرورت ایسے مضامین نافعہ لکھوا دئے۔

موت سے وحشت ہونا

ایک طالب نے لکھا کہ مجھ کو موت سے بہت وحشت و نفرت ہے حالانکہ وہی ذریعہ خدا تعالیٰ سے ملاقات کا ہے تحریر فرمایا کہ بعض مسلم بزرگوں کو میں نے موت سے ایسا ہی ڈرتا ہوا دیکھا ہے منشاء اس کا ضعف قلب ہے جو بالکل مذموم نہیں۔

بدعتی سے نفرت

فرمایا کہ بدعتی سے نفرت کبر نہیں۔ البتہ اگر وہ توبہ کرے اور پھر بھی اس سے نفرت رہے یہ کبر

ہے ورنہ بغض فی اللہ ہے۔

سلف کی مخالفت نہ کرے

ایک طالب نے کلام مجید کی تلاوت کی فضیلت دیکھ کر چاہا کہ سوائے تلاوت کے اور سب وظائف واوراد ترک کردوں۔ تحریر فرمایا کہ یہ بھی خبر ہے کہ کسی چیز کی طرف زیادہ کشش اسی وقت ہوتی ہے جب دوسری چیزیں بھی ہوں ورنہ اس سے طبیعت اکتا جاتی ہے۔ ع گر نسیت غیبتے نہ دہد لذت حضور۔

اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سلف نے ایسا نہیں کیا۔

حصول نسبت کے آثار غیر متخلفہ

ایک سالک نے دریافت کیا کہ حصول نسبت کے آثار غیر متخلفہ نے یہ بھی لکھا کہ نظر ہٹانے کے بعد اس کی صورت ذہن میں ایک قسم کی تصویر ہو جاتی ہے مگر بعض وقت اس صورت کو ذہن میں آتے ہی فوراً دفع کرنا یاد نہیں رہتا۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ یاد رکھنے کا اہتمام ضروری ہے اگر دل سے یاد نہ رہے ایک پرچہ پر اس کی وعید لکھ کر وہ پرچہ اپنے کلائی یا بازو پر باندھ لیا جائے۔

بدنظری کا علاج جس میں فاعل اپنے کو مجبور سمجھتا تھا

ایک طالب علم زیر تربیت نے بدنظری کی شکایت لکھ کر دعا اور علاج کی آسان صورت کی درخواست کی تھی۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ باوجود نیچی نظر کر لینے کے پھر نظر اٹھ جاتی ہے۔ حالانکہ حضرت والا کے فرمان کے بموجب عذاب دوزخ وغیرہ کو سوچتا ہوں لیکن طبیعت کچھ ایسی مجبور ہوتی ہے جس کا رکنا دشوار اور شاق نظر آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی پکڑ کر دل کو ابھار رہا ہے۔ اس فعل بد سے نہایت ہی مجبور ہو گیا ہوں۔ اس کا حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔ حرفاً حرفاً پڑھا غیر اختیاری مصائب پر تو اجر ملتا ہے ان کے ازالہ کی دعا بھی کرتا ہوں لیکن مصائب اختیاریہ یعنی معاصی پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی دعا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا ازالہ تو عبد کا فعل ہے البتہ توفیق کی دعا ہو سکتی ہے وہ بھی جب کہ فاعل اسباب جمع کرے اور اعظم اسباب قصد و ہمت ہے۔ اور اس کے متعلق جو عذر لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ سوچو کہ ایسے موقع پر کہ نفس میں تقاضا شدید ہو تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہاری اس نظر اٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس وقت تم ایسی بے حیائی کر سکتے ہو اگر کر سکتے ہو تو تم لاعلاج ہو، اور اگر نہیں کر سکتے

تو معلوم ہو کہ نظر از خود نہیں اٹھتی نہ مجبوری ہوتی ہے نہ رکنا شاق ہوتا ہے نہ کوئی ابھارتا ہے، سب کچھ تمہیں کرتے ہو، تو تم اس کے خلاف پر بھی قادر ہو سو تمہارا یہ عذر ویسا ہی بے ہودہ عذر ہے جیسے ایک شاعر نے بکواس کی ہے۔

بے خودی میں لے لیا بوسہ خطا کیجئے معاف　　　اس دل بیتاب کی صاحب خطا تھی میں نہ تھا

جھوٹ بولنے کا علاج

ایک طالب نے حضرت والا کے اس استفسار پر کہ جھوٹ اختیار سے بولتے ہو یا بالا ضطرار یہ لکھا کہ یہ جھوٹ بولنا ہے تو اختیاری لیکن کثرت انہماک سے اضطراری جیسا ہو چکا ہے اس کا علاج فرماویں۔ اس پر تحریر فرمایا کہ جب ہمت واختیار سے چھوڑ دو گے بہ تکلف عادت کرلو گے تو اسی طرح عدم صدور اضطراری جیسا ہو جائیگا یہی علاج ہے۔

کتب تصوف کا مطالعہ

ایک طالب صاحب فضل نے لکھا کہ جس زمانہ میں کتب تصوف کا مطالعہ رہتا ہے خصوصاً مثنوی شریف وکلید مثنوی (شرح مثنوی حضرت والا) احیاء العلوم وغیرہ کا تو اس زمانہ میں قلب میں ایک خاص انشراح محسوس ہوتا ہے اور طبیعت میں کیفیت ورقت اور خواب بڑے بڑے پاکیزہ نظر آنے لگتے ہیں اور جب سے انگریزی ترجمہ قرآن میں اور معاندین کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی ہے۔ اس حالت میں نمایاں کمی پاتا ہوں۔ اب کتب تصوف کا مطالعہ بالکل ترک ہے اور بجائے اس کے ہزار ہا ہزار صفحات عقائد مشرکین ومعاندین اسلام کے پڑھ رہا ہوں، کہیں یہ ظلمت وقساوت اسی کا نتیجہ تو نہیں۔ حضرت والا نے حسب ذیل تحریر فرمایا۔

اس تفاوت کا یہی سبب ہے مگر اس کی حقیقت قساوت یا ظلمت نہیں کیونکہ حقیقی قساوت یا ظلمت ہمیشہ اعتقادی ہوتی ہے اور یہ کیفیت اور اثر طبعی ہے جیسا ایک انقباض گوہ کھانے میں ہو یہ مشابہ ہے اس حقیقی قساوت وظلمت کے اور ایک انقباض ہاتھ پاؤں میں نجاست لگ جانے سے ہو یہ مشابہ ہے اس کیفیت واثر زیر بحث کے اور ظاہر ہے کہ گوہ کھانا بوجہ معصیت ہونے کے مضر باطن ہے اور نجاست

بدن کو لگ جانا مضر باطن نہیں بلکہ اگر بقصد تطہیر اپنے جسد کے یا غیر کے جسد کے ہاتھ لگانا پڑے تو بوجہ طاعت ہونے کے باطن کو زیادہ نافع ہوگا۔ اور اس میں جو طبعی کدورت وکلفت ہوتی ہے وہ بوجہ مجاہدہ ہونے کے موجب اجر وقرب ہوگا اور اس کے بعد جو مٹی سے صابون سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ دھویا جائے گا پہلے سے زیادہ پاک صاف ہو جائیگا پس آپ ماشاء اللہ تطہیر میں مشغول ہیں آپ کی طہارت اور نورانیت میں اضافہ ہو رہا ہے البتہ ساتھ ساتھ صابون بھی استعمال میں رہے تو بہتر ہے یعنی کسی قدر مطالعہ تصوف وذکر اللہ۔

بعض طالبین کے احوال

ایک طالب نے لکھا کہ ان دنوں بجز ذکر اسم ذات کے کسی چیز میں جی نہیں لگتا۔ حد یہ ہے کہ درس حدیث وتلاوت قرآن میں بھی، حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ ابتداء میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بچہ کو ہر وقت دودھ ہی مرغوب ہوتا ہے پھر ہر وقت پر اس کے مناسب اشیاء مرغوب ہونے لگتی ہے اور اکثر اس کا سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ ذکر میں ایک گونہ بساطت ہے۔ قرآن وحدیث میں ایک گونہ ترکیب ہے اور بساطت یکسوی سے اقرب ہے اور ترکیب بوجہ اختلاف اجزا تشویش سے قریب ہے۔

ایک صاحب نے لکھا کہ حضرت کا خوف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تحریر فرمایا کہ اس کا منشاء محبت مشوب بہ عظمت ہے، جو طریق میں نہایت نافع ہے۔

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات میں سرور نہیں پیدا ہوتا، تحریر فرمایا کہ سرور مقصود ہے یا حضور اور حضور بھی اختیاری یا غیر اختیاری۔

ایک طالب نے لکھا کہ نماز میں لطف نہیں آتا۔ تحریر فرمایا کہ لطف ضروری ہے یا عمل؟

ایک طالب نے لکھا کہ حضور کے ساتھ غلبہ محبت کا آج کل یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی کم محسوس کرتا ہوں تحریر فرمایا کہ یہ شبہ صحیح نہیں۔ حق تعالیٰ کی محبت میں شان عقلیت غالب ہوتی ہے اور اپنے مجانس کی محبت میں شان طبیعت غالب ہے اور سرسری نظر میں محبت عقلی محبت طبعی کے سامنے ضعیف و مضمحل معلوم ہوتی ہے اس سے وہ شبہ ہو جاتا ہے حالانکہ امر بالعکس ہے۔ چنانچہ اگر اسی محبوب طبعی سے نعوذ باللہ حق اللہ کی شان کے خلاف کوئی معاملہ قولی یا فعلی صادر ہو تو وہی محبوب فوراً مبغوض ہو جائے

جس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ ہی کی محبوبیت غالب ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ میں لوگوں کے اصرار سے لمبی سورتیں پڑھتا ہوں کبھی کبھی بعد نماز جی خوش ہوتا ہے کہ قرآن مجید بہت اچھا پڑھا۔ دل میں یہ سوچ لیتا ہوں کہ یہ میرا کمال نہیں محض انعام الٰہی ہے۔ کیا یہ اصلاح کافی ہے۔ تحریر فرمایا کہ مسنون سورتوں میں جو چھوٹی ہوں وہ پڑھا کرو اور بہت جوش سے مت پڑھا کرو یہ عملی اصلاح ہے اور لفظی اصلاح کافی نہیں۔

ایک بیوہ نے لکھا کہ شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ سال گذر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں ہوتی۔ تحریر فرمایا کہ سکون مطلوب ہی نہیں، عمل مطلوب ہے، ظاہری بھی باطنی بھی، ظاہری تو جانتی ہو، باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا، سکون و دل جمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہوگا۔

حضرت والا کے صاحب اجازت کو لوگوں نے زبردستی میونسپلٹی کا ممبر بنادیا بالآخر حضرت کی خدمت میں لکھا تا کہ گلوخلاصی ہو۔ تحریر فرمایا جب تک نسبت مع الخالق راسخ نہ ہو تعلق مع الخلق بلا ضرورت سراسر مضرت ہے اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حق خلق ہے وہ حق خلق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق راسخ ہو جائے ورنہ حق خلق ادا ہوتا ہے نہ حق خالق۔ یہ تجربہ ہے اور ایک کا نہیں بلکہ ہزاروں اہل بصیرت کا اسی لئے ہم سے اور آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم بلخیؒ، حضرت شجاع کرمانی کے واقعات معلوم ہیں اور حضرات خلفائے راشدین پر اپنے کو قیاس نہ کیا جائے۔

ع۔ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

ایک طالب نے لکھا مروت مجھ کو بہت ہے۔ جس سے بعض دفعہ خلاف شرع کام سرزد ہو جاتے ہیں محض اس خیال سے کہ دوسرے کا دل نہ دکھے انکار اس قدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ پسینہ آجاتا ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ دشوار ہونے سے غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا۔ جہاں مروت کرنا خلاف شرع نہ ہو اس مروت پر عمل جائز ہے اور جہاں خلاف شرع ہو جائز نہیں گو دشواری اور تکلیف ہو، اس تکلیف کو برداشت کرو۔ اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔

ایک طالب نے لکھا، تابعدار معمولات ادا کئے جاتا ہے مگر قلب کی حالت بدستور ہے۔ تحریر فرمایا کہ کیا یہ نعمت نہیں کہ دو وقت روٹی ملے اور صحت و قوت بحال رہے گو اس میں ترقی نہ ہو۔

ایک طالب نے لکھا کہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا کہ کچھ عرض معروض کرسکوں، فرمایا کہ نا قابلی کا اعتقاد اس طریق میں قابل ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ جو کچھ معمولات ادا کرتا ہوں محض عادۃً کرتا ہوں، تحریر فرمایا کہ کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں۔

ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر کروں۔ جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے۔ قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے۔ ان ہی صاحب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں مجھے ایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں۔ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں، مقصود صرف ذکر ہے۔ اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں رفتار سے تو اصل مقصود تو منزل پر پہنچتا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں انہیں صاحب نے لکھا تھا کہ صحیح طریقہ اذکار کا معلوم ہو جائے تاکہ ان کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوں تحریر فرمایا کہ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے۔ انہوں نے لطائف ستہ کی کوشش کرنے کا حال بھی لکھا تھا تحریر فرمایا کہ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں۔

ایک طالب نے لکھا کہ گوشت کی دوکان پر جانے کی ضرورت تھی اور میں حجاب محسوس کرتا تھا۔ اس سے شبہ کبر کا معلوم ہوتا ہے تحریر فرمایا کہ حجاب اور چیز ہے اور کبر اور چیز ہے حجاب کی حقیقت خجلت ہے جس کا سبب مخالفت عادت ہے حتیٰ کہ اگر اس شخص کی تعظیم کا سامان عادت کے خلاف کیا جائے تو اس سے بھی شرمائے مثلاً کوئی ہاتھی پر بٹھلا کر دس بیس سوار جلوس میں کر کے جلوس نکالے۔

فرمایا کبر کا ایک عملی علاج یہ ہے کہ ایسے کام شروع کرو جو شرع کے خلاف تو نہ ہوں مگر وضع کے خلاف ہوں اور عرفاً موجب ذلت ہوں۔

ایک طالب کو جو مدرس تھے اور جنہوں نے بوجہ کثرت کار تعلیم عدم مواظبت معمولات پر سخت افسوس کا اظہار کیا تھا۔ یہ جواب تحریر فرمایا کہ افسوس بھی ایک درجہ میں مواظبت کا بدل ہے جب عدم

مواظبت کسی عذر سے ہو۔

ایک طالب نے لکھا کہ احقر جب بھی کوئی اچھی چیز کسی کے پاس دیکھتا ہے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ میرے پاس ہوتو اچھا ہو۔ پھر کوشش کرتا ہوں کہ وہ چیز مجھے کسی طرح سے حاصل ہو جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں حرص دنیا ہے۔ اگر میرا خیال صحیح ہوتو علاج ارشاد فرمایا جائے اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔

مرض تو نہیں مگر مفضی الی المرض ہونے کا احتمال ہے علاج اس کا یہ ہے کہ بجر داس تمنا کے یہ عزم کیا جائے کہ اگر یہ چیز مجھے مل بھی گئی فوراً کسی کو ہبہ کر دوں گا خصوص اس شخص کو جس کے پاس ایسی چیز پہلے سے موجود ہے یا اگر اس سے ایسی بے تکلفی نہ ہوئی تو کسی دوسرے کو دے دوں گا۔ اگر وہ چیز اتفاق سے اپنی ضرورت کی ہوئی تو اس کے دام مساکین کو دیدوں گا جب تک ایسی تمنا زائل نہ ہوگی۔ ایسا ہی کیا کروں گا اور دعا بھی کرتا ہوں۔

ایک طالب نے لکھا کہ نماز اور ذکر کے قبل اور بعد اکثر یہ خیال آتا رہا کہ اتنی محنت بے کار ہے میں کوئی بزرگ تو ہو نہیں سکتا۔ رہے احکام اس کی پابندی کر لی جائے تو اس کیلئے زیادہ فکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بخشائش تو رحمت پر منحصر ہے الخ

جواب تحریر فرمایا کہ ایک علاج یہ سوچنا ہے کہ اعمال صرف مغفرت ہی کیلئے نہیں بلکہ مالک کا حق ہے مملوک پر اور مغفرت مستقل تبرع وعنایت ہے۔

ایک طالب نے لکھا کہ مجھے دین و دنیا کے متعلق یہ ہوس ہوا کرتی ہے کہ جو چیز اور جو بات ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہو اور اس میں ہر فن میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ جس دنیوی چیز کی تمنا ہو اس کے فنا کا استحضار کرو تا کہ اس کا ہیچ اور بے نتیجہ ہونا مستحضر ہو۔ اور اگر وہ دین میں مضر ہو تو اس کے نتیجہ بد کا استحضار کرو اس مراقبہ کے بار بار استعمال کرنے سے یہ ہوس مضمحل ہو جائے گی۔ اور اگر وہ امر دینی ہے تو اس کی تمنا محمود ہے اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔ البتہ شرط یہ ہے کہ جس کو وہ نعمت عطا ہوئی ہے اس سے زائل ہونے کی تمنا نہ ہو، ورنہ وہ حسد وحرام ہے۔ اگر خدانا کردہ ایسا ہو تو اس کے متعلق مستقل سوال کیا جائے۔ باقی اعتدال کی بھی دعا کرتا ہوں۔

فرمایا کہ ریا ہر خیال کا نام نہیں، بلکہ جس خیال کی بنا قصد رضائے خلق بذریعہ دین ہو۔

ایک طالب نے احوال باطنی میں کمی کی شکایت لکھی تو تحریر فرمایا کہ ایسی کمی بیشی لازم عادی ہے یکساں حال رہ ہی نہیں سکتا، دوام تو اعمال پر ہوتا ہے نہ کہ احوال پر۔ یہ تغیر مضر نہیں بلکہ اس میں مصالح ہیں جن کا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے مثلاً غیبت کے بعد حضور میں زیادہ لذت ہونا اور مثلاً غیبت میں انکسار وندامت کا غالب آنا اور مثلاً اپنے عجز و کا مشاہدہ ہونا وشل ذلک۔

نماز میں یکسوئی کی تدبیر

ایک طالب کے استفسار پر نماز میں یکسوئی کی یہ تدبیر تحریر فرمائی کہ نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ قیام کے وقت اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد رکوع کرنا ہے، رکوع میں اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد قومہ کرنا ہے وعلیٰ ہذا۔ بلکہ ہر رکن میں صرف اسی رکن کو مقصود بالاداء سمجھے اور اس طرف متوجہ رہے اسی طرح پھر دوسری رکعت میں الیٰ آخر الصلوٰۃ۔

علاج کبر

ایک طالب نے لکھا کہ حضور جب کسی شخص میں فی الواقع خداداد فضیلتیں موجود ہیں تو اب ان موجودہ فضیلتوں کو کس طرح اپنے میں معدوم سمجھ کر اپنے آپ کو دوسروں سے ادنیٰ سمجھے۔ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ اکمل سمجھنا جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول حق اور اس کو مردود مطرود سمجھنا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ فی الحال اس کو کوئی عمل صالح ایسا ہو کہ اس کے تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہو اور اس میں کوئی رذیلہ ایسا ہو کہ اس کے سب رذائل سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔ یا فی الحال نہ ہو تو فی المآل اس کا احتمال ہے بس ان دونوں احتمالوں کا مستحضر رکھنا علاج کبر کیلئے کافی ہے۔ انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں۔

غصہ کا علاج

۱۔ ایک طالب کو غصہ کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ مغضوب علیہ کو اپنے پاس سے جدا کر دیا جائے یا اس کے پاس سے خود جدا ہو جائیں اور فوراً کسی شغل میں لگ جائیں۔

۲۔ اسی طرح ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ اس کا التزام کریں کہ جب ایسا ہو جائے مغضوب

علیہ کو کچھ ہدیہ دیا کریں۔گو قلیل ہی مقدار میں ہو۔

۳۔اسی طرح ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ جس پر غصہ کیا جائے۔بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے، پاؤں پکڑے بلکہ اس کے جوتے سر پر رکھے ایک دوبار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجائے گی۔

۴۔اسی طرح ایک طالب کا غصہ کا یہ تدارک تحریر فرمایا کہ ایسے بے جا اور بیحد غصہ پر دو وقت کا فاقہ کرو۔

۵۔ایک طالب نے جو افسر پولیس ہیں اپنی بیوی کی شکایت لکھی کہ آئے دن مجھ سے لڑتی رہتی ہے۔روز کے طعنوں اور لڑائی جھگڑے سے سخت پریشان ہوں اور خوف ہے کہ کوئی بری راہ نہ اختیار کر بیٹھوں۔اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ایسا نہ کیجئے ممکن ہے کہ ان کے نہ ہونے سے اس سے زیادہ تکلیف ہو، اور مشورہ کے متعلق فرمایا کہ مشورہ تو اہل تجربہ دیتے ہیں، میں خود اس شعر کا مصداق ہوں ؎

آں راکہ عقل وہمت وتدبیر ورائے نیست

خوش گفت پردہ دار کہ کس درسرائے نیست

البتہ بجائے تجربہ کے جذبات رکھتا ہوں ان جذبات کی بناء پر رائے دیتا ہوں کہ بی بی کو ایسے وقت شیطان کی مینا سمجھ کر نقال اور تماشہ سمجھ لیا کیجئے۔غیظ نہ ہوگا چنانچہ انہوں نے لکھا کہ اس فقرے سے بہت لطف آیا اور اب بجائے غیظ کے رحم آنے لگا۔

روح الطریق

مقصود تو رضائے حق ہے اب دو چیزیں رہ گئیں طریق کا علم اور اس پر عمل، سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے۔دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں۔معاصی اور فضول میں مشغولی اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام۔اس کے بعد اپنی استعداد ہے حسب اختلاف، استعداد مقصود میں اویر سویر ہوتی ہے میں سب کچھ لکھ چکا۔

فتوح الطریق

ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اوراس کا کیا طریقہ ہے

،جواب تحریر فرمایا کہ کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی کچھ اعمال منہ عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی،

ہر دو قسم میں کچھ علمی وعملی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اوراعانت طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔

وضوح الطریق

ایک طالب نے پوچھا کہ میں ایک اناڑی آدمی ہوں حضور مطلع فرمائیں کہ بزرگوں سے کیا چیز حاصل کی جاتی ہے اوراس کے مطابق مجھ عامی مشغول کو طریق تعلیم ارشاد فرمائیں۔ اس کا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا۔

نفس میں کچھ امراض ہوتے ہیں ان کا علاج کتابوں میں لکھا ہے مگر جیسے جسمانی امراض کا علاج گو کتابوں میں لکھا ہے، لیکن پھر بھی طبیب کی ضرورت ہوتی ہے اسی درجہ میں نفسانی امراض کے معالجہ میں شیخ یعنی معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آ گئی ہو تو پھر امراض بتلاؤں گا۔ پھر اس کے سمجھ جانیکے بعد علاج بتلاؤں گا۔

تسہیل الطریق

ایک صاحب نے لکھا کہ اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں سوائے ادھیڑ پن کے اور کچھ نہیں۔ اس کا جواب تحریر فرمایا۔ خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اس کا علاج ہی نہیں۔ باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں۔ اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔

الیم فی السم

ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی ایساوظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہو۔ جواب تحریر فرمایا کہ طاعات اور معاصی دونوں امور اختیاریہ ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں۔ رہا طریقہ سو طریقہ امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی، جس کی حقیقت ہے مخالفت (یعنی مقاومت) نفس اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے تمام فن لکھ دیا۔ آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں۔ اول بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص۔ دوسرے بعض ترک مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے۔

الطم فی السم

ایک طالب نے اپنے حالات لکھ کر اصلاح چاہی تھی۔ جواب ارقام فرمایا کہ غیر اختیاری میں درپے نہ ہونا۔ اختیاری میں ہمت کرنا۔ اس میں جو کوتاہی ہو جائے اس پر استغفار اور اس کا تدارک اور توفیق کی دعا کرنا یہی اصلاح ہے۔

توکل وتفویض کا فرق

فرمایا کہ توکل بعض کیلئے مطلق تدبیر ظنی کو ترک کرنا ہے کہ تدبیر غیر مباح کو اور انہماک فی التدبیر المباح کو ترک کردے۔ اور تفویض یہ کہ اس کے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو یا وہ واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو جیسے غیر اختیاری مصائب تو حق تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے۔ حقیقت تفویض کی توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس درجہ کا علیا کا اثر رضا ہے۔

اصلی مطلوب دعا

فرمایا کہ دعا سے اصل مطلوب حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور عبد نے جو طریق معین اختیار کیا ہے یہ مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا محض ایک طریق ہے جیسے اس مقصود کے اور بھی طریق ہیں لہذا وہ جس طریق سے توجہ خاص فرمائیں وہ اجابت دعا ہی ہے خواہ وہ عبد کا مجوزہ طریق ہو یا حق تعالیٰ کا مجوزہ طریق ہو

ف: جو شخص صرف حاجت پورا کرنے کو نعمت سمجھتا ہے وہ محجوب ہے بلکہ اصل نعمت مولیٰ کی توجہ اور التفات اور اس کا جواب وخطاب ہے اور اللہ تعالیٰ سے کلام وسلام اور سوال و جواب اور رضا ہی کا نام تو وصول ہے۔ ہاں وصول کے درجات میں کسی کو اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور کسی کو ادنیٰ مگر کوئی مومن وصول سے محروم نہ رہے گا یہی وہ ولایت عامہ ہے جو ہر مسلمان کو حاصل ہے و الله ولي الذين امنو ا الاية

کبر کی حقیقت اور ماتحتوں کیساتھ وقوع کبر کا علاج

ایک صاحب نے کبر کی حقیقت کے متعلق سوال کیا اور یہ بھی لکھا کہ اپنے ماتحتوں پر اگر زیادتی ہو جائے تو ان سے معافی مانگنے میں مصالح فوت ہوتے ہیں اس کا جواب حسب ذیل ارقام فرمایا۔

کبر کی حقیقت ہے اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھنا اس طرح سے کہ اس دوسرے کو حقیر سمجھے پھر اس بڑے سمجھنے میں درجہ ہیں۔ ایک بے اختیار بڑائی کا آنا اور ایک بالاختیار ایسا خیال کرنا پھر اول میں دو درجے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس خیال کے مقتضاء پر عمل نہ کرنا یہ مذموم نہیں۔ دوسرے اس پر عمل کرنا یہ مذموم و معصیت ہے۔ اسی طرح قصداً بڑا سمجھنا یہ بھی علی الاطلاق مذموم ہے گو اس کے مقتضاء پر عمل بھی نہ ہو۔ امر ثانی کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ سے معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کرے گا۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ شرمندہ ہوگا۔ یہ اس وقت تک عذر ہے جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں۔ ان صورتوں میں تو صرف اس کو خوش کر دیا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جائیگا۔ اور اگر اس سے تعلق ہی رکھنا نہیں مثلاً ملازم کو موقوف کر دیا۔ یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا۔ اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جائے کیونکہ یہاں دونوں عذر نہیں اس میں اگر رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے۔ گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے لیکن کبر کے مقتضاء پر عمل تو ہوا غایت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہوگا مگر کبر عملی ضرور ہے اور اگر کبر کی تقسیم کو کوئی قبول نہ کرے تب بھی ظلم تو ہوا۔ جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہو تو ظلم کا تو ہوا۔

فرمایا کہ جو تشتت تحصیل جمعیت میں ہو وہ اثر میں جمعیت ہی ہے۔ مضر نہیں۔

تعلق غالب کی تعریف

فرمایا کہ تعلق مغلوب مذموم نہیں بلکہ ایسا تعلق مذموم ہے کہ محل تعلق کے بعد یا اس کے فوت سے قلب پر ایسا اثر ہو کہ قلب کو ایسا بے چین کر دے کہ اسی کے تصور و حسرت میں اشتغال ہو جائے اور اس اشتغال سے طاعات میں قلت وضعف آ جائے۔ اگر یہ نوبت نہ پہنچے تو محض حزن کا اثر مانع نہیں ہے۔ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے حزن شدید کا کوئی انکار کر سکتا ہے اور کیا ان کی حالت کو کوئی مانع عن الحق کہہ سکتا ہے۔

علاج حب جاہ

ایک طالب نے لکھا کہ میرے اندر حب جاہ ہے جی چاہتا ہے کہ لوگ میری تعریفیں اور ثنائیں بیان کریں اور تعریف سے ایک فرحت اور خوشی ہوتی ہے اگر کوئی تعریف یا مذمت سے خاموش رہے تو یہ نفس پر نہایت ناگوار گزرتا ہے الخ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی ''داعیہ نفس کا استحضار اور داعیہ کی عملی مخالفت''۔ اس مرض کا علاج بھی مرکب ہے ان ہی دو جز سے۔ اول اس رذیلہ کی جو مذمتیں اور وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا بلکہ زبان سے بھی انکا تکرار بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھ کو ایسا عقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح سے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جائے تو کتنا ذلیل وحقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کہ لوگ نفرت وتحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم ومدح کی رکھی جائے۔ اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جائے سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے گو نفس کو گراں ہو۔ اس پر عمل کر کے ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دی جائے۔

علاج ترفع

اول میں یہ اعتقاد رکھیں کہ میں سب سے کمتر ہوں۔ اور اس اعتقاد کیلئے اپنے معائب کا استحضار معین ہوگا۔ اور جن کی بے وقعتی ذہن میں آئے ان کی خوب تکریم کی جائے۔ اور تکلف سے ان سے سلام کیجئے گو نفس کو ناگواری غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ نہیں ہے لیکن معاملہ اختیاری ہے اس میں

اخلال موجب مواخذہ ہے ان شاء اللہ اس سے منشائے فساد بھی ضعیف ہو جائے گا واللہ الموفق۔

ایک طالب نے لکھا کہ رضا بالقضا کے حصول کیلئے کوئی علاج تحریر فرمایا جائے۔ اور اس کا معیار اور مقدار بھی کہ انسان اس کے متعلق کس قدر کا مکلف ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ رضا بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاء ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضائے طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے۔ اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے۔ تدبیر اس کے تحصیل کی استحضار رحمت و حکمت الٰہیہ ہے واقعات خلاف طبع ہیں۔

نسبت کی حقیقت

نسبت کی لغوی معنی ہیں لگاؤ و تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص تعلق یعنی ''اطاعت دائمہ وذکر غالب۔'' اور حق تعالیٰ کا بندہ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول و رضا جیسا عاشق مطیع اور وقار معشوق میں ہوتا ہے۔ اور صاحب نسبت ہونے کی یہ علامت تحریر فرمائی کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرۃ ونفرت عن الدنیا کا اثر ہو اور اس کی طرف دینداروں کی زیادہ توجہ اور دنیاداروں کی کم مگر یہ پہچان خصوص اس کا جز و اول عوام محجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریق کو زیادہ۔

ف: جب نسبت کے معنی معلوم ہو گئے تو ظاہر ہو گیا کہ فاسق و کافر صاحب نسبت نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگ غلطی سے نسبت کے معنی خاص کیفیات کو (جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت و مجاہدہ کا) سمجھتے ہیں۔ یہ کیفیت ہر مرتاض میں ہوسکتی ہے مگر یہ اصطلاح جہلاء کی ہے۔

مکتوب مفرح القلوب

پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں کہتے۔ سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں۔ اور مغموم بھی ایسے کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جائے تو کسی طرح جانبر نہیں ہوسکتے۔ کمال کی توقع ہی چھوڑ دینا واجب ہے۔ ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں فکر تکمیل پر موعود ہے۔

بس اسی طرح سے عمر ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے وھذا ھو معنی ما قال الرومی۔

اندریں رہ می تراش وی خراش ☆ تادم آخر دمے فارغ مباش
تادم آخر دم آخر بود ☆ کہ عنایت باتو صاحب سر بود

یہ بھی تحریر فرمایا کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس کا اثر یہ ہے کہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجاء کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے اللھم کن لی واجعلنی لک.

چند حکایات

۱۔ تواضع سے عزت ہوتی ہے نہ کہ ذلت

فرمایا کہ میں طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ طلباء کے ساتھ باہر تفریح کو گیا آم کا زمانہ تھا طلباء چونکہ آزاد ہوتے ہیں ایک باغ میں درخت پر چڑھ کر آم توڑنے لگے۔ باغ والا آ گیا تو وہ لڑنے لگا اور طلباء بھی لڑنے لگے میں اکیلا چپ کھڑا رہا کیونکہ باغ والا حق پر تھا اور یہ ساتھی تھے۔ میری خاموشی کا اس باغ والے پر اتنا اثر ہوا کہ شرمندہ ہو کر معذرت کرنے لگا اور سب آم توڑے ہوئے دیدئے اور کہا کہ آپ لوگوں کو ایسا نہ چاہیے اور گو باغ آپ کا ہے مگر دریافت تو کر لینا چاہیے پھر جب تک آموں کی فصل رہی وہ مجھے آم بھیجتا رہا۔

۲۔ تقویٰ کلابی

ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا۔ اسے حمل رہ گیا لوگوں نے ملامت کی کہ کم بخت عزل ہی کر لیا ہوتا۔ کہا خیال تو مجھے بھی آیا تھا مگر علماء نے اس کو مکروہ لکھا ہے اس لئے نہ کیا۔ خوب! تو کیا زنا کو جائز لکھا ہے اسی کو تقویٰ کلابی کہتے ہیں یعنی کتوں کا سا تقویٰ کہ موتتے وقت تو ٹانگ اٹھا کر موتتا ہے (کہ چھینٹ نہ پڑے ٹانگ پر) اور کھانے کو گو بھی کھالیتا ہے۔

۳۔ دل میں جو بسا ہوتا ہے ہر موقع پر وہی یاد آتا ہے!

(۱) فرمایا مجھے ریل میں ایک بنیا ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے یہاں گیہوں کا کیا

نرخ ہے میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں وہ تعجب سے کہنے لگا کہ گیہوں کا نرخ معلوم نہیں۔ سچ فرمایا ؎

بس کہ درجان فگار دچشم بیدارم توئی ☆ ہرچہ پیدامی شوداز دور پندارام توئی

(۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے ایک ککڑی والے نے آواز لگائی الخیار العشرۃ بدانق بس آپ چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے کہ جہاں دس دس خیار کی یہ قیمت ہے وہاں ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔

۴۔شیخ کے ساتھ عقیدت کی ضرورت ہے

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک ڈاکو کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ کسی بستی میں لب دریا اپنا بھیس بدل کر جھونپڑی ڈال کر اللہ اللہ کرنے لگا۔ لوگوں کو اس سے عقیدت ہوئی۔ اس کے پاس آنے لگے بعضے مرید ہو کر وہیں ذکر و شغل میں مشغول ہوگئے۔ خدا کی قدرت کے بعضے ان میں صاحب مقام بھی ہوگئے ایک دن ان پیر صاحب کے بعض مرید مراقب ہوئے کہ دیکھیں اپنے پیر کا مقام کیا ہے مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ہر چند مراقبہ کیا مگر کچھ ہو تو نظر آئے۔ ناچار ہو کر اپنے پیر سے کہا، پیر میں چونکہ ذکر اللہ کی برکت سے صدق کی شان پیدا ہو چکی تھی۔ سب قصہ صاف کہہ دیا کہ میں تو کچھ نہیں ایک ڈاکو ہوں۔ پھر انہوں نے سب نے ملکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پیر کو بھی صاحب مقام بنا دیا۔ دیکھئے یہاں صرف عقیدت ہی عقیدت تھی باقی میدان صاف تھا۔ اس حکایت سے عقیدت کے نفع کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

مقبول بندہ کا احترام بھی جاذب رحمت الٰہی ہے

فرمایا کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کسی نہر پر وضو کرنے بیٹھے اور ان سے قبل اوپر کی طرف ایک اور شخص وضو کر رہا تھا وہ ادباً امام صاحب کے پائین جا کر بیٹھ گیا۔ کسی شخص نے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر مغفرت فرمائی کہ جا تجھ کو محض اس بات پر بخش دیا کہ تو نے ہمارے ایک مقبول بندہ کا احترام کیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جب ایسے بہانوں سے مغفرت ہو جاتی ہے تو اب کسی کو کیا حقیر سمجھئے میرے خیال میں عذاب تو ایسے متمرد کو ہوگا جو کسی طرح پسیجے نہیں اور خود چاہے کہ مجھے عذاب ہو، سچ ہے ؎

شماتت سے کسی کے فعل پر نکیر کرنا

گوالیار کی فوج میں ایک شخص داڑھی منڈاتا تھا لوگ ہر چند ملامت کرتے لیکن باز نہ آتا تھا۔ اس کے بعد اتفاقاً راجہ نے قانون نافذ کردیا کہ فوجی آدمی سب داڑھی منڈایا کریں۔ اس پر سب لوگوں نے اس سے کہا کہ بھائی خوش ہو جاؤ ہم تو تجھے ملامت کرتے تھے۔ اب سب کو تجھ جیسے ہی ہونے کا حکم ہوگیا۔ اس نے کہا پہلے تو میں شرارت نفس سے ایسا کرتا تھا اب ایک کافر راجہ کا حکم ہے تو اس کے کہنے سے شریعت کو نہ چھوڑوں گا اور ڈاڑھی نہ منڈاؤں گا گھانس کھود کریا اور کسی ذریعہ سے گذر کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے فوراً نوکری چھوڑ دی اور جو لوگ اس پر ملامت کرتے تھے انہوں نے سب نے ڈاڑھی منڈائی۔ اب بتلایئے اس کے قلب کی حالت کسے معلوم تھی اور حق تعالیٰ زیادہ قلب ہی کو دیکھتے ہیں۔ ان اللہ ینظر الیٰ قلوبکم و نیاتکم ولاینظر الیٰ صورکم و اموالکم ۔ سچ یہ ہے

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر ☆ غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر

سب سے ربط آشنائی ہے اسے ☆ دل میں ہر اک کے رسائی ہے اسے

زوجہ فرعون ہووے طاہرہ ☆ اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ

زادۂ آذر خلیل اللہ ہو ☆ اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو

کچھ نہیں دم مارنے کا ہے مقام ☆ پہنچے اس نکتہ کو کب فہم عوام

۷۔ اختیاری کوتاہی کا علاج باعث مغفرت

فرمایا کہ ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک تحصیلدار صاحب جو ڈاڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے شکار میں کسی گولی سے مر گئے مرنے کے وقت کہنے لگے بڑے شرم کی بات ہے کہ خدا کے سامنے یہ صورت لے کر کیسے جاؤں۔ فوراً انہوں نے قینچی منگائی اور مونچھیں ترشوائیں اور کہا کہ داڑھی کا بڑھانا تو میرے اختیار میں نہیں ہے مگر مونچھیں تراشنا تو میرے اختیار میں ہے۔

۸۔ حضرت علیؓ کی خوش طبعی

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے (حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے قد کے تھے اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دراز قد تھے) حضرت علیؓ شاعر بھی تھے اور بڑے خوش مزاج بھی تھے اور عموماً شاعر خوش مزاج ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی بیننا کالنون فی لنا (ترجمہ: حضرت علی ہمارے درمیان ایسے ہیں جیسے (لفظ) نون لنا کے درمیان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ جواب دیا لولا کنت بینکما لکنتما لا۔ ترجمہ: اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم ''لا'' ہوتے (یعنی کچھ بھی نہ ہوتے)۔

۹۔ صحابہؓ خوش مزاج تھے

فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر حضرت علیؓ میں مزاح نہ ہوتا تو میں اپنی حیات ہی میں ان کو خلیفہ بنا دیتا۔ مزاح سے وقار جاتا رہتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوش مزاج بہت تھے۔ اکثر ہنستے بولتے رہتے تھے۔ اور یوں سب ہی حضرات صحابہؓ خوش مزاج تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ کے دو شعر بھی دیکھے ہیں۔

ابوبکر حبا فی اللہ مالا — واعتق من ذخائرہ بلالا

وقد واسی السبی بکل فضلٍ — واسرع فی احابتہ بلالا

۱۰۔ حکومت بڑی ذمہ داری کی چیز ہے

فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وفات سے دو برس کے بعد خواب میں دیکھا کہ پیشانی کا پسینہ صاف کر رہے ہیں۔ پوچھا یا امیر المومنین آپ کا کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں قریب تھا کہ عمر کا تخت لوٹ جائے مگر میں نے اللہ کو بڑا رحیم کریم پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھ لیجئے یہ حکومت ایسی چیز ہے جس کی لوگ ہوسیں کرتے ہیں کیا حضرت عمرؓ جیسا انصاف کسی میں ہو سکتا ہے اور پھر بھی ان کا یہ واقعہ ہے۔

۱۱۔ سلف اور ہم میں فرق

فرمایا امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی کرایہ کے گھوڑے پر سوار جارہے تھے۔ راستہ میں کوئی چیز گر گئی۔ گھوڑا ذرا آگے بڑھ گیا جب معلوم ہوا تو گھوڑے کو وہیں روک کر خود اتر کروہ چیز اٹھالائے اور پھر گھوڑے پر سوار ہوئے کسی نے عرض کیا کہ گھوڑے ہی کو لوٹا کر اس کو اٹھا لیتے فرمایا کہ یہ مسافت عقد میں نہ ٹھہری تھی اس لئے ایسا کرنا جائز نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ سلف میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ اگر ہم ہوتے اس کے جائز کرنیکے لئے ہزار بہانے نکال لیتے۔

۱۲۔ رات بھر جاگنا

فرمایا کہ ایک پنجابی درویش مجھ سے جب ملتے تو فرماتے خواجہ رات کا سونا چھوڑ دے جو کچھ کسی کو ملا ہے رات کے جاگنے ہی سے ملا ہے۔ میں نے ہنس کر کہا کہ سونا تو نہیں چھوڑا جاتا رانگ ہو تو چھوڑ دوں۔

۱۳۔ بزرگوں کا سوال و جواب بھی لطیف ہوتا ہے

فرمایا کہ حضرت صابرؒ نے شیخ شمس الدین ترکیؒ کو پانی پت کی خدمت سپرد کی۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ زندہ تھے۔ انہوں نے اپنا ایک پیالہ جو پانی سے بالکل لبریز تھا شاہ شمس الدینؒ کی خدمت میں روانہ کیا آپ نے اس پر ایک پھول رکھ کر واپس فرمادیا۔ شاہ قلندرؒ کا یہ مقصود تھا کہ جیسے یہ کٹورا پانی سے لبریز ہے اور اس میں اور پانی کی گنجائش نہیں اسی طرح یہ پانی پت میری ولایت سے لبریز ہے۔ اس میں آپ کے قیام کے حاجت نہیں شیخ شمس الدینؒ نے پانی کے پیالہ پر پھول رکھ کر یہ کہہ دیا کہ کچھ حرج نہیں میں مثل پھول کے رہوں گا۔ جیسا کہ اس پیالہ میں پھول سما گیا۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی عجیب عجیب طرح حفاظت کرتا ہے

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک مقام پر دو میاں بیوی نہایت خوشحال تھے ان کے کوئی اولاد نہ تھی آرام سے رہتے تھے ایک مرتبہ ایک کوٹھڑی کے اندر سو رہے تھے اسی کوٹھڑی میں چوروں نے نقب لگائی کیونکہ اس کوٹھری میں روپیہ نکلنے کا گمان تھا پھر احتیاط کے لئے ان کی

چارپائی وہاں سے پکڑ اکر باہر صحن میں کردی کہ جاگ کر غل نہ مچادیں جوں ہی چارپائی باہر رکھ کرآئے ہیں کہ یکا یک چھت گر گئی سولہ وہیں دب کر رہ گئے ۔ جب میاں بیوی صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ ہماری چارپائی باہر ہے اور چھت گری پڑی ہے خدا کا بڑا شکر ادا کیا مٹھائی تقسیم کی اور سمجھے کہ ضرور ہماری چارپائی فرشتوں نے اٹھا کر باہر کی ہے۔ جب مزدوروں کو بلا کر وہاں سے مٹی اٹھائی گئی تو سولہ نعشیں نکلیں اس وقت سمجھ میں آیا کہ چارپائی اٹھانے والے یہ سولہ شیطان یعنی چور ہیں ۔ ہمارے حضرت نے فرمایا دیکھئے تو ان میاں بیوی کی تو حیات اور ان چوروں کی موت مقدر تھی ان کے دل میں کیا مال کی محبت ڈالی کہ فلاں جگہ نقب لگاؤ مال ملے گا۔ اور کیسے چارپائی باہر رکھوائی۔

۱۵۔ طمع بری بلا ہے

طمع بری بلا ہے۔ فرمایا کہ میرے دوست مارہرہ کے رہنے والے کہتے تھے کہ ایک سرائے میں ہم چند آدمی کھانا کھا رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آیا ایک نے بہت ادب سے سلام کیا۔ لوگوں نے ملامت کی تو اس نے کہا کہ جن بھی کتے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں سو ممکن ہے یہ جن ہو اور جنوں میں بھی جنوں کا بادشاہ ہو اور ممکن ہے کہ مجھ سے راضی ہو کر مجھے کچھ دیدے۔ دیکھئے اس نے کتنے بعید احتمالات اور امکانات نکالے۔

۱۶۔ والی کابل عبدالرحمٰن خاں کا عدل

فرمایا کہ میرے پیر بھائی محمد خاں صاحب خورجہ والے ایک واقعہ امیر عبدالرحمٰن خاں والی کابل کا بیان کرتے تھے کہ ان کی بیوی کے ہاتھ سے ایک قتل ہو گیا ایک ماما کو پستول سے مار ڈالا۔ امیر عبدالرحمٰن خاں سے ماما کے ورثہ نے فریاد کی۔ حکم فرمایا کہ قاضی شرع کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا جائے اور بعد تحقیق شرعی کے جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ وہاں دعویٰ دائر ہوا قاضی نے کہلا بھیجا کہ مجرم کی حراست کی ضرورت ہے مگر شاہی محل کا معاملہ ہے وہاں تک رسائی کیسے ہو سکتی ہے فوراً فوج کو حکم دیا کہ قاضی صاحب کے ماتحت کام کریں باضابطہ محل سے گرفتاری ہوئی اور بیانات لئے گئے مقدمہ شروع ہو گیا امیر صاحب کے صاحبزادے امیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ عرض کیا کہ والدہ کے متعلق کیا ہو گا فرمایا کہ بیٹا میں اس میں مجبور ہوں جو حکم شرعی ہو گا وہ ہو گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تمہاری تو ماں ہے اس

لئے تمہیں اس کا خیال ہے اور میری بیوی ہے اس لئے مجھ کو بھی خیال ہے مگر حکم شرعی کے سامنے چون و چرا کی کیا گنجائش ہے۔ اور تعجب ہے کہ تم کو اپنی بڑھیا ماں کا تو خیال ہے اور بوڑھے باپ کا خیال نہیں کہ رعایت کرنے سے میدان محشر میں خدا کے سامنے گھسٹا گھسٹا پھرے گا۔ غرض مقدمہ ہوا اور قاتلہ کے اقراء سے قتل ثابت ہو گیا۔ قاضی شرع نے حکم قصاص کا صادر کر دیا صاحبزادوں نے امیر صاحب سے عرض کیا کہ اگر مقتول کے ورثا کو کچھ دے کر راضی کر لیں اور وہ اپنا حق معاف کر دیں تو اس میں تو کوئی حرج نہیں۔ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں شریعت میں اس کو دیت کہتے ہیں مگر یہ شرط ہے کہ وہ طیب خاطر سے اس پر رضامند ہوں۔ کوئی حکومت کا اثر یا دباؤ ان پر نہ ڈالا جائے غرض کہ کوشش کر کے ان کو راضی کیا انہوں نے بہ خوشی معاف کر دیا تب بیگم صاحبہ کی جان بچی۔ یہ ہے عدل، ایسے شخص کو حکومت کرنا جائز ہے اور اگر بادشاہ ہو کر اس میں عدل نہ ہو بلکہ ظلم ہو بے حد قبیح ہے۔

۱۷۔ والی کابل عبدالرحمٰن کی فراست

فرمایا کہ وہی محمد خاں راوی ہیں (وہ چند روز امیر صاحب کے مہمان بھی رہے ہیں) کہتے تھے کہ میں نے ایک شب میں خلوت میں فلاح ملک کے متعلق کچھ اصلاح یادداشت بطور نوٹ کے لکھی تھیں اس خیال سے کہ صبح دربار میں امیر صاحب کو مشورہ دوں گا کہ ان چیزوں کی ملک میں ضرورت ہے وہ یادداشت جیب میں رکھ کر امیر صاحب کے دربار میں گیا۔ موقع کا منتظر رہا کہ موقع ملے تو وہ اصلاحی نوٹ پیش کر دوں کہ دفعۃً خود بولے کہ بعض احباب ملک کی اصلاحات کے متعلق یہ مشورہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں چیزیں ملک کی ترقی کیلئے مفید ہیں اور اس کے بعد نمبر وار ہر نمبر کے جوابات دینے شروع کئے کہ اس میں اگر یہ مفاد ہے تو یہ مضرت ہے۔ منجملہ اور نوٹون کے ایک نوٹ یہ بھی تھا کہ ملک سے ہوشیار اور سمجھدار نو عمر لوگ منتخب کر کے جرمن وغیرہ بھیجے جائیں تا کہ صنعت و حرفت سیکھ کر آئیں اور پھر دوسرے لوگوں کو ملک میں آ کر سکھلائیں اس پر فرمایا کہ مشورہ تو بالکل ٹھیک ہے لیکن طریق کار غلط ہے اس لئے کہ جو لوگ یہاں سے بھیجے جائیں گے وہ وہاں جا کر آزاد ہو جائیں گے دوسرے جگہ کے جذبات اور خیالات کا ان پر اثر ہو گا پھر جب ملک میں آئیں گے تو ان کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اوروں کے اندر بھی وہی جذبات اور خیالات پیدا ہو جائیں گے اس لئے اس کی دوسری مفید صورت یہ ہے کہ اہل کمال لوگوں کو جو صنعت و حرفت میں کامل و ماہر ہیں باہر سے یہاں بلایا جائے اور ان کے ذریعہ سے لوگوں کو سکھلایا جائے تو چونکہ وہ محکوم ہوں

گے اور ہر قسم کی ان کی نگرانی ہوگی اس سے وہ اندیشہ نہ ہوگا۔ راوی بیان کرتے تھے کہ مجھ کو حیرت ہوگئی ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ نوٹ لکھ کر لایا ہے اور اس ترتیب سے نوٹ ہیں۔

کہتے تھے کہ میں نے دربار برخواست ہونے پر امیر صاحب سے دریافت کیا کیا آپ کو کشف ہوتا ہے یہ تو میں لکھ کر لایا تھا اور کسی کو اطلاع ہی نہ تھی۔ فرمایا کہ کشف تو بزرگوں کو ہوتا ہے میں ایک گنہگار شخص مجھ کو کیا کشف ہوتا لیکن حق تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک کشف کی رسائی ہوتی ہے وہیں تک عقل کی بھی رسائی ہوتی ہے اور اس پر ایک مثال بیان فرمائی کہ دیکھو دو چیزیں ہیں ایک ٹیلیفون اور ایک ٹیلی گراف سو کشف ٹیلیفون کے مشابہ ہے کہ جس میں صاف صاف گفتگو ہوتی ہے اور عقل ٹیلیگراف ہے اس میں کچھ اشارات ہوتے ہیں قدرے خوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ عجیب تحقیق بیان کی یہی تو ہے مومن کی فراست جو ایک نور ہے اور عطائے خداوندی ہے اور یہ اکثر پیدا ہوتا ہے تقویٰ وطہارت سے۔

۱۸۔ اودھ کا تکلف

(۱) فرمایا کہ دو شخص اودھ کے تھے ریل میں سفر کا ارادہ تھا مگر عین سوار ہونے کے وقت تکلف کی مشق ہو رہی تھی ایک کہتا تھا قبلہ آپ سوار ہوں، دوسرا کہتا تھا کہ کعبہ آپ سوار ہوں اسی میں ریل چھوٹ گئی۔

(۲) ایسے دو شخص کیچڑ میں گر گئے اب آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے قبلہ آپ اٹھیئے کعبہ آپ اٹھیئے۔

۱۹۔ انگریزوں میں ظاہری تہذیب بہت ہے

فرمایا ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ایک نواب زادے ایک جہاز میں سوار تھے اور ان کے چند دوست احباب ہمراہ تھے ایک انگریز بھی بڑے درجہ کا اسی جہاز میں سفر کر رہا تھا اور ان کو رئیس سمجھ کر ان کے پاس ملنے آیا تھا اور انگریزی میں بات چیت کرتا تھا۔ یہ یوں سمجھے کہ یہ اردو نہیں جانتا انہوں نے مذاق میں اس کا نام ''الو کا بچہ'' رکھا تھا اور یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کو نہیں سمجھتا اور وہ باوجود سمجھنے کے کبھی چیں بہ جبیں نہ ہوا۔ جب جہاز سے اتر کر چلنے لگے تو وہ نواب زادے سے رخصت ہونے کیلئے کہتا ہے کہ الو کا بچہ آداب

بجالاتا ہے اور اودھ کا سا سلام کیا اس وقت معلوم ہوا کہ یہ اردو اعلیٰ درجہ کی جانتا ہے مگر غضب یہ کیا کہ سارے راستہ ان کو محسوس ہونے نہیں دیا کہ میں اس کو سمجھتا ہوں برابر اس کہنے پر بھی بولتا رہا اور کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔ نواب زادہ کی تو یہ حالت ہوئی کہ مارے شرمندگی کے پسینے پسینے ہوگئے اور بے حد محجوب اور شرمندہ ہوئے اور وہ کہہ کر چل دیا۔ اس ضبط کو ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ایسی قوم ہے مگر دین نہ ہونے کے سبب اخلاق کی نقل ہے اصل نہیں۔

۲۰۔ مہمانی کا ادب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے ایک اعرابی بدوی آپ کے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھا رہا تھا آپ انتظام ونگرانی فرمارہے تھے آپ نے شفقت سے فرمایا کہ بھائی اتنا بڑا بڑا لقمہ مت لو بعض دفعہ تکلیف ہوجاتی ہے۔ وہ بدوی فوراً دسترخوان سے اٹھ گیا اور کہا کہ آپ نگرانی کرتے ہیں مہمانوں کے لقموں کی۔ یہ دسترخوان اس قابل نہیں کہ کوئی بھلا آدمی اس پر کھانا کھائے یہ کہا اور دسترخوان سے اٹھ کر چلا گیا۔ ہر چند امیر معاویہؓ نے کوشش کی لیکن نہیں رکا چلا گیا۔ مجھ کو تو حیرت ہوگئی کہ بدوی بھی اصولی ہیں جن کا یورپ کے بڑے بڑے مہذب مقابلہ نہیں کرسکتے۔ جہلا کہتے ہیں کہ اسلام میں انتظام نہیں۔ اسلام میں تو وہ انتظام ہے کہ دوسروں نے بھی اسی سے لیا ہے۔ اسلام کا انتظام اور اسلام کے اصول تو وہ ہیں کہ آج دنیا کی اقوام کا اقرار ہے کہ ہم نے اسلام ہی سے لئے ہیں۔

۲۱۔ ترغیب احتیاط

دو شخص حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے۔ وہ کہیں آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہمارے وطن کی مسجد میں جو حوض ہے وہ یہاں کے حوض سے بہت بڑا ہے یہ بات سلطان جی نے بھی سن لی فوراً طلب فرمایا اور پوچھا کیا تم نے دونوں حوضوں کی پیمائش کرلی ہے۔ عرض کیا پیمائش تو نہیں کی انداز سے کہا ہے۔ فرمایا انداز کا کیا اعتبار بلاتحقیق بات کیوں کہی۔ اچھا جاؤ ناپ کرآؤ چنانچہ وہ ڈرتے ڈرتے گئے کہ کہیں ہماری بات غلط نہ نکلے لیکن خیر جب وہاں جاکر ناپا تو واقعی وہ حوض ایک بالشت بڑا ہی نکلا۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے کہ ہماری بات غلط نہ نکلی اور جب حاضر ہوئے تو اپنے نزدیک سرخرو بن کر عرض کیا کہ حضرت ناپنے پر بھی وہی حوض بڑا نکلا فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ وہ

حوض اس حوض سے بہت بڑا ہے کیا صرف ایک بالشت بڑے ہونے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت بڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اندر احتیاط کا مادہ نہیں ہے لہذا ہمارے یہاں تمہارا کام نہیں اور کہیں جاؤ چنانچہ ان کو بیعت میں قبول نہیں فرمایا۔

۲۲۔حسب ونسب کی بعض خاصیتیں فطری ہیں

(۱) ایک پیر کے مرید راجپوت تھے۔ اس نے اپنے پیر سے کہا کہ اپنے لڑکے کو جو آپ وصیتیں کر رہے ہیں ایک وصیت یہ بھی کر دیجئے کہ کسی راجپوت کو مرید نہ کرے۔ پیر نے کہا یہ کیا بات ہے دیکھو تم راجپوت ہو اور کیسے مخلص ہو، کہنے لگا بار ہا میرے دل میں آیا کہ تمہاری بھینس کھول لے جاؤں۔ میں تو ضبط کرتا رہا لیکن سب ضبط نہیں کر سکتے۔

(۲) ایک رئیس خاں صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے ایک پٹھان بزرگ کی تعریف کی۔ مخاطب نے کہا کہ بے دیکھے ہم نہ مانیں گے چنانچہ دونوں ان کی خدمت میں گئے اور مخاطب نے ان کو جوش دلانے کیلئے کہا کہ آپ جنگل میں تنہا رہتے ہیں جہاں شیر بھیڑیئے رہتے ہیں آپ کو تو بہت ڈر لگتا ہوگا۔ بزرگ کو جوش آ گیا کہ بزدلی کی نسبت ان کی طرف کی کہنے لگے میں شیر بھیڑیے سے کیا ڈرتا میں خدا تک سے تو ڈرتا نہیں۔ اسی طرح ایک بار حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ شیخ زادہ کی قوم بڑی خبیث ہے ایک شخص نے اسی مجلس میں کہا کہ حضرت آپ بھی تو شیخ زادہ ہیں بے ساختہ فرمایا کہ میں بھی خبیث ہوں حضرت نے فرمایا میں یہ کہا کرتا ہوں کہ شیخ کی قوم فطرتی ہوتی ہے۔

۲۳۔فیضی اور ایک شاعر

فیضی اور ابوالفضل وغیرہ شاہی دربار میں کسی اور دوسرے اہل کمال کو نہیں آنے دیتے تھے ایک روز ایک شاعر جو نو وارد تھا بوسیدہ لباس پہنے شکستہ حالت میں فیضی کو سڑک پر نظر آیا۔ فیضی کی سواری اس شاعر کے سامنے نظر آئی تو اس نے اٹھ کر سلام کیا اور گاڑی روک لینے کا اشارہ کیا۔ فیضی نے اس کو مسافر سمجھ کر کہا کون۔ کہا کہ ماعرستم۔ پوچھا ماعر کدام باشد۔ کہا ہر کہ معر گوید۔ پوچھا معر کرا گویند اس نے کہا

رفتم در بازار خریدم یک گنا   قل اعوذ برب النا ملک النا الہ النا

فیضی نے یہ سمجھا کہ کوئی مسخرہ ہے دربار میں نقل مجلس ہوگا۔ دربار میں حاضر کیا اس حالت

کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف التفات نہ کیا وہ شاعر جا کر زمین پر بیٹھ گئے اور سب اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے وہ شاعر بے تکلف بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے ۔

گر فروتر نشست خاقانی ☆ نے مرا ننگ و نے ترا ادب است

قل ہو اللہ کہ وصف خالق است ☆ زیر تبت یدا ابی لہب است

مثال عجیب دی کہ جو مسخرہ سمجھ کر لئے گئے تھے زرد پڑ گئے بادشاہ نے اس شاعر کا بڑا احترام کیا اسی وقت حمام بھیج کر غسل دلوا کر جوڑا بدلوایا اور دربار میں جگہ دی ۔

محبت حق پیدا کرنے کی ترکیب

اول تو یہ کہ نیک عمل میں بہ نیت ازدیاد محبت استقامت کے ساتھ مشغول رہو ۔ دوم یہ کہ اللہ کا نام لو تو جی لگا کر یعنی تھوڑا تھوڑا اللہ اللہ بھی کرو ۔ سوم یہ کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرو اور وہ جو کہیں وہ کرو ۔ پھر تو تھوڑے دنوں میں دل نور سے معمور ہو جائیگا اور خدا کی قسم اس قدر محظوظ ہو گے کہ تمہاری نظر میں پھر سلطنت کی بھی کچھ حقیقت اور وقعت نہ رہے گی ۔

اصلاح کا طریق مؤثر

ایک بار فرمایا کہ اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو ظاہراً بھی باطناً بھی اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اہل اللہ کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیبت میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو ۔ بس جی یہ چار چیزیں ہیں ۔ میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ جو ان پر چار پر عمل کر کے دکھلا دیگا وہ یحبھم و یحبونہ کا مصداق یعنی اللہ تعالیٰ کا محبوب اور محب ہو جائیگا ضرور ہو جائیگا ضرور بالضرور ہو جائیگا ۔

کام کرنے سے ہی اس طریق میں کام چلے گا

فرمایا کہ حضور رسول مقبول ﷺ تو غایت شفقت سے بہت چاہتے تھے کہ پکی پکائی ہی کھلائیں مگر غیرت حق اور مصلحت دین کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہ دی تو بھائی خوب سمجھ لو کہ کام کرنے ہی سے اس طریق میں کام چلے گا ۔ بس طریق یہی ہے کہ کام کرو محنت کرو خدا برکت دے گا ۔ اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو بجز اس کے کوئی صورت نہیں جیسا کہ یجاھدون فی سبیل اللہ سے ثابت ہوتا ہے ۔

عمل اور محبت لازم طریق ہیں

فرمایا کہ دو چیزیں لازم طریق ہیں ایک عمل دوسری محبت ۔ اول میں ہمت کی ضرورت ہے۔ دوسرے میں اہل اللہ کی صحبت اور ان کی اتباع کی ۔

طریق تفہیم موثر

جو بات مخاطب کی قوت فکریہ پر بوجھ پڑنے کے بعد سمجھ میں آتی ہے یا بتائی جاتی ہے وہ اس قدر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوتی ہے کہ پھر کبھی ذہن سے نہیں نکلتی اور اسی نافعیت کی بناء پر حضرت والا تمام دوران تربیت اصلی طریق تفہیم کا بکثرت اہتمام فرماتے رہتے ہیں ۔

ملفوظات متعلق بیعت

شیخ و مرید میں مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ مناسبت کیلئے نری بیعت کافی نہیں بلکہ اور چیزیں بھی ضروری ہیں مثلاً کچھ دن پاس رہنا خصوصیات مزاج کا تتبع اور ان کی رعایت کرنا۔ چندے تعلیمی خط وکتابت جاری رکھنا وغیرہ بلکہ شیخ کو تو طالب کیساتھ زیادہ تر اس کے برتاؤ سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔

صرف بیعت کافی نہیں

فرمایا کہ بیعت میں جس چیز کا مجھے انتظار رہتا ہے وہ باہمی مناسبت اور صحت عقیدہ ہے۔ فرمایا کہ حصول مقصود کا مدار بیعت پر نہیں ۔ بلکہ نری تعلیم تو حصول مقصود کیلئے بالکل کافی ہے لیکن نری بیعت ہرگز کافی نہیں ۔

صورت بیعت کا درجہ

فرمایا کہ صورت بیعت کا محض وہ درجہ ہے جو پھولوں کی کیاری میں گھاس کا ہوتا ہے کہ اس سے ایک خوشنمائی تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے اور پھولوں کی رونق بڑھ جاتی ہے لیکن پھولوں کے نشو ونما میں گھاس کا کچھ بھی دخل نہیں ۔

بیعت کی صورت و حقیقت

فرمایا کہ بیعت کی ایک صورت ہوتی ہے ایک حقیقت ۔ اس کی صورت مطلوب نہیں حقیقت

مطلوب ہے۔ چنانچہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد واعتماد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لئے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے جیسا کہ حاذق و مشفق کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے بس ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ باقی رہی بیعت کی صورت وہ اول وہلہ میں خواص کیلئے نافع ہیں عوام کے لئے البتہ اول وہلہ میں بیعت کی صورت بھی نافع ہوتی ہے کیونکہ اس سے ان کے قلب پر ایک عظمت اور شان اس شخص کی طاری ہوجاتی ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو باوقعت سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ خواص کیلئے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے کیونکہ اس کا خاصہ ہے کہ جانبین میں ایک خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔

بیعت کا لطف کب ہے

ایک بار فرمایا کہ بیعت کا لطف تو جبھی ہے جب پہلے تعلیم حاصل کر لے اور پھر بیعت ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ جب اس کو تعلیم سے نفع ہوگا تو اپنے معلم سے محبت پیدا ہو جانے کے بعد بیعت میں جو لطف ہوگا وہ اس کے مثل کہاں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک تو عقد کی یہ صورت ہے کہ ماں باپ نے جس کے ساتھ چاہا نکاح کر دیا پھر اس کے بعد تعلق پیدا ہوا۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ اتفاقاً اضطراراً کسی پر عاشق ہو گئے پھر حدود وعفت میں نہایت سختی کے ساتھ رہ کر اس کی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح نکاح ہو جائے چنانچہ جدوجہد بسیار اور شدید کلفت انتظار اور بڑی تمناؤں کے بعد خدا خدا کر کے اس میں کامیابی ہوئی اور نکاح ہو گیا۔ تو اب دیکھ لیجئے کہ نکاح کی ان دونوں صورتوں کے لطف میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔

تاخیر بیعت کی ایک مصلحت

ایک بار تاخیر بیعت میں یہ مصلحت بیان فرمائی کہ امید بیعت میں طالب اپنی اصلاح کی اور مناسبت پیدا کرنے کی بہت کوشش کرتا ہے ورنہ اگر درخواست پر فوراً بیعت کر دیا جائے تو پھر بے فکر ہو جاتا ہے۔

جہاں ضرورت ہو وہاں انتظام ہی مناسب ہے

بارہا فرمایا کہ مجھے انتظامات کا خواہ مخواہ شوق نہیں ہے بلکہ مجھے تو ان قصوں سے وحشت ہے کیونکہ میری طبیعت فطری طور پر آزاد ہے مگر جہاں ضرورت ہو اور بدون انتظامات کے کام ہی نہ چلے وہاں منتظم ہونا ہی پڑتا ہے اور وہاں منتظم ہونا ہی ضروری ہے بلکہ جہاں ضرورت ہو وہاں تو انتظامات میں مجھے بجائے مشقت اور وحشت کے نہایت مسّرت اور دلچسپی ہوتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرا مقصود ان قواعد سے صرف یہ ہے کہ نہ مجھے کوئی اذیت ہو نہ دوسروں کا کوئی کام اٹکے۔

اصلاح کیلئے مناسبت شیخ کی ضرورت ہے

فرمایا کہ ہر شخص کو ہر شخص اچھا نہیں بنا سکتا۔ اور اصلاح کا دارومدار ہے مناسبت پر ممکن ہے کہ ایک شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو اور دوسرے سے مناسبت ہو لہذا ہر شخص کو اپنی اصلاح کیلئے اسی کے پاس جانا چاہیے جس سے مناسبت ہو لیکن وہ ہو محقق۔

حد مقرر کرنیکی ضرورت اور طرز سیاست

اپنے طرز سیاست کے سلسلہ میں بیان فرمایا کہ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے اور حضرات کا تو یہ طرز تھا۔ میں نے کہا کہ یہ بات تو حضرت عمرؓ کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے کہ حد خمر نہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں تھی نہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں تھی صرف تعزیز تھی حضرت عمرؓ نے بجائے تعزیر کے یہ حد کیوں مقرر کردی بس جو وہاں جواب ہے وہی یہاں بھی ہے یعنی پہلے طبائع میں سلامتی تھی اس لئے واقعات میں قلت تھی لہذا صرف تعزیر کافی تھی حد مقرر کرنے کی ضرورت نہ تھی بعد کو طبائع کا رنگ بدل گیا اور واقعات زیادہ ہونے لگے اس لئے حد مقرر کرنیکی ضرورت واقع ہوئی۔ تو جو فاروقؓ نے کیا وہی ایک فاروقی نے کیا۔

اصلاح کن کن امور کی شیخ کے ذمہ ہے

فرمایا کہ میرے ذمہ ساری باتوں کی اصلاح نہیں ہے بلکہ صرف ان ہی باتوں کی ہے جو تمہاری سمجھ سے باہر ہوں اور ایسی باریک ہوں کہ سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آئیں۔

غیر مقلد کی حد غنیمت

فرمایا کہ اگر کوئی اہل حدیث تقلید کو حرام نہ سمجھے اور بزرگوں کی شان میں بدزبانی اور بدگمانی نہ کرے تو خیر یہ بھی بعض سلف کا مسلک رہا ہے اس میں بھی میں تنگی نہیں کرتا ہوں ہاں دل کا پوری طرح ملنا نہ ملنا اور بات ہے۔

تربیت کی ذمہ داری کب لینی چاہیے

فرمایا کہ کسی کی تربیت اپنے ذمہ اس وقت تک نہ لینی چاہیے جب تک اپنے دل کو اس سے اتنا کھلا ہوا نہ پائے کہ اگر خود اس کی ذات کو نالائق نہ کہہ سکے تو کم از کم اتنا تو کہہ سکے کہ آپ کی یہ حرکت بڑی نالائق تھی۔ ورنہ پھر اس کو اس تعلق سے فائدہ ہی کیا پہنچ سکتا ہے۔

طریقہ برتاؤ حضرت والا کا امراء کے ساتھ

فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں امراء کے ساتھ نہ تملق کا برتاؤ کرتا ہوں نہ اہانت کا بلکہ متوسط درجہ کا برتاؤ کرتا ہوں جس میں ان کی امتیازی شان اور حفظ مراتب کی بھی رعایت کرتا ہوں کیونکہ جس برتاؤ کے وہ عادی ہوتے ہیں اور عام طور سے متوقع رہتے ہیں اس کا بھی بقدر ضرورت لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ دل شکنی نہ ہو لیکن اگر ان کی طرف سے کوئی برتاؤ نازیبا ہوتا ہے بالخصوص ایسا برتاؤ جس سے اہل دین کا استخفاف مترشح ہو تو پھر میں ان کی بالکل رعایت نہیں کرتا۔

اذیت مالی و بدنی سے سخت تحرز

فرمایا کہ سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کیلئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ۔ خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت، خواہ نفسانی ہو جیسے کسی کو تشویش میں ڈال دینا یا کوئی ناگوار و رنج دہ معاملہ کرنا۔ اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

عورتوں کے ساتھ بیعت کا طرز

حضرت والا مریضوں کو بوجہ ترحم اور مستورات کو اس وجہ سے کہ وہ ذی رائے نہیں ہوتیں بیعت فرمانے میں تنگی نہیں فرماتے لیکن بہت سی مصالح کی بناء پر مستورات کا محض اس غرض کیلئے تھانہ بھون آنا پسند نہیں فرماتے کیونکہ بعض عورتیں سفر میں نماز قضا کر دیتی ہیں اور پردہ کا بھی اہتمام مشکل ہوتا ہے۔ پھر عورتوں کا ہجوم بھی خلاف مصلحت ہے لہذا حضرت والا اکثر یہ ارشاد فرما کر بے بیعت فرمائے ہی واپس فرمادیتے ہیں کہ یہ کام تو خط کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا تھا۔ اب بھی اگر جی چاہے تو واپس پہنچ کر خط ہی کے ذریعہ سے درخواست کرنا جو مناسب ہوگا وہ جواب دیا جائیگا۔

حضرت والا مستورات کو اس وقت تک بیعت نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنے شوہروں کی یا بے شوہر ہونے کی صورت میں اپنے کسی محرم سرپرست کی صریح اجازت حاصل کر کے پیش نہیں کرتیں اس میں علاوہ بہت سی مصالح مثلاً انسداد آزادی وغیرہ کیلئے یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر شوہر یا سرپرست مختلف المشرب ہوا تو گھر میں ہمیشہ لڑائی ہی رہنے لگے اور بیچاری عورت کی عافیت ہی تنگ ہو جائے۔

حضرت والا نے ایسی بوڑھیوں کو بھی جو حضرت والا سے پردہ نہیں کرتی تھیں بیعت کرتے وقت پردہ میں بٹھلایا اس کا منشاء بھی تحفظ ادب طریق ہے۔

سارے طریق کا خلاصہ ادب ہے

فرمایا کہ اس راہ میں ناشکری بہت ہی مضر ہے یہ طریق بس بالکل ادب ہی ادب ہے سارے طریق کا خلاصہ بس ادب ہے بے ادبی سے بڑھ کر اس طریق میں کوئی چیز مضر نہیں۔ یہاں تک کہ بعض حیثیتوں سے معصیت بھی اتنی مضر نہیں۔ کیونکہ معصیت کا تعلق ایسی ذات سے ہے جو انفعال سے پاک ہے اور بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے جو بشر ہے اور جس کو بے ادبی سے تکدر ہوتا ہے جو مرید کے حق میں سم قاتل ہے۔

بیعت نام کی نہیں بلکہ کام کی ہونی چاہیے

حضرت والا کے یہاں محض نام کی بیعت نہیں ہوتی بلکہ کام کی بیعت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس امر میں عجلت کو ہرگز گوارا نہیں فرماتے اور فرمایا کرتے ہیں بیعت کرنا تو مقتضی کرتا ہے جب تک باہمی

مناسبت وموافقت کا پورا طمینان نہیں کرلیا جاتا کسی کو بیٹا نہیں بنایا جاتا کیونکہ عمر کے لئے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے البتہ مٹھائی بانٹنے میں اس کی تحقیق نہیں ہوتی کہ بیٹوں ہی کو دیا جائے بلکہ سب لڑکوں ہی کو دیجاتی ہے۔اسی طرح میرے یہاں تعلیم تو عام ہے لیکن بیعت مقید ہے۔

فرمایا کہ سلسلہ تعلیم وتلقین میں قلوب کے اندرادنیٰ حجاب ہونا بھی حاجب عن المقصود ہو جاتا ہے اس لئے اختلاف مسلک کی صورت میں بیعت مناسبت نہیں۔

حضرت والا کسی گمراہ سے گمراہ معتقد فیہ کے متعلق بلاضرورت شرعیہ ایک حرف بھی زبان پر نہیں لاتے اور بلاوجہ کسی کی دل آزاری کونہایت ناپسندیدہ اور نازیبا حرکت سمجھتے ہیں۔

بزرگوں کے ساتھ سوءظن سے احتمال سوءخاتمہ کا ہے

فرمایا کہ بزرگوں کے ساتھ سوءظن بعض اوقات سوءخاتمہ کا سبب ہوجاتا ہے ورنہ برکات سے محرومی تو ضرور ہوجاتی ہے۔

شیخ کا سب سے پہلا کام

فرمایا کہ شیخ کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ سالک کو طریق کی حقیقت بتائے اور صحیح راستہ پر ڈال دے تاکہ پھر صرف چلنا رہ جائے۔اور بلا ادھر ادھر بھٹکے چلتا رہے اور بسہولت منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

فرمایا کہ پیر اور مرید کا تعلق بالکل طبیب اور مریض کا سا ہے کیونکہ یہ مثال اس تعلق کا سینکڑوں جزئیات پر منطبق ہوتی ہے۔

وصول الی اللہ کا طریق اصلاح اعمال ہے

فرمایا کہ طالب کے اندر اصلاح اعمال کا اہتمام پیدا کردینے کے قبل اس کو اذکار واشغال میں مشغول کردینا اکثر مضر ثابت ہوتا ہے کیونکہ پھر وہ اپنے کو بزرگ سمجھنے لگتا ہے۔خاص کر اگر کہیں اتفاقاً اذکار واشغال سے یکسوئی ہوکر اس پر کیفیات کا بھی ورود ہونے لگا تب تو گویا اس کے نزدیک بزرگی کی رجسٹری ہوگئی۔حالانکہ اس قسم کی کیفیات کا بزرگی سے کیا تعلق۔ایسی کیفیات تو بعض ریاضات اور مشق سے فساق وفجار بلکہ کفار کو حاصل ہوجاتی ہے اور جب وہ ان کیفیات ہی کو بزرگی سمجھ لیتا ہے تو پھر اصلاح

نفس و اصلاح اعمال کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی ۔اس لئے ہمیشہ جہل میں مبتلا رہتا ہے اور اصل مقصود یعنی وصول الی اللہ سے محروم رہتا ہے جس کا طریق تحصیل نصوص نے صرف اصلاح اعمال ہی کو بتلایا ہے۔

اصلاح کیلئے کن چیزوں کی ضرورت ہے

فرمایا کرتے ہیں کہ محض اذکار واشغال اصلاح اعمال کیلئے ہرگز کافی نہیں اصلاح کیلئے تو ہمت اور بہ تکلف استعمال اختیار اور تدابیر استحضار اور ان کے تکرار کی ضرورت ہے البتہ اذکار واشغال معین اصلاح ضرور ہو جاتے ہیں ۔اذکار واشغال کا اصلاح نفس میں اتنا ہی دخل ہے جتنا عرق بادیان کا مسہل میں۔

حضرت والا کا طرز ابتدائی طالب کے ساتھ

ابتداء میں حضرت والا کی تمام تر توجہ اسی بات پر رہتی ہے کہ اصلاح اعمال کی اہمیت طالب کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے ۔جب اصلاح اعمال کی اہمیت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے اور طالب اپنی اصلاح اعمال میں خاص اہتمام کے ساتھ مشغول بھی ہو جاتا ہے پھر بلا تامل اذکار اشغال بھی تعلیم فرما دیتے ہیں۔پھر اس کا انتظار نہیں فرماتے کہ جب اصلاح اعمال کی تکمیل ہو جائے اس وقت اذکار واشغال شروع کرائے جائیں۔

طریق میں اصل چیز اصلاح اعمال ہے

ایک طالب نے لکھا کہ میرے معمولات فلاں فلاں ہیں ان سب میں جو کچھ کمی ہو اس سے سرفراز فرمائیں۔حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ یہ تو اپنی فرصت اور عمل پر ہے اصل چیز جس میں کمی بیشی دیکھی جاتی ہے وہ اصلاح اعمال ہے۔

ادنیٰ بے تمیزی پر بھی روک ٹوک چاہیے

حضرت والا کا مطمح نظر چونکہ اصلاح کے درجات کی تکمیل ہے اس لئے طالب کی ادنیٰ بے تمیزی یا بے التفاتی کی روک ٹوک فرماتے اور فوراً صاف صاف تنبیہ فرماتے۔ چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ تمہارے خط میں ایک جملہ ہے کہ اس کے پہلے بھی ایک بار مستغنی ہو کر جواب سے محروم

ہوں کیا اس جملہ میں مجھ پر اعتراض نہیں اور کیا وہ اعتراض بلا دلیل نہیں اور کیا اعتراض بلا دلیل سے اذیت نہیں ہوتی اور کیا اذیت کی حالت میں کوئی خدمت لی جا سکتی ہے پھر اپنے کو مرید اور معتقد لکھتے ہو یہ جمع بین المتضادین کیا افسوس اھ۔

قصد عدم ایذا ضروری ہے عدم قصد ایذا کافی نہیں

اکثر فرمایا کہ بعض لوگ قصداً ایذا نہیں پہنچاتے لیکن محض قصد عدم ایذا ضروری ہے۔

تدبیر تحصیل و تدبیر تسہیل

فرمایا کہ گو سہولت کی تدبیر بتانا مصلح کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً بتلاتا ہوں۔ وہ یہ کہ بہ تکلف نفس کی مخالفت کرتے رہنے سے رفتہ رفتہ داعیہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور اس کی مقاومت سہل ہو جاتی ہے غرض جو تدبیر تحصیل ہے وہی تدبیر تسہیل ہے لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے کلی نہیں۔ بعض کو عمر بھر مجاہدہ ہی کرنا پڑتا ہے اور مجاہدہ ہی سے تو اجر و قرب بڑھتا ہے۔ اور جن کو بعد مجاہدات کے سہولت ہو جاتی ہے ان کو بھی برابر مجاہدہ کا اجر ملتا رہتا ہے کیونکہ یہ سہولت مجاہدات ہی سے تو مسبب ہوتی ہے۔

عقلی امور اور طبعی امور

فرمایا کہ انسان عقلی امور کا مکلف ہے کیونکہ وہ اختیاری ہیں اور طبعی امور کا مکلف نہیں کیونکہ وہ غیر اختیاری ہیں۔

اعمال مقصود ہیں احوال مقصود نہیں

فرمایا کہ اعمال مقصود ہیں احوال مقصود نہیں کیونکہ اعمال اختیاری ہیں اور احوال اختیاری نہیں۔

انفعالات کا اعتبار نہیں

فرمایا کہ اس طریق میں افعال کا اعتبار ہے انفعالات کا اعتبار نہیں لہذا افعال کا اہتمام چاہیے جو اختیاری ہیں انفعالات کے درپے نہ ہونا چاہیے جو غیر اختیاری ہیں۔

مقصود مقامات ہیں

اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ مقصود مقامات ہیں یعنی اعمال اختیاریہ نہ کہ احوال غیر اختیاریہ۔

احوال محمودہ بھی مقصود نہیں

اکثر فرمایا کہ گو احوال محمودہ محمود ہیں لیکن مقصود نہیں کیونکہ وہ اختیاری نہیں نہ ان کا حصول لازم نہ ان کا بقا دائم۔ اگر حاصل ہوں شکر کرے کمال نہ سمجھے۔ اگر نہ حاصل ہوں یا حاصل ہو کر زائل ہو جائیں تو غم بھی نہ کرے وہو معنی قول الرومیؒ ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست　　　تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

ثمرات کی روح

فرمایا کہ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے بس اس ثمرہ پر نظر رکھنا چاہیے اور کسی ثمرہ کا منتظر نہ رہنا چاہیے۔

ثمرات و کیفیات کیلئے بھی یکسوئی کی ضرورت ہے

فرمایا کہ اگر ثمرات و کیفیات کی تمنا بھی ہو تب بھی ان سے یکسوئی ہی رہنا ضروری ہے کیونکہ کیفیات پیدا ہوتی ہیں یکسوئی سے اور جب کیفیات کے ورود کی جانب توجہ رہی تو یکسوئی کہاں رہی۔

ورود کیفیات کا سبب مع مثال

اگر کوئی اپنی کیفیات کی اطلاع دیتا ہے تو اکثر بس یہی فرماتے ہیں کہ ان کی طرف التفات نہ کیا جائے اپنے کام میں لگا جائے اور کام ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے ورنہ غیر مقاصد میں مشغول ہو کر طالب اپنے اصل کام سے بھی رہ جاتا ہے اور پھر کیفیات بھی منقطع ہو جاتی ہے کیونکہ ان کا ورود بھی تو کام ہی کی برکت سے ہوتا ہے جیسے چراغ میں روشنی اسی وقت تک رہتی ہے جب تک بتی میں تیل پہنچتا رہتا ہے اگر تیل ہی ڈالنا چھوڑ دیا جائے رفتہ رفتہ روشنی کم ہو کر چراغ گل ہو جائے گا۔

صاحب احوال و غیر صاحب احوال کی مثال

ایک بار فرمایا کہ کشف اور احوال و مواجید وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر

موانع طریق ہوجاتی ہیں ان کا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کر رہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلی پہنچتی ہے اور جس کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص خوب سیر کرتا ہوا راستہ کے مناظر دیکھتا ہوا ٹونڈلہ اٹاوہ وغیرہ بیچ کے اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلی پہونچا اور دوسرا اسپیشل ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کانپور سے جو چلا تو دھڑ دھڑ سیدھا دلی میں آکر اترا سواری گاڑی والے کیلئے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش ونگار دیکھ کر وہیں اتر نہ پڑے۔ اور عمر بھر دلی پہنچنا ہی نصیب نہ ہو۔ بس بلا کشف وکیفیات وغیرہ کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے کشف وغیرہ بعض صورتوں میں خطرناک ہوتا ہے چنانچہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاب نورانی حجاب ظلمانی سے اشد ہوتا ہے کیونکہ حجاب ظلمانی میں تو سالک کو اس وجہ سے کوئی دھوکا نہیں ہوتا کہ اس کا مخل مقصود ہونا بالکل ظاہر ہے بخلاف حجاب نورانی کے کہ اس کی نورانیت سے دھوکہ کھا کر سالک اسی کو مقصود سمجھنے لگتا ہے۔

اصل طریق عمل ضبط ہے

حضرت والا کا ارشاد ہے کہ کیفیات کے طریان کے وقت اصل طریق عمل تو یہی ہے کہ ضبط کرے لیکن اگر غلبہ ہو اور ضبط کرنے میں تکلف ہو تو پھر یہی مناسب ہے کہ اس کیفیت کا اتباع کرے تاکہ غلبہ فرو ہو اور جب غلبہ فرو ہو جائے اور کیفیات حد ضبط کے اندر آجائیں تو پھر ضبط کرے اور جو یہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ وارد کا مہمان عزیز سمجھے اس کا حق ادا کرے ورنہ وہ ادنیٰ بے التفاتی سے رخصت ہو جائیگا۔ تو وارد کو مہمان جبھی کہیں گے جب اس وارد کا غلبہ ہو۔ غلبہ سے پہلے پہلے نہ وہ مہمان ہے نہ اس کا کوئی حق قائم ہوتا ہے۔ قبل غلبہ کے اگر اس کا حق ادا کیا جائے تو یہ تو ایسا ہے کہ جیسے کوئی راہ چلتے مسافر کو زبردستی اپنا مہمان بنائے اور خواہ مخواہ اس کے سر ہو جائے کہ تو تو میرا مہمان ہے آ۔ میں تیرا حق ادا کروں۔

امتیازی شان اور کثرت ضحک وتکلم سے تحرز کی ترغیب

فرمایا کہ تقویٰ اور دینداری کا اہتمام تو بہت رکھے لیکن اپنی طرف سے حتی الامکان کوئی ایسی امتیازی صورت نہ پیدا ہونے دے جس سے شہرت ہو جائے جب لوگوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہو کبھی کبھی کسی قدر ہنس بول بھی لے۔ تاکہ لوگوں کو خواہ مخواہ بزرگی کا گمان نہ ہو لیکن ہنسنے بولنے کی کثرت ہرگز نہ

کرے کیونکہ کثرت سے ہنسا بولنا مضر ہے۔ چنانچہ حدیث ہے ایاک و کثرة الضحک فان کثرة الضحک تمیت القلب ۔یعنی اپنے آپ کو زیادہ ہنسنے سے بچاؤ کیونکہ ہنسنے کی کثرت قلب کو مردہ کر دیتی ہے۔ واقعی زیادہ بولنے سے دل بے رونق ہو جاتا ہے۔ جیسے اگر ہانڈی میں ابال آئے اور اس کی روک تھام نہ کی جائے تو بس سارا مصالحہ نکل جائے گا اور ہانڈی پھیکی رہ جائے گی اگر اچھی اچھی باتیں بھی بلاضرورت کیجائیں تو ان کا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔

مباحات میں شرط اعتدال

فرمایا کہ جو شخص فضولیات میں مشغول ہوگا عادۃً وہ ضروریات میں ضرور کوتاہی کرے گا اور صرف ہنسا بولنا ہی نہیں بلکہ جتنے بھی مباحات ہیں ان سب کی کثرت مضر ہے لیکن اگر کثرت نہ ہو بلکہ مباحات میں اعتدال کے ساتھ اشتغال ہو تو پھر وہ بجائے مضر ہونے کے نافع ہیں خصوص جب وہ اشتغال کسی مصلحت پر مبنی ہو کیونکہ اس اشتغال سے طبیعت میں نشاط ہوتا ہے اور نشاط سے طاعات میں اعانت وسہولت ہو جاتی ہے۔

اشتغال بہ مباحات کا درجہ مضرت

فرمایا کہ جس وقت مباحات کے اشتغال سے قلب کے اندر کدورت پیدا ہونے لگے تو سمجھ لے اب مضرت کا درجہ پہنچ گیا ہے فوراً الگ ہو جائے لیکن یہ معیار اس کیلئے ہے جس کے قلب کے اندر صحبت شیخ اور التزام واہتمام ذکر وطاعات سے احساس پیدا ہو گیا ہو باقی مبتدی اپنے لئے بطور خود کچھ تجویز نہ کرے بلکہ شیخ سے اپنی ہر حالت کی فرداً فرداً اطلاع کر کے ہر حالت کے متعلق جزئی طور پر طریق عمل دریافت کرتا رہے اور جس حاجت کے متعلق جو طریق عمل وہ تجویز کرے اسی پر کاربند رہے۔

صرف اطفال طریق کی تربیت کی جاتی ہے

فرمایا کہ کیفیات کا درجہ تو بس ایسا ہے جیسے شروع میں بچوں کو پڑھانے کا شوق دلانے کیلئے مٹھائی دیتے ہیں۔ یہی مراد ہے حضرت جنیدؒ کے اس قول سے تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقه یعنی بعض مبتدیوں کو جو اطفال طریق ہیں راہ پر لگانے کیلئے ذوق وشوق وغیرہ کی کیفیات عطا فرما دی جاتی ہیں۔

رسوخ سے مقصود عمل ہے

اگر عمل بلا رسوخ ہوتا رہے مقصود حاصل ہے اور یہ بھی فرمایا کہ رسوخ حال ہے اور استقامت مقام۔ رسوخ اصلاح کا طبعی درجہ ہے جو ایک کیفیت غیر اختیاریہ ہے اور استقامت اس کا عقلی درجہ ہے جو اختیاری ہے استقامت مقصود ہے رسوخ مقصود نہیں گو محمود ہے۔

کبھی کیفیات کا منشاء معدہ کی خرابی ہوتی ہے

اکثر فرمایا کہ اس طریق میں جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں وہ سب باطنی ہی نہیں بلکہ بطنی بھی ہوتی ہیں جو پیٹ کی خرابی اور معدہ کی تبخیر وغیرہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

حب شیخ واتباع سنت

حضرت والا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس ملفوظ کو نہایت تاکید اور اہتمام کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ حب شیخ اور اتباع سنت کے ہوتے ہوئے اگر لاکھ ظلمات بھی ہوں تو وہ سب انوار ہیں اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی کم ہو تو پھر لاکھ انوار ہوں وہ سب ظلمات ہیں۔

ذکر وطاعات میں مشغولیت

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر وطاعات میں بتکلف مشغول رہنا چاہیے نہ سہولت کا متمنی رہے نہ یہ دیکھے کہ مجھے کچھ نفع ہو رہا ہے یا نہیں۔ ذکر وطاعات میں مشغول رہنا ہی اصل مقصود ہے اور اصل نفع ہے۔

روح سلوک

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مقصد کے حصول کا قلب میں تقاضا اور انتظار نہ رکھیں کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی وصول کی شرط عادی ہے اس کو خوب راسخ کرلیں کہ روح سلوک ہے۔

شیخ کی صحبت اعمال میں مناسبت پیدا کرتی ہے

فرمایا کہ طالب شیخ کے پاس رہ کر دزدیدہ طور پر اس کے اخلاق وعبادت کا اخذ اور کمالات کو

جذب کرتا رہتا ہے اور اس طرح روز بروز شیخ کا رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے نیز صحبت شیخ میں بدون معتد بہ مدت تک رہے شیخ سے مناسبت نہیں پیدا ہوتی اور شیخ کی مناسبت ہی اس طریق میں نفع کی عادۃً موقوف علیہ ہے۔

شیخ کی اطاعت واتباع کافی ہے

فرمایا کہ حب شیخ (جو مرادف ہے مناسبت کاملہ کی) کلید کامیابی ہے اور کلید جملہ سعادات وبرکات ہے لیکن حب عقلی اطاعت واتباع کو بالکل کافی وافی قرار دیتے ہیں کیونکہ حب طبعی اختیاری نہیں اور عبد غیر اختیاری امور کا مکلف نہیں۔ چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ توجہ الی اللہ اصل مقصود ہے اور شیخ کی محبت اسی مقصود کا ذریعہ ہے پس اگر کسی کو خدا تعالیٰ یہ مقصود نصیب کر دے اور شیخ سے ذرا بھی متعارف محبت نہ ہو مگر اطاعت اور اتباع ہو تو وہ شخص سراسر حق پر فائز ہے۔

واسطہ شیخ کی مثال

فرمایا کہ دراصل تو کام ذکر و شغل ہی بناتا ہے لیکن شیخ کا واسطہ بھی ضروری ہے جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے لیکن اس کا کسی کے قبضہ میں ہونا شرط ہے۔

ذکر وشغل کے متعلق

صحبت شیخ کے نفع کی شرط

فرمایا کہ غالب حصہ وقت کا ذکر و شغل کا ہونا چاہیے تب صحبت شیخ نافع ہوتی ہے۔ اور اگر بزرگوں سے ملے جلے تو ہمیشہ اور کرے دھرے کچھ نہیں یا زیادہ وقت تو صحبت شیخ میں گزارے اور تھوڑا سا وقت نکال کر کچھ الٹا سیدھا ذکر و شغل بھی کرے تو یہ کافی نہیں۔

مقدار ذکر کا معیار نفع

حضرت والا ذکر کے متعلق فرمایا کرتے ہیں نہ اتنی زیادہ مقدار ہو کہ بہت زیادہ تعب ہو اور نہ

اتنی کم کہ کچھ تعب ہی نہ ہو۔ بلکہ اتنی مقدار ہونی چاہیے جس میں تعب تو ہولیکن جس کی مداومت قابل عمل ہو کیونکہ تھوڑا تعب بھی ہونا نفع کیلئے ضروری ہے تاکہ نفس کو کسی قدر مجاہدہ بھی کرنا پڑے۔

مقدار ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے ذمہ تو صرف اتنی مقدار رکھے جس پر دوام ہو سکے باقی جب فرصت ونشاط دیکھے تو زیادہ کرے۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ ناغہ کی بے برکتی اور قلق سے حفاظت رہے گی اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اور جب کبھی زیادہ کی توفیق ہوگی تو مسرت ہوگی اور ہمت بڑھے گی۔

ذکر کا طرز نافع

کیفیت ذکر کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ جس طرز میں دلچسپی ہو وہی اختیار کرے کیونکہ دعا کا طرز زیادہ نافع وہی ہوتا ہے جس میں زیادہ دل لگے لیکن اس کا خاص خیال رکھے کہ قلب میں ورد کے جلدی پورا کرنے کا تقاضا نہ پیدا ہونے دے۔ ہاں اگر کسی کا طرز ہی روانی کے ساتھ ذکر کرنیکا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔

ذکر کا صحیح طریق

فرمایا کہ ذکر کے وقت قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا ہی طریق صحیح ہے اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہوا اور دوسرا غیر موزوں سے تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے۔ آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جس پر منزل کی رسائی موقوف نہیں

قیود ذکر لطائف ستہ کی فکر موجب تشویش ہے

قیود ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس زمانہ کی طبائع چونکہ ضعیف ہیں اس لئے اکثر یہ قیود موجب تشویش وتشتت ہو جاتی ہیں لہذا ان کے اہتمام میں نہ پڑے۔ اسی طرح لطائف ستہ کی فکر میں بھی نہ پڑے کہ یہ بھی موجب تشویش ہے اصل چیز لطیفہ قلب ہے بس ساری توجہ اسی پر رکھے۔

ذکر میں توجہ کا طریق

فرمایا کہ ذکر کے دوران میں اگر بسہولت ہو سکے تو مذکور کی طرف ورنہ ذکر کی طرف توجہ رکھے

توجہ میں زیادہ کاوش مضر ہے معتدل توجہ کافی ہے

حضرت والا ذکر کرتے وقت تصورذات حق کو سارے مراقبات سے افضل وانفع بلکہ اصل مقصود قرار دیتے ہیں بشرطیکہ بسہولت ہو سکے لیکن اس کی تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ توجہ استحضار میں زیادہ کاوش نہ کی جائے ورنہ قلب ودماغ ماؤف ہوجائیں گے اور یکسوئی فوت ہوجائے گی۔ زیادہ کاوش سے تعب وپریشانی ہوتی ہے جس سے نفع بند ہوجاتا ہے بس معتدل توجہ کافی ہے۔ اسی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہوجاتا ہے غرض زیادہ کاوش مضر ہے بس اتنی توجہ کافی ہے جیسے کچا حافظ سوچ سوچ کر قرآن سناتا ہے۔

برکات ذکر سے محرومی کی وجہ

فرمایا کہ لوگ اکثر برکات ذکر سے محروم رہتے ہیں اس کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ نفع اور برکت کی نیت سے ذکر نہیں کرتے۔

اعمال سے محبت حق پیدا نہ ہونے کی وجہ

فرمایا کہ اعمال سے جو محبت حق پیدا نہیں ہوتی اس کا سبب یہ ہے کہ محبت حق کی نیت سے اعمال نہیں کئے جاتے خالی الذہن ہوکر کئے جاتے ہیں۔

ذکر میں جہر وضرب کی حد

حضرت والا ذکر میں خفیف جہر وضرب تعلیم فرمایا کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمادیتے ہیں کہ اگر بعد کو جوش میں آواز بلند ہونے لگے تو بلند ہونے دے طبیعت کو گھونٹنے کی ضرورت نہیں البتہ اگر سونیوالوں یا مصلیوں کو تکلیف یا تشویش ہو تو بالکل خفی کی تاکید فرماتے ہیں۔

ذکر لسانی ضروری ہے ذکر قلبی کافی نہیں

حضرت والا محض ذکر قلبی پر اکتفا نہیں فرماتے کیونکہ اس میں اکثر ذہول ہوجاتا ہے اور طالب اسی دھوکہ میں رہتا ہے کہ میں ذکر قلبی میں مشغول ہوں اس لئے ذکر لسانی بھی اس کے ساتھ ضروری ہے۔

اوراد معمول قدیمہ واذکار واشغال معمولہ

فرمایا کہ مختصر اوراد کو بھی معمولی نہ سمجھا جائے اور جن اوراد پر پہلے سے مداومت ہو ان سے طالب کو دلچسپی بھی ہوتی ہے اور دلچسپی کی وجہ سے وہ سہولت اور جمعیت کے ساتھ ان پر مداومت رکھ سکتا ہے جس سے بہت نفع ہوتا ہے بہ نسبت نئے اوراد کے۔ لہٰذا ان ہی کو برقرار رکھنا مصلحت ہے۔ لیکن اگر پچھلے اوراد اتنے زیادہ ہوں کہ اگر ان سب کو برقرار رکھا جائے تو اذکار واشغال معمولہ مشائخ کیلئے جو ذکر کیلئے زیادہ معین ہیں۔ وقت ہی نہیں بچتا تو بجائے بعض کو بالکل حذف کرانے کے ان کی مقدار میں بضرورت کمی کرا دیتا ہوں اور کمی کا معیار بفحوائے آیت کریمہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها یہ تجویز کر رکھا ہے کہ دسواں حصہ باقی رکھتا ہوں تا کہ کم از کم اصل ثواب تو بدستور قائم رہے بالکل حذف کرانے کو جی نہیں چاہتا۔

معمولات کے ناغہ میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے

حضرت والا بتاکید فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے معمول کو ضرور پورا کر لینا چاہیے خواہ عذر کی حالت میں بے وضو ہی سہی یا چلتے پھرتے ہی سہی کیونکہ معمول کو مقرر کر لینے کے بعد ناغہ کرنے میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی اس کی تاکید ہے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے یاعبدالله لاتكن مثل فلان كان يصلي بالليل ثم تركه یہ ایسا ہے جیسے کسی نے اپنے حاکم کے پاس آنا جانا شروع کیا اور خصوصیت کا تعلق قائم کرنے کے بعد پھر آنا جانا موقوف کر دیا تو حاکم کو بہت ناگوار ہوگا۔ اور جو خصوصیت کا تعلق پیدا ہی نہیں کرتا اس سے کوئی شکایت نہیں ہوتی بشرطیکہ غائبانہ طاعت کا تعلق قائم رکھا جائے جو بہر حال ضروری ہے۔ اھ۔

طالبعلم کو ذکر و شغل سے ممانعت

حضرت والا عموماً ان کو جو تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہیں ذکر و شغل تعلیم نہیں فرماتے تا کہ تعلیم میں حرج واقع نہ ہو کیونکہ علاوہ وقت صرف ہونے کے ذکر و شغل سے ایسی دلچسپی ہو جاتی ہے کہ پھر تحصیل علوم سے دلچسپی کم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ اصلاح اعمال بہر حال فرض ہے اور اس میں کوئی حرج اوقات نہیں بلکہ ترک فضولیات کی وجہ سے وقت اور بچ جاتا ہے اس لئے اس کے متعلق خط و کتابت کی اجازت بلکہ کبھی ابتداءً مشورہ بھی دے دیتے ہیں چنانچہ ایک خصوصیت کی جگہ فرماتے ہیں کہ چاہے مشوروں پر عمل بھی نہ کرنا لیکن اپنی اصلاح کے متعلق مجھ سے ضرور مشورے حاصل کرتے رہنا۔ اس سے بھی ان شاء اللہ تم دیکھو گے

کہ بہت نفع ہوگا۔

اس طریق کا اول قدم اور آخر قدم فنا ہے

حضرت والا نہایت اہتمام کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق کا اول قدم فنا ہے (یعنی اپنے کو شیخ کے سپرد کردینا) جس میں یہ صفت پیدا نہ ہوئی بس سمجھ لو کہ اس کو طریق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اور جو بزرگوں کا قول ہے کہ طریق کا آخر قدم فنا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے۔ اس سے مراد کمال فنا ہے کیونکہ فنا کے بھی تو آخر درجات ہوتے ہیں۔

سارے طریق کا حاصل فناء وعبدیت ہے

فرمایا کہ میں نے جو اپنی اس تمام عمر میں سارے طریق کا حاصل سمجھا ہے وہ فنا وعبدیت ہے پس جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو مٹایا جائے۔ بس اسی کیلئے سارے ریاضات ومجاہدے کئے جاتے ہیں۔ اور بس اپنی ساری عمر فنا اور عبدیت کی تحصیل ہی میں گذار دینی چاہیے۔ بالخصوص چشتیہ کے یہاں تو بس یہی ہے۔

افروختن وسوختن وجامہ دریدن　　　پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت
تو درد گم شو وصال این ست وبس　　　گم شدن گم کن کمال این است وبس

تخلیہ وتحلیہ دونوں میں بہ تکلف عمل کی ضرورت ہے

حضرت والا تخلیہ (یعنی رذائل دور کرنا) اور تحلیہ (یعنی اخلاق حمیدہ پیدا کرنا) دونوں کے متعلق بہ تکلف عمل کرنے پر بہت زور دیا کرتے ہیں چنانچہ ایک طالب نے لکھا کہ بدنظری سے بچنا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرما دیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے اس فعل شنیع سے طبعاً نفرت پیدا ہو جائے۔

جواب تحریر فرمایا کہ بجز ہمت اور تحمل مشاق کے کوئی تدبیر نہیں اور معین اس کی دو چیزیں میں استحضار عقوبت اور ذکر کی کثرت یہ تو تخلیہ کے متعلق ہوا۔

دولت یقین سے آراستہ ہونے کا طریقہ

اور تحلیہ (بالحاء المھملۃ) کے متعلق یہ ہے کہ ایک طالب نے لکھا کہ حصول یقین کا طریقہ ارشاد فرمایا جائے۔ جواب تحریر فرمایا کہ اول بہ تکلف عمل کرنا۔ اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہیں اور یہ اشعار بکثرت تحریراً وتقریراً فرمایا کرتے ہیں (للعارف الرومی)

(للعارف الرومی)

اندریں رہ می تراش وی خراش ☆ تادم آخر دمے فارغ مباش

تا دم آخر دمے آخر بود ☆ کہ عنایت باتوصاحب سربو د

دوست دارد دوست ایں آشفتگی ☆ دوست دارد دوست ایں آشفتگی

کارکے می کن توو کاہل مباش ☆ اندک اندک خاک چہ رامی تراش

چوں زچاہے می کنی ہر روز خاک ☆ عاقبت اندررسی درآب پاک

(وللحافظ الشیرازی)

چوں نشینی بر سر کوئے کسے ☆ عاقبت بینی توہم روئے کسے

دست ازطلب ندارم تاکارمن برآید ☆ یاتن رسد بجانا ں یاجاں زتن برآید

(حضرت حاجی صاحبؒ)

یابم اورایانیابم جستجو ے می کنم ☆ حاصل آید یانیا ید آرزو ئے می کنم

(شیخ سعدی صاحبؒ)

کار کن کا ربگذ راز گفتار ☆ اندریں راہ کار باید کار

قدم باید اندر طریقت نہ دم ☆ کہ اصلے نہ دارودم بے قدم

متعلق طرز مکاتیب

علاج متردد بوقت کتابت عیوب۔ علاج یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لواور جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہواوران کا علاج بھی کرتے رہو۔اورعلاج سے جو بالکل زائل ہو جائیں ان کا نام کاٹ دواور جورہ جائیں پوری یا ادھوری ان کو لکھار ہنے دو۔ پھر جب خط لکھنے بیٹھوان برائیوں کے تعین کیلئے قرعہ ڈال لوجس کا نام نکل آئے خط میں وہی لکھدو اگر اس کا کچھ علاج کیا ہواس کی بھی اطلاع کردو۔بس اس طرح خط لکھتے وقت تشویش نہ ہوگی باقی دعا کرتا ہوں۔

سالک کوتحریرفرمایا بلارعایت کسی خاص قاعدہ وضابطہ کے بے تکلف جودل میں آئے لکھئے صرف دوتین باتوں کا خیال کافی ہے۔ایک تو واقعہ صاف لکھا جائے تکلف یا عبارت آرائی نہ ہو۔دوسری بلاضرورت طول نہ ہو۔تیسری ایک خط میں متعدد مضامین نہ ہوں لیکن اگر اس میں ارتباط ہوتو وہ ایک ہی مضمون شمار ہوگا۔

ایک بے تہذیبی سے تعرض

فرمایا کہ جس کو آدمی بڑا سمجھے گو وہ واقع میں بڑا نہ ہو اس کے لکھے ہوئے پرچہ پر جواب لکھنا خلاف تہذیب و خلاف ادب ہے۔

معتقد فیہ کی عظمت کا حق ادا کرنا ضروری ہے

فرمایا کہ جب کسی نے ایک شخص کو اپنے اعتقاد میں معظم سمجھ لیا ہے تو پھر وہ اب اپنے اعتقاد و عظمت کا حق کیوں نہیں ادا کرتا۔ اپنے اعتقاد کے خلاف اس کے ساتھ کیوں معاملہ کرتا ہے مجھ کو واللہ اس تصحیح معاملہ کی تعلیم کرتے ہوئے بھی نہایت خجلت ہوتی ہے مگر بضرورت اصلاح کرنا پڑتی ہے۔

ڈاک کا اہتمام

حضرت والا اس امر کا اہتمام بلیغ رکھتے ہیں کہ ڈاک والوں کو کوئی پریشانی نہ ہو نہ خط کے ضائع ہوجانیکا احتمال رہے نہ خط پانیوالے کی کوئی مصلحت فوت ہو۔

حضرت والا کی طبع مبارک کا اصول

چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک بفضلہ تعالیٰ فطری طور پر نہایت بااصول ہے اس لئے جہاں واقعی ضرورت ہوتی ہے پس سخت سے سخت تعب بھی موجب پریشانی نہیں ہوتی اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں ذرا سا تعب بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

خلاف احتیاط کام کرنا خلاف شریعت بھی ہے

چونکہ حضرت والا بلاضرورت شرعیہ خلاف احتیاط کام کرنا جس میں اپنی آبرو کا یا کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہو خلاف مصلحت بلکہ خلاف شریعت سمجھتے ہیں اس لئے مشکوک ٹکٹ ہرگز نہیں لگاتے بلکہ جن مستعمل ٹکٹوں پر مہر کا نشان بہت کم یا بالکل نہیں ہوتا ان کو فوراً چاک فرما دیتے ہیں تاکہ کوئی آدمی اسے نکال کر مکرر استعمال نہ کر سکے۔

مشورہ کے جواز کی مصلحت

فرمایا کہ آجکل لوگ عموماً مشورہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے اور اس کی مضر ہونے پر یا مفید ہونے

پر خود مشیر کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں حالانکہ مشورہ تو محض دوسرے کی اعانت کیلئے ہوا کرتا ہے کہ رائے قائم کرنے میں سہولت ہو۔

مشورہ کے متعلق غلو فی الاعتقاد

فرمایا کہ آجکل مشورہ دینے میں یہ بھی خرابی ہے کہ معتقدین بوجہ غلو فی الاعتقاد مشورہ کے متعلق یہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیخ کے قلب میں مضر یا غلط بات آ ہی نہیں سکتی اور اس میں یقینی خیر سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے میں یقینی ضرر سمجھتے ہیں یہ سب غلو فی الاعتقاد ہے اس کی اصلاح ضروری ہے۔

مشورہ میں طرز حضرت والاؒ

اگر مواقع خصوصیت میں حضرت والا کوئی مشورہ دیتے بھی ہیں تو اکثر اس عنوان سے کہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو یہ کرتا۔

عملیات کے ناپسندیدگی کے وجوہ

حضرت والا تعویذ گنڈوں کے شغل کو بہت ہی ناپسند کرتے ہیں کیونکہ اول تو اس میں عوام کا اور دنیا داروں کا بہت ہجوم ہو جاتا ہے۔ جس سے دینی ضرر اور تضیع اوقات کا قوی اندیشہ ہے دوسرے اس کے متعلق لوگوں نے عقیدہ میں بہت غلو کر رکھا ہے اور اس کو اس کے درجہ سے بھی آگے بڑھا رکھا ہے چنانچہ اس کے برابر نہ دعا کو مؤثر سمجھتے ہیں نہ ان تدابیر کو جو ایسے مقاصد کیلئے موضوع ہیں اور اگر اثر ہو جائے تو اس کو بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں حالانکہ عملیات کا اثر زیادہ تر قوت خیالیہ کا ثمرہ ہے۔

وسعت رزق کا وظیفہ

ایک صاحب نے وسعت رزق کیلئے کوئی وظیفہ پوچھا فرمایا کہ پانچوں نمازوں کے بعد یا باسط بہتر بار پڑھ لیا کرو۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر اور کوئی وظیفہ اسی مقصد کے لئے پوچھا فرمایا کہ دواؤں میں تو یہ بات ہوتی ہے کہ اگر ایک دوا نافع نہ ہو تو دوسری دوا نافع ہو جاتی ہے لیکن دعاؤں میں یہ تفصیل نہیں وہی پہلی دعا کافی ہے اس کو معمول رکھا جائے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا قبول فرمالیں گے۔

تشویشات کا علاج وظیفہ نہیں

فرمایا کہ تشویشات کا علاج وظیفہ پڑھنا نہیں بلکہ تدابیر میں اور ہر تشویش کی تدبیر جدا ہے جب کوئی خاص تشویش پیش آئے اس کے متعلق دریافت کیا جائے۔

کسی پر کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہیں

چونکہ حضرت والا اس امر کا انتہا درجہ کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کسی پر ایسا بار نہ ڈالا جائے جو اس کے ذمہ نہ ہو اس لئے خود بھی کسی کا بیجا طور پر ڈالا ہوا بار اٹھانا حضرت کا معمول نہیں۔

دلائل الخیرات پر درود ماثور کی فضلیت

بعضوں کو جن کا معمول دلائل الخیرات کی منزلیں تھیں یہ تجویز فرمایا کہ ایک منزل پڑھ کر یہ دیکھا جائے کہ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے بس روزانہ اتنی ہی دیر کوئی ماثور درود شریف پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

جھگڑنے کے معاملہ میں جوابی رجسٹری کو واپس کردینا

اگر کوئی جوابی رجسٹری بھیجتا ہے تو اس کے متعلق حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ اگر قرائن سے معلوم ہو کہ کوئی جھگڑے کا معاملہ ہے اور بھیجنے والا اس لئے رسید طلب کرتا ہے کہ مرسل الیہ خط پانے سے انکار نہ کر سکے تو واپس فرمادیتے ہیں۔

فرمایا کسی مسلمان پر بلا دلیل شرعی کاذب ہونے کا احتمال معصیت ہے۔

عریضہ بدیر بھیجنے پر معذرت کرنے کا جواب

اگر کوئی طالب اپنے عریضہ میں اس کی معافی طلب کرتا ہے کہ بہت دن سے حضرت والا کی خدمت میں عریضہ نہیں لکھا تو اس کو تحریر فرمادیتے ہیں کہ میں کسی کے خط کا منتظر نہیں رہا کرتا۔ معافی چاہنے کی ضرورت نہیں۔ اور ایسے مواقع پر حاضرین سے یہ بھی فرمادیا کرتے ہیں کہ اگر کوئی خط نہ لکھے گا تو میرا کیا نقصان کرے گا خود اپنا نقصان کرے گا مجھ سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت۔

فرمایا کہ قرآن خود پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے اور دوسرے سے سننے میں لطف اور اثر زیادہ ہے

صحبت شیخ کے فوائد

فرمایا کہ پاس رہنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اپنے امراض کو پیش کرنے اور میرے جوابات سمجھ کر ان پر عمل کرنیکا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔

اصلاح کی نیت سے شیخ کے پاس جانا

فرمایا کہ اگر محض ملاقات کیلئے آئیں تو جس طرح چاہیں چلے آئیں لیکن اگر اور کچھ ارادہ ہو (یعنی اصلاح کا) تو مجموعی طور پر نہ آئیں بلکہ ہر شخص تنہا آئے ورنہ نفع نہ ہوگا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے مناسب حال برتاؤ کرنا چاہیے۔ اور اگر سب ایک ساتھ آئے تو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا پڑے گا۔ اگر کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا مناسب ہوا تو اس کے اپنے ساتھیوں سے شرمندگی ہوگی۔ بس ہر شخص کا الگ الگ آنا ہی ٹھیک ہے۔

بیعت یا تعویذ و دعا کیلئے سفر مناسب نہیں

حضرت والا محض بیعت کیلئے سفر کی نہ اجازت دیتے ہیں نہ بوجہ غیر ضروری ہونے کے محض اس غرض کے لئے کسی کا آنا پسند فرماتے ہیں کیونکہ بیعت بذریعہ خط کے بھی ہو سکتی ہے اسی طرح محض دعا یا تعویذ کیلئے بھی کسی کا آنا پسند نہیں فرماتے۔

انتظامات کو دوسروں کے سپرد کرنا

فرمایا کہ انتظامات کو دوسروں کے سپرد کر کے مطمئن ہو جانے کو ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کیلئے کافی نہیں سمجھتا بلکہ کام سپرد ہونے کے بعد یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آیا وہ کام اچھی طرح ہوا بھی یا نہیں۔

دوسروں پر اعتماد کرنا

فرمایا کہ جب تک کسی کام کو خود کر سکے اس وقت تک تو کرے اور جب اپنے قابو کا نہ رہے تو بجائے اس کے کہ دوسروں کے ذریعہ سے اس کو کرائے اس کو بالکل ہی چھوڑ دے کیونکہ میرا تجربہ ہے

محض دوسروں کے اعتماد پر کام چھوڑ دینے سے وہ کام اکثر مکمل نہیں ہوتا۔

مہمانوں کے ساتھ برتاؤ

حضرت والا کے یہاں صرف بقدر ضرورت و مصلحت ہی مہمانداری ہوتی ہے ضرورت سے زیادہ جھگڑا اپنے سر نہیں لیتے بلکہ جو خاص مہمان ہوتے ہیں ان کی مہمانداری میں بھی اپنا معتد بہ حرج اوقات نہیں ہونے دیتے کچھ دیر خصوصیت کے ساتھ متوجہ رہ کر اور راحت و آرام کے سب ضروری انتظامات کر کے اور اجازت لے کر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جب کسی خاص مہمان کی آمد ہوتی ہے تو معمول سے زیادہ تعب برداشت فرما کر پہلے ہی ضروری کام سے فارغ ہو لیتے ہیں تاکہ ان کی جانب متوجہ ہونے کیلئے کافی وقت مل سکے۔ محض خاص مہمانوں سے بات چیت کرنے کیلئے جو ہر روز واپس جانے والے ہوتے ہیں اپنا قیلولہ بھی ناغہ فرما دیتے ہیں اور ڈاک کا کام بھی کچھ دیر کیلئے ملتوی فرما دیتے ہیں۔ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کم قیام کرنے والے جمع ہو جاتے ہیں تو بہت زیادہ وقت افادات میں صرف فرما دیتے ہیں۔ اور بہت جوش و خروش اور سرگرمی کے ساتھ نہایت عجیب و غریب اور نافع حقائق و معارف دیر دیر تک (یہاں تک کہ بعض اوقات کھانے کا وقت بھی بہت موخر ہو جاتا ہے) زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے رہتے ہیں تاکہ آنے والوں کی تسلی بھی ہو جائے بشرطیکہ سچے طالبین کا مجمع ہو یہ فن کا مسلم مسئلہ ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق کا حریص ہونا چاہیے۔

مدد و اعانت میں حضرت والا کی نظر کسی پر نہیں

فرمایا کہ الحمد للہ میں کسی کو اپنا معاون و مددگار نہیں سمجھتا اللہ کے سوا کسی پر میری نظر کہنے کی بات تو نہیں لیکن اس وقت ذکر ہی آ گیا تو کہتا ہوں کہ میں دنیا میں اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہوں سوائے اللہ تعالیٰ کی اکیلی ذات کے کسی کو اپنا نہیں سمجھتا بس یہ سمجھتا ہوں کہ میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں اور ایک اکیلے شخص کے ساتھ ایک اکیلی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ لوگوں کو تو اپنے خدام پر اور محبین پر نظر ہوتی ہے میری کسی پر نظر نہیں۔ میں کسی کو اپنا محب اور معین و مددگار نہیں سمجھتا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے میری خشکی کی کہ میں کسی کو اپنا محب بنانا یا رکھنا نہیں چاہتا جیسے مرنے کے وقت ہر شخص اکیلا ہی جائے گا۔ میں مرنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں۔ کسی کو اپنا ساتھ نہیں سمجھتا اور مبنیٰ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے میری اس

وضع کو محض اپنے فضل وکرم سے نباہ رکھا ہے کیونکہ وہ عین وقت پر غائب سے میری ہر حاجت پوری فرما دیتے ہیں ورنہ اگر احتیاج ہوتی تو سارا استغناء دھرا رہ جاتا۔

ابتدائی ملاقات کا طریقہ

ابتدائی ملاقات کے لئے اصولاً پہونچنے کے بعد جلد ہی ملاقات کر لینی چاہیے۔ ورنہ اجنبی شخص کو دیکھ کر حضرت والا تعارف کے منتظر رہتے ہیں لیکن سلام ومصافحہ کے وقت اس کا لحاظ کر لینا چاہیے کہ حضرت والا باتوں میں مشغول نہ ہوں اور ہاتھ بھی مصافحہ کیلئے خالی ہوں۔ آرام نہ فرما رہے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ غرض موقع ومحل دیکھ کر ملنا بہرحال ضروری ہے۔ اگر مشغول دیکھیں بیٹھ جانا چاہیے انتظار میں کھڑا رہنا چاہیے کیونکہ یہ اعتقاد کی صورت ہے جس سے قلب پر بار ہوتا ہے۔ اگر قبل حاضری حضرت والا سے خط وکتابت ہو چکی ہو تو سب سے اخیر کا خط بھی پیش کر دیا جائے۔ گفتگو بیٹھ کر کی جائے اور صاف اور اتنی آواز سے کہ بآسانی سنائی دے سکے بات پوری کہی جائے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو بلا تاویل اور بلا تامل اس کا اقرار کر لینا چاہیے۔

حضرت والا کی ایک خاص امتیازی صفت

کہ ہر شئی کو اپنی جگہ پر رکھتے ہیں اور جس حالت اور جس وقت کا جیسا مقتضاء ہوتا ہے اس کے مطابق عمل فرماتے ہیں طبیعت کو مصلحت اور عقل پر غالب نہیں ہونے دیتے۔

فرمایا کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کو چاہیے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں برا کرتا ہے۔

صفت استغنائے حضرت والا

چونکہ حضرت والا نہایت استغنا کے ساتھ رہتے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ میرے اہل تعلق بھی نہایت استغنا کے ساتھ رہیں امراء سے میل جول پیدا نہ کریں لیکن خشونت اور بداخلاقی کی اجازت نہیں۔

حریت حضرت والا

فرمایا سب اپنے اپنے کام میں لگے رہیں خواہ مخواہ میری خدمت کیلئے مجھ پر مسلط نہ ہوں تا کہ وہ بھی آزاد رہیں اور میں بھی آزاد رہوں خلاصہ میری مذاق کا حریت ہے کہ چاہے اہانت ہو چاہے تعظیم۔ جس سے آزادی میں فرق آئے اپنی یا دوسرے کی اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے۔ اور ہر مسلمان کا یہی مذاق ہونا چاہیے کہ غیر اللہ سے بالکل آزاد رہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عبدیت مخلوق کی عبدیت کیساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے۔

وظیفہ میں خلل اندازی سے احتیاط

فرمایا کہ میں اس کی احتیاط رکھتا ہوں کہ کسی کے وظیفہ میں خلل انداز ہوں کیونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بڑی غیرت آتی ہے کہ جو بندہ اس کے ذکر میں مشغول ہو اس کو دوسری طرف متوجہ کیا جائے۔

شیخ کے سامنے تسبیح لے کر بیٹھنا

فرمایا جس کو آدمی اپنے سے بڑا سمجھے اس کے سامنے نمایاں طور پر تسبیح لے کر بیٹھنا خلاف ادب ہے کیونکہ یہ ایک دعویٰ کی صورت ہے اس لئے حضرت والا کے مواجہہ میں تسبیح لے کر نہ بیٹھیں یا رومال اوپر سے ڈال کر پڑھیں یا محض زبان سے پڑھتے رہیں۔

شیخ کی مجلس میں باتیں کرنا خلاف ادب ہے

مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرنا خلاف آداب مجلس ہے۔ اس کی حضرت والا ممانعت فرماتے رہتے ہیں کہ اگر بات چیت کرنی ہو تو مجلس سے باہر جا کر کریں اگر کسی سے بہت ضروری اور مختصر مجلس ہی میں کہنے کی مجبوری ہو تو چپکے چپکے نہ کہیں بلکہ اس طرح کہیں کہ حضرت والا بھی سن سکیں نہ تو سرگوشی کریں نہ بہت پکار کر کہیں متوسط آواز سے اور ذرا کھل کر کہیں۔

آداب تخاطب

حضرت والا عام ارشادات میں صرف اہل خصوصیت کو اپنا مخاطب بناتے ہیں۔ مخاطب

کو چاہیے کہ وہ خاص طور سے حضرت والا کی جانب متوجہ رہے اور جو قابل تحسین باتیں ہوں ان پر بشرہ سے اور اگر موقع ہو تو زبان سے اظہار بشاشت کرے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا یہ آداب تخاطب میں سے ہے ورنہ بے حس و حرکت اور ساکت و صامت بیٹھے رہنے سے خطاب کرنے والے کو یہی پتہ نہیں چلتا کہ میرا مخاطب بات کو سمجھتا بھی ہے یا نہیں اور پھر مضامین کی آمد ہی بند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حسب ارشاد حضرت والا آداب تخاطب میں سے یہ بھی ہے کہ سنی ہوئی بات کو بھی اس طرح سنے کہ جیسے پہلے سے سنی ہوئی نہیں ہے تاکہ بات کہنے والے کا دل افسردہ نہ ہو جائے اور جن کو مخاطبت کی اجازت بھی ہو وہ بھی بلاضرورت نہ بولیں زیادہ تر حضرت والا ہی کو کلام فرمانے دیں تاکہ سب حاضرین کو جو زیادہ تر اسی غرض سے مجلس شریف میں حاضر ہوتے ہیں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے مضامین نافعہ سننے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہو۔ نیز حضرت والا کے دوران کلام میں دخل درمعقولات نہ کریں نہ بے جوڑ سوالات کریں نہ اس وقت کوئی اشکال پیش کریں کہ ان سب باتوں سے کلام کا لطف جاتا رہتا ہے اور مضامین کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ اگر کسی تقریر کے متعلق ضروری بات پوچھنی ہو تو ختم مضمون کے بعد سلیقہ کے ساتھ پوچھیں بشرطیکہ مخاطبت کی اجازت بھی پہلے سے حاصل ہو۔

پشت کی جانب سے خطاب

فرمایا کہ راستہ چلتے وقت پشت کی جانب سے کسی قسم کا تخاطب نہایت بدتہذیبی ہے چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت امام ابویوسفؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم کو کوئی پشت کی طرف سے خطاب کرے تو اس کا جواب مت دو کیونکہ اس نے تمہاری بڑی اہانت کی اور تم کو اس نے گویا جانور سمجھا۔ جانوروں ہی کو پشت کی طرف سے خطاب کیا جاتا ہے۔

اخلاص کی زیادتی بھی مانع قبول ہدیہ ہے

فرمایا کہ اخلاص کی کمی تو ہدیہ قبول کرنے کی مانع ہوتی ہی ہے میرے یہاں اخلاص کی زیادتی (یعنی زیادہ جوش محبت) بھی منجملہ موانع کے ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تو جوش محبت میں کچھ نہیں سوجھتا جب جوش ٹھنڈا ہوگا تب حساب کتاب کا ہوش آئیگا کہ دس تو پیر ہی کو دیدیئے۔

شیخ کی عزت دین کی عزت سے ہے

فرمایا کہ ہماری طرف جو کچھ لوگوں کی توجہ ہے وہ سب دین ہی کی بدولت ہے پس ہم کو اس دین کی عزت قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے اگر اس کی عزت نہ رہے تو پھر ہمیں کون پوچھتا ہے۔

ہدیہ کے آداب

(۱) فرمایا کہ ہدیہ اس طرح پیش کرے کہ جس کو ہدیہ پیش کیا جارہا ہے اس کو کسی قسم کی مؤنت نہ اٹھانی پڑے۔

(۲) فرمایا کہ ہدیہ پیش کرنے والے کو ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کردے بلکہ دے کر خود بھی علیحدہ ہوجائے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر کردے۔

(۳) فرمایا کہ درحقیقت ہدیہ وہ ہے جو محض محبت سے ہو اور اس کا قبول کرنا سنت ہے۔

(۴) فرمایا کہ بعض لوگ پہلے ہدیہ پیش کرتے ہیں پھر اپنا کوئی کام بتلاتے ہیں یہ نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے میں کام تو کردیتا ہوں لیکن ہدیہ واپس کردیتا ہوں۔

بزرگوں کے اصل برکات کیا ہیں

فرمایا کہ بزرگوں کے اصل برکات تو ان حضرات کے اقوال واعمال واحوال ہیں ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے۔ لیکن بزرگوں کی شان میں ادنیٰ بے ادبی بھی موجب محرومی برکات باطنی ہے اس لئے باوجود عدم شغف کے بزرگوں کے برکات ظاہری کا بھی بہت ادب کرنا چاہیئے۔

(ف) عدم شغف سے مراد یہ ہے کہ جو آجکل لوگوں نے برکات کے متعلق اعتقاد اور عمل میں غلو کر رکھا ہے اس کو ناجائز سمجھے۔

برکات حاصل کرنے کا طریقہ

فرمایا کہ بزرگوں سے برکات حاصل کرنے کا سہل طریقہ جس میں ان کو کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا یہ ہے کہ اپنی کوئی چیز ان کو عاریۃً دے کر یہ عرض کردیا جائے کہ کچھ دیر اس کو استعمال فرما کر واپس فرما دیں۔

نوزائیدہ بچوں کیلئے تبرک کا طریقہ

چونکہ نوزائیدہ بچوں کے کرتوں کیلئے اکثر حضرت والا سے کپڑا بطور تبرک مانگا جاتا ہے اس لئے حضرت والا اپنے کہنہ مستعمل کرتوں میں سے ایسے بچوں کے ناپ کے چند چھوٹے کرتے قطع کرا کر ایسے موقعوں کے لئے رکھ لیتے ہیں تاکہ وقت پر تردد نہ کرنا پڑے۔

عقیدت سے زیادہ مجھے محبت پسند ہے

فرمایا کہ مجھ کو بہ نسبت عقیدت کے محبت زیادہ پسند ہے چونکہ عقیدت خیالی چیز ہے ذرا میں زائل ہو جاتی ہے اور محبت زائل نہیں ہوتی ہے۔

اصلاح اعمال ذکر و شغل پر مقدم ہے

فرمایا کہ کوئی ذکر و شغل کرتا ہو تو مجھے اس وقت تک اس کی قدر نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے اعمال درست نہ ہوں عمل تو وہ ہے کہ جس میں کوفت ہو اور پھر بھی رضا حاصل کرنے کے لئے اسے کرے اسی طرح چاہیے کہ خود تنگی اٹھائے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔

تہذیب اخلاق و دیانت مقدم ہے تعلیم ظاہری پر

فرمایا مجھ کو علم کے پڑھانے لکھانے کا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت کا کیونکہ لکھنے پڑھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں ہے مثلاً میں اس پر زیادہ نظر نہیں کرتا کہ کس نے جماعت سے نماز پڑھی کس نے نہیں پڑھی۔ اول تو عذر کا احتمال ہے دوسرے اس میں صرف فاعل کا حرج ہے کسی دوسرے کو اذیت نہیں۔ بخلاف اس کے کہ کسی سے کوئی حرکت خلاف تہذیب سرزد ہو اس کا اس لئے اچھی طرح تدارک کیا جاتا ہے کہ اس میں اوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

تجسس سے حضرت والا کی نفرت

حضرت والا تجسس ہرگز نہیں فرماتے البتہ جب کسی کو بے عنوانی ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر تسامح بھی نہیں فرماتے۔ سبحان اللہ یہی طریق شریعت کے مطابق بھی ہے۔

اسلام میں انتظام

فرمایا کہ آج کل لوگوں کو دوسرے کی راحت و تکلیف کا ذرا خیال نہیں اب اگر کوئی انتظام کرنے لگے تو اسے قانون ساز کہتے ہیں۔ ایک صاحب نے تو میرے منہ پر کہا کہ تمہارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ افسوس گویا اسلام میں انتظام نہیں بس اسلام تو ان کے نزدیک بے انتظامی کا نام ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ انگریزوں میں مسلمانوں کا انتظام ہے تو ایک درجہ میں صحیح ہو سکتا ہے۔

انتظام کی ترغیب

فرمایا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے اس سے اپنے کو بھی راحت ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی۔

آنے والی چیز آتی ہے چاہے اس کو لاکھ واپس کیا جائے

حضرت والا اکثر بڑے بڑے بیموں اور منی آرڈروں کو خلاف اصول ہونے کی بناء پر واپس فرماتے رہتے ہیں اور جب وہی واپس کردہ رقم اصول کے مطابق مکرر موصول ہوتی ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اس وقت حضرت والا حاضرین سے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے جو چیز آنے والی ہوتی ہے وہ آتی ہی ہے چاہے اس کو لاکھ واپس کیا جائے۔ پھر کیوں نیت خراب کی جائے اور خلاف اصول کا ارتکاب کیا جائے۔

بدگمانی کا علاج استفسارات سے

ایک طالب نے بدگمانی کا علاج پوچھا تھا۔ تحریر فرمایا کہ وہ بدگمانی اختیار سے ہوتی ہے بلا اختیار۔ اور صرف بدگمانی ہوتی ہے یا اس کے موافق عمل بھی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے مع ایک دو مثال کے لکھو۔

کسی کو مسلسل دیکھنا

اکثر نو واردین حضرت والا کی نشست و برخاست کو اس طرح تکا کرتے ہیں کہ حضرت والا کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے جو نہایت نازیبا حرکت ہے کیونکہ اس سے دوسروں کی آزادی میں فرق

آجاتا ہے۔اور قلب پر بڑا بار ہوتا ہے۔ایسے موقعوں پر اکثر اظہار ناراضی میں یہ فرمایا کرتے ہیں کہ کیا کوئی تماشہ ہورہا ہے جواس طرح مجھے تک رہے ہو۔اگر دیکھنے ہی کا شوق ہوتو اس طرح دیکھو کہ حضرت والا کو یہ محسوس نہ ہو کہ فلاں شخص مجھ کو مسلسل تک رہا ہے یا اہتمام کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

سچائی وصفائی وحریت حضرت والا

فرمایا کہ مجھ میں نہ تواضع ہے نہ تکبر۔سچائی اور صفائی ہے اور طبیعت میں بیساختگی اور سادگی ہے جس کا سبب آزادمزاجی ہے۔

النظام فی الکلام

بار ہافرمایا کہ گو میں متقی و پرہیز گار تو نہیں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل بھی نہیں ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت میں فلاں حالت تغیر کرنا چاہیے۔غرض مجھ کو اپنی کسی حالت پر قناعت نہیں ۔

اندریں رہ می تراش ومی خراش تادم آخر دمے فارغ مباش

چنانچہ سہولت استحضار کیلئے خود ہی ایک شعر تصنیف فرما کر اور اس کی جلی قلم سے ایک موٹی دفتی پر لکھوا کر اپنے ڈسک پر رکھ چھوڑا ہے جس کی نقل یہ ہے النظام فی الکلام۔

اعمال باطنہ اور سالک

کثرت ذکر و قلت تبیان وقت ہیجان طبع کف لسان

سیر عابد ہر شئے یک روزہ راہ سیر عارف ہر دمے تاتخت شاہ

اعمال باطنہ سالک کو کہیں سے کہیں پہونچادیتے ہیں۔حضرت والا اب تک بھی ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی اور دیکھ بھال ہی رکھتے ہیں اور بوجہ دائمی مجاہدہ نفس دائمی ترقی فرمارہے ہیں۔اور یہ وہ ترقی ہے جو ہر وقت ہورہی ہے اور جس کا کسی کو عام طور سے پتہ بھی نہیں چلتا۔اور یہی وہ اعمال باطنہ ہیں جن کے بارے میں حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ وہ سالک کو کہیں سے کہیں پہونچادیتے ہیں۔اور دوسروں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ایسے شخص کو قلندر کہتے ہیں۔اس کو عبادات نافلہ کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے قلب کی نگہداشت کا اور اعمال قلبیہ کا مثلاً جب کوئی واقعہ پیش آیا تو فوراً اس کے قلب نے اس واقعہ کے

متعلق حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاملہ صبر وشکر تفویض عبدیت وغیرہ کا کیا پس وہ ایک مستقبل باطنی عمل ہو گیا اور اس درجہ کا ہوا کہ اس کی بدولت کہیں کا کہیں پہنچ گیا اور چونکہ حوادث بکثرت پیش آتے ہی رہتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے قلب کی نگہداشت میں رہتا ہے اور اس شخص سے بڑھ جاتا ہے جس کو عبادات نافلہ کا اہتمام تو بہت ہے لیکن قلب کی نگہداشت کا اہتمام نہیں بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومیؒ ؎

سیر عابد ہر شبے یک روزہ راہ　　　سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

معیار درویش

فرمایا کہ ایک شیخ کا قول ہے کہ جو درویش اپنی باطنی زیادتی کمی کو ہر دم نہ محسوس کرتا رہے وہ درویش نہیں۔

دوام اطاعت اور کثرت ذکر کی عادت

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب شیخ ہر روز اپنے حالات کی نگرانی اس طریق سے نہ کرے جس سے اس کو یہ تمکین (یعنی دوام اطاعت اور کثرت ذکر کی عادت) حاصل ہوئی تو (عجب نہیں) کہ وہ دھوکہ میں پڑ جائے اور آہستہ آہستہ طبیعت اور عادت قدیمہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر وہ خلوت میں بھی رہنا چاہیے تو انس حاصل نہ ہو بلکہ خلوت سے وحشت ہونے لگے اور یہی حال ہے ان تمام حالات وکیفیات کا جو نفس کی طبیعت وجبلت کے موافق ہیں کہ ان حالات کے حصول پر اعتماد نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ بہت سریع الزوال ہوتے ہیں اور ہم نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے درجہ سے گر گئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو عافیت عطا فرمائے (آمین) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ان الانسان خلق ھلوعا واذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعاً اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے کہ جتنے فضائل نفس کو حاصل ہیں وہ اس کے جبلی اور طبعی نہیں اس لئے ان کا تحفظ واجب ہے۔

بدنظری کا علاج

ایک صاحب علم کو جو حسن پرستی میں مبتلا تھے اس سے اجتناب کی اس عنوان سے ممانعت فرمائی کہ چاہے جان نکل جائے لیکن نظر نہ ڈالی جائے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مجھ میں اس قدر حسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بھی نہایت قرینے اور خوش ترتیبی کے ساتھ رکھتا ہوں۔ اسی طرح حسن صورت کی طرف بھی

بیحد کشش ہوجاتی ہے حظ فاصل ہوتا ہے اس پر بزبان عربی یہ فصیح و بلیغ جواب ارقام فرمایا بعضہ خیر فاشکر واعلیھا وبعضہ شرفا صبر واعنھا ای غضوا البصر حیث امر الشارع بالغض ولو بتکلف شدید تحتمل ذھو ق الروح فان اللہ غیور وتشد غیر تہ علی النظر الیٰ ما ینھیٰ اللہ ان ینظر الیہ فالحذ ران یسخط المحبوب الاکبر ۔

عشق کی لذت وکلفت کی مثال

فرمایا کہ اس طریق میں تو عمر بھر لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں اور گویا جنم روگ لگ جاتا ہے۔

بڑی عشق میں ہیں بہاریں مگر ہاں　　گھری خارزاروں سے پھلواریاں ہیں

تعلق مع اللہ کے بعد طریق کی دشواریوں کا خاتمہ

ایک صاحب سے فرمایا کہ اس وقت تو دشواری نظر آرہی ہے لیکن جب قلب میں تعلق مع اللہ پیدا ہو جائیگا تو پھر کوئی دشواری نہ رہے گی ۔ قلب میں خود ہی اصلاح کا تقاضا اور اس وقت اپنی حالت میں تغیرات ضرور یہ کرنے کو خود ہی نہایت خوشی کے ساتھ جی چاہے گا یہ جو قبل از وقت دشواری نظر آرہی ہے وہ محض خیالی ہے ۔

بس چلا چل قطع راہ عشق اگر منظور ہے　　یہ نہ دیکھا اے ہم سفر نزدیک ہے یا دور ہے
مشکلیں عاشق کو ہیں بس قبل از دیوانگی　　کچھ دنوں غم سہہ لیا پھر عمر بھر مسرور ہے

بلکہ پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ اگر کبھی فکر باطنی اور نگرانی نفس میں کمی محسوس ہونے لگتی ہے تو سالک غم نہ ہونے کے غم میں گھلنے لگتا ہے بمصداق ارشاد حضرت عارف رومیؒ ۔

بردل سالک ہزاراں غم بود　　گر زباغ دل خلالے کم شود

غرض یہ باطنی مجاہدات جو حضرت والا کے یہاں کے سلوک میں ہیں بعد چندے دار و مدار زندگی اور غذائے روح ہو جاتے ہیں جن کے بغیر سالک کو چین ہی نہیں پڑتا اور جن کے فقدان کو وہ اپنی موت سمجھتا ہے اور فی الواقع حقیقۃ الامر بھی یہی ہے کیونکہ یہی مجاہدات باطنہ تو اسباب و علامات حیات قلب اور موجب ترقیات باطنہ دائمہ ہیں ۔

غم گیا قلب کی حیات گئی دل گیا ساری کائنات گئی

حضرت والا کا سلوک تو شاہی سلوک ہے

کیونکہ حضرت والا نہ ریاضت کراتے ہیں نہ مجاہدات، نہ ترک تعلقات کراتے ہیں نہ ترک لذات ومباحات بلکہ یہ تاکید فرماتے ہیں کہ خوب راحت وآرام سے رہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور طبیعت میں نشاط رہے جو معین عبادت ہو۔ البتہ معصیت کے پاس نہ پھٹکو اور نفس کی ہر وقت نگرانی رکھو اور ہمت سے کام لو اور بقدر تحمل وفرصت کچھ ذکر وشغل بھی کرتے رہو۔ بس انشاء اللہ مقصود کا حصول یقینی ہے نہ کم کھانے کی ضرورت نہ کم سونے کی ضرورت یہ دونوں مجاہدے آج کل متروک ہیں کیونکہ طبائع میں پہلے ہی سے ضعف غالب ہے البتہ کم بولنا کم ملنا جلنا ضروری ہے لیکن نہ اتنا کم کہ جس سے قلب میں انقباض پیدا ہو جائے، لیجئے یہ شاہی سلوک نہیں تو کیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ درویشی کیلئے کمبل اور گذری کی ضرورت نہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ دے تو دوشالہ اور شاہی میں بھی درویشی حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ طریقہ سے حاصل کی جائے سبحان اللہ حضرت والا نے طریق کو اس قدر آسان فرما دیا ہے کہ کوئی دشواری ہی نہیں رہی۔

اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا

البتہ اگر بے اصول چل کر اس طریق کو خود ہی دشوار کر لیا جائے تو یہ طریق کا نقص نہیں بلکہ چلنے والے کا بے ڈھنگا پن ہے۔

جو آسان سمجھو تو ہے عشق آساں جو دشوار کر لو تو دشواریاں ہیں

فرمایا کہ راستہ تو بالکل صاف اور ہموار ہے لیکن لوگ خود ہی اس کو اپنے سوء استعمال اور اوہام سے دشوار کر لیتے ہیں اور خود اپنے ہاتھوں پریشانیوں میں پڑتے ہیں چنانچہ ایک مولوی صاحب جو بڑے عالم فاضل اور فہیم شخص ہیں وہ بھی اس پریشانی میں مبتلا تھے کہ اب تک تہجد کے وقت بلا الارم (جگانے والی گھڑی) آنکھ ہی نہیں کھلتی افسوس کہ ابھی تک ان خارجی چیزوں کی احتیاج باقی ہے اب تک قلب میں اتنا بھی تقاضہ پیدا نہ ہوا کہ الارم کی حاجت نہ رہے۔ اور خود بہ خود تہجد کے وقت آنکھ کھل جایا کرے۔ حضرت والا نے ان کی تسلی کی کہ آخر کس کس خارجی چیز کی احتیاج سے بچو گے کیونکہ ایک الارم ہی کیا سینکڑوں خارجی چیزوں کی احتیاج ہے لباس کی احتیاج ہے، مکان کی احتیاج ہے اور سینکڑوں ضروریات زندگی کی

احتیاج ہے۔ اور یہ سب خارجی چیزیں ہیں ان سب چیزوں سے بچو۔ جب اتنی ساری خارجی چیزوں کی احتیاج سے نہیں بچ سکتے تو ایک الارم کی احتیاج بھی سہی۔ کس فکر میں پڑے۔ جب خود اللہ میاں ہی نے ہمیں اپنی نعمتوں کا محتاج بنایا ہے تو پھر ہم ان نعمتوں سے کیوں استغناء کی تمنا کریں ؎

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں　　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

عیوب نفس کے اصلاح کا طریقہ

ایک سالک کو تحریر فرمایا کہ اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی رکھیں اور عیوب نفس کے اصلاح کیلئے استحضار و ہمت سے برابر کام لیتے رہیں اور گو شروع میں قدرے تعب ہو لیکن تکرار مخالفت نفس سے پھر انشاء اللہ سہولت ہونے لگے گی۔

تکرار عمل سے عمل میں سہولت

حضرت والا نے فرمایا کرتے ہیں کہ تکرار عمل ہی سے عمل میں سہولت بھی ہونے لگتی ہے لیکن سہولت کے منتظر نہ رہیں عمل بہر حال کرتے رہیں چاہے عمر بھر سہولت نہ ہو۔

ہمت ہی سے کامیابی ممکن ہے

فرمایا کہ وہ ہمت ہی نہیں جس کے بعد کامیابی نہ ہو وہ ہمت کی محض نیت ہے کیونکہ اختیاری کوتاہیوں سے بچنے کیلئے اگر پوری ہمت سے کام لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی نہ ہو۔

کم ہمتی سے عمل میں کوتاہی

فرمایا کہ کم ہمتی سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو فوراً توبہ کرے پھر ہمت سے کام لینے لگیں اور مایوس نہ ہوں۔ نہ اس غم میں پڑیں کہ کوتاہی کیوں ہوگئی۔ کوتاہی کا تدارک بھی عمل سے ہی ہو جائیگا۔ (مکتوب نمبر ۱۱۸ ملقب بہ تسہیل الطریق میں طریق کا مکمل دستور العمل مذکور ہے دیکھ لیں)

ذکر کے تعین کا طریقہ اور ناغہ سے ضرر

جب ذکر و شغل کی اجازت شیخ سے حاصل کر لی جائے تو ذکر کی مقدار بقدر تحمل و فرصت مقرر کریں۔ نہ اتنی کم ہو کہ کچھ مشقت ہی نہ ہو نہ اتنی زیادہ ہو کہ نبھ نہ سکے حتی الامکان اپنے معمولات میں

ناغہ نہ ہونے دیں ناغہ سے بڑی بے برکتی ہو جاتی ہے چلتے پھرتے اور فارغ اوقات میں بھی کوئی ذکر اپنا معمول رکھیں۔

دوام ذکر کی ترغیب

فرمایا کہ اپنا اصل کام ذکر کو سمجھیں جب ضرورت ہو بول لیں اور پھر مشغول ہو جائیں جیسے درزی کپڑا سیتا رہتا ہے اور ضرورت میں بول بھی لیتا ہے لیکن اس کی اصل توجہ کپڑا سینے ہی کی طرف رہتی ہے۔

قلت کلام کی تدبیر

قلت کلام کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ابتدا بکلام نہ کریں الا بضرورت اگر کوئی دوسرا کوئی بات پوچھے تو بقدر ضرورت جواب دیکر پھر ذکر میں مشغول ہو جائیں اسی طرح بلاضرورت کسی کے پاس نہ جائیں۔

سالک کو بلاضرورت میل جول بڑھانا نہ چاہیے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بلاضرورت لوگوں سے میل جول نہ بڑھائیں۔ اگر ذکر وخلوت سے جی اکتا جائے تو بال بچوں میں باہم مشرب احباب میں کچھ دیر دل بہلالیں۔ جب نشاط پیدا ہو جائے پھر اپنے کام میں لگ جائیں۔ حضرت والا مباحات کے انہماک اور بالکلیہ ترک دونوں کو باعتبار نتائج کے مضر فرماتے ہیں۔

محبت الٰہی پیدا کرنے کا طریقہ

اوراد واذکار، نماز، تلاوت وغیرہ جو نیک عمل کرے اسی نیت سے کرے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور اس کی رضا حاصل ہو خالی الذہن ہو کر بطور عادت کے نہ کرے اور جو کیفیت حضور حق کی اس عمل سے پیدا ہو اس کو بعد فراغ بھی محفوظ رکھنے کا برابر خیال رکھے۔ دھن اور دھیان کی اس طریق میں سخت ضرورت ہے۔

فرمایا کہ جمیع مشوشات قلب سے اپنے آپ کو بچائے رکھے جس میں صحت کی حفاظت بھی

داخل ہے کیونکہ جمعیت قلب اس طریق میں مدار نفع ہے۔

خودرائی خود بینی مانع طریق ہے

حضرت والا اس طریق میں خودرائی اور خود بینی کو سب سے بڑا مانع سمجھتے ہیں اور اس شعر کو اکثر فرمایا کرتے ہیں ۔

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست
کفر است دریں مذہب خود بینی و خودرائی

اپنی رائے وتجویز کو فنا کر دینا چاہیے

فرمایا کرتے ہیں کہ کوئی اپنی رائے اور تجویز کو فنا کر کے تو دیکھے پھر اللہ تعالیٰ وہ دولتیں عطا فرماتے ہیں جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں۔اسی میں اتباع شیخ بھی داخل ہے جس کی سخت ضرورت ہے اپنی رائے سے کچھ نہ کرے۔علاوہ ادب طریق کے شیخ کے اتباع میں ہر قسم کی سہولت اور راحت اور بے فکری بھی تو ہے۔لہٰذا بہت جلد اپنے حالات کی اطلاع اور شیخ کی تجویز کی اتباع کا سلسلہ جاری رکھے اور شیخ جس امر میں جو تجویز کرے اس کو بے چون وچرا مان لے اور اسی کے مطابق کامل اعتماد کے ساتھ عمل میں مشغول رہے خواہ کتنا ہی نفس کو ناگوار ہو۔بس اصل چیز کام میں مشغول رہنا ہے۔ثمرات جو اس کے مناسب استعداد ہوں گے۔وہ خود ہی مرتب ہوتے رہینگے۔حضرت والا اس کے متعلق حافظؒ کے یہ اشعار اکثر فرمایا کرتے ہیں ۔

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن	کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند
در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست	بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

فنا اس طریق کا اول قدم ہے اور آخر قدم بھی

فنا کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق کا اول قدم ہے جیسا کہ ایک معنی کر آخر قدم بھی ہے اگر کسی کو حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ اس کو اس طریق کی ہوا بھی نہیں لگی حضرت والا کے یہاں اس صفت کے پیدا کرنیکا سب سے زیادہ اہتمام ہے۔

حقوق العباد کی نگہداشت

حضرت والا کے یہاں حقوق العباد کی نگہداشت کی سخت تاکید ہے۔ بالخصوص وہ حقوق جن میں کوتاہی کرنے سے کسی کو اذیت ہو۔ لہذا اس کا بہت خصوصیت کیساتھ اہتمام رکھیں کہ اپنے کسی قول یا کسی فعل سے کسی کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچے۔

طریقہ اصلاح عیوب

ہر طالب اصلاح کو اپنے عیوب کی اصلاح کرانے کیلئے حسب ذیل طریقہ عمل اختیار کرنا چاہیے وہ حسب ارشاد حضرت والا یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لیں اور جو جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہیں اور ان کا علاج بھی استحضار اور استعمال اختیار و ہمت سے کرتے رہیں اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جائیں ان کا نام کاٹ دیں اور جو رہ جائیں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دیں پھر حضرت والا کی خدمت میں اپنی اصلاح کے متعلق خط لکھنے بیٹھیں تو ان برائیوں میں سے جو اپنے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہو پہلے اس کو لکھیں اگر تعین میں تشویش ہو تو قرعہ ڈال لیں جس عیب کا نام نکل آئے وہی لکھ دیں۔ اور اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اس کی بھی اطلاع کر دیں ایک عیب سے زیادہ ایک بار نہ لکھیں۔ اور اس کی چند مثالیں لکھیں۔ اور جب تک اس عیب کے علاج میں رسوخ نہ ہو جائے برابر اسی کے متعلق خطوط بھیجتے رہیں اور جب رسوخ ہو جائے اور حضرت والا بھی اس رسوخ کی تصدیق فرمادیں اور دوسرا عیب پیش کرنے کی اجازت عطا فرمادیں اس وقت دوسرا عیب پیش کریں۔ بس اسی طرح سارے عیوب کی اصلاح کرائیں۔

حضرت والا کا سلوک جو تتمہ ہے نمبر ۲ کا

حضرت والا نے خود اپنے سلوک کی حقیقت نہایت واضح اور لطیف عنوان سے بیان فرمائی ہے کہ یہاں تو ملاپن ہے ہم نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہے طالب علم ہیں صاحب علم بھی نہیں بس قرآن وحدیث پر عمل کرنا بتلاتے ہیں پھر اسی میں جو کچھ ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور ایسا مل جاتا ہے کہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر من امثالها یعنی ہم جیسوں میں سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے قلب میں اس کا خطرہ تک گذرا مگر ظاہر میں نہ تو حق ہے نہ وجد

وکیفیت ہے نہ کشف وکرامت ہے پھیکا پھاکا طرز ہے جیسے سمندر کی مچھلی کہ خود اس کے اندر نمک ہوتا ہے اوپر سے نمک ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اسی کے اندر کا نمک پکنے کے بعد کھلتا ہے پس یہاں بھی اوپر کا نمک نہیں ہے مگر اندر ہے جو پکنے کے بعد کھلتا ہے لہذا پکانا شرط ہے یعنی عمل میں کوتاہی نہ کرنا اور حضرت والا کے ارشاد فرمودہ اصول کے مطابق کرنا کیونکہ اس طریق میں حسب الارشاد حضرت والا کا ہی کام چلتا ہے۔

کارکن کاربگزر راز گفتار ☆ اندریں راہ کار باید کار

قدم باید اندر طریقت نہ دم ☆ کہ اصلے اُدما دوم بے قدم

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی ☆ مزد اگرمی طلبی طاعت استاد بہ بر

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر قاعدے سے کام کیا جائے تو حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں وصول بطریق جذب ہوتا ہے بطریق سلوک نہیں ہوتا۔ اور یہ جذب برکت ہے اتباع سنت کی کیونکہ اتباع سنت کا ثمرہ بوجہ تشبیہ بالمحبوب کے محبوبیت عنداللہ ہے اور محبوبیت کے لئے جذب لازم ہے۔

مناسبت شیخ پیدا کرنا

فرمایا کہ شیخ سے مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ اس کے افعال واحوال کا تتبع اور استحضار اور اتباع ہے اور مناسبت پیدا ہونیکے بعد پھر شیخ کو خود ظہار اسرار کا جوش ہوتا ہے۔

انسداد سوء ظن وغلو در حسن ظن

فرمایا فہرست اجازت سے کسی کا خارج کرنے کی بناء انقطا خبر کے سبب انتفاء علم اہلیت ہے نہ کہ علم انتفاء اہلیت اور کسی کو داخل کرنے کی بناء ظن غالب ان اوصاف کے درجہ ضرور یہ کا وقوع یعنی رسوخ تقویٰ وصلاح مناسبت کا طریق۔ اہلیت اصلاح اور اوصاف مذکورہ درجہ کاملہ کی توقع ہے جیسے علوم درسیہ کی سند کی بناء اسی کی نظیر ہے۔

اجازت کا مطلب

ف۔ مطلب یہ کہ جیسے علوم درسیہ میں سند فراغ دی جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ابھی

اسی وقت اس کو ان علوم میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر سند دی جاتی ہے کہ اس کو ان علوم سے ایسی مناسبت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر وہ برابر درس مطالعہ میں مشغول رہے تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ اپنی غفلت و ناقدری سے خود ہی اپنی اس مناسبت اور استعداد کو ضائع کر دے تو اس کا الزام سند دینے والوں پر ہرگز نہیں بلکہ خود اسی پر ہے۔ اسی طرح جو کسی کو اجازت دی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ فی الحال ہی اس کو ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر اجازت دی جاتی ہے کہ اس کو فی الحال تو ان اوصاف میں درجہ ضرور یہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور اگر وہ برابر ان کی تکمیل کی فکر اور کوشش میں رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو آئندہ ان اوصاف میں کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔

حضرت والا کی اجازت کا طریقہ

حضرت والا کیف ما اتفق کسی کو مجاز نہیں بناتے بلکہ جب کسی کے متعلق قرائن حالیہ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے تو پھر اس کے حالات کا خاص طور سے بغور تتبع فرمانے لگتے ہیں بلکہ اس تتبع حالات کیلئے بعض کا نام بھی پہلے سے بطور یادداشت کے لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب اس کی اہلیت کے متعلق اپنا ظاہری اطمینان اور باطنی شرح صدر بھی ہو جاتا ہے اس وقت اجازت عطا فرماتے ہیں۔

بعد اجازت بھی شیخ سے استغنا نہ چاہیئے

فرمایا کہ شیخ کے ہوتے ہوئے اس سے استغناء بعد تکمیل بھی نہ چاہیئے۔ کیونکہ گو مجاز ہو جانے کے بعد شیخ سے سلسلہ استفادہ جاری رکھنا درجہ ضرورت میں نہ رہے۔ لیکن ترقیات کے لئے تو پھر بھی اس کی حاجت رہتی ہے بلکہ اکثر احوال میں یہ افادہ درجہ ضرورت میں بھی نہیں رہتا۔ لہٰذا شیخ حق سے استغناء کسی حال میں نہیں چاہیئے۔ اور جنہوں نے اپنے کو مستقل سمجھ لیا ان کی حالت ہی متغیر ہو گئی۔

امور دینیہ میں مشورہ ضروری ہے

حضرت والا تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے سر پر بڑا رہے تو سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں ہی کو بڑا سمجھنے لگے۔ اور ان سے ملا جلا رہے بلکہ امور دینیہ میں بوقت ضرورت ان سے مشورہ بھی لیتا رہے چنانچہ حضرت والا کا اسی پر عمل ہے۔

معمولات

مشورہ کی حقیقت

حضرت والا عموماً امور مباحہ میں کسی کو رائے بھی نہیں دیتے اور فرمایا کرتے ہیں کہ رائے تو اہل تجربہ سے لی جائے میں دعا کرتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آجکل لوگ رائے دینے والے کو نتیجہ کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور اگر نتیجہ مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو الزام دیتے ہیں۔ حالانکہ رائے اور مشورہ دینے کی حقیقت تو صرف یہ ہے کہ دوسرے کو اس امر کے متعلق رائے قائم کرنے میں اعانت اور سہولت ہو جائے باقی رائے اس کو خود ہی قائم کرنی چاہیئے۔

غیر ماہر کا علاج جائز نہیں

جب تک کوئی ماہر طبیب امتحان لے کر مہارت مناسبت فن کی تصدیق نہ کردے میں کسی طبیب کے لئے تحریک نہیں کرتا کیونکہ غیر ماہر کو علاج کرنا جائز نہیں۔

بلا ضرورت مشقت

حضرت والا ضرورت میں تو دوسروں کیلئے بہت کچھ تعب برداشت فرمالیتے ہیں لیکن بلاضرورت اپنے کو مشقت میں نہیں ڈالتے۔

زائد از حاجت چیزوں سے وحشت ہوتی ہے

حضرت والا وقتاً فوقتاً اپنی مملوک چیزوں کا جائزہ لیتے رہے ہیں اس میں سے جو چیزیں ضرورت سے زائد نکلتی ہیں ان کو اپنی ملک سے خارج فرماتے رہتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو زائد از حاجت چیزوں کا اپنی ملک میں ہونا بھی موجب وحشت ہوتا ہے۔

اصول صحیحہ کی پابندی کی ترغیب

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ قواعد ضروریہ اور اصول صحیحہ کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے خود اپنے آپ کو ان کا ہمیشہ پابند بنائے رکھا۔

تعویذ دینے کا طریقہ

حضرت والا جس تعویذ میں کوئی آیت تحریر فرماتے ہیں اس کے اوپر سادہ کاغذ بھی لگا دیتے ہیں تا کہ اس کا بے وضو چھونا جائز ہو جائے اور کسی کو تنگی یا گناہ نہ ہو۔

آمدنی کا چوتھائی حصہ صدقات نافلہ ہیں

حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ علاوہ صدقات واجبہ کے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ ہمیشہ مصارف خیر میں بطور صدقات نافلہ صرف فرما دیتے ہیں۔ ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

کسی پر بیجا بارڈالنا یا عہدے کے اثر سے کام لینا

فرمایا کہ کسی پر بے جا بار ڈالنا یا عہدے کے اثر سے کام لینا شرعاً جائز نہیں۔ اگر کسی مسافر عہدہ دار کیلئے ٹھہرنے کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو اس کو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے۔ وہ بہت سے بہت یہ کرے کہ چلتے وقت مسجد کے مصارف کیلئے کچھ دیدے اس صورت میں مسجد کا بھلا بھی ہو جائیگا اور مسافر کے قلب پر مسجد کے اندر ٹھہرنے سے گرانی بھی نہ ہوگی۔

سائل کو دینے کا طرز

جب کوئی سائل آتا ہے اور حضرت والا کی نیت دو آنے دینے کی ہوتی ہے تو یہ فرماتے ہیں دو پیسے دے سکتا ہوں تا کہ اس کو پھر دو آنے کی قدر ہو اور جب تک وہ دو پیسے ہی پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کر دیتا نہیں دیتے بعضے بدون لئے چلے گئے تو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے حاجت مند ہی نہیں ورنہ دو پیسے کو بھی غنیمت سمجھتے کیونکہ دو پیسے قبول کرنے میں کچھ نقصان تو تھا نہیں کچھ نہ کچھ نفع ہی تھا چاہے تھوڑا ہی سہی۔

مالی اعانت کا طرز

حضرت والا جب کسی کی مالی اعانت کرتے ہیں تو اس کا بہت لحاظ رکھتے ہیں کہ اس کو حرص یا مفت خوری کی عادت نہ پڑنے پائے۔ اور جب وہ اپنی سب تدبیریں ختم کر چکتا ہے اور پھر بھی اس کو احتیاج باقی رہتی ہے اس وقت اعانت فرماتے ہیں اور وہ بھی داشتہ داشتہ تا کہ ایک ساتھ بے فکری نہ

ہو جائے اور جو کچھ ہے اس کی دل سے قدر ہو۔ کیونکہ بے فکری سے نفس کے اندر بہت سے رذائل پیدا ہو جاتے ہیں۔لیکن خود ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بقدر حاجت اس کے پاس پہونچتا رہے چنانچہ اگر وہ کبھی کچھ قرض مانگتا ہے تو اسی مقدار سے کسی قدر کم دے کر فرما دیتے ہیں کہ یہ ہبہ ہے اس کے ادا کرنے کی فکر نہ کرنا کسی موقع پر کمی کو بھی اسی طرح پورا فرما دیتے ہیں۔

دین کا عقل پر غلبہ

حضرت والا مصالح کے مقابلہ میں رد و قبول خلق یا رسمی لحاظ و مروت کا ذرہ برابر خیال نہیں کرتے۔غرض حضرت عقل کو ہمیشہ اپنی طبیعت پر غالب رکھتے ہیں اور اسی طرح دین کو عقل پر۔اور یہ وہی کر سکتا ہے جو بڑا صاحب تمکین اور ابوالحال ہو۔

مصارف خیر

اگر کوئی بڑی رقم مصارف خیر کیلئے آتی ہے تو اس کا حساب بھی رقم بھیجنے والے کے پاس ارسال فرما دیتے ہیں لیکن اگر کوئی خود حساب طلب کرتا ہے تو خود اس رقم ہی کو یہ تحریر فرما کر واپس فرما دیتے ہیں کہ جس کو ہم پر اطمینان نہیں وہ ہم سے یہ خدمت ہی کیوں لے۔

مدارس دیوبند و سہارنپور

حضرت والا کا کئی سال سے یہ بھی معمول ہے کہ اختیاری رقوم میں سے بشرط گنجائش کتابیں خرید کر مدارس دیوبند و سہارن پور میں بھجوا دیتے ہیں۔

استعداد علمی پیدا کرنا

طلباء کے نفع کیلئے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں بس تین چیزوں کا التزام کر لیں پھر چاہے کچھ یاد رہے یا نہ رہے میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ استعداد علمی پیدا ہو جائے گی اول تو سبق کا مطالعہ کریں پھر استاد سے سمجھ کر پڑھیں پھر ایک مرتبہ اپنی زبان سے تقریر کر لیں اور ایک چوتھی بات درجہ استحسان میں ہے وہ یہ کہ آموختہ بھی بالالتزام پڑھتے رہا کریں۔بس پھر نہ رٹنے کی ضرورت نہ محنت کرنے کی۔

نظافت کا طرز اہتمام

اگر کسی کپڑے یا انگلی وغیرہ پر سیاہی وغیرہ کا کوئی ذرا سا بھی داغ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ تو حضرت والا کو وہ اس قدر بدنما معلوم ہوتا ہے کہ اس کو فوراً خاص اہتمام کے ساتھ دھوتے ہیں۔ اسی طرح جس زمانہ میں زکام ہوتا ہے رومال کے ایک گوشہ میں گرہ لگا لیتے ہیں اور جب ضرورت ہوتی ہے اس طرف کے گوشہ میں ناک صاف فرماتے رہتے ہیں تا کہ کل رومال آلودہ نہ ہو اور جو گوشہ آلودہ ہوا ہے بس وہی آسانی کے ساتھ دھولیا جائے۔

تناسب اور ترتیب کا اہتمام

فرمایا کہ مجھ کو تناسب اور ترتیب کا اتنا اہتمام ہے کہ استنجا کے ڈھیلوں میں بھی جو سب سے بڑا ہوتا ہے پہلے اس کو استعمال کرتا ہوں پھر اس سے چھوٹا پھر اس سے چھوٹا۔

کھانے پینے کا طرز

اگر کوئی آبخورے میں بہت سا پانی بھر کر لاتا ہے تو جب اس کو کم کرا دیتے ہیں تب پیتے ہیں ورنہ ایسی وحشت ہوتی ہے کہ تھوڑا بھی نہیں پیا جاتا۔ کسی کا جھوٹا کھانا نہیں کھا سکتے جھوٹا پانی نہیں پی سکتے۔ البتہ ساتھ کھانے میں انقباض نہیں ہوتا۔

کسی کے معمولات کی تفتیش کا عبث ہونا

کسی صاحب معمولات کے معمولات کی تفتیش عبث ہے کیونکہ اتباع امتی کے افعال کا نہیں ہوتا صرف انبیاء علیہم السلام کے افعال واقوال متبوع ہیں تاوقتیکہ کوئی تخصیص کی دلیل قائم نہ ہو۔ یا جس کے افعال کے اتباع کا سنت میں امر وارد ہوا ہو جیسے حضرات خلفاء راشدین یا اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثلاً غرض باستثناء مذکور غیر نبی کی تعلیمات قولیہ کا اتباع ہوتا ہے نہ کہ اس کے معمولات فعلیہ کا۔ کیونکہ ممکن بلکہ غالب ہے کہ اس کے معمولات فعلیہ اس کی خصوصیات میں سے ہوں اور وہ اتباع کرنیوالے کے مناسب حال نہ ہوں۔

حضرت والا کی زیادہ نظر اصلاح ملکات پر ہے

فرمایا کہ میری نظر ملکات پر ہوتی ہے افعال پر نہیں ہوتی کیونکہ افعال تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں درست ہو سکتے ہیں لیکن ملکات کی اصلاح برسوں میں بھی ہونا مشکل ہے مثلاً بے نمازی تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں نمازی ہو سکتا ہے لیکن کبر کا برسوں کے مجاہدوں میں بھی زائل ہونا مشکل ہے۔

حضرت والا کی نصیحت کا منشاء

فرمایا کہ میں جو کچھ کسی کو کہتا ہوں الحمدللہ دل سوزی اور خیر خواہی سے کہتا ہوں تحقیر یا نفرت سے نہیں۔ اس کے افعال کو تو برا سمجھتا ہوں لیکن اس کی ذات کو برا نہیں سمجھتا۔

خاتمہ بالخیر

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ کی یہ برکت ہے کہ جو بلاواسطہ یا بالواسطہ حضرت سے بیعت ہو اس کا بفضلہ تعالیٰ خاتمہ بہت اچھا ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض متوسلین گو مرید ہونے کے بعد دنیادار ہی رہے لیکن ان کا بھی خاتمہ بفضلہ تعالیٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا۔

ازواج محترمات کے متعلق عدل

فرمایا کہ میں تو ایک کی باری میں دوسری کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے اس کی طرف توجہ میں کمی ہو گی جس کی باری ہے اور یہ اس کی حق تلفی ہے۔

ازواج کے ساتھ برتاؤ کا طریق

فرمایا کہ اگر عورت مہر معاف بھی کر دے تب بھی مرد کی غیرت کا مقتضا یہی ہونا چاہیئے کہ وہ پھر بھی مہر ادا کر دے اپنی بیویوں کے ساتھ خود ہی احسان کرنا زیبا ہے نہ کہ الٹا ان کا احسان لینا۔

حسن معاشرت

حضرت والا اپنے گھروں میں بہت ہی نرمی اور لطف و بے تکلفی کا برتاؤ فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات پیرانی صاحبان حضرت والا کے گھر میں تشریف لانے کے وقت اگر کسی کام میں مشغول ہوئیں تو حضرت والا نے نہایت لطف آمیز لہجہ میں فرمایا کہ ہم تو دن بھر کے کام کے بعد تھکے

تھکائے تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغ کو راحت دینے کی غرض سے تمہارے پاس آتے ہیں اور تم اس وقت بھی اپنے کام میں لگی رہتی ہو۔

تواضع

ایک بار حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو بعض اوقات چولہے ہی کے پاس بیٹھ کر کھانا کھالیتا ہوں اور بوقت ضرورت پانی کا گھڑا بھی اٹھا کر رکھ دیتا ہوں۔

حسن معاشرت و بے تعلقی

حضرت والا جب تک گھروں میں رہتے ہیں بے تکلف اور ہشاش بشاش رہتے ہیں۔ مخدومیت کی شان سے نہیں رہتے اور گھر والوں کی طرف ایسے ملتفت رہتے ہیں جیسے ان کے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہو لیکن جب تھوڑی دیر بعد پھر خانقاہ میں تشریف لا کر مشغول بمشاغل دینیہ ہو جاتے ہیں تو پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

ہر محل کا پورا پورا حق ادا کرنا

حضرت والا ہر موقع اور محل کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں لیکن اصل تعلق صرف اپنے محبوب حقیقی ہی سے ہے چنانچہ کسی خاص غلبہ میں ایک بار بطور راز کے فرمایا کہ بعض اوقات تو تعلقات سے اس قدر وحشت ہونے لگتی ہے کہ گو محض وسوسہ اور خطرہ ہی کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ یہ جو تھوڑا بہت تعلق گھر والوں کا لگا ہوا ہے یہ بھی ختم ہو جائے لیکن میں اس وسوسہ کے آتے ہی فوراً ان کی درازی حیات کی بہ تکلف دعا کرنے لگتا ہوں تا کہ اس کا تدارک ہو جائے اور کسی ضرر کا احتمال بھی نہ رہے کیونکہ بعض اوقات قوت خیالیہ سے بھی دوسرے کو ضرر پہونچ جاتا ہے۔

اہل کے ساتھ حسن معاشرت کی تاکید

حضرت والا بیویوں کے ساتھ سلوک کرنے کی عام طور سے بہت تاکید کرتے رہتے ہیں کہ عورتیں بیچاریاں ہر طرح بس شوہر کے رحم پر ہوتی ہیں۔ سوائے شوہر کے اور ان کا کون ہوتا ہے لہٰذا بہر حال رحم ہی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اور ہندوستان کی عورتیں تو عموماً اپنے شوہر کی فدائی ہوتی ہیں ان کے

او پر تشدد تو اور بھی بے رحمی ہے اور عموماً عفیف بھی ایسی ہوتی ہیں جیسے حوریں جن کے صفت قرآن مجید میں قاصرات الطرف فرمائی گئی ہے چنانچہ مردوں میں تو نامحرم کے وسوسوں سے شاید ہی کوئی بچا ہوا ہو اور شریف عورتیں قریب قریب سب ہی ایسی ہیں کہ ان کو کبھی عمر بھر کسی غیر مرد کا وسوسہ تک نہ آیا۔

اہل کے راحت وعافیت کا بے حد خیال

حضرت والا کو اپنے دونوں گھروں کی راحت وعافیت کا بہت ہی زیادہ خیال رہتا ہے چنانچہ دونوں کی بیماریوں کے علاج کیلئے متعدد بار ہر قسم کی تکلیفیں اور اخراجات برداشت فرما کر دور دور کے شہروں میں خود اپنے ہمراہ لے گئے اور بعض دفعہ زنانے شفاخانوں میں بھی ٹھہرا کر ان کا علاج کرایا اور باہر میدان میں خیمہ نصب کر کے اس میں قیام فرمایا۔

ادائے حقوق اہل وحفظ حدود

ایک بار حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا چھت پر سے گر پڑیں اس وقت حضرت والا خانقاہ میں فجر کی سنتیں پڑھ رہے تھے اسی دوران اطلاع ہوئی حضرت والا نے فوراً نیت توڑ دی اور گھر تشریف لے جا کر ان کی تیمارداری فرمائی۔ جب سب ضروری انتظامات فرما چکے اس وقت واپس تشریف لا کر نماز فجر ادا کی۔ ایسی حالت میں نیت توڑ دینا واجب تھا۔ کمافی الدر المختار باب ادراک الفریضة یجب القطع لنحو انجاء غریق او حدیق۔

ف: سبحان اللہ کیا ادائے حقوق اور حفظ حدود ہے ورنہ زاہدان خشک تو نماز تو درکنار ایسے مواقع پر وظیفہ بھی چھوڑنا خلاف زہد سمجھتے ہیں جو سراسر حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔

بیویوں کی آسائش کی فکر

حضرت والا نے اس بناء پر کہ اپنے بعد بھی بیویوں کی آسائش سنت ہے چنانچہ (ترمذی کی ایک حدیث مرفوع میں اس کی تصریح بھی ہے اور نیز امر طبعی بھی ہے) اپنے بعد اپنی دونوں ازواج محترمات کی کفالت کیلئے اپنے بہت ہی خاص مخصوصین کو بعنوان عام وصیت بھی فرمائی ہے۔

حفظ حقوق، صفائی معاملات امانات کا تحفظ

حضرت والا کو دوسرے کے حفظ حقوق کا غایت درجہ اہتمام ہے اور یہ حضرت والا کے خصوصیات خاصہ میں سے ہے چنانچہ اگر کبھی تھوڑا سا بھی مسجد کا گرم پانی وضو سے بچ جاتا ہے تو اس کو بھی سقاوہ ہی میں جا کر ڈال آتے ہیں تا کہ مسجد کا اتنا سا مال بھی ضائع نہ جائے۔ اسی طرح حضرت والا کو صفائی معاملات اور امانات کو خلط سے محفوظ رکھنے کا بڑا اہتمام ہے۔

تعلیم دین کی وصیت

وصیت فرمائی کہ میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بے حد کثرت ہے اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

طلبا کو وصیت خدمت واہل اللہ کی صحبت

وصیت فرمائی کہ طلبا کو وصیت کرتا ہوں کہ نری درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت و صحبت و نظر عنایت پر۔ اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں ۔

بے عنایت حق و خاصان حق　　　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

وصایا عامہ

فرمایا کہ دینی و دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

(۱) شہوت و غضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔ (۲) بے مشورہ کوئی عمل نہ کریں۔ (۳) کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جب کہ دوستی کے درجہ تک پہونچ جائے۔ پھر خصوص جب کہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنالیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔ (۴) اسی طرح کثرت کلام اگر چہ مباح کے ساتھ ہو سخت مضر ہے (۵) غیبت قطعاً چھوڑ دیں (۶) بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔

(۷) بدون سخت تقاضہ کے ہمبستر نہ ہوں۔ (۸) بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ (۹) فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔ (۱۰) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ (۱۱) سخت مزاجی وتند خوئی کی عادت نہ ڈالیں۔ رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنائیں۔ (۱۲) ریا وتکلف سے بہت بچیں اقوال وافعال میں بھی طعام ولباس میں بھی۔ (۱۳) مقتداء کو چاہئے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنائے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کیلئے (۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں (۱۵) روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔ اس میں بڑے بڑے دیندار فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔ (۱۶) بلاضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت وتجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ (۱۷) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی باتوں سے احتیاط رکھیں۔ (۱۸) حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں۔ (۱۹) تعلقات نہ بڑھائیں۔ (۲۰) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔ (۲۱) حتی الامکان دنیا ومافیہا سے جی نہ لگائیں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ (۲۲) ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو لولا اخرتنی الیٰ اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین اور ہر وقت یہ سمجھیں کہ شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔ (۲۳) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں حسب وعدہ لئن شکرتم لازیدنکم یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے۔

ترک فضول کا معیار

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ترک فضول کا معیار کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ امر اجتہاد سے یہ دیکھا جائے کہ اگر یہ بات ہم نہ کہیں گے تو اس سے اپنا یا دوسرے کا خفیف یا شدید دنیوی یا دینی ضرر ہوگا ایسی بات تو کہی جائے اور جو ایسی نہ ہو نہ کہی جائے۔ ابتداء میں یہی معیار ہے۔

تفریح طبع کیلئے کلام کرنا فضولیات میں داخل ہے

انہیں صاحب نے دریافت کیا کہ احباب سے تفریح طبع کیلئے کلام کرنا یہ بھی فضولیات میں داخل ہے یا اس کی اجازت ہے اگر اجازت ہے تو کس حد تک فرمایا کہ اوپر کے معیار سے تو ظاہراً خارج ہے لیکن اس کے بالکلیہ ترک سے اکثر طبائع میں ملال وکلال کی کیفیت پیدا ہونے سے فتور وکسل کا احتمال قریب ہوسکتا ہے جو ایک خفیف سا ضرر ہے۔ باقی حد اس کی یہ ہے کہ ایسے وقت اس کو چھوڑ دیا جائے کہ اس کا کسی قدر اشتیاق طبیعت میں رہ جائے۔

زوائد تصوف کی طرف التفات نہ ہو

ایک سالک نے ذکر کا اثر وتصور شیخ کے عدم استقلال کی شکایت لکھی تھی۔ تحریر فرمایا کہ ان چیزوں کو مقصود سے وہ نسبت ہے جیسے باغ کی گھاس پھولوں سے کہ اگر بالکل بھی نہ ہو تو باغ کی روح میں کوئی کمی نہیں بلکہ بعض اوقات جب بڑھ جاتی ہے تو کاٹنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کام میں لگے رہیئے اور ان زوائد کی طرف اصلاً التفات نہ کیجئے۔

ارادہ غیبت کے وقت کف لسان مطلقاً احسن ہے

ایک سالک نے لکھا کہ اب کسی مجلس میں کسی کی نسبت کوئی ایسی بات کہنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جو غیبت میں داخل ہوسکتی ہے تو فوراً یہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس سے معاف کرانا پڑیگا یہ تصور آتے ہی زبان رک جاتی ہے بسا اوقات بولنا شروع کرتا ہوں ساتھ ہی وہ تصور بھی پیدا ہوجاتا ہے اور بجائے اس بات کے کوئی دوسری بات کہہ دیتا ہوں فرمایا کہ عمل حسن ہے اور اس سے احسن یہ ہے کہ دوسری بات بھی نہ کہی جائے بلکہ خاموش ہوجائیں اس میں نفس کا زجر بھی زیادہ ہے نیز دوسروں کیلئے تنبیہ ہے کہ جب کلام کا نامناسب ہونا متحضر ہوجائے اس طرح سے رک جانا چاہیے۔ دوسری بات کی طرف منتقل ہونے میں یہ تنبیہ نہیں جو نفع متعدی ہے۔

غائبین کی غیبت کا تدارک

ایک سالک نے دریافت کیا جن لوگوں کی غیبتیں پہلے ہوچکی ہیں اور ان میں سے بہتوں کے

متعلق اب یاد بھی نہ ہوگا اور بہت سے لوگ دوسری جگہ کے ہوں گے یا ان کی وفات ہو چکی ہوگی اس کے متعلق کیا کروں فرمایا اپنے ساتھ ان کیلئے استغفار ایک حدیث میں وارد ہے غالباً ابوداؤد کی روایت ہے۔

فرمایا کہ سالک کو ہمت سے کام لینا چاہیئے نرے ندم و تمنی سے کچھ نہیں ہوتا۔

یکسوئی کی تحصیل میں دو غلطیاں

ایک سالک نے لکھا کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ یکسوئی و دلجمعی کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق ہوجائے تحریر فرمایا کہ گو حضور اختیاری نہیں لیکن احضار اختیاری ہے جس قدر وسع میں ہو خواہ اس پر حضور مرتب ہو یا نہ ہو۔ اس میں دو غلطیاں ہوتی ہیں ایک احضار کا قصد نہ کرنا دوسرے حضور کا قصد کرنا۔

عارف کبھی دعا کی اجابت سے ناامید نہیں ہوتا

حضرات صوفیہ کا یہ خاص مذاق ہے کہ وہ دعا کی اجابت سے کبھی ناامید نہیں ہوتے بعض اہل اللہ بعض امور کیلئے تئیس سال تک برابر دعا کرتے رہے ۲۳ سال کے بعد اجابت کا ظہور ہوا ان کو اجابت دعا کا یقین تھا اس لئے برابر دعا میں لگے رہے۔ مگر عام لوگوں کی عادت یہ ہے کہ چند روز دعا کر کے جب قبول کے آثار نہیں دیکھتے گھبرا کر دعا چھوڑ دیتے ہیں اور یوں سمجھ لیتے ہیں کہ ہم قبول دعا کے اہل نہیں مسلمانوں نے جہاں اپنی کامیابی کے دوسرے طریقوں سے تغافل برتا ہے افسوس ہے کہ وہ دعا جیسی سہل چیز سے بھی تغافل برت رہے ہیں۔ اگر کم از کم ہر مسلمان عزت اسلام و مسلمین و غلبہ اسلام کے لئے دعا ہی کرتا رہے اور برابر اس میں لگا رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ دنوں کے بعد آثار قبول نظر آجائیں گے فاعتبروا یآ اولی الابصار.

دعا کا طریقہ

حضرات فقہاء اور صوفیہ دونوں نے فرمایا ہے کہ اگرچہ دعا میں ادعیہ ماثورہ کا اختیار کرنا افضل ہے مگر اس کی پابندی کی ضرورت نہیں اگر کسی وقت کسی بات کے لئے اپنی زبان میں اپنے محاورہ میں دعا کرنے کو دل چاہے تو بے تکلف جس لفظ سے چاہے دعا کرے بس اتنی بات کی رعایت ہے کہ حرام چیز کی دعا نہ ہو اور حدود سے تجاوز نہ ہو۔

محبوب کا خطاب

واصل کو اصل فرحت محبوب کے خطاب سے ہوتی ہے۔

عارف طالب دنیا نہیں ہوتا

عارف طالب دنیا نہیں ہوتا۔ زہد اس طریق کا پہلا قدم ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ دل سے دنیا کی محبت اور طلب نکل جائے عارف طالب دنیا نہیں ہوتا طالب آخرت ہوتا ہے اور بقدر ضرورت کسب دنیا زہد کے خلاف نہیں بلکہ مامور بہ ہے۔ اور بلا طلب کے زیادہ مل جائے تو اس کا لے لینا بھی زہد کے خلاف نہیں کیونکہ صحابہؓ میں بعض اغنیاء بھی تھے جن کے پاس ضرورت سے زیادہ مال تھا مگر وہ طالب دنیا نہ تھے خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور مصارف خیر میں صرف کیا کما جاء فی الحدیث من ایوب علیه السلام حین امطر علیه جرادمن ذهب فجعل یحثوه فی ثوبه وقال له ربه. الم اغنک عن هذا قال بلی یارب ولا کن لاغنی لی عن برکتک.

دین میں ایجاد کی دو قسمیں ہیں

ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدین اول بدعت ہے اور دوسری قسم کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے۔ خود مقصود بالذات نہیں لہذا بدعت نہیں۔ سو طریق میں جو ایسی چیزیں ہیں یہ سب تدابیر کے درجہ میں ہیں سو اگر طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے تو یہ بھی بدعت کہلائی جاسکتی ہیں ورنہ نہیں۔

غلو فی الادب جانبین کا ایذا دہ ہے

فرمایا کہ بعض کو ادب میں بھی بہت غلو ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب بے تکلف ہو کر رہیں اور اس کے ساتھ اپنی راحت کا بھی خیال رکھیں اور میری راحت کا بھی۔ اس سے آگے بڑھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور جانبین کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔

صحبت کامل اکسیر اعظم ہے

فرمایا کہ کامل کی صحبت اکسیر اعظم ہے دیکھ لیجئے حضور ﷺ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرامؓ

کیا کچھ ہو گئے۔

حضورؐ آئینہ بھی ہیں

فرمایا حضور ﷺ کو جو شخص خواب میں دیکھے وہ حضور ہی ہوتے ہیں مگر ہیات وحالات کا اختلاف اس لئے ہوتا ہے کہ حضورؐ آئینہ بھی ہیں ایک شخص نے حضورؐ کو خواب میں حقہ پیتے دیکھا۔ میں نے کہا تم نے اپنی حالت دیکھی حضورؐ چونکہ آئینہ ہیں اپنی ہی حالت تم کو نظر آئی۔

حضورؐ کی زیارت خاتمہ بالخیر کی علامت ہے

فرمایا کہ حضورؐ کی زیارت جس کو خواب میں ہو جاتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا پس حضور ﷺ کی زیارت مثالی علامت خاتمہ بالخیر کی ہے۔

فرمایا کہ کامل اجتماع خاطر تو ذکر اللہ ہی سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

قرآن مجید ایک بڑے حاکم کا کلام ہے

بعض مقامات پر قرآن مجید میں ربط کا نہ ہونا تصنیفات کا سا رنگ نہ ہوتا۔ متعارف مناظرہ کا رنگ نہ ہونا۔ کفار کے ساتھ مومنین و مطیعین کا ذکر ہونا اور دونوں کا رنگ بالکل مختلف ہونا ایک کا اثر دوسرے پر نہ ہونا دلیل ہے کہ قرآن مجید ایک شفیق اور بڑے حاکم کا کلام ہے جو انفعال سے منزہ ہیں کسی مصنف اور ناقص القدرت کا کلام نہیں۔

اہل اللہ کے احوال

اہل اللہ کو چونکہ نعمت کی حقیقت زیادہ معلوم ہے (کہ وہ محض عطائے خداوندی ہے ہمارے کسب کو کچھ دخل نہیں) اس لئے ان کو نعمت پر شکر زیادہ ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ جس قدر تعلق ان کو نعمت سے ہے اس سے زیادہ منعم سے تعلق ہوتا ہے ان کی زیادہ نظر منعم پر ہوتی ہے۔ نیز وہ ہر نعمت کو اپنے استحقاق سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ موجودہ پر راضی رہتے ہیں مقصود پر نظر نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے شکایت کی کہ مجھے افلاس زیادہ ہے۔ فرمایا اگر دل میں امن واطمینان ہو۔ بدن میں کوئی مرض نہ ہو ایک دن کا کھانے کو ہو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ اسی لئے اہل اللہ کی یہ شان ہے

کہ اگر مل گیا تو شکر، نہ ملا تو اس کو بھی نعمت سمجھ کر صبر۔ اور عبدیت کی وجہ سے وہ حاجت کی ہر چیز مانگتے ہیں لیکن اگر کوئی چیز نہ ملے تو اس پر بھی راضی رہتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے نعمت ہے۔ ان حضرات کو کسی نعمت کی طلب ہوتی ہے تو وہ بھی اسی کے واسطے کہ جمعیت قلب میسر ہو قلب کو پریشانی نہ ہوتا کہ اطمینان کیساتھ کام میں لگیں۔ اسی لئے ان حضرات کے یہاں جمعیت قلب کا بڑا اہتمام ہے۔

اتباع سنت بھی دین ہے

حضور سرور عالم ﷺ کو جمعیت قلب امت کا اہتمام تھا حضور ﷺ سال بھر کا سامان ازواج کو عطا فرما دیتے تھے گو حضورؐ کی جمعیت اس پر موقوف نہ تھی مگر حضورؐ نے اپنے مذاق مبارک کے خلاف صرف ہماری رعایت کی اور ایسا کر کے اس فعل کو جائز سے آگے بڑھا کر سنت بنا دیا کہ میری امت کو دنیا میں بھی دین کا ثواب ہے کیونکہ اتباع سنت تو دین ہے کیا انتہا ہے شفقت کی کہ ہم نالائقوں کی رعایت سے سال بھر کا خود انتظام فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ امت کو ایسا کرنے سے جمعیت قلب حاصل ہو اور حضورؐ کے ہر فعل میں یہی شفقت ہے کیا یہ شفقت نہیں ہے کہ آپ ساری ساری رات کھڑے ہو کر امت کی سفارش کر رہے ہیں حتیٰ کہ قدم مبارک پر ورم بھی آ گیا۔

ہر نعمت کی قدر کرنا چاہیئے

فرمایا کہ میں خود مال کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس ہاتھ میں جوتا نہیں لیتا جس میں روپیہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نعمت کی تحقیر کا کسی کو کیا حق ہے۔ نعمت وہ چیز ہے کہ ہمارے یہ سارے لمبے چوڑے دعویٰ کمالات کے اور سارا طنطنہ جبھی تک ہے جب تک کہ انہوں نے اپنی نعمت سے نواز رکھا ہے ورنہ ایمان کا سنبھلنا بھی مشکل تھا۔

گھر علیحدہ بنالینا مناسب ہے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ گھر علیحدہ بنالینا مناسب ہے اس کی ضرورت ہے کہ اپنا کوئی جدا ٹھکانہ ہو۔

دوزخ مومن کے لئے موجب تطہیر ہوگی

تطہیر مومن کا طرز مختلف ہوگا کفار سے۔فرمایا کہ اللہ تعالٰی اہل ایمان کے ساتھ ایسے رحیم وکریم ہیں کہ اگر کوئی مومن دوزخ میں بھی جائے گا تو وہ دوزخ بھی دوسرے نوع کی ہوگی یعنی کفار کے لئے تو وہ جیل خانہ ہے اور مسلمان کے لئے حمام ہے اور بعض مومنین کا نور ایمان تو اتنا قوی ہوگا کہ پل صراط پر ان کے گذرنے کے وقت آگ کہے گی اسرع یامومن فان نورک اطفا ناری اے مومن جلدی گذر جا کیونکہ تیرے نور ایمان کی وجہ سے میں ٹھنڈی ہوئی جاتی ہوں۔اگر تو ذرا ٹھہر گیا تو میں پٹ ہو جاؤں گی۔اور بعض ضعیف الایمان جو دوزخ میں جائیں گے بھی تو ان کا جانا تزکیہ وتطہیر کے لئے ہوگا۔ یعنی کفار تو دوزخ میں تعذیب کیلئے بھیجے جائیں گے اور مسلمان تہذیب کیلئے۔جب یہ ہے تو تم میلے کچیلے ہوکر کیوں جاتے ہو پاک صاف ہوکر جاؤ۔پھر حمام کی صورت بھی دیکھنے میں نہ آئے گی۔نیز ایک تفاوت دوزخ میں مومن اور کافر کا کشفی ہے یہ کشف شیخ اکبرؒ ہے کہ مومن دوزخ میں سوئیں گے بھی اور خواب میں دیکھیں گے کہ جنت ہے حور ہیں قصور ہیں۔اور یہ کرنا ایسا ہوگا کہ جیسے کلوروفام سنگھا کر اپریشن کیا جاتا ہے۔ اس لئے دوزخ میں مومن کو موت کی سی حالت دے دی جائے گی۔البتہ جنت میں نیند نہ ہوگی کیونکہ یہ نیند مشابہ موت کے ہے اور جنت میں موت ہے نہیں۔بہرحال دوزخ مومن کے لئے مطہر ہے تو بعض اوقات تطہیر مولم بھی ہوتی ہے۔دیکھیے بعض میل تو ایسا ہوتا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے دور ہو جاتا ہے اور بعض گرم پانی سے اور بعض بدون صابن لگائے دور نہیں ہوتا۔اور بعض بدون بھٹی پر چڑھائے نہیں جاسکتا۔ ٹھنڈے پانی سے مراد توبہ ہے۔گرم پانی سے مراد بیماری وحوادث ہیں۔صابن سے مراد موت ہے بھٹی سے مراد دوزخ ہے۔بس مومن کا دوزخ میں جانا میل کچیل داغ دھبہ سے پاک صاف ہونا ہے یہاں کی آگ میں بھی تطہیر کی خاصیت رکھی گئی ہے۔دیکھئے جیسے گوبر ناپاک مگر جل کر راکھ ہوکر پاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی خدا کی محبت اور عشق میں جل کر فنا ہو جاؤ مٹ جاؤ۔سوختہ افروختہ ہو جاؤ پس پاک صاف ہوکر پہنچو۔اسی کو فرماتے ہیں ۔

افروختن وسوختن وجامہ دریدن ۔۔۔ پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

جنت میں داخلہ

فرمایا کہ نفس ایمان پر بھی دخول جنت ہو جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ دخول اولی نہ ہو۔

کالجوں کے مدرسین

فرمایا کہ اکثر اسکولوں اور کالجوں کے مدرسین اور ماسٹروں کی عقلیں لڑکے ہی چھین لیتے ہیں

خدا کی نعمتیں

فرمایا کہ یہ نعمتیں بھی خدا کی ہیں ان کا طبعاً محبوب ہونا برا نہیں مگر منعم حقیقی اللہ و رسول سے احب یعنی زیادہ محبوب ہونا برا ہے۔

فرح شکر و فرح بطر کا تفاوت

فرمایا کہ نعمتوں پر شکر کے طور پر خوش ہونا یعنی خدا کے فضل و رحمت ہونے کی حیثیت سے اس پر خوش ہونا یہ حق ہے منعم کا جس کے متعلق ارشاد ہے قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفر حوا یہ فرح شکر ہے جو محمود ہے اور ایک فرح بطر ہے یعنی خود ذات نعمت پر ناز کرنا یہ ناشکری ہے منعم کی اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قلب میں نعمت کے زوال کے احتمال کا استحضار نہیں رہتا اسی کے متعلق ارشاد ہے لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین دیکھو قارون بالذات مال سے خوش ہوتا تھا کیا درگت بنی اور اس استحضار زوال کے بعد جو فرح کی کیفیت قلب میں رہ جائیگی وہ عین شکر ہے۔

فرح بطر کو فرح شکر بنانے کا طریقہ

فرمایا کہ جس وقت نعمت پر ناز کا وسوسہ ہو تو اس وقت اس کا مراقبہ کرو کہ اس پر ہماری کیا قدرت ہے تو اس مراقبہ سے فرح بطر جاتا رہے گا فرح شکر باقی رہے گا۔

بے نتیجہ خیالات طریق میں رہزن ہیں

فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ کام میں لگا رہے کہ بے نتیجہ فکروں میں نہ پڑے مثلاً یہ کہ معصیت ہوگئی تھی اس سے توبہ بھی کر لی تھی معلوم نہیں وہ قبول ہوئی یا نہیں۔ آخر اس سے کیا فائدہ کہ اگر کسی وقت زیادہ پریشانی ہو تجدید توبہ کرے اور پھر کام میں لگ جائے۔ مطلب یہ کہ آگے چلنے کی فکر کرے بے نتیجہ

خیالات میں وقت صرف نہ کرے اعمال میں وقت صرف کرے اس طرح یہ خیالات مضر ہیں کہ میں کامل ہوا یا نہیں۔ میں جو کچھ ہوا یا نہیں غرض بے نتیجہ خیالات اس طریق میں رہزن ہیں۔ کام کرنیوالے ایسے چیزوں کو کب دیکھتے ہیں۔ ان کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے۔

تعویذ میں عقیدہ کی خرابی

ایک شخص نے عرض کیا روزگار کیلئے ایک تعویذ دیدیجئے فرمایا کہ روزگار کیلئے تعویذ نہیں ہوتا۔ اگر کچھ پڑھ سکو تو اللہ کا نام بتلا دوں۔ عرض کیا بتلا دیجئے۔ فرمایا کہ بعد نماز عشاء یا وَھَابُ چودہ تسبیح اور چودہ دانے پڑھ لیا کرو۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف۔ اسی شخص نے مری ہوئی زبان سے کہا بہت اچھا۔ اس پر فرمایا طبیعت خوش نہیں ہوئی۔ یہ اعتقاد کی خرابی ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ تعویذ سے نعوذ باللہ خدا پر قبضہ ہو جاتا ہے جس سے وہ خلاف نہیں کر سکتے خواہ مشیت ہو یا نہ ہو اور پڑھنے پڑھانے سے یا دعا کرانے سے کیا ہوتا ہے وہ ان کی مرضی پر ہوتا ہے قبول کریں یا نہ کریں۔

اونی کپڑے کی ناپسندیدگی کی وجہ

فرمایا کہ میں ہدیہ میں اونی کپڑے سے جو خوش نہیں ہوتا تو اس لئے کہ اس میں کیڑا لگ جاتا ہے اور میرے یہاں حفاظت کا اہتمام نہیں ہو سکتا۔ میں کثیر المشاغل ہوں دوسرے ایسے کاموں میں توجہ اور وقت دونوں صرف ہوتے ہیں اور مجھ کو اس سے گرانی ہوتی ہے۔

ہدیہ لینے دینے کے آداب

ہر چیز اور ہر کام میں رسوم کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ حقائق قریب قریب بالکل مٹ ہی گئے کتنا سہل نسخہ ہے کہ ہدیہ دینا چاہو تو مجھ سے پوچھ لو۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ میں ضرورت کی چیز بتلاؤں گا تو دینے والے کی جو نیت ہے کہ اس کو میں ہی استعمال کروں وہ اس صورت میں بالکل محفوظ ہے نہ فروخت کرنے کی ضرورت نہ کچھ۔ ایک حکمت یہ ہے کہ ہدیہ دینے سے مقصود خوش کرنا ہوتا ہے وہ بھی اس صورت میں زیادہ قریب ہے کہ جی چاہی چیز آئی۔ اور جو مروجہ صورت دینے کی ہے اس میں تو دینے والے کا جی خوش ہوتا ہے جو ہدیہ کے مقصود کے خلاف ہے مقصود تو جس کو ہدیہ دیا جائے اس کا خوش کرنا ہے مگر خود ہدیہ لینے والے کو دینے والے کی خوشی کی بھی رعایت ضروری ہے ایسا نہ کرے کہ اسی کے سامنے اس

ہدیہ کو دوسرے کو دیدے کیونکہ اس میں اس کی افسردگی ہے۔

بے تکلفی اور دل کا ملنا شرط اعظم ہے

فرمایا کہ جس قدر الفت اور محبت بڑھتی ہے اسی قدر تکلف جاتا رہتا ہے اور بے تکلفی اور دل کا ملنا شرط اعظم ہے نفع باطن کیلئے مگر اکثر لوگوں کو ان باتوں کی خبر نہیں۔

ہدیہ کا منشا خلوص ومحبت ہونا چاہیئے

فرمایا کہ ہدیہ دینا محبت وخلوص سے ہونا چاہیئے خواہ وہ کسی درجہ کی چیز ہو خواہ وہ فلوس ہی ہو بڑھیا چیز نہ ہو۔

زینت مردوں کے لئے زیبا نہیں

فرمایا کہ میں سب کو تو منع نہیں کرتا لیکن ہاں اکثر لوگ قیمتی کپڑا تکلف اور زینت کی وجہ سے پہنتے ہیں ان کو تو ضرور منع کیا جائے گا اس کا اثر طبیعت پر برا ہوتا ہے۔ ایسے تکلف کی زینت تو عورتوں کے لئے ہے نہ مردوں کے لئے۔

کھانے کی رغبت

فرمایا کہ کسی چیز کے لینے یا کھانے سے عذر کردینا حالانکہ ضرورت ہو تو ابتلا اور کفران نعمت ہے اگرچہ فتویٰ سے عذر کی اجازت ہے (مثلاً رغبت اس کے کھانے کی ہے ہی نہیں)

اصول اسلام راحت بخش ہیں

فرمایا کہ جس قدر غیر مسلم اقوام ہیں سب نے اسلام کے اصول لئے ہیں راحت اٹھا رہے ہیں اور مسلمانوں نے چھوڑ دیئے ہیں پریشان ہیں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔

صفائی روح کی مطلوبیت کی دلیل

حدیث شریف میں ہے نظفوا افنیتکم یعنی گھر سے باہر جو اس کے سامنے میدان ہے اس کو صاف رکھو سو ظاہر ہے کہ جب مکان سے باہر کی صفائی کا اس قدر اہتمام ہے تو خود گھر کی صفائی کس قدر مطلوب ہوگی پھر کپڑے کی اس سے زیادہ اور جسم کی اس سے زیادہ اور روح کی تو کس قدر مطلوب ہوگی۔

مہمان کو بے تکلف کرنے کی تدبیر

فرمایا کہ امام شافعیؒ سماع حدیث کے لئے امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔ کھانے کے وقت خادم نے اطلاع کی کہ کھانا تیار ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا لے آؤ وہ ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور پہلے امام شافعیؒ کے ہاتھ دھلانے چاہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ اسی طرح کھانا رکھتے وقت فرمایا کہ کھانا پہلے ہمارے سامنے رکھو اس کے بعد خود پہلے کھانا شروع کر دیا۔ یہ ترتیب اس وقت کے رسم و تکلف کے خلاف ہے لیکن اس میں ایک بہت بڑے دقیقہ پر امام کی نظر گئی اس لئے کہ مہمان کو پیش قدمی کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی ہے۔ خصوص کھانے میں ابتدا کرتا ہوں مہمان شرماتا ہے۔ آپ نے یہ ترتیب مہمان کو بے تکلف کرنے کے لئے اختیار فرمائی۔

اسلام تمام اخلاق حمیدہ کی جڑ ہے

فرمایا کہ کفر جڑ ہے تمام اخلاق رذیلہ کی اور اسلام جڑ ہے تمام اخلاق حمیدہ کی۔ اس لئے کفر کے ہوتے ہوئے اتفاق ہونا نہایت عجیب ہے۔ اور اسلام کے ہوتے ہوئے نا اتفاقی ہونا عجیب ہے ان دونوں کا سبب کچھ عوارض ہوتے ہیں۔

ہدیہ تطہیر قلب کا ذریعہ ہے

فرمایا کہ ہدیہ دے کر کسی عنایت کی توقع نہایت ہی منکر و قبیح ہے مجھ کو تو یہ پسند نہیں کہ ہدیہ دے کر دعا کے لئے کہا جائے اس لئے کہ ہدیہ تو محض طیب قلب سے اور تطہیر قلب کے لئے ہوتا ہے۔

مولانا قاسم صاحب کا قبولیت ہدیہ

فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ شبہ ہو جائے کہ یہ شخص ہم کو غریب سمجھ کر ہدیہ دے رہا ہے لینے کو جی نہیں چاہتا۔ ہم غریب ہی سہی مگر اس کو کیا حق ہے کہ وہ غریب سمجھ کر دے۔ غرض یہ کہ مولانا رفع حاجت کی مصلحت کی آمیزش کو بھی نہیں پسند فرماتے تھے۔ اور ایک یہ بھی معمول تھا کہ سفر میں ہدیہ لینا پسند نہ فرماتے تھے۔ بعض اوقات پہلے سے آمادگی نہیں ہوتی منہ دیکھ کر خیال ہو جاتا ہے تو طیب قلب سے نہ ہوا۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا قبولیت ہدیہ

فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ پر غالب حالت مجذوبیت کی تھی مگر کوئی شخص رخصت کے وقت ہدیہ پیش کرتا تو قبول نہ فرماتے تھے اور جو شخص آتے ہی دیتا لے لیتے تھے جانے کے وقت دینے کے متعلق فرماتے کہ بھٹیارا سمجھا ہے کہ حساب لگا کر دیتا ہے کہ آٹھ آنے کا کھایا ہوگا لاؤ روپیہ دیدو۔ دیکھئے ہدیہ میں یہاں بھی دوسری مصلحت یعنی ادائے عوض کی مل گئی طیب قلب سے نہ ہوا۔

مولانا گنگوہیؒ کا قبولیت ہدیہ

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مقدار میں ہدیہ نہ لیتے تھے کم مقدار میں لیتے تھے اور لینے کے وقت بے حد شرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری اتنی بڑی حیثیت نہیں اپنے کو ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ بھائی زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ دیدو۔ اس میں بھی یہ راز ہے کہ بعض اوقات زیادہ مقدار میں طیب قلب نہیں ہوتا قلیل مقدار سے شرما کر زیادہ دیتا ہے۔

خاصان حق کی صحبت

فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میں، ان کی دعا میں، ان کی نصیحت میں سب میں نور و برکت ہے۔ دہلی میں جو حکیم نابینا ہیں ان کی نباضی مشہور ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت میں نابینا ہوں بجز نبض کے اور علامات کا مشاہدہ نہیں کرتا نبض شناسی کی دعا کر دیجئے۔ آپ نے نبض کے لئے دعا فرمادی جس میں اس کا کمال شاہد ہے یہ اسی دعا کی برکت ہے۔

باطنی تعلقات کے نفع کا مدار بشاشت پر ہے

خصوص اگر بیعت کے وقت انقباض ہو تو یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ پھر ساری عمر اس کا اثر رہتا ہے

انگریزی دوا کا استعمال

فرمایا کہ انگریزی دوا باستثناً نادر میں خود تو استعمال نہیں کرتا مگر دوسروں کے لئے برا نہیں سمجھتا

کیونکہ ضرورت شدیدہ میں جائز ہے۔

طریق کی حقیقت ومقصود

فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت یہ ہے کہ اعمال مامور بہا طریق ہیں اور رضاء حق اس طریق کا مقصود ہے۔ اس کے آگے جو شیخ کامل تجویز کرتا ہے یا سلف کا معمول رہا ہے وہ سب تدابیر کا درجہ ہے فن طب کی طرح اس طریق میں بھی تدابیر ہیں۔

حصول نسبت کا موقوف علیہ

فرمایا کہ وہ نسب حقیقی کہ بندہ کو خدا کے ساتھ عشق کا تعلق ہو جائے اور حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ رضا کا تعلق ہو جائے یہ موقوف ہے دوام طاعت وکثرت ذکر پر۔ یہ بدوں اس کے نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور نسبت بمعنی کیفیت مطلوب نہیں ہے۔

وقت رحلت کا استحضار

فرمایا کہ الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ مجھ کو اپنے وقت (رحلت) کا کافی استحضار ہے لیکن زبان پر اس لئے نہیں لاتا کہ دوستوں کو رنج ہوگا۔

فلاح کی صورت

مسلمانوں کے فلاح اور بہبود کی صورت اسی میں ہے کہ ہر جگہ انجمن قائم ہو جائیں تاکہ ایک دوسرے کی خبر گیری کرسکیں۔

تصدیق کے درجے

فرمایا کہ تصدیق کے دو درجے ہیں ایک اختیاری اور ایک اضطراری سو ایمان مامور بہ اختیاری ہوتا ہے اور اضطراری میں اکتساب واختیار کو دخل نہیں اس لئے وہ ایمان نہیں بلکہ جو تصدیق اختیاری ہو وہ ایمان ہے اور اختیاری یہ ہے کہ اس پر اپنے جی کو جمانا سمجھانا غرض ایمان وہ ہے جو اختیاری ہو اور گاندھی کو تصدیق اضطراری حاصل ہے ورنہ نماز پڑھا کرے یہ نہ سہی مگر کم از کم اس کو فرض ہی سمجھے اس کو ایک دوسرے عنوان سے سمجھو کہ ایک ہے جاننا اور ایک ہے ماننا جیسے قیصر ولیم، جارج کو بادشاہ جاننا ہے

اور جارج، قیصر ولیم کو بادشاہ جانتا ہے مگر ایک کو ایک مانتا نہیں دونوں کی فوجیں لڑتی ہیں۔ جیسے یہاں فقط جاننے سے اطاعت کا حکم نہیں کیا جا سکتا ایسے ہی گاندھی جانتا ہے مانتا نہیں۔ اس سے ایمان کیسے ہو سکتا ہے اب میں اس سے آگے کہتا ہوں کہ دو طریق ہیں ایک یہ کہ حکیمانہ طریق پر مانتا ہے یعنی جس کو مانتا ہے اس کو اپنے اوپر حاکم مانتا ہے سو بعض لوگ حکیمانہ طریق پر اسلام کی بعض باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں مگر وہ بھی ایمان نہیں ایمان کیلئے اس کی ضرورت ہے کہ حاکمانہ طریق پر مانے ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک یورپین عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم کو نماز اچھی اور پیاری معلوم ہوتی ہے مگر رسول اللہ ﷺ کو اپنے اوپر حاکم نہیں سمجھتی تو اس سے ایمان اور اسلام تھوڑا ہی ثابت ہو سکتا ہے یہ تو ایک حکیمانہ طرز پر تسلیم کرنا ہے جو ایمان کے لئے کافی نہیں۔ حاصل یہ کہ ہر ماننا اسلام نہیں۔

ذکر دوا سمجھ کر کرنا چاہیے

فرمایا کہ بعض طالب شکایت کرتے ہیں ذکر میں لذت نہیں آتی جی نہیں لگتا، وسوسے آتے ہیں تو وہ یہ سمجھ لیں کہ لذت کے لئے یا جی لگنے کے لئے یا وسوسے نہ آنے کیلئے موضوع نہیں دوا ہی سمجھ کر کئے جاؤ تب بھی نفع ہوگا۔

طاعات میں اعتبار دوا اور اعتبار غذا

طاعات میں لذت ہونے نہ ہونے کا ذکر تھا فرمایا کہ ایک لذت ہوتی ہے اور ایک ضرورت ہوتی ہے مثلاً دوا میں لذت نہیں ہوتی ضرورت کے لئے مستعمل ہوتا ہے سو طاعات بعض کے اعتبار سے دوا ہوتی ہے جس میں لذت نہیں ہوتی اور بعض طبائع کے اعتبار سے غذا ہوتی ہے جس میں لذت بھی ہوتی ہے۔

ایک نے عرض کیا کہ حضرت قرآن شریف جو یاد کرنا شروع کرے اور کامیاب نہ ہو کیا بروز قیامت اندھا اٹھے گا۔ فرمایا کہ اگر یہ وعید ثابت ہے تو اندھا وہ اٹھے گا جو کوشش چھوڑ دے (یہ شبہات ادھورے علم سے ہوتے ہیں) اور جو کوشش میں لگا رہتا ہے وہ اس وعید کا مستحق نہیں وہ ایسا ہی اٹھے گا جیسے یاد والے اٹھیں گے۔

شیطانی وسوسہ سے بچنے کی تدبیر

ایک صاحب جو مبتلائے وساوس تھے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیطانی وساوس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ہمت سے شیطان کا مقابلہ کرو اور مقابلہ یہی ہے کہ اس کی طرف التفات مت کرو جیسے کٹ کھنا، کتا بھونکتا ہے بھونکنے دو۔ بھاگنے سے اور زیادہ بھونکے گا۔

خدا پر بھروسہ رکھنا

خلافت کی شورش کے زمانے کا قصہ ہے کہ یہاں پر ایک شخص تھا ہندو راجپوت پرانا آدمی تھا میں صبح کو جنگل سے آرہا تھا وہ مل گیا کہنے لگا کہ کچھ خبر بھی ہے تمہارے لئے کیا کیا تجویزیں ہورہی ہیں اکیلے مت پھرا کرو۔ میں نے کہا جس چیز کی تم کو خبر ہے مجھ کو اس کی بھی خبر ہے اور ایک چیز کی بھی خبر ہے جس کی تم کو خبر نہیں۔ پوچھا وہ کیا میں نے کہا وہ یہ کہ بدون خدا کے حکم کے کسی سے کچھ ہو نہیں سکتا کہنے لگا پھر تو جہاں چاہو پھرو تمہیں کچھ جوکھم (یعنی اندیشہ) نہیں، دیکھئے ایک ہندو کا خیال کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

معاشرت میں حضرت والا کی تعلیم

فرمایا کہ معاشرت کے متعلق میری تمام تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ یہ چاہتا ہوں کہ کسی کی طبیعت پر میری وجہ سے بار یا گرانی نہ ہو۔

زنا، شراب پینے سے اشد ہے

فرمایا کہ خلافت کمیٹی کے زمانہ میں اچھے برے کی تو کوئی تمیز ہی نہ تھی اغراض پرستی، نفس پرستی، ہوا پرستی، دنیا پرستی کا بازار گرم تھا۔ ایک شخص نے ایک حامی کی تحریک سے کہا کہ شراب پر تو پیکٹنگ اور پہرہ لگاتے ہو مگر رنڈیوں پر بھی تو پیکٹنگ اور پہرہ لگاؤ یہ بھی تو برا کام ہے اور یہ بھی کہا کہ اگر دین کی وجہ سے برے کاموں کو روکتے ہو تو جو بھی برے کام ہوں سب کو بند کردو بلکہ شراب پینے سے تو زنا اشد ہے۔ چنانچہ شراب کے نہ پینے پر اگر ظالم حاکم وغیرہ قتل کی دھمکی دے شراب کا پی لینا ایسے وقت جائز ہے اور اگر زنا پر قتل کی ایسی دھمکی دے تو ایسے وقت میں زنا کرنا جائز نہیں تو آپ لوگوں نے زنا کو کیوں نہیں روکا اس

پر پیلٹنگ ہوا نہ پہرا لگا۔ پس معلوم ہوا اور بعض نے اس کی تصریح کی کہ یہ دین اس کا سبب تھوڑا ہی تھا بلکہ سبب اس کا صرف انگریزوں سے دشمنی تھی اس لئے کہ شراب کی آمدنی انگریزوں کو پہونچتی ہے اور رنڈیوں کی آمدنی انگریزوں کو نہیں پہونچتی۔

خطا معاف کر دینا اور عذر قبول کر لینا

فرمایا کہ کسی کی خطا معاف کر دینے پر اور عذر قبول کر لینے پر یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے دوستی اور خصوصیت بھی رکھے بعض اوقات اس پر قدرت نہیں ہوتی اور بعض اوقات بعد تجربہ کے اس کی مصلحت نہیں ہوتی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر اتفاق سے ملاقات ہو جائے تو باہم سلام کر لیں اور اگر ایک طرف سے کوئی ضرورت بات چیت کی ہو تو دوسرا اس کا مناسب جواب دیدے گو مختصر ہی ہو۔ اور اگر ضرورت سے زیادہ بات چیت کا سلسلہ ہونے لگے جس سے بے تکلفی پیدا ہونے کا احتمال ہو عذر کر دے اور جس سے دین کے سبب قطع تعلق کیا ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے چنانچہ حاشیہ علی المؤطا میں ہے ومن خاف من مکالمة احدٍ وصلة مایفسد علیه دینه وید خل مضرة فی دنیا ہ یجوز له بحا نته والبعد عنه ودب هجر جمیل خیر من لخالطة موذیة واما ماکان من جهة الدین والمذهب فهجران اهل البدع والاهوء واجب الی وقت ظهور التوبة.

دلسوزی، ترحم و حفظ حدود حضرت والا

حضرت والا بہار کے قیامت خیز زلزلوں کے حالات سن کر اس درجہ متاثر ہوتے تھے کہ بے چین ہو جاتے تھے اور پر درد لہجہ میں دعائیہ الفاظ اے اللہ رحم فرما۔ اے اللہ رحم فرما بار بار بے اختیار منہ سے نکلنے لگتے تھے۔ و نیز فرماتے بڑا مشکل معاملہ ہے اگر دل برا نہ ہو تو شفقت علی الخلق میں کمی ہوئی جاتی ہے اگر دل برا کرتے ہیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ واقعی حدود کے اندر رہنا بس پل صراط پر چلنا ہے اور پل صراط بعض اہل ذوق کے قول پر دراصل رعایت حدود ہی کی صورت مثالی ہوگی جو تلوار سے بھی تیز اور بال سے بھی باریک ہوگی۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اعانت فرماتے ہیں ورنہ حدود کے اندر رہنا نہایت ہی دشوار امر ہے لیکن اگر بندہ اس کی کوشش اور فکر میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سب آسان فرما دیتے ہیں۔

اہل باطل کا اثر مٹانا

فرمایا کہ مناظروں اور جوابی رسالوں نے اہل باطل کو بہت فروغ دیدیا ہے ورنہ اگر بے پروائی برتی جاتی ان کے رد کی جانب کچھ التفات ہی نہ کیا جاتا تو ان کو اتنی اہمیت حاصل نہ ہوتی جتنی اب حاصل ہوگئی ہے مناظروں سے تو اہل باطل کو فروغ ہوتا ہے اور نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ اہل باطل کا اثر مٹانے کے لئے حق کی تقریر و اشاعت بار بار اور جابجا کرنا البتہ نافع ہے۔

فرمایا کہ میری طبیعت میں تاثر بہت ہے ذرا سے احسان کا بھی میرے اوپر بے حد اثر ہوتا ہے

حضرت حاجی صاحبؒ کا مسلک

فرمایا کہ مسائل مختلف فیہا میں حضرت حاجی صاحبؒ کا اصل مسلک ترک اور تحرز تھا الا بعارض قوی اور فاعل خوش عقیدہ اور خوش نیت پر نکیر نہ فرماتے تھے۔

حضرت والا کا مسلک

فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ عمل تو ہو مضبوط اور رائے میں ہو نرم۔

اعتراضات کا ایک جواب

ایک شخص نے واہی تباہی اعتراضات لکھ کر حضرت والا کی خدمت میں بھیجے تھے۔ تحریر فرمایا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہے مگر مجھے اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم ان کو مشتہر کردو تاکہ لوگ دھوکے میں نہ رہیں۔

آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں

فرمایا کہ آج کل جواب دینا قاطع اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہوجاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی۔

فرمایا کہ تقلیل منافع مالیہ یا فوت جاہ یہ کوئی معتد بہ ضرر نہیں جس کے لئے بڑا اہتمام کیا جائے

حق تعالیٰ کے حکیم اور حاکم ہونے کا مراقبہ

فرمایا کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم

بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں اپنی مخلوق محکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرفات فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کسی کو مجال چون و چرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آئے چونکہ بفضلہٖ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا ہے اس لئے بڑے بڑے حادثہ میں بھی جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمد للہ مجھ کو کبھی نہیں ہوتی طبعی اثر ہونا اور بات ہے۔

حضرت والا کا طبعی تاثر

حضرت والا میں طبعی تاثر اتنا ہے کہ جب حضرت والا کے خواہر زادہ جناب مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا جن سے حضرت والا کو اتنا تعلق شفقت تھا کہ اس کو حضرت والا تعشق کے درجہ تک پہونچا ہوا فرمایا کرتے ہیں تو اسی زمانہ میں خود فرماتے تھے کہ قلب میں بار بار بے اختیار تقاضہ پیدا ہوتا ہے کہ کام چھوڑ کر قبر پر جاؤں لیکن میں بتکلف اس تقاضا کو روکتا ہوں اور اس کے مقتضا پر عمل نہیں کرتا اور اپنے آپ کو کاموں میں برابر مشغول رکھتا ہوں کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر کہیں ایکبار بھی اس تقاضے پر عمل کرلیا تو بس پھر علت ہی لگ جائے گی۔

تحریکات گزشتہ کے متعلق حضرت والا کی رائے

تحریکات کے زمانہ میں چاروں طرف سے ہر قسم کے زور یہاں تک کہ ناجائز زور تک شرکت کے لئے ڈالے گئے لیکن صاف فرمادیا کہ علاوہ اس کے کہ اعتقاد کے خلاف عمل کرنا تدین کے بھی خلاف ہے۔ ایک قوی مانع یہ بھی ہے کہ میرے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کی جماعت وابستہ ہے جب تک مجھ کو شرح صدر نہ ہو جائے میں شریک ہوکر اتنے سارے مسلمانوں کی ذمہ داری کس طرح اپنے سر لے لوں۔ کیا قیامت میں میری گردن نہ ناپی جائے گی۔ تو ان تحریکات کو مسلمانوں کیلئے سراسر مضر اور اس سلسلہ میں اکثر عوام میں جو طریق عمل اختیار کئے جارہے ہیں ان کو ناجائز سمجھتا ہوں نیز میرے نزدیک نتیجہ سوائے ضرر کے اور کچھ نہیں۔ سچ ہے ؎ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

بوجہ مجاہدہ وسوسہ پر مواخذہ نہیں

ہمارے خواجہ صاحب نے ایک بار لکھا کہ بعض اوقات تو اپنے خیالات وساوس کو بالکل کفریہ

سمجھ کر سخت مایوسی اور یاس کے عالم میں ہو جاتا ہوں۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ کفر کیا وہ تو معصیت بھی نہیں ذرا اندیشہ نہ کریں وسوسہ پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ اس میں ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے قرب بڑھتا ہے اور شیطان اس راز سے ناواقف ہے ورنہ کبھی وسوسہ نہ ڈالے۔

ناشکری مذموم کی تعریف

ایک نے لکھا کہ چوری ہوگئی ہے اس کا افسوس سوچنے سے بھی نہیں ہوتا۔ کہیں حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری وناشکری تو نہیں۔ تحریر فرمایا کہ چوری کا حال سن کر چوری کا افسوس اور آپ کے استقلال پر مسرور ہوا ناشکری کا احتمال عجیب ہے ناشکری جو مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناشی ہے منعم کی بے تکلفی سے اور جو چیز منعم کی غایت تعلق سے ناشی ہو وہ محمود ہے اگر اس کا نام کسی کی اصطلاح میں ناشکری ہو وہ حقیقتاً ناشکری نہ ہوگی گو صورۃ ہو۔

خطرات کا علاج

ان کے دفع کا قصد نہ کیا جائے بلکہ اپنے کام میں زیادہ متوجہ ہونے سے سب از خود دفع ہو جائیں گے۔

آلہ مستلزم فعل نیست

ایک طالب نے بذریعہ عریضہ فارسی بغرض حفاظت بندوق رکھنے کی اجازت طلب کی حضرت والا نے استفسار فرمایا کہ اجازت گرفتن چہ مصلحت است۔ انہوں نے لکھا کہ قبل ازیں مریض کبر وزیر علاج حضرت بودم بندوق آلہ کبر معلوم می شود۔ اس پر یہ جواب تحریر فرمایا۔ مگر آلہ مستلزم فعل نیست چنانچہ آلہ زنا نزد ہر کس است و قطعش واجب نیست۔

ف: چونکہ ان حضرات کے دل پاک صاف ہوتے ہیں اور طبیعت میں بے تکلفی اور سادگی ہوتی ہے اس لئے انہیں ایسی باتوں کے کہہ ڈالنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔

ایک ذی علم مولوی نے لکھا جناب کے بعض مطبوعہ وعظ اور تصانیف پڑھیں جن سے بیعت کے شوق میں زیادتی ہوئی۔ تحریر فرمایا مبنیٰ نہایت ضعیف ہے تصنیف کا صحیح ہونا مصنف کے صالح ہونے کی بھی دلیل نہیں نہ کہ مصلح ہونے کی۔

بیعت کیلئے مناسبت شرط بیعت ہے

ان ہی صاحب نے لکھا ہے کہ میں شیروانی، قمیض، ڈھیلی مہری کا پاجامہ، بوٹ جوتا اور ترکی ٹوپی پہنتا ہوں داڑھی فی الحال دو ڈھائی انگل لمبی ہے بڑھانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

جواب: میں صدق سے بہت خوش ہوا میں اس کی جزاء میں صدق ہی سے کام لیتا ہوں وہ یہ کہ آپ کا ظاہر خراب میرا باطن خراب ایسی حالت میں مناسبت مفقود اور خدمت مزعومہ (تعلیم بیعت) کیلئے مناسبت شرط۔

شیخ کے خادم بننے کا شرف

ان ہی صاحب نے لکھا کہ میں اس قابل نہیں کہ حضور کا خادم بننے کا شرف حاصل کرسکوں تحریر فرمایا میں تو مخدوم بنانے کو تیار ہوں مگر مناسبت جو شرط طریق ہے میرے اختیار سے خارج ہے۔

دعا کے لئے داعی کی قبولیت شرط نہیں

اعمال حسنہ کی توفیق کی دعا فرمائیں تحریر فرمایا البتہ دعا کیلئے ہر حال میں حاضر ہوں کیونکہ دعا کے لئے داعی کی قبولیت کی شرط نہیں۔

امیر و غربا کی ملاقات کا طرز

فرمایا کہ غربا و امراء کی ملاقات میں دلجوئی کی رعایت تو امر مشترک ہے مگر کیفیت دلجوئی کی ہر شخص کی جدا ہے اس کی حالت وطبیعت وعادت کے تفاوت سے۔ یعنی امراء کی مجموعی حالت طبیعت وعادت کی ایسی ہے کہ جب تک زیادہ توجہ ان کی طرف نہ کی جائے وہ خوش نہیں ہوتے اور غربا تھوڑی توجہ سے راضی ہو جاتے ہیں اس لئے دونوں کی دلجوئی کے طریق میں ایسا تفاوت مذموم نہیں۔ البتہ غربا کو اٹھایا نہ جائے خود اٹھ جائیں کسی بہانہ سے اور اگر اٹھانا ہی پڑے تو بہت ہی نرمی سے مثلاً یہ وقت میرے آرام یا کام کا ہے آپ بھی آرام کیجئے و مثل ذالک۔

ترک عمل و کسل و تعطل عبدیت نہیں

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ ترک عمل و کسل و تعطل کو عبدیت نہ سمجھا جائے عبدیت کے لئے

حرکت فی العمل لازم ہے وھذا مذلۃ اقد ام کثیر من اھل الطریق حتی وقعو اددطۃ الجبر والا لحاذز عما منھم بانھم اطوع العباد۔

عمل کے وقت تحمل، مشقت بغایت راحت بخش ہے

فرمایا کہ اگر اعتماد ہو بتلانے والے پر اور فہم ہو تو اللہ کا راستہ اس قدر صاف اور آسان ہے کہ دس منٹ کے اندر سمجھ میں آ سکتا ہے دیر اور مشقت جو کچھ ہے وہ عمل میں ہے اور وہ بھی رسوخ میں اور مشقت عین عمل کے وقت ہوتی ہے مثلاً نیند کا غلبہ ہے اور نماز پڑھنی ہے تو اس وقت مشقت ہوتی ہے لیکن اگر اس کو برداشت کر لیا تو نماز پڑھ کر فوراً ایسی راحت میسر ہوتی ہے کہ سبحان اللہ ساری مشقت کا بدل ہو جاتا ہے۔

بعض نفسانی ملکات

نفسانی ملکات کے مقتضا پر عمل نہ کیا جائے ہم اسی کے مکلف ہیں بلکہ مسرت کی بات ہے کہ ان سے اجر بڑھتا ہے عمل کا۔ ایک طالب نے اپنے بعض نفسانی ملکات کا ظاہر کر کے حضرت والا سے ان کی اصلاح چاہی اور ان کے ہونے پر سخت غم و اندوہ کا اظہار کیا کہ وہ مجھ میں کیوں ہیں حضرت والا نے فوراً تسلی فرمائی اور اس تسلی بخش عنوان سے کہ ''ایسے ملکات سے کون خالی ہے یہ تو مجھ میں بھی ہیں ان کے زائل کرنے کی فکر بیکار ہے کیونکہ یہ جبلی ہیں اور جبلت بدلا نہیں کرتی نہ انسان جبلی امور کا مکلف ہے کیونکہ ان کا بدلنا غیر اختیاری ہے البتہ ان کے مقتضاء پر عمل کرنا جبلی نہیں نہ غیر اختیاری ہے۔ لہٰذا ہمت کر کے اختیار سے کام لیا جائے اور ان ملکات کے مقتضاء پر عمل نہ ہونے دیا جائے باقی نفس ملکات چاہیئے جیسے فاسد ہوں وہ اس وقت تک مطلق قابل افسوس نہیں جب تک ان پر عمل نہ ہو۔ بلکہ ایک معنیٰ کر قابل مسرت ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے عمل میں مشقت ہوتی ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اسی کو مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

شہوت دنیا مثال گلخن است　　　　که ازو حمام تقویٰ روشن است

پھر فرمایا کہ ایسا شخص دوسروں کی خوب تربیت کر سکتا ہے اور نفس کی باریک باریک چوریاں بھی پکڑ سکتا ہے کیونکہ اس کو نفس کے اتار چڑھاؤ کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے۔

جبلی صفات سب محمود ہیں

ملکات رذیلہ کے متعلق حضرت والا اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ انسان کے اندر جتنی جبلی صفات ہیں وہ سب محمود ہیں البتہ ان کا بے موقع استعمال کرنا مذموم ہے شیوخ کاملین ملکات رذیلہ کا ازالہ نہیں کرتے نہ ان کا ازالہ ہوسکتا ہے بلکہ امالہ کر دیتے ہیں جیسے اگر انجن الٹا چل رہا ہو تو اس کے اندر جو بھاپ ہے اس کو تو باقی رکھنا چاہیئے کیونکہ بھاپ تو فی نفسہ بڑے کام کی چیز ہے ہاں انجن کی کل کو موڑ دینا چاہیئے تا کہ بجائے الٹا چلنے کے وہ سیدھا چلنے لگے۔

غصہ کا علاج

ایک طالب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ غصہ غیر اختیاری ہے وہ عیب یا گناہ نہیں۔ البتہ اس کا بے موقع صرف کرنا گناہ ہے سو اس کی تدبیر یہ ہے کہ غصہ کے وقت کوئی کاروائی نہ کی جائے جب غصہ ہلکا ہو جائے سوچ کر مناسب اور معتدل کاروائی کی جائے۔

غصہ کے اسباب اور اس کا علاج

ایک صاحب نے غصہ کے آثار منکرہ کو بہت بسط سے لکھ کر اس کا علاج چاہا تھا۔ یہ علاج تحریر فرمایا کہ یہ حالت یا واقعہ دو سبب سے مسبب ہوسکتا ہے ایک یہ کہ غصہ کے وقت اس کے تبعات یاد نہ رہیں۔ دوسرا یہ کہ باوجود یاد رہنے کے قوت و ہمت ضبط کی نہ ہو۔ اگر اول سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ایک پرچہ غصہ مفرطہ کی وعیدوں کا لکھ کر کلائی پر باندھ لیا جائے اس پر نظر پڑتے ہی یاد آ جائیگا۔ اور اگر دوسرا سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً وہاں سے خود علیحدہ ہو جائیں یا مغضوب علیہ کو جدا کر دیں۔ جب ہیجان بالکل فرو ہو جائے اس وقت اطمینان سے سوچا جائے بلکہ کسی عاقل سے مشورہ لیا جائے کہ اس جرم کی کیا سزا مناسب ہے۔ بعد تامل یا مشورہ جو طے ہو اس کو بلا کر اس سزا کو جاری کر دیا جائے مگر ہر حال میں اتنی ہمت کی ضرور ضرورت ہے کہ تدبیر کو اختیار کیا جائے۔

غصہ اور اس کے ہیجان کا علاج

فرمایا کہ غصہ کے وقت کلام بالکل نہ کیا جائے جب ہیجان بالکل ضعیف ہو جائے اس وقت

ضروری خطاب کا مضائقہ نہیں اور اگر اس خطاب کے دوران میں پھر ہیجان عود کر آئے پھر ایسا ہی کیا جائے

قواعد شرعیہ کا مکلّف ہونا

ایک صاحب نے سوال کیا عرفہ کا روزہ جو ہم لوگوں نے رکھا ہے تو کیا اس روزہ کا ثواب ہم کو وہی ملے گا جو واقعی عرفے کے دن کا ہوتا ہے کیونکہ دوسری جگہ سے ذی الحجہ کے چاند کی جو خبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں ذی الحجہ کا چاند انتیس کا نظر آیا تھا ان کے حساب سے تو پرسوں عرفہ تھا کل نہ تھا تو اس حساب سے کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفہ کے دن کا روزہ نہ ہوا فرمایا کہ یہاں کا عرفہ کل ہی تھا پرسوں نہ تھا اور کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفے ہی کا روزہ ہے اور اس روزے کا ثواب ہم کو وہی ملیگا جو عرفہ کے روز کا ملتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلف نہیں فرمایا بلکہ صرف اس بات کا مکلف کیا ہے کہ جو بات قواعد شرعیہ سے ہم کو تحقیق ہو جائے اس پر عمل کریں خواہ واقع میں وہ بات ہو یا نہ ہو۔

اختلافات کا اثر

فرمایا کہ پرانے زمانے کے لوگوں میں اختلافات کا اثر نفرت اور انقطاع کی حد تک نہیں تھا۔

فرمایا کہ زیادہ اذیت تو بے فکری اور عدم اہتمام سے ہوتی ہے۔

توسیع دینے سے قوت عملیہ بڑھتی ہے

فرمایا کہ مصلح کو تدبیر اور تربیت اصلاح کا حق ہے چنانچہ خود حضور ﷺ کی خدمت میں بنی ثقیف کا ایک وفد آیا اور عرض کیا کہ "ہم لوگ اسلام لانے کو تیار ہیں مگر دو شرطیں ہیں۔ ایک تو ہم زکوۃ نہ دیں گے، دوسرے جہاد میں شریک نہ ہوں گے فرمایا منظور۔" دیکھئے ایسی شرطیں قبول کرلیں جو خلاف اسلام تھیں صحابہؓ نے عرض کیا بھی کہ حضور یہ کیسا اسلام ہے کہ نہ جہاد نہ زکوۃ۔ فرمایا میاں اسلام میں آنے تو دو۔ وہ تو پھر سب کچھ کریں گے زکوۃ بھی دیں گے جہاد بھی کریں گے۔ ایمان کی برکت سے ایک نور قلب میں پیدا ہوگا جس سے سب اعمال واجبہ کی توفیق ہو جائیگی تو دیکھئے حضور نے اس وقت سختی نہیں فرمائی۔

ایک مثال اور لیجئے ایک بی بی کو حضورؐ نے نوحہ سے توبہ کرائی تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول

اللہ! ایک نوحہ میرے اوپر قرض چڑھا ہوا ہے اسے اتارنے کی اجازت دیدیجئے پھر توبہ کرلوں گی، اور پھر کبھی نوحہ نہ کروں گی۔ کوئی عورت ان کے کسی عزیز کے مرنے پر آکر روئی ہوگی اس کے بدلے میں رونے کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اس اجازت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ اٹھ کر چلی گئیں تو راستہ ہی سے لوٹ آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے بھی توبہ کرتی ہوں۔

مرید و شیخ کے انشراح سے نفع ہوتا ہے

فرمایا کہ سب سے اقوال وافعال کی تاویل کی اجازت نہیں تاویل یا سکوت وہاں ہے جہاں شاذ ونادر ایسے اقوال وافعال صادر ہوں اور غالب حالت صلاح کی ہو۔ اور جہاں ایسے ہی منکرات کا غلبہ ہو اور اس کا ہر قول وفعل محتاج تاویل ہو اس سے تعلق تو چھوڑ دینا واجب ہے لیکن اس میں پھر ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس زمانہ کے بزرگ اس کے ساتھ ادب کا معاملہ کرتے ہوں تو باوجود تعلق نہ رکھنے کے اعتراض نہ کرے ورنہ اس پر نکیر واجب ہے باقی ہر حال میں چھوڑ دے کیونکہ اگر تعلق رکھے گا تو دل تنگ رہے گا اور نفع ہوتا ہے انشراح سے۔ اور اگر ہر حال میں تاویل ایسی ہی سستی ہو تو ہندوؤں کی بت پرستی کی بھی تاویل ہوسکتی ہے کہ وحدت الوجود کے غلبہ میں بتوں کو پوجتے لگتے ہیں لہٰذا ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ یہ تو مرید کیلئے حکم ہے۔ اور پیر پر بھی واجب ہے کہ بلاضرورت ایسا کوئی فعل نہ کرے جس سے مرید کو شبہ ہو خلاف شرع ہونے کا۔ واقعی اس کا اہتمام تو نہیں چاہئے کہ سب ہمارے معتقد رہیں۔ لیکن اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بلاضرورت ایسا کام نہ کرے جس سے خلاف شرع ہونے کا شبہ ہو اور دوسرے لوگ سوءِ ظن غیبت و بہتان کے گناہ میں مبتلا ہوں دلیل حضرت صفیہؓ والی حدیث ہے جو زیارت کیلئے حاضر ہوئی تھیں جب حضور ﷺ اعتکاف میں تھے۔

مخصوص بننے اور بنانے کی خرابیاں

فرمایا کہ کسی کو نہ مخصوص بنانا چاہیے نہ کسی کو مخصوص بننا چاہیئے بس خادم رہنا چاہیے۔ آجکل یہ باعتبار نتائج کے بہت ہی برا ہے اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اہل تعلق کو رنج ہوتا ہے۔ کہ ہم سے خصوصیت نہیں۔ دوسری خرابی خود اس کے حق یہ ہے کہ اور لوگ اس کے اضرار کے درپے ہوجاتے ہیں تیسری خرابی یہ ہے کہ لوگ اس کو واسطہ حاجات کا بناتے ہیں جس سے اس کا دماغ خراب ہوتا ہے۔

ہمت کے لئے کامیابی لازم ہے

عرض کیا گیا ہے کہ ہمت تو اصلاح نفس کی کی جاتی ہے مگر کامیابی نہیں ہوتی۔ فرمایا وہ ہمت ہی نہیں ہوتی ہمت کی نیت سے ہوتی ہے ہمت کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب فرماتے ہیں خود ارشاد ہے کان سعیھم مشکوراً ورنہ لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا کے خلاف ہوتا۔

شریعت کی رعایت مقدم ہے

ایک بار حضرت والا نے فرمایا کہ باطنی مقام سے محرومی اچھی بہ نسبت اس کے خلاف شریعت ہونے کا اندیشہ ہو۔ سالک کو چاہیے کہ جو حالت قرآن وحدیث پر منطبق نہ ہو اس سے درگذرے مثلاً ہم نے اعلیٰ درجہ کا دودھ برف ڈال کر رکھا لیکن شبہ ہو گیا کہ اس میں سے کچھ دودھ سانپ آکر پی گیا ہے تو اسلم یہ ہے کہ اس دودھ ہی کو چھوڑ دے۔

اخلاق رذیلہ کی اصلاح المکتوبات ملقب بہ عبادۃ الرحمان سے

غصہ کا علاج

ایک سالک نے لکھا کہ غصہ کی حالت بحمد اللہ ایسی نہیں ہوتی کہ بحالت غضب نفس قابو میں نہ رہے اور جنون جیسی حالت ہو جائے مگر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ غصہ کا اثر قلب پر زیادہ دیر تک رہتا ہے اور غصہ کی زیادتی کی وجہ سے بسا اوقات طبیعت کھانے پینے سے رک جاتی ہے اور نیند بھی کم ہو جاتی ہے اور قلب پر اضطراراً ایک قسم کی پریشانی ہو جاتی ہے قلب کو اگر اس سے دوسری جانب متوجہ کیا جائے تو متوجہ نہیں کر سکتا اور غصہ کے بعد ندامت ہوتی ہے اور طبیعت اس کے لئے بے قرار ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ شخص جس پر غصہ ہوا جلد راضی ہو جائے فرمایا جس غصہ کے آثار معاصی ہوں وہ واجب العلاج ہے اور جو آثار یہاں تحریر فرمائے ہیں وہ معاصی نہیں لہذا واجب العلاج نہیں البتہ چونکہ اس سے طبعی کلفت اور ضرر ہوتا ہے اس حیثیت سے اس کی تدبیر کرنا چاہیے مگر یہ تدبیر بتلانا مصلح دین کا کام نہیں ہر تجربہ کار بتلا سکتا ہے۔ سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ اس مغضوب علیہ کے پاس سے فوراً جدا ہو جائے اور فوراً کسی ایسے شغل میں

لگ جائے جس سے فرحت ہو۔

حال:- اور جس غصہ کے آثار معاصی ہوں ان آثار سے اور ان کے علاج سے بھی متنبہ فرمایا جائے۔ تحریر فرمایا ایسے غصہ کے وہ آثار اختیاری ہوں گے کیونکہ معصیت کوئی غیر اختیاری نہیں۔ جب اختیاری ہیں تو اس سے رکنا بھی اختیاری ہے اور اصل علاج بھی کف ہے لیکن اس کف کی اعانت کے لئے امور ذیل مفید ہیں۔

(۱) معاصی پر جو وعید ہیں ان کا استحضار۔

(۲) اپنے ذنوب وعیوب یاد کر کے یہ سوچنا کہ جس طرح میں اپنے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف فرمادے اسی طرح مجھ کو چاہیے کہ اس شخص کو معاف کردوں۔ اور ایک تدبیر مشترک وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ مغضوب علیہ کے پاس سے فوراً جدا ہو جائے۔

حسد کا علاج

جس پر حسد ہوتا ہو اس کے ساتھ احسان و اکرام کا معاملہ کرنا۔ یہ ایک مختصر اور موثر تدبیر ہے امید ہے کہ مفصل تدبیر کی حاجت نہ ہوگی۔ اگر کسی عارض سے اکرام واحسان اس شخص سے جس پر حسد ہوتا ہے دشوار ہو مثلاً وہ شخص بالفعل پاس موجود نہ ہو بلکہ کہیں دور دراز مسافت پر ہو یا اس سے تعارف نہ ہو یا ایسا عالی قدر ہو جس سے اکرام واحسان کرنے کی ہمت نہ ہو تو ایسی صورت میں مجمع میں اس کی خوبیاں بیان کی جائیں۔

ریا کا علاج

بسا اوقات ریا کے اندیشہ سے عمل بھی چھوڑ دیتا ہوں۔ فرمایا ایسا نہ کیا جائے۔ بس اتنا کافی ہے کہ قصداً ریا نہ ہو اس سے زیادہ کا انسان مکلف نہیں۔

معیار قساوت

فرمایا کہ ایک تاثر طبعی ہے ایک تاثر عقلی یا اعتقادی و عملی۔ اول کا فقدان قساوت نہیں ثانی کا فقدان قساوت ہے۔ بس یہ معیار ہے۔

مواظبت علی الاعمال

فرمایا کہ مواظبت علی الاعمال سے خود ترقی ہو جاتی ہے گو اور . ائدنہ ہوں۔

تعلق ومحبت

دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہٗ کے ساتھ تعلق ومحبت زیادہ کریں اور اس زیادت تعلق کے لئے کوئی علاج بھی تجویز فرمائیں۔ فرمایا کہ جو محبت مطلوب ہے وہ بلکہ اس سے زائد حاصل ہے اور جس کی تمنا ہے وہ مطلوب نہیں یہ مسئلہ الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ کی فرع ہے۔

ریا فعل اختیاری ہے

بہت سے اعمال میں ریا کے وساوس پیش آتے ہیں خصوصاً جہر میں۔ اگر ریا کی حقیقت کلیہ سے اور اس کے مذموم ہونے کے واقع سے مطلع فرمایا جائے۔ تو شاید اس قسم کے وساوس سے بچنے میں سہولت ہو۔ تحریر فرمایا کہ ریاء کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی دین کا کام کرنا غرض دنیوی کے لئے ہو گو وہ غرض مباح ہو۔ یا دنیا کا کام کرنا غرض مباح کے لئے جیسے بڑے پیانہ پر خرچ کرنا شہرت ونمائش کے لئے غرض ہونے کے معنی یہ ہیں کہ قصداً اس کام سے اسی غرض کا ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ریا فعل اختیاری ہے اور یہ فعل جب ہو گا قصد سے ہو گا۔ پس اگر بلا اختیار کوئی ناجائز غرض قلب میں آجائے اور اس کو اختیار سے باقی نہ رکھا جائے تو وہ وسوسہ ریا ہے، جس پر اجر ملتا ہے ریا نہیں جس پر مؤاخذہ ہوتا ہے۔

حال:۔ علاج جو حضرت سلمہٗ نے تجویز فرمایا ہے وہ کافی شافی ہے اس کے ساتھ اگر کچھ اور معین بھی ارشاد فرمایا جائے تو بچنے میں اور سہولت ہو گی۔ تحریر فرمایا ان اللہ ینظر الی قلوبکم کا استحضار، اس سے غیرت آئیگی کہ اللہ تعالیٰ قلب میں غیر مرضی خیال دیکھیں۔

حال:۔ بندہ کے اخلاق بہت ہی ناشائستہ ہیں اخلاق کی اصلاح کیلئے دعا فرمائیں تحریر فرمایا یہی خیال انشاء اللہ اصلاح کی علت تامہ کے مثل ہے۔

کبر کا علاج

(۱) کبر کی حقیقت سے متنبہ فرمایا جائے تا کہ انطباق علی الافراد میں سہولت ہو۔ تحریر فرمایا کہ

کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح باطل سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔

علاج:- یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو یعنی زبان سے اپنی تفضیل، دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلاقصد ہے لیکن اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت وعقوبت کا ہے اور اگر زبان سے اس کی مدح وثناء کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم تو اعون فی العلاج ہے۔

(ب) نیز اس سے آگاہ فرمایا جائے کہ کبر میں اور تکبر وحب وجاہ رعونت وشہرت میں کیا فرق ہے۔

تحریر فرمایا عبارا تنا شتی وحسنک واحد کی طرح معتد بہ فرق نہیں۔

(ج) اگر طبیعت میں صرف اپنے کو بڑا سمجھتا ہو فرمایا کہ یہ عجب ہے جو حرمت میں مثل کبر کے ہے۔

(د) یا صرف دوسرے کو حقیر و ذلیل سمجھنا (جو اپنے کسی کمال کی وجہ سے ہو) اس کو بھی شرعاً کبر کہا جائیگا یا نہیں اور اس پر مواخذہ ہوگا نہیں فرمایا کبر میں اصل یہی ہے۔

(س) اور اس کا شرعاً کوئی خاص نام ہے یا نہیں فرمایا اول عجب ثانی کبر۔

(ص) نیز کبر سے اجتناب کیلئے کوئی معین ہو تو مطلع فرمایا جائے تو فرمایا اپنے عیوب کا استحضار دوسرے کے کمالات کا استحضار۔

(ط) رعونت وشہرت وجاہ ونخوت وتکبر کا کبر سے اگر کچھ تغائر ہے اس کو ظاہر فرمایا جائے اور یہ پانچوں اگر آپس میں متغائر ہیں تو رعونت کے لئے علاج تحریر فرمایا جائے اور اگر سب متحد ہیں تو سب کے لئے مشترک علاج تجویز فرمایا جائے فرمایا خواہ لغۃً کچھ فرق ہو مگر محاورات میں سب متقارب ہیں اور اگر تفاوت ہو تب بھی عجب وکبر کے علاج سے ان کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔

بخل کا علاج

(ا) حب مال اگر طبعاً ہو مگر اس کے مقتضا پر کہ (کسب حرام وامساک عن الواجب ہے) عمل نہ ہو معصیت نہیں اور اگر عقلاً ہو کہ مقتضائے مذکور پر عمل ہو تو معصیت ہے اور یہ مقتضا پر عمل کرنا چونکہ اختیاری ہے تو اس کی ضد بھی اختیاری ہے ضد پر بہ تکلف عمل کرنا اور بار بار عمل کرنا اس داعیہ کو ضعیف کر دیتا ہے اور یہی علاج رہے۔

(ب) بسا اوقات طبیعت پر انفاق گراں ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر انفاق کیا جائے تو ثواب نہیں

ہوتا کیونکہ خلوص نہیں ہوتا اور اگر انفاق نہ کیا جائے تو بخل ہے اس کے لئے حضرت سلمہٗ کچھ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان ہو۔ فرمایا بشاشت اور خلوص میں تلازم نہیں۔ بشاشت نہیں ہوتی خلوص ہوتا ہے بلکہ بوجہ گرانی مجاہدہ کا اجر بھی ملتا ہے اس لئے انفاق کرنا چاہیے۔

(ج) دفع بخل کے لئے اگر کچھ اور معین ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے فرمایا مراقبہ واستحضار فنائے مال کا اور رجائے اجر انفاق کا۔

حب دنیا کا علاج

(ا) محبت جو بدرجہ میلان ہے وہ ذمیمہ نہیں اور جو اس میلان کے مقتضاء پر عمل ہو۔ اگر وہ عمل مباح ہے تو اس میں صرف انہماک مذموم ہے۔ اور اگر غیر مباح ہے تو نفس عمل ہی مذموم ہے اور انہماک اور عمل دونوں اختیاری ہیں ان دونوں کی مخالفت بار بار کرنا اس میلان کو مضمحل کر دیتا ہے یہی علاج ہے۔

انہماک کی تعریف

کسی فعل مباح کا خاص اہتمام کرنا کہ وقت کا معتد بہ حصہ اس میں صرف ہو یا ایسی رقم خرچ ہو جس کے خرچ کے بعد قرض یا حقوق واجبہ میں تنگی ہو جائے یا قلب اس میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے یہ انہماک ہے۔

(ب) دفع حب دنیا کے علاج میں اگر اور کچھ معین ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے تحریر فرمایا تذکرہ موت بکثرت۔

عدم توکل علی اللہ کا علاج

(ا) اسباب پر نظر زیادہ رہتی ہے، اسباب کے فوت ہونے سے پریشانی ہوتی ہے قلب میں گویا اسباب ہی پر بھروسہ رہتا ہے تحریر فرمایا یہ طبعی کیفیت ہے جس کا منشا اعتبار بالاسباب ہے اس پر ملامت نہیں، نہ انسان اس کے ازالہ کا مکلف ہے بلکہ ایسا شخص اس کا مامور ہے کہ اسباب کا تہیہ رکھے تاکہ قلب مشوش نہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ نے سال بھر کا ذخیرہ کر کے اس کو سنت کر دیا۔

(ب) توکل کا یہ درجہ کہ اسباب پر نظر زیادہ نہ ہو مستحب ہے واجب نہیں اول تمام اخلاق واجبہ سے فراغت کر لی جائے پھر مستحبات کا سلسلہ شروع ہونے کا وقت ہوگا۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ ان کا زیادہ حصہ

تو واجبات کے ساتھ ہی ساتھ حاصل ہوگا۔اس وقت معلوم ہوگا کہ ان کا زیادہ حصہ تو واجبات کے ساتھ ہی ساتھ حاصل ہوگیا اور بہت ہی کم حصہ باقی رہ جائیگا جو ادنیٰ اہتمام سے راسخ ہو جائے گا۔اس وقت صرف اس حصہ کا طریق عرض کر دیا جائیگا۔

تحصیل خوف ماموربہ کا طریقہ اور اس کی حقیقت

(ا) احتمال المکروہ من العتاب والعقاب اصل ہے خوف کا اور اس کا استحضار اختیاری ہے اسی طرح اس کے مقتضاء پر عمل کرنا یعنی کف عن المعاصی اختیاری ہے اس کف میں اولاً تکلف ہوتا ہے مگر اس کے تکرار سے تکلف کم ہوکر عادت ہوجاتی ہے پھر اس کا ملکہ ہوجاتا ہے کہ کف عن المعصیۃ سہل ہوجاتا ہے۔

(ب) حق تعالیٰ کا خوف قلب میں بالکل نہیں اور قلب میں ضعف اور چین بیحد زیادہ ہے خوف الٰہی پیدا ہونے کی جو تدابیر ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے۔فرمایا کیا قلب میں یہ احتمال بھی نہیں کہ شاید معاصی پر عقاب یا عتاب ہونے لگے چوں کہ یہ احتمال ضرور ہر مومن کے قلب میں ہے اس لئے خوف حاصل ہے اسی احتمال کا استحضار اور کف عن المعاصی بالاستمرار یہ خوف کو ملکہ بنادیتی ہیں اور یہی استحضار وکف عن المعاصی خوف کا قوی معین بھی ہے۔

تحصیل صبر کا طریق

(ا) مصائب کا تحمل قلب پر بہت ہی گراں ہوتا ہے بلکہ کوئی بات خلاف طبع پیش آجائے اس سے قلب میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہوجاتا ہے اور قلب میں اس کی وجہ سے طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں۔امید ہے کہ حضرت اقدس اس کے لئے علاج مرحمت فرمائیں گے۔تحریر فرمایا نہ سبب مذموم ہے، نہ مسبب، دونوں غیر اختیاری ہیں ولایذم مالا اختیار فیہ۔اس لئے ضرورت معالجہ کی نہیں البتہ حدود شرعیہ سے بالاختیار تجاوز کرنا یہ مذموم ہے اور بے صبری اسی کا نام ہے۔

(ب) صبر کی حقیقت شرعیہ سے بھی مطلع فرمائیں گے تحریر فرمایا **حبس النفس علیٰ ما تکرہ عما یکرہ شرعاً** یعنی نفس کی ناگوار باتوں کو تحمل کرنا اس طرح کہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہونے پائے یعنی جزع فزع اور خلاف شرع اقوال سے بچنا۔

(ج) بے چینی اور طبعی اضطراب گو شرعاً مذموم نہیں مگر نفس کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تحریر فرمایا کہ اس تکلیف کا معالجہ فن کی غرض سے خارج ہے۔

(د) بسا اوقات اس کی وجہ سے دینی امور فرائض وواجبات میں خلل واقع ہونے لگتا ہے فرمایا خلل غیر اختیاری یا اختیاری۔

(س) جو مصیبت قلب پر عادۃً شاق ہوتی ہے جیسے والدین یا اولاد کا انتقال۔ اگر کسی کو بوجہ قساوت کے ایسے مصائب پر کچھ گرانی قلب پر نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ اس کو تکلیف ہوگی اور نہ صبر اور نہ اس پر ثواب۔ ایسی صورت میں تحصیل ثواب کی کیا صورت ہے۔ یا وہ شخص اس مصیبت پر صبر کے ثواب سے محروم رہے گا۔ تحریر فرمایا کہ یہ عزم رکھنا کہ اگر مصیبت پر قلق ہو تو صبر کروں گا۔ یہ بھی تحصیل ثواب صبر کے لئے کافی ہے۔

(ص) مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل کبھی تو اختیاری ہوتا ہے فرمایا کہ اس کا تدارک تو اختیاری ہے۔ تدارک کرنا چاہیئے۔

(ط) کبھی غیر اختیاری کہ قلب ایسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ذہول اور غفلت کی وجہ سے دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی۔ فرمایا تو اس سے کوئی ضرر دینی نہیں اور مہتم بالشان ایسے ہی ضرر سے بچنا ہے۔

میرے نزدیک قساوت کی تفسیر یہ ہے کہ

(ا) طاعت کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں تحریر فرمایا طبعی یا قصدی استحضار سے۔

(ب) اور نہ معاصی سے طبیعت میں نفرت ہے۔ تحریر فرمایا طبعی یا قصدی استحضار ہے۔

(ج) بلکہ بسا اوقات طاعات واجبہ مخلوق کے خوف سے اور ان کے طعن ولعن کے ڈر سے ادا ہوتی ہے۔ فرمایا یہ تو ریا ہے۔

(س) اور طاعات کی طرف نہ طبعی رغبت ہوتی ہے اور نہ قصدی استحضار سے اور ایسے ہی معاصی سے نفرت۔ فرمایا رغبت ونفرت طبعیہ غیر مطلوب ہے، رغبت ونفرت اعتقادی کافی ہے اور یہی مامور بہ ہے اس کے مقتضاء پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت ونفرت بھی ہو جاتی ہے اگر نہ ہو تو بھی مضر نہیں۔

(ص) قساوت سے مقصود بندہ کا یہ ہے کہ جیسے بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ حالت صلوٰۃ میں رونے

لگتے ہیں قرآن شریف پڑھنے میں رونے لگتے ہیں۔ وعظ میں وعید کے مضامین سن کر رقیق القلب ہو کر گریہ وبکا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ احقر کو نہ نماز میں رونا آتا ہے نہ قرآن پڑھنے سننے سے رقت قلب ہوتی ہے یہ حالت اگر غیر محمود ہے تو حضرت والا اس کے لئے علاج ارشاد فرمائیں۔ فرمایا یہ امور غیر اختیاریہ ہیں اور ایسے امور میں غیر محمود کا تعلق ہی نہیں ہوتا۔

شکر کی حقیقت

جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری اس حالت کو دل سے خدائے تعالیٰ کا عطیہ اور نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کو جوجوارح سے گناہوں میں نہ استعمال کرنا یہ شکر ہے۔

تحصیل شکر کا طریق

اس کی ماہیت کے اجزا سب افعال اختیاریہ ہیں ان کو بہ تکرار صادر کرنا یہی طریقہ تحصیل اور یہی طریقہ تسہیل ہے۔

طریق تحصیل مراقبہ

زہد۔ اس کی ماہیت قلب رغبت فی الدنیا ہے۔ طریق تحصیل مراقبہ اس کے فانی ہونے کا اور غیر ضروری کی تحصیل میں انہماک نہ کرنا اور طریق تسہیل ہے۔ صحبت زاہدین کی اور مطالعہ حالات زاہدین کا۔

دعا اور توجہات

احقر کو حق تعالیٰ کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ حضرت کی دعا اور توجہات سے احقر ناکارہ خلائق کی اصلاح ان شاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گی۔

جواب تحریر فرمایا کہ میں کیا چیز ہوں مگر حق تعالیٰ کے فضل ورحمت سے سب امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صدق واخلاق

جس طاعت کاارادہ ہواس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے اوراس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے اور یہ موقوف ہے مابہ الکمال کے جاننے پر اسی طرح غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد صرف نیت اور عمل خیر واجر رہ جاتا ہے اور یہ دونوں (نیت وعمل) اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہوگیا۔ آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ ووعید کا اور مراقبہ نیت کا۔ مثال صدق کی نماز کو اس طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ وباطنہ کے ادا کرنا۔ علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے اس کو اختیار کرنا۔ مثال اخلاص کی نماز میں ریاء کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے رضائے غیرحق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے اوراس کے متعلقات ظاہر ہیں۔

اخلاص اور خشوع خضوع کا فرق

اخلاص راجع ہے نیت کی طرف اور خشوع خضوع سکون ہے جوارح وقلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ وباطنہ سے اگر چہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو پس اخلاص خشوع سے مفارق ہوسکتا ہے

نیت مراقبہ

یہ ہے کہ اسکو دیکھ بھال رکھی جائے کہ میری نیت غیر طاعت تو نہیں۔

وساوس

وساوس جو غیر طاعت کے بلا اختیار پیش آتے ہیں ان کے دفع کرنے کا کیا علاج ہے جواب تحریر فرمایا کہ وساوس مخل نہیں اخلاص میں اول تو وہ غیر اختیاری ہیں، دوسرے نماز سے وہ مقصود تو نہیں۔

ارادہ صلوٰۃ کے وقت وساوس کا آنا

ارادہ صلوۃ کے وقت قبیل از تحریمہ ہر چند اس کی کوشش کرتا ہوں کہ غیر طاعت کا وسوسہ قلب میں نہ آئے مگر پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی۔

تحریر فرمایا تو محذور کیا ہوا۔ اخلاص کے خلاف نہ ہونا اوپر معلوم ہوا۔ البتہ اگر قصداً ہوں تو صدق کے خلاف

ہیں۔مگر جب بلاقصد ہوں تو خلاف صدق بھی نہیں۔

قطع تحریمہ کی نوبت

اور بسا اوقات قطع تحریمہ کی نوبت آجاتی ہے فرمایا یہ تو حرام ہے۔

نیت فعل اختیاری ہے

اور مکرر سہ کرر نیت اور استحضار کرنا پڑتا ہے۔اس خیال سے کہ تحریمہ کے وقت نیت نہیں ہوئی اور عزم نہیں ہوا یا تحریمہ کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔فرمایا نیت فعل اختیاری ہے اس وقت دوسری طرف توجہ قصد و اختیار سے نہ ہونا چاہیئے اور بلا اختیار منافی نیت نہیں۔

اخلاص وخشوع کا فرق

جو حضرت اقدس کا ارشاد ہے (اگر چہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو) اس میں اتنا شبہ ہے کہ جب وہ حرکات منکرہ ہیں تو ان میں نیت طاعت کی ہو ہی نہیں سکے گی۔ان میں تو بہر صورت نیت غیر طاعت ہی کی ہوگی۔تحریر فرمایا لازم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ کسی چیز کی بھی نیت نہ ہو عبث حرکات ہوں جو بے پروائی یا عادت کے سبب صادر ہوں خواہ جوارح کے حرکات ہوں یا قلب کے۔

نماز کی حالت

کسی طاعت میں غیر طاعت کا تو قصد نہ ہو مگر دوسری طاعت کا قصد ہو جیسے نماز کی حالت میں ریا کا قصد نہیں اور نہ کسی اور فعل غیر طاعت کا قصد ہے مگر نماز کی حالت میں کوئی قصداً کسی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی اور سفر طاعت کا نظام قصداً سوچتا ہے۔(اگر چہ نماز سے قصد و غرض نظام سفر سوچنے کا نہ تھا) جواب تحریر فرمایا یہ مسئلہ دقیق ہے۔قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے **صلی رکعتین مقبلا علیهما بقلبه**۔دوسری موقوف حضرت عمرؓ کا قول جس میں یہ جزو ہے **انی لاجهز جیشی و انا فی الصلوة** مجموعہ روایتین سے اخلاص کے دو درجے مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگر چہ وہ بھی طاعت ہی ہو۔دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جائے (بلاقصد یعنی جیسے

نماز سے قصد تجہیز جیش کا نہ تھا اور ہو گیا، دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری کا اس طاعت مشغول فیہا سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں ہے کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے پس حقیقت اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں عوارض کے سبب ان میں تفاوت ہو گیا اور درجہ اول اکمل ہے اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے جیسے حضرت عمرؓ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے بالکل خلاف نہیں البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے میرے ذوق میں بصورت عذر خلاف خشوع بھی نہیں اگر ضرورت ہو (اسی کو اوپر عذر کہا گیا ہے) اب اس پر سوال کو منطبق کر لیجئے۔

خشوع اور اخلاص کا دوسرا دقیق مسئلہ

یا نماز صرف اس غرض سے پڑھتا ہے کہ کوئی ناواقف آدمی میری اس نماز کو دیکھ کر اپنی نماز درست کرے ایسی طاعت کا قصد نماز میں مخل اخلاص ہے یا نہیں۔ تحریر فرمایا اس میں خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے اس میں بظاہر خلاف اخلاص ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے مگر میرے ذوق میں اس میں تفصیل ہے کہ شارع کیلئے تو یہ خلاف اخلاص نہیں کیوں کہ وہ اس صورت تبلیغ کے مامور ہیں اور غیر شارع کے لئے مامور بہ نماز میں خلاف احتیاط ہے اور خاص تعلیم کیلئے مستقل نماز کا حرج نہیں۔

قبولیت ہدیہ میں حضرت والا کا طرز

کئی مرتبہ طبیعت کا تقاضا ہوا کہ حضرت سلمہ کیلئے کوئی تھوڑی سی چیز بطور ہدیہ حاضر خدمت کروں لیکن چونکہ حضرت کی طبیعت مبارک کے خلاف ہے اس لئے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ عرض کرنے کی ہمت ہوئی درخواست ہے کہ اگر حضرت والا اجازت فرمائیں تو صرف دو روپیہ کی کوئی چیز (جو حضرت سلمہ پسند فرمائیں) اپنے ساتھ لا کر حاضر خدمت کروں۔ یا اگر احقر کا حاضر ہونا کسی عذر سے ملتوی ہو گیا تو کسی ایسے شخص کے ہاتھ بھیجدوں جو حضرت سلمہ کا خادم ہو۔ تحریر فرمایا۔ حجاب بھی ہوتا ہے مگر آپ کے تبرک سے محرومی بھی گوارا نہیں کوئی خاص چیز ذہن میں نہیں بے تکلف عرض ہے کہ نقد انفع ہے مگر اس سے نصف یعنی ایک روپیہ۔

رضا بالقضاء

اس کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاء ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو طبعی رضا ہے اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اور اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے۔ تدبیر اس کی تحصیل کی استحضار رحمت وحکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع ہیں۔

توکل مستحب

اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے فطرۃً قوت قلب اور حقوق واجبہ کا ذمہ نہ ہونا۔ یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔ اگر کسی میں یہ شرائط متحقق نہ ہوں تو واجب پر اکتفا کیا جائے اور اس سے زائد کی دعا کی جائے خود قصد نہ کیا جائے۔

تعلیم فنا

مجلس حضرت والا میں ایک شخص نے حضرت والا کی تقریر پر بطور تصدیق کچھ کہہ دیا تھا تنبیہ فرمائی کہ بہت دن سے میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے اندر فنا کی شان بالکل نہیں۔ مجلس میں اپنے آپ کو بالکل فانی محض بنا کر بیٹھنا چاہیے جس کو آدمی بڑا سمجھے اس کے سامنے کسی قول کے تصدیق کرنے کے قابل بھی نہ سمجھنا چاہیے۔ دوسرے کے قول کی تصدیق بھی وہی کرتا ہے جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے ؎

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است　　　خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

لیکن اگر قرائن حالیہ سے خطاب کرنیوالے کی اجازت متیقن ہو تو بقدر ضرورت مضائقہ نہیں۔

بعض امور

ایک صاحب نے بعض امور کی نسبت عرض کیا کہ سیکڑوں مرتبہ ان کے ترک کا ارادہ کیا اور ہر بار یہ ارادہ ٹوٹتا رہا حتیٰ کہ اب ارادہ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ جواب میں تحریر فرمایا، بے جی چاہے ہی کرنا چاہیے وہ خالی نہیں جاتا خدا جانے کس وقت اس کے اثر کا ظہور ہو جائے، یقین فرمایئے کہ الحمدللہ اس سے مردہ ہمت میں تازہ جان آ گئی۔

نمایاں وصف حضرت والا

حضرت والا کے عادات واخلاق میں سب سے نمایاں وصف بے تکلفی اور ضبط انتظام ہے۔ محض تکلف یا عام رسم ورواج کی خاطر کوئی ایسی بات نہ پسند فرماتے ہیں اور نہ اختیار فرماتے ہیں جو اپنے یا دوسرے کیلئے بارخاطر یا حقیقی نفع کے منافی ہو۔ تکلف میں سراسر تکلیف کے باوجود لوگ اسی کو خوش اخلاقی سمجھتے ہیں۔ حضرت کو اس خوش اخلاقی سے نہ صرف بالطبع بُعد معلوم ہوتا ہے بلکہ اکثر صورتوں میں تعلیم وتربیت کے مصالح بھی اسکے مقتضی نہیں ہوتے۔ لیکن چونکہ لوگ عام طور سے تکلف وتصنع ہی کے عادی وطالب ہوگئے ہیں اسلئے حضرت کی معاشرت میں بعض باتیں غیر مانوس نظر آتی ہیں۔ اور غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہیں۔ مثلاً لوگ کثرت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی عام طور سے مہمانداری کا اہتمام حضرت والا نے اپنے ذمہ نہیں رکھا ہے ابتداء میں کچھ دن رکھا تھا مگر حضرت کی طبیعت وطریقہ سے جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ چھوٹا بڑا جو کام بھی اپنے ذمہ قبول فرما لیتے ہیں اس کا پورا اہتمام وحق بھی ادا فرماتے ہیں جس کا اثر لازماً ارشاد وافادہ کی ان خدمات پر پڑتا تھا جو حاضر ہونے والوں کا اصل مقصود ہوتا ہے۔

حضرت والا کی ہر بات میں حکمت

حضرت والا اکثر خصوصاً جب ایک سے زائد وقت کا مہمان ہوتو تکلف ہم طعامی کا نہیں فرماتے، تکلف پسند مہمانوں کو یہ بات گراں ہوسکتی ہے۔ ایک مرتبہ خود ہی فرمایا کہ میزبان کے ساتھ مہمان بے تکلف ہوکر نہیں کھاتا۔ اندازہ کرنا چاہیے کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایسی دقیق رعایتیں فرماتے تھے تو مہمات امور میں کیا کیا حکمتیں نہ پیش نظر رہتی ہونگی۔

رسمی تکلفات

جو لوگ ہر جگہ رسمی تکلفات یا مصنوعی خوش اخلاقیوں کی تلاش میں رہتے ہیں ان کو تو یقیناً حضرت کے ہاں بعض امور اجنبی معلوم ہوں گے جن کو وہ نافہمی یا غلط فہمی سے خدا جانے کس کس چیز پر محمول کریں گے لیکن جو شخص کسی اور طبیعت کی تلاش میں حاضر ہوتا ہے وہ تو (بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ) حضرت کی ساری معاشرت کو حکمت ومصلحت پر مبنی پائیگا اور نام نہاد تشدد کے بجائے ہر امر میں انتہائی

راحت وسہولت محسوس کرے گا۔

مکالمہ وقف کمیٹی متعلق تجویز قانون نگرانی اوقاف

حضرت والا نے اس کمیٹی سے صاف فرمادیا کہ چونکہ وقف مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دخل اندازی ہے اور مذہبی دست اندازی کی درخواست کرنا اور کسی طرح سے اس کی مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا۔ جیسے کہ نماز ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل بنایا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہ ہوگا۔ کہ وقف میں کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جائے یا کوئی ایسی کوشش کی جائے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو۔ اس کے جواب میں ایک مشہور بیرسٹر صاحب نے جو وفد کی طرف سے گفتگو کے لئے تجویز ہوئے تھے اور جو جرح کے اندر اس قدر لائق شمار ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو جرح کا بادشاہ کہتے ہیں انہوں نے کہا معاف فرمایئے نماز میں اور وقف میں فرق ہے اس لئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے۔ اور اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہو رہی ہے اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑی کرتے ہیں۔ اس کی آمدنی مصارف خیر میں صرف نہیں کرتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں تو زکوۃ ہی کو لے لیجئے۔ یہ ایک خالص مذہبی فعل ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں جو اپنے مال کی زکوۃ نہیں نکالتے مگر چونکہ مذہبی فعل ہے اس لئے اس میں غیر مسلم کی مداخلت جس قسم کی بھی ہو نا جائز ہے بیرسٹر صاحب نے کہا اچھا صاحب نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہے یا نہیں حضرت والا نے فرمایا جی ہاں۔

بیرسٹر صاحب نے کہا، بہت اچھا اگر ایک عورت کو شوہر نے طلاق دے دی مگر اب وہ عورت اس مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے اور شوہر اس کو جانے نہیں دیتا بلکہ روکتا ہے اور طلاق سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس عورت کو جائز نہیں کہ عدالت غیر مسلم میں اس کے لائق استغاثہ دائر کر دے اور شہادت سے طلاق کو ثابت کر کے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے تو دیکھئے نکاح وطلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا۔

وقوع طلاق اوراثر طلاق

حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں، ایک تو وقوع طلاق اور ایک اثر طلاق، یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دیدینے سے حاصل ہو گیا ہے اور مرد اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ طلاق سے جو اس کو حق آزادی حاصل ہے جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہنچتا ہے اس ضرر کو دفع کرنے کے لئے وہ عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے بیرسٹر صاحب نے کہ معاف کیجئے اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑبڑ ہونے میں مساکین کا ضرر ہے تو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کا جائز رکھا گیا ہے اسی طرح یہاں اوقاف میں ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہیے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں، بلکہ صرف عدم النفع ہے۔ ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپیہ کا نوٹ تھا ایک شخص نے وہ آپ سے چھین لیا تو یہ آپ کا ضرر ہوا اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر کوئی اس نوٹ کو دینے سے منع کر دے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ صرف عدم النفع ہوا۔ اس پر سب لوگوں نے بیساختہ سبحان اللہ اور صل علیٰ کہنا شروع کیا اور بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے۔

نقل یادداشت متعلق تجویز قانون نگرانی جو بوقت مکالمہ وقف کمیٹی بماہ شوال ۴۸ھ ان کو لکھ کر دی گئی۔

(۱) وقف کرنا ایک مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے جیسے زکوٰۃ دینا مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے، رد المحتار و کذا علی العتق و الوقف و الاضحیہ الخ

(۲) گو وقف کا نفع بعض اوقات عباد کو بھی پہنچتا ہے جب کہ ان عباد کیلئے کوئی استحقاق مقرر کر دے مگر تب بھی وقف خالص عبادت رہے گا معاملہ نہ ہوگا جیسے زکوٰۃ خالص نفع عبادت کے لئے ہی موضوع ہے ہر دوسرے مصارف مساجد وغیرہ میں صرف نہیں ہو سکتی۔ بخلاف وقف کے کہ وہ ان مصارف میں بھی شرط واقف کے موافق صرف ہو سکتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کا تعلق عباد کے ساتھ بہ نسبت وقف کے

زیادہ ہے مگر باوجود اس کے زکوۃ خالص عبادت ہے معاملہ نہیں، بس وقف خالص عبادت ہونے میں زکوۃ سے بھی زیادہ ہے اور بدرجہ اولیٰ معاملہ نہیں۔

(۳) جب وقف مثل زکوۃ کے بلکہ زکوۃ سے بھی زیادہ خالص عبادت ہے اس میں کسی خرابی کا ہونا ایسا ہوگا جیسے زکوۃ میں کسی خرابی کا ہونا اور اس خرابی کی اصلاح کیلئے گورنمنٹ کا دخل دینا ایسا ہوگا جیسے زکوۃ کی خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا۔

(۴) زکوۃ میں ایسا دخل دینا یقیناً فی المذہب ہے اسی طرح وقف میں دخل دینا دخل فی المذہب ہوگا خواہ خود دخل دیا جائے خواہ کسی کی درخواست پر دخل دیا جائے۔

(۵) باقی یہ سوال کہ پھر وقف کی خرابیوں کا کیا انسداد ہو، ایسا ہے جیسا یہ سوال کیا جائے کہ اگر کوئی نماز یا روزہ یا حج یا زکوۃ میں کوتاہی کرے، اس کا کیا انسداد ہے اس کے جواب میں کوئی شخص یہ تجویز کر سکتا ہے گورنمنٹ کو ان کوتاہیوں پر جرمانہ وغیرہ مقرر کرنے کا حق ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کا انتظام مسلمان بطور خود کر سکتے ہیں، خواہ اس کو افہام تفہیم کریں، خواہ اس کو تولیت سے معزول کریں جب کہ واقف نے ان کو اس قسم کے اختیارات دیئے ہوں خواہ اس سے قطع تعلق کریں، اگر ایسا نہ کریں تو ان کی کوتاہی ہوگی، گورنمنٹ کو پھر دخل دینے کا حق نہیں۔

نوٹ: نگرانی وقف کے متعلق جو سوالات دائر سائر ہیں، وہ اس پر مبنی ہیں۔ کہ وقف عبادت نہ ہو، جب اس کا عبادت ہونا محقق ہوگیا، اب سوالات کی گنجائش نہ رہی، اس لئے ان جوابات کی بھی حاجت نہ رہی۔

----------☆☆☆----------

معروضات متعلقہ تحقیق مسائل

جو مکالمہ کیلئے بطور اصول موضوعہ ہیں

(۱) مسائل کا جواب عرض کرنے کیلئے میں حاضر ہوں مگر مشورہ و مصلحت کے متعلق کچھ عرض کرنے سے میں اس لئے معذور ہوں کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں۔

(۲) مسائل بعضے عین وقت پر متحضر نہیں ہوتے ان کے جواب سے معذور ہونگا البتہ ان کی یادداشت لکھ کر مجھ کو دیدی جائے تو کتابیں دیکھ کر اطمینان سے جواب دے سکتا ہوں۔

(۳) مسائل پر اگر کچھ شبہات ہوں تو ان کو جواب دینا ہم لوگوں کے ذمہ نہیں کیونکہ ہم لوگ مسائل کے ناقل ہیں، بانی نہیں، جیسے قوانین کے متعلق اگر کوئی شبہ یا خدشہ ہو اس کا جواب مجلس قانون ساز کے ذمہ ہے، جج یا وکیل کے ذمہ نہیں۔

حب جاہ کا مرض بڑا خبیث ہے

فرمایا حب جاہ کا مرض بھی بڑا ہی خبیث اور منحوس مرض ہے اس کی بدولت یہاں تک نوبت آ گئی ہے کہ لوگ حسب نسب تک بدل دینے کو تیار ہیں، ان لوگوں کو خبط سوار ہے، ورنہ عزت اور ذلت تو کمال اور عدم کمال پر موقوف ہے۔

تعلیم استغناء عن الامراء

فرمایا کہ اہل علم سے پہلے زمانہ میں جو ہوئے ہیں ان میں استغناء کی شان ہوتی تھی۔ اب تو جس کو دیکھو امراء کے دروازوں پر نظر آتے ہیں پہلے فقر و فاقہ کو اپنا زیور سمجھتے تھے۔ دنیا سے نفرت اور دین سے رغبت اور اس میں مشغولی رہتی تھی۔ اسی کی برکت تھی۔ اب جب سے اپنے بزرگوں کا مسلک اور مشرب چھوڑا ویسے ہی ذلیل و خوار ہیں، ایک غلام مصطفیٰ نامی کانپور میں مولوی ہیں بڑے دلیر ہیں، ایک بڑے انگریز لفٹنٹ گورنر کے پاس پہنچے ملاقات ہوئی کہا کہ کیا مولویوں کا آپ کے یہاں کوئی

حق نہیں، کیا یہ آپ کی رعیت نہیں لفٹیننٹ گورنر نے کہا کہ حق ہے، حق کیوں نہ ہوتا۔ آپ فرمایئے بات کیا ہے، کہا کہ نوکری دلوایئے، کہا کہ نوکری بہت مگر آپ کو ایک نیک اور مفید مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ہیں، آپ کو اللہ نے علم دین عطا فرمایا ہے، آپ ان کے بھروسہ پر کسی مسجد میں بیٹھ کر درس دیجئے، آپ کے شان کیلئے یہی شایاں ہے ہمارے یہاں کی نوکری آپ کی شان کے خلاف ہے، اللہ آپ کے کفیل ہوں گے اس کے بعد اپنے خدمت گار کو اشارہ کیا وہ ایک کشتی میں پچاس روپیہ لے کر حاضر ہوا، لفٹنٹ گورنر نے وہ کشتی اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت احترام وادب سے ان مولوی صاحب کے سامنے پیش کی، یہ قبول فرمالیجئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کی نیت کر چکا ہوں کہ اب تو اللہ ہی دیگا تو لوں گا، اس مشورہ پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں، اس لئے یہ نہ لوں گا کس قدر حوصلہ کی بات ہے، میں نے سن کر کہا کہ اتنی ہی کمی نکلی۔ میں اگر ہوتا لے لیتا۔ اس لئے کہ دین پر نیت کر لینے ہی کی خلوص کی برکت تھی کہ اللہ نے وہیں سے کفالت شروع کردی۔ وہ بھی تو اللہ ہی دلوار ہے تھے وہ بیچارہ کیا دیتا۔ غرض کہ اہل علم کو استغناء کی سخت ضرورت ہے۔ خصوص امراء کے دروازوں سے تو ان کو بالکل ہی اجتناب چاہیئے اس میں دین علم دین اہل دین سب کی ذلت ہے مجھ کو تو بڑی نفرت ہے۔ میں تعلق کو منع نہیں کرتا تملق کو منع کرتا ہوں یہ اہل علم کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔ مگر کس طرح دل میں ڈال دوں۔

فرمایا کہ خدمت سے اس وقت راحت ہوتی ہے جب کہ روح کو تکلیف نہ ہو۔

مرید کی آزمائش

فرمایا کہ اگر لوہار لوہے کی رعایت کرے اس کو بھٹی میں نہ دے اور اس پر گھن نہ بجائے تو پھر اس کے کھرپے پھاوڑے گنڈاسے پھالی کیسے بن سکتی ہیں۔ یا اگر سنار چاندی کے ساتھ رعایت کرے اور جنتری میں دے کر نہ کھینچے اور کٹھالی میں رکھ کر نہ دھونکے تو کیسے زیور بن سکتا ہے۔

وقف جگہ میں زیادہ زمین گھیرنا جائز نہیں

فرمایا کہ ایک شخص پختہ قبر بنانا چاہتا تھا، میں نے سوال کیا کہ زمین ملک کس کی ہے کہا کہ وقف ہے، میں نے کہا کہ وقف جگہ میں زیادہ زمین گھیرنا جائز نہیں، اگر کسی ایک شخص کی ملک ہوتی ہے تو جگہ اس کی اجازت سے گھیر سکتے ہیں، لیکن پختہ قبر بنانا پھر بھی ایک فعل زائد ہوتا ہے۔

زندہ دلی اور مردہ دلی کی شناخت

فرمایا کہ مسلمانوں کے شرکت سے ہر کام میں رونق ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ زندہ دل ہیں اوران کے زندہ دل ہونے کی ایک یہی پہچان ہے کہ اگر اس پر حوادث بھی آتے ہیں تب بھی ایمانی قوت کی وجہ سے ان کی زندہ دلی نہیں جاتی اور باقی جتنی اور قومیں ہیں وہ بوجہ محبت دنیا کے مردہ دل ہیں ان کے مردہ دلی کی ایک یہی پہچان ہے کہ حوادث کے وقت بدحواس ہو جاتے ہیں گھبرا جاتے ہیں۔

دین حق پر چلنا گراں گذرتا ہے

فرمایا کہ جس طرف عوام الناس ایک دم چل پڑیں سمجھ لو کہ دال میں کالا ہے کیونکہ خالص حق اور دین پر چلنا نفس پر گراں ہوتا ہے اس لئے عام طور پر لوگ اس سے گھبراتے ہیں۔

ہماری نالائقی سے سلطنت پر کفار حکمراں ہیں

فرمایا کہ یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ کفار ہم پر سلطنت کر رہے ہیں اوران میں کوئی لیاقت ہے، نہیں بلکہ ہمارے اندر نالائقی ہے اس وجہ سے مسلط کر دیے گئے ہیں اگر وہ نالائقی دور ہو جائے تو پھر وہی معاملہ ہے۔

اتفاق کا مدار اعمال صالحہ پر ہے

فرمایا کہ اتفاق کا تعلق تدابیر سے ہے ہی نہیں، اسی لئے میں نے اس اتفاق کا بیان آج تک وعظوں میں مستقلا بیان نہیں کیا اس لئے کہ بیکار ہے جو چیز اصل ہے اتفاق کی وہ اعمال صالحہ ہیں اگر مسلمان ان کو اختیار کریں خود بخود اتفاق ہو جائے گا دیکھئے حضور ﷺ جیسے مدبر اور اتنا بڑا سامان تدبیر کا کہ تمام مافی الارض کا اتفاق مگر ان سب تدبیروں کا نتیجہ اور حاصل دیکھئے کیا ارشاد ہے ھو الذی جمیعا ماالفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم۔

زندگی میں بے لطفی اور بے مزگی کا سبب

فرمایا کہ بڑے لطف کی بات ہے کہ چھوٹے یہ سمجھیں کہ ہم چھوٹے ہیں اور بڑے یہ سمجھیں کہ یہ چھوٹے نہیں۔ اگر سب ایسا کریں تو بہت ہی راحت ہے، اب جو بے لطفی اور بے مزگی ہے اس کا سبب

یہی ہے کہ چھوٹے تو اپنے کو چھوٹا نہیں سمجھتے اور بڑے ان کو چھوٹا سمجھتے ہیں پھر لطف کہاں، بے لطفی ہی ہو گی۔

سوئیاں پکانا کھانا عید کے روز بدعت نہیں

فرمایا کہ ایک بار مجھ کو عید کے روز شیر پکانے کے متعلق بدعت کا شبہ ہوا میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمتہ اللہ کو لکھا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ایسے امور میں زیادہ کاوش نہیں کرنا چاہیئے۔ لوگ بدنام کرتے ہیں۔ اور عید کے روز سوئیوں کے پکانے کو کوئی عبادت اور دین نہیں سمجھتا جس سے بدعت کا شبہ ہو۔

تلدر معلم کا نتیجہ

فرمایا کہ یہ سم قاتل ہے کہ معلم کو مکدر کیا جائے اس حالت میں خاک نفع نہیں ہوتا بلکہ نفع بھی برباد ہو جاتا ہے۔

عقل کی ضرورت

فرمایا کہ اتفاق کیلئے عقل ضرورت ہے عقل سے کام لو، یہ تعویذ کا کام نہیں۔

اصل چیز یہی احکام ہیں

فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اور اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے قلب میں دین کی محبت اور عظمت پیدا فرمادی حق کے قبول کرنے میں اپنی کوئی مصلحت نظر میں نہیں رہتی۔ اور ہماری مصلحت ہے ہی کیا چیز۔ اصلی مصلحت تو احکام شرعیہ ہی کی ہے۔ اور اصل چیز یہی احکام ہیں اور ہم محض اس کے تابع ہیں۔

خلاصہ تعلیم انگریزی

فرمایا اس منحوس تعلیم انگریزی کا یہ اثر ہے کہ اس میں بجز کبر کے اور کچھ نہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں دوسروں کو چھوٹا سمجھتے ہیں یہ خلاصہ ہے اس تعلیم انگریزی کا۔

اہل تشیع کی درخواست بیعت کا جواب

بعض شیعوں نے بیعت کی درخواست کی میں سوچ میں پڑا کہ بدوں تشیع چھوڑے بیعت کیسے ہوسکتی ہے اور تشیع کے چھوڑنے کو خصوص جب کہ میں اس درخواست کو محض رعایت مہمانداری سمجھتا ہوں کیسے کہوں، آخر میں نے کہا کہ بیعت کے کچھ شرائط ہیں جو اس جلسہ میں مفصل بیان نہیں ہوسکتے، اس کی مناسب صورت یہ ہے کہ جب میں وطن پہنچ جاؤں اس وقت آپ مجھ سے خط وکتابت فرمائیں میں جواب میں شرائط سے اطلاع دوں گا اور خیال دل میں یہ تھا کہ اگر ان لوگوں نے وطن پہنچنے کے بعد لکھا تو یہ جواب دوں گا کہ اس طریق میں نفع کے لئے مناسبت شرط ہے۔ بدون مناسبت نفع نہیں ہوسکتا اور اختلاف مذہب ظاہر ہے کہ مناسبت کی ضد ہے تو نفع کی کیا ضرورت ہے خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ سنی ہو جاؤ تو بیعت ہوسکتے ہو۔

تقلید و بیعت کا فرق

ایک شیعہ نے سوال کیا کہ تقلید اور بیعت میں کیا فرق ہے فرمایا کہ تقلید کہتے ہیں اتباع کو، اور بیعت کہتے ہیں مجاہدہ اتباع کو۔

کسی کے قلب کی گرانی گوارا نہیں

فرمایا کہ مجھ کو کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ ایک منٹ ایک سیکنڈ کے لئے بھی میری وجہ سے کسی کا قلب گرانی میں مشغول رہے۔

بدتمیزی کا سبب تعلیم ناقص ہے

فرمایا کہ اکثر بدتمیزی کا سبب بے تعلیمی نہیں بلکہ تعلیم ناقص ہے ورنہ یہ سب امور فطری ہیں اگر تعلیم بھی نہ ہو تب بھی ان بدتمیزیوں کا صدور نہ ہونا چاہیے یہ تعلیم ہی کا اثر ہے کہ بدتمیزی کرتے ہیں مگر ہے وہ تعلیم ناقص۔

نیچریت الحاد کا زینہ ہے

فرمایا کہ سرسید احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی، نیچریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد کی۔

اس سے پھر شاخیں چلی ہیں یہ قادیانی اس نیچریت ہی کا اول شکار ہوا آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سرسید احمد خاں سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا، غلام احمد ایسا بچہ نہ تھا۔ قصداً ایسا کیا شروع میں گو ممکن ہے کہ دھوکا ہوا ہو لیکن آخر میں تو اپنی بات کی پیچ اور اس پر ہٹ اور ضد ہوگئی تھی غرض کہ ہے یہ نیچریت ہی سے ناشی۔

امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا

فرمایا کہ جس قوم کے مذہبی راہبر امیر ہوں گے وہ مذہب اور قوم گمراہ ہو جائیگی اس لئے کہ ان کو تو ضرورت قوم سے واسطہ رکھنے کی رہے گی نہیں۔ اور جب واسطہ نہ رہا تو گمراہ ہونا قریب ہے ہی، اس کا یہ سبب نہیں کہ اب واسطہ قوم سے مال کے سبب ہے بلکہ امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا۔

دل میں نہ کینہ ہے نہ بغض وعداوت

فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ باوجود بہت لوگوں کے ستانے کے اور بدنام کرنے کے میرے دل میں نہ کسی کے طرف سے کینہ ہے نہ کپٹ، نہ بغض وعداوت۔

اللہ تعالیٰ بلا زبان متکلم ہیں

ایک نوجوان ہندو نے ایک سوال کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دی کہنے لگا کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ کلام اللہ خدا کا کلام ہے اور کلام ہوتا ہے زبان سے جو ایک عضو ہے اس کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ جوارح اور اعضا سے منزہ ہیں، خدا تعالیٰ نے کلام کیسے کیا، میں نے کہا کہ زبان سے کلام کرتے ہیں تو ہم تو متکلم بواسطہ زبان کے ہوئے اور اصل متکلم زبان ہوئی تو اب اگر تکلم کے لئے زبان کی ضرورت ہے تو زبان جو متکلم ہے اس کیلئے بھی ایک زبان ہونا چاہیے مگر اس کے زبان نہیں اور وہ پھر بھی متکلم ہے اس سے ثابت ہوا کہ زبان کو تکلم کے لئے زبان کی ضرورت نہیں تو تعجب ہے کہ زبان جو کہ ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ اس پر قادر ہو کہ وہ بدون زبان کے متکلم ہو سکے اور خدا کو اتنی بھی قدرت نہ ہو کہ بدون زبان کے متکلم ہو سکیں۔ یہی تقریر آنکھ، کان سب پر حاوی ہو سکتی ہے۔

بہادری کی نئی قسم

فرمایا کہ آج کل بہادری کی نئی قسم نکلی ہے مار کھانا ذلیل ہونا بھوک ہڑتال کر کے مرجانا یہ سب کچھ اس لئے کہ حکومت مل جائے ایسے ذلیل کم حوصلہ لوگوں کو تو حکومت کا نام بھی نہ لینا چاہیے پٹتے تو خود ہی پھرتے ہیں کیا بدنصیبوں کو حکومت اور ملک کا مزہ ملے گا۔

محبت صدیقیہ کے مشابہ محبت قابل شکر ہے

ایک سالک نے لکھا ہے کہ الحمدللہ حضرت سے عقیدت تو بہت پاتا ہوں لیکن اپنے منعم و محسن سے کچھ نہ کچھ طبعی محبت ہو جانا بھی تو معمول انسانیت ہے، حضرت کے میرے دنیا و دین دونوں پر کتنے احسانات ہیں اور پھر کتنی شفقت ہے، اس کا خیال کرتا ہوں تو اپنی قساوت قلب کی شرم سے گڑ جاتا ہوں اتنی بڑی سنگدلی بھی بڑی بیماری ہے کہ مشکل سے کبھی رونا آتا ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ ایک محبت تھی صدیق اکبرؓ کی اور ایک حضرت فاروق اعظمؓ کی۔ اور آثار دونوں کے مختلف جو وفات شریف کے وقت ظاہر ہوئے اور روایات صحیحہ سے ثابت ہیں کیا حضرت صدیق اکبرؓ کی محبت محبت نہ تھی یا غیر کامل تھی مگر اللہ تعالیٰ کسی پر فضل فرما کر محبت صدیقیہ کے مشابہ محبت عطا فرمادے تو محل شکر ہے یا محل شکایت۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ الوان کا اختلاف ہے جس کا منشا کبھی اختلاف استعداد ہوتا ہے کبھی دوسرے اسباب، اس تفتیش کی کوئی حاجت نہیں

عبار اتنا شتیٰ وحسنک واحد وکل الیٰ ذالک الجمال یشیر

تکبر وخجلت کا علاج

ایک سالک نے لکھا کہ مجھ میں حب جاہ کا مرض معلوم ہوتا ہے کہ بازار وغیرہ میں تنہا جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے۔

فرمایا کہ بے تکلف آباد راستوں سے تنہا بازار جایا کرو۔

ایک مرتبہ اپنے اعزا میں گیا بوجہ بارش وغیرہ راستہ خراب تھا گرنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے سامان کو اپنے پشت پر خلاف عادت باندھ لیا۔ مگر جب ان اعزاء کے گھر کے قریب پہنچا تو حجاب محسوس ہونے لگا ناچار بغل میں دبایا۔ اس حجاب سے احقر کو خیال ہوا کہ کبھی نفس کا مکر نہ ہو، اور یہ بھی خیال ہوا کہ یہ عادت کے

خلاف ہونے سے ہے۔ اب حضرت تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں کہ یہ کوئی مرض تکبر وغیرہ ہے یا خلاف عادت ہونے کا عار ہے نیز علاج تحریر فرمائیں۔ تحریر فرمایا دونوں احتمال ہیں لیکن علاج تو شبہ مرض میں بھی احتیاط کی بات ہے اور علاج ہے وہی بہ تکلف خلاف نفس کرنا۔

تدارک کمیت میں تماثل ضرور نہیں

اپنے سارے اعمال میں عدم اخلاص کے شبہ وقلق کا جواب اپنے نفس سے سوال کرو کہ اس کوتاہی کا تدارک اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ ظاہر ہے کہ اختیاری ہے ورنہ شکایت اور قلق ہی بے معنی ٹھہرتا ہے جب اختیاری ہے تو اب ماضی پر حسرت انفع واہم ہے یا مستقبل میں تدارک۔ سو ظاہر ہے کہ شق ثانی ہی متعین ہے بس تو اس کے اہتمام میں مشغولی ہونا چاہیے اور شاید کسی کو پریشانی میں یہ وہم ہو کہ کوتاہی کی عمر تو اتنی دراز اگر تدارک کیلئے اتنا دراز وقت نہ ملا تو تدارک کیسے ہوگا۔ سو حل اس کا یہ ہے کہ تدارک کا کمیت میں تماثل ضروری نہیں قوت میں تماثل کافی ہے اور وہ بھی اختیاری ہے اور اختیاری کے ساتھ سہل بھی۔ اب اس تدارک کی تعیین باقی رہی اور اس میں کوئی کلام بھی نہیں ہوسکتا کہ عدم اخلاق کا تدارک صرف اخلاص ہے پس ماضی پر استغفار کر کے مستقبل میں اخلاص اختیار کیا جائے جو نہایت سہل تدبیر ہے بلاضرورت مشقت وتعب میں پڑنے کی ضرورت نہیں ۔

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع　　　سخت می گیرد جہاں بر مرد مان سخت کوش

چنانچہ حدیث شریف میں ہے من شاق شاق الله علیه میں بھی دعا کرتا ہوں تحصیل کی بھی تکمیل کی بھی تعدیل کی بھی تسہیل کی بھی۔

حال: جواب گرامی حسب توقع جامع بھی تھا اور شافی بھی تھا اب عرض یہ ہے کہ خود اخلاص کا معیار کیا ہے یعنی قلب کو یہ اطمینان کیسے ہو کہ فلاں عمل خالصۃً لوجہ اللہ صادر ہوا ہے۔

تحریر فرمایا جواب کے پسند آنے سے دل خوش ہوا اس کے ساتھ معیار اخلاص کے متعلق سوال کرنے سے ایک مشہور شعر یاد آگیا ہے ۔

با سایہ ترا نمی پسندم　　　عشق است و ہزار بدگمانی

انطباق کی تقریر یہ ہے کہ اخلاص کی حقیقت معلوم چنانچہ سوال میں اس کو ظاہر کر دیا گیا ہے کہ فلاں عمل خالصا لوجہ اللہ صادر ہوا ہے، پھر وہ حقیقت چونکہ مثل صفات نفس کے ہے جن کا علم حضوری ہوتا ہے،

خلافت طبع برداشت نہ کرنا

فرمایا کہ اس راہ میں قدم رکھنا اور پھر خلاف طبع برداشت نہ کرنا عجب ہے کوئی شخص ایک مردار کتیا بازاری عورت سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کیا کچھ ناز دکھلاتی ہے اور کیسی کیسی تکلیفیں دیتی ہے مگر یہ سب کو سہتا ہے برداشت کرتا ہے۔

اللہ والوں کی شان

فرمایا اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے وہ اہل دنیا سے نفرت تو نہیں کرتے مگر اعراض رکھتے ہیں ان کو دوسری طرف مشغولی ہی سے کب فرصت ملتی ہے وہ تو ایک کے سوا دوسرے کسی کام ہی کے نہیں رہتے۔

تلبیس و تصنیع سے نفرت

فرمایا کہ میں کسی کی وجہ سے کسی حالت کا اخفا نہیں کرتا خواہ کوئی معتقد رہے یا نہ رہے مجھ کو اس تلبیس و تصنیع سے طبعی نفرت ہے کون مخلوق پرستی کرتے، مسلماں کا ہر کام ہر بات اللہ کے واسطے ہونا چاہیے۔

اعتقاد میں حسن ظن

فرمایا کہ معاملات میں تو سوء ظن چاہیے اور اعتقاد میں حسن ظن اور معاملات میں سوء ظن سے مراد یہ ہے کہ جس کا تجربہ نہ ہو چکا ہو اس سے لین دین نہ کرے روپیہ نہ دے تو اس معنی کو معاملات میں سوء ظن رکھے باقی اعتقاد میں سب سے حسن ظن رکھے، کسی کو برا نہ سمجھے۔

مروجہ توکل ایک درجہ کی گستاخی ہے

فرمایا کہ آج کل بہت سے مسلمانوں کو توکل کا سبق یاد ہے کہ ہو رہے گا جو کچھ ہونا ہوگا، تدبیر نہ کرنا مریض کی دوا نہ کرنا ان کے نزدیک توکل ہے آدمی تدبیر کرے، دوا کرے اور پھر خدا پر بھروسہ رکھے یہ ہے اصل توکل، باقی صورت مروجہ توکل کی یہ تو ایک درجہ کی گستاخی ہے کہ خدا تعالیٰ کا امتحان لیتے

ہیں کہ دیکھیں بلا اسباب بھی کچھ کریں گے یا نہیں یہ تو توکل کہاں ہوا۔

حضرت والا کے تحریکات سے علیحدہ رہنے کی وجہ

فرمایا کہ بعض تحریکات سے ہمارا علیحدہ رہنا اس وجہ نہیں کہ وہ ہم کو دوست سمجھیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ بلا ضرورت اور بدوں قوت کے خطرہ میں نہیں پڑنا چاہیے یہ علیحدگی تو انگریزوں کے ساتھ دوستی نہیں بلکہ اپنے ساتھ دوستی ہے ایک انگریز کلکٹر کا خط آیا، اس میں میری علیحدگی پر شکریہ لکھا تھا میں نے جواب میں لکھا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے بھائیوں کے واسطے کیا ہے اپنا مذہبی فرض سمجھ کر ادا کیا ہے، گورنمنٹ پر کوئی احسان نہیں اس لئے آپ کے شکریہ کا مستحق نہیں لیکن اگر اس پر بھی آپ شکریہ ادا کرتے ہیں تو میں آپ کے شکریہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اسی طرح علی گڑھ میں کلکٹر نے مجھ سے ملنا چاہا میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں آپ سے ملنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھتا ہوں جواب سن کر بہت شرمندہ ہوا اور کہا کہ واقعی میری غلطی تھی باوجود اس قدر اعراض اور خشک برتاؤ کے ہم کو حامی موالات کہا جاتا ہے اور خود شب و روز ان میں گھسے رہتے ہیں، صورت، سیرت، لباس رفتار، گفتار سب ان کی سی اور پھر تارک موالات عجیب بات ہے۔

عورتوں کے پردہ میں رہنے کا عجیب ثبوت

فرمایا حق تعالیٰ نے المال والبنون زینة الحیوٰة الدنیا اور یوں نہیں فرمایا کہ المال والبنات اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز عام منظر پر لانے کی نہیں ہوتی، وہ حیوۃ دنیا کی زینت میں نہیں بلکہ زینت کے لئے تو ظہور ضروری ہے، اس لئے بنون فرمایا کہ یہ ہے حیوۃ دنیا کی زینت، اس لئے عورتوں کے پردے میں رہنے کا ثبوت ہوتا ہے۔

مناظرہ طالب علموں کا شطرنج ہے

فرمایا کہ مناظرہ طالب علموں کا شطرنج ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا سوائے قیل وقال کے اور تضیع اوقات کے اور کچھ نتیجہ نہیں، اظہار حق کی نیت تو کسی کی بھی نہیں ہوتی اور ماشاء اللہ بس یہ نیت ہوتی ہے کہ ہیٹی نہ ہو سبکی نہ ہو، صرف ہٹ دھرمی، سخن پروری ہوتی ہے۔

حقائق کا نہ جاننا باعث پریشانی ہے

فرمایا کہ حقائق نہ جاننے کی وجہ سے عالم پریشان ہے، بدوں حقائق کی واقفیت کے بڑی پریشانی ہوتی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بقدر ضرورت ہر چیز موقع کی قلب میں پیدا فرمادیتے ہیں ضرورت کے وقت کوئی پریشانی یا الجھن نہیں ہوتی۔

حضرت والا کی تین رائیں

فرمایا میرے پرانی رائے ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاکخانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں داخل ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ مدارس اسلامیہ جیسے دیوبند سہارنپور کی طرف سے ہر جگہ مبلغ رہیں تمام ملک کے ہر حصہ میں مستقل طور پر ان کا قیام ہو، باضابطہ نظام ہو اور دیگر مما لک میں مبلغ تیار کر کے بھیجے جائیں، تیسرے یہ کہ مدارس اسلامیہ کے ماتحت صنعت وحرفت کا شعبہ ضرور ہونا چاہیے تاکہ فراغ کے بعد کسی طرح محتاج نہ ہوں۔

صلوٰۃ اللیل وتہجد کی تعریف

فرمایا کہ عشاء کے بعد قبل ازنوم تو نوافل کا نام صلوٰۃ اللیل ہے اور تہجد بعد النوم ہے، ان دونوں کی ایک مشترک فضیلت ہے اور ایک خاص فضیلت تہجد کی ہے مگر صلوٰۃ اللیل قائم مقام تہجد کی ہو جاتی ہے۔

چالاکی کی تعریف

فرمایا چالاکی تو وہ ہے جس کو کوئی سمجھ نہ سکے ورنہ وہ تو پھوہڑ پن ہے جب پتہ لگ گیا ہو تو ہوشیاری اور چالاکی ہی کیا ہوئی۔

معافی کے بعد دل ملنا غیر اختیاری ہے

فرمایا کہ معافی کے دو درجے ہیں ایک تو معافی یعنی انتقام نہ لینا نہ دنیا میں نہ آخرت میں دوسرے معافی کے بعد دل ملنا اول اختیاری ہے ثانی غیر اختیاری جس پر ملامت نہیں۔

پڑوس کی حد

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پڑوس کی حد کہاں تک ہے۔فرمایا کہ عرف میں جہاں تک پڑوس کہلاتا ہے پھر اس میں جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ حق زائد ہے اور جتنا دور ہے اتنا ہی کم

اہل عقل واہل دین واہل فہم کی مشکل

فرمایا کہ اگر کچھ مشکل ہے تو اہل حق ،اہل عقل، اہل فہم ،اہل دین ہی کو ہے، کیونکہ ان کو آخرت کی فکر ہے اس لئے وہ حدود سے گذر کر نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔

محسن کشی کی وجہ بددینی ہے

فرمایا کہ محسن کشی آجکل مرض عام ہو گیا ہے بڑا ہی نازک زمانہ ہے یہ سب بددینی کی بدولت ہو رہا ہے۔

ہم لوگوں کے خواب بعض پریشان خیالات ہیں

فرمایا کہ خواب ہوتے ہیں انبیاء کے، صحابہؓ کے اولیاء کے ہم جیسوں کے بھی بھلا کوئی خواب ہیں ہم لوگوں کے خواب، خواب ہی نہیں ہوتے جس کی تعبیر ہو، پریشانی خیالات کا نام خواب رکھ لیا ہے پھر ان کی تعبیر ہی کیا ہو۔

نقطہ نظر

مسلمانوں کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے کہ باستثناء ضرورت شدیدہ ایک ہی کے طرف مشغول رہے اور یہ حالت رہے۔

ماقصہ سکندر ودارانہ خواندہ ایم　　　از ما بجز حکایت مہر ووفا مپرس

دنیوی یا دینی ضرورت

فرمایا کہ گو دینی یا دنیوی ضرورت سے کسی سے تعلق شغل مع اللہ کے منافی نہیں مگر بعض اوقات اس تعلق کا اثر ضرورت پر غالب ہوتا ہے البتہ یہ قابل ترک ہے۔

تقدیر کا مسئلہ

فرمایا کہ تقدیر کا مسئلہ اس لئے تعلیم کیا گیا ہے کہ مسلمان کو ناکامی پر حسرت نہ ہو اور حسرت میں ہمت نہ گھٹے تو یہ مسئلہ ہمت بڑھانے کو سکھلایا گیا تھا، اب لوگ الٹا سمجھ گئے کہ کچھ نہ کرو، ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاؤ یہ سب کی علم کی ہے۔

کبھی صورت بھی سیرت تک پہنچا دیتی ہے

فرمایا کہ جو عمل خلوص اور محبت سے خالی ہوگا وہ بے مغز کا بادام ہے، بے رس کا آم ہے اس کے پیدا کرنے کی تو کوشش کرتے رہنا چاہیے مگر جب تک نہ اس وقت تک اس کی نقالی کو بھی بے کار نہیں سمجھنا چاہیے اس لئے کہ کبھی صورت بھی سیرت تک پہنچا دیتی ہے، اصل میں تعمیر الظاہر والباطن کی ضرورت ہے اگر اجتماعاً نہ ہو تو تعاقباً سہی، ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عمل ریا سے بھی ہو اس کو بھی نہیں چھوڑنا چاہیے کرتا رہے اس لئے کہ ریا سے عادت ہو جاتی ہے اور عادت سے عبادت۔

جوش کا نہ ہونا نقص نہیں

فرمایا کہ لوگ جوش نہ ہونے کو نقص سمجھتے ہیں یہ تو محض خیال ہی خیال ہے بعض کو محبت ہوتی ہے عمل میں خلوص بھی ہوتا ہے مگر جوش نہ ہونے کی وجہ سے احساس نہیں ہوتا مگر جوش کوئی مقصود چیز نہیں یہ اختلاف فطری ہے بعض میں ضبط ہوتا ہے اور بعض میں جوش وخروش۔

فضیلت کی حقیقت

فرمایا کہ کسی صفت میں اپنے کو دوسرے سے اکمل سمجھنا جائز ہے کیونکہ وہ حسی چیز ہے مگر افضل سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ وہ غیبی چیز ہے فضیلت کی حقیقت ہے کثرت ثواب عند اللہ جس کا حاصل مقبولیت ہے مثلاً ایک شخص کے ایک آنکھ ہے اور دوسرے کے دو تو دو والے کو یہ سمجھنا کہ میں اکمل ہوں، میرے پاس خدا کی دی ہوئی نعمت ہے یہ جائز ہے مگر اس سے افضل سمجھنا جائز نہیں کیونکہ آنکھ کو قرب عند اللہ میں کوئی دخل نہیں یا ایک شخص عالم ہے اور ایک جاہل تو یہ اکمل اکمل تو ہے مگر افضل ہونا خدا ہی کو معلوم ہے افضل جاہل ہے یا عالم کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ عالم کے لئے افضل ہونا بھی لازم ہے ممکن ہے اس جاہل

کے قلب میں ایسی کوئی چیز ہو کہ وہ علم سے کہیں زیادہ خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو تو اپنی اکملیت کے بنا پر اپنے کو افضل سمجھنا یہ برا ہے یہی علوم ہیں جو باخبر کی صحبت میں میسر ہوتے ہیں۔

صاحب استعداد ہونا

فرمایا کہ کتنا ہی بڑا ذی استعداد ہو بدون صحبت شیخ کامل کے بصیرت نہیں ہو سکتی، ہاں بصیرت کے بعد پھر خواہ شیخ سے بڑھ جائے یہ ممکن ہے۔

خداداد صفات

فرمایا کہ بعض بندوں میں کوئی ایسی خداداد صفات ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے سامنے دوسروں کے کمالات گرد ہوتے ہیں اس لئے کسی کی کمی کو دیکھ کر اس کو ناقص اور اپنے کو کامل سمجھنا غلطی ہے ممکن ہے اس کا نقص عارضی ہو اسی طرح تمہارا کمال اس عارض کے ارتفاع کے بعد عکس کا ظہور ہو جائیگا تو حتمی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

طریق مستقیم شریعت کا پل صراط ہے

فرمایا کہ بعض اہل لطائف نے لکھا ہے کہ یہ طریق مستقیم شریعت جو ہے یہی پل صراط ہے یہی بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اس کی توجیہ یہ لکھی ہے کہ طریق مستقیم کی حقیقت ہے ہر چیز میں اعتدال اور اعتدال کی حقیقت ہے وسط حقیقی اور وسط حقیقی متجزی نہیں ہوتا تو بال سے باریک ہوا کیونکہ بال عرض میں متجزی ہو سکتا ہے نیز حقیقی وسط میں عمل مشکل بھی ہے اس لئے تلوار سے تیز ہوا پھر فرمایا کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے سے یہ دشوار راہ طے ہو سکتی ہے، بدون رہبر کامل کے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔

صاف صاف کہنا فطری امر ہے

فرمایا کہ کثرت سے غلطی یہ کرتے ہیں کہ صاف بات نہیں کہتے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو تعلیم نہیں ہوئی اور میں کہتا ہوں کہ یہ تکلفات تعلیم ہی کی وجہ سے ہیں مگر تعلیم فاسد ورنہ فطری امر ہے کہ آدمی صاف بات کہدے۔

اسرار طریقت عرائس باطنی ہیں

فرمایا کہ اسرار باطنی کے اخفا کی بڑی زبردست تاکید ہے جیسے اپنی دلہن اغیار کو دکھلانے سے غیرت آتی ہے اسی طرح اس میں غیرت آتی ہے یہ اسرار عرائس باطنی ہیں۔

انسان دوستی

فرمایا کہ انسان ایسے فکروں میں کیوں پڑے کہ کافر جہنم میں ابدالآباد کے لئے کیوں جائیں گے ایسے عبث فکروں میں پڑ کر انسان دوست کی مشغولی سے رہ جاتا ہے مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہیے کہ جن سے ان کی صلح ہماری بھی صلح، جن سے ان کی جنگ ہماری بھی جنگ، اس صلح و جنگ کے علل کی تفتیش کیوں کی جاتی ہے اسی طرح ان امور میں بلکہ خود اپنے متعلق بھی رائے تجویز کیوں لگائی جائے۔

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

عقل زوال پذیر ہے

فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ ایک روپیہ ایک عقل دو ور روپیہ دو عقل تجربہ کے خلاف اور بالکل غلط ہے تجربہ تو یہ ہے کہ روپیہ ہونے سے عقل کو اور زوال ہوتا ہے اور یہ خود اہل اموال کی اقراری ڈگری ہے۔ وہ اس کے مقر ہیں اور عام طور سے زبان زد ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے اگر کسی کے پاس ہزار روپیہ ہو تو دس بوتلوں کا نشہ ہوا اور جب ایک چلو شراب میں آدمی الو بن جاتا ہے تو دس بوتلوں میں بھلا عقل کہاں، ہاں بجائے عقل کے اگر یوں کہا جائے کہ پیسہ پاس ہونے سے اکل بڑھتا ہے تو بالکل مناسب ہے۔

فتح و نصرت کا مدار قلت و کثرت نہیں

فرمایا کہ فتح و نصرت کا مدار قلت و کثرت پر نہیں وہ چیز ہی اور ہے مسلمانوں کو صرف ایک چیز کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی رضا، پھر کام میں لگ جانا چاہیئے اگر کامیاب ہوں تو شکر کریں ناکامیاب ہوں تو صبر کریں اور مومن تو حقیقتاً کبھی ناکامیاب ہوتا ہی نہیں گو صورۃً ناکام ہو جائے اس لئے کہ اجر آخرت تو ہر وقت حاصل ہے جو ہر مسلمان کا مقصود ہے حضرت خالدؓ نے ساٹھ ہزار کے مقابلہ میں

تیس آدمی تجویز کئے تھے، حضرت عبیدہؓ نے فرمایا کہ امت محمدیہ کو ہلاک کراؤ گے تب ساٹھ آدمی تجویز کئے یعنی ایک ہزار کے مقابلہ میں ایک آدمی۔ قلت و کثرت کی طرف ان حضرات کا خیال ہی نہ تھا۔

تنعم اور تعیش

فرمایا کہ تنعم اور تعیش کا اکثری خاصہ ہے کہ حدود محفوظ نہیں رہتے۔ ہاں اگر تنعم کے ساتھ دین ہو اور کسی کامل کی صحبت میسر آ گئی تب تو حدود کا خیال رہتا ہے اس لئے کہ اس سے ہر چیز کو اعتدال کے ساتھ قلب میں رسوخ ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی فراست

فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم فرمایا تھا کہ ہمارے بازار میں صرف وہ لوگ خرید و فروخت کریں جو فقیہ ہوں اس سے تمام ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا اس لئے کہ سب خریداروں کو ان ہی کے ساتھ سابقہ پڑتا تھا عجیب فراست تھی۔

محبت کا مدار بے غرضی پر ہے

فرمایا پیر بھائیوں میں آپس میں سب سے زیادہ محبت ہونا چاہیے اس لئے کہ محبت کا مدار بے غرضی پر ہے اور بے غرضی اس طریق والوں میں اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

فرمایا کہ ہم کو بندہ بن کر رہنا چاہیے خواہ رعب ہو یا نہ ہو، فرعون بن کر نہ رہنا چاہیے اگرچہ اس سے رعب ہی ہو۔

فرمایا کہ نہ اس کی فکر چاہیے کہ کوئی اپنا بنے اور نہ اس کی کوئی برگشتہ رہے۔ بس اپنے کام میں مشغول رہے۔

جی کے بندہ نہ بنو اللہ کے بندے بنو

فرمایا کہ جو کام ضروری ہیں ان کو کرنا چاہیے خواہ جی لگے یا نہ لگے یہ تو حالت ہی بری ہے کہ جی لگنے کا انتظار کیا جائے کیا اپنے جی کی پرستش کرنا چاہیے ہو جی کے بندے ہو یا اللہ کے۔

فرمایا کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ صاف بات رہی ہی نہیں، دھوکہ دے کر کام نکالنا چاہتے ہیں

ہر چیز میں مکاری وچالاکی پیدا ہوگئی ہے دوسرے شخص کو گدھا اور بیوقوف بنانا چاہتے ہیں۔

فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں اپنے ذمہ تو کوئی کام رکھتا نہیں، نہ دوسرے کو بھروسہ دیتا ہوں مگر فکر ذمہ داروں سے زیادہ ہوجاتی ہے۔

فرمایا کہ دوستوں میں جب تک شکایت ایک دوسرے کی باقی رہے دوستی باقی ہے کیونکہ شکایت اسی وقت ہوتی ہے جب تعلق کا باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے اور قطع تعلق کے بعد شکایت کو بے کار سمجھتے ہیں اسی سے کہا گیا ہے **ویبقی الودمابقی العتاب** ۔

بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے
بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے

فرمایا کہ مسلمان خوف سے تو مغلوب نہیں ہوتے مگر طمع سے مغلوب ہوجاتے ہیں اور میرا یقین ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت میں کچھ روز رہے تو یہ طمع کا مادہ مغلوب ہوجاویگا پھر اس سے بھی مغلوب نہ ہوگا۔

خوش آوازی کی تعریف

فرمایا کہ قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھنے کی تعریف سلف سے یہ منقول ہے کہ جب تم اس کو پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ یہ خدا سے ڈر رہا ہے۔

تبلیغ میں تشدد کا لہجہ مناسب نہیں

فرمایا جس شخص کو احکام پہنچ چکے ہوں اس کو تبلیغ کرنا کوئی فرض نہیں واجب نہیں محض ایک مستحب فعل کی وجہ سے اپنے کو خطرہ میں ڈالنا مناسب نہیں اور طبعی بات ہے کہ حکومت کی سختی لوگ ہر طرح برداشت کر لیتے ہیں مگر بدون حکومت کے کوئی کسی کا دباؤ سہہ نہیں سکتا۔ اس لئے تبلیغ میں تشدد کا لہجہ ہرگز مناسب نہیں، مناسب طرز ہمارے لئے یہی ہے کہ نرمی اختیار کریں۔

زور سے نہیں ترغیب سے کام چلتا ہے

فرمایا کہ آدمی کا اپنا برتاؤ عمر بھر ساتھ دے سکتا ہے اپنے برتاؤ سے امن اور عافیت حاصل ہوسکتا ہے دوسرے کی امداد سے کام نہیں چلتا۔ اگر سختی کرنے پر کسی نے ناقابل برداشت تکلیف پہنچادی

اور اس میں کسی نے امداد بھی کر دی تو کہاں تک اس کا نباہ ہو سکتا ہے بس آج کل ترغیب سے کام کرنا مصلحت ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ بیٹے پر تو حکومت ہے ہی نہیں زور سے کام نہیں چلتا۔

امراء کو نفع شیخ کے استغنا سے ہو سکتا ہے اگر امراء کو نفع دینی پہنچانا ہو تو ان سے استغناء برتو۔

ہدیہ قبول کرنے کے شرائط

فرمایا کہ میں مخالف سے ہدیہ قبول کرنے میں شرائط کی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اس میں کسی دھوکہ کا شبہ نہیں ہوتا، البتہ دوستوں سے ہدیہ لینے میں ہچر مچر کرتا ہوں۔ کیونکہ ان میں احتمال دھوکہ کا ہے کہ شاید بزرگ سمجھ کر دیتے ہوں اسی طرح ایسی جگہ بھی بدل لینے میں احتیاط کرتا ہوں جہاں ذلت کا شبہ ہوتا ہے اسی طرح اجنبی شخص سے ہدیہ نہیں قبول کرتا کہ غیرت آتی ہے اور نہ اجنبی شخص سے خدمت لیتا ہوں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں نے اس کی کوئی خدمت ابھی تک تو کی نہیں اس سے کیا خدمت لی جائے۔

بدعت

فرمایا کہ بدعتی وہ ہے جس کے عقیدے میں خرابی ہو اور جس کے صرف عمل میں ہو تا ہی ہو اس کو بدعتی نہ کہو۔

عاجزی، انکساری کی ترغیب

فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ کو عربی میں خط لکھا میں نے پوچھا کہ عربی میں خط کیوں لکھا جب کہ اردو میں لکھ سکتے تھے جواب میں لکھا کہ جنتیوں کی زبان عربی ہی ہوگی اس لئے برکت کیلئے عربی میں لکھا کہ قسم کھا کر لکھو کہ اگر تم یہاں پر کبھی آئے تو کیا تم عربی میں گفتگو کرو گے۔ اس لئے کہ جیسے عربی تحریر میں برکت ہے ایسے ہی عربی تقریر میں بھی برکت ہے۔ اجی تفاخر بڑائی اور اظہار علم و قابلیت کے سوا اور کچھ نہیں، عاجزی، انکساری۔ پستی اور شکستگی تو رہی ہی نہیں۔

دیکھنے کی چیز در حقیقت قلب ہے

فرمایا زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ دل میں دین کی وقعت ہو عظمت ہو، لوگ اعمال کو دیکھتے ہیں مگر دیکھنے کی چیز در حقیقت قلب ہے کہ اس کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت اور عظمت کس قدر ہے۔

بے کاری میں شیطان قلب میں تصرف کرتا ہے

فرمایا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ ہر شخص کام میں لگے چاہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا۔ جو شخص مشغول ہوتا ہے وہ بہت سی خرافات سے بچا رہتا ہے۔ ایک بزرگ اپنے خدام کے ساتھ جا رہے تھے ایک شخص اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ بزرگ نے اس کو سلام نہیں کیا اور جب اسی راستہ سے لوٹے تو وہ شخص زمین کرید رہا تھا۔ ان بزرگ نے اسکو سلام کیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت اس میں کیا راز تھا کہ اس شخص کو آپ نے پہلے تو سلام نہیں کیا اور اب کیا فرمایا کہ پہلے وہ بے کار بیٹھا تھا اسلئے اس کے قلب میں شیطان تصرف کرر ہا تھا۔ اور اب مشغول ہے گو بیکار ہی فعل میں صحیح۔ جو معصیت بھی نہیں، اس لئے شیطان اس سے دور ہے۔

ہم لوگوں کے خواب اضغاث واحلام ہیں

ایک سالک نے اپنا خواب لکھا۔ فرمایا کہ مجھ کو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہیں اور اگر ہے بھی تو اکثر لوگوں کے خواب خواب نہیں ہوتے جن کی تعبیر دی جائے۔ بعض پریشان خیالات کا نام خواب رکھا ہے خواب تو ہوتے ہیں انبیاء کے صحابہؓ کے اولیاء کے، ہم جیسوں کے بھی کوئی خواب ہیں۔

اللہ کا نام دنیا کے لئے نہ لو

ایک شخص نے لکھا کہ میں وظائف پڑھتا ہوں ہفت ہیکل شش قفل۔ مگر افلاس پھر بھی نہ گیا۔ اگر آپ فرمائیں تو ان وظائف کو چھوڑ دوں۔

فرمایا کہ میں نے لکھ دیا ہے کہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے مگر اللہ کا نام آخرت کے لئے پڑھا جاتا ہے نہ دنیا کے لئے تم بھی دنیا کے لئے نہ پڑھو۔

نصیحت کرنا عالم کا کام ہے

فرمایا ناصح اگر عالم نہ ہوگا اور نصیحت کریگا تو اس میں تکبر ہوگا کیونکہ وہ اس خیال سے نصیحت کرے گا کہ میں اس سے اچھا ہوں تو اس کا اثر نہ ہوگا۔ مناسب طریق سے نصیحت کرنا یہ عالم ہی کا کام ہے۔ دوسرے فطری طور پر مخاطب کے قلب میں اس کی عظمت ومحبت ہوتی ہے اس کی سختی بھی گوارا کرلی

جاتی ہے مگر بے علم کو ہرگز نہ چاہیے کہ تبلیغ میں تشدد کرے۔

ذہانت بھی عجیب چیز ہے

فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے۔ایک شیعی نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ آج یہ جس قدر نئے نئے فرقے بنتے ہیں یہ سب سنیوں میں سے بنتے ہیں آپ نے شیعوں میں سے کوئی فرقہ باطلہ بنتے نہ دیکھا ہوگا۔مولوی صاحب نے اس شیعی کو جواب دیا۔ بنتے دیکھنا کیا معنی سنا بھی نہیں یہ تو واقعہ ہے جو بالکل صحیح ہے لیکن اس کی وجہ جناب کو معلوم نہیں مجھ کو معلوم ہے اور وہ یہ کہ یہ تو آپ کو تسلیم ہوگا کہ شیطان اپنا وقت بے کار نہیں کھوتا پھرتا جو اس کا فرض منصبی ہے شب و روز اس کی انجام دہی میں مصروف رہتا ہے۔ شیعی نے کہا یہ تو مسلم ہے۔مولوی صاحب نے کہا اب سنیئے کہ شیطان شیعوں کو انتہائے مرکز گمراہی پر پہنچا چکا ہے اور اس سے آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا نہیں اس لئے ان کو اور کہاں لے جائے۔باقی سنیوں کو حق پر سمجھتا ہے اس لئے رات دن ان کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔اس کو بہکا دیا،اس کو بہکا دیا۔وہ شیعی بے چارہ مبہوت رہ گیا۔

بدعتی کی تعریف

فرمایا کہ بدعتی وہ ہے جس کے عقیدے میں خرابی ہو اور وہ نہیں جس کے عمل میں خرابی ہو۔ اور عقیدہ میں نہ ہو۔

ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب چاروں سلسلے میں اس لئے بیعت فرماتے تھے کہ دوسرے سلسلوں کی تحقیر اور بدگمانی ،بدظنی کا قلب میں وسوسہ نہ آسکے کیونکہ حاصل مقصود تو سب سلسلوں کا ایک ہی ہے۔صرف طریق تربیت کے اعتبار سے فرق ہے معنوں میں ایک ہے،عنوان میں فرق ہے اگر ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے گا وہ اس طریق میں بھی محروم رہے گا کیونکہ ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے

تعجیل بیعت کی حد

ایک شخص کی درخواست بیعت پر حضرت والا نے فرمایا تعجیل مناسب نہیں ، پھر اس نے لکھا کہ

تعجیل کی حد کیا ہے تا کہ اس وقت تک کچھ نہ بولوں۔ فرمایا کہ جس وقت تک میرے چالیس وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو اور بیس مرتبہ خط و کتابت نہ کرلو اور دس بار ملاقات نہ کرلو۔ بس یہی حد ہے۔

شیخ کا تو بس ایک کام ہے

فرمایا کہ میں تو صرف ایک کام کا ہوں وہ یہ کہ اللہ کا راستہ معلوم کرو۔ یعنی اللہ کا نام اور اس کے احکام پوچھ لو اس سے آگے مجھے کچھ آتا جاتا نہیں۔

حال: ایک صاحب نے کہا کہ میری ایک لڑکی ہے جب وہ بیمار ہوتی ہے تو میں بدحواس ہو جاتا ہوں قلب میں دنیا کی اس قدر محبت ہے۔

تحقیق: اولاد دنیا نہیں ہے ہاں دنیا میں رہتی ہے مگر ان کے حقوق ادا کرنا دین ہے۔

حال: وطن چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تب اس بلا سے نجات ملے گی۔

تحقیق: بلا سے بھی نجات ملے گی لیکن ثواب سے بھی نجات ملے گی۔

حال: اولاد نے بندہ کو تباہ کر دیا۔

تحقیق: بندہ کو تباہ کر دیا لیکن بندے کے دین کو تباہ نہ کیا۔

حال: بندہ کی مشکل حضرت کی توجہ اور دعا سے آسان ہوگی۔

تحقیق: اگر مشکل مشکل ہی رہے تو ثواب زیادہ ملے گا۔

صحبت بزرگان دین فرض عین ہے

فرمایا کہ یہ زمانہ نہایت ہی پرفتن ہے اس میں تو ایمان ہی کے لالے پڑے ہیں اس وجہ سے میں نے بزرگان دین کی صحبت کو فرض عین قرار دیا ہے اور اس میں شبہ کیا ہو سکتا ہے اس لئے کہ جس چیز پر تجربہ سے تحفظ دین تحفظ ایمان موقوف ہو، اس کے فرض ہونے میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔

فلاح دارین

فرمایا کہ مسلمانوں کی غفلت شعاری کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ حالانکہ آخرت کے لئے اپنے اعمال کی اصلاح اور دنیا کے لئے اپنے قوت کا اجتماع اور آپس میں اتحاد و اتفاق یہ سب ان کا فرض تھا اور یہ جو مسلمانوں کو اپنی فلاح سے استغناء ہے اس کا منشاء چند غلطیاں ہیں۔

(۱) ایک غلطی استعمال توکل کا۔ سوتوکل تو فرض ہے ہر مسلمان کو براہ راست خدا تعالیٰ سے ایسا ہی تعلق رکھنا چاہیے کہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرے یہی اعتقاد رکھے کہ جو خدا کو منظور ہوگا وہی ہوگا کوئی کچھ نہیں کرسکتا لیکن توکل کا استعمال خلاف محل کرتے ہیں۔

(۲) دوسری غلطی یہ کہ جو کام کرتے ہیں جوش کے ماتحت کرتے ہیں، اگر ہوش کے ماتحت کریں تو بہت جلد کامیاب ہوں۔

(۳) تیسری غلطی یہ کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ معلوم کرلینا واجب ہے کہ شریعت مقدسہ کا اس کے متعلق کیا حکم ہے پھر اللہ و رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر پر عمل کرے۔

حاصل نظام صحیح یہ ہوا کہ جوش کے ماتحت کوئی کام نہ کرے ہوش کے ماتحت کیا کرے اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کرلیں۔ تیسرے آپس میں اتحاد و اتفاق رکھیں۔ احکام کی پابندی کریں جن میں توکل بھی داخل ہے۔

اگر ایسا کریں تو میں دعوے کے ساتھ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ چند روز میں کایا پلٹ ہوجائے۔ بہت جلد مسلمانوں کے مصائب اور آلام کا خاتمہ ہوجائے۔

نیز جو کام کریں اس میں کامیابی کے لئے خدا سے دعا کریں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے مگر اس وقت کام کی ایک بات نہیں محض ہڑبونگ ہے۔

اسلامی سلطنت کی تعریف

فرمایا کہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ مرکب کامل اور ناقص کا ناقص ہی ہوتا ہے تو کفار اور مسلم سے جو سلطنت مرکب ہوگی وہ غیر اسلامی ہوگی پس جب کہ ترکی میں (یورپ کی تقلید میں جمہوریت) قائم ہوگئی ہے جو مسلم اور غیر مسلم سے مشترک ہے تو وہ اسلامی سلطنت نہ ہوئی، لیکن مسلمانوں پر اس کی نصرت واجب ہے کیونکہ دوسری غیر مسلم سلطنتیں اس کا مقابلہ اسلامی سلطنت سمجھ کر کرتی ہیں۔

دعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں

فرمایا کہ دعا بڑی چیز ہے تمام عبادات کا مغز ہے اور سب سے زیادہ اسی سے غفلت ہے اور دعا ایسی چیز ہے کہ دنیا کے کاموں کے واسطے بھی دعا مانگنا عبادت ہے بشرطیکہ وہ کام شرعاً جائز ہوں۔

یہ غلطی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین ہی کے کاموں کے واسطے اور آخرت ہی کی فلاح اور بہبود کے لئے دعا عبادت ہے بعض لوگ بجائے درخواست دعا کے لکھتے ہیں کہ فلاں کام کیلئے کوئی مجرب عمل اور کوئی وظیفہ بتلا دیجئے۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ اس قدر (مجرب) کے ساتھ مجھ کو عمل معلوم نہیں اور دعا سے بڑھ کر کوئی وظیفہ اور عمل نہیں۔

عربی زبان میں شوکت ہے

فرمایا کہ واقعی عربی زبان میں ہے ہی شوکت۔ دیکھئے عطاء اللہ کس قدر پرشوکت نام معلوم ہوتا ہے اور اللہ دیا میں وہ بات نہیں اسی طرح عائشہ کا ترجمہ ہے جیونی مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور ترجمہ میں وہ بات نہیں۔

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک استاد الاستاد بزرگ کا قول نقل فرماتے تھے کہ کسی لڑکے کو دین کا بنانا ہو تو درویش کے سپرد کرو۔ اور دنیا کا بنانا ہو تو طبیب کے سپرد کرو اگر دونوں سے کھونا ہو تو شاعر کے سپرد کرو۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھی ایک صورت اور رہ گئی کہ اگر دونوں کا بنانا ہو۔ فرمایا یہ ہو نہیں سکتا۔ واقعی حضرت مولانا نے صحیح فرمایا، اسی کو فرمایا گیا ہے۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　　ایں خیال است محال است و جنوں

دنیا کی ناپائیداری کی مثال

دنیا کی طرف کامل توجہ کرنے سے حقیقت دنیا کا انکشاف ہو جاتا ہے اور فرمایا کہ ناصحین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی طرف التفات نہ کرو۔ اور میں کہتا ہوں کہ خوب التفات کرو۔ خوب توجہ کرو تا کہ اس مردار کی حقیقت واضح ہو جائے اور پھر کامل درجہ کی اس سے نفرت ہو۔

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد　　　چوں باز کنی مادر، مادر باشد

یہاں کے جو لذات ہیں ان میں بھی کدورت ہے کھانا ہے پینا ہے بیوی کے ساتھ عیش وعشرت ہے اس میں بھی ساتھ کے ساتھ کدورت ہے گو بوجہ مستی محسوس نہ ہو، اب چاہے وہ مستی دولت کی ہو یا جوانی کی ہو اس سے حس پر پردہ پڑ جاتا ہے۔

ضعف سر بینداز اں و تن پلید　　　آہ ازاں نفس پدید و ناپدید

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانہ　　گفت یا خوابے ست یا بائے ست یا افسانہ
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل درو ے بہ بست　　گفت یا غولے ست یا دیوست یا دیوانہ

مال و جاہ کی مقدار مطلوب

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بس مال تو اتنا ہو کہ بھوکوں نہ مروں، اور جاہ اتنی ہو کہ کوئی مارے پیٹے نہیں بس کافی ہے اسی کو فرماتے ہیں ۔

از بہر خورش ہر آنکہ نانے دارد　　وز بہر نشست آستانے دارو
نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے　　گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

حسن و جمال کا فرق

حسن اور چیز ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت میں وارد ہے اور جمال جس میں حضور اقدس ﷺ سب سے افضل ہیں اور چیز ہے اور حسن سے جمال بڑھا ہوا ہے حسن کو دیکھ کر تو ایک گونہ تحیر ہوتا ہے اور جمال کو دیکھ کر کشش ہوتی ہے اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اگر حضور ﷺ کو اجمل کہا جائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو احسن کہا جائے تو نہ کسی نص کی مزاحمت ہے اور نہ کسی کی تنقیص ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے کہ حسن میں حضرت یوسف علیہ السلام سب میں فائق تھے اور جمال میں حضور ﷺ تو کیا حرج ہے۔

حجب نورانی اشد ہیں حجب ظلمانی سے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے کہ ''انوار ملکوتی حجابات نورانی ہیں اور کائنات ناسوتیہ حجابات ظلمانی ہیں اور حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے اس لئے کہ انسان ان کو مقصود سمجھ کر آگے کی ترقی سے رہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ اسے محجوبی ہو جاتی ہے اور حجابات ظلمانی کو ہر شخص ناقابل التفات اور حجاب مذموم سمجھتا ہے اسی طرح اشغال وغیرہ اس طریق میں تدابیر کے درجے میں ہیں۔ یہ سب دوائیں ہیں غذا نہیں اور دوا کبھی مقصود نہیں ہوا کرتی ہاں مقصود کی معین ضرور ہوتی ہے مقصود تو تندرستی ہے ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ یہ تدابیر مقصود نہیں بلکہ مقصود اعمال واجبہ کی اصلاح و رسوخ ہے اور وہ تدابیر اس کی طرف معین۔

غلو فی الدین

فرمایا توحید اور رسالت وعقائد اصل ہیں اور قطعی دلائل اس پر قائم ہیں اس میں مذاہب حقہ سب شریک ہیں آگے فروع ہیں جس کے دلائل خوظنی ہیں۔ ان میں کسی جانب کا جزم کرنا غلو فی الدین ہے۔ اس لئے مذہب حنفی کے کسی مسئلہ کو اس طرح ترجیح دینا کہ شافعی مذہب کے ابطال کا شبہ ہو، طرز پسندیدہ نہیں۔

جو کام کرو شرعی اصول کے ماتحت کرو

فرمایا کہ ان نیچریوں سے اگر کہا جائے کہ کچھ تعلیم دینی پڑھ کر پھر بعد میں انگریزی پڑھو تو کہتے ہیں کہ انگریزی کو منع کرتے ہیں اسی طرح مدارس کی حالت ہے کہ اگر ان کو شرعی اصول کے ماتحت تحصیل چندہ کا طریقہ بتلاؤ تو کہتے ہیں کہ چندہ وصول کرنے کو منع کرتے ہیں۔ اسی طرح تحریک خلافت کے زمانے میں میں نے تصریحاً کہہ دیا تھا کہ میں مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اسلامی حکومت کے خلاف نہیں ہوں مجھ کو صرف طریق کار سے اختلاف ہے۔ کہا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور سی۔ آئی۔ ڈی سے تنخواہ پانیوالا ہے یہ لوگوں کا دین ہے۔

خطبہ فرمان شاہی ہے اس کا عربی میں ہونا واجب ہے

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل اردو میں خطبہ جمعہ پڑھنے پر بڑا زور دیا جارہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے، کہتے ہیں خطبہ سے مقصود نصیحت ہے، جس کو سامعین سمجھ سکیں۔ فرمایا کہ نصیحت ضرور ہے مگر اس میں دلیل سے عربی ہونے کی قید ہے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) شریعت چونکہ زبان عربی میں ہے اور یہ شاہی زبان ہے اس لئے اسی میں اس کا نفاذ ہونا چاہیے۔ دیکھو قانوناً ہر وائسرائے کو واجب ہے کہ فرمان شاہی کا انگریزی زبان میں اعلان اور تقریر کی جائے۔ وائسرائے کو اجازت نہیں اردو میں تقریر کرنے کی اسی طرح یہ خطبہ فرمان شاہی ہے۔ اس کا عربی میں ہونا واجب ہے۔

(۲) اگر سامعین میں بعض ہندی ہوں، بعض عربی، بعض ترکی، بعض مصری تو اس صورت میں خطبہ کیا ہوگا معجون مرکب ہوگا اور اس میں وقت کتنا صرف ہوگا۔ ممکن ہے کہ نماز ہی کا وقت ختم ہو جائے

تو خطیب کس کس کا تابع ہو پس خطیب کو کیوں مجبور کیا جائے کہ سامعین کی رعایت سے خطبہ کو عربی سے اردو میں کر دیا جائے اور سامعین سے کیوں نہ کہا جائے کہ بقدر ضرورت دین کی تعلیم حاصل کریں۔ عربی سیکھیں۔ دین کو اپنا تابع کیوں بنا دیں اور خود دین کے کیوں نہ تابع بنیں۔

(۳) دوسری قومیں اپنی اپنی زبانوں کی بقا کوشش میں ہیں اور بقاء قوم کا ایک جزو بقاء زبان پر بھی سمجھتے ہیں تم اس میں ان کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔

چالاکی، مکاری سے انتقام لینا

فرمایا عقل اور فہم لوگوں میں ہے نہیں محض پالیسی چالاکی، مکاری ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ سب ہی کو آتی ہیں مگر جن کو نفرت ہے وہ اس کو عمل میں نہیں لاتے جیسے سور کو گو کھانا آتا ہے انسان کو بھی آتا ہے مگر آخر کون کھاتا ہے۔ اگر میں بھی ان چیزوں سے کام لیتا تو لے سکتا تھا مگر میں انتقام میں بھی اس سے کام نہیں لیتا۔

شریعت کو طبیعت ثانیہ بنانے کی ترغیب

فرمایا کہ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اور اپنے بزرگوں کی دعا اور توجہ کی برکت سے شریعت مثل میری فطرت کے بن گئی ہے۔ میں ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کے لئے بھی اپنے مسلک اور مشرب سے نہیں ہٹ سکتا۔ میں تو انشاء اللہ ایک انچ احکام شرعیہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں جیسے تمہیں دنیا کی فکر سے فراغ نہیں رات دن اس میں کھپ رہے ہو اسی طرح مجھ کو آخرت کی فکر سے فراغ نہیں، ہر وقت اسی کی فکر ہے۔ مقید دونوں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک محبوب کا مقید ہے اور ایک غرض کا مقید ہے مگر ہیں دونوں مقید، فرصت نہ تمہیں نہ ہمیں ؎

تمہیں غیروں سے کیا فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم کو خالی نہ ہم خالی

(۱) لزوم عملی تکرار اور کثرت سے ہوتا ہے۔ (۲) رطوبت فضلیہ مقلل شہوت ہے۔

(۳) تقلیل رطوبت اصلیہ معین شہوت ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مجھے شہوت کا غلبہ رہتا ہے اور نکاح کی وسعت نہیں۔ فرمایا کہ کثرت سے روزہ رکھو اس سے شہوت مغلوب ہو جائیگی۔ دو، چار روزے کافی

نہیں کیونکہ خود حدیث میں ہے علیہ بالصوم علیہ لزوم کے لئے ہے اور یہ لزوم اعتقادی تو ہے نہیں، عملی ہے، اور لزوم عملی تکرار و کثرت سے ہوتا ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ رمضان کے اول روزوں میں شہوت بڑھتی ہے کیونکہ رطوبت فضلیہ مقلل شہوت ہے اور حرارت غریزیہ معین شہوت ہے۔ اول روزوں میں رطوبت فنا ہو کر حرارت بڑھتی ہے اور آخر روزوں میں بوجہ کثرت جب رطوبت اصلیہ گھٹنے لگتی ہے اس سے شہوت گھٹتی ہے۔

فرمایا اگر کسی کو لکھنا آجائے اور علمی لیاقت ہو نہیں تو یہ بھی ایک عذاب ہے کیونکہ اس سے دوسرے کو اذیت پہنچتی ہے۔

پردہ میں عورتوں کو رکھنا قید نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ قید نہیں بلکہ حفاظت ہے جو ہر نفس چیز کے لئے عقلاً تجویز کی جاتی ہے دیکھو ریل کے سفر میں کوئی اپنے روپے پیسے کو کھول کر عام منظر پر دکھلاتا ہوا نہیں چلتا، ایسے ہی عورت کا عام منظر پر لانا ظاہر ہے کہ خطرات سے خالی نہیں۔ پس جو اندیشہ وہاں ہے وہی اندیشہ یہاں ہے۔ دوسرا اعتراض کیا جاتا ہے کہ پردہ میں رکھنے کی مصلحت یہ کہی جاتی ہے کہ عفت محفوظ رہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ میں بھی خرابیاں ہو جاتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پردہ کے اندر قیامت تک خرابی نہ ہوگی جب خرابی ہوگی بے پردگی سے ہوگی جب تک وہ پردہ رکھیں گی خرابی ہو ہی نہیں سکتی۔

بدعتی حقائق سے کورے ہوتے ہیں

فرمایا کہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے علوم اور حقائق سے کورے ہوتے ہیں ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر مثلاً یہ کہ حضور ﷺ کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ کو قدرت نہیں۔

معقولیوں کی سزا

فرمایا کہ یہ جو اکثر معقولیوں کو خبط ہے کہ جاہل فقیروں کے معتقد ہو جاتے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ علماء حق سے بد اعتقاد ہونے کی سزا ہے کہ ان کو جہلا کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے۔

تقسیم ترکہ کی ترتیب

فرمایا کہ ترکہ میں سب سے پہلے دیکھنے کی ضروری چیزیں یہ ہیں کہ مرحوم کے ذمہ قرض تو نہیں۔ اگر قرض ہے تو فرض ہے کہ پہلے اس کو ادا کیا جائے۔ اگر قرض نہیں یا ادا ہو کر کچھ ترکہ بچ گیا! یہ دیکھو کہ مرحوم کی کچھ وصیت تو نہیں، جب اس سے بھی یکسوئی ہو جائے اور ترکہ خالص وارثوں کا قرار پایا جائے تو پھر دوسرے خیر خیرات خصوص متعارف رسومات سے مقدم یہ دیکھنا ہے کہ میت کے ذمہ کچھ نماز روزہ تو قضا نہیں اگر ہے تو اس کا فدیہ دیں۔ اگر اس کے ذمہ زکوۃ ہو اس کو ادا کریں محلہ میں جو غرباء یتیم بیوہ محتاج ہوں ان کو تقسیم کر دیا جائے یہ تطوع ایصال ثواب سے بڑھ کر ہے۔

ایصال ثواب کیلئے کھانا کھلانا

ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانے کے متعلق فرمایا کہ اگر ایک دم کھانا پکا کر کھلایا جائے تو اس صورت میں تو زیادہ برادری ہی کھا جائے گی جیسے کہ رسم ہو رہی ہے، اس سے وہ صورت بہتر ہے جو میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی تین صورتیں ہیں (۱) پکا کر کھلایا جائے (۲) خشک جنس دیجائے۔ (۳) نقد تقسیم کیا جائے تو سب سے افضل اور بہتر صورت تو یہی ہے کہ مستحقین کو نقد تقسیم کر دیا جائے کیونکہ معلوم نہیں ان کو کیا ضرورت درپیش ہو دوسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ خشک جنس دے دی جائے کہ جب جی چاہے گا اور جس طرح جی چاہے گا پکا کر خود کھا لے گا تیسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ پکا کر کھلایا جائے اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ ایک دو خوراک پکا کر مستحقین کو پہنچا دی جائے ایک دم پکانے سے مستحق اور غیر مستحق سب جمع ہو جاتے ہیں بلکہ ہر گاؤں میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ مستحق رہ جاتے ہیں اور غیر مستحق کھا جاتے ہیں۔

ایصال ثواب میں قرآن پڑھنے کا طریقہ

فرمایا کہ جس طریق سے آجکل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے یہ صورت مروجہ تو ٹھیک نہیں ہاں احباب خاص سے کہہ دیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہنچا دیں۔ باقی اجتماعی صورت اس میں بھی مناسب نہیں۔ چاہے تین بار قل ھو اللہ احد ہی پڑھ کر بخشدیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جائیگا یہ اس سے اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جائیں اس

سے اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا، خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا تو وہ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا یہ فرق خلوص اور عدم خلوص ہی کا تو ہے کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کو ہوگا وہ غیر صحابی کو ہو نہیں سکتا۔

شیخ کا فن دان ہونا شرط ہے

فرمایا کہ جیسے طبیب جسمانی کا بزرگ ولی قطب غوث ہونا شرط نہیں صرف فن دان ہونا شرط ہے اسی طرح طبیب روحانی میں شیخ کا فن دان ہونا شرط ہے بزرگ ولی قطب غوث ہونا شرط نہیں۔ اگر بزرگ ولی قطب غوث ہو مگر فن دان نہ ہو تو وہ اصلاح نہیں کر سکتا۔

سالک کو دستور العمل تضرع وزاری کی فضیلت

فرمایا کہ خوب دیا رکھو کہ جب تک کسی کے قلب میں اس کی ہوس ہے کہ ہم کچھ ہو جائیں یہ شخص محروم ہے چاہیے کہ ہوس کو فنا کرے اور خدمت میں مشغول رہے اور فضل کا امیدوار رہے اور مایوس نہ ہو، اور اپنی نا قابلیت پر نظر کر کے ہراساں نہ ہو۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست　　　با کریماں کارہا دشوار نیست

لیکن طلب شرط ہے طلب ہو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد　　　اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب است

اگر طلب کی حقیقت نہ ہو تو صورت تو ہو وہ صورت پر بھی فضل فرما دیتے ہیں بڑی کریم رحیم ذات ہے چنانچہ یہی طلب ونیاز ہے جسے مولانا گریہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست ☆ اے خوشا آں دل کہ آں تر سان اوست

در تضرع باش تا شاداں شوی ☆ گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست ☆ مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

نیاز کے ساتھ تضرع وزاری

اگر نیاز نہیں تو نرے رونے سے کچھ نہ ہوگا۔ جب تک قلب اس کے ساتھ ساتھ نہ ہو، کیونکہ

آنکھ سے رونا۔ سو بعض کو رونا آجاتا ہے اور بعض کو نہیں آتا یہ فعل غیر اختیاری ہے جس کا منشاء محض ایک غیر اختیاری کیفیت ہے جو مقصود نہیں گو محمود ہے۔ چنانچہ بعض کو ساری عمر رونا نہیں آتا اور سب کام بن جاتا ہے اور اسی نرے رونے کو بدون نیاز کے کہتے ہیں ۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال   صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

غرض یہ کہ یہی نیاز کے ساتھ گریہ وزاری کامیابی کا مقدمہ ہے اسی کو مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

تانہ گرید کودک حلوا فروش ☆ بحر بخشائش نمی آید بجوش
تانہ گرید طفل کے جوشد لبن ☆ تانہ گرید ابر کے خند دچمن
کام تو موقوف زاری دل است ☆ بے تضرع کامیابی مشکل است
ہرکجا پستی است آب آنجارود ☆ ہرکجا مشکل جواب آنجا رود
ہرکجا رنجے شفا آں جارود ☆ ہرکجا دردے دوا آنجا رود

طریق کی دو غلطی

فرمایا کہ آج کل مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے چنانچہ اوراد اور وظائف کو تو طریق سمجھتے ہیں اور کیفیات ولذات کو اس کا ثمرہ مقصودہ، کس قدر دھوکہ ہے حالانکہ اعمال مقصود ہیں اور رضائے حق ثمرہ ہے۔

اہل باطن کا مطمح نظر

فرمایا کہ درویشی صرف خدا سے صحیح تعلق کا نام ہے آگے سب عبث فضول ہے، طریق کی بھی یہی حقیقت ہے باقی یہ بناؤ سنگار اور تن آرائی وہ شئی ہے جس کی نسبت ایک دانشمند کا قول ہے ۔

عاقبت ساز دترا از دیں بری   ایں تن آرائی وایں تن پروری

جن کے قلوب میں حق تعالیٰ کی محبت ہے اور اس طرف کا تعلق ہے ان کو بناؤ سنگار کی کہاں فرصت ان کی تو یہ حالت ہے ۔

نباشد اہل باطن درپے آرائش ظاہر   بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

دلفریبان بناتی ہمہ زیور بستند دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد

عقل سلیم کیا ہے

فرمایا کہ ایسی عقل جو محبوب سے دوری پیدا کردے وہ عقل نہیں بلکہ پرلے درجے کی بدعقلی ہے اور جو محبوب سے واصل کرے وہ دیوانگی بھی ہے تو ہزار عقلوں سے افضل ہے، نری عقل وذکاوت سے کیا کام چل سکتا ہے جب کہ اطاعات ومحبت نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں۔

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

صراط مستقیم بس ایک ہے

بس راستہ صرف ایک ہی ہے کہ محبت اور اطاعت کے ساتھ احکام شریعت کے سامنے اپنے کو پیش کر دو اور بجز اس کے کوئی راستہ نہیں کیونکہ ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہو کہیں راستہ نہ ملے گا۔

فرمایا کہ بزرگوں کی شان میں بدزبانی یا ان کی طرف بدگمانی کرنا نہایت ہی خطرناک چیز ہے میں یہ نہیں کہتا کہ بزرگوں کے معتقد بنو۔ معتقد ہونا فرض نہیں مگر بدزبانی اور بدگمانی سے بچنا البتہ فرض ہے

ایک ادب مجلس طعام

فرمایا کہ یہ مجلس طعام کے آداب کے خلاف ہے کہ ایسا کیا جائے کہ جس سے دماغ پر تعب ہو، کھانے کا وقت فراغ اور تفریح کا وقت ہوتا ہے اس وقت تفریح ہی کی باتیں کرنا مناسب ہے اسی طرح میزبان کو یہ حق نہیں کہ مہمان سے ایسا کوئی سوال کرے جس سے اس کے قلب پر بار یا گرانی ہو۔

نصف سلوک

فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ بات ایسی نہ کرے کہ جس سے دوسرے کو اذیت پہنچے۔ یہ نصف سلوک بلکہ ایک معنیٰ کر کل سلوک ہے۔

ایک خاص حالت میں ہر چیز کو زوال ہے

فرمایا کہ حکومت ہی کی کیا تخصیص ہے ایک خاص حالت میں ہر چیز کو زوال ہے چاہے وہ حکومت ہو یا قوت اور شجاعت ہو مال ہو، عزت ہو، جاہ ہو، علم ہو، کمال ہو۔ اور وہ خاص حالت یہ ہے کہ یہ

شخص اس کو اپنا کمال سمجھنے لگے، عطیہ خداوندی نہ سمجھے اور راز اس کا یہ ہے کہ اس کو اپنا کمال سمجھ کر اس میں حقوق کی ادائیگی کی طرف نظر نہیں رہتی۔ اس لئے امانت سے برطرف کردیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کل ہمارے پاس کچھ تھا آج کچھ بھی نہیں۔

مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا

فرمایا کہ میں جو منع کرتا ہوں کہ مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا اندیشہ کی چیز ہے اس سے بدعتی ہی مراد نہیں بلکہ اہل حق بھی مراد ہیں وجہ یہ کہ مزاج کا اختلاف۔ طبائع کا اختلاف۔ وجوہ تربیت کا اختلاف یہ تو سب میں ہوتا ہے حتیٰ کہ اہل حق میں بھی اس لئے طالب تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لئے سب سے منع کرتا ہوں۔

شرط فاسد

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مدارس کی طرف سے کمیشن پر سفیر رکھے جائیں۔ یہ جائز ہے؟ فرمایا کہ شرط فاسد ہے مگر بکثرت مدارس والے اس بلا میں مبتلا ہیں جائز ناجائز کوئی نہیں دیکھتا اسی لئے ثمرات و برکات ویسے ہی پیدا ہوتے ہیں، نہ اساتذہ کو طلباء پر شفقت اور محبت ہے نہ طلبا کو اساتذہ کا ادب و احترام ہے نہ ظاہراً ان پر علم کی شان معلوم ہوتی ہے نا باطناً ان میں استغناء ہے۔

غیر مشروع آمدنی کے پھل پھول

یہ سب غیر مشروع آمدنی کے پھل پھول لگ رہے ہیں اسی طرح چند دن میں قطعاً احتیاط نہیں رہتی کہ وصول کرنے والے کیسی رقم وصول کرکے لائے کہ نہ تحقیق نہ تفتیش۔ وہ وصول کرکے لائے اور مدرسہ والوں نے داخل کرلیا۔

فرمایا کہ غیر قوموں میں تو کبھی علوم ہوتے ہی نہیں۔ علوم ہمیشہ مسلمانوں میں رہے اور اب بھی ہیں۔ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کے علوم کا دوسرے لوگ مقابلہ نہیں کرسکتے باقی یہ ایجادات سو ان کو علم سے کیا تعلق یہ تو صنعت و حرفت ہے۔

وبال کا سبب

فرمایا کہ اگر سالک کو اپنی بزرگی کا شبہ اس سے ہو کہ ہماری مخالفت ہی سبب ہوئی مخالف کی ابتلاء (وبال پڑ جانے) کا تو اس کا تدارک ضروری ہے۔ اور اس کا تدارک اپنے ذنوب وعیوب کا استحضار ہے، اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ کوئی مقبول نہیں لیکن بعض اوقات ان کے مخالف کو بھی دنیا میں عقوبت ہوئی۔ اگر پھر بھی اس تسبب کا غلبہ ذہن میں ہے تو یہ تسبب کچھ بزرگی ہی میں ہیں مظلومیت سے بھی تسبب ہو سکتا ہے۔

نعمت کی رغبت کا احساس

ایک شخص نے لکھا کہ بظاہر کھانا پینا اور آرام کی چیزوں سے رغبت نہیں، جواباً فرمایا کہ جب نعمت موجود ہوتی ہے بالقول یا بالفعل رغبت محسوس نہیں ہوتی لیکن فقدان کے بعد اس کا احساس ہوتا ہے۔ لہذا رغبت کی نفی کے دعوے سے بچنا چاہیے۔ اور اگر ایسا احساس بھی ہو اس کا امتیاز نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ دعا کرنا چاہیے کہ اے اللہ جتنی رغبت دیں وہ دین میں معین ہو مانع نہ ہو کما روی عن عمرؓ

غیبت کا علاج

استحضاء و ہمت اور بعد صدور صاحب حق سے معاف کرا کر تدارک اور یہ جزو اخیر سب اجزاء سے زیادہ ضروری اور موثر ہے۔ فرمایا کہ ذکر موت سے مقصود صرف کف عن المعاصی ہے اگر اس کا ملکہ ہو جائے تو اس کے بعد ذکر موت ہی کی ضرورت نہیں۔

خیال عمل کا مقدمہ ہے

ایک سالک نے لکھا کہ خیال وفکر تو ہر وقت اس بات کی رہتی ہے کہ آخرت کا سامان کرنا چاہیئے لیکن صرف خیال ہی ہوتا ہے عمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اپنے عیوب کا احساس تو بہت زیادہ ہے لیکن ان کی اصلاح کی کوشش نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ خیال مقدمہ ہے عمل کا۔ مقدمہ کی توفیق بھی نعمت ہے نعمت کا شکر کرنے پر مزید کا وعدہ ہے اور اس مزید میں عمل بھی داخل ہے مگر عمل چونکہ اختیاری ہے لہذا ضم ہمت کی بھی ضرورت ہے اس شکر کا یہ اثر ہوگا کہ استعمال اختیار میں سہولت ہو جائے گی مگر بدون قصد اس

مزید کا وعدہ نہیں۔

فرمایا کہ واجب میں مشکل ہونا عذر نہیں۔

تبلیغ میں تشدد کا علاج

فرمایا کہ تبلیغ دین میں اقویاء کے مذاق پر کلام کیا گیا ہے جس کا تحمل اس وقت کے ضعفاء کو نہیں اور علاج اس مذاق میں منحصر نہیں لہذا اس کو مقصود بالذات نہ سمجھنا چاہیے۔

ذہول کا علاج

ایک صاحب نے لکھا کہ میرے اندر فضول گوئی کا مرض ہے ہر چند میں اسے ترک کرنے کا تہیہ کرتا ہوں دل میں عہد کرتا ہوں مگر پھر وہ سرزد ہو جاتی ہے عین وقت پر اپنا عہد معاہدہ سب بھول جاتا ہوں گو بعد کو افسوس ہوتا ہے اس کا کیا علاج ہے۔

تحریر فرمایا کہ "بہت احباب کو یہ تدبیر بتلائی گئی ہے اور نافع بھی ہوئی کہ ایک پرچہ پر اس کی یادداشت لکھ کر کلائی پر باندھ لیں سامنے ہونے سے یقیناً یاد آ جائیگا آگے عمل اپنی ہمت پر ہے۔

شکر نعمت خوشتر از نعمت بود

فرمایا کہ حضرت مولانا رومی صاحبؒ فرماتے ہیں۔

"شکر نعمت خوشتر از نعمت بود"

یعنی نعمت کا شکر خود نعمت سے بھی اچھا ہے اس لئے کہ شاکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور صاحب نعمت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اس کا قالب۔ اور یہ فرق اس لئے کہ شکر تم کو حق سبحانہ تک پہنچانے والا ہے، برخلاف نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کر دیتی ہے کیونکہ نعمت سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے۔ پس شکر نعمت افضل ہوا نفس نعمت سے اچھا ہم نے مانا کہ نعمت ہی اچھی چیز ہے کیونکہ نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے۔ پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اس کی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اس لئے بھی شکر ضروری ہے شکر جو کہ نعمت ہے اگر تم کو حاصل ہو جائے تو تم سیر چشم اور دولت مند ہو جاؤ گے کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکو گے اور غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے اور غذائے جسمانی کا زیادہ کھانا اور اس کی تکلیف تم سے دور ہوگی۔

عمل کا بار بار تکرار کرنا بدون تکمیل عمل کے بے کار ہے

جب تک سوال نہ کیا جائے مسئلہ بتلانا واجب نہیں۔

اعمال کی نگہداشت

ہر ذمہ دار کو اپنے ماتحت لوگوں کے اعمال کی نگہداشت کرنا چاہیے چنانچہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ میں جب معتبر اہل شخص کو کوئی عہدہ دیتا ہوں تو یہ کافی ہے کہ عہدہ دینے سے پہلے اس کی اہلیت، لیاقت دیانت وامانت کی تحقیق کرلوں، پھر میں سبک دوش ہوں یا مجھے عہدہ دینے سے کے بعد اس کے کام کی بھی تحقیق کرنا چاہیے کہ جیسا میرا گمان تھا وہ ویسا ہی ثابت ہوا یا میرا گمان غلط نکلا سب نے جواب دیا کہ عہدہ دینے سے پہلے پوری طرح تحصیل کرلینا کافی ہے اس کے بعد آپ سبکدوش ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ جواب صحیح نہیں بلکہ مجھے اس کے کام کی بھی تحقیق کرنا چاہیے کہ جب میرا گمان تھا اس نے اسی طرح کام کا حق ادا کیا یا میرا گمان اس کے متعلق غلط ثابت ہوا۔ بدوں اس کے میں سبکدوش نہ ہونگا محققین صوفیہ کا بھی یہی خیال ہے کہ جس کو کوئی خدمت سپرد کی جائے اس کے اعمال کی بھی جانچ کرنا چاہیے۔ کہ جو خدمت اس کے سپرد کی گئی ہے وہ اس کا اہل ثابت ہوا یا نہیں۔

تکبر و شرم

طالب علم کی محرومی کی وجہ تکبر و شرم ہے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم صرف دو وجہوں سے محروم رہتا ہے یا تکبر کی وجہ سے یا شرم کی وجہ سے کیونکہ دین میں تکبر یا شرم کا کام نہیں نہ حق بات کہنے میں، نہ اس کے بتلانے میں نہ معلوم کرنے میں اسی سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ **نعم النساء نساء الانصار لم یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین** یعنی انصار کی عورتیں بہت اچھی عورتیں ہیں کہ ان کو مسائل دین کے دریافت کرنے میں حیاو شرم نہیں آتی۔

نفس کشی کی تعریف

نفس کشی تصوف کی اصطلاح میں تکبر دعویٰ، عجب و پندار خودرائی، خودبینی زائل کرنے کا نام ہے جب تک یہ رذائل نفس کے اندر موجود ہیں وہ زندہ ہے جس دن ان سے پاک ہو گیا مردہ ہو گیا مگر اس موت کے بعد اس کو جو زندگی ہوتی ہے وہ روحانی حیات ہے اور لازوال حیات ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

تصوف میں کامیابی کا انحصار اتباع سنت پر ہے

صوفیہ متبعین سنت کو جماعت کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا ہے ہم نے اپنے اکابر کو اسی قدم پر پایا ہے اور حضرات سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔افسوس کہ آج کل کے جاہل صوفی جماعت کا تو کیا اہتمام کرتے نماز کی بھی پوری پابندی نہیں کرتے۔نہ معلوم ان لوگوں نے تصوف کس چیز کا نام رکھ لیا ہے جو مخالف سنت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے۔

حال: ایک صاحب نے لکھا کہ گھر میں بڑی اذیت چھوٹے بھائی سے ہے ان کے لئے روزانہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی جھوٹ اور خباثت کی عادت چھوڑا دے دین و دنیا دونوں اپنی برباد کر رہے ہیں حضرت سے بھی دعا و تدبیر کی درخواست ہے۔

تحقیق: دعا سے کیا عذر ہے باقی تدبیر سو ہم جیسے ناقصین کے لئے تو دوسرے کیلئے تدبیر کرنے سے اپنے لئے تدبیر اسلم ہے،اور وہ تدبیر اسلم یہ ہے کہ ''فکر خود کن فکر بیگانہ مکن''۔اور ایک وقت وہ آتا ہے جس میں کاملین کے لئے بھی یہی تجویز فرمایا گیا ہے **علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم الایة** اور وہ وقت ہے جب باوجود سعی کے دوسرا نہ مانے کذا فی بیان القرآن،اور اس کے ساتھ بھی اگر فکر بیگانہ کا ہجوم ہو جائے وہ مجاہدہ اضطرار یہ اور موجب قربت ہے۔خلاصہ یہ کہ زیادہ حصہ حالات موجودہ کا مجاہدات اضطراریہ ہیں نہ انبیاء خالی ہیں نہ اولیاء نہ دوسرے مومنین۔گو الوان سب کے مختلف ہوتے ہیں لیکن قدر مشترک سب کے لئے نعمت ہے اور سب سے بڑی اور مختصر اور جامع اور ہر وقت کے استحضار کے قابل اور ہر حالت پر منطبق اور اس کے مناسب چیز یہ ہے کہ جس حالت سے دین کا ضرر نہ ہو خیر محض ہے،خواہ طبیعت کے کیسے ہی خلاف ہو،اور وہ عمر بھر لازم رہے۔بس قلب میں اس کو راسخ کر لیا جائے اور اپنے دل کو مشغول بالذکر رکھا جائے اور اس کو اصل شغل سمجھا جائے اس کے ہوتے ہوئے کسی سعی کے فوت ہونے کا افسوس نہ کیا جائے کیونکہ علاوہ عبادت موظفہ کے اور اشغال عارض کے سبب ہیں،اور یہ (مشغولی بالذکر) سب عوارض کے انصرام اور اختتام کے بعد باقی ہے بس اس نظام کے بعد فکر اور سوچ اور تمنا اور انتظار کو دل سے نکال دیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ حیوٰۃ طیبہ کا صرف حصول ہی نہیں بلکہ مشاہدہ ہو جائے گا اور بعد چندے نفس مطمئنہ ہو کر اس پر راضی بلکہ لذت گیر ہو جائے گا بقول ایک صاحب

حال کے ۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　　　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

ومن لم یرزق لم یدر رزقنا اللہ ھذا الذوق فی حیاتنا و وقت مماتنا و نختم الکلام مستعینین برحمۃ اللہ العلام.

توکل کا درجہ مامور بہ

ایک صاحب خیر نے جو اپنے فرزندان کے ناکامی ذرائع معاش سے پریشان تھے لکھا کہ ''اپنی اولاد کے معاملات سے اس قدر وابستگی رہتی ہے کہ دن رات اسی خیال میں مستغرق رہتا ہوں نماز کے بعد نیز سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، بس بچوں کی کامیابی فلاح و بہبود کے علاوہ سب دعائیں کرنا چھوڑ دیں۔ اس خیال سے بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ خدانخواستہ اگر مرتے وقت بھی بچوں کا خیال رہا تو میں نہ دین کا رہوں گا نہ دنیا کا۔ توکّل میرے اندر نہیں رہا۔ قلب میرا تاریک ہوگیا۔ حالت میری بد سے بدتر ہوگئی حضور اپنے ذلیل و خوار غلام کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔

تحقیق: یہ احساس و فکر خود علامت ہے ایمان کامل کی۔ اللہ تعالیٰ مزید تکمیل و رسوخ عطا فرمائے اور توکل کے نقص کا شبہ بھی محض وہم ہے توکل کامل کے درجات ہیں، کاملین کا سا نہ سہی مگر جو درجہ توکل کا مامور بہ ہے (کوئی مامور بہ ناقص نہیں ہوتا) وہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہے جس کی کھلی علامت ہر حالت میں دعا کرنا ہے اگر کارساز پر نظر نہ ہوتی تو دعا ہی کیوں کی جاتی اور یہی نظر توکل مامور بہ ہے اور اس سے آگے کے درجات زیادہ کمال کے ہیں مگر یہ بھی ناقص نہیں۔ بالکل اطمینان رکھا جائے رہا یہ شبہ کہ اولاد سے شدید تعلق ہے اور یہ کہ اگر آخری وقت میں اس کا استحضار رہا تو محض تباہی ہے یہ خوف علامت ایمان کی ہے اور اس خوف پر بشارت ہے ایمان کی کما فی قولہ تعالیٰ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کریم اور ظاہر ہے کہ مغفرت ہے ایمان کے محفوظ رہنے پر تو خوف پر اس طرح بشارت ہے حفاظت ایمان کی، پھر تباہی کا وہم کیوں کیا جائے۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ اولاد کے مصالح و فلاح کا اہتمام طاعت اور ان کا حق مامور بہ ہے تو مامور بہ کا اہتمام سوء خاتمہ کا سبب کیسے ہوسکتا ہے البتہ ان کی ایسی محبت کہ اس میں دین کی بھی پروانہ رہے اور اس محبت میں معصیت کا بھی ارتکاب کرلیا جائے یا احکام ضروریہ میں خلل ہونے لگے یہ ہے غیر اللہ کی محبت مذمومہ۔ یہ تو ضابطہ کا جواب ہے اور بالکل صحیح و حقیقت

لیکن اس کے ساتھ عادت اللہ ہے کہ مومن کے اخیر وقت میں یہ جائز محبت بھی فنا کر دی اور اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں دم نکلتا ہے۔

افسوس کے حدود

حال: خادم کی یہ حالت ہے کہ نماز تہجد کو بھی آنکھ نہیں کھلتی اور اگر کھلتی ہے تو وہ سستی ہے کہ اٹھا نہیں جاتا اپنی حالت پر افسوس ہے۔

تحقیق: افسوس تو علامت ہے محبت کی جو مطلوب ہے مگر افسوس کے حدود ہیں جو چیز اختیاری ہو، وہاں افسوس کے ساتھ اختیار سے بھی کام لینا مثلاً تہجد اگر اخیر شب میں نہیں ہوتا تو بعد نماز عشاء پڑھ لیا جائے جو چیز اخذ نہ ہو وہاں صبر استغفار و دعا کرنا چاہیے۔

صرف دعا پر اکتفا نہ کرنا چاہیے

حال: حضرت والا کی دعا اگر ہوئی تو یہ مشکل آسان ہو جائے۔

تحقیق: دعا سے انکار کب ہے لیکن ہر امر میں صرف دعا پر اکتفاء کرنا ضعف علمی و عملی ہے اوپر کی تفصیل کی ضرورت ہے۔

ترک تعویذ کا انتظام

فرمایا کہ اصل تو یہ ہے کہ تعویذ گنڈے کو بالکل حذف کیا جائے لیکن اگر غلبہ شفقت سے کسی مصلح شفیق کو یہ گوارا نہ ہو تو تدریج سے کام لیا جائے جس کا نظام یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ظاہراً جاری رکھا جائے لیکن ہر طالب سے یہ بھی ضرور کہہ دیا جائے کہ میں اس کام کو نہیں جانتا۔ مگر تمہاری خاطر سے کئے دیتا ہوں چند روز کے بعد یہ سمجھا جائے کہ لوگ اس کو جس درجہ کی چیز سمجھتے ہیں یہ اس درجہ کی چیز نہیں ہے۔ اس کے بعد ایسا کیا جائے کہ کسی کو دیدیا کسی سے عذر کر دیا مگر نرمی سے۔ پھر بالکل حذف کر دیا جائے۔

کثرت اساتذہ مناسب نہیں

وہ محض دو چار روز کے لئے کیونکہ کثرت میں سب کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے۔ کیسے کام کی بات ہے۔

فرمایا کہ میرا دل ذرہ برابر گوارا نہیں کرتا کہ کسی کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے البتہ جب مجھ کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو اس سے بچنے کی تدبیر کرتا ہوں۔

اسراف کی مذمت

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت مسلمان اس زمانہ میں فضول اخراجات کی بدولت تباہ برباد ہیں مگر اب تک یہ حالت ہے کہ فضول اخراجات سے نہیں رکتے فرمایا کہ یہی ہو رہا ہے پھر جب پیسہ پاس نہیں رہتا جھوٹ فریب کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔

امر بالمعروف کی ادنیٰ شرط

فرمایا کہ ادنیٰ شرط امر بالمعروف کی یہ ہے کہ جس کو نصیحت کرے عین نصیحت کے وقت یہ سمجھے کہ میں اس سے کم درجہ کا ہوں اور وہ مجھ سے افضل ہے۔

طریق میں پریشانی ہے ہی نہیں

فرمایا کہ اگر اصول صحیحہ کا اتباع کیا جائے تو کوئی بھی پریشانی نہیں خصوص اس طریق میں تو پریشانی ہے ہی نہیں، دین میں تو پریشانی ہے ہی نہیں خواہ وہ احکام ظاہرہ ہوں یا باطنہ لوگوں نے بوجہ اپنی لاعلمی کے اور فن سے ناواقف ہونے کے خود اپنے اوپر پریشانیاں لے رکھی ہیں اور اگر کوئی بات نفس کے خلاف بھی ہو تو جب اس میں عبد کا سراسر نفع ہے تو پھر اعتراض اور شبہ پریشانی کا کیا۔

فرمایا کہ ہر چیز میں خدا کی حکمتیں اور اسرار ہیں جن کو بندہ سمجھ نہیں سکتا اسلئے خود تمناؤں کو فنا کر کے تفویض اختیار کرے۔

طلب صادق

فرمایا کہ طلب صادق ایسی عجیب چیز ہے کہ بڑے بڑے سخت کام کو سہل بنا دیتی ہے۔

اصرار علی البیعت کی وجہ

فرمایا کہ جب بدون بیعت ہوئے ہی (اتباع شیخ سے) وہ کام ہو جائے جو بیعت ہونے سے ہوتا تو پھر بیعت پر کیوں اصرار ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کالا ہے کوئی نفسانی غرض قلب

میں بیٹھی ہوئی ہے اور میں اس کو بتلائے دیتا ہوں کہ کام کرنا مقصود نہیں نام کرنا مقصود ہے کہ ہم بھی فلاں سے تعلق رکھنے والے ہیں جس کا منشاء جاہ ہے اور یہ ناشی ہے کبر سے، جیسے ایک عورت ہے اس کو شہوت تو ہے نہیں مگر نان نفقہ کی ضرورت ہے، وہ ایک شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے اس نے کہا بیوی نکاح تو میں کرتا ہی نہیں، ہاں پچاس روپے ماہوار تجھ کو دیا کروں گا تو اس عورت کا اس میں کیا حرج ہے لیکن اگر نکاح ہی پر اصرار ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں شہوت ہے۔

حق تعالیٰ انفعال سے منزہ ہیں

ایک شخص نے کہا کہ حضرت دشمن کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ کر ہم کو بھی رحم آجاتا ہے تو کیا حق تعالیٰ کو رحم نہ آئیگا۔ جب کفار دوزخ میں جلیں گے، فرمایا کہ آپ کا قیاس مع الفارق ہے آپ میں تو انفعال ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے منزہ ہیں وہاں تو جو بھی ہوتا ہے ارادہ سے ہوتا ہے پھر وہ ارادہ بھی حکمت سے ہوتا ہے۔

رعایا کے مطیع بنانے کی تدبیر

فرمایا کہ جب تک شفقت نہ ہو پرورش کا خیال نہ ہو کوئی اور طریقہ اور کوئی تدبیر رعایا کے مطیع بنانے کی نہیں۔

سر سید کے متعلق حضرت والا کی رائے

فرمایا کہ سر سید سے ایک رئیس میرٹھ نے پوچھا کہ تم چاہتے کیا ہو، دنیا یا دین، جواب دیا کہ میں نہ دنیا چاہتا ہوں نہ دین، صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے بھائی ننگے بھوکے نہ رہیں۔ مگر بندہ خدا نے یہ نہ دیکھا کہ ننگے بھوکے تو دین پر عمل کرتے ہوئے بھی نہ رہتے، ایسے جواب کا سبب عقل کی کمی، دین کی کمی ہے۔ غرض یہ کہ سر سید کی نیت تو بری نہ تھی مسلمانوں کا ہمدرد مگر عقل و دین کی کمی کی وجہ سے جو راہ مسلمانوں کی فلاح اور بہبودی کے لئے نکالی وہ مضر ثابت ہوئی۔

ذہانت بھی عجیب چیز ہے

فرمایا کہ سلطان عبدالحمید سے کسی یورپین بادشاہ نے کہا تھا کہ آپ یورپ کے درمیان ایسے

ہیں جیسے بتیس دانتوں کے درمیاں زبان۔ اس سے تعریض تھی عجز وضعف کی طرف۔ جس کو سلطان سمجھ گئے اور برجستہ کہا بالکل ٹھیک ہے مگر قدرتی سنت یہ ہے کہ دانت پہلے فنا ہوجاتے ہیں اور زبان باقی رہتی ہے۔

خواص مسلمان

فرمایا کہ استغناء، حسن ظن ترحم، اعتماد، یہ سب شجاعت کے لوازم سے ہے اور مسلمانوں کے خواص ہیں، اور یہ دوسری قوموں میں نہیں۔

انگریزی خوانوں کا معیار مقبولیت

فرمایا کہ انگریزی خوانوں کے یہاں معیار مقبولیت صرف یہ ہے کہ وہ چیز نئی ہو چاہے کتنی ہی بعید از عقل ہو مگر ہو نئی اس کو قبول کر لیتے ہیں اور کوئی بات کتنی ہی قریب از عقل ہو مگر ہو پرانی اس کو قبول نہ کریں گے چنانچہ غلام احمد قادیانی کو دیکھ لیجئے اس نے پہلے مجدد ہونیکا دعویٰ کیا پھر محدث ہونے کا پھر مہدی ہونے کا پھر کرشن ہونے کا، پھر نبی ہونے کا پھر الہام کے لفظوں میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعوی کیا کبھی عورت بنا، پھر اس کو حمل قرار پایا۔ کیا اس کو ہذیان نہ کہیں گے مگر انگریزی خواں ہیں کہ معتقد ہیں۔

مناظرہ بہت خطرناک چیز ہے

فرمایا کہ ہر شخص کو مناظرہ کرنا مناسب نہیں اس کے لئے بڑے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ میں نے خود بہت لوگوں کو دیکھا ہے کہ مناظرہ کرتے کرتے خود بگڑ گئے اور بد دین ہو گئے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ سیدھا سیدھا اپنے روزہ نماز میں لگا رہے اور ان جھگڑوں میں نہ پڑے۔

معراج کا اثبات

وقوع معراج کے متعلق فرمایا کہ یہ واقعہ عقلاً ممکن اور نقلاً ثابت اور جس ممکن کے وقوع پر نقل صحیح دال ہو وہ ثابت۔ بس اس کا وقوع ثابت ایک انگریزی خواں صاحب نے کہا کہ اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر بھی ہے۔ فرمایا کہ آپ جو نظیر مانگتے ہیں تو اس نظیر کی ضرورت ہوگی۔ پھر اسی طرح اس نظیر کی بھی ضرورت ہوگی۔ آخر کہیں جا کر آپ کو کوئی واقعہ بلا نظیر کے ماننا پڑے گا تو معلوم ہوا کہ ہر واقعہ کے ماننے

کے لئے نظیر کی ضرورت نہیں لہذا اس کو ہی بلانظیر کے مان لیجئے جو کام آخر میں جا کر کرنا پڑیگا وہ شروع ہی میں کر لیجئے۔

انگریزی پڑھنا ضروری ہے یا نہیں

فرمایا کہ ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا ہے۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے۔

(۱) انگریزی پڑھنے سے نیت کیا ہے۔(۲) انگریزی پڑھنے کے قواعد کیا ہیں (۳) کورس کیا ہے

(۴) بادشاہ وقت کے حامی ہوتے ہوئے اس کی ضرورت کیا ہے۔

تقویٰ کی برکت کا اثر

فرمایا کہ ذہن کے بڑھنے کا کوئی طریقہ نہیں اور حافظہ کی قوت کیلئے تقویت دماغ کی ضرورت ہے پھر فرمایا کہ تقویٰ کی برکت سے علوم صحیحہ ذہن میں آسکتے ہیں مگر خود ذہن تقویٰ سے بڑھتا ہے جیسے کسی شخص کی بینائی کمزور ہوتو تقویٰ سے نہیں بڑھتی۔

مقصود طریق رضائے حق ہے

فرمایا کہ طریق سے لوگوں کی عدم مناسبت کا سبب اس کی حقیقت سے بے خبری ہے، رسوم کا نام ان جاہلوں نے تصوف رکھ لیا ہے، حالانکہ طریق کی حقیقت اعمال ہیں، اور مقصود طریق رضاء حق ہے اس سے آگے یا تو بے تعلق چیزیں ہیں یعنی ان کو طریق سے کوئی تعلق نہیں یا ان کا درجہ مثل تدابیر طبیہ کے تدابیر کا درجہ ہے یا اگر وہ غیر اختیاری کیفیات ہیں تو یہ مقصود نہیں۔ گو محمود ہیں اور مقصود میں معین بھی ہیں ان تدابیر کو بدعت کہنا اصول سے ناواقفی ہے جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔

ایک صاحب کا خط آیا جو نہایت ہی بدخط تھا اور اصلاح اور نفس کی اصلاح چاہی تھی۔ تحریر فرمایا کہ نفس کی اصلاح سے پہلے ضرورت ہے اصلاح خط کی کہ اس کا تعلق دوسرے کی راحت وکلفت سے ہے اگر اس میں شبہ ہوتو لفافہ پر جو پتہ لکھا ہے اسی کو دیکھ لو۔ غالب یہی ہے کہ ڈاک خانے والے بھی پریشان ہوئے ہوں گے۔

فرمایا اسی طریق میں سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ کسی کامل کے سامنے اپنے کو پامال کردے، مٹادے، فنا کردے۔

جائے بزرگاں بجائے بزرگاں سے مراد برکت ہے

اور یہ واقعہ ہے کہ اس میں برکت ضرور ہے چنانچہ مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی جگہ پر بیٹھ کر جب ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار و برکت محسوس کرتا ہوں۔فرمایا کہ کثرت تکلم کا منشاء کبر ہے کہ اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ اسے کچھ نہیں آتا اسلئے بولتا ہے۔

مشورہ حضرت والا برائے مدرسہ دیوبند

فرمایا کہ میں نے مشورہ یہ دیا تھا کہ مدرسہ کو ایک دم مقفل کردیا جائے اور ملک میں اعلان کردیا جائے کہ ان وجوہ سے مدرسہ کو بند کئے دیتے ہیں۔فضا خوش گوار ہونے پر کھول دیں گے اور سب مفسدوں کو نکال باہر کردیا جاتا اور پھر جو داخل ہوتا وہ ایک تحریری معاہدہ کے ساتھ داخل کیا جاتا کہ اگر ان شرائط کے خلاف کیا تو مدرسہ سے خارج کردیئے جاؤ گے اور یہی شرائط مدرسین کے ساتھ ہوں باقی اب تو مدرسہ کو اکھاڑہ بنا رکھا ہے میں نے مہتمم صاحب سے صاف کہدیا تھا کہ مدرسہ کی حالت یہ ہے کہ جیسے بے روح کے جسم ہوتا ہے اب اگر اس صورت میں مدرسہ کو ترقی بھی ہوئی تو یہ ترقی ایسی ہوگی۔ جیسے مرجانے کے بعد لاش پھول جاتی ہے اور اندیشہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں پھول کر جب پھٹے گی تو محلّہ بستی کو بھی مارے بدبو کے سڑادیگی۔اس پر مہتمم صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔اب سنا جاتا ہے کہ طلبہ کا تو بالکل ہی طرز بدل گیا، یہی پتہ نہیں چلتا دیکھنے سے کہ یہ علی گڑھ کالج ہے یا دینی مدرسہ۔اپنے بزرگوں کا طرز چھوڑ دیا۔پھر نور و برکت کہاں۔ یہ سب اسی کمبخت نیچریت کی نحوست ہے، طلباء کے لباس میں طرز معاشرت میں نیچریت کی جھلک پیدا ہوگئی، منتظمین اساتذہ سب کے سب طلباء سے مغلوب ہیں محض اس وجہ سے کہ اگر یہ نہ رہے تو ہماری مدرسی بھی جاتی رہے گی۔

اصول صحیحہ

فرمایا کہ لوگوں نے اصول صحیحہ کو چھوڑ دیا ہے جس سے ایک عالم کا عالم پریشانی میں مبتلا ہے حتیٰ کہ حکومت اپنی رعایا سے۔ باپ اپنے بیٹے سے استاد اپنے شاگرد سے پیر اپنے مرید سے، خاوند اپنی بیوی سے، آقا اپنے نوکر سے، اور اگر اصول صحیحہ کا اتباع کیا جائے اور ہر چیز کو اپنی حد پر رکھا جائے تو کوئی

پریشانی یا تکلیف نہیں ہو سکتی۔

خادمان دین کے لئے چند تجربہ کی باتیں

فرمایا کہ خادمان دین یعنی جن کے متعلق افتاء و تبلیغ و تعلیم و تربیت کا کام سپرد ہو وہ کسی کی گواہی نہ دیں نیز کسی کے معاملہ میں حکم یعنی فیصلہ کنندہ بھی نہ بنیں۔ کیونکہ ایسے کرنے سے وہ ایک جماعت سے شمار کرلیا جائیگا۔ اور دوسری جماعتوں کے مسلمان اس کے فیوض اور برکات سے محروم رہ جائیں گے غرض ایسے خادمان دین کو ہرگز ایسے معاملات میں نہ پڑنا چاہیے۔ اس میں بڑی مضرت کا اندیشہ ہے خصوص دین کا ضرر کیونکہ اس زمانہ میں ہر شخص آزاد ہے نہ کسی کا کسی پر اثر۔ نہ کسی کے اعتقاد اور محبت کا اعتماد۔ صرف مطلب اور اغراض تک سب کچھ ہے اور ان کے خلاف کوئی بات پیش آجائے اسی وقت اثر اور اعتقاد و محبت سب ختم ہو جائے یہ تجربہ کی باتیں ہیں۔

فرمایا کہ اکثر جھگڑے کے جب استفتاء آتے ہیں تو یہاں سے یہ جواب آتا ہے کہ دونوں فریق جمع ہو کر آؤ اور دونوں زبانی واقعہ بیان کرو سننے کے بعد حکم شرعی ظاہر کردیا جائیگا ظاہر ہے کہ اس سے کون خوش رہ سکتا ہے۔

سلوۃ الکیب بخلوۃ الحبیب

ایسا شخص تلاش کیا جائے جس میں یہ صفت ہوں۔

(۱) دل سے اپنا خیر خواہ و محب و ہمدرد ہو۔ (۲) عاقل ہو اور اگر صاحب تجربہ بھی ہو تو سونے پر سہاگہ (۳) راز دار یعنی حافظ اسرار ہو۔ (۴) بے تکلف ہو کہ اگر اس کی رائے میں آپ کی کوئی غلطی ہو تو اس کو محبت سے ظاہر کردے (۵) اور اگر دیندار ہو تو نور علی نور۔

ایسے شخص کے مل جانے کے بعد کسی غم و فکر کا بوجھ اپنے دل پر نہ رکھا جائے۔ بلکہ ہر واقعہ کو جس سے خلجان بڑھنے لگے اس پر ظاہر کردیا جایا کرے خود اس اظہار میں ہی خاصیت ہے کہ غم خفیف ہو جائے گا۔ اور اگر وہ کچھ تسلی کردے یا کوئی مناسب تدبیر بتلادے تو اور اخف ہو جائے گا۔ اگر ایسے شخص سے روزانہ ملاقات ممکن ہو تو غم بڑھنے ہی نہ پائے اور کسی فصل سے ملاقات ہو سکے تو بڑھنے کے بعد گھٹ جائیگا۔ یہ تو مادی تدبیر ہے اور اگر اس کے ساتھ روحانی علاج کو اس سے زیادہ اہم سمجھ کر اس کا التزام

کیا جائے۔ اور درود و استغفار کی کثرت ہے خصوص یہ دعا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ تو اس سے یا غم کا وقوع

ہی نہ ہوگا یا وہ موثر نہ ہوگا۔ اور اگر بقدر تحمل و سہولت اجزاء ذیل کو بھی منضم کرلیا جائے تو قوی اور مقوی بدرقہ کو کام دے گا۔

(الف) غیر ضروری تعلقات کی تقلیل (ب) دوسروں کے مصالح کے اہتمام میں اعتدال یعنی ترک

(ج) افعال غیر مقدر یا غیر کے مقدور کی عدم تعدی (د) اجمالی مراقبہ خدا کے حاکم اور حکیم ہونے کا

(س) کوئی شغل تفریح کا جس میں کچھ قوت دماغیہ کا بھی صرف ہو مگر تعب کا درجہ نہ ہو اور اپنے اختیار کا ہو اور سب سے بہتر تصنیف ہے۔

نوٹ: ایک شخص نے اپنے ضیق و پریشانیوں کا حال لکھا تھا کہ (۱) جس سے نفع کی توقع ہے وہ نقصان واذیت کے درپے ہوتا ہے۔ (۲) نوکروں، چاکروں کی سخت دقت ہے اور اوسطاً ۱۲، ۱۵ آدمیوں کا کھانا رہتا ہے۔ (۳) والدہ دائم المریض ہیں۔ بیماری میں کوئی پانی اٹھا کر دینے والا نہیں۔ (۴) معلم کوئی ڈھنگ کا ملتا نہیں لڑکے خراب خستہ مارے مارے پھرتے ہیں۔ (۵) نہ گھر میں کسی کو راحت نصیب نہ مجھ کو فکر و تردد میں ہر وقت گرفتار رہتا ہوں۔ (۶) خواجہ صاحب پر بڑا رشک آتا ہے۔

فرمایا کہ عمل کیلئے دعاء اہم ہے واکسیر۔

شریعت کو چھوڑ کر طبیعت کے اقتضاء پر عمل کرنا ایسا ہے جیسا سونا چھوڑ کر تانبے کو لینا کیا یہ خسارہ نہیں۔

ضیاع نعمت پر بالکل رنج نہ ہونا بھی مذموم نہیں بلکہ لکیلا تاسوا علی مافاتکم سے اس کا مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے نعمت کی بے قدری کا شبہ ہو تو بے قدری نعمت کی یہ ہے کہ اس کو غیر مصرف میں صرف کیا جائے۔

بھائی کے انتقال سے قلب پر وحشت تھی اس کے متعلق علاج دریافت کیا گیا تھا۔ فرمایا کہ طبعی وحشت کوئی معصیت نہیں جس کی تدبیر بتلائی جائے۔ لیکن تبرعاً لکھتا ہوں وہ دو جز سے مرکب ہے ایک مرحوم کا بلا ضرورت تذکرہ نہ کرنا نہ سننا دوسرے اپنے کو کسی جائز کام میں لگائے رکھنا خواہ دنیوی کام ہو یا دینی، اپنے کا فارغ نہ رکھنا۔

ایک شخص نے معاصی شہوانیہ کا علاج پوچھا، فرمایا بجز ہمت و مقاومت نفس کے اور کوئی علاج

نہیں۔اس معاملہ میں تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر دوزخ کی تکلیف سے کم ہے۔

فرمایا کہ بے تکلفی کا مدار مناسبت پر ہے بعض سے پہلی ہی ملاقات میں بے تکلفی ہو جاتی ہے بعض سے عمر بھر بھی نہیں ہوتی اس کی کوئی خاص تدبیر نہیں۔

فرمایا کہ سالک کیلئے یہ مبارک اعتقاد ہے کہ مجھے دنیا میں اپنا دشمن کوئی نظر نہیں آتا سوا اس کے کہ میں خود اپنا دشمن ہوں نیز اس کا استحضار رحمت ہے۔

فرمایا کہ پھل آنے سے پہلے باغ بیچنے میں دو گناہ ہیں۔ایک عقد باطل جس کا تدارک بجز فسخ عقد اور استغفار کے اور کچھ نہیں۔دوسری چیز حرمت ثمر ہے جس کا تدارک یہ ہے کہ بائع زبانی کہے کہ میں نے موجودہ پھل اتنی قیمت کو فروخت کیا اور مشتری کہے کہ میں نے قبول کیا۔

فرمایا کہ ذکر کے برکت کی شرط توجہ ہے اور توجہ عام ہے چاہے ذکر کا تصور کرے یا مذکور کا یا ذاکر (یعنی قلب کا)

مبتدی کو اس کی ضرورت ہے کہ جس قدر چیزیں قلب کو مشوش اور پریشان کرنے والی ہیں ان سے حتی الامکان اجتناب کرے یعنی اپنے اختیار سے اپنے قلب کو ایسی باتوں میں نہ پھنسائے۔

عمل کے نفع کا مدار نیت پر ہے۔دیکھئے نماز بدون نیت کے نہیں ہو سکتی۔زکوۃ بدون نیت کے ادا نہیں ہو سکتی۔ایمان جو سب کی جڑ ہے۔بدون نیت کے نہیں ہو سکتا۔

فرمایا کہ جو متواضع ہو اور اپنے متواضع ہونے پر اس کو نظر ہو وہ متواضع نہیں متکبر ہے۔

☆☆☆

ضمیمہ

(۱)وحدۃ الوجود کی حقیقت

وحدۃ الوجود مقاصد تصوف سے ہے نہ مقامات سلوک میں اس کا شمار ہے چنانچہ سلف میں اس کا مفصل تذکرہ تحریراً یا تقریراً نہ تھا۔ ابہام کے درجہ میں کہیں کہیں اس کے آثار کا ظہور ہو جاتا تھا جس کا حاصل یہ ہے کہ معنون تھا عنوان نہ تھا پھر خلف میں اس کا عنوان مختلف تعبیرات سے ظاہر ہوا، وحدۃ الوجود ان حضرات کی خاص حالت اور کیفیات کا نام ہے جو غلبہ عشق و محبت الٰہیہ سے ان پر وارد ہوتی ہے جیسا عشاق مجازی پر بھی اس قسم کی کیفیت بعض دفعہ طاری ہوتی ہے کہ محبوب کے سوا کسی چیز پر التفات نہیں ہوتا، سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسی کا دھیان لگا رہتا ہے اسی طرح حضرات صوفیہ کو غلبہ محبت وعشق اور غلبہ استحضار محبوب کی وجہ سے حضرت حق کے سوا کوئی بھی موجود نہیں معلوم ہوتا۔ قلب پر سلطان حق کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کے سوا ہر چیز حتیٰ کہ خود اپنی ذات بھی معدوم نظر آتی ہے۔

چو سلطان عزت علم بر کشد　　　جہاں سر بہ جیب عدم در کشد

بدون اجازت مشائخ شیخ نہ بنے

اگر کوئی از خود دیا تنا اپنے کو مشیخت کا اہل سمجھتا ہو تو گو شرعاً اس صورت میں شیخ سے اجازت حاصل کرنیکی ضرورت نہیں مگر اسلم یہی ہے کہ بدون اجازت مشائخ کے ایسا نہ کرے تاکہ مشائخ کے دل میں کدورت پیدا نہ ہو، اور ان کے دل میں اس کے مدعی ہونے کا خیال نہ آئے۔ اور اس طریق میں اسباب تکدر شیخ سے احتراز بہت زیادہ ضروری ہے کہ استقامت اور تمکین کامل رضائے شیخ ہی سے حاصل ہوتی ہے تکدر شیخ سے گو اخروی ضرر نہ ہو مگر دنیوی ضرر یہ ہوتا ہے کہ جمعیت قلب فوت ہو جاتی ہے اور پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے جیسا کہ ابن منصور کو یہ سب کچھ پیش آیا اللھم انی اسئلک رضاک ورضیٰ اولیاء ک واعوذ بک من سخطک وسخط اولیاء ک

(۳) کثرت ریاضت اور شدت مجاہدات

کی وجہ سے حسین ابن منصور حلاج کی گدڑی میں بہت بڑی بڑی جوئیں ہوگئیں تھیں اور ان کو اپنے شغل سے اتنی فرصت نہ تھی کہ کپڑوں کو صاف کریں یا جوئیں ماریں۔

(۴) قصداً دھوپ میں ذکر و شغل خلاف سنت ہے

اگر قصداً ایسا کیا جائے کہ سایہ کو چھوڑ کر دھوپ میں ذکر و شغل کیلئے جائے تو واقعی مذموم وخلاف سنت ہے اور قصداً ایسا نہ کیا جائے بلکہ ذکر و شغل سایہ میں شروع کیا ہو پھر دھوپ آگئی ہو مگر ذکر یا مذکور کے ساتھ غایت دلبستگی کی وجہ سے دھوپ کی خبر نہ ہوئی تو یہ حالت نہ مذموم ہے نہ خلاف سنت۔ مگر محققین کے نزدیک کیفیات کا اتنا اہتمام شدید اور نفس پر اتنا تشدد محمود نہیں من شاق شاق اللہ علیہ حدیث ہے۔

(۵) سب سے بڑی کرامت ولی کی یہ ہے کہ شدائد و مصائب میں بھی محبت الٰہی پر قائم رہے۔

(۶) عارف کی تعریف بقول امام قشیری

بقول قشیری معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ پہچانے۔ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص وصدق اختیار کرے، اخلاص رو یا اور آفات باطنہ سے پاک ہو جائے اللہ کے دروازہ پر جمارہے اور دل کو ہمیشہ اس کی طرف لگائے رکھے پھر اللہ تعالیٰ بھی اچھی طرح اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور تمام گناہ چھوڑ کر اللہ کے لئے صادق ومخلص بن جائے اور خواطر نفسانی منقطع ہو جائیں اس کا دل کسی ایسے خاطر کی طرف مائل نہ ہو جو حق کی طرف داعی ہو۔ جب یہ مخلوق سے اجنبی اور آفات نفس سے بری اور مخلوق پر نظر کرنے سے پاک ہو جائے اس کا باطن ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے مناجات میں لگا رہے ہر لحظہ اسی کی طرف رجوع کرتا رہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ سزاوار ہے۔ کہ اسرار بطور الہام کے منکشف ہوتے رہیں جو تقدیر کی گردشوں میں جاری وساری ہیں اس وقت اس کو عارف اور اس کی حالت کو معرفت کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص نہ غیر اللہ پر نفع وضرر اور تاثیر کی حیثیت سے نظر کر سکتا ہے نہ اس حیثیت سے اس کا ذکر کر سکتا ہے چنانچہ یہی مطلب ہے۔ حسین بن منصور حلاج کے اس قول کا کہ لایجوز لمن یری غیر اللہ ویذکر غیر اللہ ان یقول عرفت اللہ الاحد الذی

ظهر عنه الاحاد ۔

(۷) چونکہ صوفیائے کرام اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتے ہیں ان میں رحم وکرم زیادہ ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے تمام مختلف فرقوں سے ہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ ان کو اپنی جماعت میں داخل سمجھتا ہے اور ان کا فیض مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رہتا کفار بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں جس طرح اطبائے اجسامیہ کی طرف ہر فرقہ اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے۔

(۸) حسین بن منصور حلاج فرماتے ہیں کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتیں ہیں۔

(۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیر حال کا خوف

(۹) عین الجمع اور جمع الجمع کی تحقیق

اس کی حقیقت اصلاح صوفیہ میں یہ ہے کہ سالک سے مخلوق کا مشاہدہ سلب کرلیا جائے حتیٰ کہ اپنی ذات کا بھی مشاہدہ فنا ہو جائے۔ سلطان حقیقت کے غلبہ وظہور کی وجہ سے غیر حق کا احساس بالکلیہ جاتا رہے وہ کسی کمال کو اپنی یا غیر کی طرف منسوب نہیں کرسکتا۔ کیونکہ سب اور مظہر وہی ہے (الجمع بالحق لفرقة عن غير ه والتفرقة عن غيره جمع به) اور اس حالت کا پورا غلبہ ہو جائے تو جمع الجمع یا عین جمع کہلایا جاتا ہے اصطلاح صوفیہ میں۔

(۱۰) غیر مقبول سے حسن ظن معتبر نہیں

(۱۱) سوء ظن کے لئے دلیل قوی کی ضرورت ہے اور حسن ظن کیلئے سوء ظن کی دلیل کا نہ ہونا کافی ہے۔ جس شخص کی زبان یا قلم سے کلمہ کفر صادر ہوا گر وہ معنی کفر کا التزام کرتے تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بلکہ اس پر حکم کفر کا لگا دیا جائے گا۔ اور اگر معنیٰ کفر کا التزام نہ کرے بلکہ اس سے اپنی برأت ظاہر کرے اور کلام میں دوسرے معنیٰ کا احتمال بھی ہو یا وہ خود اپنے کلام کے دوسرے معنیٰ بیان کرے جس کا لغتاً یا عرفاً یا اصطلاحاً استعمال ہو تو اس صورت میں تکفیر جائز نہیں یا اگر اس سے برأت بھی منقول ہو لیکن کوئی وجہ اس میں صحت کی نکل سکتی ہو تب بھی تکفیر جائز نہیں اگر چہ وہ وجہ بعید ہو خصوص جب کہ اس کے قائل میں آثار قبول وصلاح

کے غالب ہوں، خلاصہ یہ کہ سوءظن کے لئے دلیل قوی کی ضرورت ہے حسن ظن کے لئے سوءظن کی دلیل کا ہونا ہی کافی ہے۔

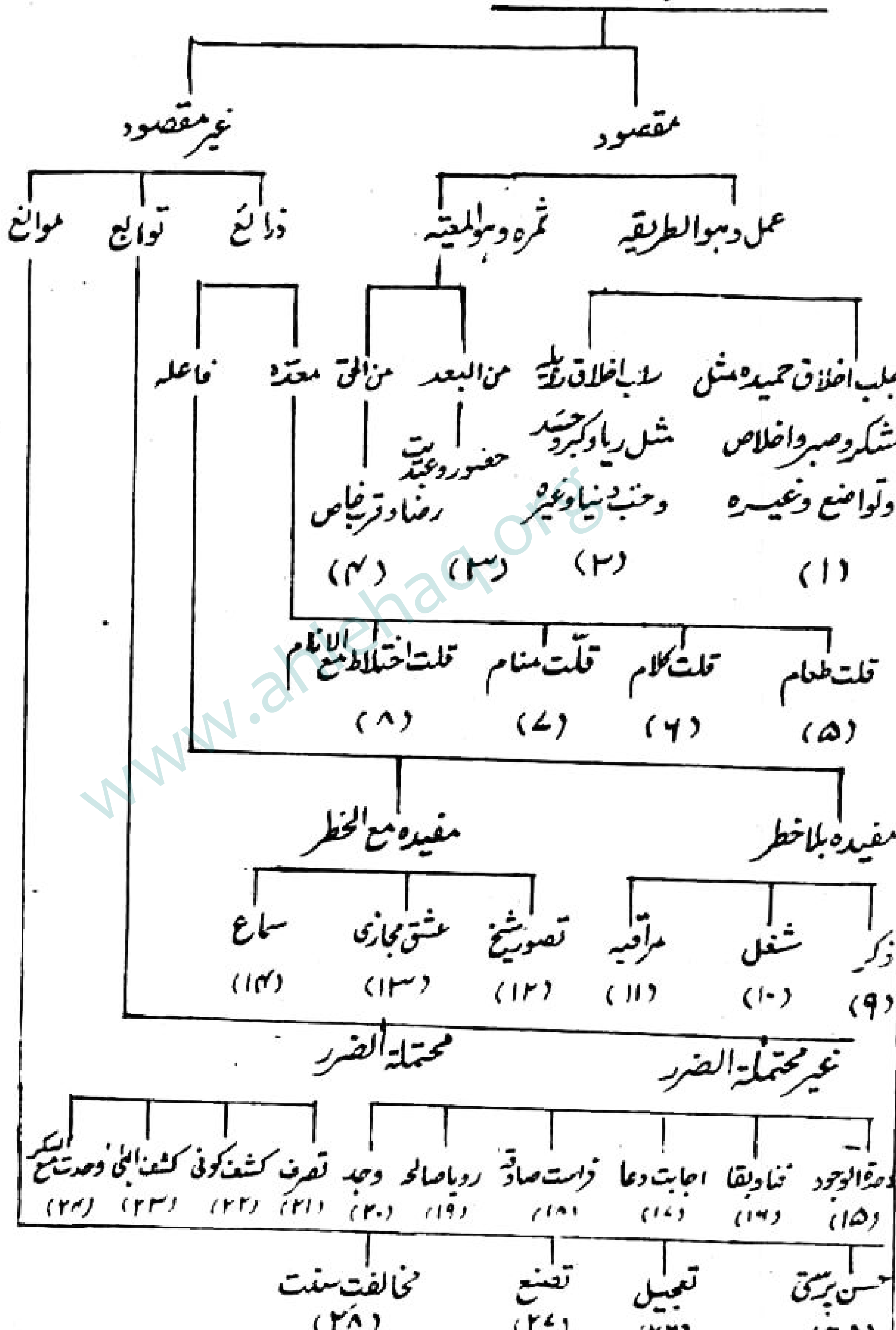
(۱۲) ابن خفیف جیل خانہ میں ابن منصور کے پاس گئے اور کہا میں تم سے تین مسئلے تصوف کے پوچھنا چاہتا ہوں ایک تو یہ کہ صبر کسے کہتے ہیں۔ابن منصور نے کہا کہ میں اپنی ان بیڑیوں کی طرف نظر کروں تو وہ ٹوٹ جائیں مگر باوجود اس قدرت تصرف کے رات دن پیروں میں بیڑیاں ڈالے رکھتا ہوں۔اور دیوار جیل خانہ کی طرف نظر ڈالوں تو دیوار پھٹ کر کھل جائے مگر بایں ہمہ ہر وقت جیل خانہ ہی میں رہتا ہوں۔ صبر یہ ہے پوچھا کہ فقر کیا ہے۔ابن منصور نے ایک پتھر پر نگاہ ڈالی تو وہ فوراً سونا اور چاندی بن گیا کہا یہ فقر ہے کہ باوجود اس قدرت تصرف کے میں ایک پیسہ تک کا محتاج ہوں۔ پھر پوچھا کہ فتوت ومردانگی کسے کہتے ہیں، ابن منصور نے کہا کہ اس کو تم کل دیکھو گے، چنانچہ ابن خفیف کہتے ہیں کہ جب رات آئی تو میں نے خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہے اور ایک منادی پکار رہا ہے کہ حسین بن حلاج کہاں ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے گئے ان سے کہا گیا جو تم سے محبت رکھے گا جنت میں داخل ہوگا اور جو تم سے بغض رکھے گا دوزخ میں جائے گا۔حلاج نے کہا نہیں یارب بلکہ سب کو بخش دیجئے اور پھر میری طرف ہوئے اور کہا فتوت یہ ہے۔

(۱۳) سب سے بڑی کرامت ولی کی یہ ہے کہ شدائد مصائب میں بھی محبت الٰہی پر قائم رہے اس میں ذرہ برابر بھی کمی نہ رہے۔

(۱۴) فرمایا امور مجوث عنہا فی التصوف حسب ذیل ہیں۔

(۱۴) فرمایا امور مبحوث عنہا فی التصوف حسب ذیل ہیں ۔

امور مبحوث عنہا فی التصوف



(۱۵) الصوفی لامذهب له کا مطلب

چونکہ صوفیائے کرام اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتے

(۱۵) الصوفی لا مذھب لہ کا مطلب

چونکہ صوفیائے کرام اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتے ہیں ان میں رحم و کرم زیادہ ہوتا ہے وہ مسلمانوں کے تمام مختلف فرقوں سے ہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ ان کو اپنی جماعت میں داخل سمجھتا ہے اور اپنے سے الگ بھی، اپنے ساتھ ان کی ہمدردی و بے تعصبی دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے گویا الگ ہیں۔ اس لئے بعض

لوگوں نے یہ کہدیا ہے **الصوفی لامذھب لہ** یعنی صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ مگر تصوف میں ایسا نہیں۔ صوفیائے کرام کامل متبع کتاب سنت ہوتے ہیں۔ مگران کی دعوت وتبلیغ کا وہ طریقہ نہیں ہے جو دوسروں کا ہے اس لئے صوفیہ کا فیض مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رہتا۔ کفار بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں اوران سے محبت کرتے ہیں جس سے بعض دفعہ ان کو اسلام کی طرف ہدایت ہو جاتی ہے۔ صوفیہ اطباء روحانی ہیں پس جس طرح اطبائے جسمانی کی طرف ہر فرقے اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا، اسی طرح صوفیہ سے ہر فرقہ اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے۔ اس پر بھی کسی کو اعتراض کا حق نہیں بشرطیکہ وہ کتاب وسنت پر پوری طرح عامل ہوں اگر میلان کا منشاء مداہنت فی الدین ہو تو ایسا شخص صوفیہ میں شمار نہیں ہوسکتا۔ مدارات اور شئی ہے مداہنت اور، دونوں میں فرق نہ کرنا جہل عظیم ہے۔

(۱۶) ابن منصور کا تواضع

ابن منصور کا قول ہے کہ میں جو بڑے بڑے شدائد کا تحمل کر لیتا ہوں اس میں میرا کچھ کمال نہیں کیونکہ طبیعت انسانیہ ہر حالت میں عادی ہو جاتی ہے اور عادت کے بعد تحمل آسان ہو جاتا ہے مقصود تواضع ہے کہ میرا کوئی کمال نہیں، یہ تحمل شداید ہے۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ کی محبت کا طریقہ

ابن منصور نے فرمایا کہ واجبات اور فرائض کو ادا کرتے رہو اسی سے اللہ تعالیٰ کی محبت تم کو حاصل ہوگی۔

(۱۸) نفس کی نگہداشت کا طریقہ

ابن منصور نے فرمایا کہ اپنے نفس کی نگہداشت رکھو۔ اگر تم اسے حق کی یاد اور اطاعت میں نہ لگاؤ گے تو وہ اپنے شغل میں لگائے گا یعنی شہوت میں پھنسا دے گا۔

(۱۹) حسین ابن منصور نے فرمایا کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتیں ہیں

(۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل یعنی دنیا سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیرات حال کا خوف۔

(۲۰) حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کا فتویٰ

منصور معذور تھے بے ہوش ہو گئے تھے ان پر کفر کا فتویٰ دینا بے جا ہے ان کے باب میں سکوت چاہیے اس وقت رفع فتنہ کی غرض سے قتل کرنا ضرور تھا۔

(۲۱) حضرت اقدس حکیم الامت کا فتویٰ

میری رائے ابن منصور کے متعلق یہ ہے کہ وہ اہل باطل میں تو نہیں۔ اور ایسے اقوال احوال جن سے ان کے صاحب باطل ہونے کا وہم ہوتا ہے وہ میرے نزدیک ماول یا قبل دخول فی الطریق ایسے حالات ہوں مگر اس کے ساتھ ہی کاملین میں سے نہیں مغلوب الحال ہیں اس لئے معذور ہیں۔

(۲۲) وحدۃ الوجود کی اجمالی حقیقت یہ ہے

کہ ممکنات کا وجود نظر سے غائب ہو جائے یہ نہیں کہ ممکنات کو خدا مان لیا جائے ابن منصور نے صاف تصریح کر دی ہے کہ انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ میں کچھ نہیں، یہ معنی نہیں کہ میں ہی سب کچھ ہوں۔

(۲۳) احوال و کیفیات کے آثار

ابن منصور نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام احوال و کیفیات پر غالب ہوتے ہیں اور ان کے مالک، وہ احوال و کیفیات کو پلٹ دیتے ہیں احوال ان کو پلٹ نہیں سکتے۔ انبیاء کے سوا دوسروں کی یہ شان ہے کہ ان پر احوال و کیفیات کی سلطنت ہوتی ہے احوال ان کو پلٹ دیتے ہیں اور وہ احوال کو نہیں پلٹ سکتے۔ اسی طرح اولیاء میں جو کامل متبع سنت ہوتے ہیں وہ بھی انبیاء علیہم السلام کی طرح احوال پر غالب ہوتے ہیں، مگر درجہ کمال تک پہنچنے سے پہلے احوال و کیفیات ہی غالب رہتی ہیں۔

(۲۴) ابن منصور سے غلبہ حال کے وقت یہ کلمہ انا الحق بے ساختہ نکل جاتا تھا اور انہوں نے تو معنی بھی بتلا دیئے کہ اپنی ہستی کا دعویٰ نہیں بلکہ فناء کا اظہار ہے کہ ایک کے سوا میری نظر میں کچھ نہیں خود اپنی ہستی بھی کچھ نہیں۔

دل ہو وہ جس میں کہ کچھ نہ ہو جلوہ یار کے سوا ۔۔۔ میری نظر میں خار بھی جام جہاں سے کم نہیں

(۲۵) فرمایا کہ اولیاء فانی صفت ہوتے ہیں یعنی ان میں نہ رنج اثر کرتا ہے نہ راحت۔ مطلب یہ کہ

وصول کے بعد مجاہدہ مجاہدہ نہیں رہتا بلکہ غذا بن جاتا ہے تمہارے نزدیک ہزار رکعت پڑھنا مجاہدہ ہے اور میرے نزدیک نہیں کیونکہ یاد محبوب میری غذا بن گئی ہے میرے نزدیک جیل خانے اور حمّام برابر ہے کیونکہ اپنی صفات کا فنا اور صفات محبوب کا مشاہدہ مجھے ہر جگہ حاصل ہے۔

(۲۶) ترک تقلید

حسین بن منصور کی عمر جب پچاس برس کی ہوئی فرمایا کہ اب تک میں نے مذاہب مجتہدین میں سے کوئی مذہب اختیار نہیں کیا بلکہ جملہ مذاہب میں سے دشوار تر کو اختیار کیا ہے کہ خروج من الخلاف احوط ہے اور ایسی ترک تقلید بالاتفاق مذموم نہیں، ترک تقلید وہ مذموم ہے جس کا منشاء اتباع رخص ہے اور اب کہ میری عمر پچاس سال کی ہے ایک ہزار سال کی نمازیں پڑھ چکا ہوں اور ہر نماز غسل کر کے پڑھی وضو پر اکتفا نہیں کیا۔

(۲۷) توکل متعارف کا حال عدم اہتمام غذا ہے کہ اس چیز کی حرص نہ کرے اللہ پر نظر رکھے جو وہاں سے عطا ہو جائے لے لے۔

(۲۸) فرمایا کہ فانی فی التوحید ہو جاؤ مشاہدہ حق سے توکل بھی کامل ہو جائے گا۔

(۲۹) اپنے اعمال پر نظر نہ کرو

فرمایا کہ اپنے اعمال پر نظر نہ کرو، اعمال کو موصل نہ سمجھو کیونکہ وصول وہبی ہے کسبی نہیں گو عادتاً کسب ہی پر مرتب ہوتا ہے مگر ترتیب یہ ہے کہ اپنے اعمال کو کامل نہ سمجھے جب تک اعمال پر نظر رہے گی وصول میسر نہ ہوگا۔

(۳۰) عارف ہر وقت مشاہدہ حق میں رہتا ہے

فرمایا کہ عارف کی شان یہ ہے کہ عارف ہر وقت مشاہدہ حق میں رہتا ہے واردات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ تفویض کلی کر دیتا ہے اگر کسی وارد کا حق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے ادا کر دیتا ہے ورنہ نہیں۔

(۳۱) فرمایا کہ محبوب کے عتاب سے بھاگنا محبت و عشق کے خلاف ہے۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاتیغت ۔ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

چنانچہ جس شخص نے حسین بن منصور کے تازیانے مارے تھے اس نے یہ بیان کیا کہ ہر تازیانے پر غیب سے فصیح اور صاف آواز میں سنتا تھا کہ کوئی کہتا ہے کہ **یاابن منصور لاتخف ھذا معراج الصادقین**

(۳۲) ابن منصور جب سولی پر چڑھا دیے گئے ان کے مریدوں نے پوچھا ''ہمارے بارے میں کہ آپ کے ماننے والے ہیں، اور منکرین کے بارے میں جو آپ پر پتھر پھینکیں گے آپ کیا فرماتے ہیں'' فرمایا'' ان کو دو ثواب ملیں گے اور تم کو ایک ثواب ، کیونکہ تم کو مجھ سے حسن ظن ہے اور وہ توحید کی قوت اور شریعت پر مضبوط رہنے کی وجہ سے یہ حرکت کریں گے اور شریعت میں توحید اصل ہے اور حسن ظن فرع''

ف: سبحان اللہ یہ جواب ہزار کرامات سے بڑھ کر ہے جو مخلص صادق ہی کی زبان سے نکل سکتا ہے یہاں سے ان صوفیوں کو سبق لینا چاہیے جو شریعت کی عظمت نہیں کرتے ۔

(۳۳) مشہور ہے کہ ابن منصور شیر پر سوار ہو جاتے اور سانپ کا تازیانہ بنا لیتے ۔

(۳۴) تصوف کی حقیقت

تصوف کی حقیقت کتاب وسنت کی معرفت اور ظاہر و باطن کا ان سے رنگین ہونا ہے اور ورع وتقویٰ میں کمال حاصل ہونا ہے احوال وکیفیات وکشفیات والہامات نہ تصوف اسلامی کا جزو ہیں نہ اس طریق میں مطلوب ہر شخص کو اس کی تعداد کے موافق مجاہدات وریاضات وکثرت ذکر وفکر ومراقبات سے حاصل ہوتے ہیں پھر ان احوال وکیفیات میں بھی جو حالت اور کیفیت موافق سنت ہو وہ افضل ہے اور جو سنت کے موافق نہ ہو وہ مستحسن نہیں گو صاحب حال پر ملامت بھی نہیں کہ اس میں معذور ہے اسی طرح جو کشف الہام نصوص شریعت کے خلاف نہ ہو مقبول ہے ورنہ قابل رد ہے ۔

(۳۵) وحدۃ الوجود کا غلبہ کب ہوتا ہے

جب کوئی شخص اللہ کی طلب میں مجاہدہ ریاضت کرے گا اور ہر وقت اس کے دھیان میں رہیگا اس پر فنا اور وحدۃ الوجود کی کیفیت کا غلبہ ضرور ہوگا بلکہ محبوب مجازی کی محبت بھی جب زیادہ غالب ہوگی اس میں بھی یہ کیفیت ظاہری ہوگی چنانچہ مجنوں کو لیلیٰ کی محبت میں درجہ فنا حاصل تھا اور اس سے آگے بڑھا

تو وحدۃ الوجود کی کیفیت طاری ہوگئی کہ جب کوئی پوچھتا کہ لیلیٰ کہاں ہے، کہتا کہ میں ہی لیلیٰ ہوں۔

(۳۶) احسان کی تعریف اور اس کے تحصیل کا طریق

احسان ظاہر اور باطن یعنی اسلام اور ایمان کی حقیقت اور روح ہے اسی کی تکمیل اور تحصیل کا نام تصوف ہے جو بدون کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی متابعت کاملہ کے حاصل نہیں ہوسکتا دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ علم عمل سے مقرون ہے اور عمل اخلاق سے مقرون ہے اور اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ علم وعمل سے اللہ تعالیٰ ہی کی رضا مقصود ہیں بس تصوف کی حقیقت اخلاص کی تحصیل وتکمیل ہے اور بدون ترک ''یعنی اور قطع علائق مانعہ کے اخلاص کا وہ رتبہ حاصل نہیں ہوسکتا جس کو حدیث میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۱) کام میں لگا رہنا چاہیئے اگر چہ ساری عمر کامیابی نہ ہو

ارشاد فرمایا کہ دین کے کام میں اگر کسی نے کوشش کی اور کامیاب بھی ہوگیا دوسرے نے کوشش کی لیکن ناکامیاب رہا تو دونوں کو ثواب برابر ملے گا بلکہ عجب نہیں کہ ایسے ناکامیاب کا اجر کہ جس نے کوشش میں کمی نہیں اس کامیاب سے بڑھ جائے چنانچہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماھر بالقران مع الکرام البررۃ والذی یقرء القران ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران متفق علیہ اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم سے لگاؤ کس کو ہے بس اس کی قدر ہے لہذا کام میں لگا رہنا چاہیے اگر چہ ساری عمر کامیابی نہ ہو۔

(۲) شاغل ذکر کیا کرے جب کوئی کام یاد آجائے

اگر ذکر کے اندر کوئی کام ایسا یاد آجائے جس کا انجام دینا فوراً مناسب ہو تو دیکھنا چاہیے کہ ایسا اتفاق کبھی کبھی ہوتا ہے یا اکثر اگر کبھی کبھی ہو تو پہلے اس کام کو کرے اس کے بعد اپنا معمول ادا کرے اور اگر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ذکر کرنے بیٹھتا ہے تب ہی کوئی نہ کوئی کام یاد آتا ہے تو ایسی حالت میں ہرگز ذکر کو ترک نہ کرے بلکہ اس کو وسوسہ سمجھے اور اپنا ورد پورا کرنے کے بعد اس کام کو انجام دے لے۔

(۳) مرض باطن کی تعریف یہ ہے کہ وہ معصیت ہو اور جو معصیت نہیں وہ مرض باطن ہی نہیں، مثلاً حب دنیا کو جب مرض کہا گیا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ حب دنیا کی ہر قسم مرض ہے بلکہ حب دنیا کی ایک قسم معصیت ہے مثلاً روپے پیسے کی اتنی محبت ہونا کہ اس کے پیچھے حلال وحرام کی تمیز نہ رہے یہ معصیت ہے اور حب دنیا کی یہی قسم مرض باطن ہے اسی طرح حرص کے تمام اقسام مرض باطن میں داخل نہیں بلکہ جو قسم معصیت ہے مثلاً کسی منکر اور منہی عنہ چیز کی حرص ہو یہ مرض باطن ہے اور کسی حلال چیز کی حرص ہو تو وہ لغتاً حرص ہوگی مگر حرص کی اس قسم کو امراض باطنہ میں داخل نہیں کریں گے۔

(۴) فرمایا کہ مؤمن تو کبھی اندیشہ سے خالی نہیں رہ سکتا کیونکہ اندیشہ کا بڑھنا تو بے فکری ہے جو مفضی الی الکفر ہو جاتی ہے۔

(۵) عقیدت کی تعریف

فرمایا کہ آج کل لوگ بزرگوں کی صحبت میں تو رہتے ہیں مگر جیسی عقیدت ان بزرگوں سے ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتی اسی لئے شیخ کے علوم ان کو عطا نہیں ہوتے عقیدت تو یہ ہے کہ بزرگوں کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے کو فنا کردے اور ایسی فنا کے تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ اول اول بہ تکلف اپنی رائے کو شیخ کی رائے کے مقابلہ میں فنا کرے یعنی ہیچ سمجھے پھر چند روز بعد یہ تکلف حال بن جائے گا۔

(۶) بدگمانی کی صورت میں احتیاط کاملہ کرنا جائز ہے

فرمایا کہ بلاوجہ کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا جائز ہے مگر بدگمانی کے ناجائز ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ دنیا بھر کو سچا ہی سمجھتا رہے بلکہ اگر کسی کی کوئی بات دل کو قبول نہ کرے اور اس کے قول کے سچا ہونے میں کسی وجہ سے شبہ پیدا ہو جائے تو وہاں پر گناہ سے بچنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس قائل کو یقیناً جھوٹا نہ سمجھے لیکن احتمال پیدا ہو جائے جس سے معاملہ احتیاط کا کرے۔

(۷) بدگمانی کا علاج اور احتیاط

فرمایا کہ تم کو جو لوگوں کے متعلق یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کے اندر فلاں فلاں عیب ہے اگر تم اس کا یقین نہیں کر لیتے نہ اس بدگمانی کے مضمون کو زبان سے بیان کرتے ہو نہ اس شخص کے ساتھ برتاؤ

ایسا کرتے ہو جیسا کہ تم کو اپنے متعلق گمان ہوتا ہے اگر ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ ہو تو پھر تم پر مواخذہ نہیں۔

(۸) تجربہ سے معلوم ہوا کہ شیخ کی بعض تدابیر اور تعلیم سے طالبین کی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے شیخ میں برکت کی ضرورت ہے اور اس برکت کا حصول تو محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے بندہ کے اختیار میں نہیں۔

(۹) شیخ کی رعایت وترجیح اعلیٰ درجہ کی حالت اور جامع بین الحب والعقل ہے اور یہ جامعیت سنت ہے صحابہؓ کی کہ اپنی محنت کو عقل سے مغلوب رکھتے تھے۔

(۱۰) فرمایا کہ یقیناً جو بُعد جسمانی قُرب روحانی کا سبب بن جائے وہ قرب کامل کی فرد ہے اگرچہ بصورت بُعد ہے۔

(۱۱) جو واقعہ اور حادثہ بلا اختیار عبد پیش آئے وہ سب خیر محض اور مصلحت بحت ہے۔ گو وہ خیر اور مصلحت صاحب واقعہ کی سمجھ میں نہ آئے ''در طریقت ہر چہ پیش سالک آید (نہ کہ آرد) خیر اوست''

(۱۲) فرمایا کہ تمام احیاء واموات کے لئے دعا کرنی چاہیے بلکہ اپنے لئے دعا کرنے سے افضل ہے، داعی کے لئے فرشتے دعا مانگتے ہیں ولک مثلہ۔ چنانچہ حضرت والا نے ایک صاحب کو ایک مرتبہ یہ دعا بتلائی تھی اللھم کل خیر لکل مسلم ومسلمة۔

(۱۳) فرمایا کہ دوسروں کے قول سے ایسی بے تعلقی کہ قادر ہو کر منکرات سے روک ٹوک نہ کرے مطلوب نہیں صرف غیر قادر کو تصدی نہ چاہیے۔

(۱۴) غیر اختیاری خیالات چونکہ مضر نہیں ہیں اس لئے ان کا دفع کرنا بھی ضروری نہیں صرف تکلیف دہ ہوتے ہیں جس کی تدبیر بتلانا مصلح دین کا کام نہیں اگر تبرعاً اس سے تدبیر پوچھی جائے تو وہ تدبیر صرف یہ ہے کہ ایسے خیالات کی پروانہ کی جائے۔ اگر اس پر بھی دفع نہ ہوں تو عمر بھر صبر کرنے کیلئے آمادہ ہو جانا چاہیے۔ اگر کسی کو دمہ کی بیماری ہو جائے تو اس کا نسخہ بتلانا شیخ کا کام نہیں اور اگر وہ اپنے تجربہ سے کچھ بتلا

بھی دے مگر وہ نافع نہ ہوتو وہ ذمہ دار نہیں۔

(۱۵) انفعالات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور کوئی غیر اختیاری مقصود نہیں گو محمود ہوں ان کے ساتھ یہ معاملہ رکھنا چاہیے کیلاتاسوا علیٰ مافاتکم لاتفرحوا بمااتکم .

(۱۶) ذکر میں راجح کیا ہے۔ذکر میں راجح فی نفسہ خفی ہے بعض مصالح کی بناء پر جہر غیر مفرط بھی مطلوب ہے اور مغلوبیت میں مفرط بھی عفو ہے۔

(۱۷) طریق ووسائل میں تحمل تعب نہ مجاہدہ ہے نہ موجب اجر

طریق ووسائل میں تعب بلاضرورت قصداً برداشت کرنا نہ مجاہدہ ہے نہ موجب اجر۔ مثلاً مسجد کے حمام میں سردی کے زمانے میں گرم پانی موجود ہو اور حوض میں ٹھنڈا پانی بھی موجود ہوتو گرم پانی چھوڑ کر حوض سے وضو کرنا مجاہدہ اور ثواب نہیں۔ ہاں مقاصد میں تعب برداشت کرنا مطلقاً موجب ثواب ہے مثلاً نماز کو طویل رکوع وسجود سے ادا کرنا ہر حال میں مجاہدہ وثواب ہے جب کہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔ کیونکہ امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم ہے اسی طرح فرض نماز کو جماعت سے ادا کرنا مجاہدہ اور موجب اجر ہے گو جماعت سے ادا کرنے میں تعب ہوتا ہو بشرطیکہ تعب تحمل سے زیادہ نہ ہو اور دوسروں کی پریشانی کا سبب نہ ہو کیونکہ یہ امور مقاصد میں سے ہیں مثلاً اپنے اوراد کا ایسا پابند ہونا کہ سفر میں رفقاء کی پریشانی کا خیال نہ کرنا شرعاً غیر محمود ہے کیونکہ رفقاء کی رعایت مقدم ہے اپنے معمولات کے رعایت ہے۔

(۱۸) حضرت والا کی رائے متعلق احکام جمعہ

مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور مجتہد فیہ میں کسی جانب قطع نہیں ہوسکتا صرف ترجیح ہوتی ہے اور وجوہ ترجیح میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے یہاں بھی باوجود اتحاد منشا قولین (یعنی احتیاط) کے صورت احتیاط میں اختلاف ہو گیا بعض نے جمعہ کو احتیاط سمجھا لان فیہ التیقن ببراء ۃ الذمۃ اور بعض نے وجوہ اشتباہ کے ضعف کی بناء پر جمعہ کو عمل کے لئے اختیار کر کے عوام کے لئے ترک ظہر کو احتیاط سمجھا لان فیہ صونا بعقائد عوام الامۃ اور خواص میں کسی محذور کے متحمل نہ ہونے کے سبب ان کو دونوں احتیاطوں کے جمع کرنے کا طریق بتلا دیا یہ تنقیح ہے اختلاف کی۔ اب احقر اپنا مسلک عرض کرتا ہے کہ میں اپنے ذوق سے جو کہ

مستفاد ہے کلیات شرعیہ سے عقیدہ کی احتیاط کو عمل کی احتیاط سے اہم سمجھتا ہوں لہذا عوام کیلئے عمل جمع کو اور علم جمع (یعنی خواص کی جمع کی اطلاع) کو خلاف احتیاط سمجھتا ہوں اور جمع میں مانعین کی طرف سے جو شبہات ہیں ان میں جماعت ظہر کے شبہ کو بہت قوی اور اس کے جواب کو ضعیف سمجھتا ہوں اور جمعہ کا جامع جماعات ہونا تیقن صحت جمعہ کی صورت میں ہے اور جب ہر شق میں احتیاط ہی احتیاط پر عمل ہے تو ظہر کی ترک جماعت جس میں ترک واجب کا شبہ ہے کیا خلاف احتیاط نہیں؟

(۱۹) فرمایا کہ جو کہا جاتا ہے کہ بلا مجاہدہ تصرف کے ذریعہ سے دفعۃً حصول کمال ہو جاتا ہے وہ کمال نہیں بلکہ ایسے تصرف سے کچھ کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں جو مقصود نہیں کیونکہ ان سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا جو کہ مقصود ہے پھر یہ کیفیات بھی جو کہ توجہ سے پیدا ہوتی ہے دیرپا نہیں ہوتیں، تیسرے ایسی توجہ سے بوجہ ضعف قویٰ طبعیہ بعض مرتبہ کوئی ضرر جسمانی پہنچ جاتا ہے۔

(۲۰) فرمایا کہ ایسا کوئی نہیں جس کو بلا مجاہدہ حصول کمال ہوا ہو (الا ماشاء اللہ) لہذا سالک کو چاہیے کہ صبر و استقلال و یکسوئی کے ساتھ اپنے شیخ کی تعلیمات پر عمل کرتا رہے جب وقت آئیگا تو مقامات و احوال میں سے جو کچھ اس کیلئے مناسب ہوگا وہ خود اس کو عطا ہو جائے گا۔

(۲۱) فرمایا کہ دیکھئے کہ ایک ہی بات ہوتی ہے کہ کسی کے کلام میں کچھ اثر رکھتی ہے اور کسی کے کلام میں کچھ، اگر کوئی کسی کافر کا نام لے زبان خراب کرنا کہا جائے گا لیکن قرآن میں بعض کفار کا نام آیا ہے جیسے فرعون، قارون ہامان وغیرہ تلاوت میں جب ان کا نام آتا ہے تو بجائے زبان خراب ہونے کے فی حرف دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(۲۲) قرآن کو تدبیر کے ساتھ پڑھنا چاہیے

فرمایا کہ لوگوں کو شکایات ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں لیکن اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن گو پڑھتے ہیں مگر تدبر کے ساتھ نہیں پڑھتے صرف الفاظ پڑھ لیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اثر کے لئے صرف شئی نافع کا وجود کافی نہیں بلکہ وجود مع الشرائط ہونا چاہیے۔

(۲۳) ہمارے اعمال من کل الوجوہ ہمارے قدرت میں نہیں صرف آلات ہمارے اختیار میں ہیں پس

ہمارے اعمال بھی جو موقوف ہیں آلات پر من کل الوجوہ ہمارے قدرت میں نہ ہوں گے۔

(۲۴) ہر علم کا معلوم جدا ہوتا ہے

فرمایا کہ علم کا شرف معلوم کے شرف پر موقوف ہے اور معلوم اس کو کہتے ہیں جس کے حالات اس علم میں بیان کئے جائیں اور ہر علم کا معلوم جدا ہوتا ہے جس علم کا معلوم جس درجہ میں ہے اسی درجہ میں علم بھی ہوتا ہے مثلاً علم فلاحت کا معلوم زراعت یعنی کھیتی کرنا ہے اور کناسی کا معلوم پاخانہ ہے جو نسبت ان دونوں معلوموں میں ہے یعنی کھیتی اور پاخانہ میں وہی نسبت ان کے علموں میں بھی ہوگی، ظاہر ہے کہ پاخانہ نجس اور ارذل چیز ہے اور زراعت صاف ستھری اور ذی شرف چیز ہے لہذا علم کناسی ارذل ہوگا اور علم فلاحت اشرف اور علم کناسی علم فلاحت کے سامنے علم کہلانے کا مستحق بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح علم دین کا معلوم حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور احکام ہیں تمام علم دین کا حاصل یہی ہے اور دیگر تمام علوم کا معلوم دنیا یا ماسوی اللہ ہے پس جو نسبت دنیا یا ماسوی اللہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہی نسبت علوم دنیویہ کو ہوگی علم دین کے ساتھ اور اس نسبت کے متعلق بجز اس کے کیا کہا جاسکتا ہے ۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔

حق تعالیٰ کی ذات وصفات کو تو کسی چیز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں دی جاسکتی وہ باقی اور سب فانی وہ زندہ اور سب مردہ وہ غنی اور سب محتاج۔ وہ موجود اور سب چیزیں معدوم **کل شئی ھالک الا وجھہ** غرض دونوں چیزوں میں کوئی نسبت نہیں قرار دی جاسکتی۔ سوائے اس کے کہ علم دین پر موجود کا اطلاق کیا جائے اور دیگر علوم پر معدوم کا اب میرا دعویٰ قریب الفہم ہوگیا ہوگا کہ علوم دین کے سامنے دیگر علوم علم کہلانے ہی کے مستحق نہیں مقابلہ تو کیا کیا جائے علوم دنیا کو علم مت کہو فن کہو پیشہ کہو حرف کہو۔

(۲۵) جو چیزیں مفید ہوں ان کے سیکھنے کی اجازت ہے لیکن موجب فضیلت اور جزو دین نہ کہو دیکھئے پڑوسی کے بھی حقوق ہوتے ہیں جن کو سب دنیا مانتی ہے لیکن اس بات کو کوئی عقل مند جائز نہیں رکھتا نہ شریعت یہ تعلیم دیتی ہے کہ اس کو باپ بنالو۔ اس کو میراث دو، ہاں یہ حکم ضرور ہے کہ اس کا ہر بات میں جائز لحاظ کرو اور قدر کرو اس کو احتیاج ہو اس کی مدد کرو لیکن اس کی حد رکھو جو پڑوس کے لئے مناسب ہے ذوی القربیٰ پر مقدم نہ کرو اسی طرح ان تمام چیزوں کو جو مفید ہیں سیکھنے کی اجازت ہے بشرطیکہ حدود کے اندر ہوں لیکن ان کو کوئی امر شرعی یا باعث فضیلت اور جزو دین مت کہو۔

(۲۶) عزم کی تعریف

عزم کہتے ہیں ارادہ قویہ کو یعنی ایسا پختہ ارادہ ہو کہ چاہے کیسا ہی عارض پیش آئے بشرطیکہ اختیار باقی رہے اس ارادہ میں زوال نہ ہو۔

(۲۷) فرمایا کہ انتفاع بالقرآن کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ دین کا علم ہو دوسرے یہ کہ عمل کرنے کا پختہ قصد ہو علم سے سیدھا راستہ معلوم ہوگا اور عزم سے اس راستہ پر چلنا نصیب ہو سکے گا۔

(۲۸) فرمایا کہ بس نیکی کرتے رہو کسی کو ستاؤ مت یہی دین ہے۔

(۲۹) فرمایا کہ دین کا کوئی جزو بھی زائد نہیں حتیٰ کہ مستحبات بھی اپنے درجہ میں غیر زائد ہیں گو اتنا تفاوت ہے کہ واجبات کی کمی میں خسران ہے اور مستحبات کی کمی میں نقصان و حرمان۔

(۳۰) مستحبات بھی قابل احترام ہیں

فرمایا کہ اگر آپ کو مستحبات کے ثمرات معلوم ہو جائیں تو ان کا بھی کافی اہتمام کرنے لگیں گو یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ مستحبات سے ضرورت کو اٹھا لیا اس وجہ سے ہم لوگوں میں ہمت کم ہے اگر سب کو فرض کر دیا جاتا تو غالباً ہم مستحبات ہی کو نہیں بلکہ فرائض کو بھی چھوڑ دیتے، یہ مانا کہ ضرورت کو اسی سے اٹھا لیا گیا مگر جو ثمرات اور درجات ان مستحبات پر بھی تو بلا ان کے نہ ملیں گے مستحبات کی مثال احکام کے اندر ایسی ہے جیسے دعوت کے کھانوں میں چٹنی کو چٹنی کسی معنی کر زائد ہی ہے نہ اس پر بقائے حیات موقوف ہے اور نہ پیٹ بھرنا موقوف ہے۔ پھر دیکھئے چٹنی کا بھی کتنا اہتمام ہوتا ہے کہ فرمائش کر کے چٹنی منگائی جاتی ہے۔ صرف فرائض و موکدات ادا کر لینے سے ضرورت کا مرتبہ تو پورا ہو جائیگا اور آخرت میں عذاب بھی نہ رہے گا لیکن بلا مستحبات کے جنت سونی سونی رہے گی اس کے جنت کا حصہ دوسروں کے حصہ کی نسبت ایسا رہے گا جیسا کہ کم درختوں کے باغ زیادہ درختوں والے باغ کے سامنے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیغام جو شب معراج میں حضور ﷺ کی معرفت پہنچایا گیا ہے الجنۃ قیعان وغرسھا سبحان اللہ والحمد للہ اس میں تعلیم ہے کہ فرائض پر بس مت کر لینا آگے بھی ہمت کرنا۔ غرض مستحبات اہتمام کے قابل چیزیں ہیں۔ زوائد نہیں ہیں جب کہ مستحبات بھی زوائد نہیں تو فرائض و

واجبات کا کیا پوچھنا۔ پھر دین میں اختصار کیسے ہوسکتا ہے۔

(۳۱) فرمایا کہ عاشق کو جو تکلیف محبوب کی طرف سے پہنچے تکلیف ہی نہیں بلکہ سراسر راحت ہے اسی طرح اگر تعلق مع اللہ صحیح معنوں میں پیدا ہوگیا تو تمام احکام خداوندی بجالانے میں لذت ہی لذت آئے گی اور کوئی بھی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

(۳۲) صحابہؓ کو مجاہدات کی حاجت نہ تھی

فرمایا کہ صحابہؓ کو مجاہدات کی حاجت نہ تھی کیونکہ اول تو صحابہؓ کی استعداد قوی پھر حضور ﷺ کا فیض صحبت، اسی وجہ سے صحابہؓ کی وہ شان تھی جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

جیسے حضرات صحابہؓ کو بوجہ قوت استعداد اور فیض صحبت حضرت رسول اکرم ﷺ نفس کشی کے لئے مجاہدات شاقہ کی ضرورت (جیسا کہ بزرگان سلف سے منقول ہیں نہ تھی اسی طرح بوجہ قوت تحمل ایسے مجاہدات کی ضرورت اب اس زمانہ میں نہیں۔ کیونکہ ایسے مجاہدات کی وجہ سے صحت خراب ہوکر جو کچھ اعمال اس سے پہلے ہوجاتے تھے وہ بھی ترک ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل چیز اعمال ہی ہیں مجاہدات وریاضات تو ان کی تکمیل کا ذریعہ ہیں اور حق تعالیٰ کا فضل اس پر موقوف نہیں کہ اس زمانہ میں بھی بزرگان سلف کی طرح شدید مجاہدے کئے جائیں بلکہ اس زمانہ میں حق تعالیٰ کا فضل بقدر اپنے مکان کوشش کرنے سے متوجہ ہوجاتا ہے اس لئے اب جس کو جتنا امکان ہو اتنا ہی مجاہدہ اس کے لئے کافی ہے البتہ اتباع شریعت وہ ہر شخص کے لئے ہر زمانہ میں یکساں ضروری ہے بغیر اس کے وصول الی اللہ نہیں ہوسکتا۔

(۳۳) ثمرہ آجلہ وثمرہ عاجلہ کی حقیقت ومثال

فرمایا کہ ذکر کے دو ثمرے ہیں۔ ایک ثمرہ آجلہ دوسرے ثمرہ عاجلہ ثمرہ آجلہ تو رضائے حق ہے اور وہ رضائے ذکر سے حاصل دنیا ہی میں ہوجاتی ہے مگر ظہور اس ثمرہ کا آخرت میں ہوگا اور ثمرہ عاجلہ احوال وکیفیات ہیں جیسے ذوق شوق ویکسوئی وغیرہ تو ذکر سے اس کا حاصل ہونا غیر یقینی ہے اور جس ثمرہ کے مرتب کرنے کا حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے وہ ثمرہ صرف ثمرہ آجلہ یعنی رضائے حق ہے باقی رہے ثمرات عاجلہ سو ان کا نہ حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے نہ ان کا حاصل ہونا یقینی ہے پھر اس کے حاصل نہ

ہونے پر تنگدل ہونا کیسا اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ جیسے کوئی شخص کسی کی دعوت کرے کہ تمہاری فلاں دن دعوت ہے اور جب وہ دن دعوت کا آئے اور یہ مہمان اس کے پاس جائے تو وہ اس کی بہت خاطر کرے اور خوب اچھے اچھے کھانے کھلائے اور جب یہ کھانا کھا چکے اور میزبان کے پاس سے رخصت ہونے لگے تو بجائے اس کے کہ اپنے میزبان کا شکریہ ادا کرے، الٹی شکایت کرنے لگے کہ آپ نے مجھے کھانا تو کھلایا مگر کچھ نقد تو دیا نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اس مہمان ہی کو ملامت کرے گا کہ نقد کا اس نے وعدہ ہی کب کیا تھا۔ جو تو اس کے نہ ملنے پر میزبان سے شکایت کرتا ہے اسی طرح جب حق تعالیٰ نے ایک شخص پر اتنا احسان فرمایا کہ اس کو ایک ایسے عمل کی توفیق عطا فرمائی کہ جس سے وہ حق تعالیٰ کی رضا کا مستحق ہو گیا تو اس پر یہ واجب ہے کہ حق تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے نہ یہ کہ دوسری چیزیں جن کا حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ بھی نہ تھا نہ ملنے کی وجہ سے تنگدل ہو اور حق تعالیٰ کی شکایت کرے۔

(۳۴) ہیبت کا اول و دوم و سوم درجہ

فرمایا کہ وہ ہیبت جس کا سبب محبت ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہیبت ہے اور وہ ہیبت جس کا سبب عظمت ہو یہ دوسرا درجہ ہے اور تیسرا درجہ جو سب سے گھٹیا ہے وہ یہ ہے کہ ہیبت کا سبب احتمال ضرر ہو۔

(۳۵) فرمایا کہ اس طریق باطن میں مقصود اعمال ہیں باقی رہے حالات اور مکاشفات اور تصرفات سو یہ مقصود نہیں نہ ان کا حصول اختیاری ہے اور نہ ان کے عدم حصول سے سالک کا کچھ ضرر۔ بس اصل چیز اعمال ہیں بغیر ان کے ایک قدم بھی راستہ طے نہیں ہو سکتا۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید　　کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

(۳۶) طریق میں اصل چیز اعمال ہیں

فرمایا کہ وصول مقصود نہیں بلکہ قبول مقصود ہے اور قبول بغیر اعمال کے ہوتا نہیں لہذا اصل چیز اعمال ہوئے بس ان کی فکر میں لگنا چاہیے۔

(۳۷) فرمایا کہ قبر میں جس چیز سے رونق حاصل ہو یعنی حق تعالیٰ کی محبت بس اس چیز سے یہاں بھی رونق بڑھانی چاہیے لہذا جس شخص کے اندر جو بات قابل اصلاح ہو اس کی اصلاح کی طرف سے بے

پروائی نہ کرنا چاہیے خواہ مجمع گھٹے یا بڑھے۔

(۳۸)مرید کو شیخ سے نفع باطن حاصل ہونا

فرمایا کہ مرید کو شیخ سے نفع باطنی حاصل ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ اس کو شیخ سے اعتقاد ہو اور شیخ کو اس مرید کی طرف سے تکدر نہ ہو، غرض کہ تکدر شیخ یا مرید کے اعتقاد میں خلل ان دونوں کا نتیجہ مرید کیلئے محرومی ہے اگر مرید کو شیخ کے کسی فعل پر کوئی شبہ ہو جائے تو مرید کو چاہیے کہ اپنے اس شبہ کو حل تو کرے مگر اپنے شیخ سے حل نہ کرے بلکہ شیخ کے متعلقین میں سے کسی سمجھدار شخص سے اس شبہ کو بیان کرے اور اس سے اس شبہ کو حل کرے تا کہ مرید کے طرف سے اس کے شیخ کا قلب مکدر نہ ہو اور اگر وہ شبہ محض وسوسہ کے درجے میں ہو اور وہ وسوسہ خود بخود دفع ہو گیا اور طالب نے اس وسوسہ کے مقتضاء پر عمل بھی نہیں کیا تو ایسے وسوسہ کو شیخ سے کہنا اس طالب کے لئے مضر نہیں مگر بلا ضرورت مفید بھی نہیں بلکہ اولیٰ یہی ہے کہ اس کو بالکل نیست و نابود کر دیا جائے اور اگر اس وسوسہ سے طالبؔ کی طبیعت میں یہ اثر ہوا کہ اتار چڑھاؤ ہونے لگا گویا کہ اس وسوسہ کو ایک گونہ رائے کا درجہ حاصل ہو گیا اور وہ وسوسہ اس کو ناگوار بھی نہیں ہوا اور جب تک اس وسوسہ کو دلائل سے دفع نہیں کیا گیا وہ وسوسہ دفع بھی نہیں ہوا تو اگر چہ اس وسوسہ کے مقتضاء پر عمل نہیں ہوا اور گو یہ درجہ بھی وسوسہ کا غیر اختیاری ہے نیز اس وسوسہ کے غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے طالب پر آخرت میں مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ مگر اس وسوسہ کو شیخ سے کہنا مناسب نہیں بلکہ خلاف ادب اور موجب تکدر شیخ ہے اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ ایک وسوسہ ہے اور غیر اختیاری ہے تو پھر شیخ پر طالب کے اس وسوسہ کے اظہار سے شیخ کے تکدر کی کیا وجہ، تو ایک بار ایک بات ہے لہذا اس کو ایک مثال سے سمجھئے وہ مثال یہ ہے مثلاً ایک باپ نے بیٹے کو اس کی بدتمیزی پر ڈانٹا جب باپ ڈانٹ چکا اور باپ کا غصہ فرو ہو گیا تو اس کے بعد بیٹے نے باپ سے کہا کہ ابا جس وقت آپ مجھ کو میری بدتمیزی پر ڈانٹ رہے تھے تو میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ میں آپ کو قتل کر دوں، مگر وہ وسوسہ دفع ہو گیا تھا تو گو وہ باپ جانتا ہے کہ میرے بیٹے کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ مجھ کو قتل کر دے بلکہ صرف یہ ایک وسوسہ ہے جو اسکے دل میں آیا ہے اور غیر اختیاری ہے اور اس وسوسہ کی وجہ سے میرے بیٹے کو کچھ گناہ بھی نہ ہوگا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے ذرا سوچئے اور غور کیجئے کہ کیا اس باپ کو اس سے ناگواری نہ ہوگی، ضرور ناگواری ہوگی۔ اور باپ کو یہ خیال ہوگا کہ یہ کمبخت تو خطرناک ہے ساری عمر اس کی صورت نہ

دیکھنی چاہیئے تو جب اس باپ کو بیٹے کی یہ بات سن کرنا گواری ہوگی تو اگر یہ وسوسہ شیخ کے لئے موجب تکدر ہوتو کیا تعجب کی بات ہے۔

(۳۹) بزرگوں کے ساتھ اعتقاد

فرمایا کہ آج کل لوگوں میں نہ بزرگوں کے ساتھ اعتقاد ہے اور نہ بزرگوں کا ان کے قلب میں ادب ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ساری عمر ان بزرگوں کے فیض باطنی سے محروم رہتے ہیں اس پر ایک اہل علم نے عرض کیا۔ حضرت بزرگوں کا ادب حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ طریقہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے صاحب برکت ہونے کا اعتقاد کامل کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ میرے اندر جو نقائص ہیں ان کی اصلاح ضروری ہے اور وہ اصلاح ان بزرگوں ہی سے کراتا ہے تیسرے یہ عزم رکھے کہ ان بزرگ کی طرف سے میرے ساتھ خواہ کیسا ہی برتاؤ ہو مگر میں برابر ان کی دلجوئی اور ان کی اطاعت کرتا رہوں گا اگر چہ اس کے دل میں ان بزرگ کے متعلق کچھ وساوس آئیں مگر ان امور مذکورہ بالا کا پتہ تو رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بزرگوں کا ادب حاصل ہو جائیگا پھر ارشاد فرمایا کہ یہ وسوسے بھی اکثر اس وقت تک آتے ہیں کہ جب تک کمال فنا حاصل نہیں ہوتا۔ جب کمال فنا حاصل ہو جاتا ہے تو وسوسے بھی پیدا نہیں ہوتے۔

(۴۰) فرمایا کہ تربیت کی حقیقت تحقیق نہیں بلکہ علاج ہے لہذا تربیت کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہیے جو تحقیق کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی اگر کوئی بات فی نفسہ جائز ہو لیکن اگر ہم اس بات کی مخاطب کو اجازت دیتے ہیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ اس اجازت پر عمل کرنے سے وہ حدود سے نکل جائے گا اور اس کے اخلاق خراب ہوں گے اور اس کو اپنے مرض باطن سے جس کا وہ علاج ہم سے کرارہا ہے شفا نصیب نہ ہوگی تو ہم کو چاہیے کہ ایسی بات کی اس شخص کو بھی اجازت نہ دیں ورنہ تربیت نہیں ہوسکتی مثلاً طالب تکبر کا علاج کرا رہا ہے تو شیخ کو مناسب نہیں کہ التکبر علی المتکبر صدقہ کے مقتضاء پر عمل کرنے کی اجازت دے۔

(۴۱) شیخ کی اتباع ضروری ہے

فرمایا کہ شیخ اپنے مرید کو جب تک کسی خلاف شرع بات کا حکم نہ دے اس وقت تک اس کو اس حکم میں شیخ کا اتباع چاہیے پھر فرمایا کہ خلاف شرع سے مراد حرام اور مکروہ تحریمی ہے باقی رہا خلاف اولیٰ

سو وہ مراد نہیں یعنی اگر شیخ اپنے مرید کو کسی خلاف اولیٰ کا حکم دے تو مرید کو چاہیے کہ اس حکم میں اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے بلکہ اس حکم کو بجالائے گو وہ خلاف اولیٰ ہی ہو۔

(۴۲) فرمایا کہ جذبات پر مواخذہ نہ ہوگا بلکہ اعمال اور افعال پر ہوگا مگر باوجود اس کے پھر جوان جذبات کی اصلاح کی ضرورت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اصلاح سے نفس کی مقاومت اور مقابلہ آسان ہوجاتا ہے جس سے رذائل نفس کے مقتضا کی مخالفت بآسانی ہوسکتی ہے اور جذبات کی اصلاح نہیں کی جاتی تو پھر نفس کی مقاومت دشوار ہوجاتی ہے بلکہ نفس سے مغلوب ہوجاتا ہے اور ان رذائل کے مقتضاء پر اکثر عمل ہوجاتا ہے۔

(۴۳) ایک دہریہ کے خط کا جواب

میرے نزدیک تمہاری فلاح کی ابتداء دعا سے ہونا چاہیے یعنی سب تدابیر سے پہلے تم یہ عمل شروع کرو کہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ مجھے صراط مستقیم پر قائم فرما۔ رہا یہ شبہ کہ جب تم خدا تعالیٰ ہی کے قائل نہیں تو پھر دعا کس سے کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تم خدا تعالیٰ کے قائل نہیں مگر تمہارے پاس حق تعالیٰ کے نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں، جب تمہارے پاس نہ وجود کی دلیل ہے نہ نفی کی تو تم کو حق تعالیٰ کے وجود کے متحمل اور ممکن ہوئے۔ عقلاً قائل ہونا پڑے گا اور دعا کے لئے احتمال کافی ہے جس میں تمہارا نہ کوئی ضرر ہے نہ مشقت جب تم میرے پاس تجویز پر عمل شروع کرکے اپنی حالت سے مجھ کو مطلع کروگے تو پھر آگے مشورہ دوں گا۔

(۴۴) فرمایا کہ مختلف مذاہب کو دیکھنا بلکہ مختلف مذاق کے لوگوں سے ملنا مضر ہے۔

(۴۵) صحبت بڑی چیز ہے

فرمایا کہ آج کل صحبت کو سب سے گھٹیا درجہ کی چیز سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ سب سے بڑی چیز ہے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی بزرگ کی صحبت میں ہم جاکر بیٹھ گئے تو خالی صحبت اور محض پاس بیٹھنے سے کیا فائدہ جب تک کہ وہ بزرگ کچھ تعلیم نہ فرمائیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہی غلط ہے کہ بزرگوں کی صحبت افادہ سے خالی ہوتی ہے بلکہ اکثر کچھ نہ کچھ افادہ ہوتا ہی رہتا ہے دوسرے اگر مان بھی لیا جائے

کہ کوئی صحبت ایسی ہو کہ اس کے اندر وہ بزرگ بالکل خاموش رہیں اور کچھ نہ فرمائیں تو ویسی صحبت بھی فائدہ سے خالی نہیں اور اس کی وجہ حکماء نے یہ بیان کی ہے کہ انسان کی طبیعت میں خاصہ ہے مسارقت کا یعنی انسان اپنے ہم نشین کے اخلاق و عادات کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور یہ جذب اور مسارقت ایسی خفیہ طور پر ہوتی ہے کہ خود اس سارق کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں چرا رہا ہوں اور پھر اس مسارقت کیلئے یہ بھی شرط نہیں کہ ہمنشیں معتقد فیہ ہی ہو، بلکہ انسانی طبیعت غیر معتقد فیہ کے اخلاق و عادات کو بھی جذب کرتی ہے تو جب غیر معتقد فیہ کے ساتھ ہی یہ مسارقت ہوتی ہے تو اگر کسی اپنے معتقد فیہ اور بزرگ کی صحبت اختیار کی جائے تو یہ مسارقت بدرجہ اولیٰ ہوگی بس یہ وجہ ہے کہ بزرگوں کی خالی صحبت بھی مفید ہوتی ہے اور صحبت تو بڑی چیز ہے محض تصور جو کہ صحبت کے اعتبار سے اولیٰ درجہ کی چیز ہے کیونکہ صحبت میں ذات کے ساتھ معیت ہوتی ہے اور تصور میں صرف اس چیز کی صورت ذہنیہ سے محبت ہوتی ہے مگر پھر بھی وہ اثر سے خالی نہیں ہوتا بلکہ اتنا اثر ہوتا ہے کہ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان سے کوئی شخص مرید ہونے آیا تو آپ نے دریافت کیا کہ تم کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے کہا جی ہاں میری ایک بھینس ہے اس سے مجھ کو بہت محبت ہے فرمایا کہ بس تم یہ تصور کیا کرو کہ چالیس روز تک ایک گوشہ میں بیٹھ کر اس بھینس کا تصور کیا کرو، جب چالیس روز گذر گئے تو وہ بزرگ اپنے اس مرید کے پاس گئے اور اس کو حکم دیا باہر آؤ، جب آنے لگا تو دروازہ میں پہنچ کر رک گیا اور کہا کہ سینگ اڑتے ہیں کیونکر آؤں وہ بزرگ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ بس اب ساری چیزیں اس کے قلب سے نکل گئیں ہیں صرف بھینس رہ گئی ہے اس کو میں دفع کر دوں گا اور پھر اس شخص کو تعلق مع اللہ بآسانی حاصل ہو جائیگا۔

(۴۶) عشق سے علاج کرنا مناسب نہیں

فرمایا کہ امراض باطنی کے علاج کے طریق کئی ہیں ان میں سے ایک عشق بھی ہے مگر قاعدہ عقلیہ ہے کہ جب دو علاج جمع ہو جائیں، ایک بے خطر اور دوسرا خطرناک تو جو علاج بے خطر ہے اس کو اختیار کیا جائیگا نہ کہ خطرناک کو اس لئے عشق سے علاج کرنا مناسب نہیں۔

(۴۷) بوڑھوں کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جانے کا راز

فرمایا کہ پہلے لوگوں کے قویٰ اچھے ہوتے تھے اس لئے ان لوگوں کا عشق مجازی بھی زیادہ قوی

ہوتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے اندر قوت مقاومت بھی زیادہ قوی ہوتی تھی اس لئے صبر وضبط سے کام لے کر کوئی امر عفت کے خلاف نہ کرتے تھے بخلاف اس کے کہ اب تو فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہی ضعف مقاومت راز ہے اس کا کہ جو لوگ بوڑھے ہوتے ہیں وہ بھی فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں چنانچہ بہت سے بوڑھے امرد پرستی میں مبتلا ہیں کیونکہ گو بڑھاپے میں جوش کم ہوتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے قوت مقاومت بھی ضعیف ہو جاتی ہے اس کی وجہ سے قبلہ لمس ونظر سے رک نہیں سکتے۔

(۴۸) ان شہوۃ المتقی اشد کا راز

فرمایا کہ بخاری شریف کے ایک حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان شهوة المتقى اشد اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی شخص عفت کے خلاف کوئی بات نہیں کرتا نہ دیکھتا ہے نہ بات کرتا ہے یہاں تک کہ نامحرم کے تصور سے بھی بچتا ہے اس لئے اس کے قوی مدرکہ فاعلہ مجتمع رہتے ہیں اور ان کے اندر انتشار نہیں ہوتا اس لئے اس کے قوی مدرکہ فاعلہ میں بہ نسبت غیر متقی کے زیادہ قوت ہوتی ہے۔

(۴۹) تازہ غم میں وعظ ونصیحت مفید نہیں

فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھئے کہ تازہ غم میں کبھی وعظ ونصیحت اس مصیبت زدہ کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتی بلکہ الٹی اور مضر ہوتی ہے اور وجہ اس کے مضر ہونے کی یہ ہے کہ اس وقت تو نصیحت ہوتی ہے اس بات کی کہ تم اپنے غم کے جذبہ کو روکو اور وہ مصیبت زدہ اس نصیحت کو سن کر کوشش بھی کرتا ہے غم کے روکنے کی مگر چونکہ اس وقت غم کی شدت ہوتی ہے اس لئے اس کے روکنے سے یہ بات تو ہوتی نہیں کہ غم فرو ہو جائے بس یہ ہوتا ہے کہ وہ غم دل کا دل ہی میں رہتا ہے اور زیادہ عرصہ تک دل میں اس غم کے رہنے سے اس مصیبت زدہ قلب میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مصیبت زدہ کے اندر مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۵۰) فرمایا کہ شدت غم کے وقت نہ تو یہ مناسب ہے کہ اس مصیبت زدہ سے ایسی باتیں کرے کہ جس سے ان کا صدمہ بڑھے کہ ہائے اتنا مال چلا گیا اتنا نقصان ہو گیا اور نہ ایسی باتیں کرے کہ ارے میاں کیوں فکر میں پڑے، اتنا صدمہ کیوں کرتے ہو، بس جہاں تک ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ اس شخص

مصیبت زدہ کی طبیعت دوسری طرف مشغول رہے اس حادثہ کی طرف توجہ ہی نہ ہونے پائے اور یہ شبہ کہ اگر مصیبت زدہ کے سامنے اس کے اس نقصان پر کچھ اظہار افسوس نہ کیا جائے تو اس کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس کو میرے ساتھ ہمدردی نہیں، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب اوہام ہیں، البتہ یہ شبہ عدم ہمدردی کا اس پر ہوتا ہے کہ جو اس مصیبت زدہ کا مخالف ہو اور محبت والے کے متعلق ایسا شبہ نہیں ہوتا۔

(۵۱) ایک ہی مقصد کے کامیاب و ناکام کو برابر ثواب ملیگا بلکہ ناکام کو کامیاب کا دو چند ثواب ملے گا بشرطیکہ سعی میں برابر لگا رہا۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر دو شخصوں نے کسی نیک کام کے کرنے کا ارادہ کیا اور اس کی کوشش بھی کی مگر ایک شخص تو اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا اور دوسرا ناکامیاب رہا تو ثواب ان دونوں شخصوں کو برابر ملیگا یا کم وبیش مثلاً دو شخصوں نے کلام مجید سیکھنا شروع کیا ان میں سے ایک تو اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا یعنی تلاوت پر قادر ہو گیا اور اس کے بعد وہ برابر تلاوت کرتا رہا اور دوسروں کو بھی پڑھاتا رہا اور دوسرا شخص بوجہ اپنے ضعف یا مرض یا غباوت وغیرہ کے ناکامیاب رہا اور اس کو کلام مجید پڑھنا نہ آیا مگر اس نے اپنی ساری عمر اسی کوشش میں سیکھنے میں گذار دی تو اب دونوں کو ثواب برابر ملیگا یا کم وبیش فرمایا کہ ثانی کو اول سے دو چند ثواب ملے گا۔

(۵۲) دیوانگی (یعنی کمال محبت الٰہی) علاج ہے ہموم وغموم کا

خواجہ عزیز الحسن صاحب کے بڑے صاحبزادے کے انتقال پر ایک دوست نے تعزیت نامہ لکھا اس پر خواجہ صاحب نے اشعار ذیل مرقوم فرمائے۔ بغرض عبرت ناظرین کے خدمت میں پیش ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی ☆ بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی ☆ بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

کسی کو روز وشب مشغول فریاد وفغاں پایا ☆ کسی کو فکر گونا گوں میں ہردم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا ☆ بس اک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا
جو بچنا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہو جائے

(۵۳) حضرت والا کے اکابر کے خصوصیات

حضرت والا نے فرمایا ہمارے اکابر بالخصوص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخالفین کو بھی برا بھلا نہیں کہتے تھے ان میں تحزب اور پارٹی بندی چھو بھی نہیں گئی تھی۔ تعصب اور تنگ خیالی ان میں مطلق نہ تھی جیسے ائمہ کی شان ہوتی ہے۔

(۵۴) دست بوسی رسماً کبر اور ریا کا مقدمہ ہے

فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ چومنا یہ بالکل نئی عادت ہے یوں ہاتھ چومنا بلکہ پاؤں چومنا بھی جائز ہے مگر رسماً کبر و ریاء کا مقدمہ ہے۔

(۵۵) فرمایا کہ جان کا بدلہ جان یعنی فدیہ میں ذبح کرنا بجز عقیقہ کے کہیں ثابت نہیں۔

(۵۶) استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے

فرمایا کہ استخارہ کی حقیقت طلب خیر کہ استخارہ ایک دعا ہے جس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو اور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے۔ پس جب وہ استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے پھر جس بات کی طرف رجحان ہو اس پر عمل کرے اور اسی کے اندر اپنے لئے خیر کو مقدر سمجھے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بناء پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے اور اسی کے اندر خیر سمجھے کیونکہ پہلی صورت میں الہام کا حجت شرعیہ ہونا لازم آتا ہے اور لازم صحیح نہیں لہٰذا ملزوم بھی صحیح نہیں پس حاصل یہ کہ استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے نہ کہ استخبار۔

(۵۷) بے پروائی مفاسد کی جڑ ہے

فرمایا کہ بے پروائی کو لوگ دین کے خلاف نہیں سمجھتے حالانکہ بے پروائی جڑ ہے مفاسد کی۔

(۵۸) عورتوں سے کبھی مناظرہ مناسب نہیں

فرمایا کہ عورتوں سے کبھی مناظرہ نہ کرے جوان سے مناظرہ کرے گا ان کی کجی کی وجہ سے اس

کو ضرور غصہ آئے گا۔

(۵۹) سفارش کے شرائط

فرمایا کہ سفارش سے طیب خاطر کا اثر ہو تو جائز ہے کیونکہ اس اثر میں اذیت نہیں ہوتی اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ سفارش کرنے والے کے خلاف نہ کرنے پر مجبور ہو گا تو سفارش سے ایسا اثر ڈلوانا جائز ہے

(۶۰) فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ کسی وقت کسی موقعہ پر حضرت حاجی صاحبؒ کو میری طرف سے کسی قسم کی گرانی نہیں ہوئی۔ (تعلیم عدم گرانی شیخ)

(۶۱) فرمایا کہ مضمون خط میں زیادہ اختصار بھی روکھا پن ہے۔

(۶۲) فعل کی نسبت عقلاً علت قریبہ کی طرف کی جاتی ہے

فرمایا کہ افعال کو بندہ کے اختیار کی طرف جو منسوب کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت عقلاً علت قریب کی طرف کی جاتی ہے اور افعال کی علت قریبہ اختیار عبد ہی ہے اور اختیار عبد کی علت اختیار حق ہے اس لئے اختیار حق ان افعال عبد کی علت بعیدہ ہوئی نہ کہ قریبہ۔

(۶۳) فرمایا کہ اس مراقبہ سے زیادہ آسان اور سہل کرنے والا مصیبت کا اور کوئی طریق ہی نہیں کہ اس کو سوچ لیا جایا کرے کہ اس مصیبت میں ثواب ملے گا جہاں یہ سوچا کہ اس میں ثواب ہوگا بس ساری تکلیف گھل جاتی ہے پھر کچھ تکلیف ہی نہیں رہتی۔

(۶۴) کیفیات کا فقدان قابل قلق نہیں

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میرے اعمال کے معنی (یعنی کیفیات) نہیں۔ فرمایا کہ کیفیات جن کو معنی کہا گیا ہے یہ چونکہ نظر آئی ہیں یعنی محسوس ہوتی ہیں اس لئے یہ معنی ہے ہی نہیں تو ان کے فقدان کا کیا قلق بلکہ یہ کیفیات صورت ہیں اور معنی وہ ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔

(۶۵) مامور بہ محبت عقلیہ ہے نہ کہ محبت طبعیہ

فرمایا کہ یہ جو حدیث میں آتا ہے **لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده**

وولدہ والناس اجمعین یہاں پر مراد محبت سے محبت عقلیہ کاملہ مفضی الی الطاعۃ الکاملہ ہے۔ محبت طبعیہ مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ محبت طبعیہ غیر اختیاری ہے اگر اس کو شرط ایمان کہا جائے تو ایمان غیر اختیاری ہو جائے گا حالانکہ ایمان مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے پھر فرمایا کہ محبت عقلیہ کو دوام ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ ترقی کرتی رہتی ہے بخلاف محبت طبعیہ کے کہ اس کا دوام بھی غیر اختیاری ہے۔

(٦٦) فرمایا کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی جیسے نوم میں کیونکہ ترقی کا ذریعہ ہے ذکر و عمل اور یہ دونوں اس وقت منقطع ہو جاتی ہیں اس لئے استغراق تام کا طالب ہونا نہ چاہیئے۔

(٦٧) درود شریف کا ورد

ایک صاحب کچھ پریشان تھے حضرت والا نے ان کو درود شریف کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ درود شریف سے رحمت ہوتی ہے اس لئے اس سے پریشانی بھی رفع ہوگی۔

(٦٨) بدفالی کی ممانعت اور نیک فالی کی اجازت کی وجہ

فرمایا کہ بدفالی سے اثر نہ لینا چاہیئے اس لئے کہ وہ یاس ہے اور یاس کی ممانعت ہے بخلاف نیک فالی کے کہ وہ رجا ہے اور رجاء کا حکم ہے یہ فرق ہے فال نیک میں کہ جائز ہے اور طیرہ یعنی فال بد میں کہ ناجائز ہے، ورنہ تاثیر کا اعتقاد دونوں جگہ ناجائز ہے۔

(٦٩) قوت حفظیہ کا وظیفہ

فرمایا کہ پانچوں نمازوں کے بعد سر کے اوپر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار ''یا قوی'' پڑھنا قوت حافظہ کیلئے نافع ہے۔

(٧٠) سلام کے جواب کا شرعی طریقہ

فرمایا کہ فقہاء نے السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام اور السلام علیکم دونوں کو کافی لکھا ہے یہ بھی فرمایا کہ بعض بچوں کے طرف سے خطوں میں جو سلام لکھا ہوا آتا ہے تو عام عادت تو یہ ہے کہ اس سلام کے جواب میں صرف دعا لکھ دیتے ہیں مگر میرے نزدیک اس سے جواب ادا نہیں ہوتا اس لئے میں تو

سلام ودعا دونوں لکھتا ہوں لیکن اگر وہ سلام بچہ نے نہ لکھوایا ہو کسی بڑے نے اس کی طرف منسوب کردیا ہو تو اس کا جواب ہی واجب نہیں۔

(۷۱) میت کا بھی ادب زندہ کا سا ہے

فرمایا کہ فقہا نے لکھا ہے کہ مردہ کے پاس جب اس کی قبر پر جائے تو وہ معاملہ کرے جو معاملہ اس کی زندگی میں اس کے ساتھ کرتا۔ یعنی مردہ کا بھی ادب اتنا ہی ہے جتنا زندہ کا۔ دلیل اس قول کی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میرے حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے ہیں اس وقت سے میری عادت ہے کہ جب میں اس حجرہ میں داخل ہوتی ہوں تو حیاءً لمن عمرؓ یعنی بوجہ حیا کے اپنا منہ ڈھانک لیتی ہوں ، بس معلوم ہوا کہ میت کا ادب بعد موت بھی وہی ہے جو اسکی زندگی میں تھا۔

(۷۲) برکت کی نیت سے ہدیہ مناسب نہیں

فرمایا کہ جو برکت کی نیت سے مجھ کو ہدیہ دیتا ہے میں قبول نہیں کرتا کیونکہ میں صاحب برکت نہیں اور جو محض محبت سے دیتا ہے اس کا قبول کرلیتا ہوں۔

(۷۳) ادب کا مدار عرف ہے

فرمایا کہ منجملہ احکام شرعیہ کے ایک حکم یہ ہے کہ کسی چیز کے ادب میں غلو نہ کرنا چاہیے اور فرمایا کہ ادب کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی فعل جو فی نفسہ مباح ہو اگر عرفاً بے ادبی سمجھا جائے گا تو شرعاً بھی وہ فعل بے ادبی ہوگا۔

(۷۴) فرمایا کہ جمعیت اور انشراح سے سالک کی باطنی ترقی ہوتی ہے زیادہ رنج وغم سے ہم لوگوں کے اندر مایوسی پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہے اس لئے ہم کو ہر وقت اپنے آپ کو خوش رکھنا چاہیئے تا کہ حق تعالیٰ سے

ہم کو محبت پیدا ہو ورنہ بلاؤں کے اندر محبت کا باقی رہنا ہم لوگوں کا کام نہیں صدیقین کی شان ہے۔

(۷۵) فرمایا کہ شرک اکبر کے جتنے افراد ہیں وہ جیسے شرعاً باطل ہیں اسی طرح عقلاً ممتنع بالذات ہیں مثلاً کسی کے لئے علم مستقل کا قائل ہونا یا قدرت مستقلہ کا قائل ہونا کہ ایسا کہ علم وقدرت حادث کے لئے ممتنع بالذات بھی ہے۔

(۷۶) اشراف وسوال ناجائز ہے

فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے **ما اتاک من ھذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ۔**

(۷۷) یہ ہرگز زیبا نہیں کہ آدمی اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے خود نفس ایمان بھی اپنے اختیار میں نہیں بس حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو یہ دولت عطا فرما رکھی ہے لیکن وہ جب چاہیں سلب کر سکتے ہیں چنانچہ ابوعبداللہ ایک بزرگ تھے بغداد میں ان کی وجہ سے ۳۰ خانقاہیں آباد تھیں وہ ایک بار مع اپنے مجمع کے چلے جارہے تھے راستہ میں ایک گرجا آیا جہاں عیسائی صلیب پرستی کر رہے تھے وہاں ایک عیسائن پر مفتون ہو گئے ساتھیوں سے کہا اب تمہارے کام کا نہیں رہ گیا تم لوگ چلے جاؤ ساتھیوں کو بہت صدمہ ہوا اور مایوس ہو کر چلے گئے جب ایک مدت کے بعد اتفاق سے اس مقام پر واپس ہوئے اور چاہا کہ شیخ کو تلاش کیا جائے کہ کس حال میں ہیں، چنانچہ تلاش کیا تو دیکھا کہ عیسائیوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں سامنے خنزیروں کی ایک بڑی قطار ہے چھڑی ہاتھ میں ہے اور سوروں کو چرا رہے ہیں خدام نے ملاقات کی اور پوچھا کہ حضرت آپ کو کچھ قرآن شریف بھی یاد ہے۔ فرمایا کہ ہاں ایک آیت یاد ہے **ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سوآء السبیل** پھر پوچھا کہ کوئی حدیث یاد ہے، کہا کہ صرف ایک حدیث یاد ہے **من بدل دینہ فاقتلوہ** اور کچھ یاد نہیں، حالانکہ ان بزرگ کو تیس ہزار احادیث یاد تھیں اور سبعہ کے حافظ تھے وہ لوگ ان کا حال دیکھ کر بہت روئے اور خود وہ بزرگ بھی روئے حتیٰ کہ روایت ہے کہ خنزیر تک روئے اس کے بعد جب وہ آگے بڑھے تو سامنے ایک نہر تھی جب نہر کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں وہی بزرگ نہر کی طرف سے غسل کئے ہوئے ایک سفید چادر تہمد مسلمانوں کا سا باندھے ہوئے آرہے ہیں جب پاس آئے تو کہا **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ** ۔ لوگوں کو بے

حد خوشی ہوئی اس کے بعد ان بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا واقعہ تھا تو ان بزرگ نے فرمایا کہ جب پہلے میں اس گرجے کے پاس سے ہو کر گزرا اور ان عیسائیوں کو دیکھا تو میں نے ان کو بہت حقیر سمجھا تو فوراً الہام ہوا کہ اچھا کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جو ان کو حقیر سمجھتے ہو اور اسی وقت دیکھا کہ میرے اندر سے ایک نور نکلا اور غائب ہو گیا اور میرے باطن میں ظلمت ہی ظلمت چھا گئی اس کے بعد ظاہر سامان یہ ہوا کہ وہاں کنواں پر ایک لڑکی عیسائن کی پانی بھر رہی تھی میں اس پر عاشق ہو گیا، میں نے اس کو یہ پیام دیا اس نے شرط لگائی کہ ہمارے سور چراؤ میں اسکے پاس رہتا تھا اب تمہاری ملاقات کے بعد میں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ حضور اب تو بہت سزا مل گئی اب تو معاف کیا جائے تو میں نے دیکھا کہ میرا وہی نور جو میرے اندر سے نکلا تھا پھر میرے اندر داخل ہو گیا اور مجھ کو اسلام کی توفیق ہو گئی تو جب یہ حال ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس وقت جو ہماری حالت درست ہے وہ مستقل اختیار سے ہے علاوہ اس کے یہ بھی تو سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص بہت حسین ہو مگر وہ اپنے چہرے پر کالک مل لے تو اس کا قدرتی حسن حقیقۃً زائل نہ ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص بدشکل ہو مگر وہ پوڈر مل لے تو کیا وہ حسین ہو جائیگا تو بعض لوگوں کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہے جیسے پوڈر اسی طرح بعض لوگوں کا کفر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کالک جب ذرا ہٹا اصل رنگ عود کر آیا اور اس کا ہٹ جانا اپنے مستقل اختیار میں نہیں یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ تو پھر کیا زیبا ہے کہ آدمی

اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے۔

☆ تمت بالخیر ☆

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات حکیم الامت

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240